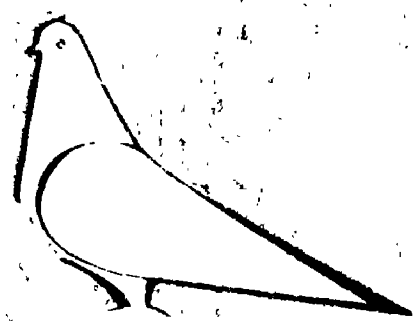


۲۰ ویں سالگرہ

نقوش

خطوط نمبر

رجسٹرڈ ایل نمبر
۵۳۱۲

ٹیلیفون ۳۵۲۵
رہائش ٦۴۸۹۸

زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمایندہ

نقوش

شمارہ - ۱۰۹
اپریل، مئی ۱۹٦۸ء

بیسویں سالگرہ

خطوط نمبر

مدیر:-
محمد طفیل

ادارہ فروغ اردو، لاہور

٦٠
قیمت موجودہ شمارہ [redacted] روپے

طلوع

محمد طفیل نے محمد نقوش سے کہا۔۔۔۔

ارے میاں! تُو کیا کر رہا ہے؟ کیوں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے؟ کیوں اپنا اور اپنے بچّوں کا دشمن بنا ہُوا ہے؟

جب تُو نے خطوط کی دو جلدیں پہلے چھاپی تھیں تو کونسے قوم نے سُرخاب کے پَر لگا دیئے تھے، جو تُو اب پھر اکٹھی تین جلدیں پیش کر رہا ہے۔ یہ دس گیارہ برس جو تُو نے خطوط اکٹھے کرنے پر صرف کیے ہیں۔ اس کی بجائے اگر تُو "امپورٹ ایکسپورٹ" کا ہی کام کر لیتا تو زیادہ فائدے میں رہتا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا تو قوم کا لیڈر ہی بن جاتا۔

قوم کے لفظ سے یاد آیا۔ یوں دِکھتے ہے جیسے یہ قوم بظاہر زندہ ہو، بہ باطن مُردہ، یہ زندہ باد کے نعرے لگا سکتی ہے، مگر زندہ باد کا ماحول پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ ہر ایک کی کارگزاری پر یہ فرمانے کی عادی ہے۔ "کچھ نہیں!"

متاعِ ہُنر کی قیمت کیا پڑی؟ دو کوڑی بھی نہیں۔ خون کے چراغ جلا کے بھی دیکھ لیے، اندھیرا جوں کا توں۔ یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے دنوں کا اندھیرا بصارت کو بھی نگل گیا ہو۔

ایسے عالم میں کوئی کیا کرے؟

ایک تو یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی افیون کی گولی کھا کر بیٹھ رہے۔ دوسرے یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ خدمت کے شوق میں اپنی جان اور مال کی بازی لگائے۔

محمد نقوش سے محمد طفیل نے کہا:۔

راہیں دونوں کٹھن ہیں۔ ایک باضمیر کے لیے، دوسری بے ضمیر کے لیے!

محمد طفیل

اس شمارے میں

1956ء میں جمال میاں فرنگی محلی سے، ایوانِ صدر میں ملاقات ہوئی تھی تعارف قدرت اللہ شہاب صاحب نے کرایا۔ معلوم ہوا کہ ان کے پاس بڑے نادر قسم کے خطوط ہیں۔ شہاب صاحب نے میری سفارش کی تو انہوں نے حامی بھر لی۔

میں خط و کتابت کرتا رہا، کبھی جواب ملا کبھی نہ ملا۔ جمال میاں ڈھاکہ میں تھے۔ میں لاہور، دونوں کا فاصلہ ہو یا نہ ہو ویسے فاصلہ بہت ہے۔

1965ء میں پاکستان کونسل نے ادیبوں اور مدیرانِ رسائل کے ساتھ مجھے بھی مشرقی پاکستان کی سیر کی دعوت دی تو میں نے سوچ لیا۔ جمال میاں سے خطوط لیتا آؤں گا۔

پاکستان کونسل نے ہمارا پروگرام کچھ اس طرح کا بنایا ہوا تھا کہ اس میں ایک منٹ خالی نظر نہ آیا۔ پھر بھی میں نے جمال میاں تک پہنچنے کی بہت سعی کی۔ ملاقات نہ ہونا تھی نہ ہوئی۔ اصل میں مجھے بے ایمانی والے کام راس بھی نہیں آتے۔ چونکہ پروگرام میں جمال میاں سے ملنا شامل نہ تھا۔ اس لئے ملاقات کیسے ہوتی!

پھر میں دوبارہ 1965ء میں ڈھاکہ اس غرض سے گیا کہ اب کے خطوط لے کے ٹلوں گا۔ چلنے سے پہلے اطمینان کر لیا تھا کہ آیا جمال میاں ڈھاکہ ہی میں ہیں۔ جب جواب اثبات میں ملا، تو پہنچا۔ ڈھاکہ جا کر معلوم ہوا۔ وہ تو پیرس چلے گئے۔ میرا جو حال ہوا وہ پوچھئے نہیں۔ پھر تیسری مرتبہ دسمبر 1966ء میں ڈھاکہ گیا۔ جمال میاں سے ملاقات ہو گئی۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ادا کیا۔

انہوں نے مجھے خطوط دکھائے۔ آنکھیں کھل گئیں۔ بڑا نادر ذخیرہ تھا۔ معاً احساس ہو گیا۔ اگر انہوں نے یہ خطوط نہ دیئے تو کیا ہو گا۔ جب میں دل کی بات زبان پہ لایا تو انہوں نے فرمایا: "میں یہ خطوط لاہور بھجوا دوں گا۔ ابھی صرف دیکھ لیں۔"

لاہور بھجوا دوں گا والی بات تو 1956ء سے چل رہی تھی۔ کچھ جمال میاں کی مصروفیت حائل رہی، کچھ ایسے نوادرات کا الگ کرنا مسئلہ رہا ہو گا۔ جمال میاں کے جواب پہ میں پھر 1956ء میں پہنچ گیا۔

اب کہوں کیا؟ کچھ سوجھ نہیں رہا تھا۔ پریشانی اور تذبذب کا جو لمحہ مجھ پہ وہ گزرا، شاید ہی کبھی گزرا ہو۔ بالآخر ہمت کر کے کہا: "جناب! اب کے خطوط لے کے ٹلوں گا۔"

"ہاں ہاں! آپ سے وعدہ کر چکا ہوں۔ وہ پورا ہو گا۔"

"میں ان خطوط کے لئے گیارہ سال سے پریشان ہوں۔ مزید حوصلہ نہیں رہا۔ پھر زندگی کا اعتبار ہی کیا۔ اب کے خالی ہاتھ نہ جاؤں گا۔" یہ کہہ کر میں نے خطوط اکٹھے کرنا شروع کر دیئے۔ وہ لمحات ہم دونوں پہ کتنے کٹھن تھے۔ کون جانے!

وہ ابھی خطوط دینا نہیں چاہتے تھے۔ میں خطوط چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

بالآخر جمال میاں اپنے وعدے اور اپنی شرافت کے ہاتھوں مجبور ہو گئے اور انہوں نے مجھے یہ خطوط دے دیئے۔ وہ خطوط کو اپنے سے جدا کرتے بھی کیسے؟ انہوں نے ان خطوط کی بڑی حفاظت کی تھی۔ انگریز تحریک خلافت سے پریشان تھا، مرکز مولانا عبدالباری فرنگی محلی تھے۔ ہر آن گرفتاری اور تلاشی کی فکر رہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس قیمتی ریکارڈ کو کبھی قبرستان میں دفن کر کے بچایا، کبھی ادھر ادھر پہنچا کر!

بہرحال اب وہ قیمتی سرمایہ آپ کی نذر ہے (جمال میاں کی مہربانی سے نذر ہے) ابتدا میں مولانا غلام رسول مہر کا ایک مفصل نوٹ ہے۔ میری تو یہ خواہش تھی کہ ایک ایک خط پر حواشی ہوتے۔ مولانا غلام رسول مہر نے وعدہ بھی فرمایا تھا۔ مگر وہ اپنی مصروفیات میں اتنا کچھ نہ کر سکے۔ کہیں کہیں جمال میاں کے نوٹ ہیں۔ نہ فرصت مولانا مہر کو ملی اور نہ جمال میاں کو۔ یہ دونوں حضرات ہی ایسے تھے جو ان خطوط پر کچھ لکھ سکتے تھے۔ اس کمی کے باوجود میں خوش ہوں کہ خطوط تو محفوظ ہو گئے۔ جو مسلمانان ہند کی سیاسی جدوجہد کے آئینہ دار ہیں۔ تحریک خلافت پر اس سے اہم دستاویزیں نہ ملیں گی۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا کیا کہنا تھا۔ کیا شان تھی کہ موتی لال نہرو، مہاتما گاندھی، ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، مولانا حسرت موہانی بھی ان کے سامنے ہاتھ باندھے نظر آتے ہیں۔

یہ تو ہوئی اس جلد کے پہلے حصے کی بات!

اب اس جلد کے دوسرے حصے کے بارے میں کچھ سن لیجیے۔ اس حصے کی ابتدا میں جو خطوط درج ہیں۔ وہ نواب بہادر یار جنگ کے ہیں۔ نواب صاحب کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ قائد اعظم کو بھی ان کی ضرورت تھی اور یہ شرف صرف نواب صاحب کو حاصل تھا کہ وہ قائد اعظم کے بعد بھی تقریر کر سکتے تھے۔

یہ خطوط ایک کی ریاستی تنظیموں کے بارے میں ہیں قیمتی معلومات سے آراستہ، جس کے صدر نواب صاحب تھے اور جنرل سیکرٹری محمود الحسن صدیقی!

نواب صاحب کے کچھ خطوط پہلی جلد میں بھی موجود ہیں۔ صفحہ ۳۷۱ پر، وہ خطوط قائد ملت نے بلاد اسلامیہ کے سفر کے دوران لکھے تھے۔

اس حصے میں بعض خطوط کشمیر سے متعلق بھی ہیں۔ جن میں چودھری غلام عباس، میرواعظ، شیخ خورشید اور قریشی محمد یوسف کے خطوط اہمیت رکھتے ہیں۔ تفصیلی نوٹ ان سارے خطوط پر محمود الحسن صدیقی کی صاحبزادی، اختر جمال نے لکھ دیا ہے۔ اس لئے میرا کچھ کہنا بلا وجہ ہو گا۔

اس کے بعد بڑے بڑے ادیبوں اور دانشوروں کے خطوط ہیں۔ جن میں مولوی عبدالحق، حسرت موہانی، حامد حسن قادری، شوق قدوائی، مولانا عبدالمجید سالک، عزیز لکھنوی، جلیل مانک پوری ——— یہ فہرست بھی بڑی لمبی ہے اور ان خطوط میں مندرج سینکڑوں ہی ادبی، سیاسی اور شخصی مسئلے، ان کا بیان کہاں تک ہو۔

(محمد نقوش)

خطوط

بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی

قومی و ملّی جد و جہد کی داستان

رفتہ زمانِ خویش بہ سیما نوشتہ ایم

پیشِ نظر اشاعت میں پرانے خطوط کا ایک ایسا ذخیرہ شائع کیا جا رہا ہے جنہیں اسلامیانِ پاک و ہند ہی نہیں بلکہ اسلامیانِ عالم کی قومی تاریخ کے اُس دور سے تعلق ہے جسے حقیقتہً نہایت تاریک دور سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں امیدوں کا آفتاب رفتہ رفتہ ماند پڑ رہا تھا یعنی سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۲۲ء تک کا دور۔ اس وقت تک تقریباً اسلامی ملکوں کی آزادی کلیاً یا جزواً مجروح و مذبوح ہو چکی تھی اور سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ کی فضا خطرات کے تیرہ و تار بادلوں سے سیاہ پوش ہو رہی تھی۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس الغرب (جسے آج کل لیبیا کہتے ہیں) پر حملہ کیا۔ وہاں چند ترک سالاروں نے مقامی عربوں کو مزاحمت کے لیے منظم کر دیا تو یورپ کی مشرقی بلقانی ریاستوں یعنی بلغاریہ، رومانیہ، سرویا (جسے آج کل یوگوسلافیہ کہتے ہیں) مانٹی نیگرو (جو اب یوگوسلافیہ میں ضم ہو چکی ہے) اور یونان نے براہِ راست سلطنتِ عثمانیہ پر حملہ بول دیا۔ یہ یورپین فرنگستانی سامراجیوں کے توڑ جوڑ کا نتیجہ تھیں۔ پھر پہلی عالمی جنگ چھڑ گئی۔ اتحادیوں (برطانیہ، فرانس اور زاروں کے روس) نے ایک طرف عربوں کو آزادی کا فریب دے کر ترکوں کو سخت نقصان پہنچایا پھر عربوں سے نہایت افسوسناک بدعہدی کر کے بیشتر علاقے یا تو براہِ راست سنبھال لیے یا ان پر بلاواسطہ مقتدرانہ اثر قائم کر لیا۔ اس دور کی بعض خونچکاں تصویریں کلامِ اقبال کے پردۂ سیمیں پر بھی دیکھی جا سکتی ہیں مثلاً:

سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سن — اور ایراں میں ذرا ماتم کی تیاری بھی دیکھ
چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا — سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ
مکر کے پھندے میں شہبازِ مراکو آ گیا — امتِ عیسیٰ کا آئینِ جہانداری بھی دیکھ

تاہم یہی دور ہے جو اقبالؒ کے نزدیک طلوعِ صبحِ امید کا پیغام تھا اور انہوں نے اس دور کے اوائل ہی میں جب ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، دو ٹوک الفاظ میں پیش گوئی کر دی تھی:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش — اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک — بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی
دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل — موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی

پھر طرابلس کے ریگ زار میں تیرہ سال کی ایک عرب مجاہدہ فاطمہ بنت عبداللہ غازیانِ ملتِ بیضا کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہو گئی تو

اقبالؒ نے نئے دورِ عروج کا پیغام مکرر سناتے ہوئے فرمایا:

تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور — دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور
جو ابھی ابھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے — جن کی ضو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے
جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے — اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

چند ہی سال میں یہ پیش گوئیاں مجسم عملی شکل اختیار کر کے دنیا کے سامنے جلوہ افروز ہوگئیں۔ اقبالؒ نے شمع اور شاعر کے آخری بند کی پیش گوئیاں یاد دلاتے ہوئے "خضرِ راہ" میں فرمایا:

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج — موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ
عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے — اے مسلماں! آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ
کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں — آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

معلوم ہے کہ پہلی عالمی جنگ کے بعد فرنگستانی سامراجیوں کی ظاہری انتہائی عروج پر پہنچ چکی تھی اور اس دریا کی سطوتِ رفتار آسمان بوس ہو رہی تھی لیکن دیکھیے کس طرح یکایک اسلامی ملکوں اور آبادیوں نے بیداری کا ایک حیرت انگیز مظاہرہ کیا۔ افغانستان ایک ہی جست میں آزادیٔ کامل کی منزل پر پہنچ گیا۔ ایران میں رضا شاہ پہلوی مرحوم کے زیرِ قیادت نئی قومی زندگی کی بنیادیں استوار ہوگئیں۔ مصر میں آزادی کی تحریک ایسا رنگ اختیار کر گئی کہ برطانیہ کے حصارِ اقتدار کی بنیادیں لرز اٹھیں۔ خود ہمارے ہاں خلافت اور جمعیۃ العلماء کی تحریکیں منظم ہوئیں اور آزادی کا سمندر اس انداز میں متلاطم ہوا جس کی کوئی مثال برطانوی سامراج کی تاریخ میں موجود نہ تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ فرنگستانیوں نے ترکوں کو ایک مستقل قوت ہی نہیں مستقل قوم کی حیثیت میں صفحۂ ہستی سے محو کر دینے کے جتنے منصوبے تیار کئے تھے، انھیں غازی مصطفیٰ کمال اور ان کے جانباز رفیقوں کی تلواروں نے سقاریہ کے میدانِ جنگ میں ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

تاہم کامرانی کی منزلِ مقصود پر پہنچنے میں ابھی ایک مرحلہ باقی تھا اور اقبال نے اس کی پیشگوئی بھی "خضرِ راہ" میں کر دی تھی:

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس — سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ

یہ "آزمودہ فتنہ" کیا تھا؟ دوسری عالمی جنگ، جس کے لئے قدرت نے ہٹلر کو آلۂ کار بنایا اور دانشمندانِ فرنگ نے اسے روکنے کی جتنی بھی تدبیریں اختیار کیں، وہ سب بری طرح ناکام ہو کر تقدیر کے سیل میں خس و خاشاک کی طرح بہ گئیں۔ اس "آزمودہ فتنے" نے فرنگستانی استعمار کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ سامراجی زنجیروں کے حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ اب اس کی تلخ یادوں کے سوا باقی کیا رہ گیا ہے؟

جن خطوط کے ذکر میں یہ سطریں سپردِ قلم ہوئی ہیں ان کا تعلق اسی تاریک زمانے سے ہے جب مسلمانوں کی قومی ہستی خوفناک خطرات میں محصور تھی اور مختلف دردمند مسلمان ایک دوسرے سے الگ بیٹھے ہوئے اپنے اپنے تصورات اور زاویۂ نظر کے مطابق سفینۂ ملت کو طوفانوں سے بچانے کے لئے مضطرانہ ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور انھیں قطعاً معلوم نہ تھا کہ جو کچھ وہ کر رہے

میں نتیجہ خیز بھی ہو سکا یا نہیں اور کبھی بروئے کار بھی آسکے گا یا چھپا ہی رہے گا۔ خطوط کا مرکز و مرجع مولانا عبدالباری مرحوم فرنگی محلی کی ذاتِ گرامی تھی جو دیرینہ خاندانی عظمت و تقدس کے وارث ہونے کے علاوہ خود بھی علم و فضل، زہد و تقویٰ اور دردِ ملت و حمیتِ اسلامیت کے اعتبار سے بہت ممتاز و نمایاں شخصیت کے حامل تھے۔ آپ ہی کے پاس مختلف دردمند اصحاب کے اضطراب و گرمجوشی کے یہ نادر قلمی مظاہرے محفوظ رہ گئے جو ہماری ملی سرگزشت کا ایک نہایت قیمتی مرقع ہیں۔

برادرِ عزیز محمد طفیل صاحب نے محترم جمال میاں صاحب سے یہ ذخیرہ حاصل کیا تو میں بھی اس کے مطالعے سے مشرف ہوا۔۔۔ رائے یہ تھی کہ ان مکاتیب پر مفصل حواشی لکھنے چاہئیں اور جن مطالب پر یہ مشتمل ہیں ان کی توضیح کا کوئی پہلو نظر انداز نہ ہونا چاہیے نیز کاتبوں کے تعارف کا انتظام بھی ضروری ہے میں پیشتر ایسے کاموں میں الجھ چکا تھا کہ بقدرِ ضرورت فرصت میسر نہ آسکی لہٰذا مناسب یہی سمجھا گیا کہ خطوط شائع کر دیے جائیں تاکہ یہ محفوظ ہو جائیں اور مقدم ترین کام ان کی حفاظت کے سوا کوئی نہ تھا۔ تشریحات و تصریحات بعد میں بھی مرتب کی جاسکتی تھیں۔ اغلب ہے ایسے اور ذخیرے بھی مل جائیں اس طرح ہماری قومی و ملی سرگزشت کے لئے تاریخ کا حقیقی، مستند اور قابلِ قدر سرمایہ فراہم ہو جائے گا۔

اس مختصر سی تحریر کا مدعا صرف یہ ہے کہ خطوط کا پس منظر سرسری طور پر سامنے آجائے۔ اصل خطوط طویل بحث و نظر کے محتاج ہیں۔ خطوط نگاروں میں سے کئی اصحاب ایسے ہیں جن کے نام بھی شاید موجودہ نسل کے لیے اجنبی ہوں لیکن ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے فضل سے کسی نہایت تاریک اور یاس انگیز دور میں بھی ہماری ملت مخلص دردمندوں کے وجود سے کاملاً محروم نہیں رہی۔ ہزاروں دردمند اصحاب گزرے ہیں جنھوں نے شدید ظلمتوں میں بھی وہ چراغ روشن رکھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانیوں میں دریغ نہ کیا جو آج ہمارے نزدیک خورشید جہاں تاب کی حیثیت اختیار کر چکا ہے

ان ہستیوں کا ہر اضطراب، ہر قربانی اور ہر دردمندی انتہائی خلوص اور حسنِ نیت پر مبنی تھی وہ اپنی نہیں صرف قوم کی ناموری اور ملت کی برتری کے خواہاں تھے، احسان شناس اخلاف کی طرح ہمیں کسی بھی مخلص خدمت گزار کو بھولنا نہ چاہیے حسیاتِ ملی کے ایسے ہی مجموعے صحیح، مستند اور ولولہ افروز قومی سرگزشت کا سرمایہ ہیں۔ قومیں مادی یادگاروں کی بنا پر زندہ نہیں رہتیں۔ اصل شے یہ ہے کہ افرادِ ملت کے دل میں دردِ ملی کی ایک لازوال تڑپ پیدا کر دی جائے۔ اصل مقاصد کی بے پناہ حرارت سے ایک ایک فرد کی رگوں میں دوڑنے والے خون کے ایک ایک قطرے کو بجلیوں کی جولاں گاہ بنا دیا جائے۔

شرم ما باد کہ مشہورِ جہانیم بہ عشق
نہ زدیم آتش و برقے بہ دیارے نہ زدیم

غلام رسول مہر

ہیں۔ میں صدہا پشت سے عالم ہوں ... ہے پیشۂ آبا سپہ گری، کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے۔ مجھ سے بڑھ کر یہ فتویٰ نہیں دے سکتے۔ اگر ہم خطاب کے واسطے کفار کی موالات کریں تو ہم منافقوں کے حکم میں ہیں اور کافر ہیں۔ یا ایھا الذین آمنوا لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لایھدی القوم الظالمین۔ جو لوگ موالات کرتے ہیں وہ یہود و نصاریٰ کے حکم میں ہیں اور وہ ظالم ہیں اپنے حرکات سے باز نہ آئیں گے۔ بشر المنافقین بان لھم عذاباً الیما الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعاً لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ الا ان تتقوا منھم تقاۃ۔ کہتے ہیں ہمارے بزرگوں کو، دادا کو شمس العلماء کا خطاب تھا مگر یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ خطاب کا چاہنا دوسری چیز ہے اور ملنا دوسری چیز ہے۔ وہ خطاب کے لیے حاکموں کے پاس نہیں گئے میرے دادا کو بھی شمس العلماء کا خطاب دیا گیا تھا مگر انھوں نے کسی حاکم کے آستانے پر قدم نہیں رکھا۔ جس تاریخ سے خطاب ملا بالکل گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ ایک انگریز نے ان سے مکان پر ملنے کی خواہش کی اونھوں نے فرمایا کہ میں نے ... سے کسی کافر حربی کا منہ نہیں دیکھا ہے۔ میں معذور ہوں اس پر بھی یہ تبر میرے پاس رہتا ہے اگر وہ میرے سامنے آیا تو اس تبر سے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ میں کافر حربی کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں ترکِ موالات میں گاندھی صاحب کا ساتھ ہمیشہ دوں گا کیونکہ ان کے ساتھ میں اسلام کا فائدہ ہے۔ میں نرم ہو جاتا ہوں اسلام کے فائدے کی غرض سے اور سخت ہو جاتا ہوں اسلام کے فائدے کے خیال سے۔ ہندوستان کی آزادی حاصل کرنا اب فرض مذہبی ہو گیا ہے۔ ہماری قوم کا ہر فرد قصوروار ہے۔ اگر وہ جنگ میں ہوتا اوس کے ہاتھ میں بندوق ہوتی اور بشیر (نصیر) اوس کے مقابل میں آتا تو اوس کو اس خیال سے چھوڑ نہ دیتا کہ یہ مسلمان تکیم پور کا رہنے والا ہے۔ یہ مسئلہ شرعی ہے لیکن ہم نے اس بات کو اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ غیر مفید ہے۔ گاندھی صاحب نے ترکِ موالات کو بتایا جس میں منشاء اسلام کا ہے اور فرض جہاد بھی ادا ہوتا ہے اس واسطے کہ جہاد کہتے ہیں "بذل المجھود مباشرۃ او معاونۃ بالمال او بالرائے او بتکثیر السواد وغیر ذالک" کوشش کرنا مقابلہ میں اعدا کے چاہے لڑ کے ہو چاہے رائے سے ہو یا کسی طور سے ہو سب جہاد ہے۔ ہم کہتے ہیں توپ و تفنگ سے مقابلہ نہ کریں کیونکہ ہمارے امکان میں نہیں ہے۔ اس واسطے فرض بھی نہیں ہے۔ لیکن بعد انقلاب امکان کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہے اگر وہ قاتل ہمارے سامنے پیشتر ارادہ ظاہر کرتا تو اوس کو روکتے کیونکہ ہم بہتر کام کرتے ہیں۔ یعنی دشمن کو کمزور کرنا جو جہاد کا اصل مقصد ہے۔ دیکھو تم کو مرنا ہے خدا کے یہاں ... یہ زبردستی کی بات نہ کرو وہی کہو جو صحیح ہو تم کو نیت کا حال کسی کے کیا معلوم۔ نیت پر حکم ہے ہم کو قدرت نہیں اس وجہ سے ہم یہ حرکت نہیں کرتے قتل و خون اسلام میں بُرا سمجھا گیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو خدا کے حکم کے موافق قتل کر ڈالا۔ مگر ارشاد ہوا تم نے ہماری بنائی ہوئی بنیاد ڈھا دی

کہا اب تم سے تعمیر ہماری عبادت گاہ بیت المقدس کی نہیں ہو سکتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے تمنا کی کہ ان کی اولاد میں کسی کے ہاتھ سے بیت المقدس کی تعمیر پوری ہو۔ یہ تمنا پوری ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو پورا کیا۔ جب وہ وقت آئے گا تو میں اسی رائے کو اختیار کرتا ہوں۔ گاندھی صاحب دشمن کے دشمن دوست ہیں اور ان کے کہنے سے ترک موالات کرتا ہوں۔ قرآن میں کہا ہے موالات کافر مسلمان کا فرض نہیں ہے۔

بنام مسٹر گاندھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

زندہ باش گاندھی زندہ باش۔ مہاتما صاحب! التماس ہے کہ آپ کی تحریر بنام وائسرائے بالقابہ کے متعلق پہلے ایک معزز احباب کی مجلس میں کچھ سنا تھا۔ پھر انگریزی سے ترجمہ کرایا۔ مطلب کچھ سمجھ میں آیا تھا۔ جمہور میں اس کو مفصل پڑھا۔ اس تحریر کے تمام مطالب سے مجھے کچھ سروکار نہیں مگر جس حصے نے مجھے بے چین کر دیا۔ علیل ہوں لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں لیکن مجبوراً بہ ارشاد خالص اظہار شکریہ کی ضرورت سے یہ تحریر شائع کرتا ہوں۔ دہلی کی مجلس شوریٰ میں سرکاری اور غیر سرکاری مسلم اراکین مجلس قانون سازی کے موجود تھے اور دیگر اہل اسلام بھی مدعو کیے گئے تھے۔ ایسے ہی ہمارے صوبے کی مجلس شوریٰ میں بھی مقتدر مسلمان بلائے گئے تھے اور بعض کبار علما بھی تھے۔ فرنگی محل سے منجملہ محترمین مولانا عبدالمجید و مولانا عبدالحمید صاحب مدظلہما اور مجتہدین شہر میں سے مولانا ناصر حسین صاحب مخصوصیت سے ذکر کرنے کے قابل ہیں۔ ایسے ہی مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا حافظ احمد صاحب اور ناظم ندوۃ العلما مولانا عبدالحی صاحب بھی سنا گیا موجود تھے دیگر حضرات کا کیا ذکر ہے۔ فتح و نصرت کی دعائیں مانگی گئیں۔ آمینیں کہی گئیں۔ عہد وفاداری کی تجدید ہوئی۔ ہر قسم کی اعانت کی تائید ہوئی۔ مگر جذبات اسلامیہ کی ترجمانی کسی نے نہ کی۔ یہ آپ کے حصے میں خدا نے دیا تھا۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ ہر سچا مسلمان آپ کا مشکور ہے آپ نے ہمارے واقعی جذبات کو بالکل وائسرائے کشور ہند بالقابہ تک پہنچا دیا۔ جزاکم اللہ و بارک اللہ۔ میں بحیثیت مسلم ہونے کے صداقت و دیانت سے کہتا ہوں کہ میرا مقصد رضائے الٰہی اور میرا دستور العمل شریعت اسلامیہ ہے۔ میں ہرگز فتنہ و فساد بغاوت و خودسری کو اچھا نہیں سمجھتا۔ گورنمنٹ کی وفاداری کو بارہا ظاہر کر چکا ہوں اور پوری ہمدردی اس جنگ جہاں سوز میں اس کے ساتھ ہے۔ رعایا ہونے کی حیثیت سے تمام وسائل ممکنہ کو تائید سلطنت میں حق بجانب سمجھتا ہوں۔ میں نے ہمیشہ عاقلانہ بہی خواہی کی اور اس امر کی پروا نہیں کہ میرا مفید مشورہ ناگوار خاطر ہے۔ مجھے فخر ہے کہ جو امور میں نے ملاحظہ حکومت میں گزارے تھے اور جن نتائج کا اندیشہ دکھایا تھا خواہ بعجلت خواہ بدیر ظہور میں آ گئے۔ میں یہی دانشمندی سمجھتا ہوں کہ میری مخلصانہ رائے پر عمل کیا جائے ——— میں مسلمانوں کی دلجوئی کو اور ان کے مذہبی جذبات کا احترام کرنے کو حکومت کی تقویت کا باعث سمجھتا ہوں۔ میں مسلمان ہوں اور آخر وقت تک مسلمان رہوں گا مجھ کو بحیثیت مسلم پورا حق ہے کہ منافی اغراض اسلامیہ پر آزادی سے انکار ظاہر کروں اور حکومت کو مزاحمت دینیہ سے مامون اور محفوظ رکھوں۔ ایک جماعت بدون حصول حکومت خود اختیاری کسی قسم کی اعانت حکومت موجودہ کو

یہ وہ ہوائی غبارے ہیں جو ہوا کا رخ اور اس کی تیزیٔ رفتار جانچنے کے لیے کبھی کبھی چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ ان کا جواب دینی استقامت ہے جو ہر مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے۔ کاش ہم بھی حضور کی سی استقامت حاصل کر سکیں۔ ہمارے نبی صلعم اور ان کے اصحاب پاک اور اہل بیت نے ہمارے لیے اپنے نقش قدم چھوڑے تھے مگر امتداد زمانہ کے باعث اور ہماری اپنی کم ہمتی سے ہم نے وہ نقوش اپنے دلوں سے محو کر دیے تھے گو بفضل اللہ وہ نقوش ہرگز نہیں محو ہو سکتے تھے۔ زندہ مثالیں درکار۔ ۔ ۔

(۳)

چھندواڑا، ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۷ء

حضور والا السلام علیکم۔ مفصل عریضہ بعد میں لکھوں گا اس وقت شوکت صاحب ہی کی عریضہ کے ساتھ یہ مختصر ملفوف کیے دیتا ہوں۔ اچھا ہوا کہ میرا ۱۸ جولائی کا عریضہ اس قدر دیر بعد پہنچی مگر مل تو گیا۔ اگر نامناسب نہ ہو تو اوس کی نقل رکھ کر اصل کو رجسٹر کرکے بیمہ کرا کے میرے نام ارسال فرما دیجیے۔ میری طبیعت آجکل اچھی نہیں ہے۔ شکر کا زور ہے۔ دوا کچھ عرصہ سے بند تھی یہاں کے ڈاکٹر کے نسخہ کی دوائیاں کبھی کبھی ملتی۔ دہلی سے انصاری صاحب نے نسخہ لکھا۔ پہلی بار دو صرف تین دن کی ارسال کی جس سے تجربہ بھی نہ ہو سکتا تھا۔ بار دگر بھیجی دوا ارسال کی مگر راستہ میں شیشیاں چور چور ہو گئیں۔ مگر حضور اطمینان فرمائیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن پہلے آنے والے تھے اس عرصہ میں اُن کی زوجہ محترمہ کا یکایک انتقال ہو گیا اور وہ نہ آسکے مگر اب آرہے ہیں۔ اون کو دوا کے لیے لکھ دیا گیا ہے کہ ایک ماہ کی ہمراہ لے آئیں اور خود یہاں کچھ دن رہ کر وہ تجربہ کر سکیں گے۔ کسی دوا سے ایک سال سے زیادہ عرصہ تک نفع نہیں ہوا۔ حضور دعا فرمائیں کہ اس موذی مرض سے نجات ملے۔ گو یہ جانتا ہوں کہ ؎

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

(الدنیا سجن المومن وجنت للکافر) الدنیا سجن المومن وجنت الکافر تو خود رسول اکرم روحی فداہ کا ارشاد ہے۔ پھر قید حیات اور بند غم سب سے ایک ہی دفعہ نجات ہو سکتی ہے۔ مولوی سلامت اللہ صاحب کی خدمت میں آداب۔ بندیلی بیعت پر مبارک باد۔ یا مکن با پیل باناں دوستی الخ۔ ہاتھی بہت آہستہ خراموں میں ہے گائے کو اوس نے دبا لیا وہ بوجھ میں ضرور رہا۔

دعا کا طالب محمد علی

(۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

روزانہ ہمدرد
کوچہ چیلاں۔ دہلی

نمبر ٹیلیفون ۵۵۳۶
۲۵ رمئی ۱۹۲۵ء

حضور والا! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ایک مدت سے عریضہ لکھنے کا آرزومند تھا مگر اس غلامی کا بھلا ہو جس میں دو اخباروں نے مجھے مبتلا کر دیا کہ آج تک یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا اور آج بھی کام ضروری باقی ہے مگر اس خیال سے کہ اس طرح تو شاید کبھی بھی فرصت نہ ملے اور کاموں کو چھوڑ کر یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ پریس کے کمپوزیٹروں کی تنخواہیں اور "زیادہ وقت" کی اجرت نے دیوالہ نکال دیا ہے گھنٹہ بھر بعد سر پر سوار ہوں گے کہ "مضمون" لاؤ اور یہاں صرف ابھی [illegible] ہے۔ آج ہمدرد کے بچنے کی اپنے قلم ہی سے ایک مضمون لکھتا ہوں تاکہ لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کردوں۔ [illegible] (ڈھائی ماہ) میں ساڑھے تین ہزار [illegible] لا کر خرچ کر چکا ہوں اور اس مہینہ میں تنخواہیں تک نہیں دے سکا۔ لوگوں کی جیبیں چرانا تو در کنار۔ اب تک لوگوں سے ہمدرد کے لیے کچھ بھی نہیں [illegible] سکتا تھا اس لیے کہ خود میرے مضامین اس میں مہینوں بعد بھی نظر نہ آتے تھے گو بہت سے مضامین میرے ایما سے لکھے جاتے تھے۔ جن خیالات کا اظہار ہمدرد میں ہوتا تھا وہ اکثر تو میرے خیالات کے خلاف ہوتے تھے۔ لیکن وہ خود میرے خیالات نہ ہوتے تھے۔ اگر کہیں کامریڈ کے مضامین دے کر عملہ والوں سے کہا کہ ان خیالات کو اردو میں ادا کر دو تو یا تو مجھے خود ان کے لکھے ہوئے مضمون کو اس طرح دیکھنا پڑتا تھا کہ گھنٹوں درستی کرنے میں لگ جاتے تھے اور پھر بھی تسلی نہ ہوتی تھی اور بار بار خیال آتا تھا کہ اس سے کم وقت میں تو میں نے خود نیا مضمون لکھ ڈالا ہوتا۔ یا سارا مضمون مہمل ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ کئی بار ہوا اور قہر درویش برجان درویش کہہ کر خاموش ہونا پڑا۔ دو مہینہ تک اشتہار دیا تب جا کر ایک صاحب ایسے ملے ہیں جو اچھی اردو میں میرا مفہوم غالباً ادا کر سکیں۔ انگریزی وہ بھی کافی نہیں جانتے اس لیے کہیں کہیں کامریڈ کی عبارت کو نہیں سمجھتے اور مجھے ان کی عبارت کو دیکھنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ لیکن امید ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد اس کی ضرورت باقی نہ رہے جس سے بہتر تو یہ ہوتا کہ کوئی انگریزی کا لکھنے والا مل جاتا تو آدھا وقت میرا بچ جاتا اور میں خود اردو میں ہفتہ میں ایک دو مضامین ہمدرد کے لیے لکھ دیا کرتا۔ بڑا افسوس کہ مسلمان باوجود اپنے بہان سے اعلان جنگ کرنے کے نہ صرف عربی میں کافی قابلیت نہیں رکھتے جس کا جاننا مذہب کے خیال سے مقدم تھا بلکہ وہ انگریزی بھی جس کا پڑھنا انھوں نے مقدم سمجھا، نہیں جانتے۔ جو جانتے ہیں وہ سرکاری نوکریوں میں گرفتار ہیں یا دو چار بیرسٹری اور وکالت کی نذر ہو گئے ہیں شعیب صاحب کے انکار پر مجھے بے حد [illegible] تو بے حد مہیا کر لیتا تب کہیں کامریڈ کے دوبارہ اجرا کا خیال کرتا اور اگر مہیا نہ ہو سکتا تو جاری کرنے کی جرات ہی نہ کرتا۔ [illegible] کے بعد کوشش کی گئی یہی جواب ملا نہ مجبور رہیں۔ وکالت

کر رہے ہیں۔ جو ملتے ہیں وہ اس قدر نالائق ہوتے ہیں کہ ہندوؤں کے مقابلہ کے خیال سے بھی شرم آتی ہے۔ خود اردو کی یہ کیفیت ہے کہ حشرات الارض کی طرح متعدد رسالے نکلتے ہیں اور جلد پیوند خاک ہو جاتے ہیں۔ ایک رسالہ بھی کامیابی کے ساتھ مسلمانوں سے نہ چل سکا۔ اگر اتنے رسالے نکالنے والے متحد ہو کر دو تین رسالے نکالتے تو اچھے خاصے ہوتے ہیں مگر ایک ایک کو "معمار نو ساخت" کی فکر ہے۔ اتحاد عمل اور اشتراک مفقود ہے۔ روزانہ اخبارات کی بھی یہی حالت ہے "معاصرانہ چشمک" اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا انجام ہوگا۔ خیر یہ تو ایک طولانی داستان غم ہے اور اس ارادہ کے ساتھ یہ عریضہ لکھنا شروع کیا تھا کہ اپنا دکھڑا نہ روؤں گا۔ مگر ہمدرد کے ہمدرد اتنے کم ہیں کہ اگر آپ کے سامنے بھی نہ روؤں تو پھر تسکین کیونکر ہو۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل تسکین حاصل کرنے کے لیے بھی نہیں ہے بلکہ عریضہ نہ لکھنے کی معذرت میں ہے)۔ ایک پرچہ کامریڈ کا چھپ چکتا ہے تو دوسرے کا کام شروع ہو جاتا ہے اور اس کا وہی اندازہ کر سکتا ہے جس نے یہاں ہفتہ بھر رہ کر میرا کام دیکھا ہے۔ اگر کوئی اور کام کرنا پڑتا ہے تو اتنی ہی دیر اخبار کی اشاعت میں لگ جاتی ہے۔ خواہ کام خانگی ضرورت کے باعث ہو یا کسی قومی ضرورت کے باعث۔ پورے ہفتہ کی غلامی ایک کامریڈ ہی کرا لیتا ہے۔ پھر ہمدرد کے لیے وقت کہاں سے نکالوں۔ چونکہ اس کے لیے برا بھلا دوسرے بھی لکھ سکتے ہیں اس لیے اسے ان پر چھوڑ دیتا ہوں اور خود کامریڈ کے لیے جس کے لیے ایک لکھنے والا بھی نہیں ملا، وقف ہو جاتا ہوں۔ حساب کتاب دفتر کا انتظام ان سب کا حافظ ہے۔ مگر مالی مشکلات مجبور کر دیتی ہیں کہ ادھر بھی متوجہ ہوں۔ اب تک یہی ہوا ہے کہ جس کسی نے میرے ذی عیال کے لیے کچھ دیا وہ سب ہی ان اخباروں میں لگا دیا۔ لیکن یہ کب تک ہو سکتا ہے۔ اب کہیں سے کچھ آنے کی بھی ابھی تک امید نہیں۔ یہ طریقہ یوں بھی نبھ نہیں سکتا تھا۔ یہ کام تو اسی طرح چل سکتا ہے کہ ہمدرد کے خریدار پیدا ہوں۔ عام مذاق کے مطابق گالی گلوچ قوم کے لیے مضر ہے۔ اس لیے وہ راستہ حصول زر کا میرے لیے بند ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ میرے خیالات باوجودیکہ آج قوم میں سخت انتشار پیدا ہو گیا ہے اور پیدا کرا دیا گیا ہے آج بھی لوگوں کو ہمدرد کی خریداری آمادہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اب تک اس کا کچھ انتظام نہ ہو سکا۔ فاروقی صاحب گورکھپوری ایک ہزار روپیہ لے کر چل دیے۔ بار کو بھی نقصان پہنچایا (کیونکہ وہ میرے خیالات کی ترجمانی کر سکتے تھے) اور ایسے دیوالیہ کا اور بھی دوالہ نکال دیا۔ اب امید ہے کہ اس کا انتظام ہو جائے گا اور اسی لیے پبلک سے اپیل کرنے کی ہمت کروں گا۔ دیکھیے کیا جواب ملتا ہے۔ اگر تین چار ہزار خریدار نہ ملے تو یا تو کامریڈ کو بند کردوں اور صرف ہمدرد کو عام قومی اصلاح کے خیال سے نکالوں یا ہمدرد کو بند کردوں اور کامریڈ کو خواص کی اصلاح کی نیت سے نکالتا رہوں۔ یا پھر دونوں کو بند کر دوں اور کسی مسجد میں بیٹھ کر خود اپنی اصلاح کروں اور جو کچھ اسلام کو سمجھا ہوں اسے اوروں کو سمجھانے کی کوشش کروں۔ اتنی لمبی (لمبی) چوڑی تمہید کے بعد عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قتل مرتد کے مسئلہ کے متعلق ائمہ اربعہ اور فقہائے متقدمین کی مفصل رائے درکار تھی تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان بزرگوں نے کس طرح استدلال کیا ہے۔ کامریڈ میں میں نے قرآن کریم اور احادیث سے پوری تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ ہمدرد کا مضمون میرا لکھا ہوا نہ تھا۔ گو بہت سی آیات اور چند احادیث کا میں نے حوالہ دے کر لکھنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے ایک پمفلٹ سے جو اس وقت تک میری نظر سے نہیں گزرا تھا عارف صاحب

نے چند چیزیں سے کرا اور بڑھا دیں اور چونکہ وہ انھیں غلط سمجھے اور ہدایہ و عنایہ کی عبارتوں کا ترجمہ بھی غلط ہوا تھا اس لیے ہمدرد والے مضامین تو بے جا ہیں، لیکن کامریڈ کے مضامین البتہ میرے ہیں۔ اس سلسلے میں صرف ایک مضمون کی کمی ہے یعنی یہ کہ فقہا نے رائے کس طرح قائم کی اور اگر غلط قائم کی تو سہو کس طرح واقع ہوا۔ خدا شاہد ہے کہ میں ان بزرگوں کی قوت ایمان علم اور محنت کی قدر کا خیال کرتا ہوں تو سہو کو ان کی طرف منسوب کرنے سے لرزتا ہوں چہ جائیکہ زمیندار کی ذاتیات کے مطابق خود کو امام اعظمؒ یا امام شافعیؒ سمجھوں۔ مگر جس مذہب میں صاحبین کو امام اعظمؒ سے نہ صرف اختلاف کرنے کی اجازت ہے بلکہ جس میں صاحبین کے متفقہ فتویٰ کو امام اعظمؒ کے فتویٰ پر ترجیح دی جاتی ہے جس میں امام اعظمؒ سے امام مالکؒ کے اختلاف کو روا رکھا گیا اور امام مالکؒ سے امام شافعیؒ کے اختلاف کو اور امام شافعیؒ سے حنبلیوں کے اختلاف کو وہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ کسی اور کا اختلاف خواہ ان بزرگوں ہی سے کیونکر (کیوں نہ) ہونا ناجائز ہے یا نا روا ہے یا کم از کم سوء ادب کی بات ہے۔ بہر حال میں (نے) خداوند کریم کی بارگاہ (میں) سر نیاز جھکا کر قرآن کریم کو پڑھا ہے اور اس کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے رسول کی احادیث کو اس مضمون پر ڈھونڈ کر نکالا ہے اور ان میں اور قرآن کریم میں تطبیق کرنے کی کوشش کی ہے اور جس طرح خدا کے وجود، رسول کی رسالت اور اسلام کے سچے ہونے پر ایمان لایا ہوں بالکل اسی طرح قتل مرتد کے خلاف اور قتل مفسد و قتل محارب کے موافق رائے قائم کی ہے۔ یا تو یہ کہہ دیا جائے کہ اس طرح رائے قائم کرنا جائز نہیں۔ خلاف اسلام، خلاف حکم قرآن و حدیث ہے یا پھر اس طرح رائے قائم کرنے کی اجازت ہونی چاہیے اور اگر وہ رائے کسی مسئلہ میں غلط ہو تو اس کی اصلاح بلا سب و شتم بلا "تفریج" اور "الحاد" کا الزام لگائے ہوئے استدلال سے کی جائے جس کے لیے بحمد اللہ کہ راستہ کھلا ہوا ہے اور ہمیشہ کھلا رہے گا۔ لا اکراہ فی الدین پر میرا ایمان ہے۔ عمل پر سزا کا میں قائل ہوں لیکن عقائد پر سزا صرف آخرت میں ہو گی اور ضرور ہو گی۔ یہ میرا عقیدہ ہے۔ حقوق العباد کے خلاف جو کارروائی ہو گی اس کی سزا دینے یا معاف کرنے کا حق بندوں کو ہے آخرت میں خداوند کریم بھی اس کی سزا دے گا کیونکہ حقوق العباد کی نگہداشت بھی خدا کا حکم ہے اور اس کی خلاف ورزی بھی خدا کی طرف سے سزا کی مستوجب ہے۔ مگر عقائد میں گمراہی جو ان اعمال میں ظاہر نہ ہو جو حقوق العباد کے خلاف ہیں صرف خدا کی سزا دہی کے لیے مخصوص ہے۔ میرا ارادہ یہاں اس بحث کے چھیڑنے کا بھی نہ تھا۔ صرف فقہائے متقدمین کی اصل رائیں تفصیل کے ساتھ اور ان کا سلیس ترجمہ اردو عبارت میں درکار ہے۔ افسوس ہے کہ مولانا کفایت اللہ صاحب کے مضمون نے اتنے عرصہ تک انتظار دلا کر پھر بھی تشنہ کام ہی چھوڑ دیا۔ مولوی عبدالرؤف صاحب داناپوری نے بھی اب تک باوجود تقاضے کے فقہا کی رائیں ارسال نہ فرمائیں۔ مولوی سلامت اللہ صاحب نے یا تو اس قدر شور و شوری سے مضمون لکھنے کیلئے غیر ضروری اجازت حاصل کرنا چاہی یا جب میں نے اس کا انتظار کرنا شروع کیا تو بے دلی کا ثبوت دیا اور ایک عرصہ کے بعد اجازت سے بھی زیادہ غیر ضروری سوالات کا سلسلہ جاری کر دیا جس کے جواب لکھنے کی اگر مجھے فرصت ہوتی تو اپنے کو خوش نصیب سمجھتا۔ اس سلسلہ کا آخری مضمون فقہا کی مفصل رایوں اور ان کے سلیس ترجمہ کے ملنے پر موقوف ہے۔ ممکن ہے کہ فقہا نے

بھی میری طرح بلکہ مجھ سے کہیں زیادہ تمام احادیث کو پیش نظر رکھ کر استدلال فرمایا ہو اور "ردّ صرف" من بدّل دینہ فاقتلوہ
پر شعار نہ کیا ہو اور بالخصوص حضرت عائشہ کی حدیثوں پر توجہ کی ہو جن میں خارج عن الاسلام ہونے کے ساتھ محارب باللہ
و رسول ہونے کا جرم بھی صاف شامل ہے۔ اگر ایسا کیا گیا ہے اور ان کے استدلال نے مجھے قائل کر دیا تو ضرور بالضرور توبہ اور
رجوع کروں گا۔ لیکن کسی کو زبردستی کلمہ پڑھانا یا قتلِ مرتد کی دھمکی دے کر کسی کو منافقت میں رکھنا میرے نزدیک اسلام سے اتنا دور
ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر جزوِ اسلام ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں اس مسئلہ میں فقہا کی مفصل رایوں کا منتظر ہوں اور
امیدوار ہوں کہ حضور میری مدد فرمائیں گے۔

ایک اور امر ہے جس کے متعلق حضور کی امداد کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ قاسم حسن کے ساتھ ان کے والد نے جو سلوک
روا رکھا ہے اس کے وہ ہرگز مستحق نہ تھے۔ امیر احمد مرحوم کے ساتھ بیجا محبت اور قاسم کے ساتھ جو مرحوم سے کسی طرح
کم نہیں ہے بلکہ اگر امیر احمد کی وفات کے بعد اس قسم کا مقابلہ کرنا جائز ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ان سے کہیں بہتر ہے
بے حقی ان کو روا رکھی۔ سب سے زیادہ یہ ہے کہ قاسم کی اہلیہ کے ساتھ نہایت نامنصفانہ برتاؤ اب تک چلا جاتا ہے۔ قاسم
کی صحت ایسی نہیں کہ ان کی اہلیہ یا لڑکی کو اطمینان ہو سکے۔ دینِ مہر کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں۔ لڑکی کے لیے کچھ نہیں اور
اب کہ لڑکے سے قاسم حسن کی اطاعت شعاری کے باعث نکاح ہو جانے سے وہ عجیب حالت میں ہے۔ ہاں اس شادی
کے سخت خلاف تھیں اور ہیں لیکن میں نے بہت سمجھایا ہے کہ اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب لڑکی کا گھر بنانے کی کوشش
کرنا چاہیے۔ قاسم بھی کوشاں ہیں مگر جو طرزِ عمل ان کے والد ماجد نے اختیار کیا ہے اس سے خطرہ ہے کہ میکہ اور سسرال
میں لڑائی جاری رہے اور لڑکے اور لڑکی میں بھی ہمیشہ کے لیے رنجش پڑ جائے۔ ہم لوگوں کی کوشش کیا بار آور ہو سکتی
ہے جب کہ ان کے والد ماجد اس طرح کارروائی کریں۔ اپنی جائداد میں سے تو قاسم کو کچھ بھی نہ دیا۔ جو جائداد والدہ کی قاسم
کے حصہ میں سے آئی تھی اس میں سے بھی آج تک کچھ نہ دیا اور اب کوشش یہ تھی کہ لڑکی کے نام ہبہ کر دی جائے
اور ممکن ہے کہ بعد کو لڑکی پر زور ڈال کر وہ بھی ابنِ احمد مرحوم کے لڑکے کے نام ہبہ کرا دی جاتی۔ بہرحال قاسم
کی بیوی کے لیے اس میں سے بھی کچھ نہ رہتا۔ سب احباب کی صلاح و مشورے کے بعد وقف علی الاولاد کی صورت
اختیار کی گئی جس میں متولیہ اوّل زوجہ قاسم حسن رکھی گئیں اور اگر وہ چاہیں خود اپنی زندگی ہی میں لڑکی کو متولیہ بنا دیں
اور خود تا حینِ حیات ایک حصہ آمدنی کا اپنے مصارف کے لیے لیتی رہیں۔ لڑکی متولیہ ثانیہ ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ اپنے
بعد اپنے شوہر کو یا اولاد کو یا اور کسی عزیز کو متولی بنا دے۔ شوہر اور زوجہ میں محبت کا دروازہ عمداً کھلا رکھا گیا ہے گو
اب قاسم کی اہلیہ سبط حسن اور ابن احمد مرحوم کی اور اولاد کو تولیت سے بالکل خارج رکھنا چاہتی ہیں۔ اب اس پر بھی
ان کے والد ماجد ناراض ہیں اور نہ حساب مہر کے لیے راضی ہیں نہ تقسیم ہی کے لیے۔ نہ اس مصیبت میں کہ قاسم اور لڑکی دونوں
سخت بیمار ہیں اور یہاں پڑے ہوئے ہیں ان کو ان کی والدہ کے ترکہ میں کچھ روپیہ ہی بھیجتے ہیں۔ بلکہ وہاں سے کوئی شخص
مرض کو پوچھنے تک کو نہیں آیا ہے۔ بہ ظاہر قاسم کی والدہ کا ترکہ زیادہ محبوب ہے بہ نسبت قاسم کی لڑکی کے قاسم حسن

روپیہ کی طرف سے سخت پریشان ہے۔ میری جو حالت ہے وہ معلوم ہے مگر مجھ سے نہ دیکھا گیا اور ایک جگہ سے کچھ عرصہ ہوا کچھ ملا تھا تو ایک حقیر رقم میں نے بھی زبردستی کر کے دے دی تھی۔ اب سوائے نالش کے چارہ نہیں۔ میں نے اب تک روک رکھا ہے۔ خان بہادر فصیح الدین صاحب کو دو تین بار لکھا کہ وہ بیچ میں پڑ کر صفائی کرا دیں اور تقسیم جائداد کرا دیں اور پچھلے روپیہ میں سے کچھ دلوا دیں مگر اب تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔ میں نے قاسم سے زیادہ اپنے چھوٹے بھائی سے محبت کرنے والا اور والد کی اطاعت کے لیے کوشاں کسی کو نہیں پایا مگر بیوی کا بھی حق ہے۔ اس غریب کو کس پر چھوڑا جائے قاسم بے عیب نہیں ان کی اہلیہ گو وہ مظلوم ضرور ہیں اور بہت دکھ سہ چکی ہیں صلح کی طرف بہت زیادہ مائل نہیں ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بھی وہ اس بدسلوکی اور ناانصافی کے ہرگز مستحق نہیں۔ یہ سراسر ناانصافی ہے کہ قاسم حسن کو والدہ کے ترکہ سے بھی صرف اس وجہ سے محروم رکھا جائے کہ وہ اپنی بیوی اور بیٹیا کا بھی خیال رکھتے ہیں اور اس ترکہ کو بھی ابن احمد مرحوم کی اولاد کو دے ڈالنے کے لیے تیار نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حضور اس معاملہ میں کیا رائے رکھتے ہیں لیکن اگر حضور کو بھی میری طرح اس کا یقین ہو کہ قاسم حسن کی والدہ کا ترکہ ابن احمد کی اولاد کو نہیں ملنا چاہیے بلکہ خود ان کی زوجہ اور اولاد کا حق ہے تو حضور ان کے والد ماجد اور بھاوج وغیرہم کو اس پر راضی کرنے کی کوشش کریں گے کہ گزشتہ سالوں کے منافع میں سے جس قدر ہو سکے انھیں دلوایا جائے اور تقسیم جائداد ہو کر اندراج ہو جائے اور منقولہ کو قبضہ دلوا دیا جائے۔ اب اس طولانی عریضہ کو ختم کرتا ہوں۔ الحمد للہ کہ قطب میاں صاحب حج بیت اللہ کو جا رہے ہیں۔ خدا اس جھگڑے کو مٹائے اور ارض پاک حجاز کی حکومت اور خلافت کا فیصلہ شریعت حقہ کے مطابق جلد سے جلد ہو۔ حضور کی علالت کا سن کر تار لکھا۔ پھر پھاڑ ڈالا کہ عریضہ لکھنا چاہیے۔ مسودہ اب تک موجود ہے۔ مگر اس کی نوبت نہ آئی۔ پھر سنا کہ طبیعت ابھی صاف نہیں ہے۔ تو مجبور ہو کر تار دیا۔ خدا حضور کے سایہ کو ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ خربوزہ تو آ گئے اور کھا لیے گئے مگر روحانی چیزوں میں سے "روح حسن" باقی ہے اب تک نہیں آ رہی ہے اور اگر یہاں (مل جائے تو میں اس کا) منتظر ہوں۔ جمال میاں اور محمد میاں اور چھوٹے صاحبزادے کو پیار۔ سب کو سلام شوق بالخصوص مولانا سلامت اللہ قطب میاں اور الطاف اور احسان بھائی کو۔

عقیدت کیش آپ کا پیارا مرید

محمد علی

خط حکیم اجمل خاں

شریف منزل دہلی — ۹ رجنوری ۱۱ء

مکرمی جناب مولینا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاد آوری کا شکریہ، مسٹر قدوائی کا خط دیکھا۔ اب تو وہ واپس آ رہے ہیں انشاء اللہ واپسی پر اُن سے جملہ مسائل میں تفصیلی گفتگو ہو گی، اس وقت تبادلہ خیالات ہو گا۔

والسلام اجمل

(۲)

سولن۔ شملہ

• راگست ۱۱ء

مکرمی جناب مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا تار دلی ہوتا ہُوا آج اتوار کو مجھے یہاں ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں حسب الطلب نہ آسکا اس واسطے کہ جس روز وہاں کے واسطے حاضری تھی اسی روز مجھے تار ملا۔

میں گذشتہ ماہ سے یہاں ہوں اور اغلب ہے کہ شروع اکتوبر تک رہوں، امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام اجمل

(۳)

دہلی ۶ جون ۱۲ء

مہربان بندہ جناب مولوی محمد عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام۔ عنایت نامہ مطبوعہ وصول ہُوا۔ اگر ممکن ہو تو وہ باتیں جو ممبران کی بے اعتنائی اور خود رائی سے بے ضابطہ اور آئندہ ترقی میں سد راہ ہو رہی ہیں۔ مجھے بھی لکھ دیجئے تاکہ اس کے لحاظ سے میں کوئی رائے قائم کرسکوں، بالفعل میں ذاتی رائے دینے سے معذور ہوں۔

اجمل

(۴)

شہر دہلی

۳۰ راکتوبر ۱۵ء

مکرم و مخدوم بندہ جناب مولانا محمد عبدالباری صاحب دام عنایاتکم

وعلیکم السلام عنایت نامہ وصول ہُوا میں رام پور کبھی کبھی جایا کرتا ہوں جبکہ نواب صاحب بہادر رامپور طلب فرماتے ہیں۔ اس معاملہ میں جب تک زبانی گفتگو نہ ہو میرے خیال میں کوئی بہتر نتیجہ پیدا ہونا دشوار ہے البتہ زبانی گفتگو ہونے سے کامیابی کی امید ہوسکتی ہے۔

میں غالباً رام پور جاؤں گا اور انشاء اللہ نواب صاحب سے تذکرہ کروں گا بشرطیکہ مجھے یاد بھی رہا۔

امید ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

اجمل حاذق الملک

(۵)

شہر دہلی ۱۰ جولائی سنہ ۱۸ء

مخدوم و مکرم جناب مولانا عبدالباری صاحب دام عنایتکم

علیکم السلام! عنایت نامہ وصول ہوا، حقیقت یہ ہے کہ میں اچھا سمجھتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ چند آدمیوں کی رائے سے علاقہ یا کوئی بھی دوسرا کام ہو۔ لیکن مجھے افسوس اس بات کا تھا کہ اسے ایسے آدمیوں کو دکھایا گیا جو ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکتے جو تحریر کیے تھے اور ایک غلط خیال قائم کر کے اس کو لکھنؤ اور دوسرے مقامات میں بُرے طریقہ سے شہرت دینے لگے باقی آپ کو میں بزرگ اور محترم سمجھتا ہوں آپ نے محبت کے ساتھ اس غلط فہمی کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے مجھے اب کوئی شکایت نہیں ہے۔

امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

اجمل حاذق الملک

(۶)

شہر دہلی - ۱۶ جنوری سنہ ۲۰ء

محترم بندہ و جناب مولوی عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ دو نسخے لکھے جاتے ہیں پہلا صبح کو اور دوسرا شام کو نوش فرمایا کیجیے اور گرم نیز اشیا سے پرہیز کیجیے، ہفتہ عشرہ بعد حالات سے مطلع فرمائیے۔

میں یہاں کے لوگوں سے اس کے متعلق تذکرہ کروں گا افسوس ہے کہ مجھے کثرتِ مشاغل کی وجہ سے اتنا وقت نہیں ملتا۔ کہ خود کوئی کام کر سکوں اگر کام کرنے والے چند صاحب آمادہ ہو جائیں تو یہ کام چل سکے گا۔ میرے پاس اس قدر کام ہے کہ کسی طرح سوائے اس کے کہ لوگوں کو مشورہ دوں کچھ نہیں کر سکتا۔

اجمل حاذق الملک

(۷)

شہر دہلی

۴ مارچ سنہ ۱۸ء

مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام! مرسلہ عنایت نامہ اور تار پہنچا غذا میں دوپہر کو ایک بجے کھچڑی مونگ ہونی چاہیے اور اسی طرح شب کو ۹ بجے بھی، اگر شب کو کھچڑی آپ نہ کھا سکیں تو چاول سادہ کھا سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ کھچڑی بھی اس وقت کھائی جائے حالات سے مہربانی فرما کر برابر مطلع کرتے رہیے۔

اجمل حاذق الملک

(۸)

شہر دہلی
۵ مارچ ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم
وعلیکم السلام — مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ کل جواب دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ پہنچا ہوگا۔ میں ایک روز کے لیے باہر چلا گیا تھا اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی۔ غذا دونوں وقت چاہیے جیسا کہ کل کے خط میں لکھا گیا ہے۔ مہربانی فرما کر حالات سے برابر اطلاع دیتے رہیے۔

اجمل حاذق الملک

(۹)

شہر دہلی ۹ مارچ

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم
وعلیکم السلام۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا حالات معلوم ہوئے۔ مولوی سید علی صاحب کو نسخے دے دیے گئے ہیں۔ امید ہے کہ وصول ہوئے ہوں گے۔ تین چار روز تبرید کا نسخہ استعمال فرما کر اس کے بعد وہ نسخے شروع کیجیے اور مہربانی فرما کر اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہیے۔

اجمل حاذق الملک

تبرید کا نسخہ احتیاطاً پھر تحریر ہے۔
خمیرہ گاؤزبان بورق نقرہ پیچیدہ ہمراہ شربت عناب در عرق مرکب مصفی برآوردہ شربت بنفشہ
۱ تولہ ایک ورق ۲ تولہ
حل کردہ تخم ریحان پاسیدہ بخورند۔
۷ ماشہ

(۱۰)

۱۲ مارچ ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم
وعلیکم السلام — مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا، غذا میں چار روز تک ابھی معمولی کھچڑی چاول وغیرہ ہونی چاہیے اور بتدریج تبدیل ہونی چاہیے۔
کل خط بھیجا گیا ہے امید ہے کہ وصول ہوا ہوگا مسہل کے بعد کے حالات سے اطلاع دیجیے۔

اجمل حاذق الملک

(۱۱)

یکم اپریل ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام — مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ میں خوشی سے رانی صاحبہ جہانگیر آباد کے لیے نسخے تجویز کروں گا اور کسی طبیب کو بھی لکھنؤ بھیج سکوں گا۔

میں آج کل رام پور ہوں یہاں سے واپسی پر دہلی پہنچ کر انتظام کرسکوں گا۔ آپ کا نسخہ بھی دہلی جا کر ارسالِ خدمت کیا جائے گا۔

اجمل حاذق الملک

(۱۲)

۱۲ اپریل ۱۹۱۸ء رام پور

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام! دہلی پہنچ کر دونوں عنایت نامے موصول ہوئے شربت عناب کی ترکیب لکھی جاتی ہے باقی ہیں آپ سے مل لیا تھا تمام باتیں زبانی کہہ دی تھیں شربت شروع کرنے کے بعد سے جو حالت رہی براہ مہربانی مطلع فرمائیے

اجمل حاذق الملک

(۱۳)

شہر دہلی

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام — مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ درد کمر کے لیے میں نے مولوی سید علی کو نسخہ لکھوا دیا تھا امید کہ پہنچا ہوگا باقی دوائیں بدستور جاری رکھیے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے فائدہ ہوگا آخر میں کوئی ایسی معجون تجویز کردوں گا جو مقوی اعضائے رئیسہ ہو اور ان شکایات کے لیے بھی مفید ہو۔

اجمل حاذق الملک

(۱۴)

شہر دہلی ۲ جون ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام — مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا، گولیاں بھیجی جاتی ہیں ایک گولی اوّل کھا کر اوپر سے ۹ تولہ عرق ماء الجبن ۲ تولہ شربت عناب ملا کر نوش فرما لیا کیجئے اور دال مونگ و دراز گیاں سے پرہیز کیجئے۔ حالات سے براہِ مہربانی مطلع فرماتے رہیے۔

اجمل حاذق الملک

(۱۱)

یکم اپریل [illegible]

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ میں خوشی سے رانی صاحبہ جہانگیر آباد کے لیے نسخہ تجویز کروں گا اور کسی طبیب کو بھی ساتھ بھیج سکوں گا۔

میں آج کل [illegible] پور ہوں یہاں سے واپسی پر دہلی پہنچ کر انتظام کر سکوں گا۔ آپ کا نسخہ بھی دہلی جا کر ارسال خدمت کیا جائے گا۔

اجمل حاذق الملک

(۱۲)

۱۱ اپریل [illegible] رام پور

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولینا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام! دہلی پہنچ کر دونوں عنایت نامے موصول ہوئے شربت عناب کی ترکیب لکھی جاتی ہے باقی جو آپ سے مل لیا تھا تمام باتیں زبانی کہہ دی تھیں شربت شروع کرنے کے بعد سے جو حالت رہی براہ مہربانی مطلع فرمائیے

اجمل حاذق الملک

(۱۳)

شہر دہلی

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ درد کمر کے لیے میں نے مولوی سید علی کو نسخہ لکھوا دیا تھا امید کہ پہنچا ہوگا باقی دوائیں بدستور جاری رکھیے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے فائدہ ہوگا آخر میں کوئی ایسی معجون تجویز کر دوں گا جو مقوی [illegible] ہے جو اور ان شکایات کے لیے بھی مفید ہو۔

اجمل حاذق الملک

(۱۴)

شہر دہلی ۲ جون [illegible]

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا، گولیاں بھیجی جاتی ہیں ایک گولی اوّل کھا کر اوپر سے ۸ تولہ عرق مکوہ ۲ تولہ شربت عناب ملا کر نوش فرما لیا کیجئے اور دال مونگ و دراز کدّیاں سے پرہیز کیجئے۔ حالات سے براہ مہربانی مطلع فرماتے رہیے۔

اجمل حاذق الملک

(۱۵)

شیخ محمد عمر صاحب انصاری

محترمی و مکرمی جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج شریف

آپ کی خدمت میں تشریف لاتے ہیں۔ میں ان کو عرصے سے جانتا ہوں نہایت شریف آدمی ہیں۔ اب یہ مکہ معظمہ جانا چاہتے ہیں۔ اگر کے بدل کسی کا ممکن ہو تو ان کے لیے کوشش فرما دیجئے۔ اگر ایسی کوئی صورت سردست سامنے نہ ہو تو کوشش فرما کر دیگر ذریعے سے ان کی امداد کرا دیجئے تاکہ یہ مکہ معظمہ تک پہونچ جائیں۔ جو کچھ عنایت آپ صاحب موصوف کے حال پر فرمائیں گے میں اس کا نہایت شکرگزار ہوں گا۔ امید ہے کہ جناب مع متعلقین بخیریت ہوں گے۔ چونکہ میں آنکھ کا اپریشن ہوگا اور میں چند روز تک معذور ہوں اس لیے آپ کو تکلیف دی گئی۔ والسلام

اجمل

(۱۶)

یاسرت رامپور

۱۱ جون ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولوی عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام مرسلہ عنایت نامہ صادر ہوا۔ عرق ماء اللحم بھجوا دیا گیا امید ہے کہ پہنچا ہوگا آپ بدستور کھاتے رہیے اور حسب معمول عرق ماء اللحم سے افطار کیجئے اگر اس سے تکلیف ہو تو اس کو بوقت خواب نوش فرما لیا کیجئے۔ حالات سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیے۔

اجمل حاذق الملک

(۱۷)

بمبئی تاج محل

۲ جون ۱۹۱۸ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں عرصے سے سفر میں ہوں افسوس ہے کہ آپ دہلی تشریف لائے اور ملاقات نہ ہو سکی۔ جسم پر مالش کی جگہ روغن کدو بکری کے دودھ میں ملا کر روزانہ دو تین مرتبہ ملوایا کیجئے اور حالات سے مطلع فرماتے رہیے

اجمل حاذق الملک

(۱۸)

رامپور اسٹیٹ یو پی

یکم فروری ۱۹ء

مخدوم و محترم جناب مولنا عبدالباری صاحب مدظلکم۔ السلام علیکم

آج یکم فروری کی "ہمدم" کی اشاعت میں مولوی برکت اللہ صاحب کے نام سے جو کھلی چٹھی مولوی اشرف علی صاحب

کے نام چھپی ہے اس کے متعلق مجھے اس بات کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ فتویٰ کن لوگوں نے مرتب کیا ہے؟ کیسا علمائے دیوبند کی طرف اسے منسوب کر سکتے ہیں اور نیز یہ دریافت کرنا ہے کہ اس خبر کی پورے طور پر تصدیق ہو گئی ہے یا نہیں۔ براہِ نوازش دہلی کے پتہ پر جواب مرحمت فرمائیے امید ہے کہ مزاج عالی قرینِ اعتدال ہو گا۔

اجمل

(جواب خط یکم فروری ۱۹۱۹ء)

معظمی و مکرمی دام مجدہم تسلیم۔ مجھ کو معتبر ذرائع سے صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ ایک فتویٰ لکھوایا گیا ہے اور اس پر ان لوگوں کے دستخط لیے گئے ہیں۔ مثلاً ہمارے معین محترمین جناب مولانا عبدالمجید صاحب و جناب مولینا عبدالمجید صاحب شمس العلماء اس دستخط کے صلہ میں ہوئے ہیں اور مولانا اشرف علی صاحب کو کچھ مراعات اراضی وغیرہ ایسی ہی خدمات کے صلہ میں (ملی) ہے۔ خاص دیوبند کے متعلق اس امر میں کوئی شبہ مسموع نہیں ہوا ہے۔ سنا ہے کہ سندھ کے لوگ کوئی فتویٰ دستخط کراتے ہیں۔ میں نے ان فتاوی کی نقول حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ خدا کامیاب کرے۔ اس واسطے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہم لوگوں نے جو استفتا لکھوایا ہے۔ اس کے معنی کچھ کے کچھ لگائے گئے ہیں اور بریلی و بدایوں سے حکام کی رپورٹ آئی ہے کہ یہ شر انگیز فتویٰ اعلان جہاد کا ہے۔ حکام بھی سخت غیض و غضب میں ہیں اس واسطے ضرورت ہے کہ ہم بتائیں ہم نے اپنے دوستوں کی حفاظت خود اختیاری کے قاعدہ میں ذمہ داری کو کم کرنے کی غرض سے یہ فتویٰ دستخط کرایا ہے۔ امید ہے کہ جناب کو اگر کوئی مزید حال معلوم ہو اوس سے مطلع فرمائیں گے۔

(۱۹)

شہر دہلی

۱۰ فروری ۱۹۱۹ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام: مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا اس کے متعلق میں نے اور کوئی بات نہیں سنی صرف یہی سنا ہے کہ ایک فتویٰ خفیہ طور پر لکھا گیا ہے اس عرصہ میں مجھے اگر کوئی نئی اطلاع ملے گی تو آپ کو اطلاع دوں گا اگر آپ کو کوئی جدید بات معلوم ہو تو براہِ مہربانی آپ مجھے مطلع فرمائیں۔

اجمل حاذق الملک

(۲۰)

شہر دہلی

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا، کھانے کے لیے اور جملہ پرہیز کی بابت میں نے مولوی سید علی صاحب سے کہہ دیا تھا امید ہے کہ ان کا خط آپ کی خدمت میں پہنچ گیا ہو گا جو پرہیز لکھا ہے اس کے موافق عمل میں لایئے، جملہ سابقہ شکایات کی نسبت مہربانی فرما کر مفصل حالات تحریر فرمائیے ۔

اجمل حاذق الملک

(۲۱)

دہلی ۵ مارچ

شیخنا المحترم زید مجدکم ۔ تسلیم عرض ہے!

حسب الحکم جناب حکیم صاحب قبلہ جناب کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جاتا ہے : جمعہ تک مسہل تمام ہونا چاہیئے ہفتہ سے جناب یہ نسخہ دو تین یوم تک نوش فرمائیں اس کے بعد اور نسخہ حضور کے واسطے ارسال کیا جائے گا۔

غذا میں دونوں وقت کھچڑی مونگ کی نوش فرمائیے ۔

خمیرہ گاؤزبان بورق نقرہ پیچیدہ ہمراہ شیرہ عناب در عرق شاہترہ بر آوردہ شربت بنفشہ داخل کردہ

۱ تولہ ۱ عدد ۱۵ دانہ ۱۲ تولہ ۲ تولہ

تخم ریحان پاشیدہ بخورند ۔

۸ ۷

قبلہ و کعبہ ۔ مجکو سخت افسوس ہوا کہ میں عرصہ تک لکھنؤ میں رہا ابھی پانچ چھ یوم ہوئے دہلی آیا ہوں لیکن مجکو یہ خبر نہ ہوئی کہ حضور مسہل لینے والے ہیں ورنہ کچھ روز اور ٹھہر جاتا ۔ قطب میاں صاحب سے ملاقات بھی برابر ہوتی رہی لیکن انھوں نے بھی کوئی ذکر آپ کے متعلق نہیں کیا ۔ خداوند عالم جناب کو جلد سے جلد صحیح و تندرست کر دے ۔ فقط

آپ کا خادم سید علی آشفتہ

امید ہے کہ خیریت مزاج سے برابر مطلع فرماتے رہیں گے ۔

(۲۲)

۱۴ مارچ دہلی

مخدومی زاد مجدکم ۔ تسلیم عرض ہے ۔ نوازش نامہ ابھی مجکو ملا ۔ ماراجبن کے ضائع ہو جانے کا افسوس ہوا، حکیم صاحب شب کو دہلی سے ایک مریض کو دیکھنے گوالیار تشریف لے گئے ہیں، آج کل تک واپس ہوں گے تشریف

لانے کے بعد جناب کا خط حکیم صاحب کو دکھا کر جو کچھ تجویز فرمائیں گے بذریعہ عریضہ جناب کو مطلع کروں گا۔ عرق ماء الجبن کی بوتل ارسال خدمت کر دی ہے۔ اب تبرید کا نسخہ موقوف کر کے ان عرقیات کو جناب استعمال فرمائیں۔ زیادہ حد ادب۔

عریضہ ادب خادم سید علی آشفتہ

(۲۳)

۲۲ مارچ دہلی گلی قاسم جان

مخدومی زید مجدکم — تسلیم نیازمندانہ قبول ہو!

نوازش نامہ موصول ہوا، جناب حکیم صاحب قبلہ سے حضور کی حالت عرض کی حکیم صاحب نے آپ کے درد کے واسطے یہ نسخہ تجویز کیا ہے اس کا استعمال فرمائیے۔

اشق باریک سائیدہ بروغن ملسان آمیختہ بر پارچہ سرشتہ بر موضع وجع بمالند غذا کے متعلق جن جن چیزوں کے بارے میں حضور نے فرمایا تھا سب نوش فرما سکتے ہیں لیکن جب تک کمر میں درد ہے اس وقت تک پرہیز کیجئے۔

دانے جو جسم پر پڑتے ہیں وہ رفتہ رفتہ انہی دواؤں کے استعمال سے جو حضور نوش فرما رہے ہیں سب جاتے رہیں گے جناب کچھ زائد تردد نہ فرمائیں۔ فقط۔

زیادہ حد ادب
آشفتہ

(۲۴)

شریف منزل دہلی
۱۴ مئی ۱۹ء

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولینا عبدالباری صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام۔ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اس کو روزانہ صبح کے وقت پندرہ بیس روز تک استعمال کیجیے براہِ مہربانی حالات سے مطلع فرمائیے۔ اجمل حاذق الملک

(۲۵)

شریف منزل دہلی

مکرم بندہ جناب مولینا صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' عنایت نامہ پہنچا یاد آوری کا شکریہ، مریض کے لیے نسخہ لکھتا ہوں پندرہ بیس روز تک استعمال کرا کر پھر حالات سے مطلع فرمائیے۔ امید کہ آپ مع متعلقین بخیریت ہوں گے۔

والسلام اجمل

(۲۶)

شریف منزل دہلی
۲ ستمبر ۲۲ء

مخدوم مکرم بندہ — السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ پہنچا اور عبداللہ خاں صاحب کا خط بھی پہنچ گیا تھا، مجھے آپ سے اس امر میں اتفاق ہے چونکہ میں ۲۹ ستمبر کی میٹنگ میں شامل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے عبداللہ خانصاحب کو بجائے ۲۹ ستمبر کے ۴ اکتوبر کو جلسہ کرنے کا تار دیا تھا چنانچہ انھوں نے تاریخ کی تبدیلی کو منظور کر لیا ہے امید ہے کہ اس جلسہ میں ضرور تشریف لائیں گے۔

اجمل

(۲۷)

دہلی ۱۴ دسمبر ۲۲ء

مکرمی جناب مولینا عبدالباری صاحب

وعلیکم السلام - آپ کا والا نامہ جس کے ساتھ ایک اور تحریر ملفوف تھی ملا - مجھے افسوس ہے کہ کس طرح سے بدگمانیاں پھیلائی جاتی ہیں - میں آپ کے خط کا کوئی مفصل جواب نہیں لکھ رہا ہوں - بھائی معظم علی عنقریب گیا کانگریس سے پیشتر آپ سے ملنے کے لیے لکھنؤ آنے والے ہیں وہ آپ سے اس تحریر کی نسبت صحیح حالات بیان کر دیں گے - فقط

خاکسار اجمل

(۲۸)

حضرت مولانا مخدوم و محترم بندہ ادام اللہ ظلکم

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ' گرامی نامہ رقمزدہ ۲۹ شوال مجھے ملا -

جہاں تک حجاز کے متعلق واقعات ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے ہیں ان پر نظر کرتے ہوئے ڈیپوٹیشن کی کامیابی مجھے موہوم نظر آتی ہے تاہم اس تار کے مضمون سے سنٹرل خلافت کمیٹی کو مطلع فرمائیں تو نامناسب نہ ہوگا -

والسلام اجمل

خط مولانا ابوالکلام آزاد

۲۴۔ رمضان المبارک ۳۸ھ

صدیقی المحترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ تاخیر کے لیے خواستگار معافی ہوں۔ وفد حجاز کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور نہایت ضروری۔ قطع نظر تبلیغ و تفہیم شریف کے ویسے بھی اس کی ضرورت مسلّم ہے۔ مجھے بھی گزشتہ روز خیال ہوا تھا۔ شوکت علی صاحب بھی متفق تھے لیکن پھر دوسرے مہمات پیش آ گئے اور بات نسیاً منسیاً ہو گئی۔ اگر آپ حضرات کی رائے ہوئی کہ مجھے جانا چاہیے تو ضرور اس کی تعمیل کروں گا۔ البتہ تمام ضروریات اور حالات پر نظر ڈال لینی چاہیے۔ ہندوستان کے اندرونی حالات اس وقت نہایت پیچیدہ ہو رہے ہیں۔ سفر کی اصلی نازک منزل اب پیش آئی ہے۔ ہر طرف مہلکات و آفات کا ہجوم ہے۔ بعض تازہ حالات جو پیش آئے ہیں میرے خیال میں خوش آیند نہیں اور مشورہ و فکر کی سخت ضرورت درپیش ہے بہرحال عید کے بعد کسی مقام پر یکجا ہو کر مسئلہ وفد حجاز پر مزید غور کر لیا جائے۔ اگر یہی رائے قرار پائے کہ مجھے چلا جانا چاہیے اور یہاں موجودگی ضروری نہیں تو میرے لیے حضور یوم اور ادائے حج سے بڑھ کر اور کونسی بات موجب ابتہاج و مسرت ہو سکتی ہے۔ عید کے بعد بمبئی کا قصد ہے۔ اس بارہ میں اگر اور کچھ مراتب طے ہوں تو مطلع فرمائیے۔ جناب کی جو تحریر ہمدم میں شایع ہوئی تھی میں اب تک اس سے بے خبر تھا۔ لیکن آج بعض احباب کے خطوط بریلی اور بجنور سے آئے تو اس کی جستجو ہوئی اور مولوی عبدالرزاق صاحب نے وہ پرچہ دکھلایا۔ افسوس کہ زمانہ ایسے حق پرستانہ سلوک کا مستحق نہیں۔ جناب نے تو کمال درجہ حق پرستی و شرف نفس و طریق ایمان و اخلاص سے کام لیا لیکن مخالفین ان پر فساد طبع کی وجہ سے اس کو دوسری جانب لے گئے اور طرح طرح کی نئی بنیادیں اٹھا دی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ بحکم واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما ان لوگوں کی جانب توجہ ہی نہ کی جائے اور بالکل خاموشی اختیار کر لی جائے۔

مخلصکم۔ ابوالکلام کان اللہ لہٗ

(۲)

صدیقی الجلیل الاجل۔ سلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مسٹر قدوری کے خط کی نسبت عرض حال میں بہت تاخیر ہوئی۔ خواستگار معافی ہوں۔ سفر ناگپور کے بعد سے گزشتہ جمعہ تک مستقل بیمار رہا۔ تمام اشغال متروک و مہجور رہے۔ مسٹر قدوری کا ایک خط اس سے پہلے لالہ لاجپت رائے صاحب کے ذریعہ مل چکا ہے۔ میں نے اوسی وقت اس معاملہ پر غور کیا تھا لیکن اونکی تجویز بعد از وقت نظر آئی۔ وہ اب مسٹر محمد علی کی شکایت کرتے ہیں۔ یہ بھی بے محل اور بے نتیجہ ہے۔ اب نہ تو کوئی وفد بھیجا جا سکتا ہے اور نہ کوئی قدم پیچھے ہٹایا جا سکتا ہے۔ معاہدۂ ترکی کا نفاذ ناممکن تھا اور اب فیصلہ کن وقت قریب آ گیا ہے اب جو کچھ ہوگا واقعات کے اٹل فیصلہ سے ہوگا اور ہم کو صرف انتظار ہی کرنا چاہیے۔

لکھنو خلافت کانفرنس کا انعقاد بہت ضروری تھا اور الحمد للہ کہ اس کا سر و سامان ہوا۔ مسٹر محمد علی کہتے ہیں کہ مقررہ تاریخوں میں انھیں فرصت نہ ہوگی۔ اگر ممکن ہو تو وقت بدل دیا جائے اور وہ اطراف کے دیہاتوں کا مسئلہ نہایت اہم ہوگا

ہے اگر بروقت اس کی اصلاح نہ ہوئی تو پوری تحریک اس سے مضرت اٹھائے گی۔ بالفعل اس کا صرف یہی ایک علاج ہے کہ ایسی جماعتوں کو نہایت سختی کے ساتھ امتناع و سکوت پر مجبور کیا جائے۔ بغیر کسی طرح کی پولٹیکل دعوت اون کے سامنے نہ پیش کی جائے اور اون کو سمجھایا جائے کہ ان کا اپنی حالت پر بردست قانع رہنا ہی سب سے بڑی ملکی خدمت ہے۔ اگر ان جماعتوں میں بردست کام شروع کیا گیا تو اس کے مشکلات ہماری تمام قوتوں کو الجھا لیں گے۔

امید ہے کہ جناب مع الخیر ہوں گے۔ مخلصکم الوسلے فقیر ابوالکلام کان اللہ لہٗ

(۳)

۲۹ شوال ۱۳۳۰ھ

جناب الجلیل الاعز۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ انشاء اللہ طبع مبارک قرین صحت و اعتدال ہو۔

(۱) کل ایک نہایت معتبر ذریعہ سے ایک عجیب خبر سننے میں آئی یعنی بعض حضرات متبدع نے باشارہ حکام جناب والا سے خواہش کی کہ ایک تحریر الہلال اور فقیر کے خلاف ارقام فرما دیں چنانچہ جناب نے لکھ دی۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ الہلال کی ضمانت کے واقعہ سے ہم کو نہایت مسرت ہوئی وہ اس سے زیادہ کا مستحق تھا وہ کوئی مذہبی و دینی رسالہ نہیں بلکہ اس کی تحریرات دین و مذہب کے لیے نہایت مضر اور قوم کے لیے گمراہ کنندہ ہیں۔ اڈیٹر الہلال محض ایک جاہل شخص ہے۔ علوم دینیہ سے ناآشنا محض وغیرہ وغیرہ۔ اختلاف رائے دوسری شے ہے اور الہلال کے متعلق اگر کسی شخص کی یہ رائیں ہوں تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ لیکن میں جناب والا سے اس امر کو نہایت بعید بلکہ ابعد سمجھتا ہوں کہ کوئی اس قسم کی تحریر باشارہ حکام لکھیں۔ تاہم چونکہ وسیلہ علم معتبر ہے اس لیے نہایت ممنون ہوں گا اگر اصلیت سے مطلع فرمائیں۔ بشرطیکہ کچھ ہو۔

(۲) مسئلہ کانپور کے معاملات میں جو نئے تغیرات ہوئے ہیں مجھ سے بھی بغرض مشورہ بیان کیے گئے۔ جناب کی رائے مبارک بھی معلوم ہوئی کہ ان حالات میں سرِ صلح ختم کر دینا چاہیے تاہم یہ معاملہ نہایت پیچیدہ ہے اور ذمہ داری عنداللہ و عندالناس شدید اس لیے امید ہے کہ جناب اپنی آخری رائے کے اظہار میں کمال حزم و احتیاط سے کام لیں گے۔

فقیر ابوالکلام کان اللہ لہٗ

(۴)

۵ اکتوبر

جناب الجلیل الاعز۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ والا نامہ گرامی پہونچا۔ جناب یقین فرمائیں کہ خود مجھ کو بھی اس روایت پر ایک لمحہ کے لیے یقین نہ ہوا۔ تاہم ضروری تھا کہ خود جناب کو بھی اطلاع دوں اور یہ بھی خیال ہوا تھا کہ ممکن ہے اس کی بنیاد کوئی دوسرا واقعہ ہو۔ اور اس کو بہ تغیر و تحریف بیان کیا گیا۔ راوی کی نسبت کیا عرض کروں لکھنؤ کے ایک معزز شخص ہیں اور شاید یہی بہتر ہے کہ ان کو ان کے خیال پر چھوڑ دیا جائے۔ معاملہ کانپور کی نسبت جناب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے یہ مجھ کو مسٹر مظہر الحق کی زبانی معلوم ہو گیا تھا اور وہ مجھ سے اس بارہ میں مشورہ لینے کلکتہ تشریف لائے تھے۔ البتہ علاوہ واپسی زمین منصوبہ

ہے اور جو شرائط مصالحت جناب نے تحریر فرمائے ہیں انھوں نے نہیں بتلائے صرف مسئلہ مسجد کی نسبت تذکرہ کیا تھا مجھ کو اس کی نسبت جو کچھ عرض کرنا ہے وہ کسی قدر تفصیل طلب ہے۔ آج نہایت مشغول ہوں۔ اس عریضہ کو صرف تعلیقہ مبارک کی رسید تصور فرمایئے انشاء اللہ آج رات کو یا کل کسی وقت فرصت نکال کر مفصل عریضہ لکھوں گا۔

فقیر ابوالکلام کان اللہ لہٗ

(۵)

جناب اناعز۔ السلام علیکم۔ بعض ضرورتوں کی وجہ سے آج ٹھہر گیا اور اس وقت حاضر ہوا کہ ایک امر اہم کے متعلق کچھ عرض کر دوں۔ لیکن جناب تشریف نہیں رکھتے۔ اب میں تو کل جاتا ہوں۔ لیکن نواب علی حسن خان غالباً کل آپ سے ملیں گے۔ ندوہ کے متعلق آخر تک سعی اصلاح ہم سب کا نصب العین ہونا چاہیئے اور میں چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ تھوڑی سی زحمت گوارا فرما کر جناب اس بارہ میں سعی فرمائیں بصورت نا امیدی دیگر وسائل اختیار کیے جائیں گے۔ لیکن مصالحت کی سعی کو تا انتہا ضرور پہونچانا چاہیئے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے متعلق کچھ امور ایسے ہوں جن کی بنا پر آپ اس میں دخل دینا پسند نہ فرمائیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جو حالت ہو رہی ہے وہ اب حدِ سکوت سے بالکل گزر چکی ہے اور ایک اہم کام کو اپنی آنکھوں کے سامنے تلف ہوتے دیکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا اور سعی اصلاح کے لیے کامیابی کا اذعان ضروری نہیں ہے۔ کاش آپ سے ملاقات ہوتی تو بہت سی ضروری تفصیلات تھیں۔ لیکن بہرحال مجھے امید ہے کہ جناب کو سعی و کوشش سے انکار نہ ہوگا۔ اس کے طرق و تدابیر کے متعلق نواب علی حسن ملکر بعض امور پیش کریں گے۔

فقیر ابوالکلام

تار از رانچی

عید کی دلی مبارک باد اور استقلال کی کامیابی کے لیے دعا۔ ابوالکلام از رانچی

خط، محمد علی منیجر البلاغ پریس

۲۰ راپریل ۱۹۲۰ء

مکرمی۔ السلام علیکم۔ گرامی نامہ پہونچا۔ یہاں بڑی دقت یہ ہے کوئی لیتھو پریس نہیں نہ کاپی نویس اور یہ تمام چیزیں پھر ہی کی چھپائی میں بہتر ہیں۔ مجبور ہو کر خلافت کمیٹی اپنے روزانہ اخبار اور پریس کا انتظام کر رہی ہے۔ پس اگر جناب لکھنو میں بالفعل اس فتوے کی چھپائی کا خلافت کمیٹی بنگال کی جانب سے انتظام فرمادیں تو بہت بہتر ہو۔ تمام مصارف یہاں سے دیئے جائیں گے۔ چونکہ فتویٰ استفتا کے پیرایہ میں ہے اس لیے عوام کے لیے صاف صاف مطالب و احکام (درج کئے جاویں) مولانا ابوالکلام نے فتویٰ کے آخر میں اس کا (کچھ اہم حصہ) لکھ کر شامل کر دیا ہے۔ بذریعہ تار مطلع فرمایئے۔ مسودہ کا خلاصہ بھیج دیا جائے۔ دس ہزار چھپے گا۔

خاکسار محمد علی منیجر البلاغ پریس

خطوط، مولانا ظفر علیخاں

بسم اللہ تعالٰے

کرم آباد۔ یکم نومبر ۱۹۱۶ء

مولانا المفضال۔ سلام اللہ علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عزیزاز جان اختر علی خاں سے یہ معلوم کرکے تشویش ہوئی کہ نصیبِ اعدا جناب کی طبیعت ناساز ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب کو اوس قوم کے سر پہ سلامت رکھے جس کی نسبت میرا عقیدہ یہ ہے کہ

بے سری رہ گئی ہے قوم ہماری ساری
رہ گئے ہیں فقط ایک مولوی عبدالباری

اس دور افتادہ کے لیے آپ نے جو ہمدردی ظاہر فرمائی ہے یہ اخلاصمند دل اوس کی سپاس گزاری میں ہر وقت لبریز رہتا ہے۔ جناب راجہ صاحب محمود آباد نے احیائے طب کا جو سلسلہ جاری فرمایا ہے دائرۂ معارف شرقیہ اوس کی تکمیل کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینے پر آمادہ ہے۔ جناب ممدوح نے ۲ر نومبر کو اس کے لیے ایک رقم عنایت فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ جناب کے ہوتے ہوئے مجھے یہاں سے کسی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں کہ خود آپ کی معارف نوازی جناب سید سجاد حیدر صاحب بی اے سکرٹری جناب راجہ صاحب سے یہ رقم خردابردمیں بھجوا دے گی۔ فقط۔

بندۂ محبت ظفر علی خاں

(۲)

کرم آباد۔ ۱۴ر رمضان المبارک

مولانا۔ السلام علیکم

راجہ سر علی محمد خان بہادر کے نام میں نے ایک خط لکھا ہے جس کی نقل آپ کے ملاحظہ کی غرض سے پیش کی جاتی ہے۔ اس نیازنامہ سے جس کا حقیقی رُوئے سخن آپ کی طرف ہے۔ کل کوائف معلوم ہوں گے۔ ناموس شریعت کی حفاظت کے لیے جو جو کوششیں آپ فرما رہے ہیں وہ آپ ہی کا حصہ ہیں۔ مسلمانانِ ہند کی گردنیں ہمیشہ اس بوجھ کے نیچے دبی رہیں گی۔

خدائے بزرگ و برتر آپ کو اجرِ موفور عطا فرمائے۔

ارادت کیش ظفر علی خاں

(۴)

کرم آباد۔ ۱۶ر جولائی ۱۹۱۶ء

سالار قوم۔ السلام علیکم۔ جس غائبانہ ہمدردی کا اظہار میرے زمانہ نظر بندی میں جناب نے میرے ساتھ فرمایا ہے اور جو کوششیں میری تکالیف کو کم کرنے کے خیال سے جناب نے درپردہ فرمائی ہیں ان کا علم وقتاً فوقتاً مجھے ہوتا رہا ہے۔ اور اگر اس سے قبل میرے منت پذیر دل کے جذبات اطمینان و تشکر کو براہِ راست آستانہ عالی پر رسائی نہیں ہوئی تو اس کی وجہ کوتاہیٔ عزم نہ تھی بلکہ وہ مجبوریاں تھیں جنھوں نے میری زبان پر مہرِ سکوت لگا رکھی تھی اور میرے قلم کو توڑ رکھا تھا۔ میری آزادی کو سلب ہوئے کامل ایک سال نو مہینہ ہوتے ہیں اس عرصہ میں جن مشکلات کا مقابلہ مجھے کرنا پڑا۔ ان کی تفصیل سے میں جناب کی ان پریشانیوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا جو سردارِ قوم ہونے کے لحاظ سے اس زمانہ پر آشوب میں جناب کا حصہ ہیں۔ اب بعض واقعات سے کشاد کار کی کچھ صورت نظر آتی ہے اور اسی لیے یہ عریضہ خدمت والا میں بھیج رہا ہوں۔ اس نیاز نامہ میں صرف اس قدر عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ جب مداخل کا ہر طرح سے سدِ باب ہو گیا اور مخارج کا سلسلہ باوجود بہت کچھ قطع و برید کے پھر بھی اس حد تک قائم رہا کہ سفید پوشی بھی چلی جائے تو بدرجہ مجبوری میں نے سرکار کے دروازہ پر دستک دی اور ایک طویل الذیل عرضداشت میں اپنی گزشتہ اخبار نویسانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے اول تو ان غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کی جو بعض بزرگواروں کی لگاتار سرگرمی نے میری طرف سے سرکار کے دل میں بٹھا رکھی ہیں اور اس کے بعد یہ گزارش کی کہ جب اخبار نویسی سے میرا تعلق ملک کے حق میں اس درجہ مضر سمجھا گیا ہے تو میں اس شغل سے دستبردار ہوتا ہوں اور دورانِ جنگ میں یا اس کے بعد اس مدت کے لیے جسے سر مائیکل اوڈوائر کی گورنمنٹ تجویز کرے عہد کرتا ہوں کہ نہ اخبارات سے کوئی تعلق رکھوں گا نہ کوئی جلسہ کروں گا نہ کوئی تقریر کروں گا۔ لیکن چونکہ دنیا چھوڑی نہیں جاتی اور اہل و عیال ساتھ لگے ہوئے ہیں اس لیے یا تو مجھے آزاد کیا جائے تاکہ "روٹی بھی کما کھائے کسی طور مچھندر" ورنہ مجھے بتایا جائے کہ کسب معاش کی میرے لیے کیا شکل ہو سکتی ہے۔ اسی سلسلہ میں میں نے مجملاً یہ بھی لکھا تھا کہ اگر میں آزاد کر دیا جاؤں تو میرا ارادہ ہے کہ شکر سازی کا ایک کارخانہ وسیع پیمانہ پر پنجاب میں قائم کروں جس کی کامیابی کے لیے اس جنگ نے دروازہ کھول رکھا ہے۔

میری اس عرضداشت کے جواب میں مسٹر ٹامکنس ڈپٹی انسپکٹر جنرل محکمہ تفتیش جرائم نے (کہ گورنمنٹ کے ساتھ میری خط و کتابت انھیں کی وساطت سے ہوا کرتی ہے) لکھا کہ گورنمنٹ آپ کو کرم آباد میں ضرورت سے زیادہ ایک منٹ کے لیے بھی مقید رکھنا نہیں چاہتی اور جب آپ اخبار نویسی سے قطع تعلق کرنے اور جلسوں کے انعقاد اور ان میں تقریریں کرنے سے محترز رہنے پر آمادہ ہیں تو سر مائیکل کی گورنمنٹ کو ان قیود کو کلاً یا جزواً اٹھا دینے میں توقف نہ ہوگا جو آپ پر فی الحال عاید ہیں۔ لیکن یہ ہمیں بصراحت معلوم ہونا چاہیے کہ بعد حصول آزادی آپ اپنی زندگی کس طرح گزاریں گے اور ملک کی حیات عامہ کے ساتھ اس کا بلحاظ اس کی سرگرمیوں کے کیا تعلق ہوگا۔ پس آپ پوری تفصیل کے ساتھ اپنی اس تجویز کو قلمبند کر کے جلد بھیج دیجیے جس کا قیام کارخانہ

شکر سازی کے متعلق آپ نے اپنی چٹھی میں اجمالی ذکر کیا ہے۔ موسم برسات شروع ہو گیا ہے۔ دورہ پر جانے والا ہوں اور امید ہے میں آپ سے کرم آباد میں مل کر زبانی گفتگو کر سکوں گا۔ اس چٹھی کے جواب میں میں نے کارخانہ شکر سازی کی تجویز بالتفصیل قلمبند کر کے بھیجی۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ پانچ لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے یہ کارخانہ شروع کیا جائے گا اور سرمایہ کی فراہمی کے لیے ایک کمپنی قائم کی جائے گی اور اس خیال سے کہ غریب سے غریب زمیندار بھی اس کا حصہ دار ہو سکے۔ ایک حصہ کی مالیت دس روپیہ رکھی جائے گی لیکن مجھے چونکہ کام چلتا کرنے کے لیے ابتدا میں روپیہ کی ضرورت ہو گی اس لیے گورنمنٹ اگر مجھے بیس ہزار روپیہ مرحمت فرمائے تو اس کی عین نوازش ہو گی اور ایسی حالت میں جب کہ زمیندار اور اوس کے پریس کے بند ہو جانے سے ایک قیمتی کارخانہ بیٹھ گیا ہے اور اس کے علاوہ ضبطی ضمانت و پریس کی شکل میں وقتاً فوقتاً میری جیب سے تیس ہزار روپیہ کی رقم خزانہ سرکاری میں داخل ہو چکی ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ گورنمنٹ جو جلال میں آکر ایک لغزش قلم کی اتنی بڑی سزا دے سکتی ہے وہ اپنی شانِ جمالی دکھانے میں بھی فیاضی و کرم گستری کا حق ادا کرے گی خصوصاً جبکہ میں ایک ایسے کوچہ میں قدم رکھنے لگا ہوں جو بالکل نیا ہے اور جس کی رہ پیمائی اور راحلہ کی خصوصیت سے متقاضی ہے۔ اس تجویز کو بشرح و بسط سپرد قلم کرتے ہوئے تمہید میں میں نے شومیٔ قسمت سے کہیں حسب ذیل فقرہ لکھ دیا۔

اس بات کی ضمانت کہ جو وعدے میں نے اخبار نویسی سے دستکش ہونے اور مجالسِ عامہ میں تقریروں سے محترز رہنے کے بارہ میں کیے ہیں ان پر میں قایم رہوں گا اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس ملک میں گورنمنٹ کی رائے کی مزاحمت یا مخالفت کرنا ناممکن ہے جہاں قدم قدم پر شبہات سنگِ راہ ہوں وہاں اس سے زیادہ اطمینان کوئی اور کیا دلا سکتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ایسی ضمانت اور ایسا اطمینان برطانوی شہنشاہیت کے اس تصور کی توہین ہے کہ استعماری سیاسیات میں انگلستان کی کامیابی کا کفیل زورِ شمشیر نہیں بلکہ تالیفِ قلب ہے۔ کاش سر مائیکل اوڈوائر اس بات کو باور فرمائیں کہ برطانوی شہریت کے گرانمایہ حقوق سے جو تمام دوسرے ابنائے وطن کا حصہ دورانِ جنگ میں یا اس مزید مدت کے لیے جسے سر مائیکل تجویز فرمائیں برضا و رغبت خود دستکش ہونے میں مجھ پر کسی خوف نے اثر نہیں ڈالا بلکہ یہ عقیدہ میرے اس فیصلہ کا محرک ہوا ہے کہ میرا ایثار گورنمنٹ کے کام آئے گا کہ اس ملک کے لیے کس نصب العین کا قایم کرنا صرف اسی کے دستِ اقتدار میں ہے۔ اس چٹھی کے جواب میں مسٹر ٹامکنس تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کی چٹھی کا پہلا حصہ سیاسی مباحث سے بھرا ہوا ہے جن کے ایک حصہ سے مجھے مذاقِ فاسد کی بو آتی ہے اور یہ تحریر ایسی نہیں ہے کہ آپ کی مشکل کشائی میں ممد و معاون ہو سکے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ برطانوی شہریت کے گرانمایہ حقوق سے دستکش ہونے کا مفہوم آپ کے ذہن میں کیا ہے۔ شاید آپ ابھی تک اس نقصان کا اندازہ نہیں کر سکے جو آپ کی بعض تحریرات اور تقریروں سے ملک کو پہنچا ہے اور جو متعدد اور بے سود تنبیہات کے بعد مفادِ عامہ کے لیے کرم آباد میں آپ کی نظربندی پر منتہی ہوئیں۔ اگر ہز آنر لفٹنٹ گورنر آپ کی اس چٹھی کو دیکھ پائیں تو آپ کے ان خیالات کو دیکھ کر آپ کے مفیدِ مطلب فیصلہ کرنے پر کبھی آمادہ نہ ہوں۔ لیکن اس مراسلت میں جو آپ کے ساتھ ہو رہی ہے ہمیں کارخانۂ شکر سازی کے قیام کے متعلق آپ کی تجویز سے بحث ہے۔ مسٹر ٹاون شنڈ ڈائرکٹر محکمہ زراعت کی عنایت آمیز وساطت سے میں نے آپ کے لیے . . . . مسٹر بارنس کی رائے حاصل کی ہے جو ماہر فن شکر سازی ہیں

مجھے افسوس ہے کہ مسٹر بارنس کی تحریر جس کی ایک نقل ابلاغ خدمت ہے حوصلہ بڑھانے والی نہیں صنعت و حرفت کی تمام دوسری تجاویز کی طرح شکر سازی کا منصوبہ بھی بہت کچھ شغف وانہماک اور ژرف نگاہی کا محتاج ہے۔ آپ مسٹر بارنس کی رائے کو پڑھ کر اور اس مسئلہ پر مزید غور کر کے جس نتیجہ پر پہونچیں اس سے مجھے اطلاع دیں۔ مسٹر ٹامکنس کا مراسلہ اپنا شائع آپ ہے اس کے جواب میں بہترین منطق یہی ہوسکتی تھی کہ "برطانوی شہریت کے گرانمایہ حقوق کا مشؤم تذکرہ کر کے اپنی بدمذاقی کا اعتراف کروں اور مسٹر ٹامکنس سے معافی مانگوں۔ چنانچہ میں نے ۴ر جولائی ۱۶ء کو ان کی چھٹی کا جواب ان الفاظ میں دیا۔ ڈیئر مسٹر ٹامکنس۔ مجھے ڈر ہے کہ میرے خیالات کی پرانی غیر پسندیدہ روش کا کچھ اثر ابھی تک نامعلوم طور پر میری تحریر سے نمایاں ہو ہی جاتا ہے۔ آپ کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا ہے کہ میرے قلم سے بعض فقرے ایسے نکل گئے کہ اگر وہ سر مائیکل اوڈوائر کی نظر سے گزرتے تو حضور ممدوح ناراض ہو جاتے ایسی حالت میں یہ آپ کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے میری چھٹی انھیں نہیں دکھائی۔ میں ان قابلِ اعتراض فقرات کو واپس لیتا ہوں اور اس تکدر کے لیے جو آپ کے دل میں ان کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو معافی چاہتا ہوں اس لیے کہ آپ کی خوشنودیٔ مزاج میرے لیے مقدم ہے۔ میں نے اس احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو ایک مبصر کا حق ہے مسٹر بارنس کی رائے پڑھی۔ ان پر دلائل کی توثیق و تحکیم میں جن واقعات اور شمار و اعداد سے کام لیا ہے انھیں تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں اور چونکہ پنجاب بظاہر اس مقصد کے لیے موزوں نہیں ہے کہ یہاں شکر سازی کا کوئی کارخانہ تجارتی اصول پر قائم کیا جا سکے لہٰذا سرِدست میں اس خیال کو جس حد تک کہ اس صوبہ کا اس سے تعلق ہے چھوڑتا ہوں۔ لیکن اگر ہز آنر میری آزادی بحال فرمائیں تو ایک اور طریقہ پر ابنائے ملک کے لیے میرا وجود سودمند ثابت ہو سکتا ہے مجھے امید ہے کہ ہز آنر میری اس دوسری تجویز پر غور مناسب فرمائیں گے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد میری زندگی کا ایک بڑا حصہ علمی مشاغل میں بسر ہوا۔ ایران پر لارڈ کرزن نے جو معرکۃ الآرا کتاب لکھی ہے اس کا میں نے ترجمہ کیا اور ہز لارڈ شپ کی رونق افروزیٔ حیدرآباد کے زمانہ میں میں نے اس کا ایک نسخہ حضور ممدوح کی خدمت میں گذرانے کا شرف حاصل کیا۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور اُردو داں حلقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی۔ اس کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈریپر کی شہرہ آفاق کتاب "کانفلکٹ بٹوین ریلجن اینڈ سائنس" کا ترجمہ اردو زبان میں معرکۂ مذہب و سائنس کے نام سے کیا اور اس ترجمہ پر پنجاب یونیورسٹی سے مجھے پانچ سو روپیہ کا انعام بھی ملا۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں ایک دائرۃ المعارف قائم کروں جس کا یہ مقصد ہو کہ زبانِ اُردو میں انگریزی و عربی و فارسی کی چوٹی کی عام پسند کتابوں کا ترجمہ کیا جائے تو اس سے ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہوگی۔ مثلاً اگر پروفیسر براؤن کی کتاب "اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا" یا اسکاٹ کی تاریخ "ہسٹری آف دی مورش امپائر ان پرشیا" یا عربی کی نادر المثال تصنیف "کتاب الاغانی" کا ترجمہ کیا جائے تو اُردو پڑھنے والے ان تراجم کا خیر مقدم بڑے اشتیاق سے کریں گے۔ سر مائیکل اوڈوائر کی گورنمنٹ نے "پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی" جیسی انجمن کی بنیاد ڈالنے سے ثابت کر دیا ہے کہ انہیں اہلِ ملک کی عقلی ترقی و دماغی فلاح کا خاص طور سے خیال ہے اور اس لیے مجھے یقین ہے کہ گورنمنٹ موصوفہ اس تجویز کو بنگاہِ استحسان دیکھے گی جو اپنے اغراض و مقاصد

سکے لحاظ سے انجمن موصوفہ کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتی ہو۔ مجوزہ دائرۃ المعارف ارباب فضل و کمال کے لیے علمی سرگرمیوں کا ایک وسیع میدان کھول دینے سے صحیح ادبی و علمی مذاق کی نشو و نما میں حصہ لے گا اور ملک کو اس سے بڑے تعلیمی فواید حاصل ہوں گے اور گورنمنٹ کی تھوڑی سی امداد سے وہ جلد اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونے کے قابل ہو جائے گا۔ ۱۱ر جولائی کو اس کا جواب مجھے حسب ذیل ملا۔

ڈیر مسٹر ظفر علی خاں۔ آپ کی چٹھی مورخہ ۴ر جولائی ۱۹۱۶ء پہنچی۔ ہز آنر لفٹنٹ گورنر کو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ آپ ایک دائرۂ تراجم مشرقیہ" قایم کریں اور آپ کو پوری آزادی دی جاتی ہے کہ جہاں تک وہ قیود اجازت دیں جو آپ کی نقل و حرکت پر اس وقت عاید ہیں۔ آپ اس تجویز کو یا اس قسم کی کسی دوسری تجویز کو جو آپ کے خیال میں امید افزا ہو قوت سے فعل میں لائیں اور اُسے اپنا مشغلہ بنائیں۔ آپ کا مخلص ایل ٹامکنس۔

۱۵ر جولائی کو میں نے اس کے جواب میں مسٹر ٹامکنس کو ایک چٹھی لکھی جس کا مضمون حسب ذیل ہے:

ڈیر مسٹر ٹامکنس۔ میں ہز آنر سر مائیکل اوڈوایر کا ممنون ہوں کہ انھوں نے "دائرۂ تراجم مشرقیہ" کے قیام کے متعلق میری تجویز کو پسند فرمایا اور حضور ممدوح کا یہ مزید احسان ہے کہ مجھے پوری آزادی مرحمت فرما دی کہ اسی قسم کی کسی دوسری تجویز کو بھی جو میری دانست میں مفید ہونے کی قابلیت رکھتی ہو میں اپنے مشاغل میں شامل کر سکتا ہوں۔ میں پھر ایک دفعہ صدق دل سے افسوس ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے برطانوی شہریت کے گرانمایہ حقوق سے دست کش ہونے کا نامیمون فقرہ لکھ کر نادانستہ آپ کو ناراض کر دیا۔ میں بھی عجیب قسمت کا دلی ہوں کہ بجائی آزادی کی فوری توقع کو جس کی جھلک آپ کے عنایت نامہ مورخہ ۴ر جون میں صاف نظر آتی تھی میں نے ایسے الفاظ کے استعمال سے خیر کھا التوا میں ڈال دیا جن سے محترز رہنے میں مجھے کوئی دقیقہ احتیاط اُٹھا نہ رکھنا چاہیے تھا۔ لیکن اوّل تو میری چٹھی پر جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ الفاظ خاص آپ کے مطالعہ کے لیے لکھے ہوئے تھے اور ثانیاً اس خیال سے مجھے اطمینان ہو گیا تھا کہ جو غیر خوش آیند اثر ان الفاظ سے مرتب ہوا بھی ہوگا۔ اسے میرے بعد کا غیر مشروط عذر تقصیر زائل کر دے گا۔

بہر حال اگر ان قیود کا تسلسل جو میری نقل و حرکت پر اس وقت عاید ہیں مجھے آپ کی طرف سے یہ اطمینان دلا دے کہ میرے اعتذار کا خلوص رائیگاں نہیں گیا تو میں سمجھوں گا کہ یہ سودا مجھے مہنگے داموں نہیں پڑا۔ "دایرۂ تراجم مشرقیہ کی تجویز کے ضمن میں ہز آنر کے لحاظ مناسب کے لیے میں بادب یہ گزارش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ کرم آباد کی تنگ اور دنیا سے الگ تھلگ آبادی ان تمام آسانیوں سے محروم ہے جو کتب خانہ یا حوالجات علمیہ کے لوازم کی شکل میں اس تجویز کی کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔ مجھے اپنا ایک مددگار رکھنا پڑے گا ایک دو اہلکاروں کی بھی ضرورت ہوگی جو خط و کتابت کا کام سرانجام دیں اور یہ سب کچھ روپیہ کا محتاج ہے۔ موجودہ پابندی کی حالت میں اپنی طرف سے تا بہ حد امکان اس تجویز پر عملدرآمد کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اس قدر میں بادب عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ چاندی کی کڑاہی کے بغیر علمی گلگلے نہیں تیار ہو سکتے۔ میں نے کاغذ کے گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے ہیں چنانچہ آنریبل راجہ سر علی محمد خان صاحب سرکار کی خدمت میں عریضہ بھیج رہا ہوں کہ اس تجویز کو اون کی سرپرستی کا شرف

کس حد تک حاصل ہوتا ہے۔ نیازمند ظفر علی خاں۔

اس تمام تفصیل سے جناب کی سمع خراشی دو امور کو مدنظر رکھ کر کی گئی ہے۔ اولاً حکومت کے ساتھ میرے موجودہ تعلقات کی نوعیت آپ کو معلوم ہو جائے اور اگر ممکن اور مناسب ہو تو آپ کا ناخنِ تدبیر اس عقدہ کی آخری گرہ کو کھول سکیں۔ ثانیاً حکومت سے بروقت کسی امداد کے ملنے کی صورت نظر نہیں آتی اور چونکہ میری پابندیوں کا سلسلہ بدستور قایم ہے اور میں کہیں جا نہیں سکتا اس لیے بجز اس کے کہ میا دست استمداد ہیں سے اون کی طرف بڑھے جو حقیقی معنوں میں ہماری قومی کشتی کے ناخدا ہیں اور کوئی چارہ نہیں۔ یہ ایک علمی کام ہے جس کا تفصیلی پروگرام آپ کی خدمت میں متعاقب پہنچے گا اور اگر یہ آپ کی توجہات سے چل نکلا تو اس سے ہماری قوم کو یقیناً بڑے بڑے فائدے حاصل ہوں گے۔ فی الحال اس کام کو شروع کرنے کے لیے مجھے پانچ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ یہ حقیر رقم جو آپ کی اور آپ کے خاص خاص ہم مشرب احباب کی ایک ادنیٰ توجہ سے فراہم ہو سکتی ہے میں بطور قرض حسنہ چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں بہت جلد اس رقم کو لوٹا سکوں گا۔ اگرچہ بارِ احسان سے گردن ہلکی نہ ہو سکے گی۔ دائرہ تراجم مشرقیہ کے علاوہ کسی دوسری سودمند تجویز کی ذیل میں ایک ہفتہ وار علمی رسالہ بھی آجاتا ہے جس میں سیاسیات کو چھوڑ کر باقی ہر موضوع پر سبق آموز اور بیش از بیش مفید مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ عمدہ کتابوں پر ریویو کیا جا سکتا ہے۔ جو کتابیں قابلِ ترجمہ ہوں اون کے متعلق مترجمین کے معلومات میں اضافہ کی غرض سے ضروری مواد درج کیا جا سکتا ہے گویا یہ رسالہ اس دائرۃ المعارف کا نقیب ہو گا۔

زمیندار کے بیس ہزار ناظرین میں سے اگر چار ہزار بھی اس رسالہ کے خریدار ہو گئے جس کی ایسی حالت میں کہ گورنمنٹ کی طرف سے مجھے اس کی اجازت گویا مل ہی چکی ہے پوری توقع ہے تو یہ بجائے خود آمدنی کا ایک ذریعہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ دایرۃ المعارف کی کتابیں ہوں گی۔ موزوں کتابیں منتخب کر کے مترجمین کو مقابلہ کے اصول پر دعوت دی جائے گی اور بہترین تراجم کی اشاعت کا انتظام کیا جائے گا۔ مد اسکاٹ کی "ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ" کا ترجمہ میں اپنے قید کے زمانہ میں کرتا رہا ہوں۔ بہت بڑی ضخیم کتاب ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے دو دو سو صفحات کے حصوں میں شایع کیا جائے۔ پہلا حصہ تیار بھی رکھا ہے انتخاب کتب میں خاص لحاظ اس بات کا کیا جائے گا کہ ہر مذاق کے ناظرین کی ضروریات بہم پہونچائی جائیں اور کوشش کی جائے گی کہ با مذاق ناظرین کی ایک ایسی معقول تعداد مہیا ہو جائے جو ہمیں اجازت دے دے کہ سال میں ایک خاص رقم مثلاً چوبیس روپیہ یا اس سے نصف کی مالیت کی کتابیں جو دائرۃ المعارف کی معرفت تیار ہوں ان کے نام بھیجدی جایا کریں۔ چونکہ عہدِ جدید کی دماغی جدوجہد نے اس قسم کا ایک بڑا گروہ پیدا کر دیا ہے اس لیے مجھے امید ہے کہ کئی ہزار اشخاص ایسے پیدا ہو جائیں گے جو دائرۃ المعارف مجوزہ کی رکنیت ان شرائط پر قبول کریں گے اور اس طور پر مالی اعتبار سے یہ تجویز جلد کامیاب ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ کا ذوقِ سلیم ان چند اشاروں سے اس کام کی اہمیت کا پورا اندازہ خود کرے گا۔ اس کا جواب مجھے جلد ہی مرحمت ہو کیونکہ مجھے کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے اور میں اس کام کو جلد شروع کرنا چاہتا ہوں۔[1]

نیازکیش ظفر علی خاں

کرم آباد ۱۶ر فروری ۱۹۱۶ء

---

[1] مولانا کا یہ خط، اور اس کی جملہ تفصیلات، جذباتی اور وقتی لمحوں کی روداد ہیں۔ الحمدللہ کہ مولانا کا بعد کا کردار اس خط کی نفی کرتا ہے۔ (ادارہ)

خطوط، پنڈت موتی لال نہرو

۳- اپریل ۱۹ ء

جناب مولانا صاحب   تسلیم و نیاز

بندہ آج بغرضِ شرکت میٹنگ کونسل الٰہ آباد سے آیا ہے اور جناب راجہ صاحب محمود آباد کی کوٹھی پر مقیم ہے۔ کل صبح الٰہ آباد واپس جانے کا ارادہ ہے، باعثِ تکلیف دہی یہ امر ہے کہ زیارتِ جناب کا خواستگار ہے جو وقت بعد ۵ بجے شام کے آج عنایت ہو اس وقت حاضر ہوں گا۔ فقط۔

موتی لال نہرو

(۲)

آنند بھون الٰہ آباد
۲۸- اپریل ۱۹ ء

فخرِ قوم جناب مولانا صاحب   تسلیم و نیاز

والانامہ مورخہ ۱۷ر رجب ۳ ھ میری عدم موجودگی میں صادر ہوا تھا۔ میں کل سفر بمبئی و احمد آباد و دہلی سے واپس آیا ہوں، جناب کے مضامین معبودہ اخوت شایانِ حبّ الوطنی پہنچے ہیں فوراً سید حسین صاحب اڈیٹر انڈیپنڈنٹ کے حوالے کر دیئے گئے اور وہ اُن کا ترجمہ خود کر رہے ہیں یقین کہ دو ایک روز میں شایع ہو جاوے گا بشرطیکہ انڈیپنڈنٹ بھی اس عرصہ میں قضائے ناگہانی ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کا شکار نہ ہو جائے آج کل ہر دم غنیمت ہے، بعد بمبئی کرانیکل کے غالباً انڈیپنڈنٹ ہی کی باری ہے، یہاں تو آپ کی رہنمائی میں یہ مقولہ ہے، ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔ زیادہ نیاز

کمترین موتی لال نہرو

(۳)

الٰہ آباد
۱۱ر نومبر ۲ ء

جناب مولانا صاحب مکرم بندہ زاد الطافہٗ

تسلیم۔ والانامہ بمقام بمبئی ایسے موقع پر ملا جب دو دو تین تین جلسے روزانہ ہو رہے تھے اور صبح سے آدھی رات تک فرصت دشوار تھی، اس درمیان میں گاندھی صاحب تشریف لے آئے اور ان کی ہمراہی میں ناسک اور پونا جانے کا اتفاق ہوا، ان مقامات پر اور بھی زیادہ عدیم الفرصتی رہی ان وجوہات سے والانامہ کے جواب میں تاخیر ہوئی، خواستگارِ معافی

ہوں۔ جناب کی تحریر کئی مرتبہ نہایت توجہ کے ساتھ پڑھی اور سفر نا سک میں بموجودگی معظم علی[1] صاحب جو ساتھ تھے گاندھی جی کو بھی سنائی اور اس کی نسبت کچھ عرصہ تک گفتگو رہی، غالباً گاندھی صاحب اس کے متعلق براہِ راست تحریر کریں گے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو کوئی موقع جلد حاصل کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور زبانی عرض کروں، مگر اس قدر کہنا فی الفور ضروری ہے کہ جو افواہ جناب تک پہنچی ہے اس میں شاعری کی حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہے۔ میں ایسا ضعیف الاعتقاد نہیں ہوں کہ ایک قصد مصمم کو مہینوں کے غور اور فکر کے بعد مستحکم طور پر قائم کرکے ایک آنِ واحد میں ترک یا تبدیل کروں۔ آپ اطمینان فرما دیں کہ مجھ کو کسی ایسے امر اہم میں جس پر مجھے رائے زنی کا منصب ہے آپ سے اختلاف نہیں ہے جو باعثِ کبیدگی ہو اور اگر بالفرض ہوتا بھی تاہم ہندو مسلمان کے بیش بہا اتحاد کو اس اختلاف پر نثار نہیں کر سکتا۔

احکام شرع شریف کو معتبر کرنا آپ کا حصہ ہے مگر جو معاہدہ ہمارے اور آپ کے درمیان ہے اس پر بیشک ہر فریق کو بحث کرنے کا منصب ہے، جو کچھ عرض کرنا ہے وہ اس معاہدہ کے متعلق ہوگا اور امید قوی ہے کہ بعد گفتگو محض لفظی فرق رہ جاوے گا کہ جس کا نفسِ معاہدہ اور تعلقاتِ باہمی پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ گاندھی صاحب کا قصد ۱۷ خواہ ۱۸ نومبر کو یہاں تشریف لانے کا ہے۔

زیادہ نیاز

نیاز مند موتی لال نہرو

(جواب از مولانا) کرم فرمائے مخلصان دامت معالیہ۔ بعد آداب التماس ہے کہ نامہ مکرمت مورخہ ۱۱ نومبر موصول ہوا۔ مجھے خود اطمینان تھا کہ جواب میری تحریر کا بوجہ سفر و خدمات قومی کے نہیں بھیجا جا سکا ہے اس وجہ سے خود کوئی خیال نہ تھا مگر مختلف افواہ برابر مسموع ہوتی رہتی تھیں جن کے باعث دل چاہتا تھا کہ جواب آ جاوے تو یکسوئی ہو جاوے۔ مجھے جیسی توقع تھی ویسا ہی جواب ملا۔ میں خود چاہتا ہوں کہ جلد تر گاندھی صاحب سے ملوں ——— مگر ۱۲ ربیع الاول تک قاصر ہوں۔ جیسے ہی موقع ہوا ملوں گا۔ گاندھی صاحب کی تحریر نہایت معقولیت سے شائع ہوئی ہے مگر ابھی براہِ راست مجھے کوئی تحریر ان کی موصول نہیں ہوئی ہے۔ امید ہے کہ مخلصانہ مشورے کے بعد کوئی امر غیر اطمینانی باقی نہ رہے گا۔

(۴)

آنند بھون الہ آباد

۱۹ر جنوری ۲۱ء

جناب مولانا صاحب مکرم! تسلیم

قافلہ مرسلہ بخیریت تمام پہنچا، راجندر کو بالفعل یہاں رکھنے کا ارادہ ہے آیندہ حسب ضرورت ان سے کام لیا جائیگا۔ باقی حالات بدستور ہیں، کلکتہ کے طلبہ کی ہمت و جوشِ قومی کا حال آپ نے سنا ہی ہوگا، گاندھی جی ۲۱ر نومبر کو بمبئی سے کلکتہ روانہ ہونے والے ہیں شاید میں بھی جاؤں کیونکہ داس نے بلایا ہے بنارس میں یونی ورسٹی قائم ہو چکی ہے تدبیر معقول ہو رہی ہے امید کہ جنوری کے آخر تک کالج کھل جاوے۔ زیادہ نیاز

کمترین موتی لال نہرو

---

[1] (برادر حکیم محمد علی مرحوم) معظم علی صاحب بیرسٹر ایٹ لا، بن عظمت علی خاں بن اصغر علی خاں بن علی بخش خاں

(۵)

رام گڈھ ضلع نینی تال
۱۵ر جون ۲۱ء

جناب مولانا صاحب مخدوم

تسلیم والانامہ دریافت حال صحت نیازمند موصول ہوکر باعث مشکوری و ہمدردی جناب والا ہوا۔ میری طبیعت عرصہ سے ٹھیک نہیں تھی مگر بوجہ مصروفیات اس کی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یکایک دمہ کا سخت دورہ ہوا جو قریب دو ہفتہ کے جاری رہا اور اب تک اس کا خمیازہ باقی ہے۔ میں الموڑہ سے کل یہاں پہنچا عنقریب دو ہفتہ یہاں کی آب و ہوا کا امتحان کرنے کا ارادہ ہے۔ امید ہوتی ہے کہ اس عرصہ میں ضعف بھی رفع ہو جائے گا اور دمہ کا بھی اندفاع ہو جائے گا۔ زیادہ نیاز

نیازمند موتی لال نہرو

(۶)

۴ - اگست

مکرمی مولانا عبدالباری صاحب

تسلیم۔ ایک امر اخلاقی کے متعلق آپ سے مشورہ چاہتا ہوں۔ آج کل یہ رواج ہو گیا ہے کہ ہر مسلمان جو مہم ترک موالات میں کچھ حصہ لے اور بالخصوص جس پر کوئی مقدمہ قائم ہو اس کو خطاب مولانا دے دیا جاوے، میرے نزدیک یہ طریقہ صحیح نہیں ہے اور ہر شخص اس تعظیم کا مستحق نہیں ہے کہ وہ مولانا کہا جائے، سوراج کی کوشش میں معمولی آداب و القاب کو میری رائے میں ترک کرنا مناسب نہیں ہے اور لفظ مولانا ہرگز بمنزلہ لفظ مسٹر نہیں ہے، اس کے ساتھ ہی کسی نہ کسی تعظیمی یا اخلاقی لفظ سے ہر شخص خواہ ہندو ہو یا مسلمان یاد کیا جانا چاہیے، ہندی میں لفظ شری یوت یا شرمیان ایسے جامع ہیں کہ جو ہر شخص کی نسبت استعمال کیے جا سکتے ہیں، کسی خاص قابلیت کی ضرورت نہیں رکھتے، اس کے علاوہ لالہ، یا بو، پنڈت اور بہت سے الفاظ ہیں جو خاص خاص ہندوؤں کی جماعت کی نسبت بلا لحاظ قابلیت یا درجہ استعمال ہو سکتے ہیں، ایسا ہی کوئی خاص لفظ مسلمان صاحبان کے لیے بھی ہونا چاہیے، مولوی یا منشی بھی ہر شخص کو نہیں کہا جا سکتا۔ میرے خیال میں لفظ صاحب نام کے اخیر میں قریب تر لفظ مسٹر کے معلوم ہوتا ہے، لیکن آپ کی رائے صائب کی ضرورت ہے۔

فقط موتی لال نہرو

(۷)

آنند بھون الہ آباد
۲۳ر ستمبر

مکرمی و محترمی جناب مولانا صاحب زاد لطفکم! آداب عرض ہے۔

متفقہ فتویٰ علمائے ہند جس پر جناب کے بھی دستخط ہیں اس کے جواب ملکہ (صفحہ ۴) کی نقل جو متعلق کونسل ہے

ہمرشتہ ارسالِ خدمت ہے، جہاں تک میں اس جواب کو سمجھا ہوں اس کا تعلق ایسی کونسلوں سے ہے کہ جن میں جا کر معاونت حکومت کی جائے، دورانِ تحقیقات کمیٹی سول نافرمانی بعض صاحبان نے اس غرض سے کونسلوں میں جانے پر زور دیا ہے کہ وہاں ہر امر کی جو گورنمنٹ کی طرف سے پیش ہو مخالفت کی جاوے بشرطیکہ کثرت ایسے ممبروں کی ہے کہ تارکین موالات ہیں، اس کا اثر لازمی یہ ہوگا کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو قانون یا تجویز پیش ہوگی اس کو کونسل کثرت رائے سے خارج کرے گی، گو یہ صحیح ہے کہ گورنر یا گورنر جنرل کو اختیار ہے کہ کثرت رائے ممبران کے خلاف کسی قانون یا تجویز کو اپنے حکم سے بعض صورتوں میں نافذ کر دے یا نافذ ہونے سے روک دے، مگر اوس میں ممبران کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ فتویٰ علمائے کرام کونسل میں اس غرض سے بھی جانے کا مانع ہے کہ ——— وہاں جا کر ہر امر میں خواہ اچھا ہو یا برا گورنمنٹ کی مخالفت کی جائے (اور اسی طرح سے) گورنمنٹ کی کل کارروائی جو بذریعہ کونسلوں کے ہوتی ہے مسدود کر دی جائے جن صاحبوں نے اس غرض سے کونسلوں میں جانے کی رائے دی ہے ان کا قول یہ ہے کہ یہ عمل عین ترک موالات ہے جو فریق ثانی کے گھر میں گھس کر کیا جائے گا اور کسی طرح داخل معاونت حکومت نہیں ہے، اس کی نسبت جناب کی کیا رائے ہے؟ زیادہ تر مجھے جناب کی رائے کی اپنے اطمینان کے لیے ضرورت ہے، لیکن اگر اجازت ہوگی تو اس کا حوالہ رپورٹ کمیٹی سول نافرمانی میں جو میں تجویز کر رہا ہوں دیا جائے گا۔ اس قدر اور عرض کر دینا مناسب ہے کہ بعض اہلِ اسلام صاحبان نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اگر فتویٰ علما سدِ راہ نہ ہو تو ان کو کونسل میں جا کر گورنمنٹ کی مخالفت کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا امر غور طلب فقرہ حرف (د) جواب مذکور کا ہے اس کا اس قدر مضمون کہ حکومت کی وفاداری اور طاعت شعاری و بہی خواہی کی قسم کھانا بھی ضروری ہے صحیح نہیں ہے، قسم وفاداری بادشاہ نہ کہ حکومت کی کھانا لازمی ہے یہ قسم اس حالت موجودہ میں کہ جب تجویز آزادیٔ کامل ——— پیش کردہ مولانا حسرت موہانی تینوں جماعتوں سے (یعنی کانگرس، مسلم لیگ و خلافت) نامنظور ہو چکی ہے بظاہر ممنوع نہیں ہے جب آزادیٔ کامل پر استدلال کرنے کا وقت آئے گا غالباً نہ کونسلوں میں جانے کی ضرورت رہے گی اور نہ قسم کھانے کی اُس کے متعلق براہِ کرم جواب سے جلد سرفراز فرمائیے۔ رائے عالی سے مطلع فرمائیے۔ زیادہ شوق

خاکسار موتی لال نہرو

(اقتباس از متعلقہ فتویٰ)

ترکِ کونسل کے وجوہ حسب ذیل ہیں :۔

(الف) کونسل قانونی ہو یا انتظامی۔ اس کا مقصد نظامِ حکومت کا استحکام و انصرام ہے جو کھلم کھلا حکومت کی معاونت ہے۔

(ب) کونسل میں اکثر غیر شرعی قانون وضع کیے جاتے ہیں جس کی تحریک یا تائید یا اس پر سکوت باوجود قدرت مخالفت کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (من)

رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ۔ اگر مسلم ممبران کونسل یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ جس کے شواہد واقعاتِ ماضیہ اور خود موجودہ قوانین کا نفاذ ہے۔

(ج) کونسل میں قوم انگریزی بھی ہوتی ہے جو ظالم و دشمنِ دین ہے اور ایسی قوم کے ساتھ اعزازی نشست شرعاً حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (سورۂ انعام)

(ترجمہ) پس یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مل کر نہ بیٹھو۔

(د) کونسل میں ممبران کے لیے حکومت کی وفاداری وطاعت شعاری وبہی خواہی کی قسم کھانا بھی ضروری ہے اور حالتِ موجودہ میں اپنی خوشی اور اختیار سے حکومت کی وفاداری اور طاعت وبہی خواہی مسلمانوں پر حرام ہے اس لیے وفاداری کی قسم شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

(جواب از حضرت مولانا عبد الباری)

کرم فرمائے فقیر زیدت معالیہ۔ بعد ما وجب عرض ہے کہ کرم نامہ موصول ہوا۔ فقیر فتویٰ پر دستخط نہیں کرتا ہے۔ ایک خط تحریض میں فتویٰ پر عمل کرنے کی غرض سے لکھا تھا جس کو حضرات علمائے فتویٰ کے ساتھ ثبت فرما دیا ہے۔ مناسب ہوتا کہ مفتیوں سے مفاہمت کر لی جاوے۔ ان کے ارشادات کی تعمیل ہوگی۔ رہا تحریک نان کو اپریشن میں تعین امور جس طرح کی گئی ہے اوسی طرح اخراج بھی ممکن ہے۔ امید ہے کہ جناب بخیریت ہوں گے۔

(۸)

آنند بھون الہ آباد
۷ جولائی ۲۲ء

جناب مولانا صاحب! تسلیم

نوازش نامہ مورخہ ۲۹ رجون بعد واپسی لاہور ملا۔

میں نہایت خوشی کے ساتھ صدارت کانفرنس بارہ بنکی قبول کرتا مگر چونکہ مجھ کو آل انڈیا سیول نافرمانی تحقیقاتی کمیٹی کے ساتھ برابر دورہ کرنا ہے اس وجہ سے موجودگی میری اس صوبہ میں ممکن نہیں ہے اور شرکت سے مجبوری ہے۔

امید ہے کہ آپ صاحبان کی سعی وکوشش سے کانفرنس مذکور کو پوری کامیابی ہوگی۔

فقط

موتی لال نہرو

خط، مہاراجہ کشن پرشاد صاحب حیدرآباد دکن

مولانا ۔ آداب و نیاز

اب کی مرتبہ فیضِ دیدار سے بہت کم سعادت حاصل ہوئی۔ خیال تھا کہ قبل از مراجعت حاضر ہو کر سعادت حاصل کروں لیکن تپ موسمی نے اپنے دل کا بخار نکالا۔ دو روز سے گویا مہمان ہے۔ یقین ہے کہ بزرگوں کی دعا اس کے دفعیہ کے لیے اکسیر کا حکم رکھے گی۔ دوسرے یہ کہ خواجہ پرشاد کی چھوٹی ہمشیرہ جس کی عمر دو سال کی ہے کھانسی سے علیل ہے۔ کمزوری ڈراتی ہے مگر فضلِ الٰہی ڈھارس دیتا ہے اور زبانِ حال سے کہتا ہے کہ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین اس کے لیے حضرت کی خاص توجہ ہو۔ اب اس وقت خادم کو بخار ایک سود و سے اعضا شکنی بڑے لطف کی ہے۔ ہر وقت میاں کا نام زبان سے نکلتا ہے اور دل ادھری رجوع ہے۔ بندہ زادے فقیر کی جانب سے خدا حافظ کہنے حاضر ہوتے ہیں۔ نیاز مند بصدق دل یہ عرض کرتا ہے بسلامت روی و باز آئی۔ افسوس ہے کہ اس صحبت میں فقیر حاضر نہ تھا جو حضرت نے شاہ نواز سلطان الہند روحی فداہ کے متعلق بقا باللہ فنا فی اللہ ہونے کے تحت فرما کر معترضین کو لاجواب فرمایا مگر خدا ان دلوں سے سمجھے جو کچھ بھی حس نہیں رکھتے اور موحدی کا دم مارتے ہیں۔ جل شانہٗ و عم نوالہٗ بہرحال اگرچہ بظاہر دور ہوں مگر حضرت کے اخلاق و عنایت نے نیاز مند کو خادم بنالیا ہے ہو المقصود۔

فقیر نیاز مند کشن پرشاد

لالہ لاجپت رائے

لاہور ۔ ۲۳ اپریل ۱۹۲۲ء

کرمفرمائے بندہ

گرامی نامہ شرفِ صدور لایا۔ جہاں یاد آوری کا مشکور ہوں وہاں آپ کا جواب سخت مایوس کن ہے۔ جناب جیسے بزرگوں کے درشنوں سے پبلک کا محروم رہنا سوائے بدقسمتی کے اور کیا کہا جائے۔ میں کچھ زیادہ لکھنے سے خائف ہوں کیونکہ جناب نے مذہبی پابندی لگا دی ہے۔ اس لیے میں سوائے اس کے کہ سادہ ہاراں طور پر ایک دفعہ پھر التجا کروں کہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرما دیں اور کچھ عرض نہیں کر سکتا۔

میں ہوں آپ کا نیاز مند لاجپت رائے

چھبیلے لال گوسوامی

برندا منجانہ ۲۰ ۔ اگست ۱۹۲۰ء

جناب والا جناب حضرت مولانا صاحب دام عنایتکم ۔ بعد آداب و تسلیمات کے عرض ہے ۔ جناب کا والانامہ

مورخہ ۸ ذی الحجہ صادر ہو کر باعث مشکوری ہوا۔ جناب کے مبارک خیالات کا بہت بہت دھنباد ہے۔ جناب مولانا صبغت اللہ صاحب شہید و جناب مولانا حسرت موہانی صاحب کو ضرور شرکت جلسہ ہندو سبھا کے لیے بھیجنے کی عنایت کریں۔ ہمارا دلی منشا ہے کہ جہاں تک ہندو مسلمانوں کی اپنی کوششوں کا تعلق ہے وہاں تک محض باہمی خلوص و محبت و پابندیٔ مذہب کے ساتھ کل کام ہو اور جہاں تک گورنمنٹ فوج و بیرونی مسائل کا تعلق ہے وہاں تک متحدہ کوشش سے کام ہو۔ امید ہے خدا تعالیٰ ہماری کوششوں میں برکت دے گا۔

نیاز مند پھبیے لال گوسوامی
سکرٹری استقبالیہ کمیٹی ہندو کانفرنس

مکرر عرض ہے کہ ہر دو صاحبان کا زادِ راہ استقبالیہ کمیٹی کے ذمہ ہوگا۔

سوامی شردھانند سنیاسی

از دہلی ۶ رجون ۱۹۲۰ء

جناب مکرم بندہ مولانا عبدالباری صاحب۔ نمستے

آپ اس وقت قومی کام میں سرگرمی سے مصروف ہیں اور اس وقت کی بڑی تحریک کا بہت کچھ انحصار آپ پر ہے اس لیے آپ کو تکلیف دینا ٹھیک نہیں لیکن حامل خط ہذا مسٹر داس راؤ نثری بیت راؤ وکیل علاقہ حیدرآباد میرے پرانے دوست مسٹر کیشو راؤ وکیل حیدرآباد دکن کے رشتہ دار ہیں اور ان کی سفارش لائے ہیں۔ یہ عہدہ منصف کے خواستگار ہیں اور ان کا تقرر کلیتاً جناب مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب[1] کے نام لکھ دیں کہ اگر سائل کی لیاقت میں شک نہ ہو تو وہ ان پر مہربانی کریں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو اس طرح کا خط لکھنے کا کوئی استحقاق نہیں لیکن مسٹر داس راؤ کی ضد پر میں نے یہ خط لکھ دیا ہے۔

آپ کا نیاز مند فقیر شردھانند سنیاسی

مولانا المحترم ادام اللہ حیوٰکم۔ السلام علیکم۔ میں نے بھی جداگانہ انھیں ایک خط مرزا صاحب کے نام کا لکھ کر دیا ہے اگر آپ بھی براہِ مہربانی انھیں ایک خط لکھ دیں گے تو ان کا مقصد امید ہے کہ پورا ہو جائے گا۔

اجمل ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

خط، مہاشہ کرشن

از دفتر پرکاش لاہور
۱۸۔ ستمبر ۱۹۱۹ء

مولانا۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور علمیت کی شہرت تو میرے کانوں میں مدت سے پہنچ چکی تھی۔ اور میرے دل میں آپ کے لیے عزت تھی لیکن جب سے آپ کا تار بنام مہاتما گاندھی اور مہاتما جی کی چٹھی اخبارات میں شایع

---

[1] چیف جسٹس حیدرآباد۔

ہوئے ہیں جب سے وہ عزت اور گہری ہو گئی ہے۔ میں نے تو آپ کا تار اور مہاتما جی کی چٹھی پرکاش کے اس پرچہ میں شایع کر دی ہے
آپ کے ان خیالات کو جان کر مجھے یہ جرأت ہوئی کہ آپ سے پرکاش کے رشی نمبر کے لیے ایک مضمون کی درخواست کروں۔ رشی نمبر
کیا ہے وہ آپ کو ساتھ کی مطبوعہ چٹھی سے معلوم ہو جائے گا۔ سوامی دیانند بھی گئو رکھشا کے زبردست حامی تھے اور آپ بھی ہیں
اس لیے کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اس مضمون پر ایک تحریر بھیجنے کی مہربانی کریں۔ ہندو مسلمانوں کے اندر اس وقت جو اتفاق کی لہر
چل رہی ہے اس کو آپ کے اس مضمون سے بھاری امداد ملے گی

نیاز مند

کرشن اڈیٹر پرکاش لاہور

کاشی پرشاد مصر

از بارہ بنکی

جناب مولانا صاحب مدظلہ اللہ تعالیٰ۔ بعد از بندے ماترم ملتمس مدعا یہ ہے کہ یہ خبر فرحت اثر بارہ بنکی میں ہے کہ شریمان مہاتما گاندھی جی لکھنؤ میں قدم رنجہ فرما کر رونق افروز ہونے کو ہیں۔ اہل بارہ بنکی کی استدعا جناب سے ہے کہ براہ کرم جس وقت آپ سندھ میں شریمان جی سے ملاقی ہوں ہم لوگوں کی استدعا ان کی خدمت میں پیش کر دیں کہ جب لکھنؤ تشریف لاویں اوس وقت ایک روز کے لیے بارہ بنکی کو بھی اپنے درشنوں سے فیضیاب کریں۔ ہم لوگ آپ کی اس مہربانی کے ازحد مشکور رہوں گے۔

خادم قوم

کاشی پرشاد مصر از بارہ بنکی

خطوط، بشمبر دیال ترپاٹھی، گنیش پرشاد، حفیظ الدین

۲۔ اگست ۱۹۲۱ء از قصبہ بانگرمئو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعالیخدمت فیضدرجت محترم و محتشم جناب مولانا صاحب قبلہ مدفیضہ

ہم لوگوں کی استدعا کے لحاظ سے امید قوی ہے کہ جناب صدر صاحب خلافت کمیٹی اناؤ نے باقاعدہ حضور والا سے تشریف آوری کی استدعا کر دی ہوگی لیکن ہم ناچیز خدام بھی اپنا فرض جانتے ہیں کہ حضور والا سے مکرر التجا کریں کہ حضور والا ۶۔ اگست یوم شنبہ کو اس چھوٹے قصبہ میں قدم رنجہ فرماویں تاکہ حضور بہ آرام ۷۔ اگست یوم یکشنبہ کے جلسہ خلافت میں دس بجے دن کو شرکت فرما سکیں۔ حضور والا ہم لوگوں نے یہ انتظام کر لیا ہے کہ ۶۔ اگست کو ۵ بجے شام کو ہم ناچیز خدام جناب کے استقبال کے لیے قصبہ سے باہر موجود رہیں اس کا کل انتظام ہم نے مکمل کر لیا ہے اور اعلان بھی کر دیا ہے۔ ہم لوگوں کی شرم آپ کے دست مبارک میں ہے جس کی ہم کو قطعی امید ہے کہ جناب خیال فرماویں گے۔

خادمان بشمبر دیال ترپاٹھی، گنیش پرشاد، حفیظ الدین انچارج تلک شفاخانہ

(۲)

۴ ر اگست از بانگرمئو

بہ اعلحضرت سرکار شریعت مدار - اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۳- اگست کو حضور کی خدمت میں نیاز نامہ ارسال کر دینے کے بعد جناب صدر صاحب خلافت کمیٹی ضلع اناؤ کا خط ملا جس میں اونھوں نے تحریر فرمایا تھا کہ حضور کا آنا دشوار ہے اس لیے تم لوگوں کو خود خدمت اقدس میں جاکر درخواست کرنا چاہیے حضور روانا یہاں کی حالت اور مسلمانوں کی شرم انگیز بے حسی کی کیفیت کو آپ غالباً سن چکے ہیں اور ہمارے مکرم دوست عبدالرؤف خانصاحب نے بھی جو ۳ ذی الحجہ کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے مفصل بیان کیا ہوگا۔ یہ تمام امور ایسے تھے کہ جنھوں نے باوجود کسی جمعیت نہ ہونے کے ہم لوگوں کو مجبور کیا کہ عام جلسہ کر کے مسلمانوں کو اون کے فرائض بتلا دیئے جائیں۔ سوا برس کا عرصہ ہُوا کہ یہ ناچیز برابر کوشاں ہے لیکن بدقسمتی نے اس وقت تک مایوس و مجبور رکھا ہے۔ پہلے تو ہمارے عنایت فرما مولانا نفیس الدین نے یہ وعظ شروع کیا کہ مسئلہ خلافت کوئی دینی مسئلہ نہیں ہے اور جمعیت علماء اس کے خلاف ہے پھر جب میں نے فتاوے منگوائے تو ارشاد ہوا کہ یہ غلط اور مصنوعی ہیں اس لیے مسلمان اس امر پر آمادہ کیے گئے کہ اگر تم سچے ہو تو مولانا عبدالباری صاحب قبلہ کی زبان سے سند لادو اس کا وعدہ بھی اس ناچیز نے کیا تب مسلمانوں سے یہ ارشاد ہوا کہ اوس شخص کے امکان میں نہیں ہے کہ ایسا جلسہ کر سکے اور اوس میں حضور تشریف لاویں اس کے بعد جب صفی پور میں حضور نے تشریف آوری کا وعدہ فرما لیا اور اوس کا اعلان کر دیا گیا تو مسلمانوں سے کہا گیا کہ خبردار جلسہ میں نہ جانا کیونکہ مسلح گارد آوے گا اور جلسہ پر گولیاں چلا دے گا۔ گن مشینیں لگائی جاویں گی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے حکم دے دیا ہے کہ جتنے لوگ بھی جلسہ میں شریک ہوں سب کا چالان کیا جاوے اس پر بھی اطمینان نہ ہُوا تو ڈپٹی کمشنر صاحب کو پرائیویٹ طور پر اطلاع دی کہ جلسہ میں سخت بدامنی اور فساد کا اندیشہ ہے جلسہ روک دیا جاوے جس کا یہ نتیجہ ہُوا کہ صفی پور میں یکے روک دیئے گئے۔ جب یہ بھی ترکیب چلتی نظر نہ آئی تب نہایت شد و مد سے یہ کوشش شروع کی کہ کوئی شخص چندہ نہ دے لیڈران اور علماء کو کوئی اپنے مکان پر ٹھہرنے نہ دے کہیں قرب وجوار سے بھی فرش و شامیانہ وغیرہ نہ ملے لیکن خدا نے اس میں بھی اپنے خادموں کو کامیاب فرمایا۔

اب آجکل یہ ہو رہا ہے کہ گھر گھر دورہ ہو رہا ہے لوگ سمجھائے اور دھمکائے جا رہے ہیں اور یہ بھی فرمائے جاتے ہیں کہ مولانا عبدالباری صاحب نے آنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ میں نے اون کو منع کر دیا ہے اون کے نزدیک ان لوگوں کی کوئی وقعت نہیں یہ محض تم کو دھوکا دیتے ہیں تم گرفتار ہو گے یہ تماشا دیکھیں گے تم چندہ دوگے اور یہ فضول اڑا دیں گے دیکھ لینا ہرگز مولانا نہ آئیں گے۔ یہ واقعات سن لینے کے بعد اب خود ہی حضور فیصلہ فرما دیں کہ اگر حضور نہ آئیں تو پبلک پر کیا اثر ہوگا اور جلسہ کا کیا نتیجہ ہوگا آیا ہم خدام آیندہ کسی کام کے رہیں گے آیا پھر پبلک پر ہمارا کوئی اعتبار رہوگا، آیا ہمارے امکان میں ہوگا کہ کبھی ہم یہاں خلافت کمیٹی کے لیے کوئی خدمت کر سکیں۔ آیا جناب اس کو پسند فرما دیں گے کہ آپ کے خدام تمام پرگنہ میں ذلیل و خوار ہو جاویں کیا یہ سُن کر بھی حضور یہاں کے بدقسمت مسلمانوں کی خراب حالت پر متوجہ نہ

ہوں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب کے متعلقہ کام بہت اہم ہیں لیکن پھر بھی اس کی کیا ضرورت نہیں ہے کہ ایک جگہ مسلمانوں کو ذلت کے قعر میں ڈھکیلا جا رہا ہے اور صرف آپ کی دستگیری سے یہ امید ہے کہ وہ نکل جائیں۔ اور آپ تکلیف سفر کو گوارا فرما کر اون کی دستگیری کریں۔ حضور ہمارے پیشوا ہمارے سردار اور ہمارے ہادی ہیں۔ ہم کو حق ہے کہ خادمانہ اصرار آپ سے کریں اور آپ کو تشریف آوری پر مجبور کریں۔ حسب تحریر جناب صدر صاحب ضلع ہم حاضر ہوتے لیکن کام کرنے والے صرف دو چار ہی ہیں اس لیے خوف ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی بھی ہٹ جاوے گا تو جملہ انتظامات ابتر ہو جاویں گے۔ علاوہ بریں اس کو بھی ضروری جانتے ہیں کہ چونکہ نقد قلیل ہے اس لیے جتنا سفر میں خرچ کیا جائے وہ جلسے کی مقامی کامیابی پر لگایا جاوے اس لیے ہم مکرر التجا کرتے ہیں کہ حضور خدا کے لیے وقار اسلام کے لیے عزت ملی کے لیے تشریف آوری کا قطعی ارادہ کر کے ہم ناچیزوں کو مطلع فرما دیں تاکہ ہمارے قلوب خوشی سے لبریز ہو کر قوی ہو جاویں۔ ہم نے محض خدا پر بھروسہ کر کے اس کا اعلان کر دیا ہے کہ حضور مع مولانا سلامت اللہ صاحب۔ علامہ ہندی صاحب۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب و مولانا حسرت صاحب و پنڈت ہرکرن ناتھ صاحب مصرا و ڈاکٹر مراری لال صاحب ۱۹۔ اگست یوم جمعہ ۵ بجے شام کو بانگرمئو پہونچ جاویں گے۔ جس قدر ممکن ہو سکا ہے ۱۹ کو استقبال کا بھی انتظام ہے۔ اگر سرکار عالی تبار ہماری عاجزانہ التجا پر توجہ نہ فرماویں گے تو ہماری نہایت ہی ذلت کا باعث ہوگا اور وہ وقت ہمارے لیے نہایت شرمندگی اور ناکامی کا ہوگا جبکہ ہم بیرون قصبہ حاضر ہوں گے اور بلا حضور کو لیے واپس ہوں گے۔

آپ کے ناچیز خدام

بشمبر دیال ترپاٹھی، گنیش پرشاد، حفیظ الدین احمد انچارج ملک شفاخانہ
بانگرمئو

خط، رامچندر شرما کسان سیوک

از الہ آباد مورخہ ۹ رجنوری بدھ

حضرت پیران پیر والا شان مولانا عبدالباری صاحب

از (ا۔ل۔م) سلام عالیک۔ غریب کو جو آپ نے تکلیف کر کے یہاں تک پہونچایا اوس کا شکر خدا کے یہاں ہزار زبان سے بھی بیان نہیں کر سکتا۔ میرے ساتھی بھائی صاحب نے میرے ساتھ بڑی نیکی کی کہ جس کا بدلہ تاعمر نہیں دے سکتا ہوں۔ خیر اپنی دعا دیتے رہیے گا۔ مولوی سلامت اللہ صاحب وغیرہ بھائیان کو سلام علیکم اور کسان سبھا خوب زور سے کرتے رہنا۔ جن کے آپ نے نام لکھے ہیں اون کا بندوبست کسانوں کو کہہ سن کر کرا دیا کرنا تاکہ اپنے کام میں آویں۔ خط بھیجتے رہیے گا۔ واجب تھا سو عرض کیا۔ زیادہ حد ادب۔

آپ کا کتا نیازمند رامچندر شرما کسان سیوک

بھائی صاحب جواہر لال جی سے ملا ہوں حقیقت سب گوش گذار کر چکا ہوں۔

خط، سکرٹری آریہ سماج، لکھنؤ

از سیول لائنس لکھنؤ
۱۹ر فروری ۱۹۲۲ء

مہربان بندہ دنماشتہ د ہند و دین محمدیؐ جناب مولوی عبدالباری صاحب دام عنایتہ! ۔ نمستے
خدمت آں جناب میں دو قطعہ نوٹس متعلق جلسہ آریہ سماج بھیجے جاتے ہیں اور شرکت جلسہ کے لیے بصد عجز دانکسار دعوت دی جاتی ہے ۔ جناب کی تشریف آوری باعثِ عزت ہوگی اور جلسہ کی رونق کو مزید کرے گی ۔ نیز برادرانہ تعلقات جو جناب کی ذاتِ بابرکات سے پیدا ہوئے ہیں اون کو مستحکم بنا دے گی ۔ امید کہ جناب ضرور شرکت فرما دیں گے ۔

آپ کا خیر طلب
دستخط انگریزی سکرٹری آریہ سماج سیول لائنس لکھنؤ

(مولانا کا جواب)

جناب من بعد سلام مسنت اسلام التماس ہے کہ دعوتی خط موصول ہوا ۔ یاد آوری کا مشکور رہوں ۔ تاریخ متعینہ پر دہلی میں ایک اہم مشورہ کا جلسہ ہے اگر موقع ہُوا تو وہاں جانا ضروری ہے ورنہ وہاں بھی شریک ہونے کی بعض امور لاحقہ کے باعث امید نہیں ہے اس واسطے جناب کے جلسہ کی شرکت سے بھی معذور ہوں امید ہے کہ معاف فرمائیں گے ۔ میری دلی آرزو ہے کہ ملک میں چین و آرام سے تمام اقوام بسر کریں ۔ خوشی حرفی اتحاد و یگانگت کے ساتھ ہموطن رہیں ۔ مجھے اپنے خدا سے امید ہے کہ یہ آرزو میری پوری ہوگی ۔ میں جلسہ میں شرکت کروں یا نہ کروں ۔ آپ حضرات کا خیر اندیش ہوں ۔ زیادہ چہ فقط

خط، لکشمی دت سکرٹری ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی آگرہ

آگرہ ۔ ۲۷ر جون ۱۹۲۰ء

کرمفرمائے بندہ مولوی صاحب تسلیم ۔ آپ کو شاید بذریعہ اخبار معلوم ہو گیا ہوگا کہ اہالیانِ آگرہ ۳۱ر جولائی و یکم اگست کو آگرہ کمشنری کی کانفرنس منعقد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم لوگ یہ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ جب تک آپ جیسے ملک و قوم کے منفقد ر لیڈر و رہنما ہماری رہنمائی کا بار اپنے سر پر نہ لیں گے تب تک ہمارا کانفرنس کرنا نہ کرنا برابر ہے ۔ آگرہ میں کوئی پبلک زندگی نہیں ہے اور جناب کو یہ معلوم کر کے افسوس ہوگا کہ شاہانِ مغلیہ کی یہ یادگار بہ اعتبار پبلک زندگی قریب قریب مردہ حالت میں ہے ۔ ایسی صورت میں اس کی مردہ ہڈیوں میں جان ڈالنا صرف آپ ہی جیسے پیشوایان ملک کی طاقت میں ہے اس لیے ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی آگرہ کی یہ زبردست خواہش ہے کہ

اس موقع پر جناب شریک کانفرنس ہو کر آگرہ میں بھی اتنی جان ڈال جائیں تاکہ آنے والی جد وجہد میں یہ بھی باقی ملک کے ساتھ چل سکے ۔ چونکہ ہم لوگوں کا یہ مصمم ارادہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہوگا ہم آپ کو اس مرتبہ آگرہ لائے بغیر ہرگز نہ چھوڑیں گے اس لیے مجھے یقین کامل ہے کہ جناب ہم لوگوں کو مزید پریشانی و فضول اخراجات سے بچانے کے لیے ہماری دعوت کو اسی عریضہ پر قبول فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے جس کی کہ ہم آپ کی حب الوطنی و بزرگانہ شفقت سے امید رکھتے ہیں ۔

جواب کا منتظر

نیاز مند لکشمی دت سکرٹری ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی آگرہ

خط، رام چندر لال مختار

از بلیا ۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۰ء

جناب من ۔ تسلیم ۔ جناب مہاتما گاندھی صاحب نیز جناب مولوی شوکت علی صاحب کا دورہ صوبجات متحدہ میں عنقریب ہونے والا ہے ۔ ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ جناب کے متعلق دورہ کا پروگرام تیار کرنا سپرد ہوا ہے یہاں کی پبلک جناب مہاتما جی و نیز دیگر اصحاب کی زیارت سے مستفید ہونے کے لیے بیحد خواہشمند ہے ۔ کیا ہم لوگ جناب سے یہ امید کریں کہ ازراہ کرم پروگرام میں بلیا بھی درج فرما دیں گے ۔

آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ بلیا سب سے پچھڑا ہوا ہے کیا آپ صاحبان اس کو اٹھانے کی کوشش نہ کریں گے ۔ بلیا کے پیچھے رہنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ پولیٹکل اصحاب اس ضلع پر بہت کم توجہ فرماتے ہیں ۔ یہاں کی پبلک ترکِ موالات کی اسکیم عموماً پسند کرتی ہے ۔ کوئی لیڈر کے نہ ہونے سے یہاں کے لوگوں کے احساس کا اظہار نہیں ہوتا ہے ۔ آپ و نیز مہاتما گاندھی جی کی تشریف آوری سے یہاں لیڈر بھی پیدا ہوں گے اور پبلک عملی طور پر اور اضلاع سے پیچھے نہ رہے گی ۔ جواب بواپسی ڈاک تحریر فرمائیے کہ کس تاریخ کو جناب مہاتما جی بلیا کو سرفراز فرما دیں گے ۔ آپ کے آنے پر ہم لوگ استقبال کریں گے ۔ جواب خلاف آنے پر ہم لوگوں کو بہت مایوسی ہوگی ۔ استقبال و نیز دیگر امورات کی نسبت ضروری ہدایات بھی تحریر فرما دیں گے تو ہم لوگ جناب کے ممنون ہوں گے ۔

آپ کا خادم رام چندر لال مختار بلیا

خط، سوامی ستیہ دیو

موہنی بھون ۔ دہرہ دون ۷ ۔ اپریل ۱۹۲۴ء

میرے معزز مولانا عبدالباری جی ۔ بندے ماترم

آج میں آپ کا تھوڑا قیمتی وقت لیتا ہوں ۔ میری اُردو اتنی اچھی نہیں امید ہے آپ غلطیاں معاف کریں گے ۔

اخبار تیج دہلی میں چھپا ہے کہ مذہب اسلام کے رُو سے اگر کوئی مسلمان اپنا مذہب اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب میں چلا جائے تو وہ واجب القتل ہے کیا یہ سچ ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ نے ایسا فتویٰ دیا ہے کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ مہربانی کر کے اس کا جواب مجھے ضرور دیں کیونکہ اگر یہ سچ ہے کہ اسلام مذہبی آزادی نہیں دیتا۔ اگر یہ سچ ہے کہ اسلام خیالات کی آزادی کے برخلاف ہے تو یہ تو بڑی ہی خوفناک بات ہوگی۔ اور ایسا مذہب کسی بھی ملک اور سوسائٹی کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ آپ عالم ہیں آپ سے مجھے پوری روشنی اس معاملہ میں ملے گی۔ آپ مجھے ضرور سچ سچ بات بتا دیں گے اور اپنی طاقت بھر میری تسلی کر دیں گے۔

آپ کا پرانا بھگت سوامی ستیہ دیو

مہربانی کر کے بہت صاف اُردو لکھیں گے تاکہ میں پڑھ سکوں۔

خط، موہن لال نہرو

از پراونشل کانگریس کمیٹی۔ الہ آباد

۲۸ رجنوری ۱۹۲۱ء

مکرم بندہ تسلیم۔ پنڈت موتی لال صاحب نہرو کے پاس موپلا ملک سے تار آیا ہے کہ کانگریس کمیٹی نے ستم زدہ بندوں کو امداد کرنا شروع کر دی ہے مگر روپیہ کی تنگی سے وہ پریشان ہے اور روپیہ مانگا ہے۔ پنڈت صاحب موصوف کی رائے ہے کہ چند معزز اشخاص کے نام سے ایک اپیل اپنے صوبہ میں جاری کیا جاوے جس میں جناب بھی ایک ہوں۔ اپیل وہ لکھ رہے ہیں اور آج تیار کر دیں گے۔ پروف آپ کی خدمت میں بھیجا جاوے گا۔ مہربانی فرما کر اپنے نام نامی کو شایع کرنے کی اجازت دیں۔ جواب بذریعہ تار عنایت ہو۔

بندہ موہن لال نہرو سکرٹری

خط، کرشنا کانت مالویہ

از الہ آباد۔ ۵ رجون ۱۹۲۰ء

مخدوم و مکرم جناب مولانا صاحب۔ تسلیم

عید کے ایک یوم قبل پاس ہی کے ایک موضع میں ہندو اور مسلمانوں میں جھگڑا ہو گیا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمان ایک سانڈ ذبح کرنا چاہتے تھے قصہ کوتاہ ۳ مسلمانوں کے گھر جل گئے۔ شکر اتنا ہے کہ کسی کو کسی طرح کی چوٹ نہیں لگی۔ بات تو یہ ہے کہ جھگڑا ہوا ہی نہیں مسلمان بھائی یہ کہتے ہیں کہ ہم چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ کچھ ہندو مسلمان لیڈران اس موضع میں گئے تھے اور خواہش یہ تھی کہ جھگڑا آپس میں طے کیا جاوے لیکن ہمارے کچھ بزرگ مسلمان لیڈروں کی کچھ خواہش دوسری ہے

ہم لوگوں نے مکان بنائے جانے کے لیے سیوا سمت سے پانچ صد روپیہ دیئے اور ارادہ تھا کہ آس پاس کے ہندو باشندوں کو روپیہ دے کر سب مکان اچھی طرح سے درست کر دیئے جاویں۔ لیکن ہمارے مسلمان لیڈران کی مرضی دوسری ہے۔ وہ اس بات کے کوشاں ہیں کہ ہندوؤں کا پیسہ نہ لیا جاوے پرائیویٹ میٹنگوں اور مسجدوں میں یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم جانتے تھے کہ ہندوؤں سے میل نہیں ہو سکتا۔ یہ ہمیشہ دغا کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ مذہبی جوش پیدا کیا جائے اور قومی نفرت۔ نتیجہ کیا ہوگا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ آپ سے استدعا کی جاتی ہے کہ مہربانی کر کے تکلیف اٹھا کے آپ یہاں الہ آباد ضرور تشریف لایئے ورنہ قصہ طویل ہو جاوے گا۔ جواب سے بذریعہ تار مطلع کیجیے گا۔

کرشنا کانت مالویہ

خط، مولانا شوکت علی

اللہ اکبر

چھندواڑہ

۲۶ / جنوری ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور سے رخصت ہو کر ہم لوگ مع الخیر جمعہ کے دن شب کو یہاں پہونچے راستہ کی تھکن اور اوس سے زیادہ رامپور کے قیام کی مہمان نوازیوں کا اثر اب کہیں جا کر دور ہوا ہے۔ اخبارات دس ہفتہ کے بالکل نہیں پڑھے تھے۔ یہاں تک کہ اطمینان کے ساتھ لیگ اور کانگریس (کے ریزولیشن) بھی نہیں دیکھے تھے۔ اس ہفتہ میں خوب سوئے اور تمام گذشتہ اخبارات کو بھی پڑھا۔ اب جا کر طبیعت اور زندگی معمول پہ آئی ہے۔ بڑا مکان ہے اوس کی تنہائی ویسے ممکن تھا وحشت پیدا کرتی مگر اب کی مرتبہ اوس کی خموشی سے دل خوش ہوا۔ اب خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور اس لیے حضور سے معافی کا خواستگار ہوں کہ اب تک خیریت مزاج نہیں دریافت کر سکا تھا۔ رامپور اور لکھنؤ کی ملاقاتیں کچھ ایسی عالم خواب اور گھبراہٹ میں ہوئیں کہ اون سے نہ تو قلب کو اطمینان ہوا اور نہ دل کو سیری، یہ بالکل پہلے جیسے کی ملاقاتیں نہیں۔ خدا کرے کہ جلد خدمت عالی میں، قدمبوسی کا موقع ملے اور اطمینان سے عرض معروض کر سکوں ———

بالتوڑوں نے بھی یہاں تنگ کیا۔ اب ایک پاؤں میں رہ گیا مگر وہ بھی تکلیف دہ نہیں رہا ہے۔ کارخانہ کے متعلق ابھی رامپور سے مفصل اطلاع نہیں ملی ہے کہ لکھنؤ سے کیا جواب گیا۔ انکار کی تو گنجائش نہ تھی۔ مگر ان حضرت سے کوئی فعل بھی بعید نہ تھا۔ بمبئی کے خطوط سے طلبی کا تقاضا تھا۔ میں نے مفصل حالات رامپور لکھ دیئے ہیں۔ جہاں سے ضرور ہمدردی اور امداد کی اُمید ہے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ضمانت کارخانہ کی خود نہایت معتبر ہے۔ سوائے فائدے کے نقصان کا اندیشہ نہ تھا۔ گورنمنٹ ہند کا آخری جواب آگیا کہ وہ ہمارے کارخانوں کا سود کا نقصان نہیں دے سکتی۔ ۶۰ ہزار کا مطالبہ تھا جو ہماری جیبوں سے گیا تھا۔ ہماری درخواست معقول تھی اور ممبران کمیٹی نے بھی اوس کو اپنی رپورٹ کے ساتھ بھیجا تھا۔

سوائے صبر و شکر کے کیا چارہ ہے۔ خدا ہمیں نعم البدل دے گا۔ ایسی رقم حقیر سے ہمارا فائدہ کیا تھا اور جنگ

کے اخراجات ہیں معلوم بھی نہیں ہوتی۔ کمیٹی کی رپورٹ کا نتیجہ مانگا ہے دیکھیے کب اطلاع ملتی ہے۔ میں نے کل خط لکھ کر بمبئی جانے کی اجازت طلب کی ہے تاکہ حسب منشا روپیہ کا انتظام ہو کر ادائگی کر دی جائے۔

حضور اب تحریر فرما کر مشیر حسین صاحب کو بلوائیں۔ تاکہ کام میں آسانی ہو۔ اونھوں نے بھی اس ۴ سال میں خوب آرام اور فاقہ کشی کر لی ہو گی، اب تھوڑا کام بھی کریں۔ اس ۴ ہفتہ کی رخصت سے کافی تجربہ ہو گیا کہ انشا اللہ ہم لوگ پوری محنت اور جفاکشی سے کام کر سکیں گے۔ یہ زمانہ ہمارا بے کار ضائع نہیں ہوا۔ خدائے برتر کے تمام کاموں میں حکمت ہوتی ہے۔ ہم کو خوشی ہوئی کہ ہماری معمولی خدمت کو اس درجہ بڑھا چڑھا کر مسلمان دیکھتے ہیں۔ اس رخ سے ہمارا بیوپار بُرا نہ تھا۔ لکھنؤ میں حضور دفتر کے لیے مکانات وغیرہ کی تلاش فرمائیں۔ زمین عمدہ مل جائے تو کیا کہنا۔ وسط شہر میں ہو اور مسلمان آبادی کے قریب۔ مگر فی الحال تو کرایہ کا مکان وغیرہ لینا پڑے گا۔ علاوہ دفتر کے ۱۵ یا ۲۰ آدمیوں کے رہنے کے لیے کافی ہو۔ جب سے ہم یہاں آئے ہیں کم و بیش روزمرہ بارش ہو رہی ہے۔ مگر بیچ میں دھوپ بھی نکل آتی ہے۔ آج صبح سے پھر ابر موجود ہے۔ ہمدم اور اخبارات سے یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ اوس طرف بھی معقول بارش ہوئی ہے۔ جس کی سخت ضرورت تھی۔ فرنگی محل کا میرے جسم کے برابر والا ناشتہ کا بکس آج کہیں جا کر خالی ہوا ہے۔ ہم لوگ کھاتے کھاتے اور کھلاتے کھلاتے تھک گئے مگر وہ ناشتہ ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ میرے کمرے میں رکھا ہوا ہے اوس کو دیکھ کر اور لکھنؤ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اگرچہ میرا ارادہ ہے کہ وہاں کے قیام میں ابتداءً جسمانی ورزشوں کا زیادہ زور رہے گا۔ تاکہ جسم کم ہو جائے اور اوس کے لیے شیرمال اور بالائی اور ربڑیاں آویں گی۔ ہم لوگ ہر حال میں خوش ہیں۔ بچے وغیرہ ابھی تک یاد نہیں آتے ہیں۔ غالباً ہفتہ عشرہ میں مکان اون کے بغیر سونا معلوم ہو گا۔ مگر اس عرصہ میں کوئی نہ کوئی بات صاف ہو جائے گی۔ مولوی عنایت اللہ صاحب، مولوی صبغۃ اللہ صاحب، قطب میاں صاحب، مولوی محمد یونس صاحب غرضیکہ سب کو سلام مسنون۔

خدا سے دعا ہے کہ حضور کی طبیعت اب بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہو گی۔ علاج ایک مرتبہ جم کر ہو جائے تاکہ تمام جسم صاف ہو جائے۔ محمد علی تندرست ہیں اور حضور کو دست بستہ سلام عرض کرتے ہیں۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۲)

رامپور

۱۵ فروری ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ عزیزی محمد نظام الدین صاحب تشریف لائے تھے۔ اور اون کا تار بھی حضور کو مل گیا ہو گا۔ وہ آج ہی واپس جاتے ہیں۔ میں حضور کا ہم خیال ہوں۔ ضرور ایسے نیک کام کے لیے جن سے مقاماتِ مقدسہ کی حرمت برقرار رہے اور اسلامی نقطۂ خیال کو ذمہ دار وزراء کے سامنے پیش کیا جا سکے امداد دینا چاہیے

اس رقم سے زیادہ بھی ضرورت ہو تو دیا جائے۔ فضول بنک میں پڑا رہنا بیکار تھا۔ اتنی رقم رہنی چاہیے جس سے اپنی کا کام بھی اچھا ہو سکے۔ چند علماء سے ملا ہوں اور کل پوری کوشش کروں گا۔ اور ہر ایک سے ملوں گا۔ حضور کو ایک خط میاں خواجہ احمد صاحب کو بھی لکھ دینا چاہیے۔ اگرچہ میں عرض کردوں گا کہ میں حضور کا پیامبر تھا۔ خدا کامیابی عطا کرے۔ مفصل خط کل کو لکھوں گا۔ اتوار کے دن شعیب صاحب۔ خلیق۔ عبدالرحمٰن صاحب اور چند اور احباب مراد آباد سے آگئے۔ معظم علی صاحب ایک نقل فتویٰ مراد آباد کے لیے طلب کرتے ہیں۔ غالباً حضور کو لکھا ہوگا۔ قطب میاں صاحب۔ مولانا سلامت اللہ صاحب اور بھائی الطاف کو سلام۔ خدا حضور کو زندہ اور سلامت رکھے۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۳)

اللہ اکبر

چھندواڑہ

۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ خدا حضور کا مرتبہ اور بلند فرمائے۔ اس وقت حضور وہ کام کر رہے ہیں جو حضور کے شایانِ شان تھا۔ اخبارات میں حالات پڑھ کر قلب کو جو مسرت اور ایمان میں جو تقویت ہوئی وہ خدا ہی جانتا ہے۔ لاکھوں مسلمانوں کے ایمانوں کو تازہ فرما دیا۔ "اللّٰھم زد فزد" میں معافی کا خواستگار ہوں کہ حضور سے لکھنؤ ملنے کے بعد اب تک خط نہ لکھ سکا۔ الٰہ آباد میں گاندھی صاحب سے پھر ملاقات ہوئی تھی اور مجھ کو بڑی خوشی ہوئی تھی کہ وہ دوسرے دن حضور سے ملنے لکھنؤ جا رہے تھے اور حضور کے ہی مہمان ہوئے تھے۔ اخبارات میں تمام حال پڑھا تھا امید ہے کہ وہ حضور سے مل کر مطمئن اور خوش ہوئے ہوں گے۔ مجھے اپنے بارے میں تو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی حضور سے تو عرض کر چکا تھا اب ملاقات اور قدمبوسی کا اشتیاق ہے۔ خدا کے حکم کی پابندی ان معاملات میں اب تک کی ہے اور اب بھی بفضلہ تعالیٰ کسی قسم کا اضطراب ہم دونوں کو نہیں ہے۔ اطمینان سے یہاں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہم دن ہوئے کہ چیف کمشنر اس صوبہ کے یہاں آئے تھے۔ پہاڑ پچمڑھی کو جاتے تھے۔ یہی راستہ ہے۔ اون سے ملاقات ہوئی نہایت درجہ اخلاق سے پیش آئے اور بہت ہمدردی کی۔ ہم نے دریافت کیا کہ ہم کو معلوم ہونا چاہیے کہ کمیشن نے ہماری نسبت کیا رپورٹ کی اور گورنمنٹ نے اوس پر کیا فیصلہ کیا۔ طرح طرح کی خبریں آتی ہیں۔ مگر ہم کو آج ۴ ماہ ہوئے کوئی باضابطہ اطلاع نہیں ملی۔ اون کو بھی بتایا کہ ایسا کیوں ہوا۔ ادھر یا ادھر جواب ضرور صاف صاف ملنا چاہیے تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ یہ نظربندیاں بغرضِ تحفظ تھیں نہ کہ سزاً پھر کیوں ہم لوگوں پر ۱۵ ہزار روپیہ سالانہ جرمانہ ہوتا ہے۔ یہ وہ رقم ہے جو ہم کو اپنی جیبوں سے سود میں ادا کرنی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ ہم کو ۲۰ ہزار واپس دے۔ جو ہم نے سود کا ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا الاؤنس کم از کم ۵۰۰ روپیہ ماہوار فی آدمی دسمبر ۱۹۱۷ء سے کیا جائے۔ اس الاؤنس میں سے کس طرح میں تین لڑکوں کو علی گڑھ پڑھا سکتا ہوں۔ کم از کم ۱۵۰ روپیہ ماہوار کا صرف ہوگا۔ بڑا لڑکا زاہد وہاں تقریباً ۶۰ روپیہ ماہوار صرف کرتا ہے۔

لڑکیاں جوان ہو رہی ہیں اون کے مصارف اور تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے۔ اون پر اثر ہُوا اور انھوں نے تمام باتوں کے نوٹ لے لیے اور کہا میں اتوار کو (یعنی پرسوں ۳۰ مارچ کو) وائسرائے سے ملوں گا اور اون سے مفصل گفتگو کروں گا۔ اونھوں نے صاف صاف کہا کہ اس چار سال میں مجھ کو آپ حضرات سے کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ میں نے اپنے تمام ماتحت افسروں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ آپ سے اخلاق سے پیش آئیں۔ اور آپ کی ہر طرح کی مدد کریں۔ ہمارا کام فقط اس قدر تھا کہ ہم آپ کو چھندواڑہ ہی میں رکھیں۔ دیکھیے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ مالی نقصان دینا کسی طرح جائز نہ تھا۔ امید ہے کہ کچھ نتیجہ نکلے گا۔ حضور کو مطلع کروں گا خدا کرے ہم سب یکجا ہوں اور اطمینان سے اعلیٰ پیمانہ پر اپنے مذہبی فرائض کو ادا کریں۔

لکھنؤ کے قیام کے خیال سے دل کو فرحت ہوتی ہے۔ ایک تو حضور کا قرب۔ دوسرے تمام فرنگی محل کی پرجوش کام کرنے والی جمعیت۔ انشاء اللہ بہترین کام کرنے والے پیدا ہوں گے۔ حضور دعا فرمائیں۔ موسم یہاں پُرلطف ہے اور ٹھنڈا۔ عزیزی زاہد کا امتحان ختم ہوگیا۔ باوجود بیمار رہنے کے اوس نے پرچے اچھے کیے ہیں اور کامیابی کی امید ہے۔ حضور دعا فرمائیں۔ محمد علی کے گھر کے لوگ اور بچے اور غالباً والدہ صاحبہ بھی شروع اپریل میں یہاں آجائیں گے۔ میرا سلام مولانا سلامت اللہ صاحب اور بھائی الطاف الرحمٰن صاحب۔ قطب میاں صاحب۔ مولوی عنایت اللہ صاحب اور عزیزی صبغۃ اللہ صاحب تک پہونچا دیجیے گا۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۴)

اللہ اکبر

چھندواڑہ
۱۲ فروری ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ اس سے قبل حضور کو مفصل خط لکھ چکا ہوں جو غالباً ملا ہوگا۔ جواب سے محروم رہا۔ خدا کرے طبیعت اس عرصہ میں درست رہی ہو۔ مجھ کو تو رامپور جانے کی اجازت آگئی مگر اب تک محمد علی کی نسبت دوبارہ یاد دہانی کا جواب نہیں آیا ہے۔ اون کی اہلیہ بھی اس عرصہ میں بخار اور زکام میں سخت مبتلا رہی ہیں۔ اور ہم کو اون کی طرف سے تشویش رہتی تھی۔ اب کسی قدر افاقہ ہے۔ اگر کل صبح تک بھی جواب نہیں آیا تو معلوم ہو جائے گا کہ گویا اجازت دینا منظور نہ تھا۔ میں کل کی گاڑی سے چل کر یعنی جمعرات کو چل کر ہفتہ کے دن میل سے لکھنؤ سے گذروں گا۔ اگر حضور کو تکلیف نہ ہو تو مجھ سے اسٹیشن پر مل لیں۔ مع مولانا سلامت اللہ اور بھائی الطاف کے۔ میں تار بھی دوں گا۔ یعنی ۱۳ کو چل کر ۱۵ کی میل سے لکھنؤ سے گذروں گا۔ خلیق صاحب کو بھی ضرور۔ خدا کرے محمد علی کی اجازت بھی آجائے۔ ۷ کو میں نے تار دیے تھے اور خود ڈپٹی کمشنر نے بھی اب تک جواب نہیں دیا۔ تنہا جانا مجھ کو ناگوار ہوگا۔ مگر ع

"زیں ہمہ اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر"

انشاء اللہ رخصت کے ختم ہونے کے قبل ہی کام ختم کر کے واپس آجاؤں گا۔ حضور سے دعا اور مشورہ کا طالب ہوں۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۵)

اللہ اکبر

چھندواڑہ

۱ مئی ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور کا حکم نامہ ملا تھا جس سے قلب کو تسکین اور اطمینان ہوا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمان دین کے کاموں سے اب غافل نہیں ہیں اور ہر طبقہ کچھ نہ کچھ کر رہا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ کافی نہ تھا۔ ہم کو دین مقدس کے لیے ہر وقت جان سپر رہنا چاہیے۔ انشاء اللہ وہ دن بھی جلد آئے گا۔ دنیا میں کوئی کام ایک وقت میں ہی مکمل نہیں ہوتا ہے۔ سامان خدا رفتہ رفتہ پیدا کر دیتا ہے۔ ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ ان مصائب اور آزمائشوں کے ذریعہ سے خدا ہمارے ایمانوں کو نکھار رہا ہے۔ اور ہماری غفلت کو دور کرتا ہے۔ بعض نادانوں کی حرکات پر ہنسی آتی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ چابک ہی ایک علاج ہے۔ جس کے ذریعہ سے نسل والے اور غیر نسل والے سب یکساں ہانکے جا سکتے ہیں۔ ان تمام واقعات سے جو پیش آتے ہیں۔ دل کو سرور ہوتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم لوگ بھی صرف تماشائی نہیں ہیں۔ بلکہ خدائے برتر نے ہم کو بھی ایک ذلیل اور چھوٹا سا پارٹ دے دیا ہے۔ خدا صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔ حالی مرحوم خوب فرماتے ہیں:

تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے اور ذوقِ گناہ یاں سزا کے بعد

والدہ صاحبہ غالباً کل یا پرسوں یہاں سے مع میرے بچوں کے روانہ ہوں گی۔ حضور سے انشاء اللہ ضرور ملیں گی۔ رامپور چند ضروری خانگی امور کا تصفیہ کرنا تھا۔ عظیم الدین خانصاحب عرف بن خانصاحب پر کل یہاں قانون تحفظِ ہند کی رُو سے حکم ملا کہ وہ ۲۴ گھنٹے کے اندر چھندواڑہ چھوڑ دیں۔ امن عامہ اور وزارت ہند کے لیے مخدوش تھے۔ کل والدہ صاحبہ کے ہمراہ وہ بھی جا رہے تھے۔ اون کی بڑی عزت افزائی ہوئی۔ ہم اپنی آخری منزل پر خدا کرے جلد پہنچیں۔ اور پھر ایک جمعیت کے ساتھ ملک و ملت و مذہب کی خدمات سرانجام دیں (حضور کے ارشاد کے مطابق پیغام) بھیجا گیا تھا۔ اب غالباً شملہ پہونچ گیا ہوگا۔ جواب تو معلوم ہے مگر مسلمان عمر بھر اوس وقت تک خاموش نہ ہوں گے جب تک کہ اون کے مذہبی احکام کی پوری عزت نہ کی جائے گی۔ یہ معمولی بات نہ تھی۔ خدا حضور کو زندہ اور سلامت رکھے اور راصبر، ہمت و استقلال عطا فرمائے۔ علماء کی بیداری اور بے چینی لازمی تھی۔ جب ہم گنہگاروں اور جاہلوں کا یہ عالم ہے تو وہ لوگ تو وارث نبی صلعم تھے:۔

فریاد و فغاں بلبلِ ناشاد کیے جا — مہمان قفس خاطرِ صیاد کیے جا
فریاد ہو یا تم ہو یا ہو آہِ جگر سوز — جو ہو سکے تجھ سے دلِ ناشاد کیے جا

انشاء اللہ حضور سے جلد ملاقات ہوگی۔ ورنہ حوضِ کوثر تو ہے ہی۔ دل آجکل خوش ہے۔ قلب میں حضور کی

دعا سے کافی طاقت ہے۔ کفار کے سامنے مرعوب ہونا ناممکن ہے۔ حضور دعا میں یاد فرمائیں۔ انشاء اللہ قریب تر حضور کو مزید حالات سے مطلع کروں گا۔ ہم لوگ خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں اور اوسی کی امداد کے طالب ہیں۔ شکر ہے کہ آنکھوں کا پردہ اُٹھ گیا اور اب کفر اور اسلام کا فرق نظر آتا ہے۔ برادرم مولانا سلامت اللہ صاحب، بھائی الطاف الرحمٰن، قطب میاں صاحب، مولوی عنایت اللہ صاحب سب کو سلام مسنون۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۶)

اللہ اکبر

چھندواڑہ

۱۸ مئی ۱۹۱۹ء

اہلِ ایماں رکھتے ہیں کامل بفتوائے جنوں
شان "لا خوفٌ علیہم" شیوۂ "لا یحزنون"

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور کا خط بلکہ دونوں خط اور تار ملے تھے۔ میں عرصہ سے لکھنے کا ارادہ کرتا تھا۔ مگر معمولی خط لکھنا بیکار تھا اور اس بات کا مجھ کو یقین تھا کہ حضور اب ہمارا منشا سمجھ گئے ہوں گے اور غلط فہمی کا اندیشہ نہ ہوگا۔ مگر یہ خیال غلط تھا۔ اس لیے میں چند ضروری گذارشیں کروں گا جن سے یقینِ کامل ہے کہ معاملات صاف ہو جائیں گے اور غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ حضور کو خط لکھتے ہوئے میں ہمیشہ ڈرتا ہوں۔ اس لحاظ سے کہ ممکن ہے کوئی لفظ ایسا نکل جائے جس سے خلافِ دلی محبت اور جذبات گستاخانہ معنی لیے جا سکیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ حضور حبیب عزیزوں کا بُرا کہنا سُن کر بُرا نہیں مانتے تو میری نسبت تو گنجائش ہی نہ تھی۔ اوس زمانہ سے جبکہ میں قدمبوسی میں حاضر ہوا اب تک حضور کے اور ہمارے درمیان وہ تعلقات پیدا ہو گئے ہیں۔ جو انشاء اللہ آخر وقت موت تک قائم رہیں گے۔ پیری مریدی اور خدام کعبہ کے علاوہ حضور کو ہم اسلام کا سچا خادم اور جاں نثار جانتے ہیں اور ہم کو یقینِ کامل ہے کہ باوجود اور لاکھوں کمزوریوں کے حضور کو بھی اس بات کا یقین ہے کہ ہم اسلام کی توہین ایک منٹ کے لیے گوارہ نہ کریں گے اور اوس کے لیے جان و مال فدا کرنے کو تیار ہیں۔ یہ رشتہ خود اس قدر وسیع ہے کہ اس میں ہر سچے مسلمان کی کھپت ہو سکتی ہے۔ چاہے وہ سُنی ہو یا شیعہ۔ حنفی ہو یا غیر مقلد اس قدر تمہید کے بعد میں چند باتوں کا حضور کو یقین دلاتا ہوں تاکہ معاملات صاف ہو جائیں اور ہمیشہ کے لیے :۔

۱۔ ہم ایک منٹ کے لیے بھی یہ خیال نہیں کرتے کہ حضور عیش پرست یا آرام طلب ہیں۔ اور اس لیے اسلام کی راہ میں تکلیف اوٹھانا گوارا نہیں کرتے۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔ حضور اسلام کے ایسے ہی سچے شیدا ہیں جیسا کوئی مسلمان ہو سکتا ہے۔ جان و مال قربان کرنے کا شوق ہے مگر اوس کو ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ عمدہ غذا، عمدہ مکان، عمدہ لباس اور آرام کی زندگی سے دل میں نفرت ہے۔ اور اگر خدا یہ نعمتیں حضور سے چھین بھی لے تو حضور کو بجائے رنج اور افسوس کے خوشی ہوگی کہ اب تو اکابر رہنمائے اسلام کی طرح خدا نے آپ کو بھی منتخب کر لیا۔

۲ ـ حضور کی نیت ہمیشہ بخیر ہوتی ہے اور بہادری سے اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ کافی تھا کہ حضور کو معلوم ہو جائے تاکہ غلط فہمی کی گنجائش باقی نہ رہے اور آپس میں فضول معاملات پر بحث نہ کی جائے ۔ جس بات میں ہم کو شکایت ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ حضور پر الزام بہت کم ہے ۔

(۱) مسلمانوں کی کم ہمتی اور بے حسی سے جلد مایوس ہو جانا اور اس خیال سے کہ کام کا ارادہ کرکے ناکام رہنے سے کفار کی نگاہ میں ہم اور حقیر ثابت ہوں گے اور وہ ہم پر اور مظالم اور زیادتیاں کریں گے ۔ اس سے بہتر سمجھا کہ صرف ایسا کام کیا جائے جو کامیاب ہو سکے ۔ یہ ایک حد تک صحیح تھا مگر جب معلوم ہو گیا کہ مریض مہلک بیماری میں مبتلا تھا تو پھر چشم پوشی کرنا بیکار تھا ۔ پھر تو جان توڑ کر دیوانہ وار کوشش کرنا تھی کہ علاج معالجہ وقت پر ہو جائے اور صحیح طریقہ سے ۔ اوس وقت دشواریوں اور ناکامیوں کا کیا ڈر ؟ سو مرتبہ ناکام رہیں گے اور ذلیل ہوں گے اور پھر کوشش کریں گے ۔ آخر میں "ہمتِ مرداں مددِ خدا" صحیح ثابت ہوگا ۔ اوس میں حضور مجھ کو معاف فرمائیں گے ۔ کچھ قصور حضور کا تھا مگر زیادہ تر ہم ساتھ والوں کا جو بے ہمت تھے اور بجائے دل بڑھانے کے اعتراضات کی بوچھاڑ اور بحث مباحثہ سے پژمردہ کر دیتے تھے ۔

(۲) روزمرہ کے معمولی سیاسی معاملات میں لوگوں کی رائے سے جلد تر متاثر ہو کر رائے کو پلٹ دینا جس سے کام کرنیوالوں کو یقین نہ تھا کہ کسی خاص مسئلہ میں حضور کیا کریں گے ۔ اس میں کچھ قصور حضور کی ذہانت اور طباعی کا اور کچھ حضور کی مروّت اور اسلامی شیوہ کا تھا کہ ان معاملات میں اپنی رائے کو جمہور اور احباب کی رائے پر بھروسہ کرکے بعض اوقات متضاد رایوں کا اظہار ہو جاتا تھا ۔ اس بارے میں بھی حضور پر الزام زیادہ نہیں لگایا جا سکتا ، کیونکہ حضور کو خود اعتراف ہے کہ حضور کو سیاسی معاملات سے واقفیت نہ تھی اور نہ کچھ بہت لگاؤ ۔ مگر آج کل سیاسی معاملات اور مذہبی معاملات ایسے خلط ملط ہو گئے ہیں کہ اون کا علیحدہ کرنا دشوار ہے ۔ اگرچہ مذہب اسلام میں سیاست اور مذہب کبھی جدا تھے ہی نہیں ۔ مگر اب کفار کی حکومت میں مجبوراً ایسا امتیاز قائم کیا گیا ۔

(۳) یہ میرے نزدیک سب سے بڑا الزام ہے کہ مذہبی احکامات کو بجائے صاف اور غیر الفاظ میں ظاہر کرنے کے مبہم الفاظ کے دریا میں ملا دینا تھا جس سے کافی ہدایت نہیں ملتی تھی اور یہ کہ موٹے موٹے اصول لے کر اون کو بار بار نہ کہنا اور اون پر توجہ دلا کر مسلمانوں کو بیدار نہ کرنا ۔ حضور نے بہت سے خطوط لکھے اور خطبہ پڑھے اور سب میں اسلامی جوش اور سچائی بھری تھی مگر وہ اس قدر پھیلی ہوئی تھی اور اس کے گرد اس قدر توہمات جمع ہو گئے تھے کہ لوگ اوس سے ہدایت نہیں پا سکتے تھے ۔ مثلاً حضور کو صاف کہنا تھا اور بار بار کہنا تھا اور ہر جلسہ اور ہر موقع پر کہنا تھا کہ خلیفۃ الرسول کے خلاف لڑنا جبکہ وہ جہاد مقاماتِ مقدس کی حفاظت کے لیے کرتا تھا حرام تھا ۔ بار بار اس پر زور دینا تھا تاکہ مسلمان سپاہی اور رسول والے عذاب دوزخ سے بچے رہتے ۔ میرا ذاتی ایمان یہ ہے کہ دین کے معاملات میں مصلحت وقت اور گلو خلاصی کا خیال دین کی کمزوری کا باعث ہوا ہے ۔ صاف سوال کا صاف جواب

دیا جائے اور اس پر جما رہنا چاہیے اور اگر ضرورت ہو تو اوس کی خاطر تمام تکالیف برداشت کرنا چاہیے۔

——— حضور نے سب کچھ کہا مگر بہت سی باتوں پر کہا۔

مگر اصل بات اون میں غائب ہوگئی۔ یا کم از کم اوس پر کافی توجہ نہیں کی گئی۔ حضور والا میری عبارت بھونڈی ہے اور اکثر جگہ بے ربط مگر مجھ کو امید ہے کہ حضور میرا مطلب سمجھ جائیں گے اور جہاں گستاخی ہوگی اوس کو معاف فرمائیں گے۔ ہم کو حضور سے اس قدر توقعات ہیں اور اس قدر امیدیں ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی دنیا کو معلوم ہو جائے کہ حضور کے جسم میں کیسا سچا اور طاقتور قلب اور دماغ تھا جو اسلامی بیداری اور برتری کے لیے ہر وقت کوشاں تھا حضور کا فتویٰ نہایت عمدہ کام تھا مگر بہت دیر میں شایع ہوا اور اوس میں بھی یہ غلطی کی گئی کہ فقط والسرائے کو بھیجا گیا اور مسلمانوں کو عام طور پر مختلف زبانوں کے ترجمہ کے ساتھ ملا تاکہ اون میں بیداری اور قوت پیدا ہوتی اور وہ اس سے فائدہ اوٹھاتے۔ والسرائے کو سب حال معلوم ہے۔ اونھوں نے تو آنکھوں کو دیدہ دانستہ اپنے حصولِ اغراض کے لیے یعنی خوابیدہ کیا ہے۔

اب ہمیں تھوڑا بہت عرض کرنا ہے۔ حضور ہم کو خوب جانتے ہیں کہ ہم لوگ عیش و آرام کے عادی، فاسق و فاجر تھے اور ہیں۔ ہم کو ان باتوں پر فخر نہیں ہے مگر واقعات کو چھپانا بھی نہ چاہیے۔ ہم شرمندہ ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو قلب مومن عطا کرے اور ہماری گندگیوں کو دور کرے تاکہ ہم سچے بندے ہو سکیں۔ ہم دنیا دار ہیں اور اوس کو کمانا خوب جانتے ہیں۔ بے ایمان نہیں ہیں۔ کیونکہ بے ایمان واقعی دنیا میں پورا کامیاب نہیں ہوتا ہے۔ ملک کے سیاسی معاملات سے واقف ہیں اور اپنے مخالفین کے داؤں پیچ کو خوب پہچانتے ہیں۔ مگر خدا واقف ہے کہ ان تمام ذاتی خواہشات اور نفسانی خواہشات کے علاوہ اوس پاک پروردگار نے دل میں ایک چبھن بھی پیدا کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اوس کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جو خدا اور رسولِ اکرم صلعم کا دشمن تھا اور جس سے دینِ مقدس کو خطرہ تھا۔ جس کسی کو بعد کافی تجربوں کے اسلام کا دشمن ثابت پایا تو اوس کی بیخ کنی اور دین کی مضبوطی کی فکر سے کسی وقت بے فکر نہیں رہے۔ ہم ضرور چاہتے ہیں کہ نیک نام ہوں۔ فقط شہرت نہیں چاہتے۔ بلکہ نیک نامی کے خواہاں ہیں مگر اوس کے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ خدا ہم کو توفیق دے اور سامان دے تاکہ ہم واقعی کچھ کام بھی کر سکیں جس سے نیکنامی کے مستحق ہوں۔ غیر حقیقی شہرت نہیں چاہتے۔ ہم کو شوق ہے کہ خدا ہم سے کوئی خدمت لے مگر حضور جس صبر اور استقلال کے ساتھ اور جس قدر غور و فکر کے بعد ہم کام کرتے ہیں وہ یا تو ہمارا خدا جانتا ہے یا ہمارا دل۔ ہم کو فخر ہے کہ ہم نظربند کیے گئے اور آزاد صرف اس وجہ سے نہیں کیے گئے کہ ہمارے خیالات میں کچھ فرق نہ تھا۔ ہم آج بھی ویسی مستعدی کے ساتھ دین کی فکر میں ہیں جیسے کہ قبل نظربندی کے تھے۔ احباب سے رنج ہے کہ اونھوں نے ہمارے اوس ۴ برس کے امتحان کے بعد۔ یہ قدر کی کہ وہ ہمارے مشوروں پر اب یہ کہہ کر بدگمانی کریں کہ اب ہم نظربندی کی مسلسل قیود (کی بندش) سے اوکتا گئے ہیں اور پریشان خاطر ہیں۔ ہم کو اس قدر دانی سے ضرور سخت صدمہ ہے۔ اور اس لیے صاف صاف عرض کریں گے کہ چونکہ ہمارے احباب میں سے کثیر التعداد خود

کم ہمت تھے اس لیے وہ ہم پر اولٹا الزام لگاتے ہیں۔ حسرت نے صحیح کہا ہے اور تجربہ کے بعد:۔

اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم
گھبرا گئے ہیں بے دلیِ ہمرہاں سے ہم

ہمارا قدم آج بھی آگے کو بڑھتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کیونکہ ہم اوس عقل سلیم کو استعمال کرنے کے بعد ہر فعل
کرتے ہیں جو خدا کی طرف سے ہم کو عطا ہوئی ہے۔ ہم آج بھی اپنی قوم کو تمام اور مسلمانوں سے بہتر جانتے ہیں۔ کیونکہ
ہم ہر طبقہ میں پہلے ملتے رہے ہیں اور اب بھی برابر ملتے رہتے ہیں۔ ہم کو صرف ایک دُھن ہے اور وہ اپنی رہائی کی نہیں
(لا حول و لا قوۃ الا باللہ) بلکہ اعلائے کلمۃ حق' اوس کے لیے ہم بے چین رہتے ہیں۔ اگر عمدہ خبریں ملتی ہیں تو ہم
خوش ہوتے ہیں اور مردنی اور بے ہمتی کی اطلاع پاتے ہیں تو ہم کو صدمہ ہوتا ہے۔ مگر خدا نے ایسا قلب دیا ہے کہ
تھوڑی دیر بعد وہ پھر مایوسی کو لات مار کر نکال دیتا ہے۔ اور خدا پر بھروسہ کرکے ازسرِ نو عمارت بناتا ہے۔ حضور والا
ہم برس گذشتہ کا تجربہ ہمارے احباب کے لیے کافی ہونا چاہیے تھا۔ اگر دسمبر ۱۹۱۴ء میں وہ خطبہ پڑھا گیا ہوتا جو ۱۹۱۸ء
میں تو آج اسلام کی فتح یقینی ہوتی اور مقاماتِ مقدس کفار کے ہاتھ میں نہ ہوتے۔ یہ تجربہ کافی تھا ہماری رہنمائی
کے لیے۔ خدا کی نعمتوں کو ہم نے ٹھکرا دیا تھا۔ بغداد شریف، کربلائے معلّٰی، نجف اشرف اور بیت المقدس کو
ذلیل اور ناپاک کرنے والے ہم اور آپ ہیں۔ اور ہماری ذلیل اور بزدلی سکھانے والی مصلحتیں جو آخر میں ثابت
ہوگئیں کہ ناکارہ تھیں۔ ہم نے ہزاروں مسلمان سپاہیوں کو جہنم کا راستہ دکھایا۔ ہم نے "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر"
کی بجا آوری سے پہلو تہی کرکے اپنے آپ کو دین و دنیا میں خراب و برباد کیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہی سلسلہ پھر جاری ہے
اگر کچھ کمی ہے تو خود حکام کی حماقت اور دیوانگی کی وجہ سے وہ پھر وہی جبر و ظلم کا نسخہ استعمال کر رہے ہیں جو کامیاب ہُوا
تھا۔ اور ہم پھر اوسی تدبیر اور مصلحت بینی کے پیرو ہیں جس نے دنیائے اسلام کو تباہ و برباد کیا تھا۔ حضور اب یکسوئی
سے کام کرنے کا وقت تھا۔ ہم کو صاف کہہ دینا چاہیے کہ یا تو فوراً ہمارے تمام مطالبات پورے کرو ورنہ ہم پر
مذہبی احکامات کی رُو سے تمہاری امداد حرام تھی۔ بلکہ جہاد فرض تھا۔ حضور ہجرت کے خیال کو تو اب چھوڑ دیں۔ اب تو
جہاد کے نافذ کرنے کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ بحث و مباحثہ کا وقت نہ تھا۔ ہم نے احکام نظر بندی صرف اس وجہ
سے توڑے ہیں کہ کچھ تو کیا جائے۔ جس سے احباب میں گرمی آئے۔ وہ خود افسردہ تھے اور دوسروں کو بھی نامرد کرتے
(رہتے) تھے۔ ہم کو مشورہ کی اب ضرورت نہ تھی۔ ہم کو اس امر کی اطلاع کی ضرورت تھی کہ ہر دوست یہ کہے کہ میں نے
اسلام کے لیے یہ کیا۔ عمل چاہیے نہ کہ باتیں۔ میں حضور سے دریافت کرتا ہوں کہ ڈاکٹر انصاری کے خط کی کیا ضرورت
تھی جو دہلی میں پڑھا گیا کہ تم مظاہرے بند کر دو اور گورنمنٹ کی امداد مجاہدین کے خلاف کرو۔ آمیر ہندوستان کو فتح
کرنے کو نہیں آیا ہے۔ بلکہ وہ تو دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کو آیا ہے تاکہ وہ قوم جس نے دیدہ دانستہ باوجود صریح
وعدوں کے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور قصباتِ عالیات کو کفر کی ظلمت سے گندہ کیا ہے اوس کو تباہ

اور برباد کرے۔ اور ہم کو ہمارے احباب مشورہ دیتے ہیں کہ تمام مسلمان دشمنانِ اسلام کی حمایت کریں اور مجاہدین کی خونریزی۔ یہ کیا مصلحت ہے۔ اس سے تو کفار کی ہمت بڑھتی ہے اور مسلمانوں کو صدمہ ہوتا ہے۔ یکسوئی کے ساتھ صاف کہنا چاہیئے اور عمل بھی کرنا چاہیئے۔ گاندھی نے حال ہی میں بمبئی میں مسئلہ خلافت پر ایک لاجواب لکچر دیا۔ "ینگ انڈیا" اخبار منگا کر ملاحظہ فرمائیں اوس میں شایع ہوا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنے مطالبات فوراً فوراً صاف طور سے پیش کریں اور اپنی مجبوریوں کا بھی صاف اظہار کر دیں۔ سنسر کو ہم خط وغیرہ نہیں بھیجتے ہیں۔ قیام یہاں پر ہے اور رہے گا۔ جب تک یہ ہم کو زیادہ تنگ نہ کریں۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ ہم پر بھروسہ رکھیں۔ ایک طرف تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں ہم منتخب لیڈر رہیں۔ دوسری طرف ہمارے مشوروں کو لغو اور بیکار بتایا جاتا ہے۔ یہ وقت شکوہ وشکایات کا نہیں ہے۔ ہم کو اپنے مطالبات صاف صاف بیان کرنے چاہیئں۔ ہم اس جنگ میں کوئی مدد نہیں دے سکتے الّا یہ کہ ہمارے مطالبات فوراً قبول کیے جائیں۔ تب انشاءاللہ صلح کرا دیں گے۔ خط کے جواب کی ضرورت نہ تھی۔ حضور آیندہ لکھیں تو لفافہ پر وزیرن بی بی آپا کو منشی محمد چھند دائڑہ تحریر فرمائیں۔ بھائی الطاف۔ مولانا سلامت اللہ اور تمام احباب کو خط دکھا دیجئے گا۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۷)

جیل بیتول (صوبہ متوسط)
۶ دسمبر ۱۹۱۹ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور کو مفصل خط لکھنے کو ہمیشہ دل چاہتا ہے۔ مگر میں صبر سے کام لیتا ہوں۔ اور صرف مجبوری کے وقت لکھتا ہوں۔ جب فضول بدگمانیاں یہاں پیدا ہوں تو خواہ مخواہ اون میں کیوں اضافہ کیا جاوے جو تعلقات روحانی حضور سے ہیں وہ ہم جیسے گنہگاروں کے لیے کافی ہیں۔ بعد نماز تہجد حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔ اور بعد دعا کے سلام علیک پہونچا دیتا ہوں۔ یہ دل کے تسکین کے لیے کافی ہے۔ جب خدا کا حکم ہوگا تو اس کے بدلے حاضرِ خدمت ہو کر قدمبوسی کروں گا اور لکھنؤ میں اس قدر رہوں گا کہ کوئی شکایت کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ بلکہ برادرم مولانا الطاف الرحمٰن کو بھی رقابت پیدا ہو جائے گی۔ دل کی تمنا ہے کہ جلد حضور کے ہمراہ حجازِ مقدس کا سفر کروں اور یمن۔ نجد اور عراق میں بھی پھروں اور زیارت مقدس سے فراغت حاصل کر کے کچھ ثواب دارین حاصل کروں۔ جو لطف حجازِ مقدس میں اب آئے گا۔ پہلے نہ آتا کیونکہ بڑی خدمت درپیش ہے:۔

لائے اوس بُت کو التجا کر کے
کفر توڑا خدا خدا کر کے

برادرم مولانا سلامت اللہ صاحب کو ۱۵ر نومبر کو ایک خط لکھا تھا اور عزیزی ظلیق الزماں صاحب کے پتہ سے

بھیجا تھا۔ خیال تھا کہ ضرور مل گیا ہوگا مگر اب تک جواب نہ آنے سے اندیشہ ہوتا ہے کہ ڈاک خانہ کی غلطی یا کسی اور وجہ سے وہ نہ ملا ہو۔ اخبارات سے جناب مولانا عبدالعزیز صاحب فرنگی محلی مرحوم کے انتقال کی اطلاع ملی۔ دلی رنج ہوا۔ مرحوم سچے مسلمان تھے اور ہمارے خدام کعبہ سے دلی محبت رکھتے تھے۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور تمام اہلِ خاندان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

کس طرح بیکار تصور کیے جا سکتے ہیں۔ اوس کی رحمت سے مایوسی کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ قلبی طاقت ہے اور اس ۵ برس کے تجربہ کے بعد بجائے پستی کے اور نئی قوت پیدا ہوگئی ہے خاص کر یہاں کے دلچسپ قیام سے۔ ہم لوگوں کی زندگی بہت پُر لطف ہے۔ جب قدمبوسی حاصل کروں گا تو مفصل حالات بیان کروں گا۔ اخبارات ۱۷ یا ۱۸ آتے ہیں۔ اور خوب وقت ملتا ہے کہ اون کو پڑھیں۔ تمام معاملات اس سے ملتے ہیں۔ عزیزی خلیق الزمان سے بہت کچھ توقعات تھیں مگر افسوس کہ اون کا لکھنؤ کا قیام مفید نہیں ثابت ہو رہا ہے۔ کل ہمدم پڑھ کر سید نذیر حسین پر افسوس آیا۔ کاش یہ سچ ہوتا کہ حضور میں ذاتی نزع اور آگے بڑھنے کا نیا شوق پیدا ہوگیا ہے۔ ہم کو تو سب سے بڑی یہی شکایت تھی کہ حضور تصنع سے اس قدر بھلے ہیں اور اس قدر شرمیلے ہیں کہ بعض اوقات کام کو نقصان پہونچ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ دنیا اس قدر تصنع کی عادی ہوگئی ہے کہ اوس کے بغیر کام چلنا دشوار ہے۔ ہم لوگ حضور کے لیے دعا کرتے ہیں اور اب بہت خوش ہیں۔ حضور کی خدمات کا صلہ تو وہ قادرِ مطلق اور بادشاہ دو جہاں ہی دے گا۔ ہم کو یکسو ہو کر اوس کی خدمت کرنا چاہیے۔ والدہ صاحبہ کی دوبارہ علالت کی خبر ملی۔ ہم لوگ صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔ پہلے کی نقاہت موجود تھی۔ اب پھر بخار اور پیچش کی شکایت ہے۔ وہی پرانی آنتوں کی خرابی ہے جس سے خطرہ ہے۔ خدا مالک ہے۔ آج بارہویں ربیع الاول ہے۔ افسوس محفلِ میلاد شریف میں شرکت امسال نصیب نہیں ہوئی۔ مگر میں سیرۃ نبوی پڑھ رہا ہوں جس کی ایک جلد مولانا سید سلیمان صاحب نے بھیجی تھی۔ آج انشاء اللہ ختم ہو جائے گی۔ مولانا ابوالکلام صاحب کا تذکرہ حضور نے پڑھا۔ ضرور کلکتہ سے البلاغ پریس سے منگوا لیجیے۔ مؤلف کے دیباچہ کے علاوہ خود تذکرہ نہایت درجہ دلچسپ اور قابلِ قدر ہے۔ محمد علی اچھے ہیں۔ سلام عرض کرتے ہیں۔ ہمارا سلام مسنون مولوی سلامت اللہ صاحب، مولوی عنایت اللہ صاحب، برادرم الطاف الرحمٰن صاحب تک پہنچا دیجیے۔

شوکت علی

(۸)

اللہ اکبر

۱۷ مارچ ۱۹۲۶ء

قبلہ و کعبہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ابھی حضور والا کو دہلی کی تشریف آوری کے متعلق تار دیا ہے۔ میں پرسوں یہاں آیا ہوں۔ کلکتہ سے یہاں حضور سے رخصت ہو کر ڈھاکہ۔ کریم گنج۔ چٹاگانگ۔ چاندپور میں قیام کیا اور وہاں کی حالت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ نواب صاحب ڈھاکہ نہایت ہی سچے مسلمان نوجوان ہیں اور اِس مذہبی کام میں کوشاں ہیں۔ اور آسام وغیرہ کے دورہ کا وعدہ بھی کیا ہے

ڈھاکہ میں اہلِ ہنود نے خاص طور پر دعوت دی اور چاء وغیرہ کے بعد خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق سوالات کیے۔ میرے جواب سے وہ متحیر ہوئے اور بولے کہ اس کا تو ہم کو علم ہی نہ تھا۔ اور اب ہم ہر طرح آپ کے ساتھ ہیں اور واقعی دنیا کے مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ چٹاگانگ جس کا پرانا نام اسلام آباد تھا۔ وہاں کے اہلِ ہنود بھی ہمارے اس مقدس کام میں کوشاں ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں۔ . . . میں جو ضلع کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس کے صدر بپن چندر پال تھے۔ اونھوں نے خلافت میٹنگ میں شرکت کی اور بنگلہ زبان میں وہ تقریر کی جو کوئی مسلمان نہ کرتا۔ ان سے بہت امید ہے۔ ابھی حضور کا خط ختم نہ ہوا تھا کہ محمد علی کا تار جو رامپور گیا تھا ابھی ملا جس کی نقل ملاحظہ کے لیے تحریر ہے۔

میں نے ابھی راجہ صاحب کو تار دیا ہے اور درخواست کی ہے ان کی امداد کی ضرورت ہے اور وہ اپنی رائے سے مطلع کریں کہ انگلستان محمد علی کے جائیں گے یا نہیں۔ مہاتما گاندھی جانے کے لیے آمادہ ہیں اور یہ بڑی قوت ہے اس تار کے مضمون سے معلوم ہوگا کہ وہاں ان لوگوں کی ضرورت ہے۔

آسام کے سفر کے بعد کلکتہ آیا اور ایک دن قیام کر کے بمبئی کے لیے روانہ ہوا اور راستہ میں ناگپور اور برہان پور قیام کیا۔ مسلمانوں کی حالت ہر جگہ یکساں ہے اور اوس کے ساتھ ہی ناگپور کے ہنود نے بھی میری تقریر سُن کر وہی وعدہ کیا جو دوسری جگہ کے ہندوؤں نے کیا تھا۔

بمبئی آخر ماہ تک قیام کرنے کا ارادہ تھا تاکہ صدر دفتر میں کام کا پورا انتظام کر جاؤں۔ امید ہے کہ جب تک مقیم ہوں یہاں کی حالت درست اور کام باضابطہ ہو جائے گا۔ ۲۲ کو دہلی پہنچنا ہے جیسا کہ ابھی حضور کو تار سے مطلع کیا ہے اور اس محمد علی کے تار کے بعد مشورہ کی اور بھی ضرورت ہے۔ مشیر صاحب کل تشریف لائے اور وہ اس وقت یہاں موجود ہیں فرماتے ہیں کہ حضور ۲۲ کو ضرور دہلی آئیں۔ مہاتما گاندھی بھی آئیں گے

حضور کا خادم شوکت علی

(۹)

۱۸ مئی ۱۹۲۰ء　　　　اللہ اکبر

قبلہ و کعبہ۔ السلام علیکم۔ حضور کا گرامی نامہ جو چوک کے ڈاک خانہ کے سپرد کیا گیا یہاں ۸ مئی کو پہنچا۔ لفافہ کی حالت سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کھول لیا گیا اور مجھے فکر ہے کہ آپ کے اور ہمارے خطوط برابر کھولے جاتے ہیں۔ ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔

شرائط صلح کے اعلان کے بعد جو کچھ بھی ہیجان و سوہانِ روح ہم لوگوں میں نہ ہو کم ہے۔ پھر اپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کی غرض سے ضرور عزم و تحمل سے کام لینا پڑے گا۔ اس موقع پر خدا مولانا فاخر صاحب کا بھلا کرے کہ ہم لوگوں میں ایک تازہ روح پھونک دی۔ انھوں نے سنتِ نبویؐ کی زندہ نظیر پیش کر دی۔ جس سے ہماری قوتِ ایمانی میں اضافہ ہوا۔ اس قسم کی نظیر پیش کرنے کے واسطے ہر مسلمان کو تیار رہنا چاہیے۔ یہ جگہ دور دراز ہونے کے باعث اکثر لوگوں کو یہاں

آسفے میں دقتیں ہوتی ہیں۔ اور اب اسی سنہ میں معلوم کتنی جلد جلد جلسوں کا انعقاد ہو۔ اس وجہ سے یہاں سے صدر دفتر لے جانے کا خیال ہے۔ اوس کے واسطے تین مقام زیر تجویز ہیں۔ دہلی، لکھنؤ اور الہ آباد، میری ذاتی رائے یہ ہے کہ صدر دفتر لکھنؤ ہونا چاہیے۔ ۲۷ مئی کو ایک میٹنگ ہونے والی ہے اور مقام انھیں تینوں مندرجہ بالا مقامات میں سے تجویز کیا جائے گا ۱۲ مئی والی میٹنگ میں انقطاع تعلق کا مسئلہ بالکل طے ہو گیا اوس کے چار مدارج رکھے گئے ہیں جن کا آپ کو بھی علم ہے اس مسئلہ کے متعلق جو اعلان لکھا گیا تھا وہ گاندھی مہاراج نے بغرض ترمیم رکھ لیا ہے۔ کیونکہ وہ اعلان قبل از اشاعت قابل اصلاح تھا اور اب جبکہ ہماری قسمتوں کا فیصلہ ہو چکا اوس میں تغیر و تبدل کے بعد اوسے بہت جلد شایع کیا جائے گا۔
اب مرکزی کمیٹی کا کام نہایت شد و مد سے شروع کیا جا رہا ہے۔ ہر پراونشیل کمیٹی سے ایک ایک نمایندہ آئے گا جو مرکزی کمیٹی میں رہ کر مستقل طور سے کام کرے گا۔ مولانا آزاد بھی وہیں رہیں گے۔ مہاتما گاندھی نے بھی طے کر لیا ہے کہ جس جگہ خواہ الہ آباد دہلی، لکھنؤ میں دفتر ہو وہ مقیم رہیں گے۔ "انقطاع تعلق" کے متعلق جیسے عہد نامجات ہیں وہ نہیں چھپنے کے واسطے بھیجا جا رہا ہے۔ اس وقت ہم لوگوں کی حالت نہایت نازک ہے اور ضرورت ہے کہ اس وقت غور و تحمل سے کام لیں۔ ہیجانِ قلبی ان تمام مصائب کا ایک جزوی نتیجہ ہے لیکن ہمیں اوسے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس وقت اس کا صحیح طریقہ سے اندازہ کرنا ہے کہ کون کون ایثار کر سکتا ہے اور کتنا کر سکتا ہے تاکہ اس موقع پر کوئی بھی ایک قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے۔

۲۷ مئی کو جس جگہ میٹنگ ہو گی وہاں صرف رہائش کا انتظام کرنا ہے۔ باقی کھانے پینے کے واسطے ہر شخص فرداً فرداً انتظام کرے گا اور غیر ضروری بار کسی پر ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی مکان لکھنؤ میں صدر دفتر کے واسطے مل جائے تو آپ اوس کی کوشش کیجئے۔ ہمارا دفتر اوس میں رہے گا اور دفتر کے تقریباً ۲۰ یا ۲۵ اشخاص ہوں گے اور علاوہ ازیں اتنی گنجائش ہو کہ اوس میں مہمان وغیرہ بھی آ کر تھوڑی بہت تعداد میں ٹھہر سکیں۔ ایک مکان تو اس قدر وسیع ملنا دشوار ہے اس لیے متفرق مکانات قریب قریب ہوں تو بھی غنیمت ہے۔ چھجن صاحب بہادر کا ایک مکان وکٹوریہ گنج میں تھا۔ سنا ہے کہ بڑا تھا مگر خلافت کے لیے تو اوس کا ملنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ان رامپور کے واقعات کے بعد خود چھٹانی میاں صاحب کا منشا بھی ایسا ہی ہے کہ صدر دفتر ہندوستان چلا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں وہ صدر بھی نہ رہ سکیں گے۔ اس وقت اون کی مشکلات کا خیال بھی لازمی تھا۔ بدقسمتی ضرور ہو گی کہ ایسے وقت میں مقام تبدیل کیا جائے۔ مگر مجبوراً کرنا پڑے گا۔ خانگی طور سے خاص خاص احباب سے حضور مشورہ فرمائیں۔ میرے خیال میں لکھنؤ کا صدر مقام ہونا مناسب ہو گا اور دہلی سے بہتر۔ ۲۷ مئی کو یہ اہم معاملہ اور معاملات کے ساتھ ساتھ پیش ہو گا۔ اس زمانہ میں ہر مسلمان کو لازم تھا کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے قلب اور ضمیر کا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ جو مشورہ وہ دے رہا تھا نفسانیت اور ذاتی آرام کے لحاظ سے تھا یا محض مقاصد کی بہتری کے لیے۔ میرے خیال میں ہر کام یکسوئی سے درست ہوتا ہے۔ اگر آشتی سے کام لیتا ہے تو آشتی ہو۔ اور اگر جنگ ہے تو پھر جنگ ہی ہو۔ دو طرفہ کارروائی

میں نقصان کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے میں نہایت ادب سے مشورہ دوں گا کہ ہم کو ۴ یا ۵ ماہ تک مسٹر گاندھی کے نسخہ کو سچائی کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔ پورے پرہیز کے ساتھ۔ اوس کی ناکامیابی پر ہم وہ کریں گے جو خدا کا حکم ہوگا۔ صبر واستقلال اور ہمت سے کام کرنا ہے۔ اور خدا کے فضل سے امید ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو باریاب کرے گا۔

ابھی حضور اور مولانا ابوالکلام صاحب کا تار ملا۔ ۱۱۔ اصحاب کو اب بلانا اور پھر دوسری میٹنگ جلد کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ضروری امور کا فیصلہ خلافت کمیٹی ہی کرے گی۔ میں نے ابھی حضور کو حسب ذیل تار دیا ہے۔

وقت کم ہے۔ ۲۷ کو میٹنگ طلب کرتا ہے۔ ممبروں کا دوبارہ آنا دشوار ہے۔ لکھنؤ میں اگر صرف رہنے کا انتظام ہو جائے تو کھانے کے مصارف ہم سب ادا کریں گے۔ جواب تار سے بھیجئے۔ الٰہ آباد سے میٹنگ کرنے کے متعلق کوئی جواب نہیں آیا ہے۔"

حضور کے خط کا منتظر رہوں گا اور تار کا بھی۔ رات یہاں غریب مسلمانوں نے محلہ مدنپورہ میں بڑا جلسہ کیا۔ تقریباً ۲۰ ہزار آدمی تھے۔ انقطاع تعلق کی تحریک کو سب نے قبول کیا۔ چندہ غریبوں نے دیا اور آئندہ مل میں کام کرنے والوں نے وعدہ کیا کہ باقاعدہ دیں گے۔ چھوٹانی میاں صاحب نے ابھی ٹیلیفون پر بلا کر کہا کہ میں آپ کو تار دوں کہ اگر لکھنؤ میں جلسہ کا انتظام مشکل ہو تو بہتر ہے بمبئی میں میٹنگ بلائی جائے۔ الٰہ آباد میں بھی دشواری ہوگی۔ میں نے مناسب خیال کیا کہ حضور اور مولانا آزاد فوراً تشریف لے آئیں۔ تاکہ زبانی گفتگو ہونے کے بعد تمام امور کا تصفیہ ہو جائے۔ مہاتما گاندھی یہاں کل صبح آئیں گے۔ میں اون کو روک لوں گا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ بہتر یہ ہے کہ مشیر حسین بھی ہمراہ آئیں۔ اون کا انگلستان جانا اب تو بیکار معلوم ہوتا ہے۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۱۰)

اللہ اکبر

۲۲ مئی سنہ ۱۹۲۰ء

حضور قبلہ و کعبہ جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

امید کہ حضور بخیریت ہیں۔ عرض یہ ہے کہ پہلی دوسری جون کو الٰہ آباد میں جلسہ کرنے کا ارادہ ہے وہاں سے دعوت بھی آگئی ہے۔ مہاتما گاندھی صاحب کو تار دیا ہے امید ہے کہ وہ رضامندی دے دیں گے تو اس حالت میں کوئی شبہ ہی نہیں رہے گا۔ یہ تاریخیں اس وجہ سے تجویز کی گئیں کہ ۳۰ و ۳۱ مئی کو بنارس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا جلسہ ہے۔ خلافت کمیٹی کی طرف سے ہندوستان کے ہر خیال کے ہنود صاحبان کو بلایا ہے تاکہ وہ اپنا مشورہ دیں اس صورت میں جو اصحاب آنا چاہیں گے اون کو آسانی ہوگی۔ خلیق اور شوکت علی کو حضور مطلع فرما دیں اور حضور کی شرکت اس موقعہ پر بیحد ضروری ہے۔ حالانکہ گرمی کی تکلیف بہت سخت ہوگی۔ بفضلہ تعالیٰ چھوٹانی سیٹھ صاحب اب کام کے لیے تیار ہیں۔ نہایت درجہ خوشی ہوئی۔ مفصل حالات زبانی بروقت ملاقات عرض کروں گا۔ اوس کا ......

استعفا بھی تیار ہے۔ دو چار دن میں یہاں بڑی میٹنگ ہو گی شرائط صلح سے اظہار نارضامندی کے لیے مولانا ظفر صاحب کی بیگم صاحبہ کو کل ۵۰۰ روپیہ خلافت کمیٹی کی طرف سے روانہ کر دیئے گئے اور آئندہ بھی ہر امداد کے لیے تیار رہیں خدا کا شکر ہے کہ الٰہ آباد نے اور ہمارے صوبہ نے اپنی زندہ دلی اور بیداری کا ثبوت دیا۔ ایک ہزار پرسوں روانہ کروں گا اور روپیہ بھی بعد کو۔

ہم لوگ اپنے نئے دفتر میں آ گئے ہیں۔ یہ بھی عارضی کیونکہ اصلی مکان دو ماہ میں تیار ہو گا۔ یہاں کا کرایہ اور مصارف بہت زیادہ ہیں۔ کل سے وصولی چندہ بھی شروع ہو گئی ہے۔ یہ بتلر بہادر سے کیوں اوز کر آ رہے ہیں۔ ایک تو مسلمانوں کو تنگ کریں اور پھر امید رکھیں کہ اون کو دھمکائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہم صابر و شاکر ہیں اور آخر تک صبر سے کام لیں گے۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۱۱)

۷ جولائی ۱۹۲۰ء

جناب قبلہ مولانا صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم، رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

سنٹرل خلافت کمیٹی کو چند ایسے علمار کی ضرورت ہے جو مسئلہ خلافت کی اشاعت و تبلیغ اور عملی کارروائی کے لیے ہندوستان کے مختلف صوبجات میں دورہ کریں۔ دورہ کرنے والے اصحاب ایماندار نیک اور خوش اخلاق ہونے چاہئیں جو لوگوں پر اپنا اخلاقی اثر ڈال سکیں۔ براہِ کرم ایسے علمار کے نام ارسال فرمائیں جو اس کام کے لیے تیار ہوں اور مفید ثابت ہو سکیں۔ جس قدر معاوضہ وہ لینے کو تیار ہوں اس سے بھی مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔ فقط والسلام۔

نیازمند شوکت علی

(۱۲)

اللہ اکبر

ناگپور

۵ جنوری ۱۹۲۱ء

قبلہ و کعبہ جناب مولانا صاحب دام مجدکم السلام علیکم و رحمۃ و برکاتہٗ۔ مزاج مقدس۔ سید اکرام علی صاحب کا خط ارسال کرتا ہوں جس سے ایک نوجوان کا مشرف بہ اسلام ہونے کا پورا واقعہ اور اوس کی خواہش کا اظہار ہو جائے گا۔ مستدعی ہوں کہ حضور والا مسمی غلام احمد کے لیے اگر مدرسہ فرنگی محل میں تعلیم اور وظیفہ کا انتظام کر دیں تو اس کی تعلیم اور تربیت ایک صالح نوجوان کی سی ہو جائے گی۔ مجھے اس کا پورا علم نہیں ہے کہ وہاں مدد وظائف سے کیا انتظام ہے اس لیے خط کے ذریعہ سے معلوم کرنا مناسب سمجھا۔ اس کا جواب سید اکرام علی صاحب کو حضور دے دیں

محمد علی کے گھر میں بفضلِ خدا صحت ہے۔ اور کل صبح ہم چھندواڑہ جا رہے ہیں۔ وہاں سے میں بمبئی اور محمد علی علیگڑھ چلے جائیں گے۔

حضور والا کا خادم

شوکت علی

(۱۳)

بمبئی ۱۵ جنوری ۱۹۲۱ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ عزیزی سعید الرحمٰن نے حضور کے خطوط دکھلائے۔ اون سے مجھ کو فکر ہوئی مگر میرا خیال ہے کہ مولانا سلامت اللہ صاحب سے گفتگو اور مفصل حالات سننے کے بعد صحیح حالات معلوم ہوئے ہوں گے۔ حسرت بھائی تو فضول گھبراہٹ پیدا کرتے ہیں۔ احکامِ الٰہی کے مقابلہ میں ہم کو کانگریس یا مسلم لیگ یا کسی ملکی انجمن کے احکام عزیز نہیں اور نہ اون کی پابندی ہم پر فرض ہے اور نہ ہم نے کی ہے اور نہ آئندہ کریں گے۔ ترکِ موالات کی خلافت کمیٹی نے تمام مراحل ہمارے لیے طے کر دیئے ہیں اور ہم اون پر کاربند ہیں۔ کانگریس قبول کرے یا نہ کرے ہم تو احکام اسلام کے پابند ہیں۔ صاف صاف ہمارا یہ مطالبہ تمام دیگر اقوام نے قبول کر لیا ہے۔ کانگریس خدا کا شکر ہے روز بروز ہمارے قریب آتی جاتی ہے مگر ہمارے لیے تو اون کے کوئی احکام مذہب کے احکام کے مقابلہ میں نہیں پھر مسٹر مہاتما گاندھی صاحب نے صاف صاف اپنی تقریر اور تحریر دونوں سے بارہا صاف کر دیا ہے۔ پھر ہمارے بھائیوں کو بیجا بدگمانی کا موقع کہاں۔ تمام اہل الرائے نے اون الفاظ کو مسلمانوں سے غیر متعلق کہا کیونکہ مسلمان کے لیے تو تمام احکام ۱۳ سو برس سے قبل آ گئے ہیں۔ ایک دوسرے حضرت جو راوی دروغ بھی ہیں ایک فرضی من گھڑت قیاس پر کہ سنا ہے کہ محمد علی صاحب نے راجہ صاحب کے وقتی اشارات کا خود کو پابند بنا رکھا ہے یہ لوگ اس قسم کی من گھڑت کہانیاں)

اور خواہ مخواہ غلط فہمیاں پیدا کر کے تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ وقت کام کرنے کا ہے فضول وقت ان جھگڑوں میں ہم ضایع نہیں کر سکتے۔ ہم کو ۸ ماہ کے اندر تمام اپنے مطالبات حاصل کرنے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ تمام ملک نے ہمارے اسلامی اصولوں کو پسند کر کے اون کی پابندی کی۔ تمام ملک ایک ہو گیا۔ اس پر خدائے بزرگ کا شکر کرنا ہے۔

(۲) مولانا عبدالقدیر صاحب کا خیال نہایت اچھا ہے۔ ۲ ہزار اون کے لیے اور ایک ہزار مصارف کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ زبانی گفتگو میں تمام معاملات اور کام کا طریقہ طے ہو جائے گا۔

(۳) کل میں اور چھوٹانی میاں تار کی خبر مشیر حسین صاحب کو جہاز پر بھیجیں گے۔ اون کو یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہیے تھا کہ ہم لوگ اون سے بدسلوکی کریں گے وہ بھی اس طرح کہ کسی قسم کا اُن کے لئے انتظام نہ کریں گے۔ محمد علی سے جو واقعات پیش آئے تھے اور جن کی نسبت وہ بدگمانی ہوئی ان کی بابت گفتگو ہو جائے گی ضرور بمبئی پہنچ کر۔ نیز آغا خاں کا مشیر پر بہت اثر ہے اور خود اون کی رائے کو بھی تلوّن ہے اس لیے اون سے گفتگو کرنا ہو گی مگر اوس کے یہ معنی ہرگز نہ تھے کہ ہم اون کو اپنے سے علیحدہ کر دیں گے۔ ہم تو اون کو ساتھ کرنے کی از حد

کوشش کریں گے اور خدا سے امید ہے کہ کامیاب بھی ہوں گے۔ حضور اطمینان رکھیں اور اون کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے پائے گی۔

(۴) خدا کا شکر ہے کہ راے بریلی کے عام کسانوں نے بھی ترکِ موالات با امن کی فتح کا ثبوت دے دیا۔ یہ واقعہ تمام ہندوستان کے کاشتکاروں کو جگا دے گا۔ تبلر اور اون کے ہم رائے کبتک تعلقداروں کو ہمارے راستہ میں حائل کریں گے۔ ہمارے کسان بھائیوں کا صبر و تحمل قابلِ ستائش ہے۔

عزیزی سید منظور علی کو بلا کر حضور گفتگو فرمائیں۔ کام کا آدمی ہے اور قابلِ اعتبار۔

شوکت

(۱۴)

۲۹ جنوری ۱۹۲۱ء بمبئی

حضور والا۔ السلام علیکم۔ حضور کا خط مجید کو کل بمبئی واپسی پر ملا۔ دو دن کے لیے احمد نگر اور مالیگاؤں و ناسک دورہ پر گیا تھا۔ معظم نے بھی اپنے خطوط دکھائے۔ سیٹھ چھوٹانی صاحب کو حضور کا تار اور خط دونوں دے دیئے تھے۔ آج غالباً سیٹھ صاحب بھی حضور کو علیحدہ خط لکھیں گے۔ مجھ سے بھی کہا کہ جب میں واقعات بیان کر دوں گا تو حضور کو اطمینان ہو جائے گا۔ جو امور کہ حضور نے اپنے خطوط میں لکھے ہیں اون کی نسبت کچھ مجید کو کہنا تھا تاکہ حضور کو تمام حالات سے واقفیت ہو جائے۔ برادر عزیز الطاف الرحمٰن کو بھی خط دکھا دیں۔

(۱) عزیزی سعید الرحمٰن کی نسبت حضور کو علم ہے کہ میری ذاتی رائے بہت اچھی ہے۔ وہ نہایت درجہ متدین اور قابل آدمی ہیں اور کام کے۔ اگر وہ دفتر میں ہی ہوتے تو آج اون کی بڑی قدر و منزلت ہوتی اور ہمارا بہت سا کام ہوتا۔ مگر وہ سیٹھ صاحب کی خانگی ملازمت میں چلے گئے۔ ظہور احمد صاحب بیرسٹر کا کچھ قصور نہیں ہے۔ وہ غریب فضول زد میں آگئے۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی شریف تعلیم یافتہ شخص کے لیے بمبئی میں بحیثیت ملازمت گذر دشوار تھا۔ یہاں کے لوگ ہی ان معاملات کو خوب نبھاتے ہیں۔ سعید نے بڑی غلطی یہ کی کہ جاتے کے ساتھ ہی اس محنت اور تندہی سے کام کیا کہ دفتر کی گذشتہ خرابیوں کا پردہ فاش ہو گیا۔ یہاں کے لوگ اون کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح سے اون کے خلاف کارروائی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹانی صاحب اون کی نسبت از حد خراب خیال رکھتے ہیں۔ اور میری کوشش کہ اون کو اور موقع دیا جائے بے سود ثابت ہوگی۔ وہ اور معف، اور ضرورت سے زیادہ چالاک۔ میں نے بیکار سمجھا کہ زیادہ اور کہوں۔ سعید سے بھی کہا کہ تمہاری گذر دہاں ناممکن ہے۔ میں دفتر میں خوشی سے اون کو رکھنے کو تیار تھا مگر سیٹھ صاحب اور کھتری صاحب دونوں اس کے خلاف تھے اور میں نے مجبوراً یہ مشورہ دیا کہ تم بہتر ہے محمد علی کے پاس علیگڈھ چلے جاؤ۔ قومی مسلم یونیورسٹی کے لیے ایک مناسب کی سخت ضرورت تھی۔ محمد علی سے بھی کہہ دیا تھا۔

سیٹھ وہاں خوش رہیں گے اور کام کر سکیں گے۔

(۲) مجھ کو افسوس ہے کہ حضور کو مفسد لوگ خواہ مخواہ دوسروں کے خلاف لکھ کر پریشان کرتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ ہم میں سے کوئی بد دیانت نہیں ہے اور نہ خائن۔ ہمارا ضمیر اس سے پاک ہے۔ اور خدا ہم کو اوس دن کے لیے نہ رکھے کہ ہم اوس روپیہ سے اپنا گھر بھریں۔ حضور کے خط سے ہم کو رنج ہوا کیونکہ شبہ پڑتا ہے کہ حضور کو بھی گمان ہے کہ ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ اور آج تک میں نے پورا حساب کر دیا ہے جو موجود ہے کہ میری ذات پر تمام سال بھر کے دورہ میں کل روپیہ (۲۱۰۰) Rs. 2100 صرف ہوا۔ اس سے دوگنا تو میں اپنا صرف کر چکا ہوں۔

(۳) دفتر کا حساب آخر دسمبر تک مکمل ہو گیا۔ یعقوب حسن صاحب نے اوس کو جانچا اور اب (وہ حساب) آڈیٹر کے سپرد جانچ کے لیے جائے گا۔ دفتر میں بھی کوئی بے ایمان نہیں ہے اور جو الزام لگائیں اون میں اتنی جرأت ہونا چاہیے کہ وہ آ کر چور کو پکڑ دیں۔ ہم سب ممنون ہوں گے۔

(۴) میں انشاء اللہ دہلی ۱۲ کو روانہ ہونگا اور وہاں سے لکھنؤ حاضر ہوں گا۔ ہمارے صوبہ میں کام کم ہوتا ہے اور فضول کے اعتراضات زیادہ ہوتے ہیں۔ مجبوراً مجھ کو محمد حسین صاحب سے صاف صاف گفتگو کرنا پڑی تھی۔ حضور ان تمام حضرات سے کہیں کہ ایک مرتبہ پورے طور پر حساب کو آ کر جانچ لیں اور پھر جو مشورہ ہو وہ دیں۔ میں ہرگز مشورہ اور اعتراض سے نہیں گھبراتا مگر صرف سُنی سُنائی باتوں پر سخت بیجا اخلاقی الزامات لگا دینا گناہ ہوگا۔ کل مشیر حسین صاحب آئیں گے۔ اون کا تار ہمارے تار کے جواب میں آ گیا۔

حضور کا خادم
شوکت علی

(۱۵)

کراچی جیل ۱۵ر اکتوبر ۱۹۲۱ء

حضور والا۔ السلام علیکم۔ مجھ کو کچھ علم نہیں کہ میرے دو خط قطب میاں صاحب کو ملے یا نہیں اور دو خطوط کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ بہت دنوں سے خط نہیں آئے ہیں۔ کلکٹر کی معرفت آتے ہیں اور خدا معلوم اون کا وہاں کیا حشر ہوتا ہے۔ اب خطوں کے ذریعہ سے ہم آوارگان اسلام کو کوئی اور کیا آوارہ کرے گا۔ مگر شاید یہ بھی ایک سزا کا مزید طریقہ ہوگا۔ مقدمہ اب ۲۴ر اکتوبر کو ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ زیادہ انتظار کرنا نہیں پڑے گا۔ نتیجہ تو معلوم ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ صاف فیصلہ ہو جائے تاکہ تمام دنیائے اسلام متنبہ ہو جائے۔ سنا ہے اکہ فیصلے کے لئے الہ آباد کا بونا بیرسٹر آئے گا۔ میں اون سے واقف ہوں۔ اوس کے ہمراہ کوئی حضرت عالم بھی آئیں گے۔

حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرش راہ
پر کوئی ہم کو یہ سمجھاؤ کہ سمجھائیں گے کیا

معظم صاحب نے غالباً حضور اور مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کو اطلاع دی ہے اور درخواست

کی ہے کہ حضور تشریف لائیں۔ زیارت کا اشتیاق ہے وہ نصیب ہو جائے گی رہا کام تو یعقوب حسن صاحب بہت قابل اور کام کے آدمی ہیں۔ وہ اور مولانا ابوالکلام آزاد اور معظم صاحب سب سنبھال لیں گے معظم صاحب کو تمام حالات سے اطلاع ہے۔ اختر علی یہاں آ سکے تھے کل واپس گئے۔ اون کو میں نے شہر بمبئی کے مضافات کا کام علاوہ دفتر کے خطوط کے جو میری طرف سے سارے ہندوستان کے کام کرنے والوں کو لکھیں گے سپرد کیا ہے۔ اشفاق کچھ دنوں تو والدہ صاحبہ کے پاس رہ کر سکرٹری کی حیثیت سے کام کریں گے۔ تمام ملک میں ہمارے احباب سے درخواست کریں گے کہ روپیہ بھیجیں اور والدہ صاحبہ کے ہمراہ دورہ پر جائیں گے۔ جب عثمان رامپور سے آجائیں گے تو وہ والدہ صاحبہ کے پاس رہ کر یہ کام انجام دیں گے اور اشفاق مدراس یا کسی دوسرے صوبہ میں کام کریں گے۔ عابد صاحب کو حضور یہ خط دکھا دیجئے گا اور کہئے گا کہ اس کا جواب اور شکریہ خود ہی لکھ کر بمبئی کے پتہ سے بھیجدیں۔ ہم خوشی سے امداد قبول کریں گے جس وقت ضرورت ہوگی۔ انشاءاللہ عزیزی عابد محنت سے پڑھ کر کامیاب ہوں گے۔ عزیزی سعید الرحمٰن کے کام سے تمام لوگ یہاں خوش ہیں۔ نہایت محنتی اور فرائض کو پہچان کر کام کرتے ہیں۔ کام لینے والا چاہیے۔ بس تو ایسے آدمی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھوں جس کو خود کام کے تکمیل کی فکر ہو۔ گھبراہٹ بھی مفید ہے کیونکہ اس سے محنت اور فکر کا پتہ چلتا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ کام رکنے والا نہیں ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:۔

نہیں ہے وجہ وحشت میں اوڑاتا خاک رنداں کا
کہ میں اس خاک سے پیدا بیاباں کر کے چھوڑوں گا

تسبیح ملی اوس کو آنکھوں سے لگایا۔ صبح کو پڑھتا ہوں۔ خوب اطمینان ہے اور بہت آرام۔ اس قدر آرام ناممکن تھا۔ مولوی نثار احمد صاحب سے عربی بول چال اور صرف پڑھتا ہوں۔ خوب آدمی ہیں اور بہت سچے مسلمان اور نیک۔ قطب میاں مولانا سلامت اللہ صاحب۔ بھائی شوکت علی۔ مولوی عنایت اللہ صاحب۔ حکیم عبدالقوی صاحب۔ صبغۃ اللہ صاحب سب کو سلام مسنون عابد صاحب کو پیار۔

حضور کا خادم
شوکت علی

(۱۶)

کراچی جیل
۲۶۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

حضور والا۔ السلام علیکم۔ مولوی عنایت اللہ صاحب سے حضور کو مفصل حالات معلوم ہو جائیں گے وہ توکل اس قدر خفا تھے کہ بمشکل تمام حکم دے کر اون کو روکا کہ ہم کو صبر سے کام لینا ہے۔ ع "دروغ گو را بدر خانہ باید رسانید"

ہم لوگ فقیر خاک نشین ہم کو کرسیوں کی کیا ضرورت تھی۔ مگر سخن فہمی عالم بالا معلوم شد :-

ہم کو اون سے وفا کی تھی امید
جو نہیں جانتا وفا کیا ہے

حضور کے نہ ملنے کا افسوس ہے اور اوس سے زیادہ حضور کی علالت سے سخت فکر ہے۔ حضور پورے طور سے علاج فرما کر تندرست ہو جائیں۔ کیونکہ ابھی اسلام اور دین مقدس کو حضور کی بہت ضرورت ہے۔ عزیزہ حضرتی سلمہ کی علالت سے بھی تشویش ہے۔ خدا اپنا رحم کرے۔ بھائی الطاف کے خطوط پڑھ لیے تھے۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ حضور زیادہ فکر نہ فرمائیں میں نے چھوٹانی میاں کو صاف صاف خط لکھ دیا جس پر وہ ضرور توجہ کریں گے۔ یہ وقت جمع کرنے کا ہے نہ کہ بہترین کام کرنے والوں کو علیحدہ کرنے کا۔ کمیٹی کے واسطے بھی میں نے اپنی تجویزیں پیش کر دی ہیں جو دہلی میں حکیم صاحب اور ڈاکٹر انصاری پیش کر دیں گے۔ مجھ کو امید ہے کہ تمام امور کا مناسب تصفیہ ہو جائے گا۔ میں نے صبر سے کام لیا اور کسی تنگ نہیں کیا ان باتوں سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے بلکہ خود اون حضرات کا۔ مگر اس کام کے آخر تک صبر و سکون سے کام کرنا ہے۔ انشاء اللہ "نصر من اللہ و فتح قریب" پریشانی نظر نہیں آتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہم سب متفقہ طور سے کام کریں گے۔ اتحاد اس وقت لازمی ہے حضور کی کوششیں انشاء اللہ بار آور ہوں گی۔ عزیزی عابد سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضور کے سپرد ہیں اور قطب میاں صاحب سے اچھا اون کو نگران کون ملے گا۔ شاہد کو بھی حضور ہی کے پاس بھیجے دیتا ہوں۔ اوس کی صحت کی طرف سے پریشانی ہے۔ تھوڑی تھوڑی اردو فارسی نکل جائے گی اور انگریزی و حساب بھی۔ سعید الرحمن کو میں سب سمجھا دوں گا۔ عزیزی سعید اس قدر توجہ اور محبت سے کام کرتے ہیں کہ ہر شخص اون کا مداح ہے۔ خدا اون کی کوششوں کو بار آور کرے۔ لکھنؤ کی چار خوب پی اور ٹکڑے تو نہایت ہی لطیف تھے۔ مولوی نثار احمد صاحب جو میرے قریب رہتے ہیں اون سے بہت محظوظ ہوئے۔ میرے حصے میں بھی شریک تھے۔ کیونکہ مجھ کو علم ہو گیا ہے کہ اون کو میری طرح میٹھا کا بہت شوق ہے۔ حضور اس قدر سامان کھانے کا ہے کہ مکان حلوائی کی دوکان ہو گیا ہے۔ خدا بڑا غریب پرور ہے۔ آج تک تو اوس کے نام سے سب کچھ ملا ہے۔ کل اگر تھوڑی تکلیف ملے تو شکایت کیسی۔ پیشگی مزدوری مل گئی تھی۔ میں بعد نماز صبح حضور کی تسبیح پر پڑھتا ہوں۔ اور اوس کو چوم لیتا ہوں حضور دعا میں ضرور یاد فرمائیں۔ قطب میاں صاحب اور سب چھوٹے صاحبزادوں کو پیار و دعا۔ خدا اون کو عمر اور ایمان اور صحت عطا فرمائے۔ مولوی سلامت اللہ صاحب۔ مفتی صاحب عزیزی صبغۃ اللہ۔ الطاف بھائی اور سب کو سلام مسنون۔

حضور کا خادم شوکت علی

(۱۷)

۷۸۶

ملٹن ہاؤس

مورخہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۲۰ء

برادرم زاد عنایتہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ شرائط صلح کا اعلان ہو چکا ہے۔ چونکہ شرائط

ہمارے شرعی احکامات اور انصاف و آزادی کے اصولوں کے سراسر خلاف ہیں، اس لیے اب وقت آگیا ہے کہ ہم بلا توقف انقطاعِ تعلقات کی تحریک کو عملی صورت میں لانے کی جد و جہد شروع کر دیں اور اس مقصد کے لیے مرکزی خلافت کمیٹی کا ایک اجلاس منعقد کریں جس میں انقطاعِ تعلقات کے متعلق عملی پروگرام مرتب کر لیا جائے۔ علاوہ ازیں مسٹر بدرالدین عبداللہ قور نے ایک طویل طویل خط بھیجا ہے اور اخبارات میں بھی شایع کرایا ہے کہ انہیں گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی تجویز منظور نہیں ہے اور چونکہ کمیٹی نے اب سخت طرزِ عمل اختیار کیا ہے۔ جس پر وہ کاربند نہیں ہو سکتی اس لیے وہ اپنے عہدہ آنریری سکرٹری سے مستعفی ہوتے ہیں۔ چونکہ مسٹر بدرالدین عبداللہ قور کمیٹی کے لیے کبھی مفید ثابت نہیں ہوئے اور اب عین وقت پر جبکہ عملی کام کی ضرورت ہے وہ کمیٹی کے اغراض و مقاصد سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کی جگہ کوئی دوسرا آنریری سکرٹری مقرر کیا جائے نیز اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ دہلی میں جو جلسہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان لیڈروں کا گذشتہ ماہ مارچ میں منعقد ہوا تھا اور اس جلسہ کے اراکین کی رائے کے مطابق جو اعلان مہاتما گاندھی جی اور دوسرے سربرآوردہ اصحاب نے مرتب کیا تھا اس پر غور و خوض کیا جائے تاکہ بعد منظوری تمام ہندوستان کے لوگوں میں اس کی اشاعت کر دی جائے۔

بلحاظ موسم بمبئی اس وقت مرکزی خلافت کمیٹی کے اجلاس کے انعقاد کے لیے بہترین مقام تھا۔ مگر چونکہ اکثر حضرات دُور و دراز جگہوں سے بمبئی میں بار بار تشریف نہیں لا سکتے۔ اس لیے اجلاس کی اہمیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے تجویز کی گئی ہے کہ آیندہ اجلاس الٰہ آباد میں بتاریخ یکم جون ۱۹۲۰ء منعقد کیا جائے۔ الٰہ آباد میں ہندوستان کے ہر حصہ سے اراکین کے تشریف لانے میں سہولت بھی ہوگی۔ اور مسٹر حمید احمد و مولانا فاخر صاحب کے معاملات کی وجہ سے بھی یہ اجلاس الٰہ آباد اس وقت زیادہ موزوں و مناسب ہوگا۔

اس اجلاس میں تمام ہندوستان کے سربرآوردہ ہندو اور مسلمان لیڈروں کو بھی شامل ہونے کی دعوت دی گئی ہے اور امید واثق ہے کہ سب صاحبان اجلاس کی اہمیت کا خیال رکھتے ہوئے ضرور شرکت فرمائیں گے۔ صدر دفتر کے لیے ایک کشادہ مکان کا بندوبست کر لیا ہے مکان ابھی زیرِ تعمیر ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک یا دو ماہ تک تیار ہو جائے گا۔ فی الحال مسٹر آزاد بیرسٹر نے اپنا مکان دفتر کے لیے دے دیا ہے۔ امید ہے اب دفتر کا کام انشاء اللہ تعالیٰ باقاعدہ ہوتا رہے گا۔

میاں محمد حاجی جان محمد چھوٹانی
صدر

مرزا علی محمد خاں
مولانا شوکت علی
احمد حاجی صدیق کھتری
} آنریری سکرٹریاں

ایجنڈا

۱۔ شرائط صلح پر غور کرنا

۲۔ مسٹر بدرالدین عبداللہ قور کا استعفا پیش کیا جائے گا۔

۳۔ سر فاضل بھائی کریم بھائی کا بوجہ انگلستان جانے کے استعفا پیش کیا جائے گا۔

۴ ۔ مسٹر اعظم غلام حسین پاپیر دی کا بوجہ علالت استعفا پیش کیا جائے گا۔
۵ ۔ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ جلسہ منعقدہ دہلی کے اعلان پر غور و خوض کرنا۔
۶ انقطاع تعلقات کی تحریک کو شروع کرنے کے لیے عملی پروگرام مرتب کرنا۔
۷ ۔ دوسری تجاویز جو جناب صدر صاحب پیش کرنا چاہیں۔

(۱۸)

۲۴ مئی ۱۹۲۰ء

حضور والا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

جناب والا کا ابھی ایک تار بنام مولانا شوکت علی صاحب اس مضمون کا ملا۔ جناب کو مولانا موصوف نے آپ کے ردپیہ کے تار کا حسب ذیل جواب دیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ گذارش ہے کہ جناب والا کی خدمت میں اس خط کے ہمراہ ایک انگریزی کا خط بھی ارسال کیا جاتا ہے۔ الہ آباد کی میٹنگ کا ایجنڈا جناب والا کے نام روانہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس الہ آباد کی میٹنگ میں شریک ہوں۔ الہ آباد کی میٹنگ کی ۱ ر ۲ ر جون مقرر ہو چکی ہے۔ اور سب ممبران کو ایجنڈا روانہ کیے جا چکے ہیں۔ یقین ہے کہ حضور والا اور مشیر حسین صاحب قدوائی الہ آباد ضرور تشریف لائیں گے۔ از طرف مولانا شوکت صاحب حضور والا کی خدمت میں اور دیگر برادران کو سلام مسنون۔ از طرف خاکسار بھائی الطاف الرحمٰن۔ سعید الرحمٰن۔ صبغۃ اللہ وغیرہ السلام علیکم۔

والسلام علیکم
خادم محمد اختر علی

(۱۹)

خلافت ہاؤس
۲۶ ر مئی ۱۹۲۰ء

قبلۂ کونین و کعبۂ دارین حضرت مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج مقدس؟ حسب ارشاد جناب مولانا شوکت علی صاحب آپ کو یہ عریضہ ارسال کرتا ہوں۔ حضور والا کا کل شام کو ایک تار آیا تھا۔ جس میں جناب والا نے فرمایا تھا کہ تمام علماء کو بھی دعوتی خطوط روانہ کر دیئے جائیں تاکہ وہ الہ آباد کے جلسہ میں شریک ہوں۔" جناب کے تار کا جواب دیا گیا، اور بذریعہ خط کے بھی عرض کرتا ہوں کہ حضور والا تمام علماء کو اطلاعی خطوط روانہ کر دیں۔ ۲۵ ر مئی کو حضور والا کا تار اس مضمون کا وصول ہوا:۔

حضور والا کو شوکت علی صاحب نے اُس کا یہ جواب دیا ہے:

سب کی خدمت میں سلام مسنون۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ خادم
محمد اختر علی

خط، سید اکرام علی

ناگپور ۵ جنوری ۱۹۲۱ء

مخدومی و مکرمی ملجائے و استادی جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد افضالکم

پس از جبیں سائی و ناصیہ فرسائی مکشوفِ ضمیر مہر تنویر ہو کہ ایک عالی خاندان مدراسی برہمن کا لڑکا عمر ۱۸ اٹھارہ سالہ انگریزی تعلیم یافتہ امسال مشرف بہ اسلام ہوا ہے۔ اس کا سابق نام گوپالا ولد گوناکون اور اسلامی نام غلام احمد ہے۔ چونکہ یہ مدراس کا باشندہ ہے اس لیے اس کی مادری زبان تامل یا تیلیگو ہے۔ اور یہ اُردو برابر بول نہیں سکتا اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ نومسلم مذکور سے دریافت کیا گیا کہ اگر ملازمت کی خواہش ہے تو بیس پچیس روپے ماہوار کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ کہتا ہے کہ اس کے ہمراہ بیس عالی خاندان برہمن زادے بھی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور اون کے مابین یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر ایک نومسلم عربی مدرسہ میں فوراً داخل ہو کر خصوصاً قرآنی تعلیم اور عموماً مذہبی تعلیم اسلامی اصولوں پر حاصل کریں۔ اور دس سال کے بعد سب مدراس میں جمع ہوں اور دیکھیں کہ کن کن نے اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کی ہے۔ بعد ازاں پھر یہ اپنی قوم کے افراد کو جہاں تک ان سے ممکن ہو اسلامی حلقہ میں لانے کی پوری پوری کوشش کریں اور ہر ایک اپنی زندگی اس کام میں وقف کر دے۔ ان نومسلموں جن میں سے کسی نے میٹریکولیشن اور کسی نے ایف۔ اے وغیرہ تک مدراس کے کالجوں میں انگریزی تعلیم حاصل کی ہے۔ اور سوائے اس ایک نومسلم مذکور الصدر کے کل دیگر طلبا ملک کے متفرق مقامات کے عربی مدرسوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان کے مقصدِ عالی کو مدِ نظر رکھ کر یقین ہوتا ہے کہ ان سے اسلام کو کسی حد تک ضرور فائدہ پہنچے گا۔ نومسلم مذکور الصدر بھی بمبئی سے کلکتہ کے مدرسۂ عالیہ میں داخل ہونے کو جا رہا تھا۔ لیکن اس کے پاس زادِ راہ نہ ہونے سے اسے مجبوراً یہاں اوترنا پڑا۔ سر دست یہ دو ماہ سے یہاں میرے پاس ہے اور یہاں کے اسلامیہ مدرسہ میں اُردو کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اب وہ کسی قدر اُردو سمجھنے اور بولنے لگا ہے۔ اس کے متعلق یہاں مولوی محمود علی خاں صاحب و دیگر اصحاب سے مشورہ کیا گیا تو عموماً سب کی یہ رائے پائی کہ نومسلم مذکور کو صاحب ممدوح کے زیرِ عاطفت رکھنا مناسب ہوگا۔ لہٰذا التماس ہے کہ صاحب ممدوح اون کے مقصدِ عالی کو ملحوظِ خاطر رکھ کر نومسلم مسمی غلام احمد مذکور کو اپنے مدرسہ میں جگہ دیں گے۔ زیادہ والسلام۔

احقر العباد سید اکرام علی دفتر ڈائرکٹر انسٹرکشن ممالک متوسط۔ ناگپور

خط، سید فیض علی

یکم جنوری ۱۹۲۱ء

مخدومی و مکرمی جناب مولانا صاحب دام فیوضکم

بعد از سلام سنتِ اسلام آنکہ یہاں ہر چند عرصہ سے سیوا سمتی قائم ہے جس میں زیادہ تر اہلِ ہنود شامل ہیں۔ ہم مسلمان

بھی قدرے شامل ہیں۔ چونکہ بہ تقاضائے وقت سیواسمتی میں شامل ہو کر خدمتِ اسلام نہیں دے سکتے۔ حسبِ خواہش بھی نہیں۔ میلے تو کہنا ہی کیا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ براہِ کرم اپنی سرپرستی میں ہمیں انجمن خدام کعبہ افتتاح کرنے کی اجازت دلادیں اور مناسب ہدایات عمل و احکام سے آگاہی فرمائیں۔ اور جو قواعد و ضوابط ہوں۔ مطلع فرما کر عنداللہ مشکور فرمائیں۔ والسلام نیاز۔

راقم نیاز مند سید فیض علی محلہ راجپوتاں قصبہ رادور ضلع کرنال تحصیل تھانیسر

خط، مشتاق صاحب

از گدیہ۔ ۲ رفروری ۱۹۱۴ء

حضرت مخدومی و محترمی مدظلہ العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مشیر ماموں کا ایک خط ابھی مجھے ملا۔ ہے موصوف نے مجھے تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ سے عرض کروں کہ خدام کعبہ کا نام عربی ترکیب سے خدام الکعبہ کر دیا جائے۔ فارسی ترکیب سے عربی ترکیب افضل ہے اور انجمن کو حجاز میں بھی تو بالخصوص پھیلانا ہے۔ قسطنطنیہ میں بھی۔ یورپ پر خدام الکعبہ کا زیادہ اثر پڑے گا۔ میں اس زمانہ میں بانسہ گیا تھا کہ وہاں سعید میاں نے انجمن خدام کعبہ کو خوب پھیلا رکھا ہو گا مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔ وہاں لوگ بالکل بے خبر ہیں۔ آپ سعید میاں کو تحریر فرمائیں کہ حضرت آپ کی شرکت سے صرف یہ غرض نہیں ہے کہ آپ سال میں ایک روپیہ دے کر سبکدوش ہو جایا کریں۔ آپ کو اپنے قرب و جوار میں اوس کی پورے طور سے اشاعت کرنا چاہیئے۔ وہاں متعدد گھر جولاہوں کے ہیں اون کو اگر سمجھالیں تو ایک خاص تعداد ہو جائے۔ مسولی میں بھی اسی مومن قوم کی بڑی آبادی ہے۔ مشیر ماموں کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آثار بہت خراب ہیں۔ دشمنوں کا رخ حرم محترم کی طرف ہے۔ سُنا ہے ایک نقشہ کعبہ کا تیار کیا گیا ہے اوس پر گولہ باری کر کے اندازہ کیا جاتا ہے کہ سمندر سے کیسے وہاں تک گولے اُتر سکتے ہیں اور کیا صورت کامیابی کی ہو سکتی ہے۔ ترک بحری حالت کی درستگی میں جان و دل سے مصروف ہیں۔ اگر اون کو روپیہ مل جاتا تو وہ بہت کچھ سامان کر لیتے۔ تمسکات کے بکوانے کی کوشش بہت ضروری ہے۔ اب تو روپیہ کی واپسی کا بھی اطمینان کلی ہے۔ خدا ہر آفت سے محفوظ رکھے وقت بُرا ہے دعا فرمائیے اور کوشش کرتے رہیئے وہ ہمارے ساتھ رہے اور ہم اوسی کے ہو کے رہیں۔

عرض گذار مشتاق

خط، مشیر قدوائی

از گدیہ۔ بارہ بنکی۔ اودھ

۷ راپریل ۱۹۱۴ء

جناب معظم و مکرم۔ تسلیم۔ آج احسان میاں کے کارڈ سے معلوم ہوا کہ آپ کلکتہ تشریف

لے گئے۔ رشید میاں اور وحید میاں بھی ساتھ ہیں۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ آپ تمسکاتِ عثمانی کے وفد کے طور پر تشریف لے گئے ہیں یا اسی طرح کی ضرورت سے۔ اگر وفد کا کام ہو تو میں حاضر ہو جاؤں مجھے تار دلوا دیجئے۔ کب تک آپ کا قیام وہاں رہے گا۔ میں کب تک آؤں اگر آؤں۔ موقع سود اسلام کا ہم نے جانے دیا تو اس کا الزام سب سے زیادہ ہمارے اور آپ ایسے لوگوں پر ہوگا جو طریقہ مدد کو جانتے ہیں اور کوشش نہیں کرتے۔ بیچارے غریب جاہل مسلمان اپنے پاس اسلام پر وارفتہ دل رکھتے ہیں۔ ہم کو صرف اون کو بتانا ہے کہ کس طرح آجکل ——— اس زمانہ فساد اور دغا میں اسلام کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ وہ فوراً اوس پر عمل کریں گے۔ اگر ہم نے نہ بتایا تو ملزم ہم ہیں وہ نہیں۔ میرا دل جانتا ہے جب میں آیندہ کے مشکلات پر غور کرتا ہوں۔ آنے والے حادثات کو کوئی چیز روک نہیں سکتی سوائے اسلامیت کے۔ جس قدر ان دو برسوں میں آلام مسلمانوں پر پڑے ہیں وہ حد سے زیادہ سنگین اور دلشکن ہیں لیکن ابھی جو سال دو سال کے اندر پڑنے والے ہیں وہ اون سے بھی زیادہ جانفرسا ہوں گے۔

میں دیوانوں کی طرح عرصہ سے پکار رہا ہوں کہ پین اسلامزم کو کام میں لانا چاہئے اور ایک ایسی مستقل انجمن قائم کر دینی چاہئے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو رشتۂ اتحاد و اخوت میں منسلک کر دے جو اون حملوں کی روک تھام کے افکار برابر عمل میں لاتی رہے جو عیسائیت کی مشنریوں اور دوستوں میں رہ کر اندر روزانہ تجویز ہوتی رہتی ہیں۔ مصیبت کے پڑ جانے پر حملہ کے شروع ہو جانے پر اضطرار سے کام لینے کی مجھے نہ پہلے امید تھی اور نہ فائدہ معتدبہ نظر پڑا۔ یہاں سے ہلالِ احمر میں بھی روپیہ گیا۔ وفد تمسکات بھی خرید ہوئے اور انشاء اللہ ہونگے مگر جو ہونا تھا ہوا ہے۔ یورپ سے اسلام نکل ہی کر رہا۔ عیسائیت نے اپنا بدلہ لے کر ہی چھوڑا۔ فرڈینینڈ کی شکستہ مسجد ایڈریانوبل کو اپنے قدموں سے ناپاک کر ہی دیا۔

مولانا۔ دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کیجئے۔ یا تو یہاں ہی رہ کر خدامِ کعبہ یا اسی طرح کے کسی اور مستقل پین اسلامک کام کو اٹھائیے اور یا پھر چلیے قسطنطنیہ میں وہاں تبلیغ جہاد کیجئے۔ میرے دل میں ترکوں کی بہت عزت ہے میں کہتا ہوں کہ اونھوں نے اس طرف جس قدر جانیں فدا کی ہیں اوس کا سوال کیا ہزارواں حصہ بھی اور کسی قوم میں مسلمانوں کی عزت و بنیادی کے لیے نہیں ضائع کیا۔ ترکوں نے اپنی امکانی کوشش بقائے عزت کے لیے کی۔ اون کی عورتیں اون کے بچے اون کے بڈھے ماں باپ قربان ہوئے۔ اونھوں نے مال و متاع بھی قربان کر ڈالا مگر میں اون میں کچھ افسوسناک حالات پاتا ہوں اون میں انتقام کا جوش کم پاتا ہوں اون میں اسلامی ولولہ کم پاتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ بلقان کے قضیہ ملک کو اوسی طرح بھول جاویں گے جس طرح البانیہ کی غداری کو بھول گئے۔ اگر یہاں نہ کچھ پین اسلامک کام کیجئے تو چلیے پھر چل کر اپنا وہ فرض ادا کیجئے جو علماء کے ذمہ ہے۔ ہم سب پر ایک حادثۂ عظیم آپڑا ہے لیکن اسلامی نشان اس کی مقتضی ہے کہ ہم اس شکست کو فتح سے مبدل کرنے کی کوشش کا خیال ترک نہ کریں۔ میں چار مہینہ پیشتر اپنے عزیز و اقارب کو لکھ چکا ہوں کہ اسلام یورپ سے نکل گیا میں آخر وقت تک بھی یہ نہ مانوں گا کہ اسلام دنیا سے فنا ہو گیا۔ اسلام میں بالیدگی کی روح ہے اور اوس کا خمیر ہی ایسا ہے کہ اوس کا اصلی پیرو حاکمِ اعلیٰ بنے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اسلام یورپ سے مٹ گیا لیکن عیسائیت دنیا سے اوسے مٹانے میں

نہ کامیاب ہوئی نہ ہوگی۔ اگر ہم لوگ جو امت محمدیہ میں ہیں اوس کے امین نہ رہیں گے تو اور قومیں ہوں گی۔ بس اب اگر ہم کو فکر کرنا ہے تو یہی کہ ہم امین رہیں اور اس کی کوشش منفرداً نہیں ہوسکتی بلکہ کل مسلمانوں کو یکدل ہوکر کرنا ہے۔ پھر بسم اللہ کیجیے عملاً۔ پیر صاحب کی خدمت میں تسلیم۔ رشید بھائی وحید بھائی کو بھی۔

مشیر قدوائی

(۲)

اوک لاج۔ نینی تال

۱۱۔ اگست ۱۹۱۴ء

برادر مکرم مولانا صاحب۔ تسلیم۔ مشیر سلمہٗ کی زبانی پیغام ملا تھا اور میں نے جواب بھی دے دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ بھائی شوکت علی اور محمد علی سے مجھے ایک قلبی تعلق ہے۔ اون کے نظربند ہونے پر میں نے چھوڑانے کی ولایت میں کوشش کی اور آپ کو کامیابی کی اطلاع بھی دے دی کہ فلاں وقت چھوڑ دیئے جاویں گے۔ چنانچہ دیسا ہی ہوا تھا۔ پھر جب حال کی قید میں مجھے معلوم ہوا کہ اون پر سختی ہوتی ہے تو اوس کے رفع کرنے کی کوشش کی۔ اون کے پبلک کاموں پر بھی میں نے نکتہ چینی کرنے سے احتراز کیا اور خلافت کمیٹی کے بھی اوس کام اور اوس حالت پر اعتراض کیا جو اون کے قید کی حالت میں ہوگئے تھے۔ بھائی محمد علی کے سفر یورپ کے متعلق ایک لفظ بھی نکتہ چینی کا پبلک میں نہیں نکالا۔ حالانکہ اون کے دونوں بھائیوں کا برتاؤ مجھ سے نہایت رکیک رہا۔ حتیٰ کہ جب میں (کسی مجبوری اور کسی ذاتی نقصان کے) چھوٹانی صاحب کے ساتھ وفد میں جانے لگا تو رخصتی سلام کا جواب دینا کیسا مجھ سے قصداً منہ پھیر لیا گیا۔ بعد کو بھی برابر ذاتی حملے مجھ پر ہوتے رہے۔ تحریراً اور تقریراً دونوں طرح اور میں خاموش رہا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں تو آج تک کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنا رعب مجھ پر ڈال سکے۔ اب میں بھی تیار ہوگیا ہوں کہ جواب باصواب ضرور دوں گا اگر جواب ترکی بہ ترکی نہ بھی دینا پسند کرسکا۔ مشکل یہ ہے کہ میرا دل اون سے لڑائی کو قبول ہی نہیں کرتا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیے کہ خیال آیا کہ الطاف کے خط کا جواب میں لکھوں کہ ہمدرد وغیرہ کا پہلے — (میرا بھی ہزار پانچسو روپیہ لگا تھا) کا کچھ تصفیہ کردیں تب محمد علی صاحب اخباروں کے لیے روپیہ کی اپیل کریں۔ مگر پھر رہنے دیا دل نے نہ قبول کیا۔ یہ معاملہ تو تھا ہی اب سید جالب صاحب نے ایک اور معاملہ اٹھا دیا۔ میرا خیال کہ میں اون کو (نیج کے خط سے) اون کی غلطی بلکہ ایک فریب میں آجانے کی اطلاع دوں گا مگر آپ کے تعلقات کے باعث آپ ہی کے ذریعہ سے اطلاع دینا مناسب تر سمجھتا ہوں۔ ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ سید جالب کی حرکت بدنیتی سے نہیں اور نہ وہ واقعی ارشاد علیہ کا حق تلف کرنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ شدید مغالطہ میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اور یہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ وہ کیسے ہمدم کی ہواخواہی اس میں سمجھتے ہیں کہ وہ دو ملازمین حکومت کی ملکیت میں آجاوے۔ مجھے ان پر اس بات کا بھی تعجب ہے کہ یہ تار بھیج کر اور یہ لکھ کر کہ ہمدم بند ہوا جاتا ہے مجھ سے بارہ سو روپیہ وصول کیے۔ اور اب جبکہ ہمدم کے چار پانچ مہینہ جاری رہنے کا انتظام

ہوگیا تو دوسرے مالکان اور ایک نیا بورڈ (جس میں شاہد احمد مرحوم کا کوئی عزیز نہیں حالانکہ افتخار ماموں لکھنؤ میں نہیں ہیں اور بالکل بیکار) پیدا کیا اور ایک افتتاحیہ مقالہ دھر گھسیٹا حالانکہ مجھ کو لکھا تھا کہ نہ مبشر سلمہ کا مضمون ملکیت کے متعلق شایع کیا گیا نہ خلیق صاحب کا مضمون شایع ہوگا۔ اپنے بیان میں بھی جو معروضہ بورڈ کے سامنے پیش کیا راجہ صاحب کی خوشامد کی حد اٹھا نہیں رکھی اور مالک غالب بلکہ مالک کل بنا دیا۔ میں نے مشیرالدین صاحب مینجر کو تو باضابطہ اطلاع دے دی ہے کہ چونکہ ارشاد سلمہ نابالغ ہے اور اسی کی طرف سے مینجر کا قبضہ ہمدم اور اوس کے مطبع پر ہے اس لیے اگر بلا عدالت کے مجبور کیے ہوئے اونھوں نے بورڈ وغیرہ کسی کو قبضہ دے دیا تو ہر نقصان کے ذمہ دار ہوں گے جس کو قبضہ کرنا یا استقرارِ حق کرانا ہو وہ عدالت جاوے۔ مشیرالدین صاحب شاہد حسین مرحوم کے ملازم اور مینجر ہمدم تھے وہ دوسروں کو کیا جانیں۔ راجہ صاحب کو بھی میں نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ اونکی ہوم ممبری کے رعب میں آنے والا مجھ سا درویش منش آزاد شخص نہیں۔ میں نے جو مشیرالدین صاحب کو لکھا اس کی اطلاع بھی راجہ صاحب کو دی ہے کہ اگر ان کو قبضہ کرنا ہے تو عدالت مجازسے چارہ جوئی کریں۔ یہ چیرہ دستی چلنے کی نہیں۔ چونکہ ارشاد سلمہ نابالغ ہے اس لیے وہ خود اگر چاہے تو بھی اپنی حقوق تلفی نہیں کرسکتا۔

نہ جانے قانونی حضرات نے بیچارے سید کو کیا دھوکا دیا۔ جالب صاحب کی یہ بھی غلطی کہ وہ نہیں سمجھتے کہ اون کی قدر و قیمت کون زیادہ کرسکتا ہے۔ اون کی اپنی قابلیت اور تجربہ کاری کی وجہ سے نہیں تو آپ کے تعلقات کے باعث بھی میں ہمیشہ جالب صاحب کا خیال رکھتا تھا اب بھی اونھوں نے اوس رویہ سے جو اختیار کیا سوائے اس کے اور دوسری صورت کوئی نہ تھی کہ اون کو برطرفی کی اطلاع دے دی جاوے۔ کہ ہمدم یا ارشاد سلمہ اون کے بیان اور افتتاحیہ مقالہ کے بعد اون کی تنخواہ کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ وہ اسسٹنٹ اڈیٹر صاحب کو چارج دے دیں مگر میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک موقع سید صاحب کو آپ کے ذریعہ سے دوں کہ انھوں نے ارشاد سلمٗہ کے حقوق کو جو زخم پہونچایا ہے اوس کے اندمال کی جو صورت مناسب سمجھیں نکالیں۔ ہمدم کے معاملات کو میں ڈسٹرکٹ جج کے پاس جانے سے فی الحال بچانا چاہتا ہوں۔ مگر اگر اس طرح خلاف قانون اور زبردستی نابالغ کے حقوق پر حملہ ہوتا رہا تو ڈسٹرکٹ جج کو رجوع ہی کرنا پڑے گا اور اندیشہ ہے کہ وہ اس وجہ سے کہ ہمدم نقصان سے چلتا ہے فی الحال اوسے بند ہی کرا دے گا۔ ممکن ہے نسیم صاحب خود قبضہ اور استقرارِ حق کے لیے دعویٰ کریں تب بھی ہمدم کے لیے اچھا نہ ہوگا۔ کسی صاحب کو شرکیت ملکیت کا دعویٰ ثابت کرنا آسان نہیں لیکن جھگڑے میں ہمدم کا تو خون ہوجاوے گا۔ مگر اس حالت کی تمام تر ذمہ داری جالب صاحب پر آوے گی اگر وہ خبر صحیح نکلی جو میں نے عرصہ ہوا سنی تھی کہ وہ خود ہی دوسرے مالکان کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ ظفر عمر صاحب کو بھی اونھوں نے صرف یک طرفہ حالات لکھے۔ ہمدم کے مقالہ افتتاحیہ اور اون کے بیان سے جو جالب صاحب نے معروضہ بورڈ کے سامنے دیا اوس نے اس خبر کی تصدیق کر دی کہ وہ خود ہمدم کو راجہ صاحب اور وزیر حسن صاحب کا اخبار رکھنا پسند کرتے ہیں۔ اون کو نہیں معلوم کہ مجھ سے اور راجہ صاحب سے میرے فرستادہ مبشر سلمہ سے

جو گفتگو ہوئی تھی اوس میں انتظام یا نگرانی ہمدم و مطبع ہمدم کا ذکر نہ تھا بلکہ ملکیت زیر بحث آئی تھی اوسی سے راجہ صاحب نے انکار کیا تھا کہ کوئی حق اون کا باقی نہیں۔ پھر بھی اپنے بیان میں جالب صاحب نسیم صاحب کی زبان بن گئے ہیں۔ اگر وہ اپنی روش نہ بدلیں گے تو مجبوراً حقوق ارشاد سلمہٗ کے تحفظ کے لیے کارروائی کرنا ہوگی اور جالب صاحب کے لیے نوٹس دے دینا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کو قبضہ دلانے کی باعانت پولیس کے بھی درخواست دے دی جاوے گی (اسی بات کے پیش نظر میں نے راجہ صاحب کو لکھ دیا ہے کہ اگر آپ ملازمت چھوڑنے کا زمانہ قریب ہونے کے خیال سے پھر آپ کو اخبارات کا شوق ہے اور ہمدم کی ملکیت کی خواہش تو اوس کے پورا کرنے کا دوسرا طریقہ تھا یعنی محبت اور شفقت سے آپ مانگتے شاہد مرحوم دو ہزار روپیہ ادا کر دیتے تو ہم لوگ کوئی اون کی درخواست کو شاید رد نہ کرتے۔ مگر اس جرات کا (حیرت انگیز انکشاف) کرنا مشکل ہے کہ زبردستی بورڈ بنا کر قبضہ میں کر لینے کا انتظام کر دیا گیا۔ بطور خود شریک ملکیت بن گئے۔ نسیم صاحب کو بھی میں نے خطوط بھیجے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اون کو اپنی قانونی قابلیت کو تازہ کرنا ہوگا۔ اگر مناسب سمجھئے آپ براہِ محبت جالب صاحب کو سمجھا دیں کہ جب تک کوئی بذریعہ عدالت شاہد مرحوم کے ساتھ ملکیت ہمدم یا مطبع ہمدم میں شریک ہونا ثابت نہ کر دے وہ شاہد ہی مرحوم کو مالک واحد سمجھیں اور اب ان کے لڑکے کو اوسی طرح۔ اون کو شاہد مرحوم نے رکھا۔ تمام تر قبضہ اور اختیار وہ شاہد مرحوم ہی کا جانتے رہے کوئی قانونی کاغذ یا تحریر شرکت ملکیت تک کسی دوسرے نے پیش نہ کی۔ پھر ان کو تسلیم کر لینے کی کیا وجہ۔ روپیہ اخبار کی مدد میں دینا مالک نہیں بنا دیتا۔ بیچارہ محمد علی آج تیس ہزار روپیہ کی اپیل کر رہا ہے شرکت ملکیت کے لیے نہیں۔

مشیر حسین قدوائی

(۳)

از لندن
۲ ستمبر ۱۹۱۴ء

مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ

تسلیم۔ آپ کا والا نامہ پاکر مجھے بہت خوشی ہوئی اور اپنے سے شرمندگی کے ساتھ اس کا فخر تھا کہ آپ نے میرے خط کو اوس نظر سے دیکھا جس سے وہ لکھا گیا تھا ہر طرح سے آپ کی بلندی روشن ہوئی۔ اس سے زیادہ مردانگی ہو نہیں سکتی ہے کہ جمعیت کے خیال سے آپ نے اپنی ذاتی مرضی کے خلاف عمل کیا اور ذاتی بدنامی کی پرواہ نہ کی۔ خدام الکعبہ کو آپ پر صد ہزار فخر ہونا چاہیے جس طرح مجھے ہے۔ لیکن میں جمعیت کی اوس کارروائی کو مستحسن سمجھنے سے مجبور ہوں۔ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ خدام الکعبہ کی خدمت کو موجودہ ہر حالتوں میں قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ مجھے اس کی بار بار خبر دی گئی نہ جانے کیسے یہ خبر مشتہر ہوئی کہ آپ ترکوں کے موافق نہیں: بُرے ہیں یا بھلے اس وقت ترک ہی مسلمانوں کی دنیاوی عزت کے کفیل ہیں۔ مجھ سے زیادہ شاید کوئی نوجوان ترکوں سے بیزار نہ ہو۔ مگر میں اون کو بھی اس وقت بہت ہی غنیمت سمجھتا ہوں۔

بیشک ہم کو اون کی اصلاح کی فکر سے غافل نہ رہنا چاہیئے اور اون کے دل پر نقش کر دینا چاہیئے کہ ہم اون کے ہوا خواہ محض مذہب کی وجہ سے ہیں لیکن جہاں غیروں کا ذرہ بھی معاملہ آ دے بس اوس وقت ہم کو اونہیں واقعی اپنا آقا سمجھنا چاہیئے اور سلطان المعظم کو خلیفۃ الرسول۔

مجھے نہیں معلوم کہ میرا کون سا مضمون حمایت اسلام میں چھپا۔ میں نے اب تک اوس اخبار کو دیکھا بھی نہیں۔ نہ اوسے کوئی مضمون بھیجا۔

میرا دل کڑھتا تھا کہ کوئی نیا دور زمانہ اوٹھنے والا ہے۔ میں نے اعلان میں اس طرف اشارہ بھی کیا تھا اور بعض کے خطوں میں بار بار مولانا ابوالکلام کو لکھا تھا۔ اب دیکھیئے یہ ہنگامہ کیا رنگ اختیار کرتا ہے۔ اس مہابھارت کا ایک پہلو شدید طور سے مسلمانوں کے لیے منحوس ہوگا۔ خدا اوس سے بچاوے دعا فرمائیں۔ میرا ارادہ خدام الکعبہ کے کام کے لیے بلاد عثمانی اور مصر کے دورہ کا تھا۔ حج کا بھی امسال پورا ارادہ ہوگیا تھا مگر یہ لڑائی شروع ہوگئی اور وہ سب ارادے رہ گئے۔ خدام الکعبہ سے (مجھے معلوم ہوا) ترکوں کو بدظنی ہے اور مصر کی حالت ایسی ہے کہ وہاں اس کا وجود اس وقت بجائے مفید ہونے کے مضر بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے تحریک کر کے روک دی۔ مجھ سے یہاں خدیو معظم کے بھائی سے ملاقات ہوئی اور دیر تک میں نے خدام الکعبہ کا بھی ذکر چھیڑا۔ اون کے جوابات سے مجھے اوس خیال کی تصدیق ہوئی جو قسطنطنیہ کی تحریر سے پیدا ہوا تھا کہ مصر میں اس تحریک کو ابھی نہ کرنا چاہیے۔ شوکت علی بھائی اور آپ گراں بہا کام کر رہے ہیں خدا مدد کرتا رہے۔ بس میری گذارش تو یہی رہے گی کہ صفائی دلسوزی اور ہمت سے کام رہے۔

(ان حالات میں) اس وقت اگر (کوئی حادثہ معرضِ وجود میں آئے) تو اوس کا نقصان دائمی ہوگا۔ مجھے تو یہ ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں فوری ہی آزمایش کا وقت نہ آجاوے اگر ترکوں نے واقعی مصر کا مسئلہ چھیڑ دیا اور انگریزوں سے جنگ ہوگئی تو حجاز کا مسئلہ اوس وقت درپیش ہو جاوے گا اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ انگریزی زد پر ہے۔ ہندوستان سے فوج وہاں آسانی سے بھیجی جا سکتی ہے۔ ترکوں کے پاس جہاز نہیں کہ روکیں۔ مسلمانوں کو اس وقت اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ حجاز ہر حالت میں ترکوں ہی کے پاس رہنا ہے۔ انگریزی گورنمنٹ کو دھوکا نہ دینا چاہیئے۔ (اس لئے) آپ لوگوں کو اس کی خاص فکر رکھنا ہوگی کہ لوگ دھوکا نہ دیں۔ (موجودہ حالات کے پیش نظر انگریز والے) اگر ترکوں سے لڑائی ہو بھی تو مصر۔ ایشیائے کوچک یا خود قسطنطنیہ میں ہو۔ حجاز کی سرزمین پر نہیں ورنہ ہم حمایت دین پر مجبور ہوں گے۔ ہمارا مذہبی خیال ملک کے خیال پر غالب ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ وقت آوے تو شوکت علی بھائی وغیرہ سے صلاح کر کے فوراً ہی کوئی تجویز کر لیجئے گا اور مجھے مطلع فرمایئے گا کہ میں بھی اوس کی پابندی کروں اور اپنے حلف کا فرض ضرور ادا کروں۔ میں سمجھتا ہوں ترک انگریزوں سے نہ لڑیں گے۔ مصلحت بھی نہیں ہے۔ یونان کافی ہے۔

مشیر حسین قدوائی

(۴)

از انگلینڈ

۴ جولائی ۱۹۱۹ء

مکرم و محترم مولوی عبدالباری صاحب تسلیم۔ اللہ آپ کو بہت بہت اجر دے۔ آپ کے اس وقت اسلامی خدمات کا اندازہ کوئی میرے دل سے پوچھے۔ میں یہاں دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح ظالموں نے اب ذرہ اوس پھندے کو کھینچنے میں ہاتھوں کو سست کیا ہے، جو وہ ہمارے گلوں میں ڈال کر پوری شیطانی قوت سے کھینچ رہے تھے۔ سب اوسی قادر حقیقی کے اختیار میں ہے۔ آپ نے اسلام کی آبرو اور عزت رکھ لی۔ اللہ ہم ایسے عاجز بندوں کو خدمت اسلام کی توفیق اور یارا دے۔ مفصل حال یہ ہے کہ آغا خان نے ایک دن ہم لوگوں کو بلا بھیجا آفتاب احمد خان بھی تھے آفتاب احمد خان اور یوسف علی کو لے کر مانٹیگو پیرس گئے تھے اور آغا خان مع دونوں مسلمان و مہاراجہ بیکانیر اور لارڈ سنہا اور مسٹر مانٹیگو صاحب کے چاروں وقیع ممبران کانفرنس کے سامنے پیش ہوئے تھے۔

آغا خان نے کہا کہ اونھوں نے فکر کر کے ایک معاشرتی جلسہ میں لائیڈ جارج سے ملاقات کی اور اون سے مسلمانوں کے انتشار کا ذکر کیا۔ اونھوں نے پوچھا کیا چاہتے ہو آغا خان نے کہا کہ اون کا ایک وفد قبول کیا جاوے۔ امیر علی صاحب عتیق صاحب۔ اصفہانی صاحب۔ یوسف علی صاحب میرا اور خواجہ صاحب کا نام لیا۔ لائیڈ جارج نے کہا اچھا میں اطلاع دوں گا۔ مانٹیگو صاحب کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی کہ آپ اور ایک مسلمان کو اجازت ملی ہے۔ آغا خاں نے کہا کہ ہماری اس طرح کیا حیثیت ہوگی۔ ہمارا منتخب شدہ وفد قبول ہونا چاہئے اس پر مانٹیگو صاحب نے جواب دیا کہ انتخاب تو کسی کا نہیں ہوا نہ میرا نہ سنہا کا ہم لوگ سب نامزد کیے گئے ہیں خیر۔ رات بھر چھ شخصوں نے مشورہ کیا۔ قرار یہ پایا کہ سب الگ الگ عرض کریں چاہے تقریر یا تحریر پڑھ کر۔ جس بات پر زور دیا جانا تجویز ہوا یہ تھی کہ تھریس (Thrace) کل ایشیائے کوچک اور دارالسلطنت قسطنطنیہ پر کامل ترکی حکومت کے برقرار رکھنے کا لائیڈ جارج نے خود اپنے ۵ جنوری ۱۹۱۸ء کی تقریر میں وعدہ کیا تھا کہ اس میں کوئی فرق سر مو نہ کیا جاوے۔ باقی مقامات پر بھی سیادت عثمانی برقرار رکھی جاوے۔ یہی ہوا۔ آفتاب احمد خان نے بھی آغا خان کے بیان کی تصدیق کی۔ معلوم ہوا کہ لارڈ سنہا نے بھی زور سے کہا تھا لیکن سب سے زیادہ زور سے اور دھمکیوں کے ساتھ مسٹر مانٹیگو کی تقریر تھی۔ آغا خان صاحب نے کہا کہ اس وقت تو ہماری تقریروں کا اثر گہرا معلوم ہوتا تھا۔ مگر ان لوگوں کا کچھ ٹھیک نہیں ایک کان سے سنتے ہیں دوسرے سے اڑا دیتے ہیں۔

سلطنتیں مولی کی جڑ کی طرح تقسیم کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ لائیڈ جارج نے مانٹیگو صاحب سے بعد کو کہا کہ جہاں تک اون کا تعلق ہے وہ تو بدل گئے ہیں۔ یوسف علی صاحب نے مجھ سے کہا رخصتی مصافحہ کے وقت لائیڈ جارج نے خود اون سے کہا کہ اس سے بہتر طریقہ سے کوئی اور اپنا معاملہ نہیں پیش کر سکتا تھا۔

یہ ہم لوگوں نے دیکھا کہ اوس ملاقات کے بعد سے اخباروں میں یہ خبر شایع ہونے لگی کہ دولت عثمانی کا فیصلہ ملتوی ہو گیا اور بہتوں نے یہ بھی لکھا کہ سلطان قسطنطنیہ سے نہ نکالے جاویں گے۔ آغا خاں نے کہا کہ جو کوشش ہو سکے

برابر جاری رکھنی چاہیئے جس قدر زور سے ہوسکے ڈھول بجاتے رہیئے۔

ایک اور میموریل امیر علی صاحب سے لکھنے کو کہا گیا اور یہ بھی کہ دنیاوی حیثیت اور عزت پر زور دیں۔ اس سلئے کہ فرانس میں یہ تجویزیں کہ نام کو خلافت سلطان کے پاس رہے تو کیا حرج سلطنت نکل جاوے (فرانس میں ہمارے خلاف بہت سے رسالے نکلتے ہیں۔ ایک میں یہ بھی لکھا ہے کہ خلافت کے لئے بادشاہت مطلق ضروری نہیں) امیر علی صاحب نے زبردست میموریل لکھا ہے مگر اون کو ایک یہ ضد بھی ہے کہ وہ آخر میں محض مذہبی سیادت پر توڑتے کہ وہ نہ توڑا جاوے کوئی دنیاوی طاقت مذہبی اور روحانی تعلقات کو بھی توڑ سکتی ہے میں اوس کو نکلوا دوں گا۔ سوال اس وقت اسلام کی دنیاوی عزت کا ہے۔ مذہبِ اسلام کو کون تباہ کرسکتا ہے اوس کا حافظ خود خدا ہے۔ ہاں اسلام کی دنیاوی عزت مسلمانوں کے ہاتھ میں ودیعت ہے اوس کے لئے اس وقت ہم ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ خیر۔ اس درمیان میں مسٹر تھوڈر مارین کا ایک مضمون ٹائمز میں نکلا گو وہ عرب کے موافق ترکی کے خلاف رنگ رکھتا تھا گو اونھوں نے تجویز وہی پیش کی (محدود حالت میں) جو میں نے اپنی کتاب میں پیش کی۔ بغیر ایک متحدہ سلطنت اسلامی۔ میں نے فوراً اون سے خط و کتابت کی اونھوں نے اپنے گھر بلایا بہت دیر تک گفتگو رہی میں نے اون کو سمجھایا کہ ہم لوگ اس وقت دولت عثمانی کے بقا پر زور دیتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ صرف وہی اس وقت اسلام کی عزت رکھنے کی طاقت رکھتی ہے۔ میں نے اون کو دو روز بعد لندن کلب میں بلوایا کہ پکتھال صاحب (ایک انگریز مسلمان جو شام وغیرہ میں بہت گھومے ہیں عربی جانتے ہیں آج کل ہمارے پیش امام جمعہ میں وہی ہوتے ہیں۔ ترکوں سے خاص محبت رکھتے ہیں) سے ملا دوں گا اور اصفہانی صاحب سے بھی یہاں اس زمانہ میں ایک بہت بڑا جلسہ ہند و مسلمانوں کا ہو چکا تھا جس میں سب سے اوّل تجویز دولتِ اسلامی کی بابت رکھی گئی تھی تلک نے پیش کی۔ تلک کی تقریر کچھ نہ رہی۔ مگر میری تائید کی تقریر بہت زوردار تھی۔ گو اوس کا ایک ایسا ٹکڑا بعد کو ٹائمز مردود نے لکھ دیا جس سے معلوم ہوا کہ اثر دار حلقوں میں بہت ہی براَنگیختگی ہوئی (آغا خاں نے کہا) دوسرا جلسہ خاص مسلمانوں کا کیا گیا۔ القصہ یہاں بھی ہل چل مچی رہی اور انشاء اللہ مچائے رکھیں گے۔ میں نے تو پھر اخبار کا ارادہ کیا تھا یوسف علی صاحب سے نگرانی میں لینے کی درخواست کی تھی آغا خاں نے مالی مدد دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ چند شرائط کے ساتھ مگر ابھی روک دیا ہے اس لئے کہ مارین صاحب وغیرہ کی صلاح ہوئی کہ ایک انجمن قائم ہو حفاظت اسلام کے نام سے اوس کا الگ دفتر ہو اور ہم سب وہاں کام کرتے رہیں۔ اخبارات کو مارین صاحب راضی کریں کہ وہ ہمارے مضمون چھاپیں (ان مردود اخباروں نے ایکا کر لیا ہے۔ ہم مسلمانوں کے مضمون چھاپتے ہی نہیں) چنانچہ آغا خان نے دو سو پونڈ دیئے تھے اس لئے اخبار کی تجویز روک دی گئی ہے۔ گو میں اب بھی ضرورت اور بہت ضرورت سمجھتا ہوں مگر مشکل روپیہ کی ہے معلوم ہوا کہ کم سے کم پچیس پاؤنڈ مہینہ ہو تو نکل سکتا ہے پھر اس قدر روپیہ کہاں سے آئے۔ آغا خان بھی تھوڑا سا روپیہ مہینہ کے لئے دینے والے تھے۔

پرسوں ترسوں ملا داؤد نے رنگون سے خواجہ صاحب کے نام مشن کے لئے تین سو پاؤنڈ بھیج دیئے اور رسّاسات

سو پاؤنڈ اور بھیجنے والے ہیں۔ میں نے کل اون کو ہفتہ وار اخبار کے لئے اپنے نام سے ایک ہزار پاؤنڈ کے لئے تار دیا ہے۔ اس وقت جانکنی کا وقت ہے۔ یہاں مشن کے کام سے میں بوجوہ عرصہ سے بیزار ہو رہا ہوں بلکہ ایک عام رسالہ لکھنے کا ارادہ تھا مگر یہ مصیبت اسلام پر آ پڑی ہے۔ اس وقت میرے دماغ میں اور کوئی فکر نہیں آ سکتی۔ ایک مفصل خط مولوی صدرالدین وغیرہ کو لکھ دیا ہے کہ وہ لوگ سب مل کر نقائص رفع کریں۔

بہر حال یہاں مشن پر کوئی کثیر رقم فی الحال صرف کرنا کوئیں میں روپیہ ڈالنا ہے۔ آپ بھی براہ کرم اس خط کے پہونچتے ہی ملا داؤد صاحب کو رنگون تار دیں اور خط بھی لکھیں کہ جو مدد دے سکیں اخبار ہفتہ وار کے لئے دیں۔ ضرورت تو فوراً ہے یہاں جو کچھ ہوتا ہے عوام پر اثر ڈالنے سے اس کا ذریعہ بہترین اخبارات ہیں۔ بدبخت اخبارات یہاں ہمارے معاملہ میں اندھیر کر رہے ہیں کہ ہمارے خلاف دھڑا دھڑ مضمون چھاپتے رہتے ہیں اور موافق رد کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں تک ہمارے وزرا نہ شعور کر سکے تھے کہ دولت اسلامی کی تباہی کا مسلمانوں پر کچھ اثر ہی نہیں۔ پچھلے ہفتہ ڈیلی ٹیلیگراف کے ٹکڑے روانہ کر چکا ہوں۔

پرسوں آپ کا تار مل گیا۔ معلوم نہیں وہاں آفتاب احمد خان صاحب اور یوسف علی صاحب کا پیرس جانا کس طرح شایع کیا گیا۔ بیشک ضروری تھا کہ امیر علی صاحب کو شامل کیا جاتا اون کا رعب بھی اور ہوتا اثر بھی اور ہوتا اس ڈر سے تو ان لوگوں نے ان کو نہ پیش کیا بلکہ آفتاب احمد خاں صاحب کو جنھوں نے اوس زمانہ میں جب ہم نے وفد تجویز کیا تھا تو خود شریک ہونے سے اس عذر سے انکار کر دیا تھا کہ اگر حکومت ان کی شرکت کو روکے گی نہیں تب بھی ناگوار تو ضرور ہوگا۔ القصہ وہ کچھ نہیں اونھوں نے خود کہا کہ اس بحث پر غور ہی نہیں کیا تھا یوسف علی صاحب بہتر ہیں۔ بلکہ اوس وقت تو اس قدر زور میں تھے کہ ہمارے دوسرے میموریل پر دستخط نہیں کئے کہ امیر علی صاحب نے مذہبی روحانی تعلق پر زور برقرار رکھنے کی درخواست سے معاملہ کمزور کر دیا تھا۔ (مجھے خود وہ ناپسند تھا مگر میں کیا کرتا میموریل رہ جاتا اور کمزور ہو جاتا) یوسف علی صاحب نے تو میری کتاب کے بعض مضمون کو کمزور سمجھا تھا مگر صاف یہ ہے کہ پورا بھروسہ ان پر بہت آسان نہیں ان کے تعلقات ماسبق کے باعث نہیں پہلے تو ہر معاملہ میں وہ ازحد خوشامد کرتے رہے ہیں اور حکومت کے سئے ہر طرح حاضر۔ بہر حال اس وقت وہ اچھی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے آپ کا تار امیر علی صاحب کو اوسی دن بھیجا جواب پہونچا۔ آج خط آیا کہ تار کا شکریہ مگر جواب سے معذور ہوں۔

(واقعی انھوں نے ہاں پیچ لکھا ہے خود ان کا معاملہ تھا وہ کیا لکھتے کہ اون کا بھی شریک کیا جانا ضروری ہے۔ میں نے ایک خط پہلے ہفتہ پایونیر کو بھیج دیا ہے کہ آغاخان وغیرہ خوب کوشش کر رہے ہیں۔ آج یہاں پھر ایک اخبار کو آپ کی تار کی نقل کے ساتھ بھیجتا ہوں کہ مسٹر مانٹیگو وغیرہ سرگرم ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے یہاں کوشش ہو رہی ہے مگر سب سے زیادہ کوشش آپ لوگوں کی ہے جو کچھ ہوا یا ہوگا صرف آپ سب کی کوشش اور واقعی کوشش دل و جان و مال سے ہوگا۔

پس یہ ذہن نشین کر دینا چاہیے کہ اس وقت آخری امتحان ہے۔ اسلام کی عزت اور آبرو کا معاملہ ہے۔ جیسا میں نے پچھلے ہفتہ اعظم مدظلہٗ کو لکھا تھا کہ ایک عزیز بستر مرگ پر ہوتا ہے تو قلب کی کیا حالت ہوتی ہے۔ یہاں تو کل قوم بستر مرگ پر ہے۔ سعی جاری اور برابر جاری رکھیے۔ مسٹر مانٹیگ کا شکریہ ادا کیجئے چاہیے لارڈ کرزن کا بھی (گو ان کی بابت کچھ اعلان نہیں ہوا) مگر کسی طرح غافل نہ ہو جائیے یہ نازک ترین وقت ہے۔ ملعون یونان قبضہ کرتا چلا جاتا ہے اور صلح کی مجلس کے حکم سے جہاں قبضہ ہوا پھر نکلنا مشکل۔

مسٹر مانٹیگو کو شکریہ کا تار دیجئے مگر اوس میں یہ ضرور لکھ دیجئے جو اس نامہ میں لکھا ہے کہ ہم دونوں سے صلاح ضرور لیا کریں۔ ہفتہ وار اخبار کے لئے ضرور کوشش کرتا ہے۔ میں تو واپس آؤں گا مگر یہ اخبار ہر حال میں بہت ضروری ہو گا اور محمد علی صاحب بہترین اڈیٹر ہوں گے اونھیں یہاں آنا چاہیے۔ میں عرض نہیں کر سکتا کہ میں کس طرح اون کے لئے یہاں بے قرار ہوں۔ جواب ہوا اوس کا دس گنا کام ہو سکتا۔ اگر وہ یا اور کوئی ویسا ہی میرا ساتھی ہوتا خدا کے لئے کچھ کیجئے اس دھوکے میں نہ آجائیے گا کہ عربوں سے اسلام کو زیادہ امید ہے۔ اس کی بڑی کوشش ہوئی اور ہو گی۔ گو اب یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ خود عربوں کی آنکھ سے پردہ اُٹھ رہا ہے اور وہ بھی ان کے فریب کو سمجھ چکے ہیں۔ قسطنطنیہ سے اٹویک کا تھا۔ جس میں یہی لکھا تھا کہ عرب یمنی بھی ساتھ ہیں خشکی میں مجھے ترکوں سے محبت نہیں ایرانی اون سے لاکھ درجہ بہتر مگر اس وقت محض اسلام کی عزت کا سوال ہے اور بس۔ عرب۔ اور ترک کا معاملہ ہم لوگ بعد کو آپس میں طے کرا دیں گے۔ ہندوؤں سے اتحاد پر زور دیتے رہئے۔ لارڈ کرزن وغیرہ اس سے ڈر رہے ہیں۔

مشیر حسین قدوائی

(۵)

از سرینگر۔ دولتخانہ جناب مشیر مال صاحب ریاست کشمیر

۱۱ر جون ۱۹۲۲ء

جناب مکرم۔ السلام علیکم

ندوۃ العلماء کے متعلق والا نامہ ملا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ ہندوستان میں غور کے بعد کے اہم ترین واقعات میں سے قیام ندوۃ العلماء اور اوس کا دار العلوم ہے اور مسلمانوں کی نظر سے دیکھئے اون کے لیے اوس سے زیادہ مفید کوئی کام اس طرف نہیں اٹھایا گیا۔ لیکن اون کی تاریخ علماء ہند پر قابلِ افسوس روشنی کیوں ڈالتی ہے۔ اگر ندوۃ العلماء اپنے مقاصد پر چلنے پاتا، اگر مسلمانوں میں نفسانیت اور تنگ نظری اس حد تک نہ پہونچ گئی ہوتی کہ وہ اوس کے دار العلوم کی مخالفت کرتے رہیں تو آج مسلمانوں کی حالت دوسری ہی نظر آتی۔ اور وہاں سے ایسے طالب علم نکلتے جو جاپان اور امریکہ اور کوریا اور لندن جاکر اسلام کا علم بلند کرتے۔ میری رائے ناقص میں ندوۃ العلماء میں اصلاح کی ضرورت ضرور ہے مگر اس طرح کہ اگر ایک طرف اوس کا مذہبی رنگ کھڑا کیا جاوے تو دوسری طرف وہ تنگ نظری و تعصب بھی دفع کیا جاوے جس نے اوس کے دائرہ کو

بالکل محدود کر دیا ہے یہ جنگ "ہشتاد و دو ملت" سے اوس کو بالکل الگ کر دینا چاہیئے ۔ طریقہ درس و تدریس میں وسعت نظر کو کام میں لانا چاہیئے ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ امکانی کوشش اس کی کرنا چاہیئے کہ وہ انجمن کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہ ہو جاوے ۔ بلکہ جمہور مسلمانوں کی انجمن رہے ۔ لیکن میں اس اصول کے خلاف ہوں کہ ذاتی شغف، وہ شخص ہی کیوں نہ ہو اوس سے اُٹھا دیا جاوے ۔ ہر انجمن کے لیئے جمہوری اصول ضرور ہیں مگر ہم ابھی شخصی تعلق سے بالکل علٰحدہ نہیں ہو سکتے ۔ اگر ہمارے پاس ایک شخص ایسا ہو جو اپنے کو کسی انجمن کے لیئے وقف کر دے (چاہے اوس کی نیت میں اپنی بلند نامی کی غرض بھی شامل ہو) تو ہم کو اوس کی قدر کرنا چاہیئے اس لیئے کہ دنیا کے بڑے بڑے کام بلا دلسوزانہ بلکہ مجنونانہ شغف کے نہیں چلے ہیں ۔ میں ہر اوس کی دل و جان سے مدد کرنے کو حاضر ہوں جو ندوۃ العلما کو اوس کے اصلی اغراض پر قائم کر دے ۔ میری مدد بہت حقیر ہو گی اس لیئے کہ میں خود بھی حقیر ہوں ۔ مگر دل کے ساتھ ہو گی ۔ بشرطیکہ اصلاح واقعی اصلاح ہو اور ترقی کا پہلو لیئے ہوئے جس طریقہ پر آپ اصلاح چاہتے ہیں اوسے شایع ہونا چاہیئے ۔

مشیر حسین قدوائی

(۶)

اوک لاج ۔ نینی تال
۲ ۔ جون سنہ ۱۹۲۲ء

برادر مکرم مولانا صاحب ۔ تسلیم

دورانِ قیام ولایت ہی میں مجھے اس کا خیال آیا (اور میں نے شاید آپ کو لکھا بھی تھا) کہ میرے اور بھائی محمد علی کے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اس لیئے کہ اب عرصہ سے مقصد کار دونوں کے ایک ہی ہیں ۔ خدمت اسلام ۔ خدمت ملک ۔ ہند و مسلم اتحاد ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ ایک بھی مقصد تو ایسا نہیں جس میں کوئی اصولی اختلاف ہو ۔ فطرۃً بھی میری طبیعت اون سے زیادہ ہمساز ہے بہ نسبت مثلاً میاں فضل حسین کے ۔ یا خود آغا خان کے ۔ پھر اختلاف کی بنیاد سوا غلط فہمیوں کے اور کیا ہو سکتی ہے ۔ میں نے سوچا تھا کہ آپ کے یہاں بیٹھ کر یہ رفع ہو جاوے گی ۔ مگر اتفاق یہ کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہی ہوتے رہے اور بھائی محمد علی نے ، معظم علی صاحب نے اور دیگر ذریات محمد علی نے مجھ پر خواہ مخواہ ذاتی حملے شروع کر دیئے اور کوئی دقیقہ اس کا بھی اُٹھا نہ رکھا (گو اس میں بھی الحمد للہ کہ اون لوگوں کو مطلق کامیابی نہ ہوئی) کہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ باہر میرے مسلمان بھائیوں میں بھی میری بدنامی ہو جاوے ۔ چنانچہ سکرٹری صاحبان خلافت نے اپنے دستخط سے برقی پیغام شایع کئے کہ مشیر حسین قدوائی ترکوں کے دشمن ہیں اور حالات سے بالکل ناواقف ، ان کے کہنے پر نہ جانا چاہیئے اور یہ خفگی محض اس بات پر تھی کہ میں نے اپنے نزدیک آغا خان کے عصمت پاشا کے نام خط کی وہ نکتہ چینی کی تھی جو ایمانداری سے ممکن تھی یعنی خط سخت نا وقت تھا ۔ اپنے خلافت کے مقالہ صدارت میں خود شوکت علی نے بھی یہی کہا ۔ مگر میرے کہنے پر ہمارے بھائی محمد علی کے ذریات چراغ پا ہو گئے ۔ میں ان حملوں میں اون کا مطلق ذکر نہیں کرتا جو اس اخبار میں نکلے ۔ مہینوں

نکلتے رہے جس پر مسلمانوں کا سوا لاکھ سے زیادہ روپیہ پھونکا جا چکا ہے اور پھونکا جا رہا ہے۔ میں تو خود پہلے محمد علی کے ذاتی حملوں کا ذکر کرتا ہوں۔ میں نے سُنا کہ چوپائی میں اوٹھوں نے مجھ پر حملے کئے۔ اسحاق سلمہ نے ذکر کیا کہ وکیل نے حیرت ظاہر کی کہ آغا خان پر نہیں مگر قدوائی صاحب پر تعجب ہے۔ میں نے فوراً محمد علی اور وکیل دونوں کو لکھا کہ کیا حملہ تھا، ضرور وہ کسی غلط فہمی پر مبنی ہوگا۔ مگر کسی صاحب نے جواب نہ دیا۔ آخر کا حملہ شریف حسین کے متعلق تھا کہ میں نے اپنی فطرتی انگریز پرستی سے کام لیا۔ حالانکہ اب بھی بھائی محمد علی کے خلاف حکومت میں اس قدر نامۂ اعمال سیاہ نہیں جس قدر میرا ہے۔ تین دفتر میرے خلاف موجود ہیں (مگر افسوس ہے کہ انکی پالیسی) کا یہ حال ہے لیکن پبلک کا گو حافظہ نہیں ہوتا مگر جہاں تک نامۂ اعمال کا تعلق ہے ابھی بھائی محمد علی اور شوکت علی کو بھی گذشتہ اعمال کے سیاہ دفتر کے دفتر صاف کرنا باقی ہیں۔ اور الحمد للہ کہ یہاں باوجود ایک چوتھائی صدی کے پبلک کے سامنے ہونے کے دھبہ پر بھی کوئی ایمانداری سے انگشت نہیں رکھ سکتا خواہ اسلامی معاملہ میں ہو یا ملکی میرا یہی شعر ہے

بلبل سکھائے گی اوسے عاشقی کے طور
یوم الست سے ہے یہ دل مبتلا ئے گل

ظاہر ہے کہ جو شخص کل خلافت کی سی تنظیم کا مقابلہ کر سکتا ہے جس نے گاندھی جی کے سے بُت کے آگے بھی سر نہ جھکایا نہ سید احمد خان یا اون کی ذریات ہی کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ نواب محسن الملک سے اکثر معرکہ رہا (خصوصاً ندوۃ العلماٗ کے متعلق) وہ محمد علی وغیرہ سے جن کا اثر روز بروز زائل ہو رہا ہے کیا دبے گا۔

خط، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ

۱۲ ربیع الاوّل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامی سنّت قامع بدعت جناب مولانا و بالفضل اولینا قیام الدین محمد عبدالباری صاحب دامت برکاتہم

بعد سلام و نیاز آنکہ زندہ رہ کر جناب کی خیر و عافیت کا داعی ہوں آج عرصہ کے بعد بذریعہ عریضہ حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ مولانا تردد و افکار اور پھر مقامی کاموں سے فرصت نہیں ملتی اس لئے خط و کتابت کا بہت کم موقع ملتا ہے معافی کا خواستگار ہوں۔

مجلس موید الاسلام کی طرف سے ایک خط آیا ہے جس کا جواب روانہ کر رہا ہوں جناب بھی ملاحظہ فرمائیں گے اور جناب سے گذارش ہے کہ چند تجاویز جو میں نے پیش کی ہیں ان کو ضرور بالضرور اجلاس مسلم لیگ سے منظور کرا لیجئے اگر جناب کوشش

سہ صوبہ بہار کے مشہور عالم اور سیاسی قائد۔

فرمائیں گے تو انشاءاللہ ضرور کامیابی ہوگی۔ اگر مسلم لیگ علماء کے مطالبات کو اپنے مطالبات میں ضم کرلے تو مطالبہ قوی ہو جائیگا۔ علمائے ہند اور علمائے دیوبند کے مطالبات پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ اس پر مسلم لیگ اور علماء کو صدائے احتجاج بہت جلد بلند کرنا چاہیئے۔

اصلاحات کی پہلی قسط ملنے والی ہے تو شرعی حیثیت سے علما کے مطالبات کیوں نہ پورے کئے جائیں۔ اس وقت کی خاموشی غالباً عرصہ دراز کے لئے مایوس کن ہے۔ دو تین روز سے مجھے خیال تھا کہ جناب انجمن علمائے بنگال کی صدارت کے لئے تشریف لے گئے ہوں گے مگر آزاد سبحانی کے خط سے معلوم ہوا کہ شاید جناب نے قبول نہیں فرمایا اور وہاں تشریف نہیں لے گئے۔ اگر موقع ہو تو اُن تجاویز کو ضرور بالضرور مسلم لیگ میں پیش فرمانے کی کوشش فرمائیے۔ اور یہ تجویزیں میں نے انجمن علمائے بنگال کے سکرٹری کے پاس بھیج دی ہیں صرف عنوان بدلا ہوا ہے۔ ان کو لکھ دیا ہے کہ بذریعہ تار مسلم لیگ یا سکرٹری مسلم لیگ کے پاس بعد منظوری اطلاع دیجئے۔

کفش بردار علمائے کرام

ابوالمحاسن محمد سجاد   از گیا مدرسہ انوار العلوم

(۲)

۲۰ ربیع الاوّل ۳۷ھ

مخدومی جناب مولانا سلامت اللہ صاحب نائب منصرم اول مجلس مؤید الاسلام لکھنؤ زاد لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ زندہ رہ کر خواہانِ عافیت مزاج گرامی ہوں۔ اعزاز نامہ ۱۲۰۲ مورخہ ۳ صفر ۳۶ھ شرف صدور بخشا۔ یادآوری کا شکریہ قبول فرمائیے۔ جناب نے جس امر کی طرف توجہ دلائی ہے یعنی شرکت مسلم لیگ نہایت ضروری مسئلہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ حالت موجودہ میں اہم ہی مسئلہ ہے۔ میں خود نہ صرف انھیں وجوہ سے اس کی ضرورت کو محسوس کر رہا ہوں جس کو جناب نے لکھا ہے بلکہ ہمارے خیال میں علمائے کرام جب تک سیاست کی باگ اپنے ہاتھ میں نہ لیں گے اور بلند نشینوں کے ہمنشیں ہو کر اپنی مذہبی آواز کو ان کی آوازوں سے نہ ٹکرائیں گے۔ علما کا مذہبی اقتدار قائم ہونا سخت مشکل ہے اور نیز ان کے مطالب عالیہ کا حصول ایک خواب پریشان سے زاید نہیں۔ ایسا کرنے سے نہ صرف مذہب اسلام کی حفاظت ہی ہوگی بلکہ علما کا اقتدار مقتدر ہوگا۔ جزئی مقاصد مثل ترویج علوم عربیہ کے لئے بہترین وسائل واسباب پیدا ہوں گے۔ الغرض میں آپ حضرات کی رائے سے بالکل متفق ہوں۔ مسلم لیگ کی شرکت بحیثیت کارکن جماعت علمائے کرام کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور اس سے بہت سے خوش آیند توقعات ہیں۔ لیکن علما کے لئے جو موانع اشتراک ہیں وہ بھی کچھ کم اہم نہیں۔ اُن موانع کو آپ دو حصوں میں تقسیم فرمائیں۔ ۱۔ مادی ۲۔ غیر مادی۔ مانع مادی سے میری مراد فقدان تموّل ہے۔ علماء کا اشتراک محض اسمی اور رسمی نہ ہونا چاہیئے بلکہ عملی۔ پس آپ غور فرمائیں کہ پراونشل مسلم لیگ، اور آل انڈیا مسلم لیگ کے غیر معمولی اجلاس اور نیز سالانہ اجلاس جو ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہوا کرتا ہے ان سب میں شرکت کے لئے کم از کم محض سفر خرچ کے لئے

ڈیڑھ دو سو روپیہ ہونا چاہیئے اور پھر اس کے علاوہ صوبہ وار انجمنہائے علماء کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں تو آپ خیال فرمایئے کہ ہندوستان میں کتنے علما ہیں کہ اپنے ذاتی خرچ سے سبکدوش ہو کر ڈھائی تین سو روپیہ ان کے پاس فاضل جمع ہو سکتا ہے کہ اس کو ان نئے ابواب مصارف میں صرف کریں۔ غالباً جناب کو معلوم ہوگا کہ علمائے کرام کی عملی جماعت تقریباً کل اس نعمت سے محروم ہے۔ پھر میں کیونکر امید کروں کہ علما شریک مسلم لیگ ہوں۔ اگر ہماری یا آپ کی کوشش سے دس بیس شریک بھی ہوئے اور باقی اس مادی مجبوریوں سے مسلم لیگ کے اجلاسوں میں شریک نہ ہوئے تو علما کی بدنامی کا ایک نیا باب مفتوح ہوگا اور پھر اُن کے مفاسد کچھ کم نہ ہوں گے۔ بغیر شرکت تحریری رایوں کی کوئی وقعت نہ ہوگی اور پھر اجلاس کے اندر آرائے فاسدہ کی اصلاح کیونکر ہوگی۔ لہٰذا علماؐ کو شرکت مسلم لیگ کی دعوت دینے سے پہلے اس مسئلہ پر کافی غور کر کے مانع کے رفع کرنے کی فکر کی جائے اور مانع غیر مادی سے مراد انگریزی زبان سے علما کی ناواقفیت اور مسلم لیگ کی جملہ کارروائی کا انگریزی میں ہونا ہے یہ امر بھی علما کے اشتراک مسلم لیگ میں آہنی دیوار ہے یہ اتنا قوی نہیں ہے مگر دقت طلب ضرور ہے کیونکہ علما جب تک انگریزی میں کافی مہارت نہ رکھتے ہوں اور مسلم لیگ کی تمام کارروائی اور تقریریں انگریزی میں ہوں تو بہت ممکن ہے کہ علماء کو دھوکا دیا جائے اور پھر حکومت و عوام الناس میں علما کی شرکت بیان کر کے ناجائز فائدہ اُٹھایا جائے مگر میں نے جو یہ عرض کیا کہ مانع ثانی اول کے برابر نہیں ہے وہ اس لیئے کہ اولاً بفضلہٖ تعالیٰ علمائے کرام کے بعض افراد انگریزی دان ہوئے ہیں (جیسے آپ) اور ثانیاً یہ کہ جب ہماری کافی جماعت شریک ہو جائے گی تو بہت ممکن ہے کہ ہم لوگ زور ڈال کر اس کی تمام کارروائیوں کو اُردو میں جاری کرا دیں لیکن پھر بھی علمائے کرام کو انگریزی سے استغنا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آخر گورنمنٹ سے جو مراسلت ہوں گے وہ انگریزی ہی میں ہوں گی اور اس کی اصل سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ خیر باایں ہمہ یہ مشکل بہ سہولت حل ہو سکتی ہے۔ لیکن پہلا مانع بہت قوی ہے اور حالت موجودہ میں اس وقت تک اس کا کوئی حل ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔ اگر آپ حضرات نے اس مسئلہ پر کافی طور پر غور کیا ہے تو یقینی اس کے ان مبادی پر بھی پہنچے ہوں گے اور بجز اس کے حل کی کیا صورت نکالی ہے مجھے مطلع فرمایئے تاکہ اطمینان کلی ہو۔ خیر یہ بحث تو اصل مسئلہ اشتراک مسلم لیگ کے متعلق ہی رہی ہماری بابت جناب کا اعتماد اور حسن ظن کہ جس کی بنا پر ناچیز کا نام جناب نے پیش کیا ہے تو یہ قابل قدر ہے۔ مگر اس کو کیا کیجیئے کہ جہاں خود دونوں موانع موجود ہیں انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا اور چند مصالح دین کے باعث ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر لی ہے۔ اگر ملازمت اختیار کر لوں جو اس وقت تک ۱۵۰ روپیہ ماہوار کی مل رہی ہے مگر نفس و ایمان قبول نہیں کرتا تو مانع مادی میرے حق میں مانع نہ ہوتا لیکن اس کو کیا کیجیئے کہ حالت موجودہ امر مرغوب و مطلوب کی مساعدت نہیں کرتی اور ہمارے صوبہ میں جتنے علماؐ اس مقصد کے لیئے مفید ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے سب ہی کے حق میں یہ مانع سدِ راہ ہے۔ ہاں یہ مشکل اس طور پر حل ہو سکتی ہے کہ صوبہ وار انجمنہائے علما کے خزانہ میں کافی روپیہ جمع ہو جائے اور ارکان انجمن میں سے منجانب انجمن چند اشخاص شرکت مسلم لیگ کے لیئے جمع کیئے جائیں اور انجمن ان کے سفر خرچ کے لیئے متکفل ہو جائے تو بہت آسانی سے یہ مانع رفع ہو سکتا ہے مگر انجمن علما کو اس حد تک بھی پہنچنے کے لیئے ابھی مدت چاہیئے بالخصوص ہمارے صوبہ

کہ انجمن کہ ابھی بالکل نوخیز ہے اور اس کے پاس اپنے ضروری اخراجات کے لئے بھی سرمایہ نہیں۔ مہربانی فرماکر جناب ہماری تحریر سے مایوس نہ ہوں بلکہ حقیقت حال کا انکشاف ہے اور بعد التماس عرض ہے کہ جواب باصواب سے مطلع کیا جائے میں منتظر رہوں گا۔ باقی رہا تیسرا امر کہ علمائے بہار کی فہرست تو وہ انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں روانہ کردوں گا۔ اب آخر میں ایک ہماری غرض اور نہایت ضروری گزارش جناب سے یہ ہے کہ جناب سعی بلیغ فرمائیں کہ یہ چند تجاویز مفصلہ ذیل آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پاس کرائیں۔ ممبران مسلم لیگ کو آمادہ کرکے یا ممبران لیگ کو راضی کرکے اپنا نمایندہ بھیج کر علما کی طرف سے پیش کرائیے اور ممبران لیگ سے تائید کراکے منظوری حاصل کیجئے۔ ابھی وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھئے۔

تجاویز

۱۔ آل انڈیا مسلم لیگ تمام اسلامی احکام اور اعمال کے انصرام کے لئے تقرر شیخ الاسلام فی الہند کو نہایت ضروری خیال کرتی ہے اور اس امر پر یقین کامل رکھتی ہے کہ بغیر مشیخت اسلامیہ حقوق اور مذہبی احکام کی حفاظت غیر ممکن ہے۔

۲۔ آل انڈیا مسلم لیگ گورنمنٹ سے پرزور لفظوں میں درخواست کرتی ہے کہ مسلمانوں کی بے مثل وفاداری اطاعت پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے مسلمانان ہند کے مذہبی احکام کی حفاظت کے لئے باختیار مشیخت اسلامیہ فی الہند عطا فرمائے۔

۳۔ آل انڈیا مسلم لیگ دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتی ہے کہ آئینی اصلاحات ہند میں علمائے ہند و علمائے دیوبند کے معروضات پر کوئی توجہ نہ کی گئی جس سے تمام علمائے ہند و عام مسلمانوں کے دلوں کو ایک سخت ٹھیس لگی ہے۔ وائسرائے بہادر سے دوبارہ اس اسکیم پر غور کرنے کی درخواست کرتی ہے۔

۴۔ صلح کانفرنس میں مسلمانان ہند کی نمایندگی کے لئے شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی و مسٹر محمد علی کو منظور کرے ورنہ مسلمانان ہند مطمئن نہ ہوں گے۔

خادم الاسلام ابوالمحاسن محمد سجاد غفرلہ
مدرس اول مدرسہ انوار العلوم و ناظم علمائے بہار

(۳)

۱۵ جمادی الاول

مخدومنا و معظمنا ادام اللہ ظلکم علی رؤسنا

بعد ہدیہ سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ' آنکہ گرامی نامہ صادر ہوا احوال سے واقفیت ہوئی' تجویز اجتماع علمائے ہند نہایت اہم اور ضروری تجویز ہے۔ لاریب ایسا ہی ہونا چاہئے اور اظہار صداقت میں کسی تردد کو سامنے نہ آنے دینا چاہئے اس تجویز سے غالباً کسی سمجھ دار شخص کو اختلاف نہ ہوگا۔ عرصہ ہوا کہ ایک بار اسی کے متعلق جناب سے بذریعہ عریضہ میں نے عرض بھی کیا تھا مگر اب تو اس وقت سے بڑھ کے حالت نازک ہوگئی ہے۔ اب تو کسی قسم کی تعویق و تاخیر کی گنجائش نہیں ہے غرض میں نہایت صدق دل سے خوشی کے ساتھ لبیک کہتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ ناچیز کا نام داعی کی فہرست میں

درج فرمائیں لیکن مقام جلسہ بلحاظ وسط لکھنؤ زیادہ مناسب ہے تاکہ علمائے بنگالہ کو بھی شرکت میں سہولت ہو اور اگر وائسرائے بہادر کا قیام جلسہ تک دہلی میں ہو تو وفد کے فوری پیش ہونے کے لحاظ سے (انکو بھی شرکت کی دعوت دیجا سکے بندہ شاید حاضری سے قاصر ہے)
یہ اس لئے کہ ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ مارچ ہمارے مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہے اور اس لئے ۴ مارچ سے ۲۶ مارچ تک میرے لئے نقل و حرکت نہایت مشکل ہے، جلسہ کا اعلان ہو چکا ہے ورنہ ان کی تاریخیں بدل دی جاتیں۔ مگر اب ممکن نہیں ہے اس لئے جناب والا تعین تاریخ میں اس کا لحاظ ضرور فرمائیں اور سب سے زاید غور کرنے کی یہ بات ہے کہ کیا محض دعوتی خطوط بھیج دینے سے بغیر کسی مزید تحریک کے ہر مقام کے علما آئیں گے؟ میرا ذاتی خیال ہے کہ سارے قرب وجوار یا دور دراز کے وہ علما جن کو ان معاملات نے اس درجہ بے چین کر دیا ہے کہ اُن کے انفصال کے لیے نہایت سخت پریشان ہیں یا دیگر حضرات شاید ہی تشریف لا سکیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر ایک مقام میں ایک زبردست تحریک کسی اصول سے کی جائے کہ علمائے کرام ضرور تشریف لائیں۔ کم از کم ہر ایک شہر میں ایک محرک پیدا کیا جائے۔ میری غرض یہ ہے کہ ہر صوبہ کے علما اس میں شریک ہوں اگر کُل نہیں تو نیابتہً آ کر حضرات ضرور شرکت فرمائیں۔ علمائے بہار کی فہرست انشاء اللہ تعالیٰ روانہ کر دوں گا۔

والسلام مع الاکرام

عریضہ انکسار۔ ابوالمحاسن محمد سجاد عفا عنہ

(۴)

۲۰ شعبان ۳۷ھ

جناب مولانا صاحب مدظلہ العالی

بعد ہدیہ سلام مسنون آنکہ ایک عریضہ روانہ کر چکا ہوں جواب کا انتظار ہے میں اپنے کام کے لئے کوشش کر رہا ہوں اگر سامان ہو گیا تو فوراً شروع کر دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کل مجھ کو معلوم ہوا کہ حج کمیٹی صوبہ بہار کی طرف سے دو نمایندے مکہ معظمہ بھیجے جا رہے ہیں جو اس صوبہ کی طرف سے درخواست کریں گے شریف صاحب سے کہ ہم لوگ آپ کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتے ہیں۔ آپ خلیفۃ المسلمین کا لقب اختیار کر کے اعلان کر دیں۔ میں تفتیش کر رہا ہوں کہ وہ دو صاحب کون ہیں اور اس کی کیا نوعیت ہے۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ کارروائی حکومت کی ہے۔ کیونکہ عام مسلمانوں کو تو کیا خبر ہو گی۔ خواص کو تو بہت کم علم ہے قصد ہے کہ بعد تحقیق اس کو خود اخباروں میں شائع کروں۔ اور ایک تار شریف صاحب کے نام انجمن علمائے بہار کی جانب سے دے دوں اور جناب بھی ایک تار ان کو دے دیں تاکہ وہ دھوکہ میں نہ آویں۔
مسٹر شوکت علی و محمد علی صاحبان کے بابت کیا ہوا حکومت کا کیا سلوک ہے سخت تشویش ہے۔ اگر مقاومت مجہول کا قصد فرما لیا گیا ہے تو پھر اس کا جلد اعلان ہونا چاہیئے۔ زیادہ کیا عرض کروں

عریضہ انکسار

ابوالمحاسن از گیا

(۵)

۴ ذی قعدہ ۳۷ھ

مکرمی جناب مولانا سلامت اللہ صاحب زاد فضلکم

بعد سلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آنکہ گذشتہ ہفتہ میں ایک عریضہ روانہ کرچکا ہوں۔ شاید وہ جناب کو نہیں ملا اس سبب سے جناب نے دریافت آمد کے لئے تار دیا جس کا جواب فوراً دے دیا گیا۔ خیر بہرکیف بذریعہ عریضہ ہذا یہ عرض کرتا ہوں کہ میں اہلِ علم سے ملنے کے لئے تیار ہوں۔ درس و تدریس کا میں نے نظم کر دیا ہے مگر پہلے آپ سے ملنے کی ضرورت ہے اس لئے اپنی مختتم رائے سے مطلع فرمائیے اور بہت جلد کیونکہ صوبہ بہار میں چند جگہ مدرسہ کے لئے مجھے جانا ہے اور اور اس کے لئے اشد ضرورت ہے۔ باقی سب احوال بدستور ہیں۔

عریضہ انکسار

ابوالمحاسن محمد سجاد مدرسہ انوارالعلوم گیا

(۶)

۲۱ ذی الحجہ ۳۷ھ

مسلم کانفرنس کے اشتہار پہنچے کوشش کر رہا ہوں کہ لوگ بکثرت شریک ہوں، پھلواری شریف میں جلسہ ہوگیا اور وزیر اعظم کی خدمت میں تار بھی روانہ کیا گیا اور آج ۱۷ ستمبر کو دربھنگہ میں بھی جلسہ ہوگیا ہوگا، کانفرنس کی شرکت کے لئے مظفرپور دربھنگہ اور پھلواری کے لوگوں کو آمادہ کیا گیا ہے۔ مظفرپور سے مولوی خدابخش' دربھنگہ سے غالباً مولوی عبدالمجید' پھلواری سے مولانا سلیمان ضرور شرکت کریں گے۔ گیا میں بھی کچھ لوگ آمادہ ہیں اور آمادہ کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ یہاں سے بھی لوگ لکھنؤ پہنچیں گے۔

میری طبیعت کچھ بدمزہ ہے حرارت رہتی ہے۔ اگر طبیعت سنبھلی رہی تو ضرور حاضری کی کوشش کروں گا۔ میں نے کافی طور پر جلسہ کو شہرت دی ہے اور جہاں تک ہوسکتا ہے جلسہ کو کامیاب بنانے میں بے انتہا کوشش کی ہے خدا جلسہ کو کامیاب بنائے۔

ابوالمحاسن محمد سجاد از گیا

(۷)

۱۵ شوال ۱۳۳۹ھ

مخدومی و معظمی جناب مولانا صاحب قبلہ مدظلہ العالی

بعد سلام مسنون آنکہ اسپیشل کانگریس جو مسئلہ خلافت کے متعلق اپنے رویہ کا فیصلہ کرے گی، اس میں کثرت سے مسلمانوں کو شریک ہوکر اپنی عمومی قوت و کثرت تعداد سے اس کو اپنے موافق بنایا جائے۔ علما کی بھی ایک معتدبہ تعداد

شریک ہو۔ کیا اچھا ہوتا کہ کانگریس میں ممبر ہو کر جائیں۔ مسلم لیگ کے ممبران بھی شریک ہوں، مسٹر ظہور احمد صاحب سکرٹری مسلم لیگ سے فرمائیے کہ وہ سکرٹری کانگریس کو لکھیں کہ وہ علما کو خصوصیت سے دعوت دیں اور آپ خود بھی شرکت کی دعوت دیجئے۔

اگر اس وقت عجلت کی گئی تو شاید نتیجہ بہتر ہوگا۔ اب عمل کا وقت آیا ہے جو حالت ہو رہی ہے آپ کو معلوم ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ واقعہ پنجاب کے متعلق ہماری مسلم لیگ کوئی خاص کام نہیں کر رہی ہے۔ بظاہر وہ خاص ہندو کا مسئلہ ہو گیا ہے۔ ہماری رائے ہے کہ کانگریس کے بعد جمعیۃ علمائے ہند کا جلسہ کر دیا جائے اور اس کو غیر معمولی اجلاس قرار دیا جائے۔

وفد خلافت کی واپسی کے متعلق رائے ہو رہی ہے اب اکثر لوگ کہتے ہیں کہ کب واپس آنا بہتر ہے۔ جو کچھ کام ہوگا ہندوستان ہی میں ہوگا۔ محمد علی صاحب یہاں بہتر طریقہ سے کام کر سکیں گے اور جس قدر روپیہ وہاں صرف کیا جاتا ہے یہاں صرف کیا جائے۔ اب وہاں رہنے سے کوئی فایدہ نہیں۔ لبرل پارٹی یا مزدوروں کی جماعت کی ایک دو تجویز موافق پاس کر دینے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک عمل نہ کیا جائے۔ بے غیرت قومیں اظہار نفرت سے مرعوب نہیں ہوتیں اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ مہربانی فرما کر جلد مطلع فرمائیے۔ قرضہ جنگ پھر شروع ہونے والا ہے بھرتی ہو رہی ہے۔ علما کا فتویٰ حرمت اس کے متعلق کیوں نہ شایع کیا جاوے۔ کسی مصلحت سے یہ سکوت کس حد تک جائز ہو سکتا ہے۔ فقط والسلام

ابوالمحاسن محمد سجاد از گیا

(۸)

۱۰ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی و معظمی جناب مولانا صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک نہایت ہی ضروری امر قابل غور و مشورہ ہے کہ اگر عموماً عملاً یہ امر طے پا گیا ہے کہ دفعہ ۱۰۷ کے نوٹس کے بموجب ضمانت کا انکار کر کے جیل و قید کو اختیار کیا جائے اور اصولاً ایک حد تک یہ درست بھی ہے لیکن جن مواقع پر یہ اندیشہ ہو کہ اگر جیل کو اختیار کیا جائے تو پھر اب کوئی شخص موجود نہیں ہے جو اس مقام پر کام کو باقی رکھے۔ اس لیے ایسی جگہ میں اصول بالکل مضر ہوتا ہے اور ضمانت دے کر کام کرنے کا موقع رہتا ہے کہ خود نہ کرے دوسروں سے کام لے تو ایسی جگہ میں کیا کیا جائے اختیار قید نقصان مقصود ہے اور خالی ضمانت میں اصول کی خلاف ورزی اور پھر قوم کی بدمزگی۔ یہ ضرورت خود ہمارے یہاں پیش آگئی وہ یہ کہ یہاں صرف پانچ شخص کام کرنے والے ہیں۔ دو مسلم اور تین ہندو ان پانچوں کے متعلق گورنمنٹ بہار نے حکم دے دیا ہے، مقامی طور پر کچھ اندیشہ ہے۔ اغلب قرینہ ہے کہ امروز فردا میں نوٹس تعمیل ہو جائے۔ اس لئے ہم لوگ تو ہر طرح تیار رہیں مگر بعض لوگوں کی رائے ہے کہ ضمانت دے کر جو آزادی رہتی ہے اس سے کام لیا جائے اس لئے آپ سے مشورہ کی ضرورت ہے۔ بہت جلد بواپسی ڈاک رائے مبارک سے مطلع فرمائیے۔

ناچیز ابوالمحاسن محمد سجاد از گیا مدرسہ انوار العلوم

(۹)

۱۰ شعبان ۳۹ھ

مولانا المحترم زاد مجدکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اس سال نہایت تنگ وقت میں علمائے دربھنگہ نے جمعیت علمائے بہار کو دعوت دی اور بمشورہ چند اراکین قبول کرلی گئی۔ یکم مئی سے سوم مئی تک جلسہ ہوگا آپ کی شرکت کی نہایت ضرورت ہے صوبہ کے لئے امیر محکمہ شرعیہ کا انتخاب مواعدت ہنود کے ساتھ ساتھ لحوق بالمشرکین سے احتراز، مشرکین کے ناجائز دباؤ (جو اس صوبہ میں بکثرت ہو رہا ہے) کے اندفاع کی تدابیر یہ سب ایسے اہم امور ہیں جن میں بہت غور و فکر کی ضرورت ہے اور آپ کے مشورہ کی اشد احتیاج ہے اس لئے گزارش یہ ہے کہ ضرور تشریف لائیے اور تشریف آوری کی خبر بذریعہ تار دربھنگہ محلہ قلعہ گھاٹ مدرسہ حمیدیہ میں دیجئے۔ میں آج یہاں سے وہاں ہی جا رہا ہوں۔ والسلام

احقر العباد ابو المحاسن محمد سجاد کان اللہ لہٗ

ناظم جمعیۃ علمائے صوبہ بہار از گیا

(۱۰)

از دفتر جمعیۃ علمائے صوبہ بہار

پٹنہ

جناب مولانا و مقتدانا فخر العلما صاحب السلام علیکم

آں جناب کے نام ایک جوابی تار دعوت کا روانہ کیا گیا مگر افسوس کہ آنجناب نے اظہار افسوس کرتے ہوئے انکار کر دیا تار کے بعد ایک دعوتی خط بھی روانہ کیا گیا مگر ہنوز اس کے جواب سے بھی ہم لوگ محروم رکھے گئے اس لئے یہ دوسرا خط لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی دعوتی خط اور رسالہ جو روانہ خدمت کیا گیا ہے، اس سے یہ بات آپ پر منکشف ہوئی ہوگی کہ صوبہ بہار کا ایک امیر شریعت منتخب کیا جانے والا ہے جس کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ بتاریخ ۱۸ و ۱۹ شوال مطابق ۲۵ و ۲۶ جون منعقد کیا جانے والا ہے اس جلسہ میں صوبہ بہار و اڑیسہ کے قریب پانچسو علما و مشائخ مدعو کئے گئے ہیں۔ نیز صوبجات کے مشہور آفاق رہبران دین حقیقی بھی مدعو کئے گئے ہیں۔ امیر شریعت کا انتخاب کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے، جو بہ آسانی طے ہو جائے اس جلسہ میں آپ جیسے شخصیت کے لوگ اسی لئے مدعو کئے گئے ہیں تاکہ آپ لوگوں کے اثر سے کام لے کر اس مسئلہ کو سہولت کے ساتھ انجام تک پہنچا دیا جائے اس لئے آپ کا جلسہ مذکور میں شریک ہونا لابدی و ناگزیر ہے نیز صوبۂ بہار و اڑیسہ کی پبلک آپ کی زیارت کی تہ دل سے متمنی ہے۔ اس مسئلہ کے طے پا جانے کے بعد ایک امیر الہند کا انتخاب عمل میں آئے گا ان باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ سے قوی امید ہے کہ آپ ضرور اس جلسہ میں شرکت فرما کر اس راہ میں جتنے رکاوٹ دیکھیں حائل ہیں دور فرمائیں گے اور اپنی تشریف آوری کی خبر سے کم از کم دو یا ایک روز پہلے مطلع فرمائیں گے تاکہ استقبال کا سامان اسٹیشن پر موجود

رہے ۔ یہاں تجویز اس کی ہے کہ آپ ہی کو اس جلسہ کا صدر منتخب کیا جائے مولانا ابوالکلام صاحب اگرچہ تشریف لا رہے ہیں مگر انھوں نے صدارت سے انکار کیا ہے ۔

راقم ابوالمحاسن محمد سجاد ناظم جمعیۃ علمائے صوبہ بہار و اڑیسہ

(۱۱)

مولانا مکرم زاد الطافکم

بعد ہدیہ سلام مسنون آنکہ دونوں گرامی نامہ جناب کے و نیز حضرت مولانا عبدالباری صاحب کے موصول ہوئے احوال سے واقفیت ہوئی خیر جو کچھ آپ نے ارقام فرمایا ہے میں اس سے متفق ہوں اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے — اجلاس لیگ میں آپ حضرات کی شرکت نہایت مبارک ہے اور جو کچھ بھی اس عجلت میں ہوگیا بسا غنیمت ہے ۔

ابوالمحاسن محمد سجاد

(۱۲)

مولانا و بالفضل اولانا دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون آنکہ عرصہ سے خیریت و حالات نہیں معلوم ہوئی ۔ تعلق ہے' مولوی برکت اللہ صاحب کے نظربندی کے امور سہدم کے ذریعہ معلوم ہو کر بے حد قلق ہوا اللہ پاک ان کو نجات بخشے اور صبر و استقلال میں ایک عرصہ سے قنوت نازلہ کی اشاعت و عمل کے لئے غور کر رہا ہوں اور اب ازحد اشتیاق ہے کہ ۹ ستمبر کو عمل کیا جائے ۔ یہ مسئلہ تقریباً مجمع علیہ ہے کچھ جزئیات میں اختلاف ہے مگر نماز صبح میں تو ہمارے فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کے بھی اکابر متفق ہیں ۔ لہٰذا صرف نماز صبح میں اس کے پڑھنے کا اعلان کیا جائے اور زور دیا جائے فوائد روحانی کے علاوہ دیگر نتائج بھی مرتب ہوں گے ۔ اور خدا سے امید ہے کہ وہ یقیناً ہماری مدد کرے گا ۔ اس لئے میری ناقص رائے ہے کہ جلد از جلد بذریعہ اخبار و بذریعہ اعلان خاص فتویٰ لکھا کر یا مضمون خاص کی صورت میں شائع کیا جائے ۔ دعا کے الفاظ بھی لکھ دیئے جائیں' میں اس طرح تجویز کرتا ہوں

اللّٰهم انج مولانا محمود الحسن وابا الکلام اللّٰهم انج محمد علی و شوکت علی اللّٰهم انج مولانا برکت اللہ وما سواهم من المسلمین المحبوسین اللّٰهم اعل الاسلام والمسلمین اللّٰهم احفظ الارض المقدسة وجزيرة العرب من الکافرين اللّٰهم واشدد وطاتك عليهم اللّٰهم فرق جمعهم و شتت شملهم وخرّب ديارهم فانك علیٰ کل شی قدير وارحم علينا يا ارحم الراحمين ۔

نیازمند

ایم ۔ ایس گیا

(۱۳)

۱۳ رجب ۱۳۴۸ھ

مخدوم و مکرم جناب مولانا قیام الدین محمد عبدالباری صاحب مدظلہم العالی

بعد سلام مسنون آنکہ زندہ رہ کر جناب کی عافیت کا داعی ہوں جس خبر کا لوگوں کو انتظار تھا وہ بھی ہو گیا۔ گاندھی گرفتار ہو گئے ان کا مقدمہ کھل گیا۔ غالباً سزا بھی ہو گی اب کیا کرنا چاہئے کیا خود ہمیں ہنود سے مشاورت کرنی چاہئے کہ وہ لوگ اب کیا روش اختیار کریں گے۔

اب صرف آپ ہی رہ گئے ہیں خدائے پاک ہر طرح محفوظ رکھے۔ کوئی نظام عمل بنایئے اور بعد مشورہ اس کا اعلان فرمایئے اب ہند و مسلم رہنمائی آپ ہی کے ذمہ ہے یہاں پر تمام لوگ سخت بے چین ہیں۔

ابوالمحاسن محمد سجاد

(۱۴)

۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۴۹ھ پھلواری شریف دفتر امارت شرعیہ

مخدومی و مکرمی جناب مولانا و بالفضل اولانا دام مجدکم

بعد سلام مسنون آنکہ گرامی نامہ موصول ہوا بیشک میری رائے تو ہے اور کوشش بھی کروں گا اگر جناب اس امر میں توجہ فرمائیں تو غالباً بقیہ ارکان بھی رضامند ہو جائیں۔ میں نے مولوی صاحب کو لکھ دیا کہ حضور سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت فرمائیں۔ فقط والسلام

ابوالمحاسن محمد سجاد

(۱۵)

۱۴ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ دوشنبہ

مکرمنا محترمنا زاد لطفکم و مجدکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

عرصہ سے جناب والا کی خیریت اور دیگر حالات نہیں معلوم ہوئے میں بھی اس طرف ضروری امور پیش آجانے کے باعث مکان چلا گیا تھا۔ کاموں سے جو فرصت ہوئی تو طبیعت ناساز ہو گئی۔ بدیں وجہ یہاں آنے میں تاخیر ہو گئی انہی وجوہات کے باعث میں لکھ بھی نہ جاسکا غالباً مولانا نورالحسن صاحب سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا۔ اس وقت ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے وہ یہ کہ کانگریس کی طرف سے جو تحقیقاتی کمیٹی قانون شکنی کے لئے مقرر کی گئی ہے اور تحقیقات کے لئے جو سوالات قوم اور ملک کے سامنے پیش کئے گئے ہیں اس میں دو تین اہم اور نہایت ضروری امور فرد گزاشت ہو گئی ہیں یا تو قصداً ان لوگوں نے اس سے اعراض کیا یا سہواً غلطی سے یہ سوالات چھوٹ گئے۔ وہو ہذا۔ (خدا بہتر جانتا ہے)

۱۔ اگر آپ کا صوبہ قانون شکنی کے لئے تیار نہیں ہے تو اس کے اسباب و وجوہ کیا ہیں اور کیا کیا موانع ہیں اور ان کے رفع کرنے کی کیا کیا تدبیریں ہیں اور کن تدبیروں سے قوم کو قانون شکنی کے لئے آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ کیا آپ کے صوبہ میں قانون شکنی کے لئے آج تک کوئی تدبیر کی گئی یا نہیں ؟
۳۔ آپ کا صوبہ کتنے دنوں میں قانون شکنی کے لئے آمادہ کیا جا سکتا ہے ؟

یہ تین ضروری امور اور اہم سوالات متروک ہو گئے ہیں۔ آپ ان کو اپنی طرف سے حکیم اجمل خاں صاحب زاد مجدہ کے پاس جہاں کہیں وہ ہوں ضرور لکھ کر روانہ فرمائیں اور ایک پریس ٹیلیگراف اپنی طرف سے دے دیجئے تاکہ قوم اور ملک اس سے متنبہ ہو جائے اور پھر یہ سوالات تحقیقاتی کمیشن کے سوالات کے ساتھ منضم ہو جائیں اور جناب ڈاکٹر انصاری صاحب کو اس کی جانب توجہ دلائیں۔ باقی بہر صورت خیریت ہے۔ اپنی خیر و عافیت و دیگر کوائف سے مطلع فرمائیے۔ والسلام

احقر العباد محمد سجاد ناظم جمعیۃ علمائے صوبہ بہار۔

خط، مفتی کفایت اللہ

المدرسۃ العالیہ الامینیہ الاسلامیہ الواقعہ بدہلی
مورخہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۴۰ھ

جناب مخدوم محترم دام فیضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مولانا محمد عبدالحلیم صاحب صدیقی کی زبانی معلوم ہوا کہ جناب والا کو کسی نے یہ خبر پہنچائی ہے کہ خاکسار اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کانگریس کے اجلاس میں باوجود اس کے کہ وہ منہیات شرعیہ سے مملو تھا شریک ہوئے اور اخبار خلافت میں بھی اس اجلاس کے شرکا میں مولانا حبیب الرحمان صاحب کا نام لکھ دیا ہے۔ میں جناب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھ کو اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو کانگریس پنڈال جانے ہی کا اتفاق نہ ہوا۔ نہ اجلاس کانگرس میں نہ اجلاس خلافت میں۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کانگریس پنڈال کی وضع قطع کیا تھی۔ میں صرف خلافت کی سبجکٹ کمیٹی کے دو جلسوں میں شریک ہوا لیکن سبجکٹ کمیٹی کے جلسے کانگریس پنڈال میں نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ خلافت آباد کے ایک کمرہ میں ہوئے تھے جہاں میرے خیال میں کوئی منکر نہیں ہوتا تھا۔ امید ہے کہ جناب خیال مداہنت کو دل سے دور فرما دیں۔ فقط

خاکسار محمد کفایت اللہ غفرلہٗ دہلی مدرسۂ امینیہ

(**جواب**) آپ کا عنایت نامہ آیا خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے خلاف شرع امور میں شرکت نہیں کی۔ جن لوگوں نے اپنا دیکھنا بیان کیا ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ شیطان اکثر نیک آدمیوں کی صورت میں ظاہر ہو کر اوروں کو بدنام کرتا ہے۔

(**نوٹ**) مفتی کفایت اللہ مرحوم اپنے دور کے سرآمد علما میں سے ہیں۔ بڑے متبحر مفتی اور نہایت دانشمند بزرگ تھے۔ مکتوب الیہ رح سے خصوصی روابط رہتے تھے۔ مدت العمر جمعیت علماء کے صدر رہے۔ مولٰنا کے انتخاب صدارت میں مکتوب الیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا دخل تھا۔

خطوط، ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری

(۱)

از دہلی ۱۹ جنوری ۱۹۱۷ء

مولائی و مقدسی - السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ - والانامہ مع تحریر جناب مبارک علی صاحب حاجی حرمین موصول ہوا - فی الحال ڈاکٹر صاحب بسلسلہ ملاقات جناب صاحبزادہ حمید اللہ خاں صاحب بھوپال تشریف لے گئے ہیں اور نہیں معلوم کب واپس ہوں - نیز اگر بھوپال سے اُن کا موقع ہوا تو جاورہ بھی جانا ضروری ہے - والا نامہ محفوظ رکھا گیا ہے انشاء اللہ بعد واپسی جو کچھ جواب ڈاکٹر صاحب فرمائیں گے پیشِ خدمت کروں گا - امید کہ مزاج اقدس بہر طور بخیر و عافیت سے ہوگا -

خادم کم، محمد غالب منیجر ڈاکٹر انصاری

(۲)

۲۸ جنوری ۱۹۱۹ء

مکرم بندہ - السلام علیکم و رحمۃ اللہ - حال میں وہ خیالات جناب نے ضرور پڑھے ہوں گے جو انگلستان میں استنبول کے متعلق ظاہر کئے جا رہے ہیں اور جن کے خلاف سید امیر علی صاحب و دیگر مسلمانان انگلستان نے صدائے احتجاج بلند کی ہے - ایسی حالت میں ہمارا اسلامی فرض ہے کہ ہم کو اپنے مذہب، قوم اور حیاتِ ملی کو برقرار رکھنے کے لئے اُن اہم مسائل خلافت، اماکن مقدسہ اور بلادِ اسلامیہ کے متعلق جو اس سال کے سالانہ اجلاس مسلم لیگ میں پیش ہو چکے ہیں تمام جمہور اسلام کی طرف سے ہر شہر اور ہر قصبہ میں متعدد اور متواتر جلسہ کرنا لازمی ہیں اور اُن کے متعلق ریزولیشن پاس کر کے بذریعہ بحری تار وزیر ہند اور وزیر انگلستان کو لندن اور صدر صلح کانفرنس کو پیرس روانہ کئے جائیں - اگر ایسے اہم وقت میں آپ خاموش رہیں گے تو مسلمانوں کو ایسا سخت صدمہ پہونچے گا کہ جس کی تلافی ناممکن ہے اور ہمیشہ کے لئے دستِ حسرت ملنا پڑیں گے - یہ جلسے جلد سے جلد کئے جائیں ورنہ صلح کانفرنس ختم ہو جانے کے بعد کوئی کارروائی کرنا محض بے سود ثابت ہوگی - جلسے ختم ہونے کے بعد اُن کی کارروائی فوراً مفصلہ ذیل اخبارات کو روانہ فرمایئے :

۱ - ٹریبیون لاہور - ۲ - انڈیپنڈنٹ الہ آباد - ۳ - مسلم ہیرالڈ الہ آباد - ۴ - سرچ لائٹ بانکی پور - ۵ - امرت بازار پتریکا کلکتہ - ۶ - مسلمان کلکتہ - ۷ - نیو انڈیا مدراس - ۸ - بمبئی کرانیکل بمبئی - ۹ - ہمدم لکھنؤ - مہربانی فرما کر جلسوں کی کارروائی سے مجھ کو بھی مطلع فرمایئے -

خاکسار

مختار احمد انصاری

(۳)

۱۲ فروری ۱۹۱۷ء

مخدومی و مکرمی جناب مولانا صاحب - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - نوازش نامہ فیض شمامہ مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۱۷ء

صادر ہوا معزز فرمایا۔ ڈاکٹر انصاری صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے مبارک علی صاحب کا خط خوب پڑھا جو آپ نے تحریر فرمایا ہے بہت صحیح ہے۔ میری بھی یہی رائے ہے جو تین شرائط آپ نے ارقام فرمائی ہیں بالکل بجا اور درست ہیں۔ ہم لوگ انھیں تین شرائط کے محدود دائرہ میں رہ کر کس قسم کی امداد کر سکتے ہیں۔ میں بہت بہت معافی کا خواستگار ہوں کہ جواب میں اتنی دیر ہوئی میں رامپور، بھوپال، جاورہ میں زیادہ رہا اور آپ کا نوازش نامہ دہلی سے بھیجے جانے کے بعد بھوپال میں ملا۔ خدا کے فضل و کرم سے امید ہے کہ مزاج بخیریت ہوگا۔

خادم

عبدالعلی خاں از طرف مختار احمد انصاری ممبر جمعیۃ خدام کعبہ

ڈاکٹر صاحب دو روز قیام کے بعد غازی پور وغیرہ تشریف لے گئے ہیں۔

(۴)

۱۲ر فروری ۱۹۱۹ء

مکرمی جناب مولوی صاحب

السلام علیکم۔ میں نے پہلے عریضہ میں عرض کیا تھا کہ مولانا عبدالباری صاحب کی جو تقریر مسلم لیگ میں پڑھی گئی تھی اسکی کچھ کاپیاں روانہ فرما دیجیے مگر ابھی تک وہ موصول نہیں ہوئیں۔ مہربانی فرما کر ۵ - ۶ کاپیاں مع پانچ فتووں کی کاپیوں کے جلد روانہ فرما دیجیے۔

جلسہ کے متعلق کیا ہو رہا ہے مطلع فرمائیے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ کے صوبہ کی گورنمنٹ نے بھی ڈاکٹر صاحب کی تقریر ضبط کر لی۔ اس میں بجز آیات کلام مجید اور احادیث کے اور کیا تھا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مذہب میں براہ راست مداخلت کرنے لگے۔ جمیع صاحبان کی خدمت میں سلام۔

خاکسار عبدالعلی خاں

(۵)

جناب والا۔ السلام علیکم۔ کئی دن سے عریضہ لکھنے کا قصد کر رہا تھا مگر آج کل یہاں کی مصروفیت ناقابل بیان ہے۔ قاضی عبدالغفار صاحب سے یہ تو معلوم ہوگیا تھا کہ وہ جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جناب نے مسلم لیگ کے جلسوں میں شرکت کا وعدہ فرمایا ہے۔ میں نے یہاں کے علمائے کرام اور احباب سے مشورہ کرنے کے بعد بہت سے بزرگوں کی خدمت میں ایک مطبوعہ عریضہ بھیجا ہے جس کی چند نقول خدمت والا میں بھیجتا ہوں۔ میں خود حاضر ہونے کا ارادہ کر رہا تھا مگر قاضی عبدالغفار صاحب کی ملاقات کے بعد اب خود جناب کی تشریف آوری کا منتظر ہوں۔ حالات جو کچھ ہیں وہ جناب کے پیش نظر ہیں۔ صلح کی کانفرنس سے پہلے یہ ایک اچھا موقع مل گیا ہے کہ ہم مسلمانان ہند کے اس اجتماع میں اپنی موت اور زندگی کے سوال کو صاف صاف چھیڑیں ورنہ اس وقت ہماری خاموشی ہمارے لئے سم قاتل ہوگی۔ مجھے تفصیل کے ساتھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ جناب حالات کو مجھ سے بہتر سمجھ رہے ہوں گے۔ ہم لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ علمائے کرام سے عرض حال کریں اور

اس موقع پر ان سے رہبری کی درخواست کی جائے۔ میں خود دو تین دن میں دیوبند جا رہا ہوں اور ایک دوشخص کو پنجاب کی طرف بھیجنے والا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس وقت تمام سیاسی مباحث سے قطع نظر ہمارے لئے پہلا کام یہی ہے کہ اُن مذہبی مباحث کو اٹھایا جائے جن کا تعلق براہِ راست اسلام کی عزت و وقار سے ہے۔ جناب کس تاریخ کو دہلی تشریف لائیں گے اور لکھنؤ کے علمائے کرام میں سے کون کون بزرگ تشریف لانے والے ہیں۔ امید کہ جناب جلد سے جلد مطلع فرمائیں گے۔ مطبوعہ خطوط اس لئے ارسالِ خدمت ہیں کہ جناب ان کو حسبِ ضرورت تقسیم فرماویں۔ صحت مزاج سے یاد کیا جاوں۔

عقیدت کیش مختار احمد انصاری

(۶)

۱۴ اپریل ۱۹۱۹ء فتحپوری۔ دہلی

مکرمی جناب مولانا صاحب

السلام علیکم۔ آپ کا گرامی نامہ مع چند قطعات نقشہ موصول ہوا۔ وہ مسلمانوں کے دستخط کرا کے واپس کر دیئے جائیں گے۔ زیادہ والسلام۔

خاکسار

عبدالعلی خاں پرائیویٹ سیکرٹری ڈاکٹر انصاری صاحب

(۷)

۱۲ نومبر ۱۹۲۰ء، دہلی

جناب والا۔ السلام علیکم قومی مسلم یونیورسٹی کے افتتاحی جلسہ میں جو ۲۹۔ اکتوبر کو علی گڑھ میں منعقد ہوا تھا آپ کا انتخاب بہ حیثیت فاؤنڈیشن ممبر کے ہوا ہے امید ہے کہ آپ اسے منظور فرمائیں گے۔ چونکہ یونیورسٹی کے متعلق چند نہایت ہی اہم امور مثل فراہمی چندہ، قوانین وضوابط، نصاب تعلیم اور انتخاب معلمان وغیرہ کا فیصلہ بہت جلد ہونا لازمی ہے اس لئے قرار پایا ہے کہ فاؤنڈیشن کمیٹی کا ایک جلسہ ۲۲ر نومبر کو علی گڑھ میں منعقد کیا جائے۔ امید ہے کہ آپ اس جلسہ میں شرکت فرما کر اپنے مفید مشورہ سے مستفیض فرمائیں گے اور اپنے آنے کی تاریخ سے جلد از جلد مطلع فرمائیں گے۔ تاکہ آپ کے آرام اور رہائش کا معقول انتظام کیا جائے۔

نیاز مند مختار احمد انصاری آنریری سیکرٹری قومی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکرر — قومی مسلم یونیورسٹی کے ابتدائی جلسہ میں جو ۲۹ر اکتوبر کو علیگڑھ میں منعقد ہوا تھا۔ آپ کا انتخاب بہ حیثیت فاؤنڈیشن ممبر کے ہوا ہے امید ہے کہ آپ اسے منظور فرمائیں گے۔ (مکرر خط آگیا اس لئے نقل نہیں کی گئی پہلے اس خط کی نقل ہو چکی ہے)

انصاری

خطوط شعیب قریشی صاحب

(۱)

۸ رجمادی الاول ۱۳۳۶ھ از دہلی (۱۹ فروری ۱۹۱۸ء)

مکرم معظم بندہ جناب مولانا صاحب

السلام علیکم۔ آج صبح کو جناب کا تار ملا جس کا جواب بذریعہ تار کے دے چکا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ جناب کو ضرور تشویش ہو گی اور خود خیال کر رہا تھا کہ ایک خط آپ کی خدمت میں بھیجوں مگر گاندھی صاحب کے پاس سے کوئی مفصل اطلاع نہیں آئی تھی جس سے معلوم ہوتا کہ وہ کب تک آنے والے ہیں صرف ایک تار آیا تھا جس میں پندرہ کو پہونچنے کا خیال تھا اس لئے میں نے خط کے بھیجنے کو ملتوی کر دیا۔ کل گاندھی صاحب کا ایک خط آیا ہے جس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ احمد آباد میں کچھ کارخانہ داروں اور مزدوروں کے جھگڑے کے باعث ان کو مجبوراً وہاں ٹھہرنا پڑا ہے۔ اس معاملہ کو دس دن میں ختم کر کے وہ سیدھے یہاں پہونچنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ خط میں اُنہوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس انتظار کی معافی میں اُن کی طرف سے آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔ ان کی اطلاع آمد بذریعہ تار آپ کو دوں گا۔ والسلام

نیازمند شعیب

(۲)

۱۵ رجمادی الاول ۱۳۳۶ھ از دہلی (۲۹ فروری ۱۹۱۸ء)

مخدوم و مکرم بندہ۔ سلام مسنون۔ والا نامہ صادر ہو کر کاشف حالات ہوا گاندھی صاحب کے پاس سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں آئی ہے لہذا میں نہیں عرض کر سکتا کہ وہ کب تک یہاں آئیں گے۔ ممکن ہے ان کے آنے میں اور تاخیر ہو۔ دریں صورت جو جناب مناسب خیال فرمائیں وہ کیجیے۔ سہل کا لینا بھی ضروری چیز ہے۔ عبدالقوی صاحب جو علامہ آسی مدراسی کے صاحبزادہ ہیں اور اکبری دروازہ کے قریب رہتے ہیں اور آج کل علی گڑھ کالج میں ایم۔ اے میں تعلیم پا رہے ہیں اگر وہ خدام کعبہ کے کام کو لینے پر آمادہ ہوں تو ان کا تقرر بلا تامل کر دیجیے۔ میں اون سے واقف ہوں وہ بالکل قابل اطمینان شخص ہیں۔ والسلام۔

از طرف ڈاکٹر انصاری صاحب آداب عرض۔

نیازمند شعیب

(۳)

یکم جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ مکان ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری۔ بھوپال

کرم معظم بندہ۔ سلام مسنون۔ چونکہ میں دہلی سے بھوپال آ گیا تھا اس لئے والا نامہ دہلی ہوتا ہوا مجھے یہاں پرسوں ملا۔ گاندھی صاحب احمد آباد کے جھگڑے میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ اون کے ہٹنے میں توقف پر توقف ہو رہا ہے اسی لئے میں بھی کچھ دن کے لئے چونکہ یہاں ایک ضروری کام تھا بھوپال چلا آیا ہوں۔ کل ہی گاندھی صاحب کا ایک خط آیا ہے جس کی ایک نقل جناب کے ملاحظہ کی غرض سے بھیجتا ہوں۔ آئندہ جو سب ارکین کی رائے ہو۔ والسلام الطاف صاحب کی خدمت میں سلام۔

نیازمند شعیب

(۴)

۱۳ جون ۱۹۲۴ء سلطان منشن ڈونگری۔ بمبئی

حضرت قبلہ! السلام علیکم!

حضور والا کو بذریعہ اخبار علم ہو چکا ہوگا کہ مرکزی کمیٹی کا یہ اجلاس جو دہلی میں ہوگا خاص اہمیت رکھتا ہے جس کا ایجنڈا منسلک ہے۔ بلحاظ اہمیت اجلاس یہ طے پایا ہے کہ اُن محبان ملک و ملت کو بھی جو مرکزی کمیٹی کے ممبر نہ ہوں اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی جائے تاکہ جو امور نہایت اہم اور مفید پیش ہوں اُن میں متفقہ طور پر مفید مشورہ حاصل ہو سکے چنانچہ جناب صدر کی خاص طور پر استدعا ہے کہ حضور والا ضرور بالضرور ان اجلاسوں میں شرکت فرمائیں اور اپنے گرامی قدر مشورہ سے مستفید فرمائیں۔ دہلی پہونچنے کے وقت سے جناب ڈاکٹر صاحب کو مطلع فرمائیں۔

خاکسار شعیب قریشی آنریری سکرٹری سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی

(۵)

ذیقعدہ

مخدومی و مکرمی۔ سلام مسنون۔ لکھنؤ سے آنے کے بعد سے جناب کی طبیعت کا حال معلوم نہیں ہوا نہایت تردد ہے امید کہ کیفیت مزاج سامی سے مطلع فرمائیے گا۔

گاندھی صاحب کا ایک خط آیا تھا جس کی نقل ارسال خدمت ہے۔ میں جواب لکھ چکا ہوں کہ ولیم ونسٹن کا جواب محض مہمل ہے وہ عمداً دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور اگر شوکت علی صاحب اور محمد علی صاحب پر الزام وہی ہے جو ہوم ممبر نے بیان کیا ہے تو گورنمنٹ کو مقدمہ چلانے کا کوئی حق ہی نہیں ہے اس واسطے کہ وہ مسلمانوں کے مذہب کا جزو ہے۔ اور وہ اس کو جرم مانتے ہی نہیں۔ لیگ کی کونسل کا ریزولیشن تو آپ نے پڑھا ہی ہوگا۔

راجہ صاحب محمود آباد، وزیر حسن اور جناح صاحب تجاویز اصلاحات کو منظور کرنے پر تُلے ہوئے ہیں اور ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ اُن کو نامنظور کیا جائے۔ تمام معاملہ طے ہوگا مجلس صلح میں اگر اس وقت ہم نے علانیہ مخالفت نہیں کی تو اس وقت بڑی مصیبت ہوگی۔ علاوہ بریں جس صورت میں وہ تجاویز دینا چاہتے ہیں وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہیں۔ جب تک مسلمانوں کو وہ اپنی خارجی پالیسی کے طے کرنے کا حق نہ دیں اس وقت تک ہم اس پر بحث کرنے ہی کو تیار نہیں ہیں۔

غرض وجوہات جو کچھ بھی ہوں ہم کو یہ تجاویز نامنظور کرنی چاہییں۔ اس لئے بمبئی کی لیگ میں (اس امر کی ...) ضرورت ہے اس لئے جو ممبر لیگ کے ہوں ان کو بمبئی بھجوائیے نہیں تو کچھ نئے ممبر بنوا کر بمبئی بھجوائیے۔

عنایت اللہ کو سلام۔

نیازمند

شعیب

خط، سیٹھ عبداللہ ہارون کراچی

(۱)

۱۱ ؍ جنوری ۱۹۱۹ء

جناب قبلہ و کعبہ مولانا و معظمنا دام ظلہ العالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاج اقدس جناب کے نوازشنامہ جات اور تاریں موصول ہوئے۔ افسوس ہے کہ میں عدم الفرصت ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ امید ہے آپ معاف فرمائیں گے۔ ۲۵ ستمبر کو مجھے مسٹر بمبر کری کا تار موصول ہوا تھا کہ ولایت میں اخبار نکالنے کے واسطے قدوائی کو روپیہ کی اشد ضرورت ہے میں نے ۳۰ ستمبر کو یعقوب حسن صاحب کو تار دے دیا تھا کہ وہ مسٹر قدوائی کو دے دیویں امید ہے کہ انہوں نے میرے تار کے مطابق عملدرآمد کر دیا ہوگا اور جناب کا تار موصول ہونے کے بعد میں نے پھر سیٹھ یعقوب حسن کو لکھا ہے کہ فوراً کل رقم مسٹر قدوائی کو دے دی جائے اور ان کے نام میں نے ایک ہنڈی بھی لکھ کر بھیج دی ہے کہ وہ وصول کر لیں۔ آپ کو خبر مل چکی ہوگی کہ ۲۳ ؍ نومبر کو دہلی میں جلسہ ہونے والا ہے امید ہے میں بھی انشاء اللہ جلسہ میں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا آپ بھی ضرور تشریف لائیں۔ اور سب خیریت ہے۔ یہاں کام سعی اور کوشش سے جاری ہے۔ کامیابی خدائے تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ فقط والسلام

حاجی عبداللہ ہارون جناب کا خادم

(۲)

۱۹ : آ ء ۱۲

جناب قبلہ و کعبہ حضرت مولانا صاحب مدظلہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج گرامی، آج مسٹر یعقوب حسن کا خط موصول ہوا کہ مسٹر قدوائی کے مشورہ سے ولایت میں اخبار جاری کر دیا گیا ہے میں نے انھیں لکھا تھا کہ پانچ سو پونڈ میں نے اس مقصد کے لئے روانہ کئے تھے کہ وہ مسٹر قدوائی کو دے دیئے جائیں امید ہے انہوں نے ضرور دے دیئے ہوں گے۔ میں نے آج پھر مسٹر یعقوب حسن کو لکھ دیا ہے کہ اگر کل رقم انھوں نے مسٹر قدوائی کو نہ دی ہو تو فی الحال کم از کم اسی پونڈ جو انہوں نے اس کام کے متعلق خرچ کئے ہیں مسٹر قدوائی کو ضرور دے دیئے جائیں۔ چونکہ اب اخبار جاری ہو چکا ہے اس لئے مسٹر یعقوب حسن کو بھی روپیہ کی ضرورت ہوگی اس لئے اگر باقی رقم ان کے پاس رہے تو کوئی ہرج نہیں۔ باقی خیریت ہے۔ انشاء اللہ العزیز دہلی کے جلسہ میں شرف نیازمندی حاصل ہوگا۔

فقط والسلام آپ کا خادم حاجی عبداللہ

کمرر آنکہ اخبار کے جاری کرنے میں سر آغا خان۔ امیر علی۔ مسٹر یعقوب حسن۔ مسٹر پکتھال بہ حیثیت سیکرٹری مسٹر اصفہانی وغیرہ شریک ہوتے ہیں اس لئے یہی مناسب تھا کہ جس قدر جلدی ہو سکے اس قسم کا اخبار جلد جاری کیا جائے۔ امید ہے کہ اس کا نتیجہ انشاء اللہ خاطر خواہ ہوگا۔

سید جالب صاحب نے جو تحریک خلافت کی تاریخ شائع کرنے کے متعلق پیش کی ہے اس کے متعلق جیسے آپ کی رائے ہو میں شامل ہوں۔ اس کی اشاعت پر آپ روپیہ خرچ فرما سکتے ہیں، اس کے متعلق جیسا آپ ارشاد فرمائیں وہی مناسب ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

(۳)

کراچی مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۱۹ء

بخدمت حضرت مولانا قبلہ دام ظلکم الشریف

بعد آداب گزارش ہے کہ کل ہی آپ کا نوازش نامہ پہونچا احوال معلوم ہوا۔ حضور کی توجہ سے ملک انگلستان میں جو جدوجہد برائے افادہ اسلام ہو رہی ہے اس کے لیے ہم نیاز مند بید ممنون ہیں خداوند برتر اپنے فضل و کرم سے تخم ریزی کا ثمرہ عطا فرمائے گا اور مسلمانوں کے حق میں نتیجہ مفید ہی نکلے گا۔ مایوسی کے لئے کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہی کارساز حقیقی ہے ڈیپوٹیشن کے اخراجات کے لئے خادم اپنی ناچیز رقم ارسال کرنے کی فکر میں ہے اللہ پاک چاہتا ہے تو عنقریب خدمت عالیہ میں پہونچ جائے گی۔ زمانہ پُر آشوب ہو رہا ہے اور اُنہی کی ذات سے امید ہے کہ وہ مسلمانوں کی مشکلیں آسان فرما دے۔ فلک کج رفتار نے اپنی گردشیں مسلمانوں کے لئے وقف کر دی ہیں اب بیٹھے بٹھائے فتنوں کے سر میں چکر آ گیا ادھر اور ہمارے خیالات میں پریشانی کا اضافہ ہوا سنا جاتا ہے کہ اب وہ صلح کی سلسلہ جنبانی کر رہے ہیں خدا کرے جلد ایسا ہی ہو تا کہ اس فکر سے تو نجات ملے۔ فقط

خادم غلام حاجی عبداللہ ہارون

(۴)

۲۴ جولائی ۱۹۱۹ء کراچی

مخدومنا و مولانا حضرت قبلہ دام اللہ ظلکم

بعد سلام مسنون و آداب گزارش ہے کہ نوازش نامہ موصول ہوا۔ ہماری ناچیز خدمات حضور پسندیدگی کی نظر سے ملاحظہ فرماتے ہیں، اس سے خوشی ہوئی۔ یہ جناب ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے حضرت باری سبحانہٗ تعالےٰ سے بھی دعا ہے کہ استقامت و توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے فرائض بوجوہ احسن انجام دیتے رہیں یہاں کے حالات سورش خلاف خلافت حضرت سلطان المعظم سے جناب قدوائی صاحب کو آگاہ کر دیا ہے۔ رسالے اخبارات وغیرہ اُن کی خدمت میں ارسال کئے گئے ہیں۔ حقیقت غالباً یہ ہے کہ رسالہ تحقیق خلافت کا انگریزی ترجمہ کرانے سے دشمنان اسلام کی غرض یہ ہے کہ باشندگان انگلستان کو غلط فہمی میں مبتلا کیا جاوے اور سلطنت ترکی کے حصے بخرے کرنے میں انھیں تقویت ہو۔ ہماری بدنصیبی ہے کہ یہ دشمنان دین ہمارے ہی ناعاقبت اندیش ملحد و زرپرست بھائی ہیں۔ اُن مفسدوں کے ریشہ دوانیوں کے اثرات مٹانے میں ہم بھی ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ آپ کی دعا سے انھیں کامل شکست ہو گی۔

ایک پرچہ انگریزی اخبار سندھ مسلم و رسالہ اردو خلافت کی حمایت میں جدا ارسال خدمت ہیں اور رسالے و مضامین

تیار ہو رہے ہیں انشاءاللہ تعالےٰ وقتاً فوقتاً خدمت میں بھیجتا رہوں گا۔ مولوی محکم الدین صاحب جو رسالہ تیار کر رہے ہیں وہ اردو زبان میں ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ جناب قدوائی صاحب سے خاکسار نے التجا کی ہے کہ موجودہ اخبار ملا ہوا انگلستان میں شائع ہو جاوے۔ میرے رفقاء نے چار سو پونڈ کی رقم اس غرض کے لئے منظور کی ہے۔

(عرض یہ ہے کہ) آپکا جیکے پاس جو روپیہ موجود ہو وہ یہاں کے متفرق اخراجات کے لئے رکھیں۔

دو سو پونڈ کا عطیہ سر آغا خان کا بھی ہے چھ سو پونڈ سے اجرائے کام ہو سکتا ہے آگے چل کر ہمیں کوئی رکاوٹ نہ ہو گی۔ وفد کے متعلق جلسہ کی واقعی ضرورت ہے۔ ہم یہاں بھی جلسہ منعقد کرنے کے مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔ اس قسم کے جلسے ہر بڑے شہر میں برپا ہونے چاہئیں۔ انگریزی رسالے ولایت میں چھپے ہوئے پہنچ گئے ہیں مضامین و تقریریں اعلیٰ پایہ کی ہیں دل چاہتا ہے کہ انھیں یہاں دوبارہ چھپایا جاوے اور ترجمہ بھی۔ حالات اور دعا و توجہ سے یاد فرماتے رہیں۔ امید ہے کہ آپ خوش و خرم ہوں گے والسلام

خاکسار حاجی عبداللہ ہارون

۵

الحمد للہ وسلام علےٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

بخدمت حضرت مولانا قبلہ دام ظلکم الشریف

بعد سلام مسنون و آداب۔ خط مورخہ ۱۰ شوال اور دوسرے خطوط موصول ہوئے۔ خداوند برتر کا شکر ہے کہ بزرگان مقیم لندن و نومسلم حضرات بہتر طریقہ و اتفاق سے کام کر رہے ہیں۔ جناب مشیر حسین صاحب کا طفیل ہے اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے و توفیق عطا کرے۔ آپ کا وجود ہمارے لئے غنیمت ہے۔ یعقوب حسن صاحب کے خطوط کی نقلیں چھوٹانی صاحب کی معرفت ملتی ہیں ان کا مضمون بھی قریب وہی ہے۔ گو کہ انگریزی اخبارات و بعض مدبرین اب تک اسلامی معاملات سے سرد مہری برتتے رہے ہیں۔ ہماری جد و جہد بھی تھوڑی بہت مؤثر ہوتی رہی ہے۔ خدا نے چاہا اگر وہاں یہی حالت رہی اور اس ملک کے مسلمانوں نے بھی اپنے فرائض ادا کئے تو نتیجہ حسب منشا نہیں تو عمدہ ضرور نکلے گا۔

اس عاجز نے پانچ سو پونڈ آنریبل یعقوب حسن کے نام بذریعہ تار پرسوں روانہ کئے ہیں اور اتنی ہی رقم چھوٹانی صاحب نے بھیجی ہو گی انھیں مسٹر قدوائی صاحب کے تعلقات اور آپ کی تجویز دوبارہ اجرائے اخبار سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور گذارش کی گئی ہے کہ قدوائی صاحب کے مشورہ و ہمراہی سے حصول مقاصد میں صرف کئے جاویں امید کہ فی الحال یہ رقوم کافی ثابت ہوں گی یہ نہ سمجھا جاوے کہ کام تو جہد فراغت سے انجام دینے میں پس و پیش کریں انشاءاللہ تعالیٰ مزید روپیہ کا انتظام کیا جائے گا اس طرف کے مخالفین خلافت کے بارہ میں جو کچھ کر رہے ہیں اس کا مقامی اخبارات میں معقول جواب دیا جا رہا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ کوئی ایسی تجاویز عمل میں لائی جائیں جن سے مسلمانان ہندوستان اپنے خیالات و تقاضا سے برٹش مدبرین حکام ہندوستان و اخبارات کو مطلع کریں یہ نہایت ضروری و اہم کام ہے اگر اس میں کچھ بھی غفلت برتی گئی تو جماعت اسلامیہ لندن کی تائید نہ ہونے سے بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس طرف کے ملحدوں کی آواز وہاں پہونچ جائے اور اس

سے یہ معنی لئے جائیں کہ مسلمانانِ ہند کو خلافت، ختم ترکی سے کوئی ہمدردی نہیں۔ بنا بریں علیہ اس ناچیز کی گزارش ہے کہ حضرت انجمن ہائے مختلفہ اور صوبجات ہند کے ہر شہر کے بزرگوں سے فوری خط وکتابت فرمادیں تاکہ وہ مجلس منعقد کرکے لندن کے اسلامی جلسہ میں پاس کئے ہوئے تجاویز کے نمونہ ریزولیشن پاس کرکے وزیرِ ہند، وزیرِ خارجہ، وزیرِ اعظم، وائسرائے ہند اور بزرگانِ مقیم لندن کو روانہ کریں جب تک اس طرف توجہ نہ کی جائے گی جو فوری ہونی چاہئے کام ادھورا رہ جائے گا اور پھر کفِ افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ میری رائے میں یہی نازک تر اور کام کا وقت ہے۔

ملک سندھ میں اس بارہ میں ہم بندوبست کریں گے آپ بے فکر رہیں۔ سنا ہے کہ ڈاکٹر انصاری و مسٹر شعیب صاحبان ولایت جارہے ہیں اگر یہ سچ ہے تو وہاں کے کام میں بہت کچھ اضافہ ہوگا ہمارا رسالہ بھی تیار ہوگیا ہے عنقریب چھپائی و ترجمہ انگریزی کا کام شروع ہوگا۔

حاجی عبداللہ ہارون

(۶)

۲؍ستمبر ۱۹۱۹ء کراچی

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

بخدمت حضرت مولانا قبلہ دام الطافکم

بعد سلام و آداب۔ حضرت کی طرف سے دو تین خطوط وصول ہوئے ہیں۔ الحمد للہ علمائے سندھ کا رسالہ درجواب تحقیق خلافت مصنفہ مولوی فیض الکریم سندھ تیار ہوگیا ہے جو اب واطراف میں دستخطوں کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ اسی اثنا میں چھپائی و ترجمہ کا کام بھی شروع کردیا گیا ہے تھوڑے دن ہوئے کہ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ لکھنؤ کی تار موصول ہوئی تھی کہ ایک آل انڈیا اسلامی کانفرنس دربارہ ترکی لکھنؤ میں تاریخ ۲۱ ماہ حال منعقد قرار پائی ہے اور یہ کہ میں اپنی اجازت کانفرنس بلانے والے حضرات کے زمرہ میں شمولیت کی . . . . بذریعہ تار روانہ کروں اس کی تعمیل کر دی گئی۔ اب یہ ضرورت ہے کہ خاکسار کو باقاعدہ کانفرنس و تاریخ انعقاد کی اطلاع ملے تاکہ میں روانگی کا انتظام کروں۔

خاکسار کا ارادہ ہے کہ یہاں کے چند حضرات کو بھی شریک ہونے کے لئے آمادہ کروں اور اپنے ساتھ لیتا آؤں اور سب خیریت ہے۔ ترکی و خلافت و مقامات مقدسہ کے متعلق تشویشناک خبریں آرہی ہیں خداوند برتر حافظ و ناصر ہے اور وہی اپنے دین قیم و خستہ حال مسلمانوں کے حالِ زار پر رحم فرمائے۔ البتہ ہمیں اپنے فرائض کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے فقط۔

والسلام۔

خادم حاجی عبداللہ ہارون

(۷)

۹؍جنوری ۱۹۲۰ء کراچی

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

بحضرت مولانا صاحب قبلہ دام ظلکم

بعد آداب و تسلیمات واضح رائے عالی ہو کہ نوازش نامہ موصول ہوا مجھے نہایت افسوس ہے کہ امرتسر کانفرنس کانگریس و لیگ میں شریک نہ ہو سکا۔ ان دنوں بیماری انفلوانزا کے باعث سخت پریشانی تھی الحمدللہ کہ اب یہ مرض رفع ہو رہا ہے۔ خادم کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے۔ پیر صاحب جھنڈا سے حضرت کے کاغذات واپس کرنے کے متعلق درخواست کی گئی ہے۔ میں نہایت خوش ہوں کہ امرتسر کے سب اجلاس بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئے۔

یہاں سندھ میں پانچ ماہ حال کو خلافت کانفرنس و علمائے سندھ کے اجلاس مقام حیدرآباد سندھ میں منعقد ہوئے اور نہایت کامیابی سے کارروائی ہوئی۔ پرچہ نیو ٹائمس ارسالِ خدمت ہے امید کہ پورا ترجمہ ملاحظہ فرما دیں گے تعجب ہے کہ پیروان اسلام باوجود ان فرشوں کے سنبھل رہے ہیں اور اللہ نے چاہا تو دنیا پر ثابت کر دیں گے کہ اب زمانہ جہالت و غفلت ختم ہو چکا ہے اور مسلمان ایک زندہ قوم کی حیثیت میں رہنا چاہتے ہیں۔ تازہ تاروں سے پتہ ملتا ہے کہ مدبران دول اتحادیہ کے دماغ سے رعونت نہیں گئی ہے۔ انھیں جلد اپنے کئے پر شرمسار ہونا پڑے گا یہ اسلام کو چیلنج ہے۔ خدا محافظ اسلام کے فضل میں امید ہے کہ ہم کامیاب رہیں گے۔ چندہ کے لئے کوشاں ہیں حضرت علی مردان کی رہائی سے ہمارے حوصلہ بڑھے ہوئے ہیں۔ آنجناب کے خط سے پہلے خاکسار نے سیٹھ یعقوب حسن صاحب سے گزارش کی ہے کہ روپیہ اصفہانی صاحب خزانچی کو منتقل کریں اور اسی مضمون کی ایک تار بھی ارسال کی گئی ہے۔ امید کہ کانفرنس بمبئی میں ملاقات ہوگی۔ خداوند برتر سے دعا ہے کہ اس سخت آزمائش اور ابتلا میں ہمیں ثابت قدم رکھے اور صحیح طریقہ پر کام کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ دعا سے یاد فرماتے رہیئے۔ والسلام

حاجی عبداللہ ہارون

(۸)

۸ فروری ۱۹۲۲ء کراچی

جناب مکرم۔ السلام علیکم۔ آپ کا رجسٹرڈ خط ملا۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی فاقہ کشی کی خبر اخباروں میں شائع ہوئی ہے وہ غلط ہے۔ ان کو کھانا اچھا نہیں ملتا اور اس وجہ سے کم مقدار میں کھاتے ہیں۔ کل سے جیل میں سب قیدیوں نے اسٹرائیک کی ہے سنا ہے مولانا شوکت علی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے برا برتاؤ ہوتا ہوا دیکھ کر کی ہے۔ اللہ اکبر نعروں کی آواز دور سے سننے میں آتی ہے۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

مولانا صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہیے فقط۔ نیاز مند حاجی عبداللہ ہارون

(۹)

۹ فروری ۱۹۲۲ء کراچی

معظم و محترم جناب مولانا صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ آج ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ آج مقامی اخبار نیو ٹائمس بھیجتا ہوں تازہ حالات اس سے

معلوم ہو سکیں گے۔

آپ کا پیغام کوشش کریں گے کہ مولانا کو پہونچ جائے اور یہاں ہر طرح خیریت ہے امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے ایک خاص مشورہ طلب امر یہ ہے کہ میری رائے ہے کہ انگورہ فنڈ کی جمع شدہ رقم ایک مختصر وفد کے ذریعہ وہاں پہونچائی جائے تاکہ مطمئن طور پر اور محفوظ ہاتھوں سے وہاں پہونچ جائے۔

آج میں اس بارہ میں مرکزی خلافت کمیٹی سے بھی رجوع کرونگا میں جس کام کی تحریک کر رہا ہوں آپ بھی اپنے مشورہ سے بواپسی ڈاک مطلع فرما کر ممنون کریں فقط والسلام۔

حاجی عبداللہ ہارون

(۱۰)

۲۰ فروری ۱۹۲۲ء کراچی

جناب مولانا صاحب قبلہ

السلام علیکم۔ آپ کا خط ملا جس خط کی طرف آپ اس رقعہ میں اشارہ کرتے ہیں وہ ابھی تک مجھے نہیں ملا ہے جب مل جائے گا تو انشاء اللہ آپ کی فرمائش کے مطابق عمل کروں گا۔ آپ کی ملاقات کا بہت اشتیاق ہے اور اگر خدا نے چاہا تو انشاء اللہ جون میں خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کی میٹنگوں کے موقع پر لکھنؤ میں آکر خدمت میں حاضر ہوں گا۔ فقط والسلام

آپ کا نیاز کیش حاجی عبداللہ ہارون

(۱۱)

۱۹ اگست ۱۹۲۲ء کراچی

حضرت مولانا محترم۔ السلام علیکم۔ امید کہ آپ بخیریت سے ہوں گے۔ جناب کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ ایک عرصہ سے مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے انگورہ کی طرف رقوم بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس بات کو محسوس کرکے سیٹھ حاجی احمد صدیق کھتری صاحب کو اس بات کے دریافت کرنے کے لئے کہ کس قدر روپیہ انگورہ فنڈ میں جمع ہو چکا ہے تار دیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ سترہ لاکھ اور چالیس ہزار جمع ہے۔ ورکنگ کمیٹی نے ایک عرصہ ہوا دس لاکھ کہ یکشت قسط روانہ کرنے کے لئے کہا ہے لیکن افسوس ہے کہ اب تک وہ نہیں بھیجی گئی میں نے اس کے متعلق سیٹھ چھوٹانی صاحب کو تار دیا تھا تو وہ کوئی معقول اور صاف جواب نہیں دیتے لکھا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ظہور احمد صاحب وغیرہ کیا کارروائیاں کر رہے ہیں اور روپیہ بھیجنے جانے میں وقت ہے وغیرہ وغیرہ امید ہے کہ آپ نے بھی اس بات کو محسوس کیا ہوگا۔ میں تو افسوس کے ساتھ اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ روپیہ سیٹھ صاحب کے خانگی کاروبار میں صرف ہو گیا ہے اور اس وجہ سے بے لیت و لعل ہو رہا ہے اور اگر ان روپیوں کے جانے میں یہی تساہل رہا تو اس کا نتیجہ تحریک کے لئے نہایت مہلک ہے اور ہماری تمام کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ مجھے اس کے متعلق اس قدر انتظار اور بے چینی ہے کہ نیند نہیں آتی۔ اب ۱۰ ستمبر ۱۹۲۲ء کو دہلی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہے میں بھی ضرور اس میں شریک ہونے کے لئے

بمبئی جاؤں گا اور آپ سے بھی اگر ممکن ہو سکے تو ضرور اس موقع پر تشریف لائیں تاکہ اس کے متعلق کچھ طے کیا جائے اور اس سے قبل بذریعہ ڈاک اپنے مشورہ سے بھی مطلع فرماویں۔ میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔ خط بالکل خانگی ہے اور مجھے بھی خانگی طور پر جواب عنایت فرماویں فقط والسلام۔

آپ کا مخلص عبداللہ ہارون

(۱۱)

۱۱ ستمبر ۱۹۲۲ء کراچی

حضرت محترم مولانا صاحب قبلہ

السلام علیکم۔ گرامی نامہ نے سرفراز فرمایا۔ کرم فرمائی کا شکریہ۔ مجھے تو جواب کے نہ آنے سے بہت تردد تھا لیکن آنجناب کے والا نامہ سے تاخیر کی وجہ معلوم ہوئی۔

مجھے نہایت مسرت ہوئی کہ آپ نے میرے خط کو ملاحظہ فرمانے سے پہلے ہی بمبئی میں اس کے متعلق کوشش فرمائی ہے لیکن میں نے جو اس کے متعلق بمبئی خط وکتابت کی ہے اُس سے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اس تاخیر کے متعلق اندیشہ کرنے کی بہت بڑی گنجائش ہے اور مجھے بہت ہی مشکل معلوم ہو رہا ہے اس لئے میری دوبارہ گزارش ہے اس معاملہ کو اس طرح غیر اہم نہ تصور فرمایا جائے بلکہ اس کے لئے نہایت سختی سے سعی کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے اس کے نتائج سے نہایت پریشانی ہے اور میں اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ ایسی دقتیں کہیں ہماری برسوں کی محنتوں کو ضائع نہ کر دیں۔ آپ مجھے کرم فرما کر بواپسی ڈاک مشورہ دیں کہ کیا کرنا چاہیئے۔ میری تو یہ رائے ہے کہ اس بات کو باقاعدہ کمیٹی میں پیش کیا جائے۔ اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ فقط والسلام

نیازمند حاجی عبداللہ ہارون

(۱۲)

۲۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء

حضرت مولانا محترم!

السلام علیکم۔ میں بفضلہ تعالیٰ بخیریت سے ہوں۔ امید ہے کہ آں محترم بھی بخیریت سے ہوں گے۔ دہلی میں آنجناب کی عدم تشریف آوری کا افسوس رہا۔ امید ہے کہ آپ نے تمام باتیں سن لی ہوں گی۔ اس عریضہ کے ہمراہ جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی کے نام خط بھیج رہا ہوں وہ اُن کو دے دیں اور آپ بھی اپنے اثر سے کام لے کر سعی فرماویں کہ ان نازک گھڑیوں میں اتفاق قائم رہے اور آپ بھی از راہ کرم اُن کو کہیں کہ صبر اور برداشت سے کام لیں اور ان کاموں کو یک جہتی کے ساتھ انجام تک پہونچانے کی کوشش کریں۔ فقط والسلام

آپ کا مخلص حاجی عبداللہ ہارون

(۱۳)

معظم و محترم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنجناب کی خدمت میں اطلاع پہونچ چکی ہوگی کہ ۷۔۸۔ جولائی ۱۹۲۲ء

سکھر میں سندھ پراونشل کانفرنس کا سالانہ اجلاس قرار پایا ہے موجودہ تحریک کے متعلق سندھ کی افسوسناک خاموشی اور پژمردگی کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ اس اجلاس کو پوری طرح کامیاب بنایا جائے۔ اجلاس کی کامیابی آنحضور کی تشریف آوری پر موقوف ہے اس لئے سندھ کی ضرورت کی طرف حضور والا کی توجہ مبذول کراتے ہوئے ملتجی ہوں کہ آپ ضرور اپنے قدم سے ہمیں افتخار بخشیں مہربانی فرما کر بواپسی ڈاک اجازت دیں کہ حضور کی شرکت کے متعلق اعلان کیا جاوے فقط والسلام۔

خادم حاجی عبداللہ ہارون صدر مجلس خلافت صوبہ سندھ

خط، مولانا محمود الحسن صاحب دیوبند (۱)

مدرسہ اسلامیہ دیوبند ۱۴ شعبان سنہ ۱۳۳۳ھ

مخدوم و معظم محترم و مکرم عم فیضہم!

بعد سلام مسنون گزارش خدمت بابرکت ہے کہ افتخار نامہ سرمایہ عزت ہوا۔ انجمن خدام کعبہ کے انعقاد اور اس کے مقاصد کا اجمالی علم رکھتا ہوں اور اس کی نیک کوششوں کا معتقد ہوں جزاکم اللہ خیرا۔

بندہ کو یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ جناب نے اس کے اغراض سے مطلع فرمانے کی غرض سے تکلیف بھی فرمائی تھی مگر اپنی غیر حاضری کی وجہ سے تفصیلی علم حاصل کرنے سے معذور رہا۔ بنابریں ضرورت ہے کہ بندہ جناب سے نیاز حاصل کر کے اول تفصیلی کوائف معلوم کرے اس کے بعد کوئی رائے عرض کرے۔ مجھے امید ہے کہ ابھی جناب میری نسبت کوئی فیصلہ نہ فرما دیں گے۔ اس کے علاوہ یہاں کے مدرسہ وغیرہ کے تعلقات اور ان کے سوائے اور بھی بعض امور پیش نظر ہیں جو عجب نہیں کہ خیال شرکت کے مزاحم ہوں۔ بہرحال اول ملاقات ضروری ہے۔ بندہ خود حاضر ہونے یا جناب کو تکلیف سفر دینے میں جلدی کرتا مگر معذوری یہ ہے کہ چند سفر ضروری درپیش ہیں اُن سے فارغ ہونے کے بعد اس کے متعلق عرض کر دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ والسلام

بندہ محمود دیوبند دوشنبہ

خط، مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبند (۱)

دیوبند ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ باسمہ تعالےٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً (بنام مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی)

بخدمت خان والا شان علامہ احمد رضا خان بریلوی بالقابہ

آپ کے اور ہمارے اختلافات عرصہ سے چلے آتے ہیں گو اہل فہم و انصاف کے نزدیک اُن کے فیصلہ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔ مگر تجربہ سے معلوم ہو گیا کہ اُن کا فیصلہ جلدی ہوتا نظر نہیں آتا۔ لیکن اب مسلمانوں پر ایسا وقت آیا ہے کہ غیر مذہب والے بھی اُن سے ہمدردی کرنا انسانی فرض خیال کرتے ہیں اور مخالف بھی ان کی حالت پر رحم کر رہے ہیں۔ کیا اس وقت یہ ممکن نہیں کہ آپ تھوڑے دنوں کے واسطے باہمی تنازعات پر قلم فرسائی کی جگہ پوری ہمت ترک مجروحین اور یتامیٰ و بیوگان و مساکین جنگ بلقان کی

طرف مصروف فرمائیں۔ کیا دنیا کو ہم یہ بات دکھلا سکتے ہیں کہ باوجود اختلاف کے دینی ضرورت میں متحد بھی ہو سکتے ہیں اگر ایسا ہے تو آئیے مل کر کام کریں اس خط کا جواب بذریعہ رجسٹری پانچ روز کے اندر دیجیے۔ فقط

۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ یوم جمعہ بندہ احقر مرتضیٰ حسن عفی عنہ از مدرسہ اسلامیہ دیوبند

خط، مولوی انور شاہ صاحب و مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی و مولوی عزیز احمد صاحب و مولوی محمد طیب صاحب

(۱)

از دیوبند دارالعلوم دیوبند ۲۵ جمادی الاول ۱۳۴۰ھ

مخدوم بندہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ۔ ملک میں جو عام قانون شکنی اور رسول نامتابعت کا دور شروع ہونے والا ہے اس کے عواقب اور نتائج پر نظر غائر ڈالنے سے ہماری سمجھ میں اب تک یہ نہیں آیا کہ جو لوگ تحت الاستطاعت تشدد سے بھی اس قدر شدت کے ساتھ منع کر رہے ہیں انہوں نے عام طور پر قانون شکنی اور رسول نامتابعت کی اجازت کس طرح دی ہے۔ اگر رسول نامتابعت کا کوئی ماخذ شریعت میں موجود ہے تو تشدد کا اُس سے زیادہ ہے اور اگر تشدد میں کچھ شرعی مضار ہیں تو ہم نے جہاں تک غور کیا قانون شکنی میں بھی اوس سے کم مضار نہیں ہیں۔

از راہ کرم و نوازش جلد مطلع فرمایئے کہ شرعی نقطہ نظر سے دونوں میں کیا فرق سمجھا گیا ہے۔ اور وہ کون سے دلائل شرعیہ ہیں جو ایک کو جائز اور ایک کو ناجائز ٹھہراتے ہیں۔ اس کا جواب شافی بہت جلد مرحمت ہو۔ اگر ہمارا اطمینان نہ کیا گیا تو ہم اپنے خیال کی تبلیغ میں معذور رہوں گے۔

ہم نے مختلف سربرآوردہ حضرات کو بھی خط لکھا ہے اُمید ہے کہ جلد جواب دیا جاوے گا۔

محمد انور عفا اللہ عنہ۔ عزیز احمد عفی عنہ۔ محمد مرتضیٰ عفی عنہ۔ شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ محمد طیب عفا اللہ عنہ

خط، مولوی عبید اللہ صاحب سندھی

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علے عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد از عبید اللہ عفا عنہ بگرامی خدمت مخدومی مولانا عبد الباری مدظلہ

بعد از سلام مسنون آنکہ۔ آپ کی جماعت نے تمام مسلمانوں کی طرف سے فرض ادا کیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

امید ہے کہ آپ ——— اپنی دعوت صالح میں ہمیں بھی شریک رکھیں گے۔ انی احبکم فی اللہ۔ والسلام

دارالعلوم دیوبند

۲۰ صفر۔ ۲۵ جنوری

خط مولانا حسین احمد صاحب دیوبند (۱)

سیدی و مولائی لازالت بحار فیضکم زاخرۃ آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک؟ اس وقت مسامع عالیہ تک مضمون ذیل کو پہونچانا اور استفسار رائے عالی کرنا ضروری سمجھ کر نہایت جلد جواب کا منتظر ہوں۔ اپنے خاص احباب کے تقاضا پر ایام تعطیل میں دیوبند پہونچا اُن کی رائے ہے کہ مجھ کو یہاں مرکز پہ قیام کرنا ضروری ہے اور تحریکات حاضرہ میں مشغول رہنا تقریراً و تحریراً اہم اور واجب ہے (جس پر عمل درآمد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا تھا) اس وقت تعلقات تدریس وغیرہ بالائے طاق رکھ کر اس طرف پوری طاقت صرف کرنا چاہیے کیونکہ اہل ہند کا جوش تذکیر کا ہر وقت میں محتاج ہے۔ ادھر گورنمنٹ اس کے زائل کرنے کی طرح طرح کی کوشش کر رہی ہے۔

ہمارے مجمع میں ذی اثر فارغ اشخاص کم ہیں۔ اصحاب اغراض ومقاصد اہل خوف وطمع کی چاروں طرف کثرت ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سے مجمع میں تفرقہ کا اثر پیدا ہونا شروع ہے۔ الحاصل اس قسم کے بہت سے امور ہیں جن کی بنا پر بہت زیادہ زور ڈالا جا رہا ہے۔ جناب کو معلوم ہے کہ میری عمر کا گذشتہ حصہ درس وتدریس ہی میں گذرا ہے اس لئے طبعی مناسبت اسی سے ہے تقریر و تحریر کی کبھی مشق نہیں کی

مجھ کو خدمت تدریس کے لئے علاوہ کلکتہ کے۔ دربھنگہ۔ ندوہ۔ مرادآباد۔ امروہا۔ مدرسہ دیوبند سے بارہا تقاضے آچکے ہیں اور معقول تنخواہیں ہر جگہ دینے والے اشخاص موجود ہیں۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ خدمت تدریس کرتے ہوئے تحریکات حاضرہ میں دلچسپی لینا ممکن نہیں کیونکہ دونوں بصورت متناقضین ظاہر ہو رہی ہیں اور تحریکات کی اہمیت بھی اظہر من الشمس ہے۔ ادھر اسی تبلیغ کے لئے متفرق مقامات سے تقاضے آتے رہتے ہیں اب بھی دس بارہ جگہ کے خطوط اور مطالبات عید کے بعد کے لئے آئے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس جوش میں کسی قسم کا ضعف پڑنا نہایت اندیشہ ناک ہے ادھر یہاں کی جماعت بھی پھیلنے کی احتیاج ضرور رکھتی ہے۔ الف۔ اس لئے اب آپ کی رائے عالی کیا ہے مجھ کو تعلقات تدریس وغیرہ چھوڑ کر یہاں پڑے رہنا اور مرکز اقامت اسی جگہ کو بناتے ہوئے تقریری اور تحریری خدمات کو انجام دینا اور سفر کرنا لازم ہے یا ان سے قطع نظر کر کے کسی مدرسہ میں تعلقات تدریس کو انجام دینا چاہیے جس میں نہ گورنمنٹ کو کوئی بدظنی اور پرخاش ہے اور نہ تکالیف اسفار وغیرہ کا سامنا ہے نہ جیل خانہ اور پھانسی کا خوف۔

سہوارہ اور سہارنپور اور بنگالہ کی تقریروں اور بعض تحریروں کی بنا پر پبلک کو کچھ حسن ظن زیادہ ہو گیا ہے۔ ب۔ یہاں اگر رہنا ہو تو اپنا اور اپنی جماعت کا مرکز مشخص اور مستقل ہونا چاہیے یا مدرسہ میں مندرج ج۔ اہل مدرسہ دیوبند بھی چاہتے ہیں کہ بصیغہ تبلیغ و اشاعت تحریکات حاضرہ میرا تعلق مدرسہ سے ہو اور وہ حق خدمت ادا کریں اس میں جناب کی ذاتی کیا رائے ہے ابھی تک کلکتہ سے میں نے اپنا تعلق باقی رکھ رکھا ہے اس لئے جواب کا جلد منتظر ہوں تاکہ اُن کو جواب دینے میں اور

علیٰ ہذا القیاس دیگر مواقع سے گفتگو میں موقع ہاتھ سے نہ جاوے۔ مولوی عزیز گل سلام مسنون فرماتے ہیں۔ والسلام۔

نیاز مند حسین احمد عفی عنہ ۱۲ رمضان المبارک

آپ نے ابوبکر حماد کے بارہ میں کیا عمل فرمایا؟

(۲)

۲۶ شوال از دیوبند

مولانا المحترم ادام اللہ مجدکم

بعد از سلام مسنون الاسلام واضح رائے عالی ہو۔ والا نامہ مراد آباد میں باعث سرفرازی ہوا۔ حادثہ یہ پیش آیا کہ بروز دوشنبہ
۲۲ شوال کو جبکہ سنبھل کی روانگی کا قصد تھا اور سواری وغیرہ کا پورا انتظام ہو چکا تھا۔ مولانا دامت برکاتہم کے نام پر بدیں مضمون تار
موصول ہوا "آپ کی اہلیہ مہلکہ کی حالت میں ہیں۔ فوراً چلے آئیے" اس وجہ سے سنبھل کا قصد ترک کیا گیا اور ۷ بجے شام کی گاڑی میں دیوبند
روانہ ہو کر ۱ بجے صبح کو مکان پر پہنچے۔ مخدومہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ پائی گئی۔ غذا تقریباً دو ہفتہ سے بالکل بند
ہے۔ معدہ کچھ قبول نہیں کرتا اگر بہ جبر کوئی غذا دی جاتی ہے تو قے ہو جاتی ہے دست جاری ہیں اعضائے رئیسہ خصوصاً دماغ
سخت متاثر ہیں۔ ضعف و نقاہت اپنی حد کو پہونچ چکے ہیں۔ اکثر غفلت رہتی ہے غرض کہ حالت نہایت نازک ہے۔ ایسی صورت میں
آپ خود ہی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ سفر سندھ کس طرح ممکن ہے۔ آج ایک تار عبدالجبار صاحب کا حیدرآباد سندھ سے آیا جس کا مضمون یہ تھا
کہ مقام جلسہ حیدرآباد سندھ کو منتقل ہو گیا اب وہاں ہی تشریف لائیں اس کے جواب میں عرض کر دیا گیا (بذریعہ تار) میرے گھر میں
نہایت سخت علیل ہو گئی ہیں میں شرکت سے معذور ہوں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ آنجناب شریک ہوں اور اہل جلسہ و ارا کین پر میری معذوری ظاہر فرما دیں۔ ہر چند کہ مولانا کو ضعف و
کثرت اسفار و عدم استراحت مانع تھا مگر ان سب کو پس پشت ڈالنے کا ارادہ کر لیا گیا تھا لیکن یہ ایک ایسا عذر در پیش
آ گیا ہے جس سے قطع نظر ممکن نہیں۔

دربارہ واعظین یہ عرض ہے کہ بالفعل مولوی رشید بھاگلپوری جو کہ مدرسہ گجرات میں بمشاہرہ ۵۲ روپیہ ماہوار مدرس دینیات
ہیں اور تقریر و لکچر کی ان کو مشق بھی ہے مسئلہ خلافت سے ان کو دلچسپی بھی ہے اس وقت بوجہ تعطیل وطن کو جاتے ہوئے یہاں
مقیم ہیں وہ اس خدمت دینی و قومی کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔ اگر ان کی خدمت اراکین کمیٹی کو منظور و پسند ہوگی تو حسب احوال
ان کی تنخواہ مقرر کر دی جاوے گی۔ وہ ہر طرح اور ہر خدمت کے لئے تیار ہیں۔

دوسرے اشخاص کے لئے بھی فکر کی جائے گی اور پھر اطلاع دی جاوے گی۔ حضرت مولانا سلام مسنون فرماتے ہیں۔ مولوی عزیز گل اور
دیگر رفقا بھی سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ مولانا سلامت اللہ صاحب و دیگر اکابر سے سلام عرض کر دیں۔ فقط والسلام۔

دعاگو حسین احمد غفرلہ

از دیوبند ضلع سہارنپور بروز چہارشنبہ ۲۶ شوال

(۳)

سیدی ومولائی لازالت رحابکم ملاذ اهل الفضل والتقی۔ غب اهداء السلام والتحیة اللائقة بالمقام فالمعروض علی اسمو جنابکم انه فی ایام غیبوبتی من دیوبند واقامتی بکلکتہ وردت کتابة من عند عبدالجبار الخیری واخیه عبدالستار وهما فی الحقیقة من اهل الهند القاطنین بدهلی صرفا نبذة من عمرهما بمصر ثم بکلیة بیروت الامریکیة ثم انشاء کلیة اسلامیة حتی انتفع بهما الامة العربیة انتفاعا کثیرا ثم لما وقع نیران الحرب غلقا کلیتهما وسافرا الی استنبول واستخدمتهما الحکومة الترکیة فی بعض الکلیات التی انشانها لسایر الفنون الشرقیة والغربیة وکذلک الالسنة وکان عبدالجبار مومی الیه مدیر الجریدة الاخوة التی کانت خادمة لحریة الهند والمسلمین۔

ولم نزل تخدم الاسلام حتی وقع ما وقع باستنبول فانتقلا الی برلین۔ وقد کان ورد منهما مکتوب فاردت لما اطلعت علیه ان اقدمه الی سیادتکم بوصیتهما بایصال المضمون الیکم ولکونه نافعا هذا وسلموا الی کتیرا حضرة مولانا سلامت الله صاحب واخرین من الاحباب والسادات دامت مکارمکم

الداعی حسین احمد غفرله من آستانه شیخ الهند قدس الله سره العزیز

وکنت ارسلت قبل ذلک مکتوبا الی جنابکم وانا انتظر الجواب۔ دیوبند ضلع سهارنپور ۱۲ ذی الحج۔

(۴)

از دیوبند ۱۳۳۹ھ

سیدنا المحترم زید مجدکم۔ بعد از ادائے سلام مسنون عرض آنکہ عرصہ دراز سے جناب کے والا نامہ کا انتظار ہے مگر کوئی مشرف نامہ باعث سرفرازی نہ ہوا انشاء اللہ العزیز مانع امر خیر ہوگا۔

قبل ازیں میں نے شیخ ابوبکر جاوہ مدنی امام جامع مسجد کلکتہ کی نسبت اُن کے خط کے ساتھ کچھ عرض کیا تھا جس کا مذاکرہ میں کراچی میں بھول گیا تھا۔ اُن کا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ والا جاہ نے اب تک کوئی جواب ارسال نہ فرمایا۔ لہٰذا عرض یہ ہے کہ ان کی عرضی کی طرف اگر توجہ کرنا ممکن ہو تو فبہا ورنہ جس قدر امکان میں ہو اور اگر یہ خارج از امکان ہے تو ان کو مایوس کر دینا انسب ہے کہ الیاس احدی الراحتین۔ عالی جناب نے جو مقدار مولوی عزیز گل صاحب کو عطا فرمائی تھی میرٹھ میں دہ تا اختتام شوال صرف ہیں بحساب سو روپیہ ماہوار آ یا کی۔ ابتدائے ذیقعدہ میں مذکور بوجہ تقاضائے شدید اُن کے والد ماجد کے اور بوجہ بعض ضروریات اپنے وطن کو گئے ہیں۔ مولوی محمد میاں صاحب کے متعلقین کے پاس بھی کوئی مقدار اخراجات کے لئے نہ جا سکی علاوہ ازیں مولوی حمداللہ صاحب کو بھی اُن کے مصارف کے لئے حصہ نہیں دیا جا سکا۔ ہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ چونکہ میں یہاں نہیں رہتا تھا اس لئے اس کا کوئی اندازہ اور علم نہ تھا کہ اس میں سے مبلغ عنہ ماہوار حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اس صاحبزادی کو دیتے جاتے تھے جو مولانا کے مکان میں قیام پذیر ہے اور مہمانوں وغیرہ کی خبر گیری کرتی رہتی ہے ——— مولوی عزیز گل صاحب مدہ میں اور مولوی حمداللہ صاحب مدہ میں اپنے مصارف چلاتے تھے جس میں مولوی حمداللہ صاحب کو زیادہ

دقتیں پیش آتی تھیں کہ ان کے عیال بہت زیادہ ہیں بیوی اور تین چار بچے۔ بہرحال اس وقت یہ سب بوجہ مصارف وکثرت گرانی تنگی میں ہیں اگر اس مقدار کا جاری رہنا ادر ممکن ہے تو براہ نوازش بذریعہ بیمہ روانہ فرما دیں اس میں سے مولوی عزیز گل صاحب کا حصہ بعہ امانت محفوظ رہے گا اور باقی اپنے مصارف پر پہونچا دیا جائے گا۔ مجھ کو بھی اس زمانہ سے دور سے پر دقت گذارنا پڑا اور آئندہ بھی ایسے ہی اسفار درپیش ہیں ابھی تک اہل مدرسہ اصرار ملازمت کر رہے ہیں مگر میں نے کسی طرح نہ ان کو امیدوار اور نہ نا امید کیا ہے مسٹر محمد علی صاحب نے اپنے اوامر اور خیالات کی نسبت اب تک کوئی اطلاع نہ دی۔ معلوم جناب عالی نے ان حضرات سے کیا گفتگو کی اور کیا جواب ملا۔ جو ایڈریس مولانا سلامت اللہ صاحب کی طرف سے درباره انگوره بصورت ارسال مساکر متطوعین وغیرہ پیش کیا گیا ہے میں جہاں تک غور کرتا ہوں کوئی مفید صورت نہیں ہے بلکہ مضرت غالب ہے جس کی نسبت اگر کسی وقت حاضری کی نوبت آئی عرض کروں گا۔ اس وقت دہلی میں جمعیۃ العلماء صوبہ دہلی کا جلسہ اور ایکزیکٹیو کمیٹی کا جلسہ درپیش ہے کیا آنجناب کہیں شرکت فرمادیں گے۔ خدمات لایقہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

حسین احمد غفرلہٗ از آستانہ حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز

جس قدر جلد ممکن ہو جواب سے معزز فرمائیں۔

(۵)

(بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

سیدنا المحترم زید لطفکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج مبارک۔ احقر بوجوہ ملاقات وغیرہ ان دنوں مختلف مقامات گرد ونواح سہارنپور میں پھرتا رہا۔ اور ضروری تبلیغ بھی پوری طرح سے تبلیغ وتوضیح میں آئی۔ یہی وجہ اب تک ارسال عریضہ میں تاخیری ہوئی۔ ابھی تک میں دیوبند پہونچ نہیں سکا آج مولوی عزیز گل صاحب دیوبند سے یہاں تشریف لائے تھے۔ نہ معلوم مولانا محمد شفیع صاحب کلکتہ تشریف لے گئے یا نہیں اور اگر گئے تو کب گئے امیدوار ہوں کہ اطلاع بخشیں۔ غالباً آپ بھی مولانا دام مجدہم کے ہمراہ کراچی تشریف لے جائیں گے مولانا دام مجدہم کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ مسئلہ رضا ضروریات میں سے ہے ما رآہ المولےٰ فھو اولیٰ ولے متفق علیہ اور مقدم ہے۔ نہ معلوم کس راستہ سے گذر ہوگا اور کب۔ میں اس وقت سفر میں ہوں یہاں چند جلسے ہو چکے ہیں آج شب کو کانفرنس اور خلافت کا مشترکہ جلسہ ہے اس میں تقریر کر کے شب کو رڑکی جانا ہے اور کل جمعہ کو وہاں تقریر کرنے کے بعد پھر دیوبند پہونچوں گا۔ اتفاق سے میرا پاکٹ بک جس میں اپنے دوستوں کے خاص احوال ہیں دیوبند میں رہ گیا ہے۔ میں اس مدت میں سہارنپور، گنگوہ، انبیٹھہ، رامپور، ناتونہ وغیرہ کے متعدد جلسوں میں حسب طاقت قومی خدمات انجام دیتا رہا اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائے۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والا نامہ پہونچ گیا انشاء اللہ العزیز جلد عریضہ مفصل عرض کروں گا۔ آنجناب میرے سلام اور آداب کو مولانا سے عرض کر دیں چونکہ توجہ کرنے کے لئے مولانا کو عریضہ دکھانا ضروری ہوگا اس لئے یاد دہانی کر دیجیے والسلام۔

الراقم خادم حسین احمد غفرلہٗ از سہارنپور

خطوط، مولوی محمد احمد صاحب

(۱)

از دفترِ دارالعلوم دیوبند ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

مخدوم و مکرم جناب مولانا عبدالباری صاحب ام مجدہم۔ بعد سلام مسنون عرض آنکہ جناب کو یاد ہوگا کہ آپ نے کچھ تھوڑا عرصہ گذرا اس بارہ میں تحریک کی تھی کہ اہل بریلی اور دیوبند میں جو اختلاف باہمی چلے آتے ہیں وہ کم ہو کر کوئی صورت اتفاق کی پیدا ہو جائے جس کے جواب میں عرض کیا گیا تھا کہ ہم لوگوں کو کوئی عذر نہیں ہے آپ وہاں تحریک کیجیے اگر وہ منظور کریں تو ہم لوگ بھی حاضر ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ کیا وجہ پیش آئی کہ آپ نے بھی پھر سکوت کیا۔ وہ زمانہ تو گذر گیا لیکن اب جو کچھ حالت مسلمانوں کی ہے اس کا اقتضاً یہ ضرور ہے کہ اگر ہمیشہ کے لئے نہیں تو تھوڑے ہی عرصہ کے لئے اپنی توجہ کو اختلافات سے ہٹا کر مسلمانوں کی عام بہبودی اور ہمدردی کی طرف مصروف کیا جاوے اسی بنا پر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے ایک خط بریلی بھیجا تھا جس کی نقل بجنسہٖ ذیل میں درج کی جاتی ہے مگر افسوس ہے کہ خان صاحب نے رجسٹری کو وصول کرنے سے انکار کر دیا تاہم اس مضمون کو ایک کارڈ پر لکھ کر مکرر ان کی خدمت میں بھیجا گیا شاید دیکھ لیں اگرچہ ان کے انداز سے توقع نہیں ہے کہ ادھر متوجہ ہوں گے مگر تاہم چونکہ جناب بھی ایک وقت اس کے محرک ہو چکے ہیں مناسب معلوم ہوا کہ اس کی نقل آپ کی خدمت میں بھی بھیج کر درخواست کی جائے کہ اگر ممکن ہو تو اس کوشش میں دریغ نہ فرمائیں کیا عجب ہے کہ اتفاق کی بدولت اگرچہ وہ عارضی ہو مسلمانوں کو کچھ زیادہ نفع پہونچ جائے۔ آپ نے جس سرگرمی سے انجمن ہلال احمر قائم کر کے معتدبہ مقدار چندہ کی جمع کی ہے اُس سے بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جواب عریضہ کا انتظار ہے فقط والسلام

محمد احمد مہتمم مدرسہ اسلامیہ دیوبند

(۲)

دارالعلوم دیوبند۔ یکم محرم الحرام ۱۳۳۷ھ، ۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء

بگرامی خدمت ذوالمجد والکرم مولانا مولوی عبدالباری صاحب زادت معالیہم

بعد سلام سنت الاسلام عرض ہے۔ جناب سے رخصت ہو کر مرادآباد پہونچا مجھے راستہ میں بخار لرزہ درد دنداں اور خونی بواسیر کی تکلیف زیادہ ہو گئی۔ مرادآباد ایک روز اسی تکلیف کی وجہ سے قیام رہا مسوڑوں میں شگاف دلوایا۔ یکم اکتوبر کو وقت عشا دیوبند پہونچا یہاں نماز استسقا کی تجویز تھی تین روز تک نماز ہوئی۔ نقل خط و مضمون حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ پہنچے ہیں جناب کے اُن الطاف کا جو زمانہ قیام لکھنؤ میں مجھ پر مبذول ہوئے بہت ہی شکر گذار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ جناب کے مدارج میں ترقی ہو اور قومی رابطہ جو درمیان میں ہے نہایت استحکام کے ساتھ ترقی پذیر رہے میری دلی تمنا ہے کہ آپ دیوبند تشریف لائیں۔ ایک مرتبہ جب آپ تشریف لائے تھے تو میں موجود نہ تھا امید کہ میری استدعا منظور فرما کر جلد عزم فرمائیں گے فقط والسلام۔

احقر محمد احمد مدرسہ دیوبند

(۳)

از دارالعلوم دیوبند مورخہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

بگرامی خدمت فیض درجت مخدومم و مکرم جناب مولانا عبدالباری صاحب دام مجدہم

سلام مسنون کے بعد عرض ہے گرامی نامہ سرمایۂ عزت ہوا۔ مولوی شبیر احمد صاحب کو دکھلایا گیا مولوی صاحب موصوف شرکت وفد کے لیے آمادہ ہیں لیکن قبل اس کے کہ مولوی صاحب شرکت کا عزم مصمم کریں چند امور دریافت طلب اور قابل عرض ہیں۔

۱۔ اس وقت اس تحریک کا کیا سبب پیش آیا۔ اور اس کا محرک کون ہوا اور مرکزی خلافت کمیٹی بھی اس تجویز سے متفق ہے۔

۲۔ شریف صاحب سے اس کا استصواب کر لیا گیا یا کیا جائے گا۔ آیا ان سے اجازت لینے کی ضرورت سمجھی جائے گی۔ ۳۔ اس وفد کے ارکان تجویز ہوئے ہیں ان کے اسماء سے مطلع فرمایا جائے۔ ۴۔ دیوبند کی جماعت سے علاوہ مولوی شبیر احمد صاحب کے کم از کم ایک صاحب اور ہوں جن کا انتخاب یہاں سے کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ امور متذکرہ بالا کا جواب جلد عطا فرمایا جائے یہ رائے بالکل صحیح اور مناسب بلکہ ضروری ہے کہ وفد کا جانا قرار پا جائے تو اس کا انصرام قبل از حج ہونا چاہیئے تاکہ ارکان وفد حج میں شریک ہو سکیں اور غالباً گفتگو کے لئے بھی موسم حج مناسب ہوگا۔ فقط والسلام۔ احقر محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند

(۴)

از دیوبند

بگرامی خدمت کرم و محترم زاد اللہ مکارمکم۔ بعد سلام مسنون عرض ہے۔ والا نامہ ہم دست مولوی غلام محمد صاحب سرمایہ عزت ہوا۔ جناب کو شاید معلوم ہوا ہو کہ میں بعد رمضان المبارک درد گردہ میں مبتلا ہو گیا تھا ضعف ابھی تک باقی ہے۔ اس اثنا میں کلکتہ کی ضرورت پیش آگئی تاہم میں شرکت کی کوشش کروں گا۔ تجویز سے مجھے بدل اتفاق ہے۔ اگر حاضری سے معذور رہا تو اپنی رائے سے اطلاع دوں گا۔ فقط والسلام۔ احقر محمد احمد مدرسہ دیوبند

خط، مولوی مختار احمد صاحب میرٹھی

(۱)

پونہ۔ یوم الفطر ۱۳۴۰ھ دوشنبہ

مولانا المحترم۔ السلام علیکم۔ میں دورہ پر تھا اب پونہ آکر صحیفہ گرامی مورخہ ۲۹ رجب ۱۳۴۰ھ کے ذریعہ سے شرف سعادت حاصل کیا۔ ساتھ ہی میرٹھ سے وارنٹ زیر دفعہ ۱۰۸ ضابطہ فوجداری موصول ہوا مگر مجھ کو گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ کلکٹر پونہ نے بلا کر کہہ دیا کہ پنجم جون ۱۹۲۲ء کو میرٹھ کلکٹر کی کچہری میں حاضر ہو جاؤ دو دو آدمیوں کے دستخط بطور ضمانت کے لینے بھی ہدایت وارنٹ پر لکھی تھی چنانچہ کل عزم روانگی میرٹھ ہے۔ دوشنبہ پنجم جون کو وہاں حاضری ہوگی من بعد جو مشیت ربانی۔ ابوبکر سلمہ بھی یہاں آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے آمین۔ حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب مدظلہم العالی کی خدمت بابرکت میں سلام نیاز۔

اگر ممکن ہو تو وہ میاں نذیر احمد خجندی سلمہ اللہ تک یہ خبر پہنچا دیں۔ والسلام۔

مختار احمد

خط ، ڈاکٹر سید محمود صاحب

(۱)

از بمبئی ، ۲۲ مارچ ۱۹۲۲ء

مخدومی و محترمی

آداب بجا لاتا ہوں۔ نامہ فیض شمامہ نے عزت و ود بخشا۔ آپ کی یاد آوری کا تہ دل سے شکریہ۔ بہار سے متواتر خبریں جو آ رہی ہیں اُن سے اس خبر کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ مگر ایک خبر یہ آئی ہے کہ وہاں کچھ آپس میں اختلاف ہے واللہ اعلم۔ آپ ۲۶ مارچ کے جلسہ میں ضرور بالضرور تشریف لائیے گا۔ بھائی اعطاف الرحمٰن صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ قطب میاں صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔

خاکسار سید محمود

(۲)

از مدراس ، ۱۱ مئی ۱۹۲۳ء

مخدومی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کا نوازش نامہ مجھے مالابار میں ملا۔ وہاں کے حالات میں نے دیکھے اور بہت سے بیانات لئے۔ غریب موپلاؤں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ حجاز وفد کے متعلق اگر دیگر حضرات نہیں جاتے تو آپ مولوی عبدالماجد اور مولوی خورشید حسین کافی ہیں۔ الحمد للہ کہ سابق سلطان مایوس ہو کر مکہ سے روانہ ہو گئے براہ مہربانی ۲۵ مئی کے جلسہ میں بمبئی ضرور تشریف لائیے۔ اگر آپ نہ آئیں گے تو مجھے از حد مایوسی ہو گی۔ وفد حجاز کے متعلق بھی وہیں قطعی فیصلہ ہو جائے گا۔ سب بزرگوں کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

آپ کا خادم

سید محمود

ترجمہ خط ، عبدالرحمٰن صدیقی صاحب

(بنام شیخ احسان الرحمٰن صاحب)

(۱)

۶ نومبر ۱۹۱۲ء از دہلی آل انڈیا میڈیکل مشن برائے ترکی

جناب من۔ آپ کے خط کا شکریہ۔ اب عملاً یہ امر غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص وفد میں شامل کیا جائے اب پاسپورٹ

راستہ اور وردی کی زحمت ہوگی۔ مگر ہر شخص نز کی جا سکتا ہے کوئی شخص مزاحم نہیں ہو سکتا جو شخص جانا چاہے وہ بحیثیت رعایا حکومت برطانیہ پاسپورٹ حاصل کر سکتا ہے کیونکہ اگر کسی خطرہ میں وہ پڑے گا تو اُس کی سلطنت اس کی امداد کرے گی۔

میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ہر رعایائے برطانیہ کا حق ہے کہ وہ پاسپورٹ کی خواہش کرے مہربانی کر کے کسی قانونی شخص سے مشورہ کیجیے وہ آپ کو اس کے متعلق اچھی طرح سے مشورہ دے سکے گا درحقیقت ہر شخص رعایائے برطانیہ میں سے بغلت آنہ افریقین کی طرف سے لڑ سکتا ہے مگر اپنے خطرہ کا خود ذمہ دار ہوگا۔ مشن یہاں سے نویں تاریخ روانہ ہوگا اور بمبئی سے پندرھویں تاریخ۔

خاکسار

عبدالرحمٰن صدیقی

خط، ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو

(۱)

از امرتسر ۱۱ مئی ۱۹۲۰ء

مکرمی بندہ السلام علیکم

تنظیم قرآنی ہیں کے پروگرام کا ایک جدید مسودہ ارسال خدمت ہے از راہِ نوازش اپنی تفصیلی رائے سے مجھے مطلع کیجیے۔ اگر آپ اس پروگرام کو بحالات موجودہ قوم کے لئے مفید خیال کریں تو اپنے حلقۂ اثر میں اس کی نشر و اشاعت کیجیے اور جرائد میں بھی تبصرہ کیجیے کہ ضرورت اسی امر کی داعی ہے۔

خاکسار و نیاز کیش سیف الدین کچلو

خط، مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ قادیان

(۱)

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

مکرمی و معظمی مولوی صاحب۔ بعد ما ھو مسنون

مجھے جناب کا خط مورخہ سات رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کو ملا مگر میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے خیالات کو اس موقع پر جمع ہونے والے احباب کو بصورت تحریر آگاہ کر دوں یہ تحریر ہیں مکرمی جناب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب مینجر دینیات کالج قادیان و مکرمی سید ولی اللہ زین العابدین سابق نائب مدیر سلطانیہ کالج

دمشق اور چودھری ظفراللہ خاں صاحب بی اے۔ بیرسٹرایٹ لا کے توسط سے ارسال کرتا ہوں۔ امید ہے کہ جناب ان اصحاب کو موقع دیں گے کہ ان میں سے کوئی بہ خیالات سے بھی حاضرین جلسہ کو آگاہ کرے۔

خاکسار سید محمود احمد

خط، مولوی عبدالقادر صاحب قصوری

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا زاد فیوضکم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

یاد آوری کا شکریہ قبول فرمائیے بعض ہندوستانی مہاجر جو حال میں افغانستان سے واپس ہوئے ان کا بیان ہے کہ اب کوئی مہاجر افغانستان میں نہیں رہا۔ اقبال صاحب مع اور ہندوستانیوں کے ترکستان کی طرف چلے گئے ہیں اس خبر پر بظاہر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی والعلم عند اللہ۔

جناب کو گیا ضرور تشریف لے جانا چاہیئے۔ خلافت کمیٹی کے معاملات اب آپ کی بہت توجہ کے محتاج ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ جناب کی مزید کوشش سے اصلاح ہو جاوے علاوہ ازیں جمعیتہ علماء کے سامنے اہم مسائل آنے والے ہیں جن میں آپ جیسے اکابر حضرات کی شمولیت بہت ضروری اور مفید ہے۔ میں بھی انشاء اللہ گیا پہونچنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ والسلام مع الاکرام۔

۱۰ دسمبر ۱۹۲۲ء

راقم عبدالقادر قصوری

خط، محمد عالم صاحب قائمقام پرنسپل جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

(۱)

مکرم بندہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی طرف سے لائبریری کی کتابوں کے لئے ایک اپیل شائع کر رہا ہوں تاکہ جو لوگ چاہیں وہ اپنے کتب خانہ اور کتابیں اس لائبریری کو عطا فرمائیں دستخط کنندگان حضرات میں جناب کا اسم گرامی بھی شامل کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ جناب کو اس میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو براہ نوازش مطلع فرمائیے۔

خاکسار

محمد عالم

قائم مقام پرنسپل

خطِ بیگم حسرت موہانی

(۱)

۱۴؍اپریل ۱۹۱۶ء

بخدمت شریف جناب حضرت صاحب قبلہ

تسلیم نذرِ یاز قبول فرمائیے۔ میں نہایت رنج کے ساتھ یہ عرض کرتی ہوں کہ کل دوپہر کو یکایک پولیس نے حسرت کو گرفتار کرکے جیل میں بھیج دیا بعد کو مکان و دوکان کی تلاشی ہوئی۔ لیکن اللہ کے فضل سے کچھ تھا ہی نہیں، کیا نکلتا۔ پھر بھی وہ بہت سے ردی خطوط، مکان سے دوکان سے، اسی قسم کے تجارتی کاغذات کچھ معمولی تصویریں محمد علی کی، آزاد کی، انور پاشا کی، میرے پاس تصویریں بہت تھیں ایسی وہ بھی بہتر، کوئی خصوصیت نہ تھی، خیر۔

اب یہ نہیں معلوم کہ گرفتاری کس وجہ سے ہوئی۔ آیا نظربند ہیں، یا کوئی خدانخواستہ مقدمہ ہوگا یا کیا، کچھ نہیں معلوم۔ طبیعت حد درجہ پریشان، خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ دوکان کی (جو) مالی حالت ہے وہ ظاہر ہے۔

افواہیں طرح طرح کی سننے میں آتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ لکھنؤ کے جلسے میں ڈاکٹر ضیاءالدین کی شرارت ہے اُنہوں نے گرفتار کرا دیا۔ کوئی کچھ کوئی کچھ۔ بہرحال دیکھیے خدا کیا دکھاتا ہے۔

چوں کہ حضرت کی دعا سے ہم لوگوں کا بیڑا پار ہے کیوں کہ حضرت کے سوا ایسی مصیبت کے وقت خدا سے اور کون دعا ہمارے لیے کر سکتا ہے۔

میرے پہلے عریضے کا حضرت نے جواب نہیں تحریر فرمایا امید ہے کہ اگر آپ کو کوئی واقعات نئے معلوم ہوں تو اس عاجز کو مطلع کیجیے گا۔

میں روز حسرت سے جیل میں ملنے جاتی ہوں کچھ دیر تک مختلف بات چیت کرکے واپس آتی ہوں۔

دعا کیجیے کہ حسرت بخیر و عافیت رہا ہو جائیں۔ اگر تحفظِ ہند کی وجہ سے نظربند کیے گئے ہیں تو اور لوگوں کی طرح سے اُن سے بھی وہی سلوک کرنا چاہیے تھا۔ مگر خدا معلوم اُس کی کیا مصلحت ہے۔

بہت طبیعت متوحش ہے۔ فرمائیے میں کیا کروں حسرت کو پالٹکس سے بھی اب کوئی سروکار نہیں تھا نہ کہیں باہر آتے جاتے ہیں بس دوکان کی مالی حالت درست کرنے کے لئے لیکن گورنمنٹ کو معلوم نہیں کیا شبہ پیدا ہوا، کیا بات ہوئی، میں اُمید کرتی ہوں کہ حضرت بہت جلد عنایت نامے سے سرفراز فرمائیں گے۔ فقط

والدہ نعیمہ

(مولینا عبدالباری صاحبؒ کا جواب جو ذیل میں درج ہے)

مولوی فضل الحسن کا واقعہ مسموع ہوا تھا، تمہارے خط سے اُس کی تصدیق ہوئی واللہ معکم اینما کنتم قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا و علی اللہ فلیتوکل المومنون،

تمہارے پہلے خط کے جواب میں اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ خیال تھا مولوی فضل الحسن خود خیریت زبانی کہہ دیں گے۔ خدا کے فضل سے سب خیریت ہے اور موسم کی حالت بھی بدستور ہے۔ اطراف سے اخبار امراض (کی خبریں) گئے آئے۔ مگر لکھنؤ میں سب خیریت ہے۔ خدا امن و امان میں رکھے دعا کرتا ہوں۔

(۲)

۱۹ اپریل ۱۹۱۶ء ازعلی گڑھ ۱۸۶

حضرت صاحب قبلہ

تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے۔ سخت افسوس ہے! کہ آج میں حسب معمول صبح کو حسرت سے ملنے جیل گئی وہاں معلوم ہوا کہ وہ سات بجے صبح کو کہیں باہر خفیہ طور پر بھیج دیئے گئے ابھی نہیں بتایا جاتے گا، کل بتایا جائے گا۔

دیکھیے خدا پر بھروسہ ہے معلوم نہیں کیا مقدر میں ہے اور اس سے زیادہ کیا عرض کروں، دعا فرمائیے، خیریت سے ہوں۔ شاید نظر بند کر دیئے گئے۔ دیکھیے بے قصور غریب کو سزا ملی ہے۔ افسوس!

میری پریشانی کی جو کیفیت ہے خدا خوب جانتا ہے۔ فقط

خاکسار فدویہ والدہ نعیمہ

(جواب مولینا عبدالباری صاحبؒ جو حاشیہ پر درج ہے)

تمہاری پریشانی سے میں از حد متفکر ہوں۔ ابھی تک یہ نہ معلوم ہوا کہ بے چارے فضل الحسن نے کیا کیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہے حالتِ اضطرار میں ——— خدا کا بندہ خدا کو نہ بھولے۔ ہر حالت سے مطلع کرتی رہو۔ طبیعت (فکر مند) رہتی ہے۔

(۳)

۲۲ اپریل ۱۸۶

حضرت صاحب قبلہ دام اقبالہٗ

تسلیم فدویانہ کے بعد عرض یہ ہے کہ ۷ روز تک وہ جیل میں رکھے گئے ۱۵ کو حسب معمول صبح کو میں ملنے گئی معلوم ہوا کہ وہ کہیں موٹر میں بٹھا کے گئے۔ ——— بہت پوچھا سپرنٹنڈنٹ سے پوچھا اس نے نہ بتایا کہاں گئے۔ دوسرے روز کلکٹر سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ للت پور بھیج دیئے گئے۔ اب وہیں رکھے جائیں گے۔ میں نے خط وغیرہ کے لئے پوچھا کہا "ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

والدہ نعیمہ

(۴)

۲۴ر اپریل ۱۹۰۸ء

جناب حضرت صاحب قبلہ

تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے ۔ کل جناب کی خدمت میں عریضہ ارسال کرنے کے بعد شام کو حضرت کا گرامی نامہ وصول ہوا۔ مجھے خود بھی آپ کے انتظار کا خیال تھا مگر مجھے دیر اسی لئے ہوئی کہ کوئی نئی بات معلوم ہو تو عرض کروں۔ مبین الحسن آویں تب کچھ معلوم ہو۔ میرے عریضے کا جواب امید ہے جلد عنایت فرمائیے گا۔ حسرت کو کیا کرنا چاہیے ۔ ملت پہ ہیں بے جرم، بے خطا رہنا چاہیے یا خدا نخواستہ جیل میں زندگی گزارنا چاہیے ۔ بہرحال پریشانی ہے اور میں ہوں، خدا پہ بھروسہ ہے اور کچھ بھی نہیں ۔ دعا فرمائیے حسرت کو اس بلائے بے درماں سے نجات ملے ۔ خیریت سے گھر آئیں ۔

فرمائیے میں اب کیا کروں سخت پریشان ہوں ۔ باقی خیریت ہے ۔ نعیمہ کو بخار ہے ۔ میں بھی عرصے سے بیمار ہوں خدا حسرت کی مجبوریوں کو دور فرمائے ۔ آمین ۔

(۵)

۲۵ر اپریل ۱۹۰۸ء

از علی گڑھ

حضرت صاحب قبلہ

تسلیم فدویانہ قبول کیجئے ۔ مبین الحسن حسرت کے پاس سے شب کو آئے ۔ حسرت کے حالات سے آگاہی ہوئی ۔ کل سے سلسلہ وار سورۂ انفال کی آیتوں پر عمل ہے ۔) •

(ان آیتوں کا ورد اس لئے جاری ہے کیونکہ کل شب میں نے) قرآن شریف کھولا تو میری نظر سے وہی سورتیں گزریں ۔

والدہ نعیمہ

(۶)

۲۷ر اپریل، از علی گڑھ ۱۹۰۸ء

بہ عالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی

تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے ۔ کل بھی جناب کا ایک گرامی نامہ ہمت افزا ملا ۔ دل کو بہت تسکین ہوئی ۔ اور آج بھی جناب کا ایک گرامی نامہ ورود فرما ہو کر باعث تسلی ہوا ۔ میں نے کل حسب ارشاد حسرت کو خط کلکٹر کے ذریعے (کیوں کہ میرے کئی خطوں کا جواب نہیں آیا) روانہ کیا ہے اور تاکید لکھی ہے کہ شرعاً جو بات ہے اس کو اختیار کرو ۔ دیکھئے ان کے اس بڑھے ہوئے جوش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، خدا رحم کرنے والا اور مدد کرنے والا ہے ۔ آج حسرت کا بھی خط آیا لکھا ہے کہ (حکم آیا کہ ان کو قید سے آزاد کر دو) چنانچہ میں شہر میں ہوں اور درخواست دی ہے کہ مزید غور کرنے کے لئے اگر گورنمنٹ مجھ کو (مزید) مہلت دے تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ مجھ کو وہ لکھنؤ یا الہ آباد دو ایک روز کے لئے بھیج دے ۔ میں وہاں اپنے دوستوں اور قانونی مشیروں کی رائے حاصل کر سکوں اگر یہ درخواست منظور ہو گئی تو شاید کوئی صورت فیصلے کی نکل آئے ۔ اگر منظور نہ ہوگی تو یقیناً پھر مقدمہ حکم عدولی چلایا

جائے گا۔ جب تک میں یہاں کے مجسٹریٹ کی رعایت سے آزاد رہوں گا۔ اگر موافق جواب نہ آئے گا تو انکار تو کر ہی چکا ہوں (حسرت سے مل کر) میاں الحسن واپس آئے۔ حال معلوم ہوا۔ اور ایک خط میرے نام لکھا تھا۔ اس میں (قرآن مجید) کی سورتیں ہیں وہ نہیں آیا۔

کل محمد علی صاحب کا بھی (ایک طویل) خط آیا اور لوگوں کی بھی یہی رائے ہے۔

حسرت خدا کرے راضی ہو جائیں ورنہ مصیبت تو ہئی ہے۔

نعیمہ کو بخار ہے۔ میں بھی بیمار ہوں۔ اور کیا عرض کروں۔

فقط خاکسار والدہ نعیمہ

(۷)

۲۷ اپریل کے کارڈ کا خلاصہ

بغیر اظہار جرم و موقع تردید کسی کو سزا دینا صریحاً ظلم ہے۔ اس لئے ایسے حکم کا بغیر چوں و چرا منظور کر لینا بجائے خود ایک گناہ ہے جس کے ارتکاب کی مذہب اجازت نہیں دیتا کیوں کہ اس سے ظلم کو قوت پہونچتی ہے۔ میں نے اسی بنا پر اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اب گورنمنٹ کیا کرے گی اس کا حال کل پرسوں تک معلوم ہو جائے گا۔

بہرحال میں نے پہلے ہی آپ سے عرض کیا تھا کہ حسرت اپنے دھن کے پکے اور استقلال کے مضبوط ہیں۔ اللہ اپنا فضل کرے اسی پر بھروسہ ہے۔ خدا حسرت کی ہمت اور حوصلے کو بلند کرے۔ اور جلد کامیاب کرے آمین۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اگر خدا نہ کرے قید ہوئے۔ تو مجھے بھی صبر کرنا چاہیے اور خدا سے دعا کرنا چاہیئے کہ مجھے اتنی قوت، اپنی قدرت کاملہ سے عطا کرے کہ کسی صورت سے بس بھی ظالموں سے، حسرت کے ساتھ بے جا ظلم کرنے کا انتقام لے سکوں۔ چاہے مجھے بھی قید یا پھانسی کیوں نہ ہو جائے۔ خدا سے دعا کروں گی کہ ان کافروں کو تباہ، برباد، فنا کرے۔

اور انشاء اللہ میری دعا ضرور قبول ہوگی۔ آپ بھی دعا فرمائیے کہ حسرت کو خدا ثابت قدم رکھے اور محفوظ رکھے۔ باقی خیریت۔

(۸)

۲۹ اپریل ۱۶ئ ۷۸۹

بخدمت شریف جناب حضرت صاحب قبلہ

تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے۔ آج آپ کا گرامی نامہ ملا۔ کل حسرت کے دو خط اور آئے۔ ایک لفافہ ہے جس کا ذکر میں نے لکھا تھا۔ لکھا ہے کہ مولوی عبدالباری صاحب قبلہ کو میرا خط بھیج دو اور سلام لکھو۔ لہٰذا اس کی نقل ضروری مرسل ہے (۲۶ اپریل کا لکھا ہوا) "تم نے لکھا کہ نظر بندی کو قبول کر لینا چاہیے۔ بظاہر یہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میں نے قرآن مجید سے ہدایت طلب کی تو اتفاق سے سورۂ انفال کی تلاوت کا سب سے پہلے اتفاق ہوا۔ اس سورۃ کے پڑھنے کے بعد میرا دل

مضبوط ہوگیا اور میں نے عہد کر لیا کہ ظلم کے سامنے عاجزی سے کبھی سر نہ جھکاؤں گا۔ کیونکہ ایسا کرنا گویا ظلم کی تائید کرنا ہے اور یہ بجائے خود ایک گناہ ہے۔ آخر میں چند آیتیں اسی سورہ کی نقل کرتا ہوں تم ان کو قرآن میں دیکھنا اور ان کا ترجمہ خود دیکھنا۔ اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے بھی وسوسہ جاتا رہے گا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ آخر میں ہم کو کامیابی نصیب ہوگی۔

نقل آیاتِ قرآنی (سورۂ انفال) پارہ نہم

۱۔ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المؤمنین لکارھون

۲۔ وما النصر الا من عند اللہ ان اللہ عزیز حکیم

۳۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولوھم الادبار

۴۔ واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہٗ اجر عظیم

۵۔ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین

۶۔ واذ یریکموھم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلاً ویقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً والی اللہ ترجع الامور

۷۔ ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا انھم لا یعجزون واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم

۸۔ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علیٰ قوم بینکم وبینھم میثاق

۹۔ والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک ھم المؤمنون حقاً

نہایت اہم اور میرے حسب حال ہیں۔

اب اپنے معاملے کی نسبت معلوم کرو کہ میں ہرگز ہرگز گورنمنٹ کے حکم کو تسلیم نہ کروں گا مقدمہ ہونے دو۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں خوب خوب جواب دوں گا۔ اس کے بعد اگر قید ہی ہونا ہے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ افوض امری الی اللہ، واللہ علیٰ کل شیئ قدیر۔ میں نے چونکہ حکم سے انکار علی گڑھ ہی میں کر دیا تھا اس لئے مقدمہ غالباً وہیں ہوگا۔ دو چار روز میں اس کے متعلق جواب آ جائے گا اس وقت حال معلوم ہوگا۔ میں نے ایک غزل راہ میں لکھی تھی۔ اس کی نقل تم کو بھیجتا ہوں:

سر یہ حاضر ہے جو ارشاد ہو مر جانے کو — کون ٹالے گا بھلا آپ کے فرمانے کو
دانشِ بخت ہے یہ دانشِ شوق کا نام — لوگ دیوانہ نہ سمجھیں ترے دیوانے کو
بھول جاؤں میں انھیں ہو نہیں سکتا ناصح — "آگ لگ جائیو" ظالم ترے سمجھانے کو
دیکھ لیں شمع کو تاثیرِ وفا کے منکر — جل بجھی خود بھی، جلایا تھا جو پروانے کو
ہو کے سیراب کرم دل سے دعا دوں ساقی — ایک بار اور بھی بھر دے مرے پیمانے کو
فرقتِ یار میں گھنگھور اٹھی ہے جو گھٹا — اشکِ خوں آنکھ بھی آمادہ ہے برسانے کو

روح کہتی ہے مری جان ہے وہ نورِ جمال کر دیا جنت پُر نور مرے کاشانے کو
برق کا قول مجھے یاد ہے اب تک حسرت زندگی کہتے ہیں دنیا سے گزر جانے کو

(۹)

۴ مئی ۱۹۱۶ء از علی گڑھ

۶۸۶

بہ عالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی

تسلیم فدویانہ قبول کیجئے۔ ۲۹ اپریل کو میں نے ایک عریضہ آپ کے خدمت میں روانہ کیا تھا۔ مگر اب تک اس کے جواب سے محروم ہوں۔ خیال ہوتا ہے کہ شاید نہیں پہونچا۔ انتظار ہے۔

حسرت کے پاس سے پرسوں خط آیا تھا۔ سلام کے بعد آپ کو (ابوالکلام کو) لکھا ہے کہ آپ صاحبوں کے خطوط پہونچے لیکن افسوس ہے کہ یہ مشورہ آپ دونوں صاحبوں کا غلط ہے۔ کیونکہ قرآن صاف کہتا ہے (آل عمران پارہ ۴)

فماوھنولما اصابھم فی سبیل اللہ -

(تازہ غزل حسرت موہانی نوشتہ ۲ اپریل ۱۹۱۶ء مقام للت پور)

ڈرے کیا قہرِ دشمن سے بھلا دل تو ہی ہے وعدۂ حق سے مرا دل
سہارا کیا نہیں کافی تمہارا نہ ڈھونڈے اب کسی کا آسرا دل
لگا دو آگ عذرِ مصلحت کو کہ ہے بیزار اس شیوے سے مرا دل
لڑا کر آنکھ اس جانِ جہاں سے نہ ہوگا اب کسی سے آشنا دل
مٹے افکارِ گوناگوں کے جھگڑے ترے غم کو نہ دے کیوں کر دعا دل
ترے دردِ محبت کی بدولت ہوا ہے منزلِ صدق و صفا دل
بڑی درگاہ کا سائل ہوں حسرت بڑی امید ہے میری، بڑا دل

ولہ

قوی دل، شادماں دل، باصفا دل ترے عاشق نے بھی پایا ہے کیا دل!
جفاکاری سے ہے تسلیم ستم بھی نہ ہوگا تابعِ جور و جفا دل
غلط ہے قول عقل مصلحت کوش نہ اس جانب کرے گا اعتنا دل
نہ مانوں گا نصیحت میں کسی کی کہ ناصح سب سے بہتر ہے مرا دل
توانائے صداقت ہے تو حسرت نہ ہوگا پیروِ باطل ترا دل

ولہ دیگر

.. ..

.. ..

.. ..

یہ غزل حسرت نے آپ کی خدمت میں ارسال کرنے کو لکھا ہے۔

حسرت ابھی اسی حالت سے ہیں۔ گورنمنٹ کے دیئے ہوئے مکان میں رہنے سے انکار کر دیا ہے۔ دن کو کسی اور مکان میں اور شب کو مسجد میں سوتے ہیں۔ دیکھیئے کیا حکم آتا ہے!

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ کبھی برائی نہ کرے گا۔ اس کا وعدہ سچا ہے وہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ضرور بھلائی کرے گا اور مدد کرے گا۔ خدا ہم مسلمانوں کو احکام الٰہی بجا لانے کی نیک توفیق عطا فرمائے۔

اور مفصل حالات بعد کو عرض کروں گی۔ آپ کے پاس سے جواب نہیں آیا۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ شاید آپ کو میرا خط نہیں پہونچا۔ انتظار ہے۔ دعا فرمائے خدا حسرت کی تکلیف رفع فرمائے آمین۔ فقط

خاکسار والدہ نعیمہ

جواب حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ

تمہارے خط کا جواب فوراً دیا ہوا، معلوم نہیں کس خط کا جواب نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ فضل الحسن کو صراط مستقیم پر مستقل رکھے۔ اس سے بڑھ کے ہماری کوئی اور تمنا اپنے بھائی کے لئے نہیں ہو سکتی ہے۔ میں نے خود ارادہ کیا ہے کہ جیسا مشہور ہے سفر اجمیر شریف میں میری بھی نظربندی ہو گی میں احرام باندھوں گا اور مکہ مکرمہ کا ارادہ کروں گا۔ گھر سے ہجرت کی نیت ہو گی۔ اور خدا کے دشمنوں سے عداوت کا استحکام ہو جاوے گا۔ باوجود اس کے مولوی فضل الحسن میرے مشورہ کو پھر کہہ دیجئے کہ خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں ہم کو "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اور حضور کا ایسر الامور کو اختیار کرنا متواتر ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ مدنظر ہو تو ہر کام آسان ہے اور امانت مسلم اگر تحقیق ہو تو ہرگز عجلت نہ کرنا چاہیے۔ ہمارا مشورہ بالکل صحیح ہے اور مولوی فضل الحسن نے "فما وھنوا" کے اوپر غور نہیں کیا۔ "وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر" بہ معیت امام عادل کے اور وہ جمعیت اہل اسلام کے لئے تقویت کا باعث ہے۔ جس پر بھروسہ کیا جانا ضروری ہے اور بدقسمتی سے ابھی ہم دونوں سے محروم ہیں۔ تجاوز حدود اللہ میں غیرت نہیں ہے تاہم خدا سے اپنے اور ان کے اور آپ کے لئے دعا استقامت کی کرتا ہوں۔

(۱۰)

۳ رجب یکشنبہ ۷۸۶ ۵ مئی سنہ ۱۶ء

بہ عالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالیٰ

تسلیم فدویانہ قبول کیجیئے۔ افسوس آج آپ کا نوازش نامہ میرے لئے مزید رنج کا باعث ہوا۔ خداوند تعالیٰ آپ بزرگوں

پر اور ہم غریبوں پر اپنی رحمت کی نظر رکھے اور مدد کرے۔ اب اسی کا سہارا اور اسی پر بھروسہ ہے۔ آپ سے کچھ عرض معروض کر کے طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے۔ سو افسوس! آج کی وحشت اثر خبر سے رہی سہی امید وہ بھی جاتی رہی۔ خدا آپ سب کو اپنے امن و اماں میں رکھے اور بامراد کرے۔ حسرت کا کل خط آیا لکھا تھا کہ آپ کو بھی خط لکھ رہا ہوں کہ ایک حکم اور آیا نظر بندی کے متعلق کہ ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ مگر اسی حکم کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے وظائف سرکاری مدِ خیرات سے دیئے جاتے ہیں۔ محمد علی صاحب و شوکت علی صاحب کو جو وظیفہ ملتا ہے وہ بھی اسی مد سے ملتا ہے انہوں نے اسے منظور کر لیا۔ کیونکہ وہ منظور کر سکتے تھے مگر میں نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ سادات کے لئے مدِ خیرات یا مدِ زکوٰۃ سے قبول کرنا حرام ہے۔ چناں چہ میں نے اسی حکم پہ یہی لکھ کر واپس کر دیا کہ قواعدِ مذہب کی رو سے میں کسی قسم کا وظیفہ نہیں لے سکتا۔

آج بھی خط آیا۔ لکھا ہے کہ میں نے اپنے خرچ سے ایک تار بھی دیا اور دو درخواستیں بھیجیں کسی کا اب تک جواب نہیں آیا آج یعنی ۵ رمئی کو میں نے مجسٹریٹ للت پور کو لکھا ہے کہ (کل شام تک یعنے ۶ رمئی تک مجھے جواب تار کے ذریعہ منگوا دیجیے۔ ورنہ میں شام تک للت پور سے چلا جاؤں گا) چنانچہ حدود سے باہر وہ شاید مجسٹریٹ کے حکم سے گرفتار کر لئے جائیں اور غالباً متعدد چلا یا جائے یا دیکھئے کیا ہو۔ وہاں خدانخواستہ ہیضہ ہے اس لئے اور بھی طبیعت پریشان ہے خدا اپنی حفاظت میں رکھے۔

آپ کا قصد کب تک اجمیر شریف کی روانگی کا ہے۔ میں نے ۲۹ راپریل کو ایک طویل خط یعنی حسرت کے خطوط کی مفصل نقل اور آیتوں کی نقل۔ اور دیگر حالات اس کا جواب مجھے نہیں ملا۔ خیر خدا مالک ہے میں آج پھر حسرت کو خط لکھ رہی ہوں معلوم نہیں ان کو ملتا بھی ہے یا نہیں۔ اور معلوم نہیں انہوں نے اور کیا کارروائی کی ہو۔ خدا حافظ ہے مددگار ہے اور کیا کہوں۔ یہاں خیریت ہے اور بالکل سناٹا ہے۔ کچھ حال نہیں معلوم ہوتا سخت طبیعت پریشان رہتی ہے۔ وہاں کے اطراف کا حال معلوم ہوا۔ اُمید ہے کہ مزید حالات سے بھی اطلاع دیجیے گا۔ خدا سے امید ہے کہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہر بلا اور ہر مصیبت سے اماں میں رکھے گا۔ وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

محمد علی صاحب و شوکت صاحب کا بھی خط آیا وہ بھی غریب کیا کر سکتے ہیں۔ ابوالکلام کا بھی آیا ہے۔ دعا کیجیے خدا اپنے مسلمان بندوں کو نیک ہدایت دے۔ اور ہمت اور استقلال عطا فرمائے۔ فقط

خاکسار، والدہ نعیمہ

(۱۱)

۷۸۶

۳۰ رمئی سنہ از علی گڑھ، دفتر اردوئے معلی

بہ عالی خدمت حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی! تسلیم فدویانہ قبول کیجیے اخبارات سے خصوصاً ۱۸ شعبان کے "ہمدم" سے آپ کو حسرت کے واقعات رہائی سے اطلاع ہو گئی ہو گی۔ جیل سے رہائی پر نظر بندی کا حکم تو نہیں دیا گیا لیکن چونکہ کچھ شرطیں ابھی اور باقی تھیں اس لئے ان کے فیصلے تک حسرت علی گڑھ نہ آئیں گے ضلع میرٹھ ہی میں رہیں گے۔ مگر اپنی خوشی سے۔ الحمد للہ کہ

اب تک تو حسرت کی مرضی کے مطابق کاروائی ہوئی یعنی ۲۱ کو جو تار حسرت کی طرف سے گورنمنٹ کو دیا گیا تھا کہ اگر نظربندی کا نوٹس حسرت کو دیا گیا تو پھر اس سے انکار کریں گے اس لئے بہتر ہے کہ نہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ چنانچہ گورنمنٹ نے حسرت کو جواب دیا کہ "نوٹس نظربندی منسوخ کر دیا گیا" اور دوسرا مرحلہ علی گڈھ آنے کا باقی ہے۔ دیکھئے میموریل وغیرہ بھیجنے کا انتظام ہوتا ہے اب جو مرضی خدا کی ہو۔ اگر علی گڈھ نہ بھیجا تو وہی پہلی کی سی صورت پھر قائم یعنے مقدمہ ہوگا اور اس کا نتیجہ پھر کیا ہو خدا کو معلوم۔ مجھے میموریل وغیرہ کا انتظام تار وغیرہ بھجانا اور پھر شبرات کے سبب جلد مکان واپس ہونا تھا اس لئے صرف حسرت کے پاس کٹھور جو میرٹھ سے ۸۰ میل دور ہے صرف ۲۲ مئی کو دن بھر اور رات بھر رہ کر ۲۳ کی صبح کو واپس ہوگئی۔ حسرت کمزور بے حد ہو گئے ہیں اب ان کا وزن ۱۲۱ پونڈ رہ گیا ہو۔ شروع میں ۱۵۵ پونڈ تھا۔ اللہ تعالے رحم فرمائے۔ دعا فرمائیے کہ جلد خیریت کے ساتھ علی گڈھ لائے۔ امید ہے حضرت کا مزاج عالی بخیر ہوگا۔ باقی خیریت ہے۔

خاکسار فدویہ والدۂ نعیمہ

(۱۱)

۵ر جون ۱۶ء   از علی گڈھ

حضرت صاحب قبلہ دام اقبالہٗ

تسلیم فدویانہ کے بعد عرض یہ ہے کہ کل ایک کارڈ روانہ خدمت کر چکی ہوں۔ ملاحظے سے گذرا ہوگا۔ خواجہ مجید صاحب نے ایک مدت سے یہ امید رکھ کر کل میرے دریافت کرنے پر صاف جواب دے دیا کہ "مناسب یہی ہے کہ آپ مجھ سے کوئی خدمت نہ لیں۔" نیز آپ کے سوا مجھے اس وقت یہاں تو کوئی نظر نہیں آتا جو اس ایک معمولی سے کام کو بھی کر دے گا۔ آپ میرے خصوص حسرت کے حال پر مہربانی فرما کر جناب شیخ شاہد حسین صاحب بیرسٹر کو میری اور حسرت کی جانب سے یہ درخواست کیجئے کہ آپ ازراہِ کرم تکلیف فرما کر جس قدر جلد ہو سکے حسرت کے طرف سے ایک میموریل انگریزی میں تیار کر کے جس کا مسودہ مختصر میں نے دوسرے صفحے پر لکھ دیا ہے لفٹنٹ گورنر کو روانہ فرما دیجئے (اس کے متعلق جو صرف ہے وہ میں دینے کے لئے حاضر ہوں) اور میرا میموریل بھی انگریزی میں ترجمہ کر کے لفٹنٹ گورنر کے پاس اور اگر مناسب ہو تو ایک کاپی وائسرائے کے پاس بھی بھیج دیں۔ اس میں اور دو ایک باتوں کا اضافہ کر دیجئے گا۔

(۱۲)

۲۳ر فروری ۱۷ء   از علی گڈھ دفتر اردوئے معلّٰی

مخدومی مولٰنا حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی

تسلیم بعد تعظیم عرض یہ ہے کہ عرصہ ہوا میں نے جناب قطب میاں صاحب کے نام عریضہ بدیں وجہ دریافت خیریت مزاج عالی ارسال کیا تھا۔ انتظار رہا۔ مگر جواب سے ہنوز محروم رہی۔ امید ہے بفضلہ تعالیٰ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ اور امید ہے کہ اب

اس عریضے کی رسید اور صحت مزاج سے مطلع کی جاؤں گی۔

تازہ واقعہ یہ ہے کہ حسرت کا جیل میرٹھ سے آج حسبِ ذیل (خط) آیا:

"کہ آج ۱۱ بجے دن کے قریب سپرنٹنڈنٹ پولیس میرٹھ ایک اور انگریز کے ساتھ آئے اور کہا کہ گورنمنٹ تم کو رہا کرنا چاہتی ہے مگر اس شرط پر کہ مقام کٹھور ضلع میرٹھ کے کسی بنگلے میں جو لب سڑک ہے، نظر بندی کے جملہ قیود کے ساتھ رہنا منظور کرو۔ اُن قیود کی ایک نقل بھی مجھ کو دی۔ گاڑی بھی ہمراہ لائے تھے کہ اگر میں چاہوں تو اُس پر کٹھور چلا جاؤں۔ مگر میں نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور انگریزی میں ایک تحریر لکھ کر واپس کر دی جس کی نقل بغرضِ اطلاع روانہ کرتا ہوں۔

میری یہ تحریر غالباً گورنمنٹ کے پاس روانہ کی جائے گی۔ دیکھیے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ بظاہر کچھ امید نہیں معلوم ہوتی بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں دوبارہ عدولِ حکمی کا مقدمہ نہ قائم کیا جائے۔ خیر جو کچھ ہو۔ میں نے تو اب اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ تم بھی صبر کرو (اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَاد)

مولوی عبدالباری صاحب قبلہ کو خط لکھنا تو میرا اسلام اور سب حال لکھ دینا اور لکھ دینا کہ میں نے اس موقع پر جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے اُس میں میری خود رائی یا ضد کو ذرا بھی دخل نہیں ہے۔ بلکہ بقولِ حافظؒ ؎

بارہا گفتہ ام و بارِ دگر می گویم　　کہ من دل شدہ ایں رہ نہ زخود می پویم

انگریزی تحریر حسرت کی نقل یہ ہے جو ۲۰ کو لکھی تھی:-

میں اب بھی اپنے سنہ ۱۶ء کے اعلان پر ثابت قدم ہوں۔ اور میرا ضمیر اب بھی مجھے قانونِ تحفظ ہند کے کسی حکم کی پابندی کی اجازت نہیں دیتا۔ درآں حالیکہ وہ مجھے کسی نامعلوم اور نامحدود جرم کے لئے سزا دینے کا جویاں ہے جس کی بابت مجھے یقین ہے کہ میں نے نہیں کیا۔ اور یہ کہ وہ مجھ کو حفاظت اور بریت کی کوشش کا بھی موقع نہیں دیتا۔ بہرحال میں یہ کہنا پسند کروں گا کہ اگر میری رہائی بغیر کسی شرط کے ہوگی تو میں جو کچھ گورنمنٹ مجھ سے کرانا چاہے یا بعض افسروں کے وہمی شکوک کو رفع کرنے کے لیے کرانا چاہتے ہیں کرنے کے لیے بخوشی تیار ہوں۔

سید فضل الحسن حسرت

۲۰ فروری ۱۷ء ڈسٹرکٹ جیل میرٹھ

دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ آج ایڈیٹر "ہندوستانی" کا خط آیا جس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب نے مسٹن سے مل کر خاص طور پر حسرت کی رہائی کا ذکر کیا۔ جس پر مسٹن نے وعدہ کیا کہ اب بقیہ قید مولانا کی منسوخ کر دی جائے گی اور علی گڑھ میں رہنے کی اجازت دی جائے گی اگرچہ نگرانی رہے گی۔ اور مکان بھی علی گڑھ میں رہنے کے لیے تجویز ہو رہا ہے۔

وغیرہ وغیرہ ۔ مگر واقعاتِ موجودہ تو اس کے خلاف ثابت ہو رہے ہیں ۔

دعا فرمائیے کہ حسرت کو علی گڈھ میں رہنے کی اجازت مل جائے ۔ میرٹھ آتے وقت آپ سے، حسنِ اتفاق سے حسرت سے ملاقات وغیرہ کا بھی حال، حسرت کے خط سے معلوم ہو کر اطمینانِ قلب حاصل ہوا تھا ۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے ۔ نعیمہ بادب تسلیم گزار ہے ۔

جناب قطب میاں صاحب کی خدمت میں تسلیم ۔ منتظرِ خیریتِ مزاج ۔

خاکسار فدویہ والدۂ نعیمہ

(۱۳)

۸۶ء

۲۱ جون ۱۹۱۶ء از علی گڈھ دفتر اردوئے معلیٰ

حضرت صاحب قبلہ تسلیم فدویانہ قبول کیجیے ۔ آج حسرت کا جھانسی سے خط آیا غزلیات اور منجملہ اور باتوں کے آپ کے متعلق بھی یہ عرض ہے کہ "مولوی عبدالباری صاحب کو جس روز یہ خط پہونچے اسی دن خط لکھنا اور مندرجۂ ذیل مخمس اور غزل لکھ بھیجنا کہ اس بار میں عرس میں حاضری سے معذور رہوں اس لیے یہ غزل بطور نذر حاضر کرتا ہوں میری جانب سے درگاہ شریف میں بعد فاتحہ یہ غزل پیش کر دی جائے ۔

(تخمیس حسرت موہانی بر غزل حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ) از جھانسی جیل

اے وجہ سرور بادہ نوشاں ۔۔۔ وے باعثِ نازِ دلق پوشاں

اے موجبِ حیرتِ خموشاں ۔۔۔ اے میرِ ہمہ شکر فروشاں

توبہ شکنِ صلاح کوشاں

کہیے جسے لطفِ اتفاقی ۔۔۔ اس سے بھی نہ ہم ہوئے ملاقی

بدلی نہ وہ حالتِ فراقی ۔۔۔ عشاق زدست جور توساقی

خوں نابہ بجائے بادہ نوشاں

کرتا ہے کوئی تری شکایت ۔۔۔ کوئی ترے لطف کی روایت

یعنی بہ شکایت و حکایت ۔۔۔ از تو سخن بہ ہر ولایت

خسرو بہ ولایتِ خموشاں

غزل حسرت موہانی جیل جھانسی

۱۔ تا قیامت رہے قائم مرے سرکار کا باغ ۔۔۔ وہ جسے کہتے ہیں سب حضرتِ انوار کا باغ

۲۔ خاص آرام گہِ حضرتِ وہّابِ شہید — شاہِ رزّاق کا، والیِ شہِ ابرار کا باغ
۳۔ در و دیوار سے یاں جلوۂ حق ہے پیدا — ہے بجا خلق میں مشہور یہ انوار کا باغ
۴۔ مئے عرفاں کی لگی رہتی ہے ہر وقت سبیل — جائے رحمت ہے یہ رندانِ قدح خوار کا باغ
۵۔ ثمرِ دیں ہیں یہاں یا شجرِ طیّبِ عشق — باغ بھی کون ہے یہ نور کے اشجار کا باغ
۶۔ اہلِ دل کہتے ہیں سرگروہِ عشاق جسے[1] — عاشقو ہے یہ اسی قافلہ سالار کا باغ

ہدیۂ حسنِ عقیدت ہیں یہ گل ہائے خلوص
نذرِ رزّاق ہے حسرت ترے اشعار کا باغ

میں نے کل ایک عریضہ ارسالِ خدمت کیا ہے۔ عرض کیا ہے کہ اپیل حسرت نے خود ہی بذریعہ سپرنٹنڈنٹ جیل دائر کر دی۔ چلی جولائی کو پیشی مقرر ہے۔ خاموش نہیں رہا جاتا چوں کہ فطرت انسانی انقلاب پسند واقع ہوئی ہے اس لئے کوشش کچھ نہ کچھ ہوتی ہی رہے گی۔ باقی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تو ہئی ہے۔ جو اس کی مرضی ہوگی وہ ہو کے رہے گا۔

آپ نے حسرت کی اس سے قبل کی غزل اور مخمّس "ابنظامیہ" کو بھیج دی ہوگی؟

باقی خیریت زیادہ ادب، فدویہ نعیمہ بہ ادب تسلیم گزار ہے۔ فقط

خاکسار والدہ نعیمہ

تخمیس حسرت موہانی بر غزل حافظ

وہ رنگینِ گلِ گلشنِ رہ نمائی — وہ سرمایۂ نازشِ مقتدائی
وہ زیبندۂ مسندِ مصطفائی — سلامے چو بوئے خوشِ آشنائی
بداں مردمِ دیدۂ روشنائی

بہ درگاہِ آں دل بردلِ ربایاں — جزیں ہیچ باید زما بے نوایاں
دعائے چو حسنِ تمنائے مایاں — درودے چو نورِ دلِ پارسایاں
بداں شمع خلوت گہِ پارسائی

خبردار اے مے کشِ ناشکیبا — نہ کرنا کہیں ترکِ مئے کا ارادا
برآنے کو ہے تیرے دل کی تمنا — زکوئے مغاں رو مگرداں کہ آں جا
فروشند مفتاحِ مشکل کشائی

رہا کیوں نہ فرمانِ حق کا میں تابع — ہوئی خدمتِ غیر میں عمر ضائع

---

[1] یعنی پیشوائے عشاق، بقول قادر علی الاطلاق حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق فرنگی محل قدس سرہٗ

کل حسرت کا جیل سے خط آیا۔ آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ وہ اپنے حال میں خوش ہیں۔ دعا فرمائیے کہ بافیت رہیں، جہاں کہیں رہیں۔

غزل مندرجہ بالا آپ شہید صاحب کو اکتوبر نمبر "النظامیہ" کے بیٹے مرحمت فرمائیے اور میں نے ۱۷ ستمبر کو ایک غزل "عرش پہ ہے مزاج" ان کو روانہ کی ہے۔ آپ شہید صاحب سے فرما دیجیے۔ اور کیا عرض کروں۔ حسرت کے حالات بہ دستور ہیں۔

امید ہے جناب خیریتِ مزاج سے مجھ خاکسار کو مطلع فرمائیں گے۔ فقط

خاکسارہ اہلیہ حسرت موہانی

فدویہ نعیمہ بادب تسلیم گزار ہے۔

غزل تازہ حسرت موہانی برائے النظامیہ اکتوبر نمبر ۱۹۱۶ء،

دستگیری کا طلب گار ہوں شیئاً للہ — میرے بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ
حالِ دل شرم سے اب تک نہ کہا تھا لیکن — آج میں درپئے اظہار ہوں شیئاً للہ
کرمِ خاص کے لائق تو نہیں میں، پھر بھی — آپ کا غاشیہ بردار ہوں شیئاً للہ
آپ ہی سنیے کہ اب اور کہوں میں کس سے — بستۂ دامنِ سرکار ہوں شیئاً للہ
مجھ سے اب دین کی پستی نہیں دیکھی جاتی — غلبۂ کفر سے بیزار ہوں شیئاً للہ
پاسِ رفتن ہے نہ ہے ہند میں جائے رفتن — سخت مشکل میں گرفتار ہوں شیئاً للہ
جلوۂ پاک نظر آئے تو بر آئے مراد — تشنۂ شربتِ دیدار ہوں شیئاً للہ
کیا کروں میری دعا بھی تو نہیں ہے مقبول — میں کہ اک فردِ گنہگار ہوں شیئاً للہ

غوثِ اعظم سے جو مانگو گے ملے گا حسرتؔ
بس کہو حاضرِ دربار ہوں شیئاً للہ

(۱۷)

۲۶ نومبر ۱۹۱۶ء از علی گڑھ — ۷۸۶

بہ عالی خدمت حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی

تسلیم فدویانہ کے بعد عرض یہ ہے کہ کئی روز سے ارادہ کر رہی ہوں کہ عریضہ لکھوں مگر علالت طبع اور (پریشانیاں) مانع رہیں۔ مختصراً عرض ہے کہ میں پھر دوبارہ ۷ نومبر کو آگرہ گئی اور میسور ریل (وہاں سے) روانہ کرایا اور ۷ محرم کو دفعتاً جیل الٰہ آباد میں جیلر نے حسرت کے ساتھ خلاف قاعدہ سختیاں کیں یعنی ان کا سامان ضروری، لوٹا، جوتا، وغیرہ وغیرہ زبردستی لے گیا۔ قواعد جیل بھی حسرت نے دیکھا ہے جس کی رو سے پھانسی جیل میں اور اب تک الٰہ آباد میں جن چیزوں کے رکھنے کے مجاز تھے مگر جیلر نے صاف کہہ دیا کہ میں سختی کرنے پر مجبور ہوں کیوں کہ شاید خفیہ پولیس رپورٹ کر دے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے مسلمان

قیدی کے ساتھ کوئی رعایت کی تو میری نوکری جاتی رہے گی۔ حالاں کہ اس نے کوئی رعایت بہ جز سختی کے نہ کی تھی۔ کھانا بھی
دہی (جوار، باجرہ مٹی ملی ہوئی ترکاری) جو مدد گردہ کی وجہ سے حسرت کے لئے سخت مضر ہے چناں چہ حسرت نے بھی عہد کر لیا کہ
۷ محرم سے جھگڑا شروع ہوا ہے اگر جیلر یزیدی پر آمادہ ہے تو میں بھی بحمد اللہ پیروی حسینؓ کے لئے اچھی طرح تیار ہوں نتیجہ
خواہ کچھ ہو۔ اور روزہ رکھنا شروع کیا۔ برائے نام روزہ صحیح ہونے کے خیال سے پانی پیتے رہے۔ پانچ روز تک، ۱۱ محرم
تک مطلق کچھ نہ کھایا۔ یہ واقعات مجھے ایک الہ آبادی صاحب سے معلوم ہوئے تھے۔
(میں نے جملہ حالات) بھی لکھوا کے بھجوا دیئے۔ جس کا جواب ابھی تک نہ ملا
کر جیل کے واقعات پر (سے پردہ اٹھے گا)۔ کر دیا گیا کہ انگریزی میں میموریل دے دیا گیا۔ الہ آباد پہونچ

(۱۸)

۶۸۶

۱۸ مئی ۱۹۱۷ء ۲۶ رجب ۱۳۳۵ھ از علی گڈھ دفتر اردوئے معلی

مخدومی و مطاعی مولانا حضرت صاحب قبلہ دام اقبالہٗ تسلیم فدویانہ قبول کیجیے۔ عرصہ ہوا میں نے عریضہ ارسال خدمت
کیا تھا جس کا دو ہفتے تک انتظار رہا۔ لیکن اب اکرام الحسن کے خط سے معلوم ہوا آپ اجمیر شریف لے گئے تھے۔ امید ہے
مزاج بخیر ہو گا۔

حسرت بدستور جیل فیض آباد میں ہیں۔ ملا صحت کی خرابی کا سلسلہ نہیں دور ہوتا۔ دعا فرمائیے کہ وہ جہاں کہیں رہیں بہ عافیت
رہیں۔ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ میں نے دہلی سے حکیم اجمل صاحب سے دوائی بھی بھجوائی جس کا استعمال کرتے ہیں مگر پیٹ
کی خرابی کی تمام شکایتیں نہیں دور ہوتیں حالانکہ روزے بھی برابر اب تک رکھے جاتے ہیں میں نے کئی بار لکھا بھی کہ اب اس عہد کو
ترک کر دو۔ گرمیاں ہیں، طبیعت اچھی نہیں۔ جواب یہ لکھا کہ تم کسی کو میرے روزے کا حال وغیرہ نہ لکھا کرو اور جس کو لکھا
ہے ان کو بھی لکھ دو کہ کسی اور سے تذکرہ نہ کریں۔ تسخیر بغداد کا ماتم نہایت جگر سوز ہے۔ دیکھیے کب اس انقلاب کا دور ختم
کرے (خدا) ہمارے مایوس دلوں کو شادمانی سے پر کرتا ہے۔

آج جناب مولانا سلامت اللہ صاحب کا مرسلہ عنایت نامہ ملا جس میں جناب الطاف الرحمان صاحب کی غزلیات حسرت
کی غزل پر کہی ہوئی تھیں، خوب ہیں، قصیدہ بھی بہت خوب ہے۔ زخمی صاحب کی بھی غزل تھی۔ میں نے آج حسب ارشاد
سلامت اللہ صاحب حسرت کو جیل بھیج دیا۔ آپ مولانا سلامت اللہ صاحب سے فرما دیجئے گا۔

الناظمیہ کا انتظار ہے۔ کیا اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔ معلوم نہیں بغداد والی غزل بھی شائع ہو سکی یا نہیں اور اس
سے پہلے جو نظم میں نے حسرت کی ارسال خدمت کی تھی وہ بھی درج ہوئی یا نہیں۔ میں نے جوابی خط اسی لئے لکھا تھا تاکہ اگر الناظمیہ
میں شائع نہ ہو سکے تو کسی اور پرچے کو بھیج دوں مگر اس کے جواب سے ہنوز محروم ہوں۔ محمد علی صاحب چندواڑہ کی غزل پہلے
(روانہ کر چکی ہوں)

مکرر یہ گذارش ہے کہ حسرت کی صحت کے لئے دعا فرمائیے۔ فقط منتظر خیریت خاکسار والدہ نعیمہ

(۱۹)

۱۲ر جون سنہ ۱۶ء از علی گڈھ، دفتر تذکرۃ الشعرا [۴۲۹]

حضرت صاحب قبلہ تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے۔ آپ کا اس وقت تک باوجود سخت انتظار کوئی عنایت نامہ نہیں آیا۔ سخت انتشار ہے۔ ۵ جون کو رجسٹری شدہ ممبر ریل بھیجا تھا معلوم نہیں کیا ہوا۔ آپ نے یقین ہے روانہ فرما دیا ہوگا لیکن کوئی جواب نہیں مرحمت فرمایا دوسرا خط بھی ۹ر جون کو لکھا ہے اس کا بھی جواب نہ وصول ہوا۔ میں امید کرتی ہوں کہ جلد جواب سے تفصیلی عنایت نامہ روانہ فرمائیے گا۔ آج الہ آباد سے ڈاکٹر تیج بہادر سپرو نے نقل کو مع اپنے بنائے ہوئے وجوہات اپیل مجھے واپس کر دیئے کہ آپ جلد کسی عزیز کو بھیج کر اپیل دائر کرا دیجئے۔ اب میں سخت پریشان ہوں کہ کیا کروں۔ الہ آباد میں ظہور احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے روح الحسن بھائی سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ پیروی کروں گا۔ ان کو بھی میں نے روزانہ خطوط لکھے کوئی جواب نہیں آیا۔ مجبوراً آج ناصر الحسن اپنے چھوٹے بھائی کو جو دوکان میں رہتے ہیں الہ آباد ظہور احمد کے پاس مع نقل وغیرہ بھیجا ہے۔ اگر وہ چلے گئے تو اچھا ہے ورنہ آپ ہی کا صرف آخری ایک سہارا باقی رہ جائے گا۔ لہٰذا آپ اس حالت میں میری مجبوریوں پر رحم فرما کر شاہد حسین صاحب یا کسی اور کے ذریعے اپیل جھانسی میں دائر کرا دیجئے۔ میں نے ناصر کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر الہ آباد سے ظہور احمد نہ جائیں تو آپ کے پاس مع کاغذات چلے جائیں آپ ناصر الحسن سے سب کاغذات لے کر بیرسٹر صاحب کو دے دیجئے اور جھانسی جلد بھجوا دیجئے گا۔ ناصر کو کچھ روپے اخراجات بیرسٹر کے زادراہ وغیرہ کے لئے دیئے ہیں جو ضرورت ہو آپ ان سے لے لیجئے گا۔ جواب سے جلد سرفراز فرمائیے اور شاہد حسین صاحب کو اپیل کے لئے آمادہ رکھئیے۔ خدا بھلا کرے گا ان کا جو اس وقت ہمارا ساتھ دیں۔ دیوانِ حافظ بھی ناصر کو آپ کے دیکھنے کو دے دیا ہے آپ اس کو دیکھ کر واپس فرما دیجئے گا۔ فقط

(۲۰)

۱۵ر جون سنہ ۱۶ء پنج شنبہ از علی گڈھ [۴۲۶]

حضرت صاحب قبلہ تسلیم فدویانہ قبول کیجئے۔ میرے دو عریضے خدمت گرامی میں پہونچے ہوں گے۔ مگر افسوس ہے کہ کسی کا جواب نہیں مرحمت ہوا۔ معلوم نہیں کہ بیرسٹر صاحب نینی تال سے تشریف لائے یا نہیں۔ آج صبح کو ناصر الحسن الہ آباد سے واپس آئے۔ ظہور احمد بیرسٹر نے نقل تحریر مع وجوہات اپیل حسرت کے پاس ڈسٹرکٹ جیل جھانسی بھیج دی ہے کہ وہ وہاں اپیل دائر کرا دیں۔ اب حسرت غریب وہاں کیا کر سکتے ہیں ڈاکٹر اور بیرسٹروں کی رائے ہے کہ اپیل میں فیصلہ کلکٹر جھانسی کا منسوخ ہوگا اور پھر سے تحقیقات ہوگی آزادی ہوگی۔ غنیمت تھا۔ مگر افسوس ہے کہ کوئی وکیل، بیرسٹر جھانسی تک جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کیسی مجبوری اور افسوس کا مقام ہے۔

بواپسی ڈاک مطلع کیجئے کہ شاہد حسین صاحب آئے یا نہیں۔ کب تک تشریف لائیں گے اور جھانسی جائیں گے یا نہیں آپ کو خود ہی خیال ہوگا۔ میرے لکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر طبیعت تنہائی کی وجہ سے پریشان ہے اور مدت اپیل کم رہ گئی ہے اس لئے

اور بھی انتشار ہے۔ دیکھئے حسرت اب کیا کرتے ہیں وہاں ڈاکٹر (؟) صاحب نے بھی جواب دے دیا کہ مجبور ہوں حالانکہ انہوں نے پہلے وعدہ کیا تھا۔ خیر۔ خواجہ مجید صاحب کا کوئی ہرج نہ تھا اگر اپیل دائر کر دینے کے لئے جھانسی جاتے۔ خیر کوئی ہماری مصیبت میں نہ شریک ہو (شاید) اللہ کی مرضی کچھ ایسی ہی ہے (مجبوراً) دو سال قید برداشت کریں گے کیا کیا جائے۔ ایک آپ کا اب سہارا باقی ہے دیکھئے کیا آپ کے پاس سے جواب آتا ہے۔ خدا کرے شاہد حسین آگئے ہوں اور جھانسی ڈسٹرکٹ جیل بذریعہ کلکٹر یا جج جھانسی حسرت کے پاس چلے جائیں۔ فقط

(۲۱)

۴ رجون ۱۹۱۶ء از علی گڈھ

حضرت صاحب قبلہ تسلیم مزاج اقدس

کل جیل سے حسرت کا خط آیا۔

(۲۲)

از کانپور ۳۰ رشوال ۱۳۴۱ھ

بعالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی تسلیم بصد تعظیم کے عرض یہ ہے کہ عرصہ ہوا خیریت معلوم ہوئی تھی اور وقت خاص طور پر آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا تھا اور حسب ذیل غزل ارسال کرنے کی درخواست غالباً آپ عرس بانسہ شریف تشریف لے گئے ہوں گے۔

آپ ہمدم کو بشرطیکہ صحت کے ساتھ چھپے مرحمت فرما سکتے ہیں۔ خادماً معلوم ہوا کہ غالباً مولانا کا اب حیدرآباد سندھ جیل میں تبادلہ کر دیا گیا۔ میں نے سپرنٹنڈنٹ یروداجیل سے دریافت کیا ہے۔ مگر جواب ندارد۔ خیر خدا مالک ہے۔ دعا فرمائیے بخیریت ہوں نجمہ سلیما تسلیم گذار ہے۔

عبدالولی رضوان الحسن سلمہ بفضلہ بخیریت ہے۔ سرکاری مراسلہ جو حال میں شائع ہوا ہے وہ بالکل غلط ہے۔

اہلیہ حسرت موہانی

(۲۳)

۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۴۲ھ بنگلہ سیٹھ چھوٹانی پونا

جناب عالی تسلیم مزاج اقدس۔ گرامی نامہ ۱۳ رجمادی الثانی کا صادر ہوا خیریت مزاج و حالات معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ مولانا کی تاکید ہے کہ جیت تک میں نہ کہوں نہ جانا۔ دوسرا یہاں میں نے سیف الرسول (وارڈر) کی اپیل ہائی کورٹ میں وکیل بیرسٹر وغیرہ کی رائے سے ۲۲ ردسمبر کو بمبئی ہائی کورٹ میں دائر کر دی ہے۔ ممکن ہے اس پر دفعہ ۱۶۱ رشوت والی اڑا دی جائے تو مولانا کو بھی اس سے فائدہ ہو گا۔ رشوت کا قصہ بالکل لغو جھوٹ سراسر خلاف قاعدہ و قانون چلایا گیا ہے۔ ابھی تاریخ پیشی نہیں معلوم ہوئی غالباً ۶ رفروری کو ہو گی۔ اگر فیصلہ ٹھیک ہوا تو مجسٹریٹ کی صریح بے ایمانی کا راز کھل جائے گا۔ خیر۔ علاج برابر کر رہی ہوں میرے

مرض کے لئے بجائے کانپور کے پونہ کی پہاڑی آب و ہوا ڈاکٹروں کی رائے سے مفید ہے۔ دوسرے یہ بنگلہ بھی شہر سے دور اچھی جگہ واقع ہے۔ جاڑے کے بہ نسبت صبح کے وقت طبیعت کسی قدر صاف رہتی ہے باقی جو خدا کی مرضی۔ اس میں کسی کا کیا دخل۔ مولانا نے سلام عرض کیا ہے اور جناب قطب میاں خاں کو خاص طور پر سلام لکھنے کی مجھے تاکید ہے۔ آپ یاد دن سے فرما دیجیے۔ اور اس مرتبہ بھی چند تازہ غزلیات بغرض ملاحظہ ارسال کرنے کی ہدایت کی ہے چنانچہ بعد ملاحظہ ما مد الناظر کے لئے ظفر الملک صاحب کے پاس نقل بھجوا دیجیئے گا۔ اور صحیح چھپنے کی تاکید۔ اب تک مولانا کے ساتھ سپرنٹنڈنٹ جیل و جیلر کا برتاؤ نہایت سخت ہے بلکہ روزانہ کوئی نہ کوئی شرارت کرتا رہتا ہے۔ حال میں مزید بغوربت یہ کی ہے کہ برش، آئینہ، سرمہ، قرآن شریف رکھنے کا تختہ تھا کہ پانی کا گھڑا تک اٹھوا لیا ہے۔ پانی کی بھی قلت ہے۔ روٹی ایک صبح گیہوں کی ملتی ہے وہ بھی بند۔ جوار باجرہ مٹی ملی ہوئی ترکاری خراب ملتی ہے۔ سب سزائیں اس لئے روزانہ دی جاتی ہیں کہ کام کیوں نہیں کرتے مگر مولانا بھی اپنی دھن کے پکے ہیں ان کو کسی بات سے خوف نہیں برابر سے مقابلہ کرتے ہیں مگر مجھے کسی قدر تردد پیدا ہو گیا ہے جب سے مجھے معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہوا کہ ایک سال سے زائد قید تنہائی اس پر مزید سختیاں اور لکھنا تو درکنار ہے پڑھنے کے لئے ایک کتاب بھی معمولی ان کو سنسر شدہ بھی جو گورنر کے دفتر سے واپس آئی ہیں سپرنٹنڈنٹ نہیں دیتا ان کے دماغ پر خراب اثر خدانخواستہ پڑنے لگا ہے۔ دعا فرمایئے کہ دماغی حالت صحیح رہے اور صحیح سلامت اللہ تعالیٰ ان کو ظالموں کے ظلم سے رہا کر دے۔

نعیمہ، رضوان الحسن سلمہ، عبد السمیع بفضلہ بخیریت ہیں اور آداب گذار ہیں۔ امید ہے خیریت مزاج سے جلد اطلاع دیجیے گا۔ فقط۔

اہلیہ حسرت موہانی

(۲۴)

۲۶ر جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ از پونا

جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی تسلیم۔ مزاج شریف۔ ایک عریضہ ۲۳ کو روانہ کر چکی ہوں جس میں چار غزلیں تازہ ملفوف تھیں اور الناظر کے دینے کے لئے میں نے تحریر کیا تھا امید ہے کہ آپ کو عریضہ ملا ہوگا اور آپ نے ملاحظہ فرما کر الناظر کو تحریر شدہ روانہ کر دی ہوں گی۔ آج ایک فارسی غزل مع سلام کے اور بھیجنے کی ہدایت ہے ملاحظہ کے لئے اور جلد سے جلد صحیح نقل کرا کے سید سلیمان صاحب ندوی معارف اعظم گڑھ کو ضرور مہربانی کر کے بھجوا دیجیے۔ امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔ میرا حال بدستور ہے۔

خلافت کی جنرل میٹنگ ۵ر فروری کو ہوگی۔ مولانا نے تار حکیم صاحب عنایت حسین صاحب اصغر صاحب کو شروع جنوری میں روانہ کئے تھے کہ کسی طرح اسکور ٹوٹنے نہ پاوے میں نے بھی تاکیدی خطوط لکھے تھے نتیجہ خدا معلوم۔

اہلیہ حسرت موہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پنہاں شدنش دگر نہ شد خوب　　　اے روئے تو بے نقاب محبوب

پیشت چو شود گرم شمارند　　زمرۂ بندگانِ محبوب
ناکام زِ ری صراطِ مستقیم　　دور از رہِ ضالّین و مغضوب
با بیخبراں ہوشیاریم　　منجملۂ سالکانِ مجذوب
منت کشِ دیگراں مخواہش　　آں را کہ بتو شدہ است منسوب
بوسیدہ اکفِ گوگشت لرزاں　　از می بہ ہوائے شوق مکتوب
حسرت بہ غزل جو شمس تبریز
باشد سخنِ تو نغز و مرغوب

(۲۵)

۵ر شوال ۱۳۴۲ھ از کانپور

جناب عالی تسلیم مؤدبانہ کے بعد ضروری عرض یہ ہے کہ مولانا کا جیل سے خط آیا ہے اونھوں نے سلام کے بعد آپ سے درخواست کی ہے کہ آپ جلد از جلد توجہ فرما کر حسب ذیل پتہ پر ایک نسخہ کتاب مناقب رزاقیہ اور اس کے ہمراہ وہ عربی رسالہ ضرور بھیج دیجیے جس میں حالات وصال مرشدی حضرت شاہ عبدالوہاب قدس اللہ سرہ العزیز درج ہیں۔ ضرورت اور انتظار سخت ہے چونکہ مولانا کو اب جیل میں کتابیں اور رسالہ دیکھنے کی اجازت مل گئی ہے اس سے اب اونھوں نے تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کر دیا ہے چنانچہ کتابوں کی اسی وجہ سے اور سخت ضرورت ہے۔ میں ۲۲ر اپریل کو یہاں آگئی۔

خاکسار اہلیہ حسرت موہانی

(۲۶)

۱۵ر اگست ۱۷ء چہار شنبہ

بعالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ مدظلہ العالی تسلیم فدویانہ قبول فرمائیے۔ آج حسرت کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کی زیارت سے وہ مسرت اندوز ہوئے کمال اطمینان ہوا مگر حسرت نے اپنی کچھ کیفیت نہ لکھی۔ ان کی صحت کا کیا حال ہے امید ہے کہ آپ ضرور مجھے مطلع فرمائیں گے یعنی ان کی حالت خدانخواستہ کچھ خطرناک تشویشناک تو نہیں ہے کس قدر کمزور کیا بہت دُبلے ہو گئے ہیں دعا فرمائیے کہ دشمن پامال اور کامیابی حق و صداقت جلد اپنی مراد کو پہنچے۔ آج حسرت کا ایک مختصر عریضہ بھی ملفوف ہے اس میں اونھوں نے کچھ کتابیں طلب کی ہیں بحر زخار اور دلائل الخیرات امید ہے کہ آپ جیل بھجوا دیں گے اور جناب قطب میاں صاحب کو بھی حسرت نے سلام لکھا ہے اور یہ کہ ایک جلد دیوانِ عرفی ایک جلد عراقی اور ایک ڈیزر ولیتی ساخت امریکہ کسی شخص کے ہاتھ مجھ کو جیل میں دستی بھجوا دیجیے۔ جیل کے پھاٹک پر تینوں چیزیں جمع کر دی جائیں گی تو بذریعہ جیلر صاحب مجھ کو مل جائیں گی قیمت جو ہو اوس سے اطلاع دیجیے گا۔ میں بذریعہ منی آرڈر حاضر خدمت کر دوں گی۔

بیگم حسرت موہانی

(۲۷)[ا]

شنبہ از پونا

بعالی خدمت جناب حضرت صاحب قبلہ تسلیم مزاج اقدس۔ میرا عریضہ ۱۲ فروری کا آپ کو ملا ہوگا اس میں بھی مطابق حسب ہدایت غزلیات اور سلام مع قطب میاں صاحب کے سلام کے۔

آپ نے غزل ملاحظہ فرما کر امانظر کو بھجوا دی ہوگی اور اس سے قبل بھی عریضہ ملا ہوگا اس کی غزلیں بھی ملاحظہ فرما کر ہمدم کو بھجوا دی ہوں گی۔ آج بھی مع آپ کو سلام اور قطب میاں کے سلام کے بعد کلام تازہ ارسال ہے جس کو آپ مناسب خیال فرما کر ہمدم وغیرہ کو اشاعت کے لئے بعد ملاحظہ نقل دے دیجیے۔ امید کہ مزاج آپ کا بخیر ہوگا فقط۔

خاکسار بیگم حسرت موہانی

(۲۸)

سہ شنبہ پونا

بجناب عالی۔ مزاج اقدس۔ مولانا کا سلام قبول فرمائیے۔ اور مرسلہ غزل ملاحظہ کے لئے بھیجی ہے مولانا کے حالات آپ کو اخبارات سے معلوم ہوتے رہتے ہوں گے بعض کا اپیل ہائیکورٹ میں دائر ہو گیا۔ ابھی تاریخ پیشی نہیں معلوم ہوئی۔ میری طبیعت اچھی ہے مگر مجبوراً انہیں معاملات کی وجہ سے یہاں کا قیام ضروری ہے۔ اسٹور کانپور کی حالت تباہ ہے اور بھی ہر طرح کے نقصانات ہو رہے ہیں دعا فرمائیے اب جلد مولانا آزاد ہو جاویں۔ میں اپنی بیماری سے بہت عاجز آ گئی ہوں معلوم نہیں خدا کو کیا منظور ہے۔ امید ہے حضور کا مزاج بخیر ہوگا۔ نعیمہ، رضوان ہمیع سب یہاں بفضلہ بخیریت ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط

خاکسار بیگم حسرت موہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام اے شہ بشیر و نذیر — داعی و شاہد و سراج منیر

آرزو ہے کہ نام پاک حضورؐ — کاش وردِ زباں ہو وقتِ اخیر

بہ طفیل صغیرِ ذرہ عشق — محو سارے ہوئے گناہِ کبیر

تم نے کیونکر کیا دلوں کا شکار — ہے بظاہر کماں پاس نہ تیر

اب نہیں حسن کو نگاؤں سے لاگ — کر گئی کام شوق کی تاثیر

کوچۂ یار میں ہیں سب یکساں — بادشاہ و گدا امیر و فقیر

نالۂ دل میں تھا غضب کا اثر — ہل گئی جس سے عرش کی زنجیر

[ا] خط نمبر ۲۷ اور ۲۸ اس سے پہلے درج ہونے چاہئیں تھے۔

دلِ عاشق ہے سوزِ جاں کا ہلاک — جانِ عاشق ہے دردِ دل کی اسیر
روٹھ کر اب وہ مل چکے حسرت
بن چکی تم سے وصل کی تدبیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر دم رفاقتِ یار سے نزدیک ہم رہے — امیدوار وعدۂ تملیک ہم رہے
تحریکِ حریت کو جو پایا قرینِ حق — ہر عہد میں معاونِ تحریک ہم رہے
خلقِ خدا کو ماں کے شرکت کا مستحق — در بابِ ملک لشکرِ تملیک ہم رہے
دشوار تھا بغیرِ یقیں روح کا سکون — اچھا ہوا کہ دشمنِ تشکیک ہم رہے
ہر حال ہر خیال میں ہر اعتبار سے
حسرت مطیعِ عشق رہے ٹھیک ہم رہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شوخی کہاں آرزوئے شوق ہے — جس سے جہاں مستِ مئے ذوق ہے
درجہ تیرے عشقِ فسوں کار کا — حسن کے رتبہ سے بھی مافوق ہے
گردنِ حسرت میں سپئے امتیاز
سوب غلامی کا تیری طوق ہے

حسن کے ہم ہلاکِ دید بھی ہیں — یعنی شاہد بھی ہیں شہید بھی ہیں
خانہ زادِ جفائے مخلصِ دوست — طالبِ شدتِ مزید بھی ہیں
باوجودِ علائقِ کثرت — عصرِ توحید کے وحید بھی ہیں
ہوش گم کردۂ سبیلِ رشاد — عقل کے پیرو رشید بھی ہیں
کامیابِ مرادِ تم حسرت
شادیِ شوق کے مرید بھی ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ز ابرِ سفید آبِ رحمت چکد — ز سبزِ اہلِ راحت چکد
سفید ابر پاکانِ دینا بود — چو سبز آید از ذکرِ مولا بود

ہم کہیں تا کجا حدیثِ نیاز — جب سنئے بھی کہیں وہ دلبرِ نیاز

عشق طاقت گداز ہو کہ نہ ہو　　حُسن ہر حال میں ہے بندہ نواز
رہ گئے ذاتِ حق میں ہو کے فنا　　اب نہ ہم ہیں نہ دل نہ سوز نہ سلز
دولتِ آرزو سے مالا مال　　دلِ عاشق ہے اک دفینۂ راز
خونِ دل سے وضو کریں تو کہیں　　بن پڑے جا کے عاشقوں کی نماز
ہند و ایراں ہیں خاص مسکنِ عشق　　مادر ملئے عراق و شام و حجاز
دیکھیے دل پہ کیا بنے حسرت　　عشوہ گر حُسن عشق ہے جانباز

تخمیس مطلعِ عراقی

نہ کسی سے دشمنی ہے نہ کسی سے آشنائی　　دو جہاں سے منہ کو موڑا تیری یاد کیا لگائی
مجھے صوم سے ملا کچھ نہ نماز راس آئی　　صنمارہِ قلندر سزوار بمن نمائی
کہ دراز و دور بینم رہِ رسمِ پارسائی

دعا میں ذکر کیوں ہو مدعا کا　　کہ یہ شیوہ نہیں اہلِ رضا کا
طلب میری بہت کچھ ہے مگر کیا　　کرم تیرا ہے اک دریا عطا کا
کہاں تک ناز اٹھائے آخر اسے حسن　　ہوس تیرے مزاجِ خود ستا کا
نہیں معلوم کیا اے شہہِ خوباں　　تجھے کچھ حال اپنے مبتلا کا
بجائے اسمِ اعظم آپ کا نام　　وظیفہ ہے میرا صبح و مسا کا
غضب کا سامنا ہے عاشقوں کو　　دیارِ حق میں افزائج بلا کا
نثار اون پہ ہوئے اچھے رہے ہم　　تقاضا تھا یہی خوئے وفا کا
گنہگارو چلو عفوِ الٰہی　　بہت مشتاق ہے عرضِ خطا کا
تیری محفل میں اہلِ دل کو جلوہ　　نظر آ جائے گا شانِ خدا کا
اٹھایا ہے مزہ دل نے بہت کچھ　　محبت کے غمِ راحت فزا کا
جفا کو بھی وفا سمجھو کہ حسرت
تمیس حق اون سے کیا چون و چرا کا

غزل حسرت

درسِ حق جاری ہے یاں بھی حسرتِ آزاد کا　　قید خانہ مدرسہ گویا ہے فیض آباد کا

کامیابی پر غضب نازاں ہیں اربابِ ہوس
ہر طرف اک شور برپا ہے مبارک باد کا

یہ بھی کیا انصاف ہے اے دشمنِ اہلِ وفا
ہم رہیں ناکام یوں ہی کام ہو حسّاد کا

ٹوٹ جائے کیوں نہ ہمت عاشقِ ناکام کی
جب نتیجہ کچھ نہ نکلے کوششِ برباد کا

مل ہی لیں گے آپ کی خاطر سے یہ بھی ہم مگر
بھید کچھ کھلتا نہیں ہے آپکے ارشاد کا

جلوۂ امید گویا درمیانِ فکر و یاس
اک نمونہ ہے چراغِ رہگذارِ باد کا

لطف کی نوبت بھی آئے گی کبھی اے نازِ یار
ختم بھی ہوگا کبھی یہ سلسلہ بیداد کا

بس کے ذکرِ عشق پہ جلتے ہیں ہم اکثر خموش
اب تلک اتنا اثر باقی ہے اول کی یاد کا

شاہِ جیلاں سے یہ حسرت عرض ہے اسلام کی
یوں نہ ہونا چاہئے تھا فیصلہ بغداد کا

غزل جوہر

چند روزہ عیش ہے یہ جنتِ شداد کا
فیصلہ ہرگز نہ ہوگا اس طرح بغداد کا

شورِ ماتم کے لئے تیار رکھ گوشِ مراد
ہے شرارِ حسن یہ ہنگامہ مبارکباد کا

اس معمہ کا ہو حل شاید کہ اگلی سرگذشت
بھید کچھ کھلتا نہیں ہے آپکے ارشاد کا

پہلے بھی اکثر وہ نکلا مستحقِ شکرِ حق
جس کو ہم سمجھے تھے موقع شکوہ و فریاد کا

نورِ حق وہ شمعِ انور ہے جو بجھ سکتی نہیں
ہے خدا حافظ چراغِ رہگذارِ باد کا

عزمِ عاشق ہے خود اپنی کامیابی کی دلیل
نام بھی لینا نہ ہرگز کوششِ برباد کا

ہم تو سمجھے تھے کہ ہوں گے اور بھی ظلم و ستم
کچھ بھی باقی ہو جو ظالم حوصلہ بیداد کا

اس پہ کیا موقوف ہے کہ اور بھی ظلم و ستم
کچھ بھی باقی ہو جو ظالم حوصلہ بیداد کا

کر دیا قیدِ قفس نے ہم کو آزادِ چمن
پاس کافی ہو چکا اب خاطرِ صیاد کا

حلم کے آگے تیرے پہلے بھی اُٹھ سکتا تھا
بار احسان اور سر پہ ہو گیا جلاد کا

دعوتِ مژگاں کی بھی باقی نہ ہو جس میں سکت
ایسے دیوانہ کے گھر پھر کام کیا فصاد کا

آج تک ہے ایک کنعاں تک شہرت مصر کی
فیض سے حسرت کے ہوگا نام فیض آباد کا

ہو گئے جوہر یہ کیسے بندۂ دامِ فریب
شور سنتے تھے بہت ہم حسرتِ آزاد کا

(متعلق مولینا محمد علی)

(مخدومی مکرمی۔ السلام علیکم۔ یہ دو غزلیں ارسال کرتا ہوں۔ پہلی غزل حسرت کی ہے اور اسی کے جواب میں حضرت جوہر نے دوسری غزل لکھی تھی چونکہ میں آپ سے وعدہ کر آیا تھا کہ کبھی کبھی جوہر کا کلام آپ کو روانہ کر دیا کروں گا پس یہ دونوں غزلیں رسال ہیں۔ آپ ملاحظہ فرما کر چودھری خلیق الزماں صاحب کو بھی دکھا دیجیے گا فقط آپ کا خادم عظیم الدین عرف بین از چند داڑہ ۲۵ اپریل ۱۹۱۷ء)

(۲۹)

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ حسرت روڈ، کانپور

بعالی خدمت حضرت مولانا مدظلہ العالی۔ تسلیم بصد تعظیم عرض خدمت عالی ہے کہ عرصہ دراز کے بعد آج خیریت اون کی معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ تازہ غزل جناب کی خدمت میں بھیجنے کی تاکید اور خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور عرض کیا ہے کہ ہمیں مطلوبہ کتب کی سخت ضرورت ہے کوشش فرما کے کانپور بھجوا دیجیے۔ میں جلد یہاں منگوا لوں گا۔ یحیٰی آئے تھے اونہوں نے دیوان برق جس کو جناب نے عنایت فرمایا تھا عاریتہً ملا انشاء اللہ اس کی کافی احتیاط کروں گی اور آپ کو بعد فراغت واپس مل جائے گا۔ عشرت صاحب صرف دو دیوان مشتری اور حاتم ۱۰ ار میں دیئے اور اون کے پاس سے فہرست ضائع ہو گئی لہٰذا میں دوسری نقل فہرست کتب بھیجتی ہوں اور فوراً عشرت صاحب کو بلا کر دے دیجیے اور میری جانب سے فرما دیجیے کہ مولانا کے کتب کے تبادلہ میں جو میرے یہاں فروخت ہوئی ہیں جس کی فہرست بھی ملفوف ہے آپ ضرور بالضرور مطلوبہ کتب "تلاش کر کے بھجوا دیجیے یا عاریتہً مل سکیں غرضیکہ جس طرح بھی ممکن ہو کوشش فرمایئے یا ظفر الملک صاحب کے یہاں ملیں یحیٰی کہتے تھے کہ شاید ان کے یہاں بھی ہیں۔

اور جناب سے عرض یہ ہے کہ نعیمہ سلمہا کے وضع حمل کے لئے تعویذ ضرور مرحمت فرما دیجیے اب وضع حمل کے دن شروع ہیں نواں مہینہ ہے اس لئے خواہ کمر میں باندھنے کے لئے یا جہاں آپ ہدایت فرمائیں تاکہ وضع حمل میں آسانی ہو اور بچہ کے گلے وغیرہ میں بھی ڈالنے کے لئے بھی تعویذ مرحمت فرمایئے اور دعا فرمایئے نعیمہ سلمہا مع بچہ کے بفضلہ تعالےٰ تندرست اور اچھی رہے امید ہے کہ مزاج اقدس بخیر ہو گا۔ اس مرتبہ کیا آپ خلافت کانفرنس اور علماء کانفرنس کسی میں تشریف نہ لے جا سکے۔ مکرر گزارش ہے کہ کتب کی فراہمی کا خیال ضرور رکھیے اور تعویذ بھی ارسال فرمایئے۔ سب کی خدمت میں تسلیم عرض ہے۔

خاکسار بیگم حسرت موہانی

غزل مولانا حسرت موہانی

میرا ایماں عجب کیا ہے جو ایمانِ تصوف ہے ... تصرف جانِ مذہب عاشقی جانِ تصرف ہے
گناہ اپنا نہیں ثابت خطا کے پھر بھی ہیں قائل ... ادب کا ہے یہی شیوہ یہی شانِ تصوف ہے
ادب اک دوسرا ہے نام لطفِ عشق پرور کا ... جو رام عشق ہے جو زیرِ فرمانِ تصوف ہے
تعلق حسن "حق" میں بھی ہے العشق ہو اللہ کا[۱] ... یہی تو اصل دیں ہے رمزِ پنہانِ تصوف ہے

[۱] یعنی العشق ہو اللہ کی طرح العشق ہو الحق بھی رموزِ تصوف میں سے ہے۔ حسرت

گذر کر راہ پیچا پیچ قصد و جبر سے حسرت
یقیں اپنا مقیم شہر عرفانِ تصوف ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست کتب مطلوبہ مولانا حسرت موہانی از جیل

۲۹ جنوری ۱۹۲۳ء

۱۔ سیر المتاخرین۔ سخت ضرورت ہے اگر وہ کہیں سے عاریتاً بھی مل سکے تو ضرور بھیج دی جائے۔
۲۔ دیوان قبول مطبوعہ
۳۔ دیوان مسیحا "
۴۔ دیوان صغیر "
۵۔ اول شاد پیرو میر (دیوان دوم کی ضرورت نہیں)
۶۔ اول جلال (دوم سوم کی ضرورت نہیں)
۷۔ منتہی مطبوعہ
۸۔ آغا حجو شرف مطبوعہ
۹۔ امانت مطبوعہ
۱۰۔ شرم مطبوعہ
۱۱۔ اسد شاگرد امیر مطبوعہ
۱۲۔ نظام رامپوری مطبوعہ
۱۳۔ مثنوی اُردو مطبوعہ
۱۴۔ خورشید مطبوعہ
۱۵۔ تاریخ اودھ مصنفہ نجم الغنی رامپوری یا کسی اور کی۔

دیوان برق اور دیوان عالم مل گئے — بیگم حسرت موہانی

خطوط، مولٰنا حسرت موہانی

(۱)

۲۶ جنوری ۱۹۱۳ء — از دفتر اردوئے معلی علی گڑھ — بنام مولوی سلامت اللہ صاحب

مخدومی۔ السلام علیکم۔ آج انڈین ٹیلیگراف کے لوکل کالم میں انجمن مؤید الاسلام کے جلسہ کی خبر پڑھ کر میرے دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ مولوی عبدالباری صاحب کو جزائے خیر عنایت فرمائے حقیقت یہ ہے کہ اونہوں نے اپنے کو لاخوف

علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون کا پورا مصداق ثابت کیا ہے۔ لاریب انہوں نے وہی کیا ہے جو ایک اخلاص مرحق میں بیباک عالم اور درویش کو کرنا چاہیئے۔ جناب ممدوح کی خدمت میں میری جانب سے بعد آداب خلوص مبارکباد عرض کر دیجیے۔

نیاز مند قدیم
فقیر حسرت موہانی

(۲)

بسم اللہ الرحمان الرحیم

از للت پور ۱۴ مئی ۱۶ء از فقیر حقیر حسرت موہانی

مخدومی و مطاعی۔ السلام علیکم۔ جناب کے دو گرامی ناموں کا جواب میں نے لکھ دیا تھا غالباً نظر مبارک سے گزرا ہوگا اور جناب نے اسے بعد ملاحظہ حسب گذارش خاکسار مولانا ابوالکلام کو بھیج دیا ہوگا۔

اس کے بعد مجھ کو معلوم ہوا کہ جناب اجمیر شریف بغرض شرکت عرس تشریف لے گئے ہوں گے اس لئے اور کوئی عریضہ حاضر نہیں کیا۔ چند روز کے لئے یہاں کے مجسٹریٹ نے پرائیویٹ طور سے مجھ کو اجازت دے دی تھی کہ بغیر حکم ملتے ہوئے تم للت پور میں رہ کر گورنمنٹ سے اپنے معاملے میں خط و کتابت کرو چنانچہ میں نے کئی تحریریں اور تار بھیجے اور اب آخر میں کل یعنی ۱۴ مئی کو ایک طویل تار اس مضمون کا روانہ کیا ہے کہ میرا انکار ضد کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اخلاقی اور مذہبی عذرات کے باعث ہے چنانچہ میں علی گڑھ میں نظر بندی منظور کر سکتا ہوں بشرطیکہ (۱) حکم نظر بندی میں کسی جرم کی تصریح یا اشارہ نہ ہو تاکہ اس کے قبول کرنے کے متعلق میرا اصولی اعتراض رفع ہو جائے (۲) مجھ کو کسب رزقِ حلال مثلاً بذریعہ اشاعت تذکرۃ الشعراً وغیرہ کی اجازت ہو تاکہ مجھ کو وظیفہ بمد خیرات لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ (۳) سلب آزادی کا مجھ کو نقد معاوضہ اس قدر یکمشت یا ماہوار دیا جائے جو کاروباری نقصان کی تلافی کر سکے اس کا جواب میں نے کل یعنی ۱۵ مئی دوپہر سے قبل مانگا ہے کیونکہ اس وقت میرے خلاف مقدمہ عدول حکم کے آغاز کا مقرر ہے اگر جواب حسب دلخواہ ——— مقدمہ شروع ہوگا۔

میں نے چاہا تھا کہ اس مقدمے میں میری مدد کے لئے کوئی وکیل یا بیرسٹر معتبر موجود ہوتا تو اچھا ہوتا لیکن اس کا کچھ انتظام نہ ہو سکا میں نے کئی بیرسٹروں کو بذریعہ جوابی تار بلایا تھا مگر بعض نے رقم کثیر پیشگی طلب کی اور بعض نے عدم فرصت کا عذر کیا۔ مجبوراً میں خود پیروی کروں گا آپ دعا فرمائیں کہ سب امور حسب مراد طے ہوں۔

اگر مقدمہ شروع ہوا تو میں تین اعتراض ابتدائی کروں گا۔ (۱) خلاف ورزی حکم جو علی گڑھ میں کی گئی تھی اس لئے مقدمہ وہیں ہونا چاہیئے۔ (۲) للت پور میں مجھ کو قانونی یا مالی مدد نہیں مل سکتی اس لئے مقدمہ یہاں نہ ہو۔ (۳) حکام للت پور صرف لفٹنٹ گورنر کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں انصاف نہیں کرتے جس کا وہ خود مجھ سے اقرار کر چکے ہیں اس لئے وہ سماعت مقدمہ کے ناقابل ہیں اگر یہ عذر مسموع نہ ہوں گے تو میں التوائے مقدمہ کی درخواست کروں گا تاکہ ہائی کورٹ میں تحریک کروں۔ فقط

حسرت

(۳)

از للت پور ۱۹۱۹ء ۱۶ مئی

مخدومی مطاعی۔ کل ۱۵ مئی کو میرا مقدمہ شروع ہوا مگر میں نے ابتدائی اعتراض کیے کہ مقدمہ یہاں نہیں ہو سکتا۔ علی گڑھ میں ہونا چاہیے، الحمد للہ کہ مجھ کو بظاہر کامیابی ہوئی۔ مجسٹریٹ کچھ نہ کر سکا مجبوراً دریافت حال کے لئے غالباً جھانسی اور کہیں اور مسل روانہ کی ہے۔ میں انشاء اللہ کامیاب ہوں گا۔ آپ دعا فرماتے رہیں۔ فقط

خاکسار سید فضل الحسن حسرت موہانی

(۴)

از دفتر اردوئے معلیٰ علی گڑھ ۱۹ دسمبر ۱۹ء

(بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

مخدومی۔ السلام علیکم۔ ایک خط حیات الحسن صاحب کے ذریعہ سے ملا جس میں آپ نے مجھ کو بغرض مشورہ بلایا ہے مگر حمایت الحسن صاحب چونکہ موہان چلے گئے تھے اس لئے غالباً وہ خط آپ کا علی گڑھ سے موہان گیا اور پھر موہان سے کئی دن کے بعد اونہوں نے مجھ کو یہاں بھیجا چنانچہ وہ خط مجھ کو آج یہاں وصول ہوا۔ دو چار روز میں امرتسر جانا ہوگا غالباً آپ سب حضرات بھی وہاں جائیں گے اور وہیں ملاقات ہو جائے گی۔ اگر امرتسر جانے سے قبل ہی لکھنؤ آنے کی ضرورت ہے تو فوراً تحریر فرمائیے۔ سید فضل الرحمٰن صاحب اگر رہا ہو کر لکھنؤ میں ہوں تو اون کو بھی امرتسر بھجوائیے کہ مجھ کو اون سے بہت ضروری کام ہے۔ یہ کارڈ آپ کو ۲۰ دسمبر کو مل جائے گا اوسی دن جواب لکھ دیجیے گا تو مجھ کو ۲۱ یا ۲۲ کو ضرور مل جائے گا۔ جوابی کارڈ میں پتہ جیسا لکھا ہے بدستور وہی رہنے دیجئے گا۔

فقیر حسرت موہانی

(۵)

۳۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء از علی گڑھ (بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

مخدومی۔ السلام علیکم۔ کارڈ آپ کا ملا۔ کرتوں کے لئے ململ اور قمیضوں کے لائق مختلف قسم کے بہت سے کپڑے پائجاموں کے لئے چالینیں جس کو یہاں لٹھا کہتے ہیں۔ اور زین ہر قسم کا موجود ہے اچکن کے لئے ——— سوتی اور اونی دونوں قسم کے کپڑے ہیں شلوکہ اور رضائی و دلائی کے لئے ہلکے کپڑوں میں سے اگر آپ کہیں تو تھوڑا تھوڑا ہر قسم کا کپڑا میں اپنے ہمراہ عرس شریف میں لیتا آؤں آسانی کے ساتھ لکھنؤ میں چل سکتے ہیں اس کے متعلق مفصل گفتگو انشاء اللہ بوقت ملاقات ہوگی۔ یوم دعا گذر گیا اور بظاہر حکومت پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا بغیر کسی عملی کارروائی کے اثر ہو بھی نہیں سکتا۔ میں نے جو تجویز بائیکاٹ کی کی تھی اس پر عمل کرنے کے لئے ہندوستان میں جہاں جہاں خلافت کمیٹیاں قائم ہو گئی ہیں اون کے نمائندوں کو مقررہ تاریخ پر یکجا ہونا ضروری ہے۔ مولانا صاحب سے دریافت کر کے فوراً مجھ کو اطلاع دیجیے۔ اگر وہ رضامند ہوں تو فوراً تمام اخبارات میں اس مضمون کا اعلان کر دیجیے کہ آئندہ کوئی عملی کارروائی کرنے کے لئے خلافت کمیٹی کے نمائندوں کا ایک جلسہ مشورت لکھنؤ میں ۲۵ صفر کے بعد یعنی ۲۶ یا ۲۷ صفر کو فرنگی محل میں منعقد کیا جائے گا۔ خاص خاص لوگوں کو علیحدہ خطوط لکھ کر تار دے کر بھی بلوانا چاہیے۔ مدراس

بنگال بمبئی۔ ہر جگہ لوگ آمادہ کئے جاویں ہمارے علی گڈھ سے تو اس کے متعلق نہایت عمدہ ریزولیشن پاس کرا کے لوگوں کے پاس
بھیجا جا چکا ہے۔ اگر لکھنؤ میں انتظام ہو سکے تو اچھا ہے ورنہ مجبوراً علی گڈھ خلافت کمیٹی کو میں آمادہ کر سکتا ہوں۔ جواب دیجئے فقط۔

فقیر حسرت موہانی

(۶)

از دفتر سودیسی اسٹور علی گڈھ ۱۱؍ مارچ ۱۹۲۰ء (بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

مخدومی السلام علیکم۔ میرا ارادہ ہے کہ کل یہاں سے بغرض ووٹ متعلق بہ تجویزہائے جلسہ خلافت مورخہ ۹؍ مارچ کو ۷
بجے دن کی گاڑی سے روانہ ہو کر ۳ بجے سہ پہر کو لکھنؤ پہنچوں گا۔ امین آباد میں جالب صاحب کے یہاں اسباب رکھ کر عصر کے
وقت حاضر ہو جاؤں گا جناب مولانا عبد الباری صاحب قبلہ کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچا دیجیے گا۔

اگر اوس وقت مشیر حسین صاحب قدوائی بھی موجود ہوں تو اور بھی اچھا ہو فقط۔ فقیر حسرت موہانی

واضح ہو کہ اوس دن رات کی گاڑی سے الہ آباد چلا جاؤں گا۔ فقط۔

(۷)

(بلا تاریخ بنام حضرت مولانا)

مخدومی مطاعی۔ کرمی مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ آپ مولانا عبد القدیر صاحب بدایونی کے بھی
معتمد ہیں یہ اپنا حال خود بیان کریں گے۔ میں نے یہ چند الفاظ بطور تعارف تحریر کر دیئے فقط خاکسار حسرت موہانی
میری رائے میں محمد علی شوکت علی صاحب کے متعلق وائسرائے کے پاس ایک ڈیپوٹیشن جانا چاہیے اور ڈیپوٹیشن روانہ کرنے کی
تحریک اور تائید کے لئے جابجا جلسے ہونا چاہئے اون جلسوں کی کارروائی بذریعہ تار اخباروں میں شائع ہونا چاہئے۔ اس طرح پہ
ڈیپوٹیشن کے جانے تک عام طور پہ اس کا ملک میں چرچا رہے گا اگر یہ تجویز اور لوگ بھی پسند کریں تو (اس کے بعد کاغذ
نہیں ہے دوسری طرف حسب ذیل عبارت تھی)
حامل رقعہ ہذا کل دن بھر بریلی میں رہے کیونکہ علی گڈھ کوئی گاڑی نہیں آتی تھی آج شب کو یہاں پہنچے مگر آپ کا کوئی
خط نہیں آیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ اسی وقت لکھنؤ واپس جائیں بعد میں صلاح یہ قرار پائی کہ مراد آباد و رامپور ہوتے ہوئے جاویں
تو اچھا ہے۔ پس یہ غالباً بروز جمعہ لکھنؤ واپس پہنچیں گے۔ فقط

خط، حسن نظامی

(۱)

از درگاہ شریف دہلی ۲۴؍ جولائی ۱۹۱۷ء

صورت الحق ولایمان۔ سلام علیکم۔ نامہ عالی کا شکریہ اس دور طاغوت وطغیان میں ہر صورت ساکن ہے۔ گو صدہا

قلوب سراپا ایمان ہیں پھر اگر ایک قلب مومن اپنی صدا کو فضائے عصیاں سے ٹکرانے پر جرأت کرتا ہو۔ اس کو صوت الایمان کیوں نہ کہا جائے۔

صوت الایمان، صوت القلب کے منافی نہیں کہ ظرف کے باہر وہی آتا ہے جو اندر ہوتا ہے۔

طالب دعا حسن نظامی

(۲)

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ واذا الصحف نشرت دہلی ۱۷ رجب ۳۷ھ ۲۹ اپریل ۱۹ء

محی الایمان عدو الطغیان والعصیان مولانا محمد قیام الدین عبد الباری ما زال سیف لسانہ وقلمہ قاطعاً لاہل الظلم والشیطان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی حق گوئی حق جوئی اور حق پسندی نے تمام مسلمانوں کے لئے ایک مرکز بنانا شروع کر دیا ہے اگر اس مرکز کو مقام کا نام لے کر یاد کروں تو فرنگی محل زبان پر آتا ہے جس کے ایک جزو کا اداکرنا دل کو نہیں بھاتا لہٰذا کہتا ہوں کہ وہ "عبد الباری" کی ذات ہے۔

غضب دیکھئے اس دور اتحاد و یک جہتی میں ایک مسلمان نے ایسی کتاب لکھی ہے جس سے دل کے پاش پاش ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا کلمۂ توحید قبول نہیں ہوتا اور ان کے منہ پر مارا جاتا ہے اور سنیوں کے نامور پیشوا حضرت جعفر نہروالی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں تحریر کیا ہے کہ (معاذ اللہ) وہ خناس تھے گمراہ تھے مصاحب ابلیس تھے شیطان تھے وغیرہ اس خطا پر کہ ایک زمانہ میں انہوں نے بارہ کے شیعوں کو سُنی بنا لیا تھا جو اب تک سُنی ہیں ان بزرگ کا مزار احمد آباد گجرات میں ہے اور عام مخلوق کا مرجع ہے۔

اب استفتا یہ ہے کہ کتاب مذکور جس میں ہر قسم کی بے ہودگی ہے اس قابل ہے یا نہیں کہ سنی اس کے خلاف آواز بلند کریں اور اس مصنف کتاب کی نسبت کیا ارشاد محکمہ شریعت کا ہے۔

جواب بحوالہ نص قرآن و حدیث عنایت ہو کہ سب مسلمانوں کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔

محتاج دعا حسن نظامی

(۳)

از درگاہ شریف دہلی ۱۷ ستمبر ۱۹ء

مولانا السلام علیکم

دعوت نامہ پہنچا، اگرچہ موسمی ہواؤں کا شکار ہو رہا ہوں تاہم معاملہ کی اہمیت اس قابل ہے کہ حاضر خدمت ہوں۔ میں خود اور واحدی صاحب اڈیٹر نظام المشائخ و خطیب و مولانا عارف اڈیٹر انقلاب و کانگریس شریک ہونے کا قصد مصمم رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ۔

حسن نظامی

(۴)

داذا الصحف نشرت

درگاہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ — دہلی یکم اپریل ۲۰ء

مولٰنا عبدالباری صاحب صوت الایمان السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۔ آپ اس کی ضرورت سمجھتے ہیں یا نہیں کہ ہندستان میں ایک ایسا لیڈر ہونا چاہیے جو تمام لیڈروں اور تمام ہندوستانی اقوام کا متحدہ مرکز ہو اور اس کی رائے ہر جماعت میں قبول کی جائے۔

۲۔ اگر آپ اس کو ضروری سمجھتے ہیں تو بتلائیے کس طریقہ اور کس طرز عمل سے ایسا لیڈر بنایا جا سکتا ہے، یہ کام پبلک کا ہے کہ وہ ایسا لیڈر بنائے یا خود لیڈر کا ہے کہ وہ ایسا لیڈر بنے۔

۳۔ ایسے لیڈر میں کیا اوصاف ہونا چاہئیں۔

۴۔ مصر میں ایک عیسائی زاغلول پاشا کو مسلمانوں نے بھی اپنا متحدہ لیڈر بنا لیا ہے اور وہاں مسلمان اور عیسائی لیڈر اور پبلک علماء و مشائخ زاغلول پاشا کی اطاعت کرتے ہیں، تو کیا ہندوستان میں غیر مسلم لیڈر کی مسلمان اطاعت کر سکیں گے یا مسلمان لیڈر کی غیر مسلم اقوام تابعداری کر سکیں گی۔

۵۔ مسلمان مسئلہ خلافت اور سیاسی معاملات کے لئے ایک مسلمہ متحدہ امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی تجویز کریں تو غیر مسلم ہندی اقوام اس میں شریک ہو سکیں گی یا نہیں۔

خواستگار جواب حسن نظامی

(۵)

دفتر اخبار روزانہ "رعیت" دہلی

۲۸ مئی ۲۰ء — حضرت صوت الایمان السلام علیکم

مکتوب دعوت جلسہ الٰہ آباد کا شکریہ، اخبار کی از حد مصروفیت کے سبب حاضر نہ ہو سکوں گا۔

حالات آئیں گے تو ان پر جو کچھ ممکن ہو گا لکھ کر فرض ادا کروں گا۔

محتاج دعا حسن نظامی

(۶)

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ — دہلی ۱۳ رجب ۴۱ھ

صوت الایمان حضرت مولٰنا عبدالباری صاحب

السلام علیکم۔ کل آپ کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے تمام واقعات دیوانی اجمیر شریف اور اقرار نامہ کے الفاظ وغیرہ پر غور کیا اور میرے دل نے یہ فیصلہ کیا۔

منصب دیوانی کی دو حالتیں ہیں ایک ارثی اور ایک انتخابی وراثت کے حصہ میں اہلیت و نا اہلیت ضروری نہیں ہے تو جبکہ سید آل رسول اہل ہی ہیں تو ہر لحاظ سے انکا حق فائق ہے اور کسی کو ان کے حق وراثت کے خلاف کچھ کہنے یا کرنے کا حق نہیں ہے۔

انتخابی صورت اجمیر شریف کی روایات قدیمہ کے خلاف ہے وہاں کبھی اقرار نامہ نہیں لکھوایا گیا اور نہ یہ انتخاب کرنے کا جلسہ ہوا۔ آپ کا بنفس نفیس دخل دینا بلحاظ بزرگی جائز ہے مگر کل کے کاغذ میں اور جن لوگوں کے نام تھے میرے خیال میں ان میں سے ایک کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ اجمیر شریف کے مسئلہ دیوانی میں دخل دے سکے۔

یہ خلافت کمیٹی یا انگورہ کی مجلس ملی نہیں ہے جہاں ممبران ہوتے ہیں یہ ایک روحانی اور شخصی عہدہ ہے جس کو خود مختار دیکھتے اور سنتے آتے ہیں، لہذا میں ادب کے ساتھ آپ کی مجلس سے اختلاف کرتا ہوں اور سید آل رسول صاحب کو اس عہدہ کا اہل اور حقدار خیال کرکے عام تائید شائع کرنے کو بھیج رہا ہوں۔

عہدہ کا تصفیہ ہو جانے دیجیے پھر یہ میرا کام ہے کہ سید آل رسول آپ کی تمام ان تجاویز پر حرف بحرف عمل کریں گے جن کا ذکر کل زبانی آیا تھا۔

امیدوار جواب

حسن نظامی

(۷)

اللہ

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ — دہلی ۶ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ

بخدمت حضرت صوت الایمان مولینا عبدالباری صاحب

السلام علیکم — اخبار ٹائمز آف انڈیا بمبئی ہفتہ وار مورخہ ۳۰ دسمبر ۲۳ء میں ایک انگریزی نامہ نگار نے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کے خلاف نہایت دل آزار مضمون شائع کرایا ہے جس میں لکھا ہے۔

"وہ ٹھگ اور ڈاکو تھے، ہندستان میں انہی سے ٹھگی کا نظام قائم ہوا، ٹھگ اور ڈاکو اب تک ان کو اپنا پیر خیال کرتے ہیں۔"

میں نے اس کے خلاف کارروائی شروع کی ہے اگر آپ بھی اخبارات کے نام ایک اطلاع اس کے خلاف شائع فرمادیں تو اچھا اثر ہوگا اور بزرگوں کی ایک خدمت ہوگی۔

نیاز مند

حسن نظامی

(۸)

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی — دہلی - ۲۳ فروری ۲۴ء

بخدمت صوت الایمان حضرت مولینا عبدالباری صاحب

السلام علیکم، میں بدقسمت رہا حضرت تشریف لائے، شرف لقا میسر نہ آیا، جموں گیا تھا، اپنا فرض عمدگی سے ادا کیا، مہاراج سے مل کر مسلمانان کشمیر کے تحفظ کا وہ کام ہوگیا جو اور ذرائع سے ناممکن تھا۔

خادم حسن نظامی

(۹)

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ — دہلی ۶ اپریل ۲۴ء

حضرت مولینا عبدالباری صاحب صوت الایمان

السلام علیکم، درویش یکم اپریل میں جو نوٹ بہ سلسلہ شذرات آپ کے خلاف شائع ہوا ہے اس سے مجھے کچھ تعلق نہیں نہ میرے

علم میں وہ لکھا گیا نہ اس وقت میں دہلی میں تھا۔ رسالہ کے اڈیٹر دوسرے صاحب ہیں، میں اس نوٹ کے لہجہ کو ناپسند کرتا ہوں۔ اطلاعاً عرض ہے۔

حسن نظامی

خطوط، سید جالب دہلوی

(۱)

روزنامہ "ہمدم" امین آباد لکھنؤ

۵ر اگست ۱۹۱۹ء

مخدوم منا و مطاعنا

تسلیم نیاز۔ بجواب نامہ گرامی جو مجھے دفتر جانے کے وقت ملا ہے۔ عرض پرداز ہوں کہ مجھے کل دو بجے دن کے یکایک بخار چڑھ آیا اس لئے شام کو باہر نہ جا سکا۔ خدا جانے جلسہ شوریٰ بغرض ترتیب تجاویز جلسہ منعقد ہوا یا نہیں۔ میں نے تاکید کی تھی اور مسٹر عبدالوالی نے جلسہ ضرور منعقد کرنے کا وعدہ کر لیا تھا، تعجب ہے کہ انہوں نے آپ کو اطلاع نہیں دی اور اشتہارات بھی بڑے تنگ وقت پر بھیجے، جس قدر ممکن ہو جلسہ کو شاندار اور کامیاب بنانا ضروری ہے، میں آپ کی تجویز اسی وقت اور آپ کے آدمیوں کو مسٹر عبدالوالی کے پاس بھیج رہا ہوں اگر وہ اس تحریک کو داخل ایجنڈا کر سکیں گے تو ضرور کوشش کریں گے خدا کرے آج بخار صاحب تشریف نہ لائیں تاکہ میں جلسہ میں شامل ہو سکوں۔ فقط زیادہ آداب نیاز۔

آنجناب کا خادم سید جالب

(۲)

از دفتر ہمدم، امین آباد

۱۵ر اگست ۱۹ء

مخدومی و مطاعی

تسلیم نیاز۔ اس عریضہ کے ساتھ دو ہزار کاپیاں میموریل مسلمانان انگلستان و روئیداد جلسہ لکھنؤ کی ابلاغ خدمت کرتا ہوں مجھے خود ان کے چھپوانے میں عجلت کا خیال تھا لیکن افسوس ہے کہ اول سے آخر تک مشکلات کا سامنا ہوا، جس کاتب کو کام سپرد کیا گیا تھا وہ بیمار پڑ گیا اور دوسروں کی مدد سے اتوار کی صبح کو کاپی بعد تصحیح مکمل ہوئی اس کے بعد مطبع والوں نے جو جذبات قومی و دینی سے خالی ہیں دقتیں پیدا کیں، گلشن ابراہیم والوں نے تو صاف انکار کر دیا اور مدد مطبع والوں نے کاپی لے کر دو روز بعد باظہار مجبوری واپس بھیج دی ناچار مجھے اپنے ہی پریس میں انتظام کرنا پڑا حالانکہ یہاں اخبار بھی پورا نہیں چھپ سکتا اور ادور قائم ہوتا ہے، بہرحال کل شام کو پوری کاپیاں چھپ گئی ہیں اور میں اس وقت ان کو خدمت اقدس میں بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ (میموریل) والا خط آپ نے چھپوا لیا ہوگا اور آج کچھ پیکٹ روانہ ہو جائیں گے۔

آج کے پرچہ میں وہ میموریل بھی چھپ رہا ہے جو سیٹھ یعقوب حسن صاحب نے مسلم لیگ کی طرف سے وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کیا ہے اس میموریل کا مقصد بھی اہم ہے اور دلائل مختلف مگر پُر زور ہیں۔ میں نے والی کو لکھا ہے کہ

(مسلم لیگ) کی طرف سے اسکو علیحدہ چھپوایا ہیں میری طبیعت دس روز کی کسمندی کے بعد کل سے ذرا درست ہوئی ہے، انشاء اللہ عزوجل فردا ہیں حاضر خدمت ہو سکوں گا۔ مسلم لیگ والوں کے پانچ سو کاپیاں لینے کے باعث میں نے میموریل کی چھپائی وغیرہ کا خرچ گھٹا دیا ہے، اور اب کوئی رقم آپ کے ذمہ واجب نہیں ہے بلکہ آپ کے عـــہ روپیہ چند آنہ مرے ذمہ نکلتے ہیں جو میں کسی وقت حاضر خدمت ہو کر پیش کر دوں گا۔

بخیال کفایت میموریل باریک لکھائی ہے مگر بہت اچھا چھپا ہے۔

سید جالب

(۳)

۹؍ستمبر ۱۹ــــہ

مخدومی و مطاعی

بعد آداب نیاز کے عرض پرداز ہوں کہ چھوٹانی صاحب کا نام آج شائع کر دیا جائے گا۔ میں اسی وقت والی صاحب کو بھی اطلاع دے رہا ہوں کہ جو نوٹس ابھی باہر روانہ نہیں ہوئے ہیں ان میں چھوٹانی صاحب کا نام بڑھا دیا جائے، جلسہ کی تبدیلی تاریخ کے متعلق ابھی مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی اور میرا خیال ہے کہ تاریخ تبدیل نہ ہونا چاہیئے اگرچہ کئی قسم کی دقتیں ضرور ہیں کیونکہ ۲۲ر کو نینی تال پہ کونسل کا جلسہ اور ۲۳ر کو علی گڑھ میں مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کا جلسہ ہے تاہم اپنی طرف سے پوری کوشش ہو جانی چاہیئے کہ جلسہ پورا کامیاب ہو۔ میں نے اس روز شب کو جو آپ سے عرض کیا تھا راہ معاملات کی حالت پر گہری نظر ڈال کر کہا تھا اور افسوس ہے کہ وہی صورت ظاہر ہو رہی ہے، مولوی ظہور احمد صاحب سے آج شام کو ملوں گا اور انھیں مزید کوشش پر مائل کروں گا، شیخ شاہد حسین صاحب باہر چلے گئے ہیں شاید بقرعید بعد واپس آئیں گے وہ یہاں بقرعید کی نماز نہیں پڑھنی چاہتے جس کا سبب حضور کو معلوم ہے، میں اپنی طرف سے کوئی عرض حال نہیں کر سکتا البتہ بالائی کوشش کرنے کو تیار ہوں اور تیار کر دوں گا اس میں حضور کی بھی کوشش فرمانے کی ضرورت ہے اور خواہ بدمزگی کا اندیشہ ہو مگر ضروری قومی کام میں اس کا خیال نہ کیا جائے اور اس کو مدد دی جائے۔

حضور کا پرچہ وقت پر مل گیا ہے میں اس وقت دفتر جا رہا ہوں۔

خادم سید جالب دہلوی

(۴)

از سہارن پور محلہ خانہ باغ
وقت پونے گیارہ بجے شب درمیان شنبہ و یکشنبہ

۱۳؍ستمبر ۱۹ــــہ

مخدومی و مطاعی

تسلیم نیاز، میں حضور سے رخصت ہونے کے بعد کامل دو گھنٹے مکان میں کام کرتا رہا اور بہ مشکل کھانا کھانے کی فرصت نکال سکا حالانکہ اس قدر عجلت بیکار تھی کیونکہ جس گاڑی سے میں روانہ ہوا وہ ۱½ گھنٹے کی دیر سے آئی اور اس دیر کے باعث اس

کی مصلحت ایک حد تک زائل ہوگئی اگر وہ اپنے وقت پر ۱۱ بجے روانہ ہوتی تو آج ۲ بجے یہاں پہنچ جاتی مگر دیر چلنے کے باعث اس کو بڑے بڑے اسٹیشنوں پر سابق ٹرین کے ہٹنے کا انتظار کرنا پڑا اور پھر پلیٹ فارم پر آنے کا موقع ملا، سہارن پور میں بھی اسٹیشن سے آدھ میل اس طرف پر ۲۰ منٹ کھڑی رہی اس طرح یہ پورے تین گھنٹہ کی دیر سے یہاں پہنچی،

مجھے گو گاڑی میں ذرا بھی آرام نہیں ملا لیکن یہاں پہنچ کر دم لینے کا موقع نہیں تھا چنانچہ میں چار بجے تانگے کر روانہ ہوگیا اور ۹ بجے تک قریباً آٹھ دس معزز و با اثر اصحاب سے ملا سب کو میں نے ہمدرد پایا اور نصف سے زیادہ نے شرکت کانفرنس کا وعدہ فرمایا لیکن یہ معلوم کرکے سخت افسوس ہوا کہ یہاں کے اکابر علما کو دفتر کانفرنس نے آپ کی طرف سے کوئی بلاوا نہیں بھیجا میں نے والی کو بھی لکھ دیا ہے اور آپ سے بھی استدعا ہے کہ مندرجۂ ذیل حضرات کو رسالے روانہ کردیں اور دعوتی نوٹس بھجوا دیں۔

۱۔ مولانا خلیل احمد صاحب مدرس اعلیٰ مظاہر العلوم سہارن پور۔
۲۔ مولوی فضل الرحمٰن صاحب محلہ قاضیان سہارنپور
۳۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب محلہ قاضیان سہارن پور
۴۔ مولوی حبیب الدین شہید گنج سہارن پور
۵۔ رائے بہادر عبدالرحمٰن خان صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ ضلع سہارن پور۔

میں اس وقت کی ڈاک سے روانہ ہورہا ہوں اور ان شاء اللہ کل بارہ بجے دوپہر کو لاہور پہنچ جاؤں گا، مجھ کو تار دفتر پیسہ اخبار کی معرفت دیا جاسکتا ہے جاتے آتے میں امرتسر بھی ٹھہروں گا، سب کی خدمت میں تسلیم نیاز اور مزید کوشش کی استدعا۔

خادم سید جالب

(۵)

شب ۲۷ ستمبر ۱۹ء

مخدومی مکرمی جناب مولانا صاحب

تسلیم نیاز۔ باعث تحریر یہ ہے کہ اس وقت مکان پر آنے کے بعد مبلغ ۵۰ روپیہ بابت چندہ فراہم کردہ مستورات برائے آنریبل سیٹھ یعقوب حسن صاحب بدست کرمی حکیم محمد اسماعیل صاحب ذبیح مجھے مل گئے ہیں میں اس کی رسید اخبار میں خاص طریقہ سے دے دوں گا اور یہ روپیہ سیٹھ صاحب موصوف کو جانے والی رقم میں شامل کر دوں گا۔ فقط

آپ کا خادم سید جالب

(۶)

از گلی ننھے خان پہلوان کوچہ چیلان نزد فیض بازار دہلی ۲ نومبر ۱۹ء

مخدومی مطاعی

تسلیم نیاز۔ الحمدللہ کہ میں یہاں بخیریت ہوں اور آنجناب کی صحت و عافیت کے لئے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا۔

افسوس ہے کہ دہلی میں چھ ہفتے سے بخار کا سخت زور ہے گھر گھر اسپتال بنا ہوا ہے میرے گھر میں عشرت کو بفضلہٖ آرام ہو گیا ہے لیکن میرا چھوٹا بھانجا اور بھانجی اب تک مبتلائے بخار ہیں کوئی چھوٹا بڑا یہاں ایسا باقی نہیں رہا جس کو بخار کا حصہ کم و بیش نہ پہنچ گیا ہو لیکن خدا کا شکر ہے کہ جانوں کی خیریت ہے اب البتہ سردی کے بڑھنے سے نزلہ و نمونیہ کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے اللہ اپنے بندوں پر رحم کرے، میں والد ماجد کے فاتحہ سے جمعہ کی سہ پہر تک فارغ ہو گیا تھا اور شنبہ کو روانگی کا ارادہ رکھتا تھا جمعہ کی دوپہر کو عارف صاحب سے ملاقات ہوئی جنہوں نے حضور کی تجویز سے اطلاع دی پھر حضور کا گرامی نامہ بھی موصول ہوا میں نے فوراً کام شروع کر دیا ہے اور اس وقت تک جناب حاذق الملک ڈاکٹر انصاری نواب میرزا احمد خان شمس العلماء امام صاحب خانصاحب لودی عبداللہ خانصاحب شیخ عزیز الدین مولوی اسماعیل بیرسٹر، حافظ احمد سعید چودہری عبدالرحیم و دیگر اصحاب کی خدمت میں حاضر ہو کر سب کو ہموار کر چکا ہوں۔ یہاں بھی بدقسمتی سے لکھنؤ کے مانند اختلافات ہیں اور بہت طول پکڑ گئے ہیں۔ ایک پارٹی والے دوسروں کے ساتھ مل کر کام نہیں کرنا چاہتے۔ مگر میں نے کانفرنس یا مجلس شوریٰ پر سب کو متحد کر لیا ہے اور اواخر نومبر میں اس کا اجلاس کرنے کے لئے بخوبی انتظام ہو سکتا ہے اس کا طریقہ یہ بتایا جاتا ہے کہ خلافت کمیٹی اپنا ایک سیاسی جلسہ منعقد کرے اور دہلی سے اس کو دعوت دی جائے استقبالی کمیٹی میں انشاء اللہ تمام طبقوں اور پارٹیوں کے لوگ کام کریں گے۔ لیکن آپ خلافت کمیٹی بمبئی سے تحریک فرمائیں کہ وہ اپنے یہاں ایک سیاسی اجلاس کسی مقام پر کرنے کی تجویز پاس کرے اس تجویز کے پہنچتے ہی ان کو دعوت دہلی سے بھیج دی جائے گی اور اجلاس کا خواہ وہ بڑی کانفرنس ہو یا چھوٹی مجلس شوریٰ انتظام خاطر خواہ کر دیا جائے گا یا جو دوسرا طریقہ حضور تجویز فرمائیں۔ میں میرٹھ مراد آباد بریلی میں اس کی تحریک کراؤں گا، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ بڑی کانفرنس کرنی چاہیں تو اس کے انتظامات کے لئے سب لوگوں کو شریک کرنے کے لئے مجھے پہلے سے دہلی آنا پڑے گا۔

اس عریضہ کے پہنچنے پر مجھے دہلی میں بذریعہ تار اور میرٹھ میں بذریعہ خط فوری ہدایات مل سکتی ہیں اور اگر تاخیر سے جواب لکھا جائے تو دفتر زمیندار اعظم کی معرفت مراد آباد بھیجا جائے کیونکہ میں کل شام یا پرسوں صبح یہاں سے میرٹھ چلا جاؤں گا اور وہاں ایک روز ٹھہر کر مراد آباد میں ٹھہرتا ہوا جمعہ یا شنبہ تک لکھنؤ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ بخدمت مولوی سلامت اللہ صاحب و مولوی الطاف الرحمن صاحب تسلیم نیاز دیگر پرسان احوال کو ما وجب۔

عریضہ نیاز

سید جالب

(۷)

۱۴ نومبر ۱۹ء

مخدومی و مطاعی

آداب نیاز۔ کل حضور کے جلسہ میں رونق افروز ہونے کی توقع تھی مگر افسوس کہ مایوسی ہوئی جلسہ میں جو کیفیت رہی وہ غالباً مولوی سلامت اللہ صاحب کی زبانی سامع اقدس تک پہنچی ہوگی۔ مجھے عارضی سکرٹری شپ کا بار ڈال دیا گیا جس کو مجبوراً مجھے اٹھانا پڑا چنانچہ آج صبح سے اسی کام میں لگا ہوا ہوں، جناب حاذق الملک کو انتخاب ڈیلی گیٹ صاحبان کی اطلاع بذریعہ تار دے چکا ہوں اور فیض آباد

ردولی وبارہ بنکی کی خلافت کمیٹیوں کے عہدہ داروں کو ڈیلی گیٹ منتخب کرنے کے لئے تار بھیج چکا ہوں، مولوی نورالحسن صاحب کاکوروی میں دستی خط بھجوا رہا ہوں اور فیض آباد بارہ بنکی، ردولی، سیتاپور، گونڈہ میں بعض اصحاب کو خط لکھ چکا ہوں پہلے بھی میں نے کئی خط روانہ انتخاب ڈیلیگیٹیاں کی سفارش میں بھیجے ہیں اب ان کو باضابطہ لکھ رہا ہوں، دیگر مقامات اودھ میں کمیٹیاں قائم ہونے کا پتہ نہیں لگا لیکن مختلف اصحاب کو لکھنے کا ارادہ ہے، روپیہ میں نے ظفر الملک صاحب کے حوالہ کر دیا ہے کیونکہ میں مالی کام سے ڈرتا ہوں صرف عہ ۱۱؍ تاروں کیلئے لیے تھے جو اس وقت خرچ کئے ہیں۔

حضور سے یہ گزارش کرنے کی ضرورت ہے کہ جو روپے مجھے دیئے گئے تھے ان میں سے ما عہ کا کاغذ خرید کر رکھ آیا ہوں اور عـــہ روپیہ بحری تار و دیگر اخراجات وغیرہ میں اٹھے ہیں جس کا حساب میں نے لکھ رکھا ہے اس کے قبل کے روپیہ کا تصفیہ حساب دفتر مسلم لیگ سے حساب ملنے پر موقوف ہے ممکن ہے کہ اس میں عہ یا کچھ زیادہ روپے حضور کے میرے ذمہ نکلیں آج کے تاروں اور خطوں کا ذکر خرچ خلافت کمیٹی سے لیا گیا ہے اپنے کانفرنس میں جانے کے لیئے میں دفتر ہمدم سے خرچ لینے کی کوشش کروں گا لیکن ممکن ہے کہ انگریز اصحاب جن کو انتظام میں دخل ہے اس پر کوئی پرخاش پیدا کریں اگر شیخ شاہد حسین صاحب سے باضابطہ تحریری منظوری مل سکے تو کافی ہے اور وہ ایسی منظوری فوراً دے دیں گے لیکن میں پانچ روز سے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کر رہا ہوں اور کامیاب نہیں ہوتا اس روز مخدومی الطاف الرحمٰن صاحب نے بمبئی والوں کی طرف سے کہا تھا کہ وہ ترتیب رپورٹ یا رسالہ کا خرچ دینے کو آمادہ ہیں اور حضور کو انہوں نے اختیار دیا ہے پس اب آنحضور ایک فیصلہ صادر فرمائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے کہ آیا میں لکھنؤ کانفرنس کی اردو رپورٹ کو انگریزی میں تیار کروں یا مجوزہ رسالہ لکھوں اس رپورٹ اور رسالہ کو کن حدود کے اندر رکھوں تاکہ ایک معینہ رقم سے زیادہ خرچ نہ ہو وہ معینہ رقم کہاں تک ہوگی نیز آئندہ دہلی کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ مجھے مرتب کرنا پڑے گی یا کوئی اور اس کام کو سرانجام دے گا۔ میری استدعا ہے کہ ان امور پر حضور اپنے صحیح منشا سے آگاہ فرمائیں میں کل حصولِ نیاز کی کوشش کروں گا۔

آپ کا خادم

سید جالب

(۸)

دفتر ہمدم ۲۰ دسمبر ۱۹ء

مخدومی و مطاعی

بعد ادائے آدابِ نیاز کے عرض پرداز ہوں کہ ان دنوں تقریباً دو ہفتے سے آنجناب کی خدمت میں حاضری کا موقع نہ ملا مجھے سخت اشتیاق ہے، جناب نے بھی شاید شام کی ہوا خوری ترک کر دی ہے میرے لئے سخت سردی میں شام کو باہر نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ لیکن اس پر بھی میں نے اس روز ضیافت میں شرکت کا مصمم ارادہ کیا۔ بعد میں یاد آیا کہ میں اسی شام کو قاضی عبدالغفار و فاروق صاحبان کو اپنے یہاں مدعو کر چکا ہوں اس لئے مجبور رہا۔ اسی مضمون کی معذرت دوسرے پرچہ پر مولوی الطاف الرحمٰن صاحب کو لکھی ہے جو آپ ان کے حوالہ کر دیں۔

بہت سے امور دریافت طلب ہیں وفد کی بابت کیا طے ہوا، آنجناب کب امرتسر تشریف لے جائیں گے آیا دہلی ہو کر

جائیں گے یا براہ راست میں ۲۴ کو جانے کا ارادہ کر رہا ہوں اگر آپ بھی اسی روز یا ۲۵ کو تشریف لے جائیں تو راستہ بھر قدم بوسی کا موقع ملے گا۔ خدا جانے ڈیلی گیٹوں کے لئے درجہ ریزرو کرنے کا کوئی انتظام ہوا یا نہیں آج شام کو پنڈت گوکرن ناتھ صاحب سے ملتا ہوا جاؤں گا سنا ہے کہ شیخ شاہد حسین صاحب بھی جائیں گے اور خلافت کانفرنس میں کچھ تقریر بھی کریں گے ہر دو خطوط بعد مطالعہ واپس بھیجتا ہوں ان کے متعلق کئی امور قابل غور و بحث ہیں میں انشاء اللہ کل دس بجے کے قریب حاضر خدمت ہونے کی کوشش کروں گا اور پھر اس طرف سے نخاس چلا جاؤں گا۔ ایک ضروری امر قابل گزارش یہ ہے کہ آج میں نے جمعیۃ علماء پر ایک لیڈر لکھا ہے جو پرسوں نکلے گا اس کو آنجناب ملاحظہ فرمائیں اور علماء کی خود نام نہاد "سیاسی رہنمائی" پر آمادہ ہونے کی بابت اظہار خیالات فرمائیں۔ اس وقت کئی اطراف میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں حضور کا مضمون ہمدم میں نکلنے سے معاملہ ایک حد تک صاف ہو جائے گا۔

فقط۔ خادم سید جالب

(۹)

۲۲ دسمبر ۱۹ء

مخدومی و مطاعی

تسلیم نیاز، کل میں قبل از دوپہر حاضر ہونے کا مصمم ارادہ رکھتا تھا لیکن پرسوں جوڈیشل سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کا تار ملا کہ جیل کمیٹی کے روبرو تم کو شہادت دینی چاہئے، سوالات مرسلہ کا جواب فوراً ارسال کرنا چاہیے میں میعاد معینہ (۱۵ اکتوبر تک) گزر جانے اور جوابات بوجہ مصروفیت مسئلہ خلافت و یوم الدعا مرتب نہ کر سکنے کے باعث مایوس ہو گیا تھا اور کاغذات کو میں نے کہیں رکھ دیا تھا اب تار ملنے پر کل ان کو ڈھونڈنا پڑا اور اسی سلسلہ میں کاغذات کو میں نے چھانٹ لینا چاہا اس میں ۸ بجے صبح سے ایک بجے بعد از دوپہر تک کا وقت گزر گیا اور پھر بھائی فضل الرحمٰن صاحب تشریف لے آئے جن کو میں نے انہی سوالات کے جوابات کی تیاری میں مدد لینے کے لئے بلایا تھا، شب کو خلافت کمیٹی کے جلسہ میں حضور کی زیارت ہونے کی امید تھی مگر آپ کے ہاں سوائے مولوی صبغۃ اللہ صاحب کے کوئی نہیں آیا، اب میں آج شام کو جس طرح بھی بن پڑے گا حاضر خدمت ہونے کی کوشش کروں گا آج سہ پہر کو میری حاضری سے قبل وہ مضمون جمعیۃ العلماء پر ہمدم میں نکل جائے گا اس کو حضور ملاحظہ فرمائیں اور اس کے متعلق ایک تحریر ضرور ہمدم کے لئے عطا فرمائیں تاکہ جو غلط فہمیاں ہمدم اور حضور کے تعلقات کے سلسلہ میں پیدا ہو گئی ہیں وہ رفع ہو جائیں میں نے ۲۴ کو روانگی امرتسر کا ارادہ کیا ہے ممتاز حسین و احسن بھی ساتھ چلنے کو آمادہ ہیں خدا کرے درجہ ریزرو ہو سکے ورنہ راستہ میں بہت تکلیف کا اندیشہ ہے، میں یہ عریضہ لکھ چکا تھا کہ حامل پرچہ ہذا مولوی ارادۃ اللہ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضور ملیح آباد تشریف لے گئے ہیں اور وہاں سے کل صبح واپس تشریف لائیں گے یہ بھی سُنا کہ حضور کل ہی امرتسر روانہ ہو جائیں گے اس کی سخت ضرورت ہے کہ قبل از روانگی میں حاضر خدمت ہو سکوں پس کل صبح یہ عریضہ پڑھنے کے بعد جواب دفتر بھجوا دیں کہ میں کس وقت نیاز حاصل کر سکتا ہوں۔ آپ کا خادم سید جالب

(۱۰)

یکم اپریل ۱۹۲۰ء

مخدومی و مطاعی تسلیم نیاز۔ مجھے یہ دریافت کر کے گونہ تعجب ہوا کہ آپ کل دوپہر سے تشریف لائے ہوئے ہیں کاش کہ مجھے کل ہی خبر مل

جاتی تو میں شب کو حاضر ہوتا آج شب کو ایک صاحب باہر سے تشریف لانے والے ہیں اس سئے میں انشا اللہ کل دس بجے تک حاضر خدمت ہونے کی کوشش کروں گا اگر این آباد ہائی اسکول کا جلسہ تقسیم انعام نہ ہوتا تو میں مغرب سے قبل نیاز حاصل کر لیتا ۔

مسٹر احسان الرحمٰن اور مولانا ابوالکلام صاحب کا ایک ایک خط پڑھ کر واپس بھیج کر ایک مضمون احسان صاحب کا اور ایک خط سید سلیمان صاحب کا میں نے رکھ لیا ہے مضمون چھاپا جائے گا اور میرا خیال ہے کہ سید سلیمان صاحب کے خط کے بعض بعض حصے بھی چھپ کر مفید ہوں گے ۔ ان کو بغور پڑھ کر اُن حصوں کا اقتباس کروں گا ۔ مولانا ابوالکلام صاحب نے جو فریاد کی ہے میں خود مہینوں سے اسی کا رونا رو رہا ہوں میرا خیال ہے کہ اب شور و غل تو بالکل ختم ہونا چاہیے اور ہمیں خاموشی کے ساتھ مضبوط کام کرنا چاہیئے ۔ آج ایک صاحب میرے پاس اعلیٰ حلقوں سے اس امر کی جستجو میں آئے تھے کہ مسلمانوں نے ترکی شرائط صلح کے طے ہونے کے بعد کیا ارادہ کر رکھا ہے ظاہر کہ شرائط نہایت ناموافق اور ذلت انگیز ہوں گے ۔ آپ کا پروگرام کب تشریف لے جائیں گے میں بھی شاید اتوار کے جلسہ میں شامل ہو سکوں گا اور دوشنبہ کو واپس آکر اخبار نکال سکوں گا ۔ انتظام درست ہو چلا ہے شاید اگلے ہفتہ میں بفضلہ تعالےٰ چھ صفحہ کا پرچہ نکل سکے گا ۔ فقط

آپ کا خادم

سید جالب دہلوی

(۱۱)

۱۴ جولائی سنہ

مخدومی و مکرمی ۔ میرے پاس کوئی مضمون مشیر حسین صاحب کا ترجمہ کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کا پیام وائسرائے کا جواب ہے جو میں کوئی لکھنے والا نہ ہونے کی وجہ سے بتدریج ترجمہ کر رہا ہوں اور جناب مولانا کی ہدایت کے موافق اس کی کاپی لکھوا رہا ہوں ترجمہ مکمل ہو کر چھپ جائے گا تو حاضر کیا جائے گا ۔

حسن نظامی صاحب کا تار دیکھا مولینا کا جواب اس پر نہایت معقول اور مناسب ہے میں اس کو اخبار میں چھاپ دینا چاہتا ہوں اس لئے رکھ لیا ہے ۔

مولوی عظمت اللہ صاحب کے نام کئی روز سے اخبار جا رہا ہے اگر آپ نے قیمت اخبار لانے والے کو دے دی ہے ۔ تو اس سے رسید طلب فرمایئے میں بھی کل دفتر میں دریافت کر لوں گا ۔ جناب مولانا کب تک بمبئی کا قصد رکھتے ہیں میں اس ہفتہ میں پھر باہر جانے اور مسلسل دس بارہ یوم تک سفر میں رہنے کا ارادہ کر رہا ہوں خدا کرے کوئی امر مانع کار نہ ہو ۔

آپ کا خادم سید جالب دہلوی

(۱۲)

مخدومی مکرمی

تسلیم نیاز میں گذشتہ یکشنبہ سے بخار میں مبتلا ہوں اور ہفتہ کے آخری ایام میں درد سر کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے منیجر ہمارے شیخ شاہد حسین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ ہردوئی گئے ہوئے تھے کل صبح کو ملے تو انہوں نے میرے متعلق فیصلہ دریافت کیا

انہوں نے فرمایا کہ لاٹ صاحب کے حکم کا انتظار ہے اور سرراجہ صاحب اس کے متعلق ہی فیصلہ کریں گے۔ مجھے بھی وہی کرنا پڑے گا اس کے بعد انہوں نے میری بیماری کا تذکرہ کیا اور کہا کہ وہ بہ مشکل اب تک دفتر میں آکر کام کر رہے ہیں لیکن نہیں معلوم کہ کب تک اس طرح کام کر سکیں اس لئے فیصلہ ہونے تک انہیں رخصت دے دی جائے اس پر شیخ شاہد حسین صاحب نے فرمایا کہ اخبار کا کام کون کرے گا۔ انہوں نے میرے رقعہ میں انیس احمد صاحب کو عارضی طور پر انچارج کرنے کی تجویز ہونے کا حوالہ دیا جس پر پہلے تو وہ فرمانے لگے کہ ہمدم میں روپیہ کی کمی ہے اور مالی حالت کیسی ہے آخر میں بہ مشکل انہوں نے جواب دیا کہ انیس احمد صاحب سے گفتگو کی جائے اس کے بعد میں نے انیس صاحب کو بلایا تو معلوم ہوا کہ وہ باہر گئے ہوئے ہیں میں نے آج سے ڈاکٹر انصاری صاحب کی دوا پینی شروع کی ہے گر گذشتہ دو ماہ کے اندر میری صحت و قوت کو جو نقصان پہنچا ہے اور دانتوں کی شکایت جس طرح گلے سے گزر کر سینہ کی طرف پہنچتی معلوم ہوتی ہے اس کے لحاظ سے اندیشہ ہے کہ چند ہفتے برابر علاج کی ضرورت ہوگی۔ خدا کرے میری عدم حاضری میں اخبار کا کام قابل اطمینان طریقہ سے جاری رہے، مجھے یہ عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجنے کی اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ میں کئی روز سے بوجہ بیماری مولینا کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا ان سے میرا آداب عرض کر دیں اور مولوی ظفر الملک کے متعلق بلا کر کسی جلسہ کا انتظام فرمائیں مجھے تو امید تھی کہ آج ہی جلسہ کیا جائے گا کیونکہ اتفاق سے آج اتوار کا دن تھا اور جلسہ کا بہ آسانی انتظام ہو سکتا تھا مگر حیرت ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کی گئی اور اب جس طرح ممکن ہو ایک جلسہ ضرور کر دینا چاہئے۔ جو خلافت کمیٹی کی طرف سے کیا جائے فقط

آپ کا خادم سید جالب دہلوی

(۱۴)

سہ شنبہ ۲۴ مئی ۱۹۲۱ء

مخدومی و مطاعی، تسلیم نیاز۔ کل مولوی سلامت اللہ صاحب نے میری معرفت ایک کار خیر میں حصہ لیا اور خدا کا شکر ہے کہ ان کی محنت رائیگاں نہ ہوئی یعنی خلافت فنڈ کو ایک رقم مل گئی میں جب وہاں سے واپس آیا تو مکان پر فرخ آباد سے آیا ہوا ایک بہت بڑا تربوز رکھا ہوا پایا جس کی حیثیت ہی سے میری رغبت کافور ہوگئی آپ چونکہ روزہ کھول کر خاص طور پر تربوز نوش فرماتے ہیں اس لئے میں اس کو خدمت عالی میں بھیجتا ہوں اگر یہ برف میں ٹھنڈا کیا جا سکے تو امید ہے کہ بہت اچھا ہو جائے گا کیونکہ فرخ آباد سے آنے کے باعث اس کے شیریں و سرخ نکلنے کی امید باندھی جا سکتی ہے — سخت افسوس ہے کہ دیگر مشکلات کے علاوہ ہمارے دفتر و پریس میں باہم جھگڑے جاری ہیں اور پریس والوں کے تمرد کی وجہ سے آج کا پرچہ چھپ نہیں سکا میں کل کا پرچہ ۶ صفحے پر نکالنے اور ضروری خبریں اس میں چھپنے کی کوشش کر رہا ہوں دیکھئے ان صعوبتوں سے کب نجات ملے۔ بخدمت مخدومی مولوی الطاف الرحمٰن صاحب تسلیم نیاز دیگر پرسان احوال کو واجب مولوی عنایت اللہ صاحب کے متعلق گونہ تردد ہے۔ ممکن ہو تو کل صبح سعید صاحب سے آج کے واقعات کی اطلاع دلا دیں۔ زیادہ اشتیاق حصول زیارت

آپ کا خادم سید جالب

مکرر آنکہ یہ پرچہ میرا سید علی قادری صاحب لئے جا رہے ہیں جو ہمدرد کے پرنٹر اور قیصریہ برقی پریس کے کیپر تھے اور

شاہجہان پور کے انہی پیر صاحبؒ از اولادِ حضرت غوث الاعظمؒ سے بیعت ہیں۔

جالب

(۱۴)

۱۶/ دسمبر ۲۱ء

حضورِ عالی، بعد ادائے تسلیم نیاز مندانہ کے عرض پرداز ہوں کہ میں یہ عریضہ سخت اضطراب و انتشار کی حالت میں خدمتِ اقدس میں ارسال کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں مجھے اس عریضہ کے ذریعہ سے حضور کے قیمتی اوقات و بیش بہا اشتغال میں خلل انداز ہونے کی ضرورت بدیں وجہ محسوس ہوئی کہ اگرچہ میرے اکثر احباب میرے طول کلام کے گلہ مند ہیں اور بعض اوقات سلسلہ گفتگو بہت دراز ہونے سے گھبرا اٹھتے ہیں لیکن جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو حضور کی روحانی قوتوں کا میرے قلب و دماغ پر کچھ ایسا اثر پڑتا ہے کہ میری قوتِ گویائی بڑی حد تک سلب ہو جاتی ہے، چنانچہ کل شام کو اور پھر شب کو اگرچہ اپنی شہادت کے متعلق (جس پر اپنے مجبور کئے جانے کی مجھے ان لوگوں کی زبانی اطلاع ملی تھی جو مقدمات کی کارروائی دیکھنے گئے تھے) تین بار عرض کیا مگر جو طاقتور جذبات میرے قلب و دماغ میں موجزن تھے میں ان کا اظہار نہ کر سکا۔ حضور کی خدمت سے واپس آنے کے بعد ٹھیک بارہ بجے رات کے مجھے سٹی مجسٹریٹ کی عدالت کا وہ سمن ملا جس کا تمام دن کھٹکا لگا رہا تھا اور محض اسی اندیشہ سے میں نے خود ان مقدمات کی رپورٹ لینے کے لئے جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا کہ مبادا عدالت میں میری موجودگی سے فائدہ اٹھایا جائے اور مجھے ادائے شہادت پر مجبور کیا جائے میرے لئے اس موقعہ پر اپنی موجودگی عدالت کو ملتوی کرنا بھی سخت شاق تھا کیونکہ گزشتہ یکشنبہ کو ٹانگہ بہت دیر میں دستیاب ہونے اور گرفتار شدگان سے ملاقات کا وقت گیارہ سے بارہ بجے تک مقرر کئے جانے کی اطلاع ملنے کے باعث میں مولینا سلامت اللہ اور شیخ شوکت علی صاحبان سے نہیں مل سکا تھا میں نے اپنے جذبہ شوق کو دبایا اور خود مقدمہ میں نہ گیا مگر افسوس کہ طلبی کا پروانہ آدھی رات کو ایک بلائے مبرم کی طرح نازل ہو گیا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ سمن کی تعمیل نہ کروں گا اور عدالت سے اگر وارنٹ جاری ہو گا تو کسی کو ضمانت نہ دینے دوں گا بلکہ وارنٹ لانے والوں کے ساتھ چلا جاؤں گا اور صبح کو عدالت میں پیش کئے جانے پر ان کے سوالات کا جواب دینے سے انکار کر دوں گا جس سے مجھے اپنے بھائیوں سے پہلے ہی بحیثیت ایک سزا یاب قیدی کے جیل میں داخل ہونے کا موقع مل جائے گا مگر حضور نے اس کی اجازت نہ دی اور ادائے شہادت کی ضرورت بتائی میری شہادت کی جو نوعیت تھی اس کا حضور کو علم ہوا ہو گا۔ میں نے اپنے مقدور بھر کسی بات میں راستی سے ذرہ برابر تجاوز نہیں کیا اور سوالات کے جواب دینے شروع کرنے سے قبل اپنا احتجاج بھی عدالت اور پریس کو نوٹ کرا دیا اور یہ بھی لکھوا دیا کہ دفتر ہمدم کی تلاشی کا وارنٹ تیار تھا اور تلاشی میں چونکہ میری اور ارکان دفتر کی سخت تکلیف کے علاوہ بعض ایسے کاغذات نکل آنے کا اندیشہ تھا جن کی وجہ سے عمال حکومت کو میرے بہت سے بھائیوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع مل جاتا اس لئے میں نے اس کو ترجیح دی کہ کاغذات مطلوبہ میں سے جو دستیاب ہو سکیں وہ حوالہ کر دوں اور اس طرح بڑی تکلیف اور مضرت کو ٹالوں میں نے یہ بھی جتا دیا کہ ہم اپنے وسائل اطلاع کو منکشف نہیں کر سکتے مگر جن تحریروں کے ساتھ رقموں کے نام خود ان کی مرضی سے چھاپے گئے ہیں ان کی بابت مجھے نیابتی یا اقرار کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا کہ اپنی یاد کے موافق وہ انہی اصحاب کے نام سے

مجھے ملی تھی کاش کہ میرے بھائی اپنی ذمہ داری کے اظہار میں تامل نہ کرتے تو میری شہادت کی ضرورت ہمارا نہ پیش آتی اب اگرچہ میری شہادت سے صرف ہمدم کی مندرجہ اطلاعات کے باضابطہ ثابت کئے جانے کا فائدہ اٹھایا گیا ہے اور اسی کے ضمن میں میں نے بعض ایسی باتوں کا بھی انکشاف کر دیا ہے جو اُن اطلاعات کی صحت کے متعلق ایک حامی انصاف عدالت کے دل میں شبہ پیدا کرنے کی باعث ہو سکتی ہیں تاہم جب سے میں ڈسٹرکٹ جیل سے واپس آیا ہوں اپنے قلب پر ایک بڑا بوجھ محسوس کر رہا ہوں اور اس امر کا احساس میرے ضمیر کے لئے سخت ناگوار اور تعجب خیز ہے کہ مجھے اپنے بھائیوں کے خلاف ثبوت کی بہم رسانی میں کچھ نہ کچھ مدد دینے پر مجبور کیا گیا۔ چودھری خلیق الزماں صاحب نے جیل کو واپس جاتے ہوئے ایک فقرہ ایسا کہا جو میرے رویہ کی نسبت ناواقفوں کو غلط فہمی میں ڈالنے اور میرے برخلاف لوگوں کو بدگمانی پیدا کرنے کے لئے کافی ہے اور چونکہ ضمیر کی ایسی سخت خلش کو جیسی اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں زیادہ عرصہ تک برداشت کرنا میری طاقت سے باہر ہے اور یہ حالت جب تک قائم رہے گی اس وقت تک مجھے اندیشہ ہے کہ میں اپنے اخباری فرائض ہی مناسب طریقہ پر ادا نہ کر سکوں گا جن کی ادائگی کے قابل رہنے کے لئے میں نے ہر قسم کا ایثار کیا اور بہت سی ناگوار باتیں بھی سنی ہیں کیونکہ اپنی قوم کی اور دین کی جو کچھ خدمت ہمدم کے ذریعہ سے میں انجام دے سکتا ہوں اس کو میں ان موجبات میں کسی دوسرے آرگن کی عدم موجودگی میں بہت غنیمت سمجھتا ہوں اور حضور کے ارشاد کے موافق اس کو جاری رکھنا چاہتا ہوں مگر تازہ واقعہ نے مجھے اس پر تامل کیا ہے کہ میں جلد سے جلد اپنی اس کاروائی کا مناسب کفارہ دوں اور موجودہ وقت میں یہی ہو سکتا ہے کہ جیل میں اپنے بھائیوں سے جا ملوں میں نے ڈسٹرکٹ جیل جانے سے قبل ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر اس کی کوشش کی تھی کہ میری شہادت نہ پیش کی جائے اس نے بڑی حد تک میری پوزیشن کو دل نشین کیا اور اثبات جرم کی طرف سے کام کرنے والوں کی نامناسب روش کو مانا مگر آخر میں کہا کہ اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا بہر حال اجنبی طریقہ ہائے حکومت کی ناگواری اور اپنے ملکی بھائیوں کی مجبوری جیسی اس واقعہ سے میرے ذہن نشین ہوئی ہے اس کا اثر مہینوں بلکہ برسوں میرے قلب پر رہے گا اور میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔ بہر حال میں چونکہ مسئلہ خلافت کو حفاظت حرمین شریفین کے بڑے مسئلہ کی ایک شاخ سمجھتا ہوں اور اس معاملہ میں بحیثیت ایک خادم کعبہ کے صرف حضور کے احکام کی پابندی اپنے اوپر لازم سمجھتا ہوں اور حضور کے روبرو زبانی طور پر اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار نہیں کر سکتا اس لئے بذریعہ اس عریضہ کے گذارش کرتا ہوں کہ اپنے ضمیر کی تسکین کے لئے جو کفارہ میں اپنے اوپر لازم سمجھتا ہوں اس کی حضور کب تک اجازت دے سکتے ہیں اور کون سی صورت اس کی تجویز فرماتے ہیں اب تک اخبار ہمدم کی حفاظت کا خیال میرے راستہ میں بہت مائل رہا ہے اور میں نے اگرچہ اخبار میں اپنے ضمیر کے خلاف کچھ لکھنے سے ہمیشہ احتراز کیا ہے لیکن اخبار کو قائم رکھنے کی ضرورت کا احساس وقتاً فوقتاً بعض ایسی باتوں کے لکھنے سے مجھے روکتا رہا ہے جن کو مجھے برملا لکھنا چاہیے تھا میرے مخدوم مولانا محمد علی صاحب نے میرے متعلق بالکل درست فرمایا تھا کہ میں بدنصیب خود تو خدمت و حفاظت کعبہ کے راستہ پر گامزن ہونے کا موقع نہ پا سکا جس کی بابت میں نے کارڈ معاہدہ پر بحیثیت خادم کعبہ دستخط کئے تھے لیکن کم از کم میں نے اپنے مرغ قبلہ کی حیثیت قائم رکھی اور لوگوں کو صحیح سمت کا نشان دیتا رہا لیکن اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو چلا ہے اور ضمیر کی خلش سے جینا ناممکن ہوتا جاتا ہے اس لئے میں حضور سے رہنمائی چاہتا ہوں۔ میرے خانگی حالات سے حضور بخوبی آگاہ ہیں اور میری ضعیف مرتعش والدہ۔ دائم المرض بیوی کمزور اور بلا مستقل ذریعہ معاش بچہ اور ایک غریب بہن جو ننھے ننھے بچوں کی ماں ہے۔

ان سب کی کیفیت حضور پر ظاہر ہے اور ہمدم کی صورت معاملات حضور سے پوشیدہ نہیں مگر میں یہ سوچتا ہوں کہ میاں عشرت یا کوئی اور اعزہ میری قبر میں نہیں سوئیں گے اور شاید ہمدم کی اڈیٹری میرے گناہوں یا کم از کم قصوروں کا کفارہ نہ بن سکے گی اس لئے میں عرض پرداز ہوں کہ حضور اپنے قیمتی اوقات میں سے تھوڑا وقت نکال کر اس عریضہ کو ذرا غور و توجہ سے ملاحظہ فرمائیں اور تمام حالات کو ذہن نشین رکھ کر کوئی مناسب راستہ میرے لئے تجویز فرمائیں میں آخر میں یہ بھی جتا دینا چاہتا ہوں کہ خلافت کا کام بڑی حد تک رکا ہوا ہے اور اگر موجودہ حالت زیادہ عرصہ تک قائم رہے گی تو بالکل رک جائے گا۔ فقط

خاکسار سید جالب اڈیٹر ہمدم لکھنؤ

(۱۵)

مخدومی و مطاعی۔ تسلیم نیاز۔ میاں شاہد علی اس وقت آئے ہیں اور اجمیر کا خطبہ صدارت خود ڈھونڈھ کر نکالنا چاہتے ہیں مجھے سخت ندامت ہے کہ شاہد علی صاحب تین اتوار سے برابر آتے ہیں اور میں ان کو ناکام واپس کر دیتا ہوں حقیقت حال یہ ہے کہ اسباب جو اس مکان سے اٹھ کر یہاں آیا ہے اور تمام کاغذات سید علی صاحب نے بنڈلوں میں باندھ کر رکھ دیئے ہیں اور بیسیوں کی تعداد میں اندر ایک بہت بڑی میز پر پڑے ہوئے ہیں۔ اسی میز پر کتابیں بھی رکھی ہوئی ہیں اس وقت یہ کیفیت ہے کہ کوئی کاغذ تو درکنار کوئی کتاب بھی میں خود نہیں نکال سکتا اسی لئے میں نے بڑی بڑی ریک کھلی الماریاں بنوائی ہیں جن کے لئے لکڑی اور تختے خریدے گئے ہیں اور آج سے وہ بننے شروع ہوئے ہیں امید ہے کہ اس ہفتہ میں دو ایک تیار ہو جائیں گے اور میں نے اپنی نشست کے لئے صحنچی میں تیغ دلا کر جو کمرہ تیار کیا ہے اس کے تیغوں میں بھی چار چار خانوں کی دو الماریاں بن جائیں گی اس وقت میں خود انشاء اللہ ساری کتابوں کو وہاں سے اٹھا کر ان الماریوں اور ریکوں میں رکھ دوں گا اور کاغذات کے بنڈل کھول کر ان کو ترتیب دے دوں گا میرے پاس کوئی کاغذ ضائع نہیں ہوتا مگر بے شمار کاغذات میں مل کر کمال وقت سے ملتا ہے جس طرح بھوس کی ٹوکری میں کوئی تنکا یا سوئی چھپ جائے شاہد علی بیچارے خود تلاش کرنے کو آمادہ ہیں اور اصرار کرتے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ یہ ۵ — ۶ گھنٹے کی مسلسل محنت میں بھی بلا میری مدد کے نہیں نکال سکتے اس ہفتہ میں ریک بن جانے پر میں انشاء اللہ آئندہ اتوار کی چھٹی میں کتابوں کو لگا دوں گا اور کاغذات کو بھی مرتب کر دوں گا اس وقت آپ کا خطبہ اور مشائخ صوفیہ کے نام کا خط دونوں نکل آئیں گے۔

خدا کا شکر ہے کہ اب مجھے بخار نے چھوڑ دیا ہے اس وقت حمام جا رہا ہوں وہاں سے اگر جلد فرصت مل گئی تو قبل از دوپہر ورنہ شام کو حاضر خدمت ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

آپ کا خادم

سید جالب دہلوی

(۱۶)

مخدومی و مطاعی، تسلیم نیاز

میں نے میموریل کا مضمون مرتب کر لیا ہے مگر اس کو صاف کرنے کے لئے وقت نہیں ملا کیونکہ دن بھر لوگ آتے رہے بہر حال میں کل شام تک اس کو حاضر کر دینے کی کوشش کروں گا۔ رسالہ کا مضمون غالباً ۴۸ صفحے تک پہنچ جائے گا اور اس میں پانچوں میموریل [illegible]

سے مقالم کا تار اس پہ لندن مسلم لیگ کا خط بنام وزیر اعظم، سر تھیو و ماریسن کے دونوں (بیان) ترکی کی نیابت کی یادداشت اور اتحادیوں کے جواب کا لب لباب ڈیوک بکنگھال کی (کتاب) فیشن کا نوٹ، دوبارہ مجوزہ تقسیم ترکی، اخبار آؤٹ لک کا اس پر اعتراضی مضمون۔ عبد اللہ یوسف علی کی چٹھی وغیرہ آ جائیں گی۔ مضامین بارہ نمبروں میں نکلیں گے اور اگر حضور چاہیں تو بعد میں ان کو بصورت رسالہ علیحدہ چھاپا جا سکتا ہے مگر (اس) میں ان کو داخل کرنے کا موقع نہیں اگر گنجائش نکلی تو میں ۴۸ صفحوں کے اندر مشیر حسین صاحب کی تقریر بھی دے دوں گا، کوشش کر رہا ہوں کہ بقر عید کے قبل یہ چھپ جائیں مگر رسالہ کی صورت میں لاگت بہت بڑھ جائے گی۔ میرے پاس حضور کے پچھلے حساب کی بابت باقی ہیں جو میں ۱۳ تاریخ کے بعد ادا کر دوں گا اس رسالہ کی ایک ہزار کاپیوں کی چھپائی۔ لکھائی، کاغذ کا تخمینہ ۵۰۰ سے بڑھ جائے گا آپ شام کو کچھ روپیہ بھجوا دیں کہ میں کاغذ خرید کر دے دوں۔

مسٹر گاندھی کو جواب لکھنے کے۔ ہے آپکے) اظہار خیالات کی ضرورت ہے، بیشہ ہارون جعفر کی تجویز مناسب ہے اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں۔

سید جالب

(۱۷)

مخدومی و مطاعی۔ تسلیم نیاز آپ کے تار میں جس بحری تار کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بڑا طویل ہے۔ اور آج دس بجے تک موصول ہو رہا ہے افسوس کہ اس کا ترجمہ آج کے ہمدم میں نہیں نکل سکتا، انشاء اللہ کل شائع ہو جائے گا۔ مگر میں شام کو آپ کے ملاحظہ کے لئے وہ تار اور بمبئی کرانیکل کا پرچہ لیتا آؤں گا۔

جو مضمون آپ نے واپس طلب فرمائے ہیں ان کو میں نے باہم پیوند کر کے لکھوا رکھا ہے وہ ذرا طویل ہو گئے ہیں اس لیے گنجائش اور موقع کا منتظر ہوں۔ آج شام کو حاضر ہوں گا تو بعض واپس کرنے والے خطوط وغیرہ واپس لیتا آؤں گا۔

مسٹر شیخ مشیر حسین کا جواب پیام ویسرائے کا جو ترجمہ میں نے لکھنے کو دیا تھا اس کے متعلق حضور کا پیام کل شام کو پہنچنے کے بعد میں آج کاتب کو اطلاع دوں گا کہ وہ مزید مضمون نہ لکھے۔ جو کچھ اس نے لکھا ہو گا وہ اور مسودہ ظفر الملک صاحب کو دے دوں گا اور بقیہ ترجمہ بھی ان کے حوالہ کر دوں گا۔

آپ کا غالباً اب بمبئی کا قصد سندھ کانفرنس کی شرکت سے قبل نہ رہا ہو گا کیونکہ مسٹر گاندھی اور شوکت علی خود پنجاب چلے گئے ہیں اور وہاں سے سندھ جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ غالباً سندھ کانفرنس سے واپسی میں بمبئی کا قصد فرمائیں گے۔

سید جالب

(۱۸)

مخدومی و مکرمی

السلام علیکم۔ میں اس عریضہ کے ساتھ نقل خط و کتابت جناب مولانا عبد الباری صاحب مدظلہ و شمس العلماء مولوی محمد احمد صاحب واپس کرتا ہوں میں نے اس کو بغور پڑھا لیکن اول تو اس کے لئے دو صفحے درکار ہیں جن کی گنجائش اخبار میں بدیر نکلے گی دوسرے

خط و کتابت کی اشاعت سے مسلم پبلک کو جب ہی پورا فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ بعض پوائنٹ صاف کئے جائیں اور وہ فتویٰ کے اصل مضمون سے متعلق ہیں جس کی اشاعت خود مولانا پسند نہیں فرماتے اس خط و کتابت سے محض یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دیوبند والوں نے کوئی دوسرا فتویٰ مرتب نہیں کیا ہے لیکن وہ اس فتوے کے صاف مسائل پر بھی قطعی رائے دینے سے جھجکتے ہیں۔ اس کو میں ایک نوٹ میں ظاہر کر دوں گا۔ میں اس کو پرسوں صبح ہی واپس کر دیتا لیکن افسوس ہے کہ جیب میں رکھ کر بھول گیا تھا۔

آپ کا خادم
سید جالب

(بنام مولانا سلامت اللہ صاحب)

خط، سید محمد مشیر الدین

(۱)

۶؍ نومبر ۱۹ء

جناب محترم

آداب عرض۔ کل میر صاحب کا ایک تار میرے پاس آیا تھا جس کو میں نے آپ کی خدمت میں بھجوا دیا تھا امید کہ پہنچ گیا ہوگا۔ آج ابھی میر صاحب کی یہ تحریر مجکو ملی ہے جس کو حسب ہدایت تحریر ہذا کے ساتھ شامل کرتا ہوں رسید سے مطلع فرما کر شکر گزار فرمائیے گا۔

نیاز مند سید محمد مشیر الدین

(۲)

۷؍ نومبر ۱۹ء

کرمی مشفقی جناب مولوی سلامت اللہ صاحب دام عنایتکم

السلام علیکم۔ ابھی ڈاک سے مجکو سید جالب صاحب کا خط ملا ہے جس میں وہ تحریر آپ کو بھیج دینے کی ہدایت کرتے ہیں لہٰذا وہ خط میں آپ کی خدمت میں بجنسہ ارسال کرتا ہوں رسید سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیے گا۔

جناب مولانا عبدالباری صاحب سے بعد آداب عرض کر دیجیے گا کہ آپ کا صحیفہ مع تحریر معلومہ پہنچ گیا اس کی واپسی کی کوئی ضرورت تو نہ تھی خیر۔ ہم لوگ دست بدعا ہیں کہ دہلی کانفرنس ہر طرح کامیاب ہو اور ہمارے جذبات و اثرات ہر طرح پر نمایاں ہو کر اپنا پورا اثر دکھلائیں اور ہمارے حسب خواہش معاملات کا تصفیہ ہو، میرے خیال میں لکھنؤ خلافت کمیٹی کا ایک جلسہ بہت جلد ۱۶؍ نومبر ۱۹ء سے قبل ہونا چاہیے آج میں انشاء اللہ احسن الزماں صاحب سے ملنے کی بھی کوشش کروں گا۔

آپ نے اس روز شب کو اپنے حساب چندۂ اخبار کے متعلق مجھے استفسار کیا تھا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تاریخ اجرائے اخبار	تاریخ وصولی چندہ مع تعداد رقم	تاریخ ختم چندہ
۱۰ جون ۱۹ء	۱۹؍ اگست ۱۹ء۔ ۶؍	۹؍ نومبر ۱۹ء
	۲۷؍ اکتوبر ۱۹ء سے ؍	

نیاز مند
سید محمد مشیر الدین

خطوط رحمت علی خاں

(۱)

مسلم ایسوسی ایشن امریکہ ۱۰ر دسمبر سنہ ۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کرمی اخی فی الدین مولانا عبدالباری صاحب مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی سعی بلیغ و محبت علم بمعہ آپ کے دیگر علماء ہمعصر کے جیسے مولانا عبدالحیٔ صاحب و سید سلیمان صاحب کے اظہر من الشمس ہے اور حال میں آپ کے اس ارادے آگاہی حاصل کرکے کہ آپ اپنے طلباء ندوۃ العلماء کو امریکہ میں اس لئے بھجوائیں گے کہ بعد سفر کے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں، نہایت ہی مسرت ہوئی اور درگاہ عزوجل سے آپ کی اس سعی کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں - اور ساتھ ہی آپ کی خدمت عالی میں یہ التجا بھی ہے کہ بندہ راقم الحروف کچھ عرصہ سے اس ملک میں اسلامی اشاعت اور خصوصاً تعلیمی معلومات میں جدوجہد کر رہا ہے اور جو کچھ تاریکی افق اسلامی پر اس وقت چھائی ہوئی ہے اور جس قدر یاس کا عالم مسلمانان عالم کو ڈرا رہا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ساتھ ہی اس پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ ومن یقنط من رحمۃ اللہ الا الکافرون آپ کو اس پر مبارک باد دیتا ہوں کہ ندوۃ العلماء کی توجہ امریکہ میں اشاعت اسلام کی طرف مبذول ہوئی ہے جس کی مدت سے ضرورت تھی اور خصوصاً میں نے اکثر دفعہ اپنے سفر میں اس کو محسوس کیا اور یہاں پر مسلمانوں کو متحد ہونے کے لئے اور اعدائے اسلام کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونے کے لئے مسلم ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی تاکہ ہندوستان سے لائق طلباء کو مذہبی تعلیم کے لئے منگوایا جاوے جو کہ متدین و پابند صوم و صلوٰۃ ہوں اور خدمت اسلام کے لئے مستعد ہوں اور یہ بھی آپ کی خدمت اقدس میں التماس ہے کہ طلباء مذکورہ امریکہ میں آکر یہاں تشریف لاویں تو انشاء اللہ بندہ بمعہ مسلمانان موجودہ کے حتی المقدور فائدۃ المسلمین کے لئے ان پر کوشش صرف کریں گے کیونکہ اس ملک کے احوال سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا تجربہ جو کچھ ہم کو ہے وہ آپ کے لئے بھی مفید ہوگا۔ اور اس وقت جو کچھ سیاہ بادل اسلامی دنیا پر اُمنڈے چلے آتے ہیں۔ اس کا علاج اگرچہ خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہے لیکن بظاہر مسلمانوں کے اتحاد و ترقی تعلیم جدیدہ بمعہ علم دین کے نظر آتا ہے جس کی امید ہندوستان سے ہوسکتی ہے جہاں تیسرا حصہ دنیا کے مسلمان بود و باش رکھتے ہیں یہ صرف انہیں اصحاب سے توقع ہے جن کے قلوب اسلامی محبت سے پر ہیں اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کی مضبوط رسی کو پکڑے ہوئے ہیں اور آپ کے اجتہاد کی برکت سے امید کی جاسکتی ہے کہ آپ اس وقت بھی اجتہاد اسلامی کو کماحقہ سرانجام دے رہے ہوں گے اور ہماری اس جماعت قلیل کو بھی آپ کے ید بیضا کا سہارا ہے کیونکہ بغیر آپ کی اعانت کے اس وقت مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی بیڑی کو کوئی جگہ امداد کی سوائے علماء کے نظر نہیں آتی ہے اور ہم مسلمانان ہندوستان مقیم امریکہ آپ کی خدمت کے لئے تیار ہیں امید ہے کہ اس مجروح القلب کو جس پر مخالفین اسلام کی تقریری تحریری سیفی حملوں کے زخم موجود ہیں۔ آپ ضرور اپنے قلم مبارک سے نمکِ جراحت کے مرہم ارسال فرما کر اطمینان قلب بخشیں گے۔ تمام اراکین ندوہ طلباء ندوہ کی خدمت میں راقم الحروف و جملہ مسلمین امریکہ کا سلام اخوۃ اسلامی پہونچا دیں اور کہہ دیں کہ ہمارے دل آپ کی طرف

گئے ہوئے ہیں۔

احقر العباد و اخیکم فی الدین رحمت علی خان

(۲)

یکم اپریل ۱۹۲۰ء

جناب مخدومی مکرمی مولانا عبدالباری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جناب کا عنایت نامہ ۲۰ جنوری گذشتہ کا ملا اور حالات حوصلہ افزا خط سے دل بریاں کو مرہم کا نسخہ ملا۔ اور بمطابق آیہ کریم لا یطمئن القلوب الا من ذکر اللہ* کہ آپ کا خط ہی طالبانِ حق کے لئے روحانی امراض کے علاج کے سبب مسیحائی کا درجہ رکھتا ہے۔ الغرض آپ کا خط مرسلہ تمام مسلمانوں کو بذریعہ طبع پہونچا دیا گیا اور ہر جانب سے صدائے لبیک ہی سنائی دیتی معلوم ہوئی خصوصاً اس وقت جبکہ قسطنطنیہ زیر حراست غیر مسلمانان چلا گیا ہے اگرچہ بظاہر سلطان ترکی کو وہاں سے نکالا نہیں گیا ہے لیکن یہ محض نگاہِ حقیقت بیں سے مخفی نہیں ہے۔ آپ کے خط لکھنے کے وقت سے اس وقت تک اسلامی دنیا کی افق پر تغیر کثیر ہو چکا ہے اور مستقبل پر نگاہ دوربین کے ڈالنے سے وقوع پذیر ہونے والے حالات اور بھی نرالے و عجب کے معلوم ہوتے ہیں۔ جو کچھ جناب اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہماری جدوجہد خلافتِ عثمانیہ کے برقرار رکھنے میں لگی ہوئی ہے۔ سو یہاں پر ہم بھی اس مسئلہ اہم کے لئے جس کی تہ میں اسلامی دنیا کی ہستی کا راز مضمر ہے، کوشاں ہیں اور جو کچھ ہم سے ہو سکتا تھا آپ کے خط سے پہلے ہی کر رہے تھے لیکن آپ کے خط سے تو دل مجروح کے زخموں کی التیامی حاصل ہوگئی۔ یہاں کے اخباروں سے جو چند آرٹیکل ہماری کارروائی کے متعلق لکھے تھے وہ کاٹ کر ملاحظہ کے لئے ارسال خدمت ہیں لیکن ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ ہمارے سینوں میں توحید کی امانت ہے جس کا جتانا بھی ایک کام ہے اور اس وقت ہم مسلمانوں کو اپنے آقائے نامدار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق پورے مسلمان ہو کر دکھانا چاہئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا عضو ہے اور ایک عضو کے کاٹنے سے دوسرا عضو ضرور درد کرتا ہے اگر دوسرے جوڑ کو درد نہیں ہوتا ہے (یہاں کاغذ پھٹ گیا ہے) بہرحال عالم اسلامی کا ہونا چاہئے اور توحید کی تعلیم کے رازوں کو گہری نگاہ سے دیکھنا چاہئے میرے ان مشاغل کا لکھنا آپ کے لئے لقمان کی نصیحت کے مثل بے کار ہے اس لئے میں اصل مقصد خط کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ امریکہ میں اگر اسلامی مشن کا مقیم ہونا نیویارک میں زیادہ مناسب ہے اور اخراجات رہائش و لوازمات زندگی فی کس ایک صد ڈالر ماہوار کا اندازہ ہونا چاہئے اس کے علاوہ ابتدا میں پانچ صد ڈالر ماہواری اخراجات کا تخمینہ لگانا چاہئے ڈالر لڑائی کے پہلے تین روپیہ کے برابر تھا اب سوا دو روپیہ یا اڑھائی یا اس کے قریب ہے۔ امریکہ میں اسلامی کمیشن کا قائم کرنا اسلام کی ایک بڑی زبردست خدمت ہے کیونکہ مسلمانوں کے برخلاف جو ہزارہا قسم کے مکاری کے جال بچھائے جاتے ہیں اس سے اصلی غرض جو ہے وہ مسلمانوں کو خوب معلوم ہے اور خلافت کے برقرار رکھنے کے ضروری امور میں سے ہے یہ بھی ایک بڑا جزو ہے کہ امریکہ ایسے ملک کی پبلک کی ہمدردی۔ اسلام کے لئے حاصل کی جاوے جس کا طریقہ سوائے اسلامی مشن کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی اس کے قوم کے وہ نوجوان جو اسلامی فرائض کو ادا کرنے کے لئے اپنی خدمت پیش کریں۔ امریکہ میں لا کر قوم کو قومی بنانے کے

---

* ہمیں قرآن مجید میں یہ آیت نہیں ملی (ادارہ)

سامان حاصل کرنے کے لئے یہاں پر تیار کئے جاویں کیونکہ اس ملک میں اس مطلب کے لئے وسیع میدان ہے اور قوت حاصل کرنا بھی اسلام کی حفاظت کے لئے بہت ضروری ہے۔ قوت کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ (اس کے بعد کاغذ پھٹ گیا۔ پڑھا نہیں جاتا)

(۳)

۲۵ر جمادی الثانی ۳۹ھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولانا محمد عبدالباری صاحب حامی سنت ماحی بدعت سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عرصہ دراز ہوا کہ ایک عریضہ جناب کی خدمت میں اشاعت اسلام کے متعلق ارسال کیا تھا لیکن جواب سے محرومی ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ جناب کو مصروفیت خدمت اسلامی کی وجہ سے اس صغرارض کے مقابل کی طرف توجہ دینے کا موقع نہ ملا ہوگا۔ لیکن یہ بھی کسی دینوی وجاہت وجاہ کے لئے نہیں ہے۔ جناب کی توجہ اس لئے اس طرف منعطف کرانے کی التجا کی جاتی ہے کہ اس زمین سفید کفرستان میں بھی پیغام توحید بہ بانگ دہل سنایا جائے اور سنت نبوی ادا کی جاوے کیونکہ یہاں پر عیسائی مشنریوں نے و ارمینیوں نے اسلام کے برخلاف ایسی غلط فہمیاں پھیلائی ہوئی ہیں کہ جن کا دور کرنا مسلمانوں کا فرض مقدم ہے اور جس کی وجہ سے اسلامی دنیا کے سیاسی مقاصد کے حصول کی بھی ایک اہم منزل طے ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جن حکومتوں کی عنان مخالفین اسلام کے ہاتھوں میں ہے ان کے سیاسی کمروں نے سادہ لوح مسلمانوں کے لئے اس قدر جال پھیلا رکھے ہیں کہ جن کی گرفت سے مومن بالکل لاعلم ہوتا ہے اور اوس وقت آنکھیں کھلتی ہیں جبکہ اپنی ہستی عدو کے زیر پنجہ چلی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس ملک کے بعض اخبار اسلام کے برخلاف ہمیشہ زہر اگلتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے اسلامی دنیا کا مطلع اور بھی دھندلا کیا جاتا ہے چنانچہ سان فرانسسکو کے اخبار ایگزامینر نے جو تقریباً تمام دنیا کے ملکوں میں پڑھا جاتا ہے ایک دفعہ اپنے افتتاحی مضمون میں اس عنوان سے مضمون کی خیالی تصویر بنا کر کبوتر کان کے پاس دکھلایا تھا اور طرح طرح کے خرافات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف لکھے ہوئے تھے۔

ابھی پھر گذشتہ ماہ میں اسی اخبار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے برخلاف لکھا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اس لئے برقہ اوڑھا کرتے تھے کہ آپ کا چہرہ (نعوذ باللہ) بہت ہی بدنما تھا اس کے علاوہ بہت سی غلط فہمیاں اسلام کے متعلق ہیں۔ ان مضامین کا جواب اس اخبار کو لکھا لیکن اوس نے درج کرنے سے صاف انکار کر دیا کہ ہماری پالیسی کے برخلاف ہے۔ اسی طرح سے یہ خاکسار بذریعہ تقاریر و تحریر حتی الامکان اشاعۃ اسلام کا کام کرتا رہتا ہے لیکن بغیر اخبار رسالہ جاری کئے اور بغیر ایک مسجد قائم کئے کہ جس میں اسلامی کتب انگریزی زبان کی رکھی جائیں اشاعۃ اسلام کے کام میں ترقی نہیں ہو سکتی ہے۔ یہاں پر معدودے چند ہندی مسلمان ہیں جو کہ بافراغت نہیں ہیں اور نہ ہی فراغ دست ہیں ان الدین عند اللہ الاسلام کو سینوں میں رکھتے ہوئے اور لولاک لما خلقت الجن والانس کا سبق پڑھتے ہوئے مسلمانوں اور خصوصاً علمائے کرام پر کیا فرض مقدم نہیں ہے کہ اشاعت اسلام میں دامے درمے قدمے سخنے مدد کریں۔ جبکہ اس فرض کو چھوڑنے کی وجہ سے اس وقت مسلمانان عالم طرح طرح کے مصائب کا شکار ہو رہے ہیں کیونکہ یہ فرض اگر قرون اولے کی طرح جاری رکھا جاتا تو دنیا میں اسلام کے فدائیوں کی کمی نہ ہوتی اور توحید کے بجائے تثلیث پرستی کا بول بالا نہ ہوتا۔

اگرچہ اسلام دنیا سے ہرگز نہیں مٹے گا لیکن کیا مسلمان دربار ایزدی و درگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں منہ دکھا سکیں گے جبکہ انھوں نے توحید کو مٹتے دیکھ کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک کے برخلاف علانیہ توہین دیکھ کر اور اس کو رد نہ کیا اور جواب نہ دیا۔

لقمان کو وعظ کی کیا ضرورت جناب کو بتانے کی کیا ضرورت جبکہ آپ خود محسوس فرما رہے ہیں اور اپنی ہستی مبارک کو اسلامی خدمات کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی جناب کی توجہ کو اس طرف پھیرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ بھی جہاد ہے اور جہاد کے لئے سب سے پہلے مالی ضرورت پڑتی ہے اس لئے اگر جناب اشاعت اسلام امریکہ کے لئے کوئی مد مقرر فرما دیں تو یہاں پر بھی ایک مسجد بنائی جاوے اور ایک اسلامی رسالہ نکالا جاوے شہر شکاگو میں ایک احمدی یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک مرید اشاعت اسلام کے لئے آیا ہوا ہے جس کو ہندوستان کا احمدی فرقہ مالی مدد دیتا ہے لیکن وہ تمام مطبوعہ کاغذات و کتب میں مرزا غلام احمد کی نبوت کا اشتہار لئے پھرتا ہے۔ اس لئے جناب سے درخواست ہے کہ خواہ کوئی سبیل نکالیں یہاں سفید کفرستان میں اس وقت اس اہم فرض اشاعت اسلام کی طرف ضرور توجہ فرماویں یہ خاکسار اپنی فانی ہستی کو اسلامی خدمت کے لئے وقف کئے ہوئے ہے۔

فقط والسلام آپ کا خادم احقر العباد رحمت علی خاں عفی عنہ بی۔ سی۔ ایس

خطوطِ زنداں[1]

۱۔ مولانا محمد سلامت اللہ

حضرت بھائی صاحب قبلہ

تسلیم۔ ابھی معلوم ہوا کہ گاندھی صاحب نے آپ کی اور اپنی طرف سے تار دیا ہے کہ ہڑتال مخالفت قانونی کو روک دیجئے اگر یہ خبر صحیح ہے تو یہاں کے حضرات متردد ہیں کہ کیا وجوہ پیش آئے ہیں جس سے کہ ورکنگ کمیٹی کانگریس کی منظور شدہ بات کو ملتوی کیا جاتا ہے امید کہ مفصل حالات سے یہاں کے لوگ مستفید کئے جاویں پنڈت کشن اور نہرو صاحب سے بعد مشورہ تار دیا جاتا تو اچھا تھا اون کو یہاں کے لوگوں کے خیالات اس بارے میں معلوم ہیں۔

محمد سلامت اللہ ۳۱ جنوری

از حضرت مولانا بنام جیلر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً

مکرمی جناب محمد ابراہیم خانصاحب جیلر زاد عنایتہ۔ السلام علیکم۔

مولانا عارف ہسوی صاحب اور خواجہ عبدالمجید صاحب وغیرہ آگرہ جیل سے آپ کے یہاں آئے ہیں۔ چار پلنگ اور ظروف بھیجتا ہوں براہ عنایت مولانا موصوف کے پاس پہونچوا دیجیے اور اون سے میری طرف سے فرمایئے کہ برتنوں کی فہرست لکھ کر بذریعہ حامل ارسال کریں تاکہ برتن بھی روانہ کروں۔ آپ کی عنایت کا مشکور ہوں گا۔ یہ بھی دریافت فرما لیجیے گا کہ اور کس قدر پلنگوں کی ضرورت ہوگی۔

فقیر محمد عبدالباری عفا اللہ عنہ

---

[1] ایسے خطوط صفحہ نمبر ۵۷ تک درج ہیں۔

اشیائے مرسلہ کی فہرست حسب ذیل ہے رسید سے مطلع فرمائیے گا۔

پلنگ	دیگچی مسی	لگن مسی	کفگیر مسی	چمچہ کلاں	چمچہ خورد	پیالہ تاچینی	پلیٹ تاچینی
۴ عدد	۲ عدد	۱ عدد	۱ عدد	۱ عدد	۴ عدد	۴ عدد	۴ عدد

اشیائے مندرجہ وصول ہوگئیں۔ (عارف ہسوی)

ب۔ حکیم آشفتہ صاحب

شیخی وآقائی دامت عنایتکم

تسلیم خادمانہ قبول ہو۔ حضور کی مرسلہ چیزیں پہنچیں اور اتفاق سے اس وقت کھانا بھی کھا رہا تھا۔ اس شفقت بزرگانہ و عزت افزائی کا خاص طور سے شکر گذار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ قبلہ محترم اپنی دونوں کنیزوں کی دلجوئی اور شفقت کا خاص طور سے لحاظ فرماتے ہوں گے مجھے معلوم ہوا ہے کہ دونوں لڑکیاں مجھ کو بہت یاد کرتی ہیں میں حضور کی برکت دعا سے بہت زائد اطمینان قلب کے ساتھ جیل میں ہوں۔

آپ کا خادم آشفتہ

ج۔ مولوی اسمٰعیل غزنوی

۷ رمضان المبارک — جیل ڈسٹرکٹ غازی خاں

مکرم و معظم جناب حضرت مولانا محمد عبدالباری صاحب بالقابہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک عرصہ ہوا ایک عریضہ جناب کو لکھا تھا کہ حکیم مولوی ابو یوسف اصفہانی صاحب کے ذمہ کافی عرصہ سے میرے روپیہ قابل ادا ہیں اور وہ ہمیشہ وعدوں سے ٹال دیتے ہیں آخری وعدہ کو بھی ایک سال گذر گیا اب میں ایک سال سے ڈیرہ غازی خاں جیل میں ہوں میری صحت خراب ہے میں علاج بیرونی کرانا چاہتا ہوں (جس کی مجھ کو اجازت مل چکی ہے) ایسے وقت میں مجھ کو خرچ کی از حد ضرورت ہے وہ آپ کی بات مانتے ہیں آپ ان سے وصول کرلیں اور مجھ کو جس قدر جلد ممکن ہو روانہ کرا دیں میری حالت ایسی ہو رہی ہے کہ میری خواہش ہے کہ مجھ کو بذریعہ تار بھیج دیئے جائیں اگر جناب کو خیال ہو کہ وہ آپ کو ادا کر دیں گے تو آپ مجھ کو اپنے پاس سے روانہ فرما دیں وہ رقعہ جو انہوں نے مجھ کو لکھ دیا تھا وہ لاہور میرے گھر میں موجود ہے۔ میرا خیال ہے ما صہ کی رقم قرض حسنہ ہے میں یہ سمجھوں گا کہ یہ رقم آپ نے مجھ کو اپنی طرف سے مرحمت فرما دی کیونکہ میں بیمار ہوں اور اسیر ہوں والامر الیک۔ مجھ پر جیل میں ایک اور مقدمہ چلا کہ نو ماہ میری قید مزید بڑھا دی گئی اور رشرش ضبط کرلی اس لئے قید کل دو سال ہوگئی جس میں سے صرف ۱۳ ماہ گذر گئے۔ فقط

اسیر فرنگ اسمٰعیل غزنوی کان اللہ لہ معرفت سپرنٹنڈنٹ جیل ڈیرہ غازیخاں ۲۴ اپریل ۱۹۲۲ء

د۔ پیر حسن شاہ

از جیل خانہ نواب شاہ ۲۲ محرم ۱۳۴۰ھ

بحضور مخدومی مولانا عبدالباری صاحب دام اقبالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اب کی دفعہ آپ کا سندھ میں آنا اس

دردناک موقع اور فتح کے بیش قیمہ واقعہ پر ہوا ہے جو تاریخ عالم کا ایک خونی باب کہلائے گا لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ہو مولٰنا میرے آقا یہ حق ہے کہ دہر میں مسلم ہے حق کی آزمائش کے لئے۔ مگر ایمان نہیں فنا آزمائش کے لئے۔ آیہ کریمہ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف اولئک صلوٰۃ من ربھم واولئک ھم المھتدون کا مصداق دنیا میں ہو رہا ہے مگر میرے آقا آپ جیسے جذبات رکھنے والے مسلمان کہاں تک صبر میں رہیں گے اگر ایسے واقعات پر پیمانۂ صبر نہ چھلک گیا تو میں جانتا ہوں کہ ہم ایسے کمزور قلوب کہیں گے متیٰ نصر اللہ اس سے آگے خدا نہ کرے جو آنے والی آندھی ہے آپ حضرات کو خطرہ میں نہ ڈالے پھر تو ملک کے لئے کچھ نہ رہا۔ میرے آقا میں چاہتا ہوں کہ شوق زیارت حاصل کروں اور تبادلۂ خیالات کر کے ایک صائب رائے کھینچوں ایسی لاچاری حالت ہے کہ خاکسار بھی ظلم کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ میں یہ خط جیل سے لکھ رہا ہوں اس لئے آپ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ حق پاک خاتمہ بخیر کرے اور اپنا شوق ذوق عطا کرے اور خاکسار کے لئے اپنے قلم سے چند ہدایات تحریر فرما کر بھیجیں تاکہ میرے لئے ایک سہارا ہو اور میں اسے حجت سمجھوں گا۔

جواب از حضرت مولانا

مکرمی پیر تراب علی شاہ صاحب دام مجدہم

السلام علیکم۔ کرامت صحیفہ صادر ہوا۔ میں اس توقع میں تھا کہ پیر غلام مجدد صاحب کی گرفتاری کے بعد آپ کی ذات ان خدمات کی انجام دہی کے لئے موجود ہے جو پیر صاحب کی ذات سے وابستہ ہیں مگر خدا کو جو منظور تھا وہ ہوا اور جو منظور ہوگا وہ ہوگا۔ ہم لوگوں نے بعد کامل غور کے جو راہ اس وقت اختیار کی ہے جب تک اوس کی انتہا نہ ہو ہمارا قدم ڈگمگا نہیں سکتا ہے ہم سب آپکے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار ہیں اور کوئی جدید راہ اس وقت پیش نظر نہیں ہے ——

۱۴۔ مولوی حامد علی

۱۶ جولائی ۱۹۲۲ء جیل خانہ رام پور یو۔پی

حضرت مولانا صاحب قبلہ دام ظلکم

السلام علیکم۔ آپ کو ایک خط اکبر سے بابت نکلنے وارنٹ لکھ چکا ہوں ملا ہوگا اوس کا بھی جواب جناب نے دیا ہے ایسا معلوم ہوا لیکن وہ خط مجھ کو نہ ملا خیر۔ ۲۱ جون شب کو ۹ بجے گرفتار ہو کر ڈاک گاڑی سے رام پور آیا وارنٹ زیر دفعہ ۱۲۴ الف تھا سپرنٹنڈنٹ بلاسپور نے مع چار سب انسپکٹر کے گرفتار کیا۔ ۲۴ جون کو پیشی ہوئی مدعی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ رام پور نے دعویٰ دائر کیا کہ ۲۱ اپریل کو ملزم نے ایک تقریر کی جس میں واقعہ توہین قرآن ہزاری باغ بیان کیا اور حالانکہ یہ واقعہ جھوٹا ہے کیونکہ گورنمنٹ بہار کے محکمہ تبلیغ و اشاعت نے اس کی تردید کر دی ہے اور تردید کے اعلان کی ایک کاپی اور ۱۵ مارچ کے اخبار امرت بازار پترکا کو پیش کیا اس لئے ملزم نے گورنمنٹ کی طرف سے نفرت پھیلا کر جرم دفعہ ۱۲۴ الف کا کیا۔ یہ دعویٰ خلاصہ ہے اوس کے بعد مرلی دھر سب انسپکٹر نے میری تقریر کے نوٹ پیش کئے اور گواہ دیا کہ ملزم نے ایسے تقریر کی ہے دوسرے گواہ گھبرا گئے صاحب

مجسٹریٹ درجہ اوّل نے بھی نوٹ پیش کیا اور کہا کہ ملزم نے تقریر کی ہے میں موجود تھا میں نے نوٹ لیا ہے پھر دوسری پیشی یکم جولائی ۱۹۲۱ء کو مقرر ہوئی اس پیشی پر مصطفیٰ خاں سٹی سپرنٹنڈنٹ نے نوٹ پیش کیے اور میری دو تقریریں اور ثبوت میں پیش ہوئیں جو کہ اکتوبر و نومبر ۱۹۲۰ء کی تھیں جو کہ اسی رام پور میں میں نے کی تھیں اوس کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ تم کو کیا کہنا ہے میں نے کہا کہ ایک بیان تحریری دوں گا اس میں سب کچھ ہوگا۔ ۵ر جولائی مقرر ہوئی اوس دن میرا بیان مرتب نہ ہوا اس وجہ سے کتب فقہ میرے پاس دیر میں پہنچیں اس لئے میں نے کہا کہ میرا بیان آج مرتب نہیں مجسٹریٹ (عبدالسبحان خاں) نے اوس دن چارج لگا دیا کہ ملزم نے ۱۲۴ الف کا جرم کیا اور دس تاریخ بیان کی مقرر ہوئی اوس روز بیان لے کر گیا اور چونکہ پہلے کہہ چکا تھا کہ پڑھ کر سناؤں گا مگر مجسٹریٹ نے بیان پڑھنے نہیں دیا اور کہا کہ داخل کر دو اس پر میں نے اون کو خوب دق کیا آخر میں جب اوس نے مجھ کو ہٹا دیا تب میں نے تحریری بیان اوس کو دے دیا۔ ۱۲ر جولائی بحث کی مقرر ہوئی۔ کل وکیل سرکار غلام محی الدین خاں نے بہت سی باتیں میرے بیان کی غلط نکالیں اور جو خط ابو تراب شاہ وصی احمد صاحب کے ہاتھ کا بابت تصدیق توہین واقعہ قرآن مجید ہزاری باغ جیل اوس کو کہا کہ یہ ثبوت کے لئے کافی نہیں میں نے واقعہ کی صحت کے لئے اخبار خلافت واقعہ ۷ر اپریل ۲۲ء شامل کیا تھا اور مولانا صاحب بہرامی کا خط غرض جب وہ سب کچھ کہہ چکا تب میں نے کہا کہ ایک بات مجھے بتلائی جائے کہ میرے بیان میں یہ آیت میں نے لکھی ہے اطیعوا اللہ الیٰ آخرہ اور اس کا ترجمہ پیش کیا اور کہا کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ مسلمان بادشاہ کی اطاعت کرو کافر کی نہ کرو اور برطانیہ کافر ہے لہذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ اوس کی اطاعت بھی نہیں کرنا چاہیئے کیا یہ بھی اس جرم میں آتا ہے۔ مذہبی وعظ بھی کیا اس جرم میں داخل ہے اور اوس کو کیا دفعہ حاوی ہے یا کہ ملکہ کے اعلان کے موافق مذہبی آزادی ہے اس پر سرکاری وکیل بول اٹھا کہ مذہبی وعظ مذہبی تقریر بلکہ جو ابھی آپ نے ترجمہ کیا سب اس دفعہ میں شامل ہے اس کے بعد میں نے ایک تقریر دس منٹ تک کی جس میں سرکاری وکیل اور مجسٹریٹ وغیرہ کو صرف اسلامی ہدایت تھی اور پُر امن رہنے کی بحث تھی اب ۱۷ر جولائی یوم دوشنبہ فیصلہ کی تاریخ مقرر ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

آں جناب اس خط کا جواب عنایت فرمائیں گے اور میرے لئے دعا کریں گے کہ رب تبارک و تعالےٰ مجھے ثابت قدمی عنایت فرمائے۔ جیل میں ہوں کھانا شہر سے آتا ہے روشنی وغیرہ کا سب انتظام ہے حکام جیل فی الحال اچھی طبیعت کے معلوم ہوتے ہیں سزا ہونے کے بعد اللہ علیم ہے بیکاری ہے اس لئے دو چیزوں کی خواہش ہے پورا فرمایئے تاکہ یہ بیکاری دفع ہو جائے اول سورۃ فاتحہ کے عمل سے ممتاز فرمائیے مع اجازت میرے لئے پرہیز کی معافی لکھ دیں گے دوسری قصیدہ بردہ شریف کے دو شعر کی اجازت چاہتا ہوں مرحمت ہو۔

قطب میاں صاحب اور مولانا سلامت اللہ صاحب کو السلام علیکم۔ یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ سواک
ہو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ الخ

خادم
فقیر محمد حامد علی عفی عنہ (فاروقی)

خطوط مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی

هو المقتدر

حضرت عظیم البرکت زید مجدہم و مدظلہم العالی

ہدیہ مسنون و تحیۃ غلامانہ۔ اپنے خیال کے مطابق ۲۴ر کو لکھنؤ نہ پہنچ سکا تکان سفر نے کسلمند کر دیا ہے بارے شکر ہے کہ سفر بخیر گزرا، جناب جان محمد صاحب کے صحیح پتہ کی ضرورت ہے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضور والا دہلی تشریف فرما ہوں گے یا کیا۔ غالباً فقیر تو حاضری سے قاصر رہے۔

والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری، مدرسہ قادریہ بدایوں

(۲)

آستانہ قادریہ، بدایوں

۶۸۶

حضور اقدس قبلہ و کعبہ

ہدیہ مسنونہ معروض۔ پرسوں حضرت قبلہ کا جو والا نامہ صادر ہوا بجنسہ نقل کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں وھو ھذا۔

برادر عزیز بارک اللہ لکم۔ غالباً ہمارے خطوط ملتے رہے ہوں گے میں باوجود کاہلی اس قدر مشغول ہوں کہ فرصت بہت کم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سال حجاج کا اجتماع بہت غیر معمولی ہے تقریباً ستر ہزار صرف اہل جاوہ اس وقت تک آچکے ہیں ان کے بعد اہل شام و فلسطین کا نمبر ہے اب اہل ہند کی تعداد بھی معقول ہو چکی ہے، ایرانی بھی بکثرت ہیں اہل مصر جو اس وقت تک کم ہیں امید کی جاتی ہے کہ اس ۲۰ دن کے اندر سب سے بڑھ جائیں گے۔ اس لئے کہ مصری حکومت اور دولت ہاشمیہ میں صلح ہو چکی ہے۔ اور بے شمار جہاز مصر سے روانہ ہو چکے ہیں اس سال محمل شریف بھی بڑی دھوم دھام سے آرہا ہے ابھی سے انتظامات ہو رہے ہیں علمائے مصر نے شریف حسین کی خلافت تسلیم کر لی ہے اگرچہ حکومت مصریہ خاموش ہے مگر مصری جماعتوں کے اکثر بیاسنامے بذریعہ ڈاک موصول ہو رہے ہیں جس میں بیعت کی استدعا ہے غیر معمولی بات یہ ہے کہ اس سال ایرانی لوگ بکثرت آئے ہیں حکومت ہاشمیہ اور دولت ایران میں سفارت قائم ہو چکی ہے ایرانی سفیر جدہ میں موجود ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ اناطولی ترک بکثرت موجود ہیں ہر چند کہ حکومت انگورہ نے پاسپورٹ نہیں دیئے مگر یہ مذہب کے دیوانے متفرق چکروں سے آخر کار حج تک آپہنچے غرضیکہ ایک عجیب عالم ہے۔ نہ یہاں بیعت کا چرچا ہے نہ روپیہ کی لوٹ ہے ہر طرح امن ہے کاش زعمائے ہند بجائے ممانعت، حج کے لئے آتے تو بہت کچھ اتحاد و اصلاح ممکن تھی، تم نے عربی کا اشتہار شائع کر کے مجھے مصیبت میں ڈال دیا بھلا مجھ میں یہ قابلیت کہاں تھی کہ سیاست میں پڑوں اب اگرچہ مشاغل عبادات میں انہماک رہتا ہے تاہم تمہارے سبب ذکر و تذکرے سننے پڑتے ہیں دو چار دن میں ایک مؤتمر ہونے والی ہے اس کے نتیجہ سے مطلع کروں گا ہم نے کوشش کر کے مدینہ کا قافلہ مرتب کرا لیا تھا مگر بد قسمتی کہ ہم سے قبل چوبیس ہزار کا جو قافلہ رابغ سے روانہ ہوا تھا اسے بدوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم تو کم از کم فی کس ایک گنی شریف سے لیں گے۔ نہ ہم تمہیں لوٹیں گے نہ ماریں گے

چنانچہ کل قافلہ خیریت سے مکہ پہنچ گیا۔ شریف حسین نے دس ہزار گنی پر مصالحت کر لی تھی لیکن بدوں نے قافلہ کی تعداد دیکھ کر فی کس ایک گنی لینے پر اصرار کیا۔ اب حکومت کی طرف سے ایک وزیر بغرض مصالحت گئے ہیں دیکھئے کیا طے ہوتا ہے۔ حکومت یہ بھی انتظام کر رہی ہے کہ عام طور پر حجاج کو جہاز کے ذریعہ روانہ کرے بہر حال ہم تو بعد حج فوراً بقصد مدینہ پاک عقبہ ہو کر معان سے ریل میں سوار ہو کر مدینہ پاک پہنچ جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ محرم میں بدایوں پہنچ جائیں۔

۲۲/ ذی قعدہ

فقیر محمد عبدالقدیر القادری

(۳)

۷۸۶ — ھو المقتدر

حضور امام السنۃ حضرت عظیم البرکۃ مدظلہم العالی

ہدیۂ مسنون و تحیۂ غلامانہ۔ الحمد للہ علیٰ کل حال۔ آج لاہور سے واپس آیا ہوں، عزیزی خواجہ نظام سلمہ نے والا نامہ دیا حالات معلوم ہوئے۔ احتیاطاً کیا جائے گا۔ الحمد للہ کہ مطب کی حالت بہتر ہے مایوس کن نہیں امید افزا جس کو حضور کی توجہ باطنی سے یقینی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ لاہور میں جان محمد سندھی ارباب وفد سے سخت مکدر تھے بالخصوص ابوالکلام صاحب کی سطحی بلاغت اور گہری خطابت سے بعد مایوس ہوئے۔ میں نے مطمئن کیا کچلو صاحب بھی تھے تفصیلی حالات زبانی عرض کئے جا سکتے ہیں، امر آخر یہ قرار پایا کہ ۲۰/ صفر کو میں پھر لاہور جاؤں گا اور غالباً ۲۳/ یا ۲۴/ صفر تک تمام امور طے ہوں گے ممکن ہے پھر ۲۴ یا ۲۵ صفر کو لکھنؤ میں اور سندھی صاحب حاضر ہوں حالت امید افزا ہے۔ للہ الحمد میرا قیام بدایوں ۱۵/ صفر تک ہے اس کے بعد آگرہ جاؤں گا اور ایک وقت کے لئے بدایوں آ کر لاہور چلا جاؤں گا۔

والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۴)

۷۸۶

ھو المقتدر

حضرت عظیم البرکۃ زید مجدہم و ظلہم

ہدیۂ مسنون و تحیۂ ادب۔ الحمد للہ علیٰ کل حال، امید کہ مزاج سامی بخیر ہوگا۔ باعث تحریر عریضہ ایک خاص ضرورت ہے امید ہے کہ حضور والا رائے عالی سے مطلع فرمائیں گے۔ آج کل کی کشمکش سے طبیعت گھبرا گئی دل یکسوئی چاہتا ہے خیال ہے کہ ان تمام خیالات و حالات سے قطعاً کنارہ کر لیا جائے بلکہ اس وقت یہاں قیام بھی بھلا نہیں معلوم ہوتا نیز ایک عرصہ سے بے حد اشتیاق تھا کہ کسی صورت دارالخیر سرکار بغداد میں حاضری دی جائے اس خیال کی یکسوئی سے فوراً اس قصد کو مصمم کر دیا۔ غالب خیال ہے کہ ان شاء اللہ ۲۰/ جمادی الاولیٰ کو بدایوں سے روانہ ہو جاؤں ابھی یہ طے نہیں کیا ہے کہ بمبئی جاؤں یا کراچی۔ بہر حال قصد روانگی مصمم ہے بحولہ و قوتہ تعالیٰ

والسلام

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

مدرسہ بدایوں

(۵)

ھوالمقتدر

حضرت مولانا المکرم المفخم المعظم زید مجدہم مدظلہم العالی

ہدیۂ مسنون وتحیۂ غلامانہ، والانامہ بجواب عریضۂ فقیر موصول ہوا اپنی تحریر جس کی پشت پر مولوی عبدالماجد صاحب کی تحریر ہے ارسال کی جاتی ہے وہ آج کل میرٹھ میں ہیں بدایوں پہنچنے پر کہہ دیا جائے گا کہ اب تک جو اطلاع موصول ہوئی ہے غلط ہے تصدیق و تکذیب کا مسئلہ حضور کے ارشاد کے بعد (سامنے لایا جائے گا) تاہم سمجھا دیا جائے گا کہ مزید تصدیق مولانا محمد علی صاحب وغیرہ سے کرسکتے ہیں۔ والانامہ کا آخری جملہ سمجھ میں نہیں آیا اس کے واسطے ضروری ہے مزید تفصیل کی خاطر حاضر ہوکر استفسار کیا جاتا۔ لیکن بوجوہ دس دن تک بدایوں سے باہر نہیں جاسکتا۔ آج کل تفکراتِ عمومی کے سوا تفکراتِ خاص کا بھی غلبہ ہے دعا کی ضرورت ہے۔

والادب فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۶)

ھوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مولانا المعظم مدظلہم العالی

ہدیۂ مسنون وتحیۂ ادب، الحمدللہ علی کل حال، قبل ازیں عریضہ حاضرِ خدمت کیا جاچکا ہے تفکراتِ علالت سے حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ اللہ ہی فضل فرمائے آج یکم محرم الحرام ہوگئی اس وقت تک انتظار رہا مگر جواب نہ ملا ڈاکٹر صاحب کو بھی میں نے خط لکھا تھا اور حالت آب و ہوا دریافت کی تھی نیز یہ کہ اس موسم میں تبدیلئ آب و ہوا کے لئے کون سا مقام مناسب ہے اس کا جواب بھی نہ ملا۔ خیال ہے کہ کل سفر کروں لیکن بعض احباب مانع ہیں اگر جانا ہوا تو غالباً ماہ محرم میں کہیں جانا ہو۔ والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۷)

ھوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مدظلہ العالی

سلام مسنون وتحیۂ ادب، الحمدللہ علی کل حال، اجمیر شریف کی واپسی پر قریب میں لکھنؤ کا قصد تھا، بوجوہ تاخیر ہوئی انشاءاللہ اتوار کو بعد مغرب حاضرِ خدمت ہوسکوں گا۔ پرسوں مولوی ناظر صاحب کا مطبوعہ خط پہنچا ہے غالباً حضرت کی خدمت میں بھی آیا ہوگا۔ بعض حضرات اور بھی قدم بڑھا رہے ہیں جمعیۃ المشائخ یا نظام مشائخین اندیشہ ہے کہ جمعیۃ العلما کی طرح ہوکر نہ رہ جائے افسوس ہے کہ وقت کم ہے ورنہ الہ آباد میں ربیع شریف کے موقع پر ایک چھوٹا سا اجتماع ہی ہوجاتا۔ باقی حالات بدستور ہیں۔

والادب

محمد عبدالقدیر قادری

(۸)

هوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مولینا اعظم المعظم زید مجدھم و ظلہم

ہدیہ مسنون و تحیۃ ادب، فقیر تادم تحریر بخیریت ہے خدام حضور بعافیت رہیں۔ والا نامہ موصول ہوا فوراً قصد حاضری کیا جانا بوجوہ معذوری رہ گیا انشاء اللہ المستعان یہاں سے بعد نماز عید روانگی ہوگی اور اوائل شوال میں حاضر ہو سکوں گا۔ جناب مولوی محمود الحسن صاحب کے بابت اس قدر عرض ہے کہ فقیر انجمن علمائے ہند کا رکن نہیں نظر براں مولوی صاحب موصوف کی صدارت کے بابت حق اعتراض بھی نہیں رکھتا۔

والادب فقیر محمد عبدالقدیر قادری از گلبرگہ

(۹)

هوالمقتدر

حضور اقدس ظلہم العالی

ہدیہ مسنون و تحیۃ ادب، الحمد للہ علی کل حال۔ میں بالکل سخت علیل ہوگیا تھا اب اچھا ہوں حضرت کے تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں ہے دعا ہی کافی ہے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت کا سفر بمبئی کب ہوگا۔ مولینا مصباح الدین صاحب تشریف لائے تھے پھپوند واپس گئے ان کے ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ہے میں بغرض تعزیت اس کے وہاں جاؤں گا اگر حضرت کا قیام ۱۱ تاریخ تک ہو تو ۱۱ کو حاضر ہو کر کچھ عرض کروں۔

۹ تاریخ تک اس کا جواب مجھ کو بدایوں میں ملنا چاہیے خط کا وقت نہ ہو تو تار ملنا چاہیئے اگر اس سے قبل ہی قصد بمبئی ہو تو واپسی پر حاضری دوں گا۔

والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری مدرسہ قادریہ بدایوں

(۱۰)

هوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مدظلہم العالی، ہدیہ مسنون و تحیۃ ادب

الحمد للہ علی کل حال۔ بوجہ کثرت مشاغل عرصہ سے تحریر عریضہ کی نوبت نہ آئی خارجاً مسموع ہو رہا ہے کہ حضرت نے سفر حج کا قصد بہرحال فرما دیا ہے میری یاد اگر غلطی نہیں کرتی تو شاید بیشتر تو سفر مشروط تھا کہ اگر دستخط صلح ہو جائیں جو بظاہر بعید ہیں شیخ المشائخ کے حالات سے یکسر بے خبری رہی نوری صاحب کی خدمت میں خط ارسال کیا ہوا جواب رہا۔ مولانا معین الدین ماہ مبارک کی گرمی کا علاج بالمثل کرنے کے لئے سندھ تشریف لے گئے۔ اوائل شوال میں ارباب حلقہ اجتماع کی تجویز اگر ملتوی ہو گئی ہو تو عرس بانسہ شریف بہت ہی مناسب ہے آئندہ جیسی رائے عالی ہو فقیر کا قصد حج ہی تھا مگر اب غالباً ملتوی کرنا ہو۔ باقی حالات بدستور ہیں۔

فقیر محمد عبدالقدیر القادری

(۱۱)

ھوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مدظلہم العالی، ہدیہ مسنون وتحیۃ نیاز

الحمد للہ علی کل حال۔ غیر متوقع طور پر حیدرآباد میں قیام زیادہ ہو گیا۔ یہ اتفاق بھی عجیب تھا کہ سکندرآباد سے جب میری گاڑی منماڑ کو روانہ ہوئی تو اس سے ایک منٹ پیشتر صدراعظم کجوارہ کو روانہ ہو گئے تھے الخیر فیما وقع اب حضرت خاص طور پر نواب ذوالقدر جنگ بہادر کو بچالیں ان کی ہمت قابلِ داد ہے اس علم کے بعد کہ فرمان اخراج مرتب ہو چکا ہے پھر بھی خادم الاسلام کے جلسہ میں تقریر صدارت فرمائی۔

بہرحال خاص حمایت کی ضرورت ہے وقت نہیں ہے ورنہ مفصل حالات زبانی عرض کرتا۔

والادب فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۱۲)

حضرت مولانا المعظم المفخم محب الفقراء ظلہم العالی ہدیہ مسنون وتحیۃ نیاز

الحمد للہ علی کل حال، میں کچھ دنوں سے اخباری دنیا سے قصداً بے خبر ہوں بالخصوص ماہ مبارک میں خاص کر عشرہ آخر میں کہ حسب عادت اعتکاف میں ہوں۔ مولوی خواجہ نظام الدین صاحب نے جناب مولانا برکۃ اللہ صاحب کی نظر بندی کے اندوہناک خبر سنائی وھو المیسر لکل عسیر آئندہ ان کے بابت کیا کاروائی ہوگی رائے عالی سے اگر مناسب ہو تو مطلع فرمایئے۔

والادب، فقیر محمد عبدالقدیر قادری مدرسہ قادریہ بدایوں

(۱۳)

ھوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مولینا المعظم مدظلہم العالی

ہدیہ مسنون وتحیۃ ادب۔ الحمد للہ علی کل حال۔ مولانا محمد سجاد صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ حضرت کو تحریک معلومہ پاس کردہ جمعیۃ علما میں تدبر سے غور ہے عرض یہ ہے کہ تحریکات مجوزہ کانفرنس کلکتہ کا مناسب الفاظ میں اختصار کر دیا گیا ہے۔ حضرت کی رائے سے مجھے اتفاق ہے کہ برادرانِ وطن سے گفت وشنید کر لی جائے لیکن اول علما کے اتفاق کا علم ہو جائے کام تو شروع کر دیا گیا ہے متوکلاً علی اللہ۔ مولوی سجاد صاحب کی رائے کے مطابق ۲ رمئی بمقام فیض آباد اس تبادلہ خیال کے لئے زبانی انسب ہے گو ابھی دیر ہے مگر کیا کیجیے اس سے پیشتر کوشش کی جائے گی کہ حضرت سے نیاز حاصل کر سکوں۔ والادب

فقیر محمد عبدالقدیر قادری، مدرسہ قادریہ بدایونی

(۱۴)

ھوالمقتدر

حضرت عظیم البرکۃ مدظلہ العالی ہدیہ مسنون وتحیۃ ادب الحمد للہ علی کل حال

اس وقت تک صحیفہ گرامی کا انتظار رہا۔ چونکہ جمعیۃ العلما کی تاریخیں بدل گئی ہیں لہذا شاید مولوی صاحب تشریف نہ لا سکے

ہوں۔ فقیر نے عرض کیا تھا کہ یکم ربیع الاول سے ۲۰ تک سفر میں رہنے کے سبب حاضر نہ ہو سکوں گا خیال ہے کہ پرسوں حیدرآباد جاتا ہو مولوی ہاشم حسن صاحب کے والد صاحب سے ملاقات کی تھی انہوں نے اپنے خط کے مضمون کو دہرایا اور پھر کہا کہ جو حکم ہوگا اس کو بخوشی منظور کیا جائے گا۔ سردار علی خان کے خطوط آئے ہیں وہ حضرت کی دعا کے محتاج ہیں۔ والسلام

فقیر محمد عبدالقدیر قادری، مدرسہ قادریہ بدایوں

۱۵

هوالمقتدر

حضرت مولانا المعظم المفخم زید مجدہم، ہدیہ مسنون و تحیۂ نیاز

الحمدللہ علی کل حال۔ جناب سے رخصت ہو کر بخیر بدایوں پہنچا۔ انشاء اللہ پرسوں عزم ہے اس وقت باعث تحریر یہ امر ہے کہ جناب حافظ ظہور احمد صاحب۔ صدر اصلاح الخیال اس سے قبل مختاری کرتے تھے بسلسلۂ ترکِ موالات اس کام کو ترک کر دیا ہے ممکن تھا کہ کسی دوسری طرف توجہ کرتے لیکن یہ واقعہ ہے کہ بدایوں اور ضلع بدایوں میں اُن کے خدمات قومی کی بیحد ضرورت ہے برادر محترم ماجد میاں نے ایک خط نہایت زبردست بنام مولانا شوکت علی خان صاحب لکھا ہے اور خواہش ظاہر کی ہے کہ ان کو سلسلۂ مبلغین میں شامل کر لیا جائے یہ واقعہ ہے کہ اس کام کو حافظ ظہور احمد صاحب نہایت خوبی سے انجام دے سکتے ہیں چونکہ جناب والا صدر اعظم مبلغین ہیں اس لئے جناب سے یہ درخواست ہے کہ ان کے بابت تحریک فرمائیں گے یہ امر بھی ضروری ہے کہ حلقہ تبلیغ بدایوں اور قرب جوار ہو تو زیادہ مناسب ہے گو ایسی صورت میں بھی مجالس کی شرکت اور مخصوص کار خلافت دیگر مقامات میں انجام دیتے رہیں گے گر مرکز ملک ہند ہی رہے کہ یہاں اس دماغ کی زیادہ ضرورت ہے امید کہ اس طرف توجہ فرمائی جائے گی اور اودھ کانفرنس کے جلسہ تک اس مسئلہ کو مختتم فرما دیا جائے گا۔ والسلام

فقیر محمد عبدالقدیر قادری بدایوں

(۱۶)

هوالمقتدر

حضرۃ عظیم البرکۃ مدظلہم الاقدس

ہدیہ مسنون و تحیۂ ادب! الحمدللہ کہ فقیر تادم تحریر بخیر ہے انشاء اللہ المنعان پرسوں قصد روانگی ہے ایک صاحب کو شب میں روانہ کر دیا گیا کہ پاسپورٹ وغیرہ کا انتظام کر لیں چند باتیں ضروری وقتِ حاضری عرض کرنا رہ گئیں۔

ڈاکٹر سیف الدین کچلو سے کچھ قرار داد بابت سکھ اشخاص ہوئی تھیں نیز دیگر وجوہ بھی ایسے تھے کہ وہ میرے اس سفر کی نوعیت سے واقف ہوتے ورنہ ممکن ہے کہ وہ اپنی رائے میرے متعلق بدلیں کیونکہ قرار داد انتہائی تھی امید کہ جب وہ اودھ کانفرنس میں حاضر ہوں تو خاص طور پر فقیر کا یکایک عزم سفر ہونا اُن سے کہہ دیا جائے کسی قدر تفصیل کے ساتھ۔

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

(۱۷)

(خط بنام مولانا سلامت اللہ صاحب)

هوالمقتدر

مولانا المکرم ذوالمجد والکرم ، ہدیہ مسنون وتحیۃ نیاز

الحمدللہ علی کل حال، والا نامہ موصول ہوا جناب ایسے جلسے کی شرکت کا حکم دیتے ہیں جہاں کہا بہت کچھ جائیگا اور کام بہت کم ہوگا - نیز مجھے مولوی عبدالماجد کی زبانی جلسہ لکھنؤ کے دلخراش واقعات کے سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ انجمن موید الاسلام ختم کر دی گئی پھر نمائندگی کیا معنی، میں اسی وقت ایک معروضہ پیش گاہ حضرت مولانا میں حاضر کر رہا ہوں جناب والا ملاحظ فرمائیں - زیادہ نیاز

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

خط، خواجہ غلام نظام الدین بدایونی

(۱)

هوالمقتدر

۱۲ر رمضان جناب معظم و محترم ذوالمجد والکرم

ہدیہ مسنون معروض ، بفضلہ بدایوں میں سب خیریت ہے - خیریت مزاج سامی معلوم ہونے کا بیحد اشتیاق ہے ، بتاریخ ۱۴ یا ۱۵ ر ماہ حال کو ایک عریضہ بصورت لفافہ بتوسط مولوی برکۃ اللہ صاحب زید مجدہم ارسال خدمت عالی کیا گیا جواب کا انتظار تھا کہ کل اخبار ہمدم میں پریشان کن خبر دیکھی بیحد افسوس ہوا صحیح حالت معلوم کرنے کی فوری پریشانی میں تار بھی روانہ کرنے کا قصد کیا مگر پھر مجبور رہا اب ہر ساعت نہایت بےچینی سے گذر رہی ہے اور صحیح واقعات کی اطلاع نہ ہونا اور بھی پریشان کن ہے امید و یقین کہ جلد جواب سے سرفراز فرمائیں گے - حضرت قبلہ مولوی عبدالقدیر صاحب زید مجدہم بخیریت ہیں -

خواجہ غلام نظام الدین

(۲)

حضور اقدس، ہدیہ مسنون معروض

فرمان مبارک کے مطابق میں نے خود ہی احساس کیا کہ کہیں بدایوں کی سیاست نہ شروع ہو جائے مگر خموشی کے بعد بھی اخبارات اپنی کافی معلومات کا ثبوت دے رہے ہیں اور ایسے جزئیات لکھتے ہیں خیر تعجب ہوتا ہے اخبار الامان و زمیندار و خلافت خصوصی حصہ لے رہے ہیں میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ مجھ پر کوئی اعتراض مجکو شائع کرنے والا نہیں - ہاں یہ بات ضرور گہری سیاست کا پتہ دیتی ہے کہ میری رائے کو حضرت قبلہ کا خیال بتایا جائے یا برادر معظم و محترم شفیع میاں صاحب سے کہا جائے کہ وہ توجہ کچھ کر رہے ہیں حضرت مولانا عبدالباری صاحب کی تعمیلِ ارشاد ہے - ان باتوں کا بیشک مجھ پر اثر ہوتا ہے جو ان کے مقاصد کی کامیابی ہے حالانکہ سچائی سے عرض کرتا ہوں کہ بعض اوقات حضور والا کے قطعی سکوت کو تعجب کی نظر سے دیکھتا ہوں - میں کوئی صورت نہیں سمجھتا کہ حضور والا کی یا حضرت قبلہ کی ذات کو کس طرح اپنی تحریرات سے بےتعلق ثابت کروں اور ڈرتا بھی ہوں

کر کہیں میری روش مجرم نہ تصور ہو میں نے ایک مضمون میں یہ لکھنا بھی چاہا کہ نہ مجھے مولانا عبدالقدیر صاحب کی تائید کی ضرورت ہے نہ حضور مولانا عبدالباری صاحب کے سکوت کی پروا۔ لیکن ان جملوں کی اشاعت کسی مصلحت پر بھی دل نے گوارہ نہ کی حضور والا کا ذکر تو حضور تک پہنچانے کے لئے مخصوص حضرات سے بھی کیا جاتا ہے لیکن حضرت قبلہ کے متعلق تو اخبارات میں مسلسل شائع ہو رہا ہے کہ حکومت کے اشارے سے خلافت ماننے کے لئے تشریف لے گئے ہیں چنانچہ مجھ سے بے تعلق بلکہ ایک حد تک معترض ہو کر اہل شہر اخبارات کے اس طرز عمل پر اپنا غم و ملال ظاہر کرنے والے ہیں جس میں ظاہر کریں گے کہ حضرت کے عزیزوں میں صرف مسئلہ خلافت میں اختلاف ظاہر ہو چکا ہے لیکن حضرت نے کوئی رائے اب تک نہ ظاہر فرمائی پس کسی کی رائے کو حضرت کی طرف منسوب کرنا اور ان پر ذاتی اعتراض کرنا یا ان کے حج کو مقصد خلافت بتانا صحیح نہیں اور یہ کہ حضرت مولانا پر اکثر ہندستان کے ذمہ دار حضرات بھی کافی اعتماد رکھتے ہیں اور آپ کے جذبات دینی سے واقف ہیں۔ انشاء اللہ یہ تحریر مفید ہو گی جس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک ممکن ہے لیکن کاش علی برادران بھی یہ مختصر اعلان شائع فرما دیں کہ ہمیں حضرت مولانا پر اعتماد ہے اور ہم وثوق رکھتے ہیں کہ ان کا مقصد حج صرف ادائے فرض ہے دوسرا نہیں۔ نہ وہ حکومت کے اشارے سے گئے نہ ہمارے خیال میں ملتوا نے خلافت تسلیم کی ہے اخبارات کو ہر شخص کی بحث اسی حد تک محدود کر لینا ہے اور اختلاف بڑھانے کے بجائے اتفاق کی سعی کرنا چاہیئے کاش حضور بھی اس کو مناسب تصور فرمائیں یہ ایک بڑی کامیاب صورت ہے اور تمام سیاستوں کا کافی جواب ہے غالباً علی برادران کو بھی ان جملوں سے کوئی اختلاف نہ ہو گا آئندہ جو رائے عالی ہو وہی بہتر ہے۔

طالب دعا

خواجہ غلام نظام الدین

خط، مولوی عبدالحامد بدایونی (۱)

بدایوں۔ مولوی محلہ۔ ۲۰ شعبان ۱۳۴۴ھ یوم شنبہ

مولانا المعظم جناب مولوی سلامت اللہ صاحب مدظلہ۔ السلام علیکم

میں پرسوں چاٹگام سے واپس آیا۔ ہمدم کا ۲۰ تاریخ کا پرچہ دیکھا جس میں مجھ سے استفسار ہے کہ میں نے کس اطلاع پر اپنی رپورٹ میں جمعیۃ العلماء لکھنؤ کا تذکرہ کیا۔

غالباً آپ کو یاد ہو گا کہ میں آپ کے پاس شب کے وقت بغرض ملاقات گیا تھا اور اس خاص مسئلہ کے متعلق دیر تک گفتگو رہی تھی۔ آخر میں جناب نے فرمایا تھا کہ ہماری یہاں تو جمعیۃ قائم ہی ہے کام ہو رہا ہے جس کو چاہو منتخب کر لو۔ اس صاف و صریح ارشادات کے بعد میں نے جرأت کی اور اس کے بعد ایک عریضہ بھی حاضر خدمت کر دیا تھا۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب کا اسم شریف صدارت میں لکھ دینا البتہ میری غلطی کچھ ہو سکتی ہے مگر میری غرض حضرت مولانا کی صدارت و سرپرستی تھی۔

میں حضرات ارکین ندوۃ العلماء میں سے بعض اشخاص سے اس مسئلہ کے متعلق مدت سے تحریک کر رہا ہوں اور ان کی رائے بھی آپ ہی کی طرف ہوتی ہے یعنی فرنگی محل سے۔

بہر حال میں اطلاع شائع کر چکا ہوں۔ ایک خط سید جالب صاحب کو کل لکھا ہے وہ غالباً آپ سے مل کر دکھائیں گے۔

والسلام، عبدالحامد القادری

مولانا المکرم تسلیم۔ یہ عریضہ ۲۹ر اپریل کو بھیجا گیا اس خیال سے کہ آپ کو ضرور مل جائے بیرنگ بھیجا گیا مگر کل واپس آ گیا۔ اس کا مطالعہ سے گزر جانا ضروری ہے لہٰذا پھر حاضر خدمت ہے۔ والسلام عبدالماجد القادری

خطوط، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ

(۱)

از دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳ر ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

مکرمی مولینا زاد مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرمت نامہ پہنچا، حال معلوم ہوا، یہاں ڈپٹی کمشنر نے معززین رؤسا اور علماء کو ایک روز ایام مارشل لا میں بلایا تھا، مسئلہ خلافت پر بحث ہوئی سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم سلطان کو خلیفہ مانتے ہیں، اس لئے ہماری خواہش ہے کہ قسطنطنیہ وغیرہ ان کے ماتحت رہنا چاہیے یہ پیغام اور خواہش گورنمنٹ میں سے جائی جائے، غالباً صاحب نے بھی حکومت کے اشارہ ہی سے جلسہ کیا تھا اس لئے اب اس کے بعد جلسہ کرنے پر لوگ متوجہ نہ ہوں گے ——— مگر میری رائے اس کے علاوہ ہے کہ ماشاءاللہ (معاملہ ہی) اب کیا رہا ہے جس پر رقیبوں کا ڈر کریں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ربنا اجعل النا من الدنک وکیا واجعل لنا من لدنک نصیراً

خادم ثناء اللہ

(مولینا ثناء اللہ امام اہل حدیث، تحریک حریت کے قائدین میں سے تھے۔
"ایام مارشل لا" سے غالباً جلیاں والہ باغ کی فائرنگ کے زمانے کی طرف اشارہ ہے)

(۲)

۶ر صفر ۳۸ھ (بنام مولانا سلامت اللہ صاحب)

جناب مولوی صاحب سلامت، السلام علیکم۔ کارڈ آپ کا بابت نمائندگی پہنچا، میں بعارضہ نزلہ علیل ہوں، گلا پڑا ہوا ہے اگر قابل بولنے کے ہوا تو جا کر آپ کی نمائندگی کروں گا اور آپ سے انعام لوں گا۔ انشاءاللہ۔ امرتسری احباب مولانا اور پارٹی کی ملاقات کے شائق ہیں بجلسہ مسلم لیگ۔

والسلام ابوالوفا ثناء اللہ امرتسر۔

(۳)

۱۰ر رمضان شریف ۳۹ھ

مولانا، السلام علیکم۔ والا نامہ پہنچا معلوم کرائیں کہ میری ذات خاص کے لئے ہے یا بغرض اشاعت۔

والسلام، خادم ابوالوفا ثناء اللہ

(۴)

امرتسر ۱۹ رمضان سنہ ۴۳ھ

مولانا المکرم زاد کرمہ۔ السلام علیکم۔ عنایت نامہ پہنچا، امر معلوم کے متعلق دونوں بھائیوں نے مجھے یہی کہا تھا میں نے بھی اہل الرائے حضرات سے مشورہ کیا بہت سی مشکلات محسوس ہوئیں آخر قرار پایا کہ چونکہ دونوں فریقوں (حجازیوں اور نجدیوں) کو سمجھانا ہے اس لئے ہندوستان کے سارے مسلمانوں کی طرف سے بانتخاب مرکزی خلافت کمیٹی وفد جائے جس کا اعلان باقاعدہ پہلے کیا جائے جس ذریعہ سے یہ کام بآسانی ہو سکتا ہے ایک ہی فریق کے افراد دونوں فریقوں کو نہیں سمجھا سکتے جو ضروری ہے اس لئے یہ عقدہ ایک دو اصحاب کی ملنے سے حل ہونے کا نہیں۔

یہ بھی سوچنا ہے کہ دونوں کے حق میں اس مصرعہ کا جواب کیا ہوگا ؎

بدروزِ طمع دیدۂ ہوشمند۔ خادم ابوالوفا ثناء اللہ امرتسر

نوٹ: حجاز پر سعودی حملہ کے بعد مولینا عبدالباری ؒ اور مولینا محمد علی میں اختلافات ہو گئے تھے۔ مولینا ثناء اللہ مرحوم کا خط اسی سلسلہ میں خلافت کمیٹی کے وفد کے بارے میں ہے۔

(۵)

مولانا السلام علیکم مزاج شریف۔ مضمون جس کا ٹکڑا ارسال ہے اہلحدیث کے علاوہ دوسرے ملکی اخباروں میں چھپوا گیا ہے۔ مولوی ابوالکلام، ڈاکٹر کچلو صاحبان کے مشورہ سے اس کا انگریزی ترجمہ گاندھی جی کو بھیجا گیا ہے آپ سے اس کے متعلق بہت کچھ امید ہے جو جو وسائل اس کی کامیابی کے آپ کو معلوم ہوں امید ہے خود ہی ان پر عمل کریں گے میں نے جمعیۃ العلماء میں بطور تجویز کے بھیجا ہے آپ بطور تائید کے ایک خط بھیج دیں کہ اسے پاس کیا جائے۔ اور بھی جو مناسب خیال فرمائیں مطلع فرمائیں —— مولوی سلامت اللہ وغیرہ صاحبان کو سلام عرض۔

ابوالوفا ثناء اللہ یکم محرم سنہ ۴۰ھ

خط، مولوی اختر علیخاں

(۱)

لکھنؤ ۱۶ر مئی سنہ ۱۹۱۶ء

مکرم معظم جناب مولوی صاحب

السلام علیکم۔ آپ سے رخصت ہو کر میں سیدھا قیصر باغ پہنچا، راجہ صاحب سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے قبل یعنی کل شام کو ہی مسٹر مظہر الحق صاحب کا خط راجہ صاحب کو دے دیا تھا، آج راجہ صاحب نے پوچھا کہ کس کس شخص نے چندہ دیا میں نے مسٹر اظہر حسین صاحب کا نام بتایا اس وقت اور کوئی بات نہیں ہوئی مجھے راجہ صاحب نے کہا ہے کہ آپ اپنا پتہ چھوڑ جائیے میں الیکشن کے بعد جس قدر جلد ہو سکے گا روپیہ فراہم کر کے بھیج دونگا۔

جناب کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ التماس ہے کہ راجہ صاحب کو اس امر سے ہرگز غافل نہ ہونے دیجیے گا بلکہ الیکشن کے بعد خود ہی روپیہ بھجوانے کا انتظام فرمائیے گا۔ راجہ صاحب سے میں نے کوئی تفصیلی واقعہ بیان نہیں کیا۔ آپ خود ہی بیان کر دیجیے گا۔

آپ کا خادم
اختر علی خاں

نوٹ: اختر علی خاں مولیٰنا ظفر علی خاں کے فرزند تھے۔ یہ خط غالباً مالی اعانت کے سلسلہ میں ہے۔ راجہ صاحب سے مراد راجہ صاحب محمود آباد مرحوم ہیں۔

(۲)

۱۸ مئی ۱۶ء کرم آباد

مکرم و معظم جناب مولوی صاحب قبلہ

السلام علیکم۔ اس سے قبل ہی لکھنو سے ایک عریضہ خدمت اقدس میں لکھ چکا ہوں جو امید ہے کہ ضرور آپ کو مل گیا ہوگا میں کل ٹھیک ۲ بجے بخیریت کرم آباد پہنچ گیا۔ راجہ صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجیے کہ وہ رقم جو انہوں نے بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا جس قدر جلد ممکن ہو بھیج دیں روپیہ کی آج کل سخت ضرورت ہے جیسا کہ اس سے پیشتر عرض کر چکا ہوں امید ہے کہ آج الیکشن ختم ہو گیا ہوگا اور راجہ صاحب اس سے فراغت پا چکے ہوں گے اس خط کے پہنچتے ہی روپیہ بھجوانے کی کوشش کیجیے اس کے علاوہ اپنے اثر کو کام میں لا کر کہیں اور جگہ سے بھی روپیہ کا بندوبست کرا دیجیے۔ باقی سب خیریت ہے۔ والد مکرم آپ کو بہت بہت سلام کہتے ہیں۔

آپ کا تابعدار اختر علی خاں

نوٹ: راجہ صاحب سے مراد مہاراجہ علی محمد خاں والیٔ محمود آباد ہیں۔

(۳)

۱۹ مئی کرم آباد

مکرم معظم جناب مولوی صاحب قبلہ و کعبہ

السلام علیکم۔ اس سے قبل دو عریضہ خدمت اقدس میں بھیج چکا ہوں جو امید ہے کہ آپ کو مل گئے ہوں گے۔ آج راجہ صاحب کا وعدہ تھا کہ روپیہ بھیج دیا جائے گا لیکن اس وقت تک کہ شام کے ۶ بج چکے ہیں روپیہ موصول نہیں ہوا۔ ازراہ نوازش خود تکلیف فرما کر راجہ صاحب کو یاد دہانی فرما دیجیے۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ حالت سخت مخدوش ہے اگر آپ منگل تک قریباً ۲ ہزار روپیہ راجہ صاحب سے اور دیگر حضرات سے فراہم کروا کے بھیج دیں تو یہ ایک ایسا احسان ہوگا جس کو بندہ مدت العمر نہ بھولے گا۔ اس خط کو تار سمجھیے باقی سب خیریت ہے والد مکرم آپ کو بہت بہت سلام کہتے ہیں۔

میرا پتہ یہ ہے: اختر علی خاں کرم آباد وزیر آباد پنجاب

آپ کا تابعدار اختر علیخان

خطوط اسماعیل غزنوی

(۱)

مکرم و معظم حضرت مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو ایک جلسہ اس سے پہلے ہم کر چکے ہیں جس میں اشتہار شائع نہ کر سکے کاپی لکھی ہوئی تھی مگر مطابع نے انکار کر دیا طبع سے اس اجلاس میں فیصلہ یہ ہوا کہ خلافت کمیٹی امرتسر واقعی منعقد ہونا چاہیے۔

اب انشاء اللہ جمعہ کو جلسہ ہوگا اور اس میں ریزولیوشن پاس ہوں گے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانان امرتسر کو مسلمان کر دے آمین ۔

عاجز اسماعیل غزنوی

(۲)

مکرم معظم جناب مولانا قیام الدین محمد عبدالباری صاحب بالقابہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، مجکو ایک تقریر کرنے کے جرم میں ایک سال قید سخت اور دو صد روپیہ جرمانہ یا تین ماہ مزید قید کی سزا کا حکم ہوا اور مجکو دریائے اٹک کے پار جس کو سکھوں کے عہد میں کالے پانی کے لئے استعمال کیا جاتا تھا وہاں کے جیل خانہ میں رکھا ہوا ہے پنجاب میں سے ۳۹ اور قیدی میرے جیسے یہاں ہیں ۔ میں جناب کو ایک ایسی تکلیف دینا چاہتا ہوں جس کا دینا شاید مناسب نہ ہوتا مگر بعض مجبوریوں نے مجبور کر دیا اس لئے کہنے پر مجبور ہوں ۔

یہاں حکومت کی طرف سے حکم ہے کہ مقررہ خوراک سے اوپر اگر خوراک یا دوسری غیر ممنوعہ اشیاء کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو باہر سے منگوا سکتے ہیں ——— اور میرے ۱۷۵ (پونے دو سو روپیہ) سے زاید حکیم سید ابو یوسف اصفہانی کے ذمہ واجب الادا ہیں انہوں نے بطور قرض حسنہ مجھ سے لئے تھے اور وہ مجکو وعدے دیتے رہے مگر کوئی وعدہ ایفا نہ کیا طول طویل حکایتیں سناتے رہے کہ حضرت مولانا کی معرفت مجکو مبلغات ملنے والے ہیں وہ اپنے ہاتھ سے ادا کر دیں گے ۔ اب میں مصیبت میں اور قید میں ہوں مجکو ضرورت ہے ، ایک خط ان کو لکھ چکا ہوں مگر انہوں نے جواب تک نہ دیا ، میری گرفتاری سے ایک ماہ پہلے لاہور میں مجھ سے ملے تھے اور وعدہ کیا تھا کہ بذریعہ تار تین روز میں روانہ کروں گا اب تک نہ کوئی جواب ملا نہ رقم مطلوبہ ۔ یہ جناب کا احسان ہوگا اگر جناب کی معرفت یہ رقم مل جائے اور یہاں میرے کام آسکے مجکو ان کا پتہ بھی معلوم نہیں میرا منسلکہ عریضہ ان کے نام مع گرامی نامہ کے روانہ فرما دیں ممنون ہوں گا ۔

امید کہ جناب یہ تکلیف معاف فرمائیں گے ۔

نیازمند طالب دعا

اسمعیل غزنوی

نوٹ : مولینا اسمعیل غزنوی مشہور قومی کارکن تھے ۔ حکیم ابو یوسف اصفہانی مکتوب الیہ کے مرید اور معتقد اور خاص مزاج کے خلافتی کارکن تھے ۔

خطوط داؤد غزنوی

(۱)

مکرمی مولٰنا آزاد عنایتہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جناب نے جو تجویز داخلین خلافت کے متعلق بھیجی تھی مجھے اس سے اتفاق ہے، امید ہے کہ اس کی کمل منظوری سے آخر ستمبر تک اطلاع دیں گے کہ یکم اکتوبر سے ان کو کام پر لگا دیا جائے۔ والسلام

محمد داؤد غزنوی ۲۳ ستمبر ۱۹۲۱ء

نوٹ: داؤد غزنوی مولٰنا اسمٰعیل غزنوی کے بھائی اور مشہور قومی کارکن تھے۔

(۲)

مکرمی جناب مولانا صاحب

السلام علیکم۔ جناب کو بذریعہ اخبارات معلوم ہوا ہوگا کہ آل انڈیا خلافت کمیٹی (کانفرنس) کا دوسرا سالانہ اجلاس امرتسر میں مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۹ء کو بوقت ۸ بجے شام کانگریس پنڈال میں ہونا قرار پایا ہے اس اجلاس میں خطبہ صدارت پڑھا جائے گا اور اہم تجاویز پر غور و فکر کے بعد انھیں پاس کیا جائے گا۔ سبجکٹ کمیٹی ۲۹ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ۲ بجے مسلم لیگ کے خطبہ صدارت کے ختم ہونے کے بعد ہوگی۔

جناب سے امید ہے کہ اس خالص مذہبی مجلس میں شرکت فرما کر اپنے مفید مشوروں سے قوم کو اس مسئلہ میں راہ راست بتلائیں گے۔

محمد داؤد غزنوی سیکرٹری خلافت کمیٹی

(۳)

مکرمی حضرت مولانا عبدالباری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ جناب امرتسر سے ہوتا ہوا لاہور پہنچا، جواباً گزارش ہے کہ جمعیۃ العلماء کے سالانہ اجلاس میں آپ کی شرکت نہایت ضروری سمجھی جاتی ہے، اہلِ پنجاب کی یہ بدقسمتی ہوگی اگر آپ یہاں اس عظیم الشان جلسہ میں شرکت نہ فرمائیں گے۔ اس ماہ میں جناب کی مصروفیتوں کی وجہ سے اگر شرکت متعذر رہتی تو الحمدللہ کہ یہ مانع بھی جاتا رہا کیونکہ مولانا آزاد صدر جلسہ ان تاریخوں میں واقعی فرائض صدارت کو ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ۲۴ اکتوبر کو محمد علی صاحب کا مقدمہ شروع ہونے والا ہے اور نہ معلوم کراچی میں مولانا آزاد کو کتنے دن ٹھہرنا پڑے اس لئے جلسہ کی تاریخیں بجائے ۲۸، ۲۹، ۳۰ اکتوبر کے ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ کر دی گئی ہیں جو مولانا آزاد اور مولانا کفایت اللہ صاحب کے مشورہ سے بدلی گئی ہیں۔ اس لئے مجھے جناب سے قوی امید ہے کہ تاریخات مقررہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ نومبر کو شرکت جلسہ کے لئے ضرور تشریف لائیں گے اور اپنے پاکیزہ خیالات سے اور نیک مشوروں سے ہم اہلِ پنجاب کو بالخصوص مستفید فرمائیں گے۔

آپ کا خادم

محمد داؤد غزنوی ناظم

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۱ء

خطوط مولانا شبلی

(۱)

جناب مخدوم و مکرم مولانا عبدالباری صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا والا نامہ موسومہ مولوی حفیظ اللہ صاحب میرے پاس آیا چونکہ ان سوالات سے اصل جو مجھ کو تعلق ہے اس لئے بحیثیت معتمد دارالعلوم جواب عرض ہے یہی جواب مولوی حفیظ اللہ صاحب کی طرف سے بھی سمجھا جائے اگر مزید اعتبار منظور ہو تو میرا خط ان کے پاس بھیج دیجیے گا۔ ہم لوگ سب کی سب درس نظامیہ یہاں کے شکر گزار ہیں اور اس آستانہ کی جبہ سائی ہمارا ایمائے عزت ہے۔ اگر معمولی تغیر کر دیا جائے تو نظامیہ کا انتساب چھوٹ نہیں سکتا۔ حرم محترم کی موجودہ عمارت مرزا یا حجاج بن یوسف کی ہے۔ مسجد نبوی میں اب ایک ذرہ بھی عہد نبوت کا نہیں سب کچھ سلطان عبدالمجید کا بنوایا ہوا ہے تاہم وہی کعبہ ہے ابھی اور وہی مسجد نبوی ہے۔ اب جوابات بہ ترتیب دفعات عرض ہیں۔

۱۔ درس مروجہ دارالعلوم کے علاوہ درس نظامی قدیم دارالعلوم میں جاری ہو سکتا ہے۔ اور طلبائ دونوں میں سے جو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں البتہ اس کے لئے زائد مدرسین کی ضرورت ہوگی جب تک یہ سامان نہ ہو عملی کارروائی کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔

۲۔ دارالعلوم ندوہ میں تحفظ عقائد اہلسنت و جماعت سب سے مقدم چیز ہے تمام مدرسین اسی طریقہ کے ہیں اور ہمیشہ یہ اصول ملحوظ رکھا گیا ہے۔

۳۔ عقائد میں پہلے اقتصاد امام غزالی تھے لیکن وہ بہت مشکل تھے اس لئے تمہید ابو شکور سلمی رکھی گئی جو مشہور مستند کتاب ہے اور اب امام رازی کی کتاب معالم اصول الدین کے داخل کرنے کا ارادہ ہے۔

۴۔ ہاں زائد نگرانی ہو سکتی ہے۔

۵۔ اگر موجودہ علمائے فرنگی محل ارکان انتظامیہ میں داخل ہونا منظور فرمادیں تو یہ دارالعلوم کا اور ہمارا فخر ہے اور ہم ہمیشہ سے اس کے آرزومند ہیں اور خود یہ درخواست کر چکے ہیں۔ ہاں اس قدر ملحوظ رہے کہ تعداد کل ارکان کی ۲۵ ہے اس میں جو جگہ خالی ہوتی ہے اس کے لئے انتخاب ہوتا ہے۔ غالباً اس وقت دو ممبروں کی جگہ خالی ہے اور راوس بہ غایت خوشی سے علمائے فرنگی محل کا انتخاب ہوگا۔ والسلام

شبلی ۱۵ رجولائی ۱۹۰۸ء

(۲)

۶ رجون ۱۹۱۲ء

کرمی تسلیم۔ خط مطبوعہ پہونچا۔ ندوہ سخت اصلاح طلب ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی مقدم کام نہیں لیکن کامیابی کی کوئی امید نہیں۔ یہ مانا کہ ایک باوقعت کمیٹی اصلاحی قائم ہو تمام انتظامی امور کی ایک باقاعدہ اسکیم بنا دے لیکن عمل کون کرے گا۔ موجودہ دستور العمل میں یہ ایک دفعہ ہے کہ نائب ناظم یا ناظم ہر مہینہ کا بجٹ بنائے گا اور معتمد مالی اس پر تصدیقی دستخط کریں گے پھر تمام ارکان کے پاس جاوے گا اور اس کے موافق کام ہوگا۔ کیا کبھی اس پر عمل ہوا اور کیا آپ یہ جرأت کر بیٹھے کہ اب

بھی اس پر عمل نہ ہو۔ آپ علانیہ میدان میں آئیں اور جو عہدہ دار اپنا کام انجام نہ دے اوس کو برطرف کرا دیں۔ آپ کے ذہن میں ابھی جلسۂ انتظامیہ کی بڑی وقعت ہے کیوں کہ آپ نے کوئی جلسہ اس کا دیکھا نہیں لیکن جب تجربہ ہوگا تو آپ کو جلسہ میں آتے ہوئے شرم آنے لگی چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ برسوں سے ایک بھی اجلاس نہیں ہوا اور مقرر کیا گیا تو نصاب جلسہ پورا نہیں ہوا۔ لوگ سمجھ گئے کہ بیکار جھک جھک سے کیا حاصل تعمیرات کی ایک کمیٹی تھی اس کا کوئی اجلاس نہیں۔ روپیہ برابر خرچ ہو رہا ہے یہاں تک کہ تقریباً بارہ ہزار روپیہ جو بورڈنگ کا تھا وہ مدرسہ کی موجودہ عمارت پر لگا دیا گیا — نہ کسی سے پوچھا گیا نہ کسی جلسہ میں پیش ہوا کیا ان کارروائیوں کو آپ رد کر سکتے۔ کام بہت ضروری ہے لیکن اس کے لئے بہت دلیری اور مردانہ زور آوری کی ضرورت ہے۔

شبلی ۶ جون ۱۹۱۲ء

(۳)

مکرمی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ والا نامہ پہونچا۔ آپ کی نیک نیتی کا میں معترف ہوں لیکن بعض باتیں تعجب انگیز ہیں مثلاً ایک خاندان فرنگی محل کے ۵ ممبر تین اب آپ منتخب کرتے ہیں دو پہلے سے ہیں۔ مولانا دنیا میں کہیں یہ قاعدہ نہیں کہ ایک گھر کے اس قدر ممبر ہوں۔ یہ تو ندوہ پر پہلے سے سخت اعتراض ہے کہ مثلاً ایک کاکوری کے ۳ ممبر ہیں۔

اس طریقہ سے ایک پارٹی جب چاہے اپنا زور قائم کرلے اس کے علاوہ دوسرے حقدار محروم رہ جاتے ہیں۔ ہاں ایک امر یہ ہے اور آپ اس کو فوراً دفتر نظامت میں لکھ بھیجیں کہ انتخاب کا یہ طریقہ نہیں کہ ایک کی رائے سے دوسروں کو بالکل خبر نہ ہو۔ قاعدہ یہ ہے کہ ایک وقت معینہ تک تحریکیں آجاتی ہیں اس کے بعد ان رایوں اور ناموں کو مشتہر کیا جاتا ہے کہ ناواقف ارکان کو واقفیت ہو اور ان کو رائے دینے میں مدد ملے۔ مثلاً آپ نے جو نام بھیجے مجھ کو پہلے سے معلوم ہوتے تو میں ان میں سے خود کئی شخصوں کے حق میں رائے دیتا۔

شبلی ۱۴ ستمبر ۱۹۱۲ء

جواب حضرت مولانا

نامۂ ہدایت انتخاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور گزارش ہے کہ میری تجویز اراکین لائق تعجب نہیں اس واسطے کہ میں اپنے واقف کاروں کو پیش کر سکتا ہوں باقی جو انتخاب کا خیال مجلس کو کرنا چاہیے انتخاب کا اوس کو اختیار ہے ناواقفوں کے نام پیش کرنا بیکار کی ذمہ داری ہے۔ جناب کی تجویز کے ساتھ میں بھی متفق ہوں دفتر نظامت میں اس کی اطلاع کر دوں گا۔ زیادہ آداب

(۴)

مجمع الفضائل جناب مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی مدفیوضہ

امتحان دارالعلوم ندوۃ العلماء کے پرچے غالباً جناب کی نظر سے گزر چکے ہوں گے۔ چونکہ حسب قاعدہ امتحان سالانہ کے نتیجہ کو اب شائع ہو جانا چاہیئے اس لئے گزارش ہے کہ تمام پرچے حامل رقعہ کو عنایت فرمائیے۔ والسلام

شبلی نعمانی بقلم محمد علی دفتر ندوۃ العلماء

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

(۵)

مکرمی۔ سلام مسنون۔ آپ کی نیت بخیر تھی اور ہے لیکن تجربہ یہ ہے کہ اب جو جلسہ ہوتا ہے وہ پُرخطر و مخل ہوتا ہے۔ ابکے بھی وہی سامان نظر آتے ہیں۔ آپ نے اپنی یادداشت میں لکھا تھا کہ کسی کے عزل و نصب کی بغیر ارکان میں اصلاح اور قواعد کی پابندی کرائی جاوے۔ ارکان کی مدت دو سالہ ختم ہونے کو ابھی چھ مہینہ باقی ہیں لیکن مولوی عبدالحئی صاحب نے جو غلط جارہی کئے ہیں ان میں سب سے پہلی دفعہ تقرر عہدہ داران و انتخاب ارکان ہے۔ میں نے ان کو بار بار لکھا کہ اس قصہ کو اس وقت نہ چھیڑئیے لیکن انہوں نے خیال نہیں کیا اتنے سہارے سے پرانے زخم پھر ہرے ہوگئے اور دبی ہوئی چنگاری پھر چمک اٹھی۔ سنتا ہوں کہ ابکی پھر اوس پہلی مہابھارت کا سامان ہورہا ہے۔ دو ایک خط لکھنؤ سے اسی مضمون کے پہونچے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں اپنا ایک مدرسہ ہے ندوہ میں کسی قسم کی برہمی ہوئی تو طرح طرح کے خیالات آپ کی نسبت پیدا کرے گی۔ مولانا خدائے پاک کی قسم اگر ذرہ بھر اس بات کا یقین ہو کہ یہ لوگ مدرسہ کو چلائیں گے تو ندوہ کو چھوڑ کر الگ نہ ہوجانا گناہ عظیم سمجھتا ہوں غور فرمائیے کہ جب سے یہ مخالفتیں لوگوں نے شروع کر دی ہیں کیا حالت ہورہی ہے۔ عمارت کھلی ہوئی پڑی ہے چھت تک نہیں بن سکتی۔ بہرحال آپ مولوی عبدالحئی صاحب کو لکھیے یا اون سے ملیے اور کہیے کہ عزل و نصب کا قصہ رہنے دیں اصلاحی باتیں پیش کریں صرف کیجیے بس لڑائی ہوچکی اور اگر آپ کو بھی خدانخواستہ تماشا دیکھنا منظور ہے تو بہتر ایک دفعہ اور دیکھ لیجیے۔ امید ہے کہ آپ مجھ کو جواب سے مشرف کریں گے۔

۲۲ رمضان المبارک — شبلی۔ بمبئی پالن جی ہوٹل

(۶)

جناب مولانا رکن دارالعلوم۔ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی نہیں آتے اب کوئی اور پرنسپل تجویز کرنا ہے مولوی حفیظ اللہ صاحب اور مولوی شبیر علی صاحب میں سے آپ کس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اول الذکر صاحب کی نسبت آپ کا کیا اعتقاد ہے کیا وہ پورے حنفی ہیں یا مائل بہ عدم تقلید۔ اپنی رائے سے کل تک مطلع فرمائیے۔ — شبلی اکتوبر ۱۹۱۱ء

(۷)

جناب مولانا عبدالباری صاحب دام لطفہ

سلام مسنون۔ کیا مدرسہ نظامیہ آپ نے بغرض وصول چندہ (از حسب طلبہ) آپ نے بند کر دیا ہے۔ کیا دیوبند کی نسبت بھی یہ خبر ہے۔

شبلی ۱۰ر نومبر ۱۹۱۲ء

(۸)

بخدمت جناب مولوی عبدالباری صاحب ادمجدہ۔ میں نے سنا ہے کہ لوگ یہ مشہور کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے مناظرہ کیا اور آپ کو بند کر دیا۔ میں اس قدر عرض کرتا ہوں کہ میری عادت نہ مناظرہ کی ہے نہ میں نے ہرگز یہ کیا۔ کسی شیطان نے یہ کہا ہوگا۔ میں اس سے بالکل بری ہوں۔ افسوس کی بات ہے کہ لوگ اس قسم کی بیہودہ باتیں مشہور کرتے ہیں۔ — شبلی۔ ندوہ لکھنؤ ۱۲ر محرم الحرام

نوٹ: مولینا شبلی کے ابتدائی تمام خطوط ندوۃ العلما کی اندرونی چپقلش کے بارے میں ہیں۔ آخری خط

غالباً سیرت النبی کے مباحث کے متعلق کسی مفروضہ مناظرے کے بارے میں ہے۔

خط، مولوی منیر الزمان اسلام آبادی

(۱)

انجمن علمائے بنگال
۵ ر اکتوبر ۱۹۱۸ء

جناب عالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، حضور عالی انجمن علمائے بنگال کے اغراض و مقاصد سے من وجہ واقف ہوں گے اشاعت اسلام، مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ملی پیدا کرنا۔ اسلام کی حقیقی و روحانی تعلیم افراد اسلام میں پھیلانا۔ قومی ہمدردی اور مذہبی پاسداری کا سبق سکھانا یہ اہم ترین اغراض ہیں۔ ہمارا اعتقاد کامل ہے کہ حضور عالی کو ضرور انجمن علماء سے دلی ہمدردی ہوگی۔ گذشتہ سال جب انجمن کا اجلاس کلکتہ میں ہوا اوس وقت جناب نے اپنی شرکت کا خیال ظاہر فرمایا تھا۔ بنگال کے مسلمان شرف زیارت کے از حد مشتاق تھے مگر ہماری بدقسمتی سے بوجوہات وہ تمنا پوری نہ ہوئی۔

انجمن کا آئندہ سالانہ اجلاس بمقام چاٹگام (مشرقی بنگال) ہونا قرار پایا ہے غالباً ۲۶، ۲۷ ر دسمبر ۱۹۱۸ء کو تاریخ مقرر ہوگی۔ بنگال کے علماء اور دیگر طبقہ عام و خاص مسلمانوں کی دلی آرزو ہے کہ حضور عالی آئندہ اجلاس کی کرسی صدارت کو زینت بخشیں۔ میں غیر ضابطہ طور پر اس بارہ میں جناب سامی سے استمزاج کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ مخدوما۔ صوبہ بنگال کی ایک خصوصیت کی طرف آپ کی خاص توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اس صوبہ میں تقریباً تین کروڑ مسلمان بستے ہیں ان کی مالی حالت بھی ہندوستان بھر کے سارے صوبوں سے بہتر ہے۔ ایسا زرخیز صوبہ روئے زمین پر کم ہے۔ یہاں کے لوگ علماء کی بات کی طرف زیادہ تر اعتماد و اعتقاد رکھتے ہیں مگر افسوس ان میں اسلام کی حقیقی روح پھونکنے کے لئے افراد کا از حد قحط ہے۔ جناب کی طرف یہاں کے خاص و عام مسلمانوں کو جیسی حسن عقیدت ہے اگر حضور اقدس التجا کو قبول فرما کر ہمارے بنگال میں تشریف لاویں اور یہاں کے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی حقیقی تعلیم کا عکس ڈالیں اس سے ایک متوقع نتیجہ خیر کی امید قوی ہو سکتی ہے اس لئے ہمیں امید واثق ہے کہ حضور انجمن علمائے بنگال کے اجلاس کی صدارت کا عہدہ قبول فرما کر تین کروڑ مسلمانان کے تسخیر قلوب سے اون کی تسکین کریں حضور کی مرضی سے واقف ہونے کے بعد ہم باضابطہ انتظامی کمیٹی کی طرف سے خط روانہ کر کے باقاعدہ جواب حاصل کریں گے چونکہ انجمن علماء کی صدارت کے لئے جس قابلیت کے عالم کی ضرورت ہے اون کی تعداد سارے ہندوستان میں دو چار سے زائد نہیں نظر آتی اور اون میں بھی بعض آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس میں مصروف رہیں گے۔ سوائے جناب عالی کے ہمارے سامنے کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا زیادہ۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاکسار منیر الزمان اسلام آبادی جوائنٹ سیکرٹری انجمن علمائے کلکتہ

(۲)

مولانا المکرم زاد مجدہٗ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بمبئی سے سیٹھ چھوٹانی صاحب کا استمزاجی خط موصول ہوا۔ لندن ڈیپوٹیشن

کے متعلق ادنہوں نے میری رضا مندی کے مستفسر ہوتے ہیں آپ کو غالباً معلوم ہوگا کہ ہم اصولاً مزید عرض و معروض کے مخالف ہیں۔ مگر جو بات کثرت آرا سے جلسہ میں پاس ہوتی ہے اس پہ رضا مند ہونا لازمی ہے۔

اب میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جماعت علما کے قائمقام کی حیثیت سے ڈیپوٹیشن میں جانا ضروری خیال کرتے ہیں یا نہیں اور شمولیت کے لئے مستعد ہوتے یا نہیں۔

میرے خیال میں علما کی طرف سے سیاسی خیال کے دو ایک عالم کی شرکت نہایت ضروری ہے قوم کے اکثر افراد کو سر آغا خاں وغیرہ ایسے امرا پر اعتماد نہیں ہے علی الخصوص ادنہوں نے بمعیت سید امیر علی وزیر اعظم کی خدمت میں عرض داشت چند ماہ پیشتر بھیجی تھی۔ اوس میں سلطنت عثمانیہ کی قطع و برید کو صرف تسلیم نہیں بلکہ طرز تحریر سے تائید کی ہے اس لئے آزاد خیال لوگوں میں سے دو تین شخص کا جانا ضروری ہے آپ اور جناب حسرت اگر شامل ہوتے ہیں تو میں بھی شرکت کے لئے تیار ہوں ورنہ آپ دونوں کی غیر شمولیت کی صورت میں میرا تنہا جانا بالکل فضول ہے بقیہ حضرات کو ہم بخوبی جانتے ہیں ان کی آرا کا استحکام و استقلال بارہا آزمایا جا چکا ہے امرتسر علما کانفرنس کی کامیابی کے لئے آنجناب کو سرگرمی سے کوشش کرنا چاہئے اخبارات میں علما کو مخاطب کرکے آپ کی طرف سے ایک اپیل ضرور شائع ہونا چاہئے۔ شرکت کے لئے اصرار فرمائیں خلافت کمیٹی کلکتہ کی طرف سے ہم یہاں پہ اشاعت فتوی و اشتہارات پہ غیر معمولی قوت صرف کر رہے ہیں۔ دہلی کا فتویٰ واضح طور پر شائع کیا گیا ہے۔

۷ دسمبر ۱۹۱۹ء   بندہ محمد منیر الزماں اسلام آبادی

(۳)

۱۵ دسمبر ۱۹۱۹ء از کلکتہ

جناب مولانا المکرم زاد مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ سرفراز ہوا۔ حافظ احمد میاں کو مرسلہ قیمت مل گئی ہے۔ ایک کتاب دستیاب ہوئی ہے دوسری کی کوشش جاری ہے ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری میں بہت سی نایاب کتابیں تصوف کی موجود ہیں بعض خریدنے کو مل سکتی ہیں۔ اصطلاحات صوفیہ پر خوشی حاصل ہوئی۔

جمعیت سیاسیہ علمائیں شرکت کے لئے میں اور خاں صاحب تیار ہیں۔ انشاء اللہ ۲۵ دسمبر تک ہم امرتسر پہونچ جائیں گے۔ کانفرنس۔ لیگ۔ جمعیۃ۔ تینوں کی شرکت منظور ہے آپ کی شرکت کی تاریخ معلوم ہو تو بہتر ہے۔ میں نے ہمدم میں جمعیۃ سیاسیہ علمائے ہند کے نصب العین اور قوانین اساسیہ پہ ایک مضمون بھیجا ہے نہ معلوم وہ شائع ہوا ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں تھوڑے دن سے ہمدم باقاعدہ نہیں آتا اگر وہ مضمون شائع ہوگیا ہے تو آپ اس کے اصول اور نصب العین پہ غور فرمالیں تاکہ اجلاس کے وقت زیادہ تضیع اوقات نہ ہو۔ سخت افسوس ہے کہ اب تک دہلی کے عارضی سکرٹری کی طرف سے یا امرتسر استقبالیہ کمیٹی کی طرف سے کوئی باقاعدہ دعوتی رقعہ شائع نہیں ہوا۔ آپ جلد تار دیں۔

بمبئی خلافت کمیٹی کو مرکز تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ اس قدر ضرور شرط ہے کہ مرکزی کمیٹی میں ہر صوبہ سے ممبر لئے جاویں کیونکہ امرا کے طبقہ پر عام قوم کو اعتماد نہیں ہے۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے غیر کے ہاتھ میں ان کا زمام اختیار

رہتا ہے۔ کلکتہ کی خلافت کمیٹی کا کام عدم شرکت جشن صلح کے متعلق نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ دس ہزار فقرا کے لئے عمدہ کھانا تیار کیا گیا تھا مگر کھانے والے نہ ملے اور کھانا برباد ہو گیا۔

محمد منیر الزماں اسلام آبادی

(۴)

۱۹ مئی ۱۹۲۲ء دفتر سودیشی خلافت اسٹور، کلکتہ

حضور والا۔ السلام علیکم۔ چند ماہ خلافت اسٹور کے حصے فروخت کرنے کی کوشش میں صوبہ متحدہ و بمبئی وغیرہ میں مصروف رہنے کے بعد کلکتہ واپس آتے ہی انجمن علماء کے سالانہ اجلاس کے انتظام میں مصروف رہا بعد اجلاس کے چاٹگام و ڈھاکہ وغیرہ مقامات پر جمعیۃ علماء کی شاخ قائم کرنے و امیر شریعت کے مسئلہ کی تشریح میں کچھ وقت گذر گیا دو تین روز ہوئے کلکتہ پہونچا ہوں ان مصروفیتوں کی وجہ سے حضور عالی کو کوئی خط نہ لکھ سکا۔۔۔ اس مرتبہ انجمن کے اجلاس میں ایسا ایک ناگوار واقعہ پیش آیا جس سے انجمن کے سارے گذشتہ کارنامے خاک میں مل گئے۔۔

استقبالی کمیٹی کی طرف سے چند معزز و مشہور علماء ہند کو شرکت کی عملی دعوت دینے کے لئے مولوی مسعود احمد کانپور دہلی — دیوبند بھیجے گئے تھے۔ مولانا شبیر احمد دیوبندی حضرات نے آنے کا وعدہ کر کے عین وقت پر انکار کر دیا، قاصد بیچارہ مایوس ہو کر میرٹھ وغیرہ کا سفر کرتا ہوا اپنی راستے سے بدایوں پہنچا۔ بدایوں میں مولوی ماجد صاحب کے دام میں آ کر جناب فاخر الہ آبادی اور حامد میاں کو لئے ہوئے کلکتہ پہونچے۔ پیشتر پہلے سے صدارت کے لئے مولانا محمد سجاد صاحب بہاری کو بہت مشکلوں سے راضی کر لیا تھا اور وہ وقت پر چاٹگام پہونچ گئے تھے ناگاہ کلکتہ سے تار ملا مولانا فاخر اور مولانا حامد شرکت کے لئے چاٹگام جا رہے ہیں میں نے خیال کیا کہ یہ صاحبان اپنے شوق سے ایک مذہبی اور قومی جلسہ کی شرکت کے لئے جا رہے ہوں گے۔ جب چاٹگام پہونچے تب معلوم ہوا فاخر اور حامد صاحب خاص طور پر ہمارے قاصد صاحب کی دعوت اور وعدہ صدارت پر تشریف لائے ہوئے ہیں اور فاخر صاحب خطبۂ صدارت سنانے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کے پیچھے پڑ گئے۔ میں تو ان کے کمرہ سے بھاگ نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا محمد شفیع صاحب بھی بھاگ کر جان بچا کر میرے کمرہ میں آ کر مجھے تجویزات کی تسوید وغیرہ میں مدد دینے لگے۔ چونکہ مولانا سجاد صاحب نہایت نیک اور حد سے زائد نیک آدمی ہیں اس لئے وہ بادل ناخواستہ کمرہ میں فاخر صاحب کا نسب نامہ بنام خطبہ صدارت سننے لگے۔ کچھ دیر بعد میں نے ان سے صاف الفاظ میں کہا مولانا سجاد صاحب انجمن کے صدر ہو کر آئے ہیں آپ اپنی تقریر بعد شام دوسرے اجلاس میں سنائیں۔ انہوں نے کہا نہیں میں پہلے اجلاس میں سنا کر چلا آؤں گا اور مولانا سجاد پھر میری جگہ پر صدارت کریں گے اس پر بڑی بحث رہی آخر مولانا سجاد کی کسر نفسی اور حد سے زیادہ کسر نفسی نے فاخر صاحب کو اپنے خیال میں غالب بنا دیا۔ سجاد صاحب نے کہا میں نے خطبہ صدارت کہاں لکھا مجھ کو وقت و موقع کہاں ملا فاخر صاحب نے خطبہ لکھا ہے ان کو ہی صدر ہونا چاہیے مجھے مطلقاً خواہش نہیں فاخر صاحب کو اور موقع ملا انہوں نے کہا کیوں اس بیچارے پر دباؤ ڈالتے ہو میرا تو خطبہ بنا بنایا موجود ہے میں اسے پڑھوں گا اور پھر چلا آؤں گا، غیر مان نہ مان ہم تیرے مہمان اس اصول پر جلسہ میں انہوں نے آخر صدارت ہم لوگوں سے حاصل کر ہی لی۔ خطبہ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا تھا۔ وہ خلافت کانفرنس کے لئے تھا۔ آخر اسی کو انجمن میں پڑھ دیا اور انجمن علماء سے ایسی تعلیق دینے یا

مناسبت ثابت کر دینے کی نہ کوشش کی نہ اس کی ضرورت محسوس ہوا کہ یہ جلسہ انجمن علماء کا ہے علم اور علماء وغیرہ کے متعلق کسی امر کا ذکر کرتے مگر ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اپنے کمالات کا ذکر خیر اور خاندانی نسب نامے اور کچھ مسائل خلافت پر اور شعر و غزلیات پر انہوں نے خطبہ کا خاتمہ کیا۔ آپ حضرات یہ خیال فرمائیں گے کہ ہم کو اتنی بھی قوت امتیاز نہیں ہے کہ انجمن علماء کا صدر کس کو اور کیسے آدمی کو ہونا چاہیے۔ ہمارے سابق انتخابات مولانا سید سلیمان ندوی۔ مولانا آزاد سبحانی۔ مولانا حضرت عبدالباری۔ مولانا حبیب احمد خود ہماری قوت امتیاز پر شہادت دیں گے۔ مگر مجبوری وجبر و اکراہ کی حالت میں کیا کیا جاتا۔ ایک بھائی بزور ایک عہدہ پر برقرار ہونا چاہے دوسرا مستحق اپنی کسر نفسی سے اس ناجائز فعل کی تائید کر رہا ہے ہم میزبان لوگ آخر کیا کرتے خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا اور صرف اس لئے عرض کر دیا چونکہ حضور والا کو انجمن سے از حد ہمدردی و دلچسپی ہے اس لئے ہماری ان حرکات سے ضرور حضور بھی کبیدہ خاطر ہوئے ہوں گے اور طبعاً ہونا چاہیے تھا۔ الحمد للہ مولانا محمد شفیع نے فرنگی محل کا نام رکھ لیا ہے باوجودیکہ ان کو بغیر کسی اطلاع کے فوری طور پر ہم لوگوں نے خلافت کانفرنس کا صدر منتخب کر لیا تھا اور جو صدر پہلے نامزد ہوئے تھے انہوں نے عین وقت پر شرکت سے معذوری ظاہر کر دی پھر بھی مولانا محمد شفیع نے ایک مطول اور نہایت مدلل و فاضلانہ خطبہ مجلس میں پیش کر دیا اور نہایت قابلیت و قاعدہ و قانون کی پابندی و اصول کے ساتھ کانفرنس کے معرکۃ الآراء مباحث کا معاملہ و تصفیہ کے کام بحسن و خوبی انجام دیئے۔ میں خود اس خیال میں تھا کہ یہ ایک نوعمر آدمی ہیں خدا جانے کیا کہیں گے اور اجلاس کی کارروائی کس طرح انجام دیں گے مگر مشاہدہ نے ثابت کر دیا اور امید سے بڑھ کر انہوں نے اپنی قابلیت اور وقار کا ثبوت دیا۔ فرنگی محل کی قدیم وحال کی شہرت کو قائم رکھتے بلکہ اس میں کسی قدر اضافہ کرنے میں کامیاب نکلے۔ حضور اس نوجوان کے لئے دعائے خیر و ترقی عمر فرمائیں۔ حضور کا زبانی پیغام عین وقت پر پہونچا اور اس کی تصدیق میری بمبئی وغیرہ کے بہت سے واقعات و آثار سے بھی ہوتی ہے بد نفسہا مباش و بے بدگمان باش یہ اصول نہایت تجربہ و دور اندیشی پر محمول ہے۔

حکیم اصفہانی صاحب اب تک کلکتہ تشریف رکھتے ہیں۔ کامیابی کی امید بہت کم ہے کوشش کی جا رہی ہے۔

عارف صاحب نے ان کے سفر یورپ کی مخالف رائے ظاہر کی اور اپنے تجربے پیش کئے۔

بندہ منیر الزماں اسلام آبادی

مولوی فاخر صاحب نے مصارف سفر راہ اور فہمائیشات کے برتاؤ سے ہمیں اس درجہ مجبور و تنگ کر دیا تھا جس کی تفصیل موجب تطویل و باعث تشویش و تکلیف ہے اس کی تفصیل مولانا شفیع کی زبانی معلوم ہوگی۔

(۵)

۱۵ اکتوبر ۱۹۲۲ء از کلکتہ

مخدومنا و مکرمنا دام فضلہ

السلام علیکم۔ بندہ زادہ محمد شمس الزماں سلمہ کو جناب عالی کی خدمت میں بغرض تحصیل علوم عربیہ بھیجنے کی تجویز ایک عرصہ سے ہو کر رہ گئی ہے بوجوہ اب تک وہ تجویز عمل میں آسکی۔ جناب حکیم ابو یوسف اصفہانی کے خط سے معلوم ہوا کہ حضور عالی نے از راہ نوازش اس خادم پر نظر عنایت مبذول رکھ کر بندہ زادہ کو اپنی زیر نگرانی اپنے مدرسہ میں تعلیم دینے پر رضامندی ظاہر فرمائی ہے اس مژدہ سے میرے نیم مردہ

قالب میں گویائی زندگی آگئی — اگرچہ میرے لڑکے کی انگریزی تعلیم کے زمانہ میں اس کے لئے ماہوار بالاوسط پچاس روپیہ سے کم نہیں تھا مگر اس وقت میرے لئے ماہوار پندرہ بیس روپیہ خرچ کرنا بھی مشکل ہے پھر بھی انشاء اللہ تعالیٰ پندرہ بیس روپیہ ماہوار کا کسی طرح انتظام کروں گا مگر دو چار ماہ غالباً باقاعدہ اور ٹھیک تاریخ مقررہ پر بھیجنا مشکل ہوگا۔ حضور والا کی طرف سے وقتاً فوقتاً اگر اس کی تلافی ہو جاوے یہ نہایت اہم احسان ہوگا۔

لڑکا چونکہ عربی فارسی نہایت اچھی طرح نہیں پڑھا ہے گویا دو مدد کے برابر ہے جو اس کو دن میں دو وقت خارجی طور پر پڑھایا کریں۔ لڑکے کی خوراک مدرسہ کا وظیفہ دونوں ملا کر سردست بیس روپیہ ماہوار کا انتظام میری طرف سے ہو سکے گا۔ جناب عالی جس طرح مناسب سمجھیں لڑکے کو اپنی خدمت میں لے لیں۔ مجھے امید ہے دو تین ماہ میں نئی کمپنی کو اطمینان بخش حالات میں لا سکوں گا اوس وقت میرے سارے کشمکش و تردداتِ خدا چاہے دور ہو جائیں گے۔

محمد منیر الزمان اسلام آبادی

جواب از حضرت مولانا

مجھے اس امر سے بہت مسرت ہوئی کہ جناب کے عزیز شمس الزمان سلمہ و زید علمہ کا ارادہ یہاں آکے تعلیم حاصل کرنے کا ہے اون کو جلد روانہ کر دیجیے بالفعل آپ کو کسی امر کی تکلیف کی ضرورت نہیں کھانے پینے رہنے سہنے پڑھنے کا انتظام ہو جاوے گا البتہ اون کے اوپر کے مصارف حسب دلخواہ ہوں اون کی فکر فرما دیجئے پھر جب اطمینان ہوگا جس طرح چاہیے گا انتظام فرما دیجیے گا۔ میری خوشی ہے کہ آپ اون کو جلد روانہ کر دیں اور کسی امر کا خیال نہ کریں۔

(۶)

۱۹ر نومبر ۱۹۲۲ء از کلکتہ

مخدومنا جناب مولانا المعظم زاد مجدہٗ

السلام علیکم۔ مولوی محمد شفیع صاحب کی گرفتاری کی خبر گذشتہ روز بذریعہ تار جناب کو موصول ہوگئی ہے۔ نقل فردِ جرم بھی ارسالِ خدمت ہوئی ہے کمالیوں کی فتح پر کلکتہ ہالیڈے پارک میں جو جلسہ ہوا تھا اس جلسہ کی تقریر پر یہ مقدمہ دائر ہے تائید مزید کے لئے ممکن ہے اور تقریروں کو بھی شہادت میں پیش کریں۔ کلکتہ میں گذشتہ روز اور بھی چند گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔ سکرٹری انجمن اڈیٹر دیپشر وغیرہ — جو مسلمان ہیں گرفتار ہوئے معلوم ہوتا ہے یہ گرفتاریاں سلسلہ جدید کا دور ابتدائیہ ہیں۔

دفاع کو نہ معلوم کس توجیہہ سے داخل موالات کر دیا گیا ہے۔ میدانِ جنگ میں دشمن کے ساتھ مقابلہ دشمن کو زک دینا مخالف کے مظالم و سازش کو ظاہر کرنا دنیا کے سامنے اپنی مذہبی ملکی و فطرتی حقوق کو ظاہر کر دینا یعنی مخالف سے ہر ممکن ذریعہ سے معاملہ کرنا کیوں قابلِ اعتراض اور داخل موالات کیا گیا اس کا فلسفہ ہمارے دائرہ فہم سے بعید ہے۔ دفاع استمداد نہیں ہے دفاع کے لئے کسی کو حکم صحیح یا حاکم عادل تسلیم کرنا پڑتا ہے یہ خیال بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ آئرلش قوم موجودہ گورنمنٹ سے برسرِ جنگ ہے اس سے کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا ہے کہ آزاد جماعت موجودہ گورنمنٹ کو صحیح و برسرِ حق سمجھتی ہے بہرکیف اگر

جناب عالی کا کوئی عزیز گرفتار ہوتا ہم ضرور جناب عالی سے اس کے جواز کا فتویٰ طلب کرتے اور غالباً قوت استدلال کی وجہ سے فتویٰ موافقت میں صادر ہوتا مگر یہ تو ایسا محل ہے یہاں پر رائے عامہ کی حرمت کے لئے اپنے ضمیر اور رائے کو بھی قربان کرنا مناسب ہوگا۔ دفاع و عدم دفاع کے متعلق مع دیگر ہدایات کے ارشاد فرماویں۔ مولانا عبداللہ بصری صاحب اس وقت یہاں پر ہیں ان کی طرف سے سلام مسنون قبول ہو۔

محمد منیر الزمان اسلام آبادی

نوٹ:- مولینا محمد شفیع حجت اللہ صاحب مدظلہ فرنگی محل فرزند مولینا سلامت اللہ مرحوم

(۷)

۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء ۵۶ اپر چیت پور روڈ، کلکتہ

مخدومنا مکرمنا دام افضالکم

السلام علیکم۔ مولوی محمد شفیع صاحب کے متعلقہ سارے حالات چونکہ جناب عالی کو دوسرے وسائل سے ہمیشہ معلوم ہوتے رہتے ہیں اس لئے اس کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری خیال کر رہا ہوں۔ ہم جزوی کا انتظار ہے۔ بندہ زادہ میاں محمد شمس الزماں سلمہ کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ بمبئی سے جناب عالی کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور جناب نے اپنے بچہ کی طرح نہایت شفقت و محبت کے ساتھ اس کو اپنی خدمت میں جگہ دی ہے — اس احسان عظیم اور محبت و عنایت بے غایت کا شکریہ ادا کرنے کی استطاعت الفاظ میں ہمارے پاس نہیں ہے۔ لڑکے کو عربی فارسی پڑھانے سے مطلب اس قدر ہے ادب عربی میں اس قدر قابلیت پیدا ہو کہ کسی طرح عربی فارسی کی عام گفتگو سمجھ سکے اور حسب ضرورت ٹوٹی پھوٹی عربی فارسی میں مافی الضمیر ادا کرے تاکہ اگر اسلامی ممالک میں سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اردو۔ فارسی۔ و عربی کے قواعد اور ادب کے سوا کوئی اور فن پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مدرسہ کے عام طلباء جس طرح مختلف علوم و فنون کی تحصیل کرتے ہیں میاں موصوف کی تعلیم اس سے بالکل جداگانہ ہونے کا متمنی ہوں۔ غالباً اس سال گیا کے مجالس کی شرکت میرے لئے زیبا نہ ہوگی۔

محمد منیر الزمان اسلام آبادی

(۸)

مخدوم و مکرم بندہ زاد عنایتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جناب عالی کا عنایت نامہ دیر سے دستیاب ہوا سعادت مند حامل نامہ بوجہ علالت بروقت مجھے یہ خط نہ پہونچا سکے اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرماویں مجھ کو حیرت ہوئی جناب کے اس جملہ سے کہ آپ کو اہم اشتباہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حاشا و کلا یہ تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے۔ ہندوستان بھر میں جو چند افراد اسلام کے خادموں میں محسوس ہوتے ہیں ان میں آپ کا نمبر کسی سے پیچھے نہیں خیال کرتے۔ آزاد سبحانی صاحب جو آپ کی کسی قسم کی شکایت کرتے ہوں گے یہ بھی

میں باور نہیں کر سکتا۔ فیض آباد و دہلی و کلکتہ میں ان سے جو ملاقات رہی دوران گفتگو میں کبھی میں نے آپ کے خلاف کوئی بات نہیں سنی بلکہ اس کے بالعکس خیالات ظاہر ہوئے۔

البتہ آپ کے احباب کو آپ کے متعلق دوستانہ ایک شکایت ہمیشہ سے ہے کہ آپ مستقل الرائے نہیں ہیں ہر ایک شاکی اس کو آں جناب کا خلوص و بے ریائی پر محمول کرتے ہیں اور اکثروں کو اس خلوص و اخلاص کی وجہ سے آپ سے خاص عقیدت بھی ہے مسئلہ ہجرت کے متعلق آں جناب اب تک فروعات فقہیہ کی پیچ و تاب میں گرفتار ہیں مفتی کو کو الفت حاضرہ اور حالات موجودہ پر نظر ڈال کر قرآن و حدیث کے اغراض و مقاصد کو عمل میں لانے کی تدابیر کی رہبری کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ہجرت اس قدر اہم اور جلیل الشان معاملہ تھا جس پر فوراً غور کر کے ہمیں کام شروع کرنا تھا مگر ہم نے مزید غور و فکر اور جمعیتہ علماء کے انتظار میں ناحق موقع کو ہاتھ سے دے دیا ورنہ اس عرصہ میں آٹھ دس لاکھ نفوس نکل سکتے۔ نکلنے کے بعد ان کا نظام و انتظام کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا بیرون ہند میں اس وقت بھی ہندوستان میں مقیم اہل الرائے سے زیادہ اشخاص مہاجرین کی ہدایت و نظام کے لئے موجود ہیں۔ آپ ان سے ناواقف نہیں ہیں۔ ۷ کروڑ آبادی میں سے اگر سات لاکھ نکل جاتے کچھ بھی نقصان کا احتمال نہ تھا۔ یہ کچھ ضروری نہیں ہے۔ رہبر و مفتی کو آگے چل دینا چاہیے۔ حضرت نبی کریمؐ کی مثال موجود ہے ہجرت اولیٰ و ثانیہ میں ہادی ستے عمروں کو ہجرت کی رائے دی خود نہ گئے۔ ہجرت ثالثہ میں بھی سب سے آخری دور میں آپ نے ہجرت اختیار فرمائی۔ دارالحرب۔ دارالاسلام کا مسئلہ تو میرے خیال میں بہت صاف مسئلہ ہے۔ غیر مسلم کے ماتحت جو ممالک ہیں وہ حکم دارالحرب میں ہیں اور مسلم حاکم کے ماتحت جو ممالک میں دارالاسلام ہیں۔ اس پر زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں ہے اگرچہ اجتہاد مطلق کا دروازہ مسدود ہو مگر اجتہاد فی المذہب کا باب ہمیشہ معلوم ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اس لئے متاخرین کی ذوعی قیاسات و مسائل تجربیہ کو سامنے رکھے علمائے زمان کو مقتضائے حال کے موافق فتویٰ دینا چاہیئے۔ شیخ الاسلام کا مسئلہ ہمارے نزدیک اگرچہ بہت اہم اور مفید مطلب نہیں ہے مگر پھر بھی اگر جمہور اس کی طرف راجع ہیں ہم پورے طور پر ان کے ساتھ ہیں۔ معلوم ہوا مولانا محمود الحسن صاحب اس عہدہ کو قبول کرنے سے پہلو تہی کر رہے ہیں دوسرا نام مولانا ابو الکلام صاحب کا پیش ہوا ہے ہم اس تحریک سے اتفاق رائے کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جمعیتہ علماء کی تحریک اور اشاعت بالکل نہیں ہوئی ہم غالباً شرکت سے قاصر رہیں گے۔ ہم نے بنگال کے علماء کی فہرست بھیج دی ہے۔

نصاب تعلیم کے درجہ تکمیل کو ہم نے اپنی زندگی کا اہم ترین مقصد قرار دیا ہے اور ہم اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے ہمہ تن کوشش میں ہیں۔ آنجناب کو اگر فطرتاً اس سے زیادہ تعلق و وابستگی ہو پھر بھی بالواسطہ ہم آپ کی معقول و اقتصادی تائید سے محروم نہ ہوں گے۔ بفضلہ تعالیٰ نصاب کا کام ایک معتدبہ حد تک بڑھ گیا ہے اور بڑھنے کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔ لیگ و کانگریس کے زمانہ میں آپ کی تشریف آوری لازمی ہے اور جامعہ ملیہ کے متعلق گفتگو ہوتی بھی لازمی ہے کہ نصاب تعلیم عربی کی تکمیل میں آپ سے مشورہ حاصل کیا جائے۔

بندہ اسلام آبادی

(۹)

۲۰ اپریل ۱۹۲۰ء مسلم ہوٹل فیض آباد۔

جناب مولانا المکرم

اسلام علیکم۔ میں کسی خاص ضرورت کے لئے کوہ مسوری پر گیا تھا وہاں سے واپس آ رہا ہوں بوجوہات اس وقت جناب سے ملاقات کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ انشاء اللہ العزیز فیض آباد میں ملوں گا۔ میرا زاد راہ خرچ ختم ہو گیا ہے کلکتہ سے تار پر روپیہ منگوانا خلاف مصلحت خیال کرتا ہوں لاجرم تیس روپیہ سے مدد فرمائیں۔

بندہ اسلام آبادی

(۱۰)

از سراج گنج، بنگال (تاریخ درج نہیں ہے)

بخدمت جناب فخر علمائے ہند محی السنہ مخدومنا جناب مولانا عبدالباری صاحب زاد مجدہٗ

السلام علیکم۔ میں اپنے کام کے سلسلہ میں اس وقت شمالی بنگال کے دورہ میں مصروف ہوں یہاں سے بندہ زادہ شمس الزماں سلمہ کے نام پر مبلغ ۱۰؎ بھیجتا ہوں۔ ماہ فروری میں انشاء اللہ پھر روپیہ بھیجوں گا۔ ان کو اطمینان دلائیں میرے حال پر نظر عنایت فرما کر حضور نے میاں موصوف کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ فرمائی ہے اس کے تشکریہ کے الفاظ میرے پاس نہیں ہیں۔ جناب کا جوابی عنایت نامہ مجھے یہاں پر ملا۔

آج اخبارات سے معلوم ہوا کہ مولانا شفیع صاحب کے لئے ایک سال قید فرنگ کا حکم صادر ہوا ہے۔ ایک مخلص قومی خادم کی جدائی اور قومی کاموں کے نقصان کو خیال کر کے از حد شکستہ خاطر ہوا ہوں آں حضرات کو جو صدمہ ہوا ہے وہ تو خیر بیان سے باہر ہے۔ بعض نادان لوگوں نے ان کے متعلق طرح طرح کی افواہیں اڑائی ہیں اس سزا سے سارے اتہامات کی تلافی ہو گئی۔ فرنگی محل کو خدا نے ایک ناجائز حملہ سے محفوظ رکھا اس پر ہم خداوند پاک کا شکریہ بجا لاتے ہیں۔ صبر و تحمل سے کام لینا ان کے اعزا و احباب پر لازم ہے۔

خادم قدیم
محمد منیر الزماں اسلام آبادی

جواب از حضرت مولانا

منی آرڈر وصول ہو گیا ہے شمس الزماں سلمہ بخیریت ہیں۔ مولوی شفیع کا مقدمہ ختم ہو گیا۔
برادرم مولوی عنایت اللہ سلمہ واپس آ گئے۔ باقی خیریت ہے۔

(۱۱)

۱۱ر جون ۱۹۲۴ء دفتر سلطان کلکتہ

مخدوم بندہ جناب مولانا المکرم دام عنایتہ

السلام علیکم۔ میاں شمس الزماں کی وفات کے بعد سے میں اب تک چاٹگام ہی میں مقیم ہوں۔ مقامی قومی معاملات کی مصروفیت

کی وجہ سے اب تک کلکتہ نہ پہونچ سکا حضور والا کا ہمدردانہ خط بروقت موصول ہوگیا تھا مگر جواب نہ دے سکا۔ مجھ کو لڑکے کی قبل از وقت وفات سے جس قدر غم والم اور صدمہ ہوا قومی معاملات کی تکمیل وکامیابی کے لئے اس سے زیادہ متردد و متفکر ہوں۔ سردست عمائے بنگالہ اخبار سلطان کا بار میرے سر پر ہے سودیشی خلافت اسٹور کے بار عظیم سے بھی اب تک سبکدوش نہ ہوسکا۔ جامعہ عربیہ کی تخیل نے سب سے زیادہ پریشان کر رکھا ہے۔ سوراج وخلافت کی فکر تو خیر مرض مشترکہ ہے۔ قومی دھن میں ذاتی آبائی جائیداد برباد کر چکا ہوں۔ مقروض ہوا مگر فکر صرف مذکورۃ العمل کاموں کی تکمیل کی ہے۔

گذشتہ تیس سالہ عملی زندگی میں ذاتی غرض ونام ونمود عیش وآرام کو ایک لحظہ کے لئے بھی دخل نہیں دیا نہ آئندہ ارادہ ہے میرا اعتماد ہے ہمیشہ کامل اخلاص سے کام کرتا آیا ہوں مگر مجھے اپنے مقاصد میں بہت کم کامیابی ہوئی۔ ہمیشہ مالی مشکلات سدراہ رہی ہیں۔ رفع مشکلات کی جتنی صورت نکالتا ہوں وہ ایک نئی مشکل اور بلائے جان ثابت ہوتی ہے۔ بہرکیف چونکہ میں آں حضور سے عقیدت ومحبت للہ بھی رکھتا ہوں اس لئے عرض ہے مجھے ایک مجرب وظیفہ سے یاد فرمادیں۔ جو مالی مشکلات کے رفع کا باعث ہو۔ احتیاج شدید رفع ہو۔ قومی معاملات میں تسخیر خلائق حاصل ہو۔ میں جانتا ہوں دنیا دار الاسباب ہے اور ظاہری اسباب کے اختیار کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ یہ میری زندگی کی آخری کوشش ہے جس کے لئے حضور کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ چونکہ میں دو چار روز میں راہی کلکتہ ہونے والا ہوں اس لئے جواب کلکتہ کے پتہ پر عنایت ہو اگر اس خادم کے لئے استخارہ کی تکلیف گوارا فرما کر نسخہ عمل تجویز کریں تو بہتر ہو۔ حضور دلو احقین کے کوائف سے مطلع فرمادیں۔

حضور کا خادم قدیم منیر الزمان اسلام آبادی

(۱۲)

۱۶ رفروری ۱۹۲۶ء از کلکتہ (تاریخ مشتبہ تھی غالباً یہ پہلے کا خط ہے)

جناب عالی۔ السلام علیکم۔ خلافت کانفرنس دہلی میں بائیکاٹ کے متعلق جو تجویز پاس ہوئی اس کے عملی پہلو پر غور کرتے ہوئے خلافت کے حامیوں کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ آل انڈیا خلافت اسٹور کے نام سے مشترکہ سرمایہ کی ایک کمپنی قائم کی جائے جس سے سودیشی اشیائ کی تجارت اور ملکی صنعت وحرفت کی ترقی مقصود ہو۔ اس سے عامۂ اہل اسلام اور ابنائے وطن میں اتحاد کی ایک عملی صورت پیدا ہوگی دوسری طرف مسلمان اور عامۂ اہل ملک کو تجارتی اصول پر مالی فائدہ پہونچے گا۔ چنانچہ کلکتہ کے اسلامی اخبارات میں اس تحریک کی ابتدا ہوتی ہے چاروں طرف سے نہایت جوش وتپاک کے ساتھ لوگوں نے اس تحریک کا خیر مقدم منایا۔ حصے خریدنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ خاکسار کے پاس اب تک کئی ہزار خطوط اور نصف لاکھ حصہ کا وعدہ آچکا ہے۔ اہل ملک وقت کے جذبات کو محسوس کرکے کمپنی قائم کرنے پر ہم نے قطعی رائے ٹھہرالی ہے۔ کمپنی کے کاغذات تیار ہوچکے ہیں۔ کمپنی کا سرمایہ پانچ لاکھ روپیہ اور ہر حصہ کی قیمت صرف پانچ روپیہ رکھی گئی ہے تاکہ غریب بھی شریک ہوسکے۔

جناب عالی سے عرض ہے کہ آپ کمپنی کے ایک ڈائرکٹر ہونا منظور فرمائیں۔ جناب سیٹھ چھوٹانی سیٹھ عبداللہ ہارون وجناب حکیم اجمل خاں صاحب، مہاتما گاندھی صاحب سے بھی ڈائرکٹری کی درخواست قبول کرنے کے لئے درخواست کی گئی ہے۔ اگرچہ اس

کمپنی سے سوائے خلافت کا مسئلہ تازہ رکھنے کے اور سارے ہندوستان میں ایک اتحادی سلسلہ جاری ہونے کے اصل مسئلہ خلافت کے تعلق اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ مگر ہم نے جو خلافت کی تحریک میں لاکھوں روپیہ اب تک خرچ کر چکے اس سے قوم کو کیا فائدہ پہونچایا۔ خلافت کے نام سے کم از کم قوم اور ملک کو تجارتی اصول پر بھی کچھ فائدہ پہونچانا ہمارا فرض ہے۔ خلافت کا مسئلہ پھیکا پڑ جانے کے بعد ہم اہل ملک کو کسی طرح بھی فائدہ نہیں پہونچا سکیں گے۔ جناب سامی آپ اس پر غور فرمائیں کہ خلافت کی تحریک ہندوستان میں جو پیدا ہوئی اس کے بانیوں میں آپ کا حصہ سب سے مقدم ہے آپ کو چاہیے کہ کسی بہانہ سے بھی جو اس نام سے قوم اور ملک کو کچھ فائدہ پہونچا دیں ورنہ ہماری ساری محنت اور لاکھوں روپیہ کی بربادی بالکل بیکار اور بے وجہ ہوگی۔ مسئلہ خلافت کی تحریک کی یادگار میں اگر ہم ایک خلافت اسٹور بھی قائم کر سکیں پھر بھی کچھ کہنے اور دکھانے سنانے کے لئے ہو جائے گا۔ اس لئے میری نہایت باصرار درخواست ہے کہ آپ ضرور کمپنی کا ڈائرکٹر ہونا منظور فرماویں اور جناب سیٹھ چھوٹانی۔ سیٹھ عبداللہ ہارون و جناب حکیم اجمل خاں صاحب سے بھی سفارش کریں کہ وہ ڈائرکٹر ہونا منظور کریں۔ آپ کی منظوری آنے پر ہم کمپنی فوراً رجسٹرڈ کرا لیں گے اور کاغذات چھاپ کر ارسال خدمت کریں گے۔ یہ کام آل انڈیا خلافت کمیٹی کا تھا مگر جب کوئی کچھ نہیں کرتا پھر ہمارے لئے خاموش رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔ جواب کا منتظر۔ خادم قدیم

محمد منیر الزماں اسلام آبادی

نوٹ :۔ مولانا اسلام آبادی مشہور قومی رہنما تھے۔ تمام عمر ملت کی خدمت میں گزار دی۔

خط، مولوی محمد اکرم خاں

(۱)

۱۲ دسمبر ۱۹۱۸ء از کلکتہ

بگرامی خدمت جناب مولانا عبدالباری صاحب زیدت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ انجمن علماء بنگالہ گزشتہ چند سالوں سے اپنی ناچیز حیثیت کے مطابق مسلمانان بنگال کی مذہبی اور زندگی حالتوں کی اصلاح غیر مذاہب کے مبلغین اور مشنریوں کے زبردست حملوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت مفتنین اسلام کو پھر سوائے توحید کے ماتحت واپس لانے کی کوشش اور غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کے متعلق جو خدمت انجام دے رہی ہے غالباً جناب اس سے واقف ہوں گے۔

یہ سن کر جناب کو ضرور مسرت ہوگی کہ امسال انجمن کا تیسرا سالانہ اجلاس بمقام اسلام آباد (چاٹگام) منعقد ہونا قرار پایا ہے امید قوی ہے کہ مخدوم ملت جناب مولانا قیام الدین عبدالباری صاحب (فرنگی محل لکھنؤ) کرسی صدارت کو زینت بخشیں گے۔ جناب کو معلوم ہوگا کہ چاٹگام اور اس سے متصل نواکھالی وغیرہ اضلاع ایک مدت سے علم اور علمائے دین کا مرکز ہو رہا ہے امید ہے کہ علمائے کرام کی ایک جماعت کثیر امسال جلسہ میں شریک ہوگی۔ نیز جناب صدر کی گرامی قدر شخصیت بھی امسال جلسہ کی اہمیت کو بہت کچھ بڑھا دے گی علی الخصوص یہ سن کر جناب کو از حد مسرت ہوگی کہ انجمن آئندہ نئے سال کی ابتدا سے اپنی کارروائیوں میں قابل قدر اضافہ کرنے کا مصمم ارادہ رکھتی ہے اس بنا پر اس کے تمام نظم و نسق پر نظر ثانی کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی ہے۔ کارکنان انجمن نہایت وثوق کے ساتھ امید کرتے ہیں کہ جناب سامی امسال شرکت جلسہ کی زحمت گوارہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے اور خادمان انجمن کو اپنی مفید رایوں اور قیمتی مشوروں سے مستفید ہونے کا موقع بخشیں گے۔ انجمن آپ جیسے بزرگان قوم اور مدبران ملت کی ہمدردی اور ہمت افزائی کی سخت محتاج ہے۔

نوٹ: مہمانوں کے لئے استقبالیہ کمیٹی کی طرف سے جو ہدایات شائع کی گئیں ہیں اس کا خلاصہ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

نیاز مند محمد اکرم خاں سکریٹری

ضروری گزارش

۱۔ تاریخ جلسہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۱۸ء

۲۔ استقبالیہ کمیٹی ۲۵ دسمبر کی شام سے ۲۸ کی شام تک ۵ وقت کے قیام و طعام کا انتظام کرے گی۔

۳۔ ان پانچ وقتوں کے لئے ممبران انجمن کو ڈیڑھ روپیہ اور غیر ممبروں کو تین روپیہ فیس دینا ہوگا۔

۴۔ چاٹگام میل صبح ½۶ بجے سیالدہ اسٹیشن سے چھوٹتی ہے گوالندو سے اسٹیمر اور پھر چاندپور سے ریل پر سوار ہوکر دوسرے دن صبح کو چاٹگام پہونچتی ہے۔

۵۔ براہ کرم حتی الامکان جلد جناب مولوی عبدالستار صاحب بی۔ اے ایل۔ سیکرٹری استقبالیہ کمیٹی انجمن علمائے چاٹگام کو اپنی تشریف آوری سے مطلع فرمائیں۔

۶۔ کرایہ کلکتہ سے چاٹگام تک درجہ سوم پانچ روپیہ ساڑھے نو آنہ درجہ انٹر آٹھ روپیہ ساڑھے پندرہ آنہ درجہ دوم سترہ روپیہ ساڑھے پندرہ آنہ۔

(۲)

۲ جنوری ۱۹۲۱ء کلکتہ

محترم بندہ جناب مولانا صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مرحمت نامہ سامی موصول ہو کر باعث شرف و افتخار ہوا۔ مولوی فضل الحق کے متعلق مجبوراً خامہ فرسائی کی ضرورت ہوئی۔ اب وہ ترک موالات کے کھلم کھلا اور بدترین دشمن ہو رہے ہیں۔ ڈھاکہ میں ان کی کوشش سے ایک کانفرنس ہوئی جس میں اونہوں نے صدر کی حیثیت سے جو تقریر کی ہے کوئی بڑے سے بڑا غیر مسلم دشمن بھی اس سے زیادہ مفسدہ پردازانہ و شرارت انگیز تقریر نہیں کر سکتا۔ اس تقریر میں آپ نے علمائے کرام پر (جو ترک موالات کی موافقت میں فتویٰ دے چکے ہیں) نہایت رکیک حملے کئے ہیں ان کو بے ایمان بتایا ہے۔ اس تحریک کو ایک باغیانہ خونی مفسدہ پردازی سے خطاب کیا ہے اور اس کے تمام لیڈروں کو بے ایمان۔ منافق اور خائن بتایا ہے اس کے بعد یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس کے بعض لیڈروں نے ان کے سامنے صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ وہ خلافت کے لئے مطلقاً پرواہ نہیں کرتے اصلی غرض انارکزم تاخت و تاراج اور قتل و غارت کے بازار کو گرم کرنا ہے اور دراصل یہ لوگ اسی کی کوشش کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب کی منافقانہ چال سے ہم تنگ آگئے ہیں۔ مگر اب تک ہم طرح دیتے آئے لیکن اب اگر ان شرارتوں کے بعد اس کی خبر نہ لی جائے تو پھر قوم کے لئے وہ زیادہ مہلک ثابت ہوں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تعصب کو اس میں ذرہ برابر دخل نہیں ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے اس سے اس دشمن ملک و ملت کے اثر کو توڑنا مقصود ہے اور اس میں بھی حاشا و کلا مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا۔ مزید اطمینان کے لئے ان کی تقریر ارسال خدمت ہے جس سے جناب کو بھی ان کی

شرارتوں کا اندازہ ہو جائے گا علاوہ اس کے ان کی درپردہ کوششیں خبث و خیانت کی انتہائی درجہ کو بھی تجاوز کر گئیں۔ اخلاق بزرگانہ سامی سے امید ہے کہ ہمیشہ یہ حلقہ بگوش عقیدت اس قسم کی نصیحتوں سے نوازا جائے گا۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

نیاز مند دیرینہ محمد اکرم خاں عفا اللہ عنہ

(۳)

۱۰ فروری ۱۹۲۱ء، کلکتہ

مخدومی و مکرمی متع الیہ المسلمین بطول بقائکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حسب ٹیلیگرام فتویٰ کی مزید کاپیاں پہونچ گئی ہیں۔ یہاں علما میں عجیب اضمحلال اور خوف طاری ہے واللہ ان حالتوں سے بعض وقت سخت مایوسی ہو جاتی ہے خیر اس جمود کو توڑنے کی غرض سے انجمن علما کی طرف سے (دوسرا کون کرتا) ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا الحمد للہ جلسہ کامیاب رہا۔ پوری تفصیل مع خطبہ صدارت ہمدم میں ارسال کر چکا ہوں۔ دستخط کی کوشش ہو رہی ہے انشاء اللہ اسی جلسہ کے بعد دستخط لینے میں آسانی ہوگی مگر سرکاری علما جن کی تعداد اور جن کا اثر بدقسمتی سے یہاں زیادہ ہے نہ فقط دستخط کرنے سے ہچکچا رہے ہیں بلکہ خفیہ طور پر لوگوں کو منع بھی کر رہے ہیں۔ خوف کا ایک دیو گویا کہ ہمیشہ ان کے سامنے موجود رہے دیکھا چاہیئے۔

پھر مجھ پر ایک سخت مصیبت یہ ہے کہ ہمشیرہ سخت بیمار ہے بلکہ گونہ مایوسی کی حالت ہے۔ علاج کے لئے اسے کلکتہ لانا ہے اسی لئے کل مکان جا رہا ہوں۔ دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ کل تک جیسی کارروائی ہوگی عرض کروں گا۔

خادم دیرینہ اکرم

(۴)

۹ مارچ ۱۹۲۱ء کلکتہ

مخدومنا المحترم حضرت مولانا دامت فیوضہم

بعد اہدائے ہدیہ سلام مسنون بالاسلام معروض خدمت سامی یہ کہ مرحمت نامہ موصول ہوا جناب کی اس ذرہ نوازی کا صمیم قلب سے ممنون ہوں۔ خط میں جس شکایت کے متعلق ارشاد ہوا ہے میں ایک مسلمان کی حیثیت سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے خود کبھی اس کا خیال نہیں ہوا اور نہ کبھی میرے وہم میں یہ گذرا کہ مجھے جناب سے شکایت ہو سکتی ہے۔ ہمیں صرف اس قدر معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے جناب کے سامنے ہماری شکایت کی مگر ہم آپ کی ذات کو ان باتوں سے ہمیشہ اعلیٰ و ارفع سمجھتے ہیں اگر مجھ سے کوئی فروگذاشت ہو تو بیشک آپ کا شرعی حق ہے کہ آپ اس پر میری تنبیہ فرمائیں اور بزرگوں کا یہی کام ہے مگر اس کے معنے یہ نہیں کہ اگر بالفرض آپ نے میری نسبت کچھ ارشاد فرمایا تو میں بلا سوچے سمجھے اور بلا جناب سے استفسار کئے ہوئے ناراض ہو کر بیٹھ رہوں۔ مجھ پر آپ کا حق اور لہٰذا آپ پر میرا دعویٰ ہے۔ اگر آپ آئندہ بھی یہ خیال فرمائیں کہ مجھے جناب سے شکایت ہے تو اس کو میں اپنی بدقسمتی خیال کروں گا۔ بخدائے عزوجل نہ کبھی ایسی شکایت تھی اور نہ اب ہے انشاء اللہ آئندہ بھی نہیں ہوگی۔

دعائے خیر کا خواستگار محمد اکرم خاں عفا اللہ عنہ

(۵)

کلکتہ (تاریخ درج نہیں ہے)

مخدوم و مکرم جناب مولانا صاحب مدظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ سمی دعائے سامی تا دم تحریر خیریت ہے۔ گذشتہ چند دنوں تک جشن کے متعلق خدمات انجام دینے میں اس قدر مصروفیت رہی کہ باوجود سخت ضرورت کے خط لکھ نہ سکا۔ الحمدللہ صحت کی حالت بہت امید افزا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ... میں حاضر خدمت ہو کر نصاب تعلیم جدید کے متعلق آخری فیصلہ میں شرکت کروں گا۔ جناب اس کا خاص خیال رکھیں۔

کلکتہ اور بنگال میں اردو اخبار کے سوا کسی قومی تحریک کو کامیاب بنانا مشکل ہے ہر روز بیسیوں آفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے میں نے متوکلاً علی اللہ اردو اخبار نکالنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ ایک صاحب سے ضمانت کا دو ہزار روپیہ بطور قرض حسنہ دستیاب ہوئے ہیں کل داخل کر دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ باقی رقم کی فکر میں سراسیمہ ہو رہا ہوں۔ ضمانت کا روپیہ جن بزرگ نے دیا ہے ان کی طبیعت غیر مستقل ہے اور ہمسر اور افسروں سے قطعاً مدارات رکھنا چاہتے ہیں نہیں معلوم کب تقاضا کر بیٹھیں اس کے متعلق ہم لوگوں نے جناب سے دو ہزار روپیہ کی امداد فراہم کر دینے کی درخواست کی تھی امید ہے کہ اس جانب کی اسلامی تحریکوں کو کامیاب بنانے کے لئے جناب اس کام میں ہماری کافی سرپرستی فرمائیں گے۔ والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

نیاز کیش خاکپا محمد اکرم خاں

جناب مولانا سلامت اللہ صاحب اسلام علیکم رقیمہ بندہ مولانا کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

(۶)

۴؍ فروری ۱۹۲۲ء کلکتہ

مخدوم بندہ حضرت مولانا زیدت عنایتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

نوازش نامہ سامی موصول ہوا۔ مناظرہ مذکورہ کے متعلق مجھے کل خبر ملی اور فوراً مولانا عبدالباقی صاحب کو ادھر روانہ کیا افسوس ہے کہ جناب نے میرے "اس فعل پر کہ میں اپنے فریق کو اس تحریک سے روک سکتا تھا مگر میں نے ابھی تک نہیں روکا۔ اس لئے جناب نے تعجب پر تعجب ظاہر فرمایا ہے مگر حقیقت حال وہی ہے جو گزارش کی گئی مزید برآں" میرے فریق کے وہ لوگ جو جنگ و جدل کے خوگر ہیں اور مناظرہ پیشہ ہیں وہ مجھے اپنی فریق ہی میں نہیں شمار کرتے علیٰ ہذا فریق ثانی میں بھی ریشہ دوانی کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔

کل بہتیری کوشش سے ایک حنفی عالم کو مولانا ممدوح کے ساتھ نہیں بھیج سکا۔ یہاں مشورہ ہوا تھا کہ مقامی کوشش کے بعد جناب کو اور مولانا ثناء اللہ صاحب کو تار دیا جائے گا۔ اصل یہ ہے کہ دونوں فریق کے لڑنے والے علماء مجھ کو بلکہ ہمارے حلقہ کو دشمن کی نظر سے دیکھتے ہیں میں اپنے فرض منصبی کی بنا پر ایسے معاملات میں ہمیشہ مصالحت کی کوشش کرتا رہا ہوں اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔ اسی خیال کے بدولت میں لاکھوں مریداور پیرزادگی کے کل فوائد سے عمداً اپنے کو محروم کر چکا ہوں اور ہزاروں قسم کی تکلیف برداشت کر چکا ہوں جس کا تھوڑا بہت علم مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی ہے حتیٰ کہ دونوں فریق کے مجادلین نے صرف مناظرہ

بندکرا دینے کے جرم میں متفقہ طور پر مجھ پر "یہ شخص نہ حنفی ہے نہ اہل حدیث" بلکہ خارجی اور نیچری اور بے دین مرتد ہے" وغیرہ فتاوی شائع کئے۔ افسوس ہے کہ جناب نے میری نسبت یہ خیال فرمایا کہ میں نے عمداً اس سے پہلو تہی کی ہے اس کے متعلق میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگر میں اس طرز عمل کو دیانتاً ضروری سمجھتا تو بلاخوف لومۃ لائم علانیہ اس کی کوشش کرتا اور اس سے اقسام طرح کے دنیوی فوائد حاصل کر سکتا۔ میں آج پندرہ سال سے علانیہ مصالحت اور اتفاق کی تبلیغ کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ خادم کے متعلق ثبات و استقامت کی دعا فرمائیں گے۔

عقیدت کیش

محمد اکرم خان عفی عنہ

(۷)

کلکتہ (تاریخ درج نہیں ہے تحریر سے معلوم ہوتا ہے بہت پہلے کا خط ہے)

مخدومنا المحترم متعنا اللہ بطول حیاتکم

السلام علیکم۔ جبریہ تعطیل کے بعد اس ہفتہ سے اخبار پھر جاری ہو گیا ہے اس لئے کہ سرکار نے سابق حکم کو واپس لینا مناسب سمجھا ہے۔ اس جبریہ تعطیل کی بدولت چند دن مکان گیا ہوا تھا اور کلکتہ پہونچ کر جناب کے نامہ نامی (مرقومہ بنام مولوی منیر الزماں صاحب) سے مشرف ہوا فجزاکم اللہ احسن الجزا۔ مخدوما اگرچہ اس خاکسار کو جسمانی طور پر جناب سے شرف ملاقات حاصل کرنے کا کوئی موقع حاصل نہیں ہوا ہے تاہم روحانی حیثیت سے بالکل بیگانگی بھی نہیں ہے۔ ہم کو ہمیشہ حلقہ بگوشان عقیدت کے زمرہ میں شمار فرمائیں نیز اگر مواسمی بکیم کے لحاظ سے بھی آپ خاکسار کے واجب الاحترام بزرگ ہیں۔ امید ہے کہ صدارت کے مسئلہ کو جناب نے قطعی طور پر فیصلہ کر لیا ہے۔ ہم خود نیک نام لوگوں میں کہاں ہیں کہ بدنام لوگوں سے احتراز کریں۔ ہم بہت جلد مجلس انتظامیہ میں جناب کا نام نامی پیش کرنے والے ہیں ظاہر ہے کہ انشاء اللہ ہر شخص بہ طیب خاطر اس کو منظور کرے گا امید ہے کہ جناب ہی حسبتہ للہ ہماری ہمت افزائی میں دریغ نہ فرمائیں گے۔ کلکتہ کے واقعات حال ہمارے مدنظر ہیں افسوس ہے کہ خود ہمارا ناعاقبت اندیشانہ فضول جوش اس کے لئے زیادہ مورد الزام ہے۔ انشاء اللہ انجمن کی کارروائیوں میں اس کے اعادہ کا کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔ امید ہے کہ جواب باصواب سے بہت جلد نوازا جاؤں گا۔

نیازمند

محمد اکرم خان سکرٹری

نوٹ: مولینا محمد اکرم خاں مدظلہ بنگال کے مشہور رہنما ہیں۔ تحریک مسلم لیگ میں نمایاں حصہ لیا۔ بنگالی زبان کا کامیاب روزنامہ اخبار "آزاد" مولینا ہی کی ملکیت ہے۔

خطوط، مولانا آزاد سبحانی

(۱)

(مولانا آزاد سبحانی صاحب کا پورا تاریخ کسی خط میں نہیں ہے۔ ۲۴، جولائی ۱۹۲۱ء تاریخ وصولی درج ہے)

مکرم بندہ۔ السلام علیکم۔ ایک استفسار نامہ ملا۔ جواباً عرض ہے کہ میں بالفعل جناب کو کوئی مفصل جواب نہیں دے سکتا نہ میں اس

مضمون کو کچھ عرصہ تک اپنی قلم سے صورت تحریر دینا پسند کرتا ہوں میں خاموش ہوں مگر ایک نظام ذہنی کے مطابق کام کرتا جا رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ آئندہ تعبیر ہی جناب کے استفسار کا جواب بنے۔ میں نے جناب کی وہ تحریر بھی دیکھی تھی جو حال ہی میں ہمدم میں شائع ہوئی تھی۔ میں اس تحریر کی نسبت کچھ دنوں کچھ نہیں کہنا چاہتا، البتہ اگر ملاقات ہو گئی تو زبانی گفتگو اس مسئلہ پر ممکن ہے۔ آخر میں بیگانہ وار سرسری عرض پیش کش خدمت کئے دیتا ہوں کہ کاش جناب اس مسئلہ کے انکار و اقرار ہی پر اپنی طبیعت کو مضبوط جمالیں۔

فقیر آزاد سبحانی کان اللہ لہ

جواب حضرت مولانا

مولانا المکرم۔ السلام علیکم۔ آپ کا محبت نامہ آیا۔ میں افسوس سے کہتا ہوں میں اس تحریک سے علیحدہ بھی نہیں رہوں گا۔ کبھی مخالفت کروں گا اور کبھی موافقت کروں گا یہاں تک کہ معتدل مزاج پیدا ہو جائے۔

(۲)

(غالباً مولانا سلامت اللہ صاحب کے نام ہے)

جناب مکرم، السلام علیکم۔ عنایت نامہ ملا، شکریہ۔ یوں بھی آپ کو مجھے لکھنا تھا، غرض یہ تھی کہ چند دنوں سے جامعہ الٰہیہ میں ایک عام مجلس تبلیغی کی تاسیس کا خیال پیدا ہوا ہے یہ چیز جامع جامعہ کی مبیری منزل ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ مجلس عنقریب قائم کی جائے گی اس کا نام "جمعیتہ الدعوۃ" ہوگا۔ جمعیتہ الدعوۃ کا مقصد مختصر لفظوں میں عام نظام تبلیغ کو ہاتھ میں لینا ہے۔ جناب حکیم اجمل خان صاحب، محمد علی صاحب نے اس کی رکنیت کا وعدہ کر لیا ہے ہندوستان کے چہار اطراف سے منتخب حضرات کو رکن بنایا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فرنگی محل بھی مطمح نظر ہے بنا بریں آپ سے استدعا کی جاتی ہے کہ فرنگی محل کی طرف سے آپ یا جناب مولانا عبدالباری صاحب مدظلہم رکنیت قبول فرمالیں۔

اب جناب مولوی سجاد صاحب کے استفسارات کے مختصر جوابات دیتا ہوں۔

۱۔ مالی مشکل کا حل دو صورتوں میں بانٹ دینا چاہیے۔ ابتداءً موقف چندہ جو ان محدود اشخاص تک محدود رہے جن کو سیاسیات میں علماء کی شرکت سے دلچسپی ہے۔ آخراً جیسا کہ خود مولوی صاحب موصوف نے تجویز کیا ہے صوبہ وار انجمن ہائے علماء کا خزانہ متحمل ہوگا۔

۲۔ مسلم لیگ کی عام کارروائی اردو میں ہوا کرے گی جس کا آغاز ابھی سے ہو گیا ہے۔

۳۔ تجاویز پیش کردہ خود میرے پیش نظر نہیں لیکن اس سال موقع نہ تھا ابھی طبقہ علماء کو قدم جمانا چاہیئے پھر اپنی تجاویز پیش کرنا چاہیئے۔ غالباً تمام سوالات کے جواب ہو چکے اب رخصت ہوتا ہوں مولانا کو سلام فرمائیے۔

آزاد سبحانی جامعہ الٰہیہ کانپور

(۳)

مخدومی مکرمی۔ السلام علیکم۔ جناب مولوی عبدالماجد صاحب کا خط پھر آیا ہے نظام شیخ الاسلام چھاپنے کی تاکید کی ہے کہتے ہیں کہ بدایوں بھیج دو امسال یہیں چھپ جائے گا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا ہے لہٰذا نظام مذکور کی ایک نقل جلد سے جلد کرا کے میرے پاس

بھجوا دیجیے بلکہ آسان صورت یہ ہے کہ بدایوں ہی بھجوا دیجیے پتہ جناب کو معلوم ہوگا احتیاطاً لکھے دیتا ہوں۔ بدایوں۔ دفتر شمس العلوم۔ گزارش یہ کہ جس قدر عجلت ممکن ہو عجلت ہونی چاہیئے۔ مولانا جوش میں عمل ایک مغتنم فرصت ہے میری روح کے لیئے یہ غیر متوقع نظارہ ہے مجھے اس جوش کے ساتھ بے پرواہی پر تنے یا تاخیر دیکھنے میں روحی تکلیف ہو رہی ہے اس قدر باوجود وعدہ گرامی کے تاکید عرض سے لیئے عریضہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جرأت کو معاف فرمایئے دو تین دن میں نظام مذکور کو بدایوں میں ہونا چاہیے۔ علاوہ بریں یہ بھی ہونا چاہیے کہ ایک گرامی نامہ مولوی عبدالماجد صاحب کو بھیج دیا جائے جس میں انجمن علمائے متحدہ کی تحسین کا تذکرہ ہو اور یہ ارشاد ہو کہ ان کو بحیثیت ناظم انجمن کام شروع کر دینا چاہیئے۔ حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری کے صاحبزادہ حسین میاں کا خط آیا ہے کہ جناب شاہد صاحب میرے عریضہ کا جواب تائید میں روانہ فرمائیں گے الحمد للہ۔

مولانا سلامت اللہ صاحب کو سلام۔ آزاد سبحانی، جامعہ الٰہیہ کانپور

(۴)

تاریخ درج نہیں ہے

مخدومی و مکرمی زاد مجدہم۔ السلام علیکم۔ معلوم نہیں ناراضی ہے یا مصلحت ایسا عمیق سکوت ہے کہ حیرت ہے کئی عریضے لکھے ایک کا جواب نہیں۔ یہ حالت پہلے نہ تھی جیسی اب ہے۔ تیری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی۔ براہ ذرہ نوازی اس عریضہ کا حساب تو یہ نہ رکھیئے گا۔ جواب چاہیئے اور جلد جواب۔ ابھی مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کے عنایت نامہ سے معلوم ہوا کہ عنقریب ایک مجلس مسائل خاص پر غور کرنے کے لیئے منعقد ہوگی اگر یہ ہے تو کب اور کس طرح ایک اور مسئلہ کا تصفیہ جناب کو کرنا ہے۔ انجمن علمائے بہار قائم ہو چکی جلسہ بھی ہو گیا۔ اب کی انجمن علمائے متحدہ کی باری ہے۔ میں نے مولوی عبدالماجد صاحب سے گزارش کی تھی کہ اس کی اقامت و تاسیس کا کام آپ اپنے ذمہ لیجیے اور جناب مولانا کی مدد حاصل کیجیے اونہوں نے کمر ہمت باندھ لی۔ مرکز میں نے بدایوں تجویز کیا ہے۔ مولوی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ اونہوں نے اس کا تذکرہ جناب سے کیا اور نفس مسئلہ کے اتفاق کے ساتھ مقام مرکزیت سے اختلاف فرمایا ان کی رائے میں بدایوں کی جگہ لکھنؤ ہونا چاہیے۔ یہ بھی اونہوں نے لکھا کہ جناب نے اس تجویز کا بعد غور جواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے اس جواب کا بھی انتظار ہے براہ کرم منزل خود جلد طے ہونی چاہیئے اور لکھنؤ خواہ بدایوں میں انجمن علمائے متحدہ کی طرح بنیاد پڑ جانی چاہیئے پنجاب میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو تحریک کی ہے کہ انجمن علمائے پنجاب کی بنیاد ڈالیں اونہوں نے افتتاحی مضمون اہل حدیث میں لکھا ہے اور سلسلہ خط و کتابت جاری ہے۔ مدراس میں انجمن علماء قائم کرانے کی ہم سے رضامندی شاہ سلیمان صاحب پھلواروی نے ظاہر کی ہے بظاہر صوبہ متحدہ کا کام بیحد مشکل ہے مگر مولانا معلوم ہوا کہ مشکلیں بے عملی سے پیدا ہوتی ہیں اور عمل سے جاتی رہتی ہیں۔ ہمت فرمائیں سب کچھ ہو جائے گا۔

نظام شیخ الاسلام جناب کی خدمت میں بھیجا گیا ہے مولوی عبدالماجد صاحب کا اصرار ہے کہ وہ جلد سے جلد شائع کر دیا جائے۔ میں بھی متفق ہوں۔ روپیہ کی تو دقت نہیں ہے۔ چھپائی کے دام مل جائیں گے البتہ رائیں مطلوب ہیں جناب اس کے متعلق اپنی رائے گرامی سے مطلع فرماتے تو بہتر ہوتا۔

اس کے بعد ترمیم و اصلاح کر کے اسے شائع کر دیتا - البتہ جواب نہ آیا تو مجبوراً بجنسہٖ چھپوا دیا جائے گا بعد کو مطبوعہ پر رائیں حاصل کی جائیں گی - مزید الاسلام کے وظیفہ یاجتی پر مبارک باد مگر عمل کا تقاضا - مولانا جو کچھ ہو جلد ہو -

آپ کا بہی خادم
آزاد سبحانی کان اللہ لہ

(۵)

بلا تاریخ

بنام مولوی سلامت اللہ صاحب

مکرمی - السلام علیکم - خط ملا - مرکزی مجلس خلافت کو نہ مبلغین کی ضرورت ہے نہ تبلیغ خلافت کی دو سال گذرنے کے بعد اس نے ضرورت تبلیغ کا نقش اظہار کیا ہے اس کے بعد ہے تبدیلی مکان ونہ نان اب اس امر کی کمر ایسی لئے اس کو فرصت نہیں ملتی کہ مبلغین کی ایک مفصل فہرست درکار ہے ایک بار نہیں دو دو بار بمبئی سے خط آئے کہ صاحب مبلغین کی مفصل فہرست بھیجیے اشد ضرورت ہے دو دو بار فہرست بھیجی گئی پھر صدائے بر نخاست - اس کے بعد اخباروں میں نظر آیا کہ ایک مجلس تبلیغی قائم کی جائے بجائے مبلغین کی فوری ضرورت کے اب مجلس تبلیغی کی ضرورت پیدا ہوئی اور وہ بھی ابھی قائم نہیں ہوئی دیکھیے کب گوشہ خیال سے برآمد ہوتی ہے ابھی اسی کا انتظار ہی تھا پھر جناب کے قلم گوہر رقم سے فہرست مبلغین کی مانگ نازل ہوئی اب آپ کو فہرست بھیجی جائے پھر دو مہینہ تک بمبئی کی مجلس میں غور ہو کے پھر مجلس تبلیغی کی ضرورت برآمد ہو جائے گی پھر فہرست مبلغین کی مانگ آئے گی وھکذا الی النہایہ جناب اگر یہی ضرورت ہے اور یہی کام ہے تو پھر اس کو خدا حافظ کہیئے - اس حالت میں غریب مبلغین اور متوسطین کیا اعتماد کر سکتے ہیں - جن مبلغین کو میں نے امیدوار کیا تھا وہ انتظار کرتے کرتے تھک گئے اور مجھ سے اور مجلس خلافت دونوں سے بے اعتماد ہو کر اپنی اپنی راہ پر لگ گئے - مجھے اکثروں کی نسبت اب یہ بھی نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں لہذا آئندہ میں اس فہرست نگاری کی خدمت انجام دینے سے معذور ہوں - اب صرف ایک صورت ہو سکتی ہے کہ مرکزی مجلس خلافت مجھ کو براہ راست یہ اختیار دے دے کہ جیسے مبلغین مجھے مل سکیں میں خود ان کا تقرر کر دوں اور حسب مشورہ مجلس ان کی تنخواہ مقرر کر کے کام پر بھیج دے - اس لئے تاکہ مبلغین کو میری دعوت پر اعتماد ہو اور ان سے مجھے ندامت نہ ہو -

فقیر آزاد سبحانی

(۶)

بلا تاریخ

بنام مولوی سلامت اللہ صاحب

مکرم بندہ - السلام علیکم - خط ملا - امیدواروں کے نام اور سفارش اس وقت تک معدق نہیں ہو سکتیں جب تک اصل اشخاص مع اپنی قابلیتوں کے سامنے نہ ہوں تنخواہوں کی مقدار کا فیصلہ بھی اسی اصول پر ہو سکتا ہے - میرے پاس اس مختلف الخیال فیصلہ کا کیا اصول ہے کہ ایک کی تنخواہ عــہ ہو اور دوسرے کی صــہ بنا بریں میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں فہرست مبلغین پر کوئی با اصول رائے زنی نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ سفارش کرنے والوں پر کورانہ اعتماد کر دوں اور یہ کہہ دوں کہ جو کچھ بھی تجویز ہو گی بس اسی کو رہنے دیجیے - بالفعل میں دو شخص کے نام پیش کئے دیتا ہوں مجلس اگر قبول کرے تو خیر - مولوی شمس الدین برامپوری احمد حسین صاحب فرخ آبادی ان کی تنخواہ کا مسئلہ ان سے خود طے ہو سکتا ہے -

فقیر آزاد سبحانی

نوٹ: مولنا آزاد سبحانی کا اصل نام عبدالقادر تھا - پوری زندگی قومی خدمت میں گزاری - عجیب آزاد منش اور درویش صفت شخص تھے -

خط، اقبال شیدائی

(۱)

کانپور ۱۹/۲/۲۷ نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت قبلہ و کعبہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں بخیریت کانپور کل پہنچ گیا تھا اور اپنے ایک دوست کے پاس ٹھہرا ہوں، کل یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور الہ آباد میں حضرت مسٹر شوکت علی خاں صاحب قبلہ کا انتظار کروں گا اور ان کے ہمراہ جبل پور تک جاؤں گا۔ وہاں ایک آدھ دن ٹھہر کر پھر میں بھی چھندواڑہ چلا جاؤں گا امید ہے کہ آنحضرت میرے لئے دعائیں فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقلال، ہمت، جوش، نہ ڈرنے والا دل اور ایمان دے تاکہ خدا کی راہ میں میں اپنی ناچیز جان دے دوں۔ میں آنحضرت کے اس اخلاقِ حسن کا اور اس محبت و شفقت کا جو آنحضرت نے اس عاجز پر فرمائی، کسی طرح شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اور اب مجھے پوری امید ہوگئی ہے کہ میری مدد کے واسطے آنحضرت جیسے گرامی قدر بزرگ موجود ہیں جو مجھے کسی حال میں اکیلا نہ چھوڑیں گے اور ہر وقت مجھے بہترین دعاؤں میں یاد فرمایا کریں گے۔

میں نے اپنا ارادہ صاحب حضور والا کی خدمت میں بیان کر دیا تھا اور حضور والا نے جو مفید نصائح فرمائے ان کا بھی تہ دل سے ممنون ہوں امید ہے کہ حضور والا میرے لئے جلد کوئی ایسا کام تجویز فرمائیں گے جو مفید ہو اور جس سے میں بہترین خدمت اسلام کر سکوں، بنگال سے پشاور تک علاقہ میرے لئے اگرچہ بہت زیادہ ہے مگر میں خدا سے مدد مانگتا ہوں کہ جو عظیم الشان کام میرے سپرد کیا جائے اس میں پورا اتروں اور ہر مصیبت میں صبر و استقلال عنایت فرمائے۔ میں جانتا ہوں کہ میں محض ایک ناچیز ہستی ہوں اور میرے کیے سے کچھ نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی مجھے کام کرنا چاہیئے شاید کچھ سعید روحیں نکل آئیں جو شمع اسلام پر قربان ہو جائیں۔ اور میرا ایمان ہے کہ جو کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے اس میں ضرور برکت ہوتی ہے اور تھوڑا ایسا تجربہ مجھے ہو چکا ہے میں یہ نہیں عرض کر سکتا کہ حضور والا سے مل کر میرا دل کس قدر مضبوط اور پُر از امید ہو گیا ہے انشاء اللہ حضور انور مجھے ہمیشہ ایک سچا جان نثار اور خدائے تعالیٰ کی راہ میں جان سے گزر جانے والا پائیں گے امید ہے کہ حضور انور بہت جلد کسی ایسے سوداگر سے یا کسی بڑے آدمی سے مشورہ کر کے مجھے اطلاع بخشیں گے یہ بھی اس لئے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ والدین کی خدمت بھی مقدم ہے اور خاص کر والدہ کی ورنہ حضور کی خدمت میں میں نے اپنا ارادہ ہجرت تو ظاہر کر ہی دیا تھا حضور اب بھی فرمائیں تو میں تمام دنیاوی علائق بیک چشم زدن چھوڑنے کے واسطے تیار ہوں۔ اگر میرے خط کے ملنے کے بعد جناب مولانا شوکت علی خاں صاحب قبلہ ملیں تو ان سے بھی مشورہ فرمالیں ورنہ جو جناب کا حکم صادر ہوگا بندہ حاضر ہے جناب مجھے اس پتہ پر خط تحریر فرما سکتے ہیں۔

محمد اقبال شیدائی بی اے معرفت پوسٹ ماسٹر چھندواڑہ سنٹرل پراونس

مولانا مولوی صبغۃ اللہ صاحب اور دیگر بزرگان کی خدمت میں میرا مودبانہ سلام قبول ہو۔ والسلام

حضور کا ادنیٰ خادم اقبال شیدائی

(۲)

لاہور احمدیہ بلڈنگس

حضرت قبلہ و کعبہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ پرسوں ایک خط لکھ چکا ہوں، جلسہ بہت زور سے ہوا ۔ اور ہڑتال کا ریزولیشن پاس ہو گیا مگر ہندو کہتے ہیں کہ وہ انگریزوں سے تعلقات قطع کرنے کے ریزولیشن میں شریک نہیں ہو سکتے، میاں فضل حسین اور ڈاکٹر اقبال بھی گریز کرتے ہیں اب یہ صلاح ہو رہی ہے کہ ہڑتال ہو مگر کوئی پبلک جلسہ نہ کیا جائے ۔ ڈپٹی کمشنر نے کہلا بھیجا ہے کہ اگر جلوس ٹھنڈی سڑک وغیرہ کی طرف جدھر انگریزی آبادی ہے نکلا تو گولی چلانے کی نوبت آ جائے گی ۔ اسلامیہ کالج والوں کو بہت دھمکایا جا رہا ہے ۔ پروفیسر عبد القادر صاحب کہتے ہیں کہ ان کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ یا استعفا واپس لیں یا یونیورسٹی کو چھوڑ دیں ۔ گذشتہ رات مجھ سے ملے تو میں نے پوچھا کہ کیا فیصلہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں جناب کی خدمت میں لکھوں کہ "اگر" کا لفظ استعفا میں بڑھا دیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں، یعنی اگر ہماری شریعِ اسلام کے موافق فیصلہ خلافت کا نہ ہوا تو ہمارا استعفا سمجھا جائے اب جناب بواپسی ڈاک مطلع فرمائیں کہ کیا کیا جائے اگر حضور میرٹھ تشریف لے جائیں تو برادر محترم مولانا شوکت علی خاں صاحب اور حضرت مولانا آزاد صاحب سے مشورہ لے لیں اور اگر مناسب خیال فرمائیں تو سب حضرات کو ہمراہ لائیں تاکہ مسلمانوں کے دل بڑھیں ۔ یہاں کے لیڈر تو دنیا کے بندے ہیں ۔ تمام بزرگوں کو سلام عرض ہے ۔ میں تو خدا کے فضل سے اپنا کام کر رہا ہوں ۔ والسلام

خادم شیدائی

نوٹ: ڈاکٹر اقبال خدام کعبہ کے فدائیوں میں سے ہیں پوری عمر سیاسی جدوجہد میں صرف کی آج کل اٹلی میں اقامت پذیر ہیں ۔

خطوط، نواب مولوی بشیر الدین احمد خاں دہلی

(۱)

مطاعِ عقیدت کیشاں ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ بعد تسلیم مع التعظیم گزارش مدعا ہے ۔ الطاف نامہ مورخہ ۸ ارجنوری ۱۹۱۷ء مع نقل خط خان بہادر شیخ مبارک علی صاحب عزّ ورود لایا میں نے ان دونوں تحریروں کو مکرر پڑھا اور حتی الوسع غور کیا ۔ خان بہادر کو میں اس وقت سے جانتا ہوں جس وقت وہ امید وار ملازمت تھے میرے علم و یقین میں وہ نیک نیت اور سپاہیانہ مزاج کے شخص ہیں اور گورنمنٹ انگریزی سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ انگریزی اور انجمن خدام کعبہ کے باہمی برتاؤ اور تعلق کا بھی ان کو پورا علم نہیں ہے ۔ شوکت علی صاحب کو اجازت دلانے میں وہ کچھ سعی نہیں کر سکیں گے کیونکہ عہدہ داران گورنمنٹ انگریزی سے ان کو رابطہ نہیں ہے اور اگر کچھ سعی کریں تو غالباً وہ مفید نہ ہو گی ۔ اب رہا یہ کہ بلا لحاظ تائید خان بہادر موصوف انجمن خدام کعبہ اپنا کام آغاز کرے بایں وجہ کہ مکہ معظمہ اور کعبہ مکرمہ سلطان روم سے جو کہ گورنمنٹ انگریزی کی جنگ ہے علیحدہ ہو گیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ انگریزی کامل تصفیہ ہونے تک ایسے کاموں کو پسند نہیں کرے گی اور ظاہر میں مزاحمت نہ کی تو خفیہ طور پر رکاوٹ پیدا کرتے ہیں

کوتاہی نہ کرے گی۔ دوسری جانب مسلمانانِ باشندہ ہندوستان کے حالات اور خیالات لائقِ التفات ہیں۔ شاید فیصد ایک بھی ایسا نہ نکلے گا جو خادمِ کعبہ بننے کو خطو کا سبب نہ تصور کرتا ہو۔ اور انجمن خدامِ کعبہ کی صدا سے طلب پر لبیک کہے۔ اگر حالاتِ موجودہ میں کام کا آغاز کر دیا جائے۔ تو زمانۂ گذشتہ کے برابر بھی نہ چلے گا۔ حالانکہ درحقیقت اوس وقت جس قدر کام چلا اوس کو بھی نا کافی کہنا صحیح ہے کیونکہ دو اڑھائی برس کی کوشش میں منجملہ چھ سات کروڑ کے پچیس ہزار سے زیادہ آدمی زمرہ خدام میں شریک نہیں ہوئے تھے زمانہ گذشتہ میں انجمن خدامِ کعبہ کی روش موصل الی المطلوب نہ تھی۔ جمعیتہ عالیہ میں اراکین کی تعداد اور اون کی حیثیت اجرائے کار کے لئے ناکافی تھی اسی وجہ سے اکثر صوبوں میں انجمن ہائے عالیہ قائم کئے جانے کا اہتمام نہ ہو سکا۔ تنخواہ دار شیدائی مقرر کرکے فراہمی خدام کا کام مرکزی انجمن نے جاری کر دیا۔ المختصر میری رائے میں حالت موجودہ انجمن خدامِ کعبہ کا کام اجرا کرنے کے مناسب نہیں ہے اگر مجلس مشاورت منعقد ہو تو میں حاضر ہو کر زبانی مقصد گزارش کر سکوں گا فقط۔ زیادہ تسلیم

از دہلی ترا ہہ بیرام خاں بشیر الدین احمد عفا اللہ عنہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ (۲۱ جنوری ۱۹۱۷ء)

نوٹ، نواب صاحب مرحوم مکتوب الیہ کے خاندانی ارادت مند تھے اور انجمن خدامِ کعبہ کے اراکین جلسہ میں سے تھے۔

خطوط، مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی

(۱)

از حبیب گنج ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ (۹ جون ۱۹۱۲ء) (ضلع علیگڈھ)

جناب مولوی صاحب کرم ذوالمکارم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ معبود گرامی نامہ (غیر مورخہ) عزت افزا ہوا جواب بہت تاخیر بوجہ سفر لکھنو ہوئی جو مسلم یونیورسٹی کے قواعد کے متعلق تھا۔ ندوۃ العلماء کی اصلاح پر جناب کا متوجہ ہونا عین کرم اور امید افزا ہے۔ جو اصلاح ندوۃ العلماء کے لئے مفید ہو اوس کی تائید کے واسطے میں حاضر ہوں۔ اگرچہ میری سالہا سال کی تحریر نے ہر سبق روشن طور پر دیا ہے کہ مقاصد ندوۃ العلماء کے کامل سمجھنے والے ملک میں متعدد حضرات رہے ہیں اخوتِ اسلامی باعث اس امر کے ہے کہ جو خلش میرے قلب میں ہے وہ صاف صاف عرض کر دوں۔

جلسہ سالانہ میں جو لکھنو میں ہوا باوجود مکرر التماس کے قدم رنجہ نہ فرمانا ایسا امر تھا جس کی ذاتِ گرامی سے توقع نہیں ہو سکتی باہر سے آنے والے اہلِ اسلام نیز دوسرے اہلِ بصیرت نے کمال تاسف کے ساتھ دیکھا کہ امامیہ فرقہ کے مجتہدین قریباً سب کے سب شریک جلسہ ہوئے اور فرنگی محل ساکت رہا۔ کم از کم ایک مہمان عزیز جو متبحر عالم تھے اون سے ملنا تھا والسلام بالاکرام۔

نیاز مند حبیب الرحمٰن حبیب گنج ضلع علیگڈھ ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

(۲)

۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ از حبیب گنج

جناب مکرم ذوالمکارم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گرامی نامہ مورخہ ۱۲ جمادی الآخر سالِ حال (۲۶ مارچ ۱۹۱۸ء) متعلق

ندوۃ العلمأ ناگپور میں نیاز مند کی عزت افزائی کا باعث ہوا۔ شکریہ کرم اور سپاس ہمدردی قبول فرمایا جائے۔ اجلاس سالانہ کے فرائض کی مصروفیت سے عرض جواب میں تاخیر کرائی اس کی معافی کا مستدعی ہوں۔ گرامی نامہ میں جن امور کا تذکرہ ہے اون کی بابت جواباً عرض ہے۔

۱۔ ندوۃ العلمأ نے جو اغراض و مقاصد ابتدا سے مقرر کئے ہیں اون پر اب تک مضبوطی سے قائم ہے۔ یہ مقاصد اوس وقت مقرر ہوئے تھے جبکہ گورنمنٹ کی امداد کا وجود بھی نہ تھا بلکہ اوس زمانہ میں حکام بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے ندوۃ العلمأ سے برہم تھے۔ اجلاس گذشتہ کی صدارت کے سلسلہ میں ابتدا سے ندوۃ العلمار کی تاریخ پر از سر نو نگاہ ڈالی اوس کی بنا پر میں عرض کر سکتا ہوں کہ ندوہ اب تک اپنی قدیم روش پر قائم ہے۔

۲۔ سیاسیات کو ابتدا سے ندوۃ العلمأ نے اپنے مقاصد سے علیحدہ رکھا ہے اور اب بھی اوس پر قائم ہے۔ اب رہا یہ امر کہ ہر مسلمان اور جماعت مسلمین کو سیاست مروجہ سے تعلق رکھنا اور اوس میں عملی حصہ لینا فرض اسلامی ہے اور چونکہ ندوۃ العلمأ اس فرض کو ادا نہیں کر رہا لہٰذا مستحق تقبیح ہے۔ اس کی بابت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عہد سے نظر ڈالنی ہوگی اور وثوق کے ساتھ عرض کیا جا سکتا ہے کہ بہت سے اکابر صحابہ اور مابعد کے بزرگان دین ندوۃ العلمأ کی مثال و سند بنیں گے۔ بلکہ علمائے فرنگی محل رحمہم اللہ تعالیٰ کے بلند مرتبہ گروہ میں سے بھی قابل سند مثالیں و سنادیز قرار پائیں گی۔ جن مسائل کی تمثیل و تفصیل والا نامہ میں ہے وہ قرون اولیٰ سے اس وقت تک مختلف عنوانوں سے اہل دین کے پیش نظر رہے ہیں اور اون کے متعلق اکابر دین کا عمل و مثال امت کے سامنے ہے۔ ندوۃ العلمأ کی روش ان بزرگوں کی روش کے خلاف نہیں ہے والسلام مع الاکرام۔

نیاز مند

حبیب گنج ضلع علی گڈھ ۸ ار جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

حبیب الرحمٰن

نوٹ: مولینا شروانی مشہور عالم تھے حیدرآباد میں امور مذہبی کے صدر الصدور بھی رہے۔

خط، مولوی عبدالحیٔ، ندوہ

(۱)

۱۲ اپریل ۱۹۱۱ء از دفتر ندوۃ العلمأ

بگرامی خدمت جناب فیض مآب مولانا مولوی عبدالباری صاحب دام لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ جلسہ خاص ندوۃ العلمأ منعقدہ (یہاں سے خط پھٹا ہوا ہے) نے جناب کو جلسہ انتظامیہ ندوۃ العلمأ کا رکن منتخب فرمایا ہے امید ہے کہ جناب اس ذمہ داری کو قبول فرما کر اپنی منظوری سے دو ہفتہ کے اندر مجھ کو اطلاع دیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس رکنیت سے جناب کی ذات گرامی کو بجز اس کے کہ آپ کی ذمہ داری میں اضافہ ہو اور کوئی فائدہ نہیں مگر اس ذریعہ سے آپ مسلمانوں کو بیش بہا مدد دے سکتے ہیں جس سے زیادہ اور کسی ذریعہ سے ممکن نہیں۔ والسلام

عبدالحیٔ نائب ناظم ندوۃ العلمأ

(۲)

بعالی خدمت فضائل مآب مخدومی مکرمی مولانا عبدالباری صاحب دام مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ حسب

تجویز نمبر ۴ اجلاس انتظامیہ منعقدہ یکم جون ۱۹۰۹ء جناب کی خدمت اقدس میں نصاب دارالعلوم قدیم و جدید مرسل ہے مجھے امید ہے کہ جناب اپنا تھوڑا عزیز وقت اس ضروری کام کے لئے وقف فرما کر ہر دو نصاب کو خود ملاحظہ فرمائیں گے اور جو کچھ جناب کی رائے بابتہ ترمیم و کمی زیادتی نسبت مندرجہ نصاب ہو اوس سے دو ایک دن میں آگاہ فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں گے تاکہ مزید کارروائی میں حرج نہ ہو۔ جناب کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ اس استدعا کے بر لانے میں دریغ نہ فرمائیں گے۔ ھذا افضلاً منکم اجراً علیکم۔ والسلام

عبدالحیٔ معتمد دفتر ندوہ

(۳)

بخدمت مخدوم و مکرم جناب فیض مآب مولانا عبدالباری صاحب دام فضلہم

بعد سلام مسنون کے گذارش ہے کہ خاکسار کو طبقات الحنفیہ کی ضرورت ہے اگر جناب کی عنایت سے مندرجہ ذیل کتابیں مل سکیں یا ان میں سے جو کتاب آپ کے کتب خانہ میں ہو تو مزید نوازش ہوگی۔

۱۔ اسماء الحنفیہ فی طبقات الحنفیہ لملا علی قاری۔

۲۔ الایلاف الحنفیہ فی اشراف الحنفیہ للمجد فیروز آبادی۔

۳۔ جواہر المفیدہ فی طبقات السادہ الحنفیہ لمحی الدین القرشی۔

اگر ان کے سوا کوئی اور بھی کتاب اس موضوع پر ہو تو وہ بھی عنایت ہو۔ ایک ہفتہ سے زائد میں اپنے یہاں نہ رکھوں گا۔ اس کے بعد انشاء اللہ واپس کر دونگا۔

۴۔ جناب نے ایک بار فرمایا تھا کہ ملیح آباد کے کسی صاحب نے تراجم علماء میں کوئی کتاب لکھی ہے اور جناب کی خدمت میں تقریظ کے واسطے بھیجی ہے اون کا نام اور پتہ یاد ہو تو عنایت فرمایئے آیا وہ کتاب چھپ گئی ہے یا نہیں۔ فقط

خادمکم عبدالحیٔ

خط، منشی اظہر علی

(۱)

لکھنؤ ۹ مارچ ۱۹۱۴ء ۱۰ بجے شب

عزیز قلبی ذوالمجد والکرم!

السلام علیکم۔ کل ندوۃ العلماء کا مقدمہ ہے۔ میں نے آپ سے ضرور کہا تھا کہ آپ تکلیف عدالت ڈسٹرکٹ جج میں نہ فرمایئے گا۔ مگر اب میرے خیال میں اس کی ضرورت ہے کہ آپ تشریف لایئے ورنہ ممکن ہے جج صاحب اعتراض کریں اور قانونی پہلو کے اعتبار سے آپ سے باز پرس کریں عدالت کا معاملہ ہے اور بد مزاج شخص سے سابقہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ۱۰ بجے کل یعنی سہ شنبہ کو ضرور عدالت میں تشریف لا دیں گے۔ فقط۔

خیر طلب محمد اظہر علی وکیل

(۲)

لکھنؤ ۱۰ / مارچ ۱۹۱۲ء

عزیز قلبی ذوالمجد والکرم

السلام علیکم۔ آپ کی عدالت میں تشریف آوری کی ضرورت ہے۔ ورنہ میں تکلیف نہ دیتا ممکن ہے کہ جج آپ سے کچھ دریافت کرے ظاہر ہے کہ میں اور آپ دونوں حالات سے کم واقف ہیں۔ ہمارے متعلق تو ندوہ سے صرف یہ خدمت سپرد ہوئی تھی کہ ہم دونوں کمیں مصالحت کر دیں جیسا کہ آپ خود ڈیپوٹیشن سے جانتے ہیں گے۔ پس کسی خاص شہادت یا کارروائی کی حاجت نہ ہوگی۔ آپ ضرور آجائیے۔ ساڑھے ۱۰ بجے تک آپ کچہری پہونچ جائیے گا۔ زیادہ دعا۔

خیر طلب محمد اظہر علی

خط، رحیم بخش

(۱)

بہاولپور، ۷ / جنوری ۱۹۱۲ء

مخدومی حضرت مولانا

السلام علیکم۔ آپ کی مطبوعہ چٹھی پہونچی۔ میری رائے بھی یہی ہے کہ ندوہ کا اندرونی انتظام بہت کچھ قابل اصلاح ہے اور کر لڑکوں پر دہریت کا اثر ہے۔ جو تدابیر اصلاح آپ فرمائیں گے میں انشاء اللہ آپ کا ساتھ دونگا۔ انشاء اللہ ۱۵ / جون کو بہاولپور پہونچوں گا۔ فقط۔

خاکسار رحیم بخش رکن ندوہ

خط، مولانا عبدالحق دہلوی

(۱)

۶ / جون ۱۹۱۲ء دہلی

مولانا مخدوم و مکرم

تسلیم۔ حضرت نے ندوہ کی بابت جو کچھ تحریر فرمایا میرا اوس سے اتفاق ہے اور میں آپ کے نیک خیالات کی داد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ہمت اور اہمیت میں استقامت اور اس میں برکت دے۔ باقی میں خود کسی کام کرنے کے قابل نہیں رہا امید ہے کہ مجھے گاہے گاہے بھی اپنی خیریت سے شاد فرماتے رہیں گے۔

آپ کا خادم ابو محمد عبدالحق

خطوط، مولانا محمد علی مونگیر

(۱)

مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ پہونچا۔ آپ کی توجہ سے بہت مسرت ہوئی خدا تعالیٰ اس توجہ کو قائم رکھے اور اس کا عمدہ نتیجہ دکھائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ ایسی مشہور اور معزز انجمن کی اصلاح بہت ضروری ہے میرے خیال میں ہر سچا مسلمان اوس کی اصلاح کی خواہش رکھے گا مگر گفتگو اس میں ہے کہ کون اصلاح کرے اور کیا اصلاح کرے میرے تجربہ اور میرے علم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اصل اصلاح کرنے والا ایک ہی شخص ہونا چاہیئے مگر اوس کے معاون اور مددگار اور سچے خیر خواہ کی ایک جماعت ہو اور وہ جماعت نہایت دردمندی سے آوے مدد دے یعنی عمدہ رائے سے جان سے مال سے جس وقت جس کی ضرورت ہو مگر یہ سب باتیں

اسلام کی بھی خیر خواہی سے ہوں کسی کو کسی قسم کی کوئی ذاتی غرض کا کوئی شائبہ بھی نہ ہونے پائے اگر یہ باتیں میسر آجائیں تو اس انجمن کا پھریرا آسمان تک پہونچ سکتا ہے مگر ایسے صاحب صلاح اور دانشمند کا اور ایسی باخدا جماعت کا اس وقت ملنا میرے خیال سے باہر ہے۔ میرے علیحدہ ہونے کی بہت بڑی وجہ یہی ہوئی ہے والسلام

محمد علی از مونگیر ۱۵ جمادی الثانی سنہ [illegible]

<u>خط، مولانا حفیظ اللہ ڈھاکہ</u>

(۱)

عزیز مہربان مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں ادفتاً بخیر جواب کی معذرت لکھتا ہوں۔ آپ کا مطبوعہ خط ڈھاکہ کے پتہ سے آیا۔ میں مئی، جون میں مکان پہ تھا تعطیل گرما ہوگئی تھی آج مدرسہ کھلا ہے لہذا میں مجبور تھا۔ آپ کی تحریر بیحد مسرت بخش ہے اس وجہ سے کہ ایسی حالت میں کہ ایک اسلامی انجمن بالکل مایوسانہ حالت میں ہو آپ نے اوس کی طرف بلکہ اصلی اصول ناکامی کے دریافت کرنے کی طرف توجہ کی۔ چونکہ خط آپ کا مطبوعہ ہے لہذا مجھے اس کی کم امید ہے بلکہ بالکل نہیں ہے کہ آپ اصلی اور حقیقی وجہ تک پہونچ سکیں کیونکہ مجھے اس بات کا شبہ ہوا بلکہ یقین ہے کہ استدراک حالات میں ایسے اتقیاء حاجب ہوں گے جو اس سرد مہری کے علۃ العلل ہیں۔ یہ تفتیش کسی جماعت سے ناممکن ہے اور موجودہ خود جماعت کی شرکت کو بتاتا ہے اگر حقیقتاً آپ اس باطنیہ فرقہ کے حالات کا انکشاف چاہتے ہیں تو اوس وقت تک کہ آپ اصلی تہ تک پہونچیں اس جماعت سے انقطاع کیجیے۔ میں اصلی حالات چاہتا ہوں۔ سازشوں سے جو اس وقت تک کام چلا ہے اوس کو انشاء اللہ تعالےٰ برملا کر دینے کا یقینی وعدہ کرتا ہوں۔ لیکن آپ پہلے مجھے ان باتوں پر مطمئن کر دیجیے جو حسب ذیل ہیں :-

۱- یہ مطبوعہ خط جن کے مشورہ سے لکھا گیا ہے وہ کون کون ہیں اون کے اسمائی تفصیل کا اصلی محرک کون ہے۔

۲- میرا خط سوا آپ کے کوئی دوسرا نہ دیکھے۔

۳- میری رائے کا اظہار کبھی نہ ہو۔

۴- میرے آپ کے اس مشورہ کو اس وقت اور آئندہ کوئی نہ جانے۔

۵- بعد انکشاف مجھے یقین دلا دیجیئے کہ موجودہ خیال کو آپ ہمیشہ یا کم از کم اوس وقت تک قائم رکھیں گے کہ آپ کی مطلوبہ اصلاح ہو جائے اور ندوہ اپنے مقاصد کے اصلی مرکز پہ آجائے۔

۶- میرا یہ خط اور دیگر خطوط صرف پڑھ کر چاک کر دیجیے یا بشرط احتیاط محفوظ کر لیجیے۔

یہ تو مجھے کہنا نہیں ہے کہ میں آپ کی کہاں تک مدد کر سکوں گا لیکن یہ ضرور ظاہر کر دینا ہے کہ آپ جس خاندان کے رکن ہیں وہ میرے واسطے سرمایہ ناز اور متاع فخر ہے لہذا میں کبھی بھی آپ لوگوں کے خلاف کوشش نہ کر سکتا ہوں نہ کروں گا۔ نیز ہمیشہ بطوع و اکراہ آپ لوگوں کا ساتھ دینے میں مجھے مسرت ہوگی۔

لہٰذا اولاً اس تحریر کو صرف آپ کی ذات تک محدود رکھ کر بھیجتا ہوں۔ جب مجھے جواب حاصل ہوگا تو آپ پر اپنے زائد از دوازدہ سالہ تجربہ کو پیش کر کے جو مناسب سمجھوں گا لکھوں گا۔ یہ ہرگز کوئی باطنیہ فرقہ نہیں ہے لیکن اس کی سازشیں اس فرقہ سے کم نہیں ہیں۔ نیز اس جماعت سے انقطاع کو جو میں نے لکھا ہے وہ علیحدگی نہیں ہے بلکہ اصل خیال پر کسی کو مطلع کرنا اور انتہائی کوشش میں مطلوبہ اصلاح تک دوڑنا اور اپنے اصل مقصود و عزائم کو تا حصول باقی رکھنا مقصود ہے ورنہ علیحدگی تو کسی کام میں بھی سرسبز نہیں ہونے دیتی۔ نیز مجھے امید ہے کہ آپ میرے ایک خط کے دیکھنے کے بعد میرے بالکل ہم خیال ہو جاویں گے اور اگر بالفرض اس میں میری کوئی ذاتی نفسانیت کا شائبہ معلوم ہو تو بے تامل میرے مشورہ کو آپ ترک کر دیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا مجھے ملال نہ ہوگا۔ والسلام

محمد حفیظ اللہ مدرس اعلیٰ ڈھاکہ مدرسہ

(۲۰)

۰ ر جولائی ۱۹۱۲ء ڈھاکہ مدرسہ

جامع الفضائل مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

سلام علیکم ورحمۃ اللہ و دعا۔ فی الواقع اصول بھی یہ ہے کہ کسی سے کوئی ذاتی عداوت، رنج، شکایت نہ ہو جب ہی اصلاح ہوتی ہے اور اگر ہو تو اس اصلاح کے پردہ میں بدلہ کا خیال تک نہ آنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کام اسی کے مطابق ہو سکتا ہے ورنہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اس کا خیال رکھا بہت اچھا کیا جزاک اللہ تعالیٰ۔ راز سربستہ دارالعلوم اور ندوہ کا صرف اس قدر ہے کہ ایک طالب علم نوآموز اور ایک علامہ ہیں دارالعلوم اور ندوہ کی گھوڑ دوڑ میں ایسی بازی لگتی ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا بلکہ وہ طالب علم اپنی چالوں سے اس بحر العلوم علامہ کو انگلیوں پر نچاتا ہے اور ندوہ کی فرضی ترقی میں اس علامہ کو نیچا دکھا کر خود علامہ بننا چاہتا ہے اور بظاہر جہلاء میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے میری دوازدہ سالہ ملازمت دارالعلوم اور اس سے بہت زیادہ زمانہ تک ندوہ کا تعلق اور ان دونوں سے تجربہ حاصل شدہ مجھے ایک لمحہ اس خیال سے مدت العمر ہٹنے نہ دے گا۔ مولانا محمد علی صاحب سابق ناظم اور دیگر تجربہ کار ممبران اس پر شہادت دیں گے اور انشاء اللہ تعالےٰ شرعی شہادت ہوگی میرے آپ کے درمیان میں خدا ہے۔

کیا کبھی کسی کی خواہش طبابت کسی کی شہرت عالمگیر کی چاٹ ندوہ کو ایک منٹ بھی کامیاب ہونے دے گی شہرت عالمگیر کی چاٹ تو بچہ شیر خوار ہے لیکن رواج طبابت کی خواہش تو ندوہ کے آغاز شباب کا مرض ہے ان دونوں بزرگوں میں کیا مرتبت ہے کیا شرف ہے میں اس کو کچھ نہیں لکھ سکتا آپ خود جانچ لیں۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ہاتھ دھو کر الگ ہو جاویں اور نائب ناظم صاحب دوسرے کہلائیں پھر ندوہ کی ندا ہے۔ مولوی صاحب کی ابتدا سے یہ بازی چلی جا رہی ———

ہے کہ دارالعلوم کے دو شخصوں میں ناچاقی پیدا کی جاتی ہے اور چونکہ دفتر اپنے ہاتھ میں ہے لہٰذا چپکے چپکے اراکین کو دارالعلوم کی بدنظمی دکھائی جاتی ہے جب اراکین آتے ہیں تو ان سے بالمشافہ ایسی باتیں کی جاتی ہیں کہ ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ ایک شخص ایسا ہے کہ ندوہ اس کی وجہ سے باقی ہے ورنہ فنا ہو گیا ہوتا چنانچہ اس چال نے ایک محرر ندوہ کے خدمت سے نائب ناظم بنانے تک کامیاب کیا اسی قسم کی چالوں نے آخری دور خلافت راشدہ سے لے کر کل سلاطین اور مسلمانوں کے کل کاموں میں ابتری پیدا کی اور مسلمانوں کو

بے سروسامان کر کے چھوڑا۔ دارالعلوم کے طلبا معمولی لالچ میں آ کر دورۂ طب میں شریک ہوتے ہیں اور ہم مشہد طبیب ––– ہونے کی خواہش میں کامیاب ہوتے جاتے ہیں نیز نائب نظامت کی خوش آیند آواز ملک میں پھیلتی جاتی ہے۔

نیز فطرت الٰہی مردان کو کبھی عثمان نہ ہونے دے گی۔ آخری دور سلاطین دہلی بالتخصیص محمد شاہی دور کا جو رنگ رہا اس سے یہاں کا رنگ چوکھا ہے ہرگز ہرگز کم نہیں۔ لکھنو کی سرزمین وہ ہے جہاں بیلبانی سے وزارت تک عروج سبزی فروشی سے نظامت تک اُچک جانا ایک معمولی کرشمہ ہے پھر نیابت نظامت کیا چیز ہے معتمد دارالعلوم کے فاروقی نامہ، ماموں نامہ، گوڈی نامہ، پلیسہ نامہ نے ایسا کام کیا کہ دوسرے سے ناممکن ہے۔ لہٰذا اہل ارائے ہونے کا شرف تو حاصل ہی ہو چکا۔

معتمدی دارالعلوم کیا چیز ہے اس عزہ میں آنکھ۔ کان۔ سب ایک ہو گئے اب ٹھوکروں پر ٹھوکریں جو لگیں تو سیرت نبوی وغیرہ کے دامن میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ اس کا احساس مطلق نہیں ہے کہ یہ ٹھوکریں کہاں سے آتی ہیں اور کیوں اپنے دست و بازو دست و گریبان ہوتے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب میں ضرور کہوں گا کہ گوڑی نامہ۔ پلیسہ نامہ اور چیز ہے اور معاملہ کی تہ تک پہونچنا اور چیز ہے انھیں کا دل و جگر ہے کہ اب تک قائم ہیں جس کی وجہ سوائے اس کے اور نہیں ہے کہ طمع راسہ حرف و ہر سہ تہی۔ اسلامی انجمن اور درس گاہ کا اعلیٰ رکن ہونا سرسید اور محسن الملک بنا دے گا۔

یہ بجائے خود ایک نادر الوجود چیز ہے۔ حزم۔ احتیاط۔ تدبر۔ تدبیر اگر ہوتی تو یہ چپقلش ہرگز نہ ہوتی ابتدائی دارالعلوم سے اس وقت تک اول الذکر وجہ ندوہ کو تہ و بالا کرتی رہی اور ثانی الذکر نا عاقبت اندیشی نے بہت زیادہ اول الذکر راز کو کھلنے نہ دیا بلکہ پردہ پوشی کا کام کرتی رہی نیز ثانی وجہ میں بد دینی و بد لگامی سخت کلامی دریدہ دہنی۔ دینی بے باکی اور بھی طرہ ہیں۔ میں نہایت وثوق اور قوت سے اس نتیجہ کے نکالنے میں بیباک ہوں کہ جب تک وجود اوّل ہے کل کوششیں رائیگاں ہیں وجود ثانی اپنے موجودہ منصب سے الگ کر دیا جائے ندوہ سے تعلق رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تصدیق خاص مولانا سید محمد علی صاحب قبلہ اور مولانا حقانی و مولانا خلیل الرحمٰن صاحبان سے جس طور پر چاہئے کر لیجیے۔ مجھے بیس برس کے تجربہ نے ایسا مضبوط کر دیا ہے کہ شاید اسے قدر زمانہ تک اگر اس کی تردید کی جائے جب بھی میرا یقین بدل نہیں سکتا۔ خوب یاد رکھیے ایسے ندوہ میں کوئی فضیلت ہونے کے واسطے نہیں شریک ہو سکتا۔ ایک طالب علم تحو میرخوان کی خوشی میں اپنی عزت برباد نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایک عالم نے اس سے کنارہ کشی کی اور اپنی جگہ بیٹھا ہوا ایک شعر کو مزہ لے لے کر پڑھ رہا ہے ؎

اسی باعث تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو یوسف بے کارواں ہو کر

دیوبند اور دیگر مدرسے اور انجمنوں میں خدا کے فضل سے دینداری تدین راستی۔ اسلامی جوش اسلاف کرام کی اتباع کی دھن ہے ان کی ریس کرنا منہ چڑھانا ہے یہ ندوہ سے نہ ہو گا۔

البتہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے کہ اسلامی۔ مذہبی دینی رنگ ندوہ میں غالب کرنے کی کوشش کریں اور اپنے اسلاف کرام کے جادہ استقامت کا ایک جلوہ یہاں بھی ظاہر ہو جانے کے لئے سعی بلیغ کریں۔ مولوی صاحب خط کے آخر میں

میں آپ سے یہ ضرور کہوں گا کہ ممکن ہے کہ جوش میں میرے قلم سے بعض الفاظ بے محل نکل گئے ہوں لیکن کوئی شک نہیں کہ اس خط کے مضمون میں ایک نقطہ برابر بھی غیر واقعیت نہیں ہے۔ ٹھنڈے سے ٹھنڈے دل ہونے کی حالت میں میرا دل اس کی تصدیق کرے گا۔ نیز مجھے ندوہ کے روبرو کسی کی ولی خواہش ہٹ جانے میں ہرگز باک نہیں ہے۔ ندوہ چاہے کسی کے ہاتھ میں ہو۔ والسلام

۷، جولائی ۱۲ء — محمد حفیظ اللہ عفی عنہ مدرس اعلیٰ ڈھاکہ مدرسہ

خط، مولوی احمد علی

(۱)

۲۲، جنوری ۲۳ء — حضرت مولانا صاحب دامت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ طالب خیریت بخریت ہے میں مشفقی اخی قاضی حبیب اللہ منشی فاضل کے پاس بیٹھا تھا کہ جناب کے دو رسالے محاسن یوسفی رجسٹری شدہ ان کے پاس پہونچے ایک پر حضرت مرشدنا قبلہ عالم گولڑوی دامت برکاتہم کا اسم مبارک تھا اور دوسرا قاضی صاحب کے نام کا تھا مجملاً دیکھا ضروری ہوا بات بہت مناسب ہے خصوصاً حصہ ترتیب اوراد جو صوفیانہ رنگ میں لکھا ہے محبوب ترین حصہ ہے اس لئے اگر جناب ایک نسخہ اس کا نیازمند کو بھی ارسال فرمائیں تو عنایت ہو گی حضرت قبلہ کا نسخہ عنقریب بدستی گولڑہ شریف قاضی صاحب لے جائیں گے۔ وہاں سے اس کی رسید امید ہے کہ خدمت میں پہونچے گی۔ مگر قاضی صاحب کے نسخہ میں صفحہ ۱۶ کے بعد ۳۲ صفحہ تک صفحات کا تقدم تاخر ہے یہ فارم غلط چھپا ہے۔ شاید پہلے اڈیشن کا ہے۔ حضرت صاحب والا نسخہ درست ہے اس کے صفحہ ایسے نہیں ہیں اس لئے اگر میرے نسخہ کے ساتھ ۱۷ - ۳۲ صفحہ تک کا صحیح فارم کے نسخہ ارسال فرمائیں تو بہتر ہو گا۔

مولوی الطاف الرحمٰن صاحب قدوائی کی خدمت میں سلام مسنون۔ — خاکسار

احمد علی مدرس اسلامیہ کالج و خطیب مسجد شاہی لاہور

خط، حامد میاں خان سجادہ نشین تونسہ شریف

(۱)

فضائل کمالات مرتبت فصاحت و بلاغت منزلت عمدۃ الفضلائے زبدۃ العلمائے عصر جناب مولوی عبدالباری صاحب

پس از سلام مسنون الاسلام دعوات و ترقیات ترقی درجات بنا ادات مکشوف سعادت تحریر ملکیر واند احوال این با بالخیر خیر و عافیت جناب از درگاہ ایزد وہاب مدام خواہاں و جویاں۔ المرام این کہ عیاں نامہ بوضوح ان جا میدواعی حتی الامکان از ہر گونہ امداد خواہد نمود وانہ جانب فقیر تسلی دارند از دعا گاہی فراموش نفرمانید فقیر ہم دعا میکند کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ جملہ مقاصد ایشان حاصل فرمایاد و مدام خورم و خورسند دارا برلب الہ زیادہ دعوات۔

الراقم فقیر حامد سجادہ نشین تونسہ شریف ۴ شعبان ۱۳۴۱ھ

خط، پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف

(۱)

(تاریخ درج نہیں)

مکرمی مولوی محمد عبدالباری صاحب دامت عنایاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ کاشف ما فیہا ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالے

آپ صاحبوں کی کوشش بلیغ کو منظور فرما کر اس فتنۂ ارتداد کا کما حقہ انسداد فرمائے۔ آپ میرے آشناؤں میں ایسا شخص نظر نہیں آتا جو اس خدمت کو سرانجام کرے لہذا اس کی تعمیل سے معذور ہوں۔

والسلام دعاگو از گورٹھا

خط، مولوی مصطفیٰ رضا صاحب بریلی

(۱)

جناب المکرم ذی الکرم زید لطفکم

بعد ہوالمسنون مدعا۔ جناب کا نامہ جو مشتمل بر بعض مسائل ہے آیا ہوا ہے مگر میں نے ابھی وہ حضور میں پیش نہیں کیا بعد عید انشاء اللہ المولیٰ اس کا نمبر آئے گا۔ اتنا گزارش کئے دیتا ہوں کہ سیاسی امور میں یہاں کبھی دخل نہیں دیا جاتا۔

فقیر مصطفیٰ رضا القادری عفی عنہ مہتمم دارالافتا بریلی

جواب از حضرت مولانا

مولانا المعظم، السلام علیکم۔ تحریر فقیر کا نمبر بعد عید کے آئے گا اس کے معلوم ہونے سے اطمینان ہوا۔ جب مناسب ہو جواب عطا فرمایئے۔ فقیر کو تو مسائل شرعیہ کا اکابر علماء سے تحقیق منظور ہے تاکہ اس پر کاربند ہو بس۔ یہ فقرہ کہ سیاسی امور میں یہاں کبھی دخل نہیں دیا گیا غور طلب ہے اس واسطے کہ تحریر فقیر میں کوئی امر سوائے مسئلہ مذہبی کے اور عرض حال کے کچھ نہیں ہے۔ میری تحریر کا تصفیہ کہ سیاسی ہے یا مذہبی قیامت میں ہوگا۔

خط، مولوی ریاست علی صاحب

(۱)

(تاریخ درج نہیں ہے ۲۷ جولائی ۱۹۲۰ء پہونچنے کی تاریخ درج ہے)

مخدومی دام مجدہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ فقیر کی رائے ناقص یہ ہے کہ گو مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ملاقات کی چنداں آپ کو ضرورت نہیں لیکن اگر ملاقات ان سے کر بھی لی جائے تو بوجہ نیت خیر کے اجر سے خالی بھی نہیں و ہوالمقصود۔ مسائل کی بابتہ اُن سے یہ گفتگو ہوئی اور یہ طے پایا اور یہ ثابت کیا گیا کہ مولوی عبدالباری صاحب نے کبھی قربانی بقر کی ممانعت نہیں فرمائی۔ اب یہ قصہ کہ بمبئی میں مولوی عبدالباری صاحب نے رجوع کیا بحث تھا اور نیز خلافت کے باب میں گو فرضاً مولوی عبدالباری صاحب غیر صائب ہی لیکن بادشاہ اسلام پر اگر کفار چڑھائی کریں اور وہ مغلوب ہو تو پھر آیا اہل اسلام کو اس کی امداد کرنا چاہیئے اور اسلام کو کفار کے ہاتھوں سے تباہ کرا دینا چاہیے جواب دیا کہ نہیں عرض کیا میں نے کہ یہی مقصود ہے۔ سوائے اس کے نزاع لفظی ہے جس تاریخ آپ لکھنؤ سے روانہ ہوں اطلاع فرمائیے کہ بنیاز مند آپ سے کسی جگہ ملاقات کر کے معیت حاصل کرے آیا آپ شاہجہانپور میں تشریف لاویں گے اور یہیں سے ملاقات ہوگی اور معیت میں فقیر کو جانا ہوگا یا کیا رائے قرار فرمائیے گا؟

از شاہجہانپور رقمہ محمد ریاست علی

خط، مولوی محمد انیس صاحب

(۱)

حضرت مولانا، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آج کئی روز سے خیریت مزاج اقدس نہ معلوم ہو سکنے سے تعلق خاطر ہے۔ خدا کرے سب

خیریت ہو اس وقت باعث تصدیعہ یہی دو امر ہیں۔

۱۔ جناب نے اپنے اعلان میں دار الحرب اور ہجرت پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ "شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کو دار الحرب سمجھنے کے باوجود ہجرت کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔" اس کے متعلق میں اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ شاہ صاحب کا یہ خیال جناب کو کس ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے العبرہ میں جہاں دار الحرب کے مسئلہ پر شاہ صاحب کی رائے درج کی ہے۔ وہیں یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ صاحب کے اس خیال پر کہ ہندوستان دار الحرب ہے کسی مولوی صاحب نے ترک ہجرت کا اعتراض کیا تھا جس پر شاہ صاحب نے دو جواب دیئے۔ ۱۔ وجوب ہجرت استطاعت پر ہے اور مجھے استطاعت نہیں ہے۔

۲۔ وجوب علی الفور نہیں ہے بلکہ علی التراخی ہے۔

ان دونوں جوابات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نفس وجوب ہجرت کے قائل تھے لیکن بعض عوارض سے انہوں نے ہجرت نہیں فرمائی۔

۲۔ اضحیۃ البقر کے ترک کرنے کے بعد طبقہ متوسط نیز غربا (ایسے غربا جن پر اضحیہ کا وجوب ہے) سخت مشکلات میں ہیں خصوصاً جن کے یہاں متعدد قربانیاں ہونی چاہئیں۔ ان کو اور بھی دشواری ہے۔ پس ایسے وقت میں اگر مذہب غیر کی تقلید کر لی جائے تو کیا حرج ہو گا جس میں اس قدر آسانی ہے کہ اگر ایک گھر کے تمام افراد کی طرف سے صرف ایک قربانی کر دی جائے تو کافی ہو۔ امید ہے کہ اپنی رائے عالی سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

۲۴ جون ۱۹ء   محمد انیس عفا اللہ عنہ از نگرام

(۲)

حضرت مولانا المحترم مدظلہ

تسلیم۔ مولوی برکت اللہ صاحب کی نظربندی بیحد قابل افسوس ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس بلا سے جلد نجات دے۔ مولوی صاحب موصوف بین ترجمان تک اپنا علم ہے کوئی ایسے اسباب نہ تھے کہ جن کی بنا پر نظربند کیا جاتا۔ لیکن حکم حاکم کا۔ امید ہے کہ خیریت مزاج سے بواپسی ڈاک جلد مطلع کیا جاؤں فقط والسلام

۲۲ جون ۱۹ء   محمد انیس عفا اللہ عنہ از نگرام

خط۔ مولوی عبدالرحمٰن نگرامی

(۱)

۱۱۔ اکتوبر ۱۶ء مدرسۃ الاصلاح سرائے میر

مخدوم و مکرم ادام اللہ ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج اقدس۔ گرامی نامہ مع اشتہار مرسلہ موصول ہوا۔ بندہ فقیر ایک عرصہ دراز سے مشتاق مکاتبت و مراسلت تھا اگرچہ قدیمی خاندانی تعلقات مستدعی تعارف نہ تھے تاہم بہ مقتضائے بشریت کنت اقدم رجلاً واخر اخریٰ قصد تھا کہ اس مرتبہ مسلم کانفرنس کے موقع پر بتوسط عم محترم جناب مولوی محمد انیس صاحب شرف زیارت حاصل کروں مگر قلت فرصت اور جناب کی زبردست مصروفیت مانع آئی۔

بہرحال میں اگرچہ سردست ایک ایسے عربی درسگاہ میں مقیم ہوں جو ایک ویرانہ میں آباد ہے تاہم اپنے فریضۂ دینی سے غافل نہیں۔ دعوت و تبلیغ عمل فی سبیل اللہ بفضل ایزد متعال ہر دم و ہر ساعت جاری ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس موقع پر بھی حسب ارشاد والا و دعائے بقائے خلافت والحاح وزاری بدرگاہ رب العزت کے انتظامات عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

جناب والا جو اہم خدمات مذہبی و دینی انجام فرما رہے ہیں خدا ان میں آپ کی سعی مشکور کرے اور آپ کی ذات بابرکات کو ہم جمیع مسلمانان ہندوستان پر سایۂ افگن رکھے کسی نہ کسی وقت جوش خدائیت سے لوہو جاں نثاری کی ایک لہر رگوں میں دوڑ جاتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب والا آئندہ اس فقیر کو موقع عطا فرمائیں گے کہ مفصلاً اظہار خیالات کر سکے۔ تار کے مضمون کا منتظر ہوں والسلام خیر ختام۔

آپ کا خادم محمد عبدالرحمن نگرامی ادیب مدرسۃ الاصلاح

(۲)

۱۰ر جون سنہ ۲۰ء از نگرام ضلع لکھنو

مکرم و معظم دام مجدکم

السلام علیکم۔ مزاج اقدس۔ گرامی نامہ پہونچا۔ میں ہمہ تن مستعد ہوں امید کہ تاریخ مقرر ہونے کے بعد فوراً اطلاع بخشی جائے گی۔ سامان کرنا کیا ہے بس صداقت و خلوص قلبی مجاہدین فی سبیل اللہ کا سامان سفر ہے۔ ابھی سردست ۹ر شوال کو سرائے میر پہونچنا ہے تاکہ وہاں کے متعلق ضروری انتظامات کر دوں۔ حضرت مولانا ممدوح کی واپسی تمام خدام علم و مذہب کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے امید کہ اس جلسہ کے حالات سے بھی مطلع کیا جاؤں تاکہ شرکت ہو سکے۔ کیا براہ مہربانی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کون کون اصحاب وفد حجاز کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔ ہم مولوی انیس احمد صاحب مدظلہ علیحدہ خط لکھیں گے۔ میں اس وقت حالت اعتکاف میں ہوں انشاء اللہ بعد عید، یا ۸ر شوال کو لکھنو پہونچ کر شرف ملاقات حاصل کروں گا۔ خدا آپ کے اس وفد کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

آپ کا مخلص عبدالرحمن ندوی

خط، مولوی لطف اللہ صاحب علیگڑھ

(۱)

مجمع اخلاق سینہ و منبع اشفاق مرضیہ جناب مولوی محمد عبدالباری صاحب دامت عنایاتکم

سلام مسنون کے بعد مدعا یہ ہے سامی نامہ صادر ہو کر کاشف حالات ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ ناظم ندوۃ العلما کوئی اچھا اور نیک آدمی ہونا چاہیئے مولوی حبیب الرحمن خاں واقعی اس قابل ہیں ان سے نظامت کے واسطے کہہ سکتا ہوں لیکن کیونکر کہوں یا میں اُن کے پاس جاؤں تو یہ دشوار ہے اس لئے کہ میں معذور ہوں جس کو آپ خود جانتے ہیں یا وہ میرے پاس آئیں تو مدت سے وہ میرے پاس نہیں آئے پھر میں ان سے کس طرح کہہ سکتا ہوں اور مجھ کو یہ بھی خیال ہے کہ شاید نظامت کو مشکل منظور کریں گے۔ اس لئے کہ ناظم کو لکھنو میں رہنا چاہیئے اور ریاست کی وجہ سے اُن کا وہاں قیام دشوار ہوگا عزیزی امانت اللہ عدیم الفرصت ہے اس وجہ سے وہ معذور ہے ہاں اور کوئی شخص پکا مسلمان نیک خوش عقیدہ تلاش کر کے اُس کو ناظم بنانا چاہیے۔ والسلام ختم الکلام محمد لطف اللہ از شہر علی گڈھ

۱۵ر جمادی الاول سنہ ۳۳ھ

کاتب الحروف محمد امانت اللہ سلام عرض کرتا ہے۔

خط، مولانا محمد سلیمان اشرف

(۱)

مخدوم و مطاع صاحب الفضل والعطا دام اللہ فیوضاتکم

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ شرف صدور والا نامہ موجب صد افتخار۔ التماس فقیر نے شرف قبول پایا یہ بھی سعادت۔ سارے مضامین جو فقاً سوفقاً مطالعہ کرتے گئے ان میں سے بعض مضامین پہلے سے نظر سے گذر چکے تھے اب پھر دوبارہ پڑھا جن ناشرع امور کا فقیر نے جناب والا سے ذکر کیا تھا وہ سب بصورت ایک مضمون لکھ دیئے گئے ہیں۔ خصوصاً مسئلہ قربانی کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے۔ مسودہ صاف ہو کر دو چار روز ہوئے ہیں کو مطبع میں بھیج دیا گیا ہے۔ چھپنے کے بعد خدمت والا میں بھیجنے کا شرف حاصل کروں گا۔ یہ ظاہر ہے کہ ہم میں سے کسی کو اجتہاد کا مرتبہ حاصل نہیں اگر اس تحریر کے جواب میں نصوص شرعیہ پیش کئے گئے تو سر تسلیم خم ہے واللہ علے ما اقول شہید ورنہ یہ دعا ہے اور جناب سے آمین کی تمنا تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تاکہ بہر نوع اس کے بھیجے ہوئے دین کی تائید کر سکوں وما ذلک علے اللہ بعزیز وھو حسبی ونعم الوکیل۔

۲۵ر اپریل ۱۹۲۶ء ——— حررہ بقلمہ فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ مدرستہ العلوم علیگڈھ۔

(۲)

مخدومنا المکرم و مطاعنا المعظم الفضل والمجد والکرم دام اللہ برکاتکم و فیوضاتکم علینا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ رسالہ الارشاد ہر دو حصہ کامل غالباً جناب کی خدمت میں پہنچ چکا ہوگا مطبع کو ہدایت کر دی گئی تھی بلکہ علی الفور ایک نسخہ آں جناب کی خدمت میں بھیجنے کا شرف حاصل کرے۔ اگر ہنوز نہیں پہنچا ہے تو امروز فردا میں دست بوس ہوگا۔ بعد ملاحظہ جذبات سے یکسر ہو کر مطلع فرمایئے۔ کالج میں تعطیل ہے فقیر کا قیام وطن میں ہے زیادہ اللہ بس و باقی ہوس۔

۱۵ مئی ۱۹۲۶ء محلہ میر داد بہار شریف ضلع پٹنہ ——— حررہ بقلمہ فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ

خط، خواجہ کمال الدین صاحب احمدیہ بلڈنگ لاہور

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلے علٰے رسولہ الکریم

مکرمی مولانا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ الفضل قادیان مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۹۱۶ء میں ذیل کے سطور طبع ہوئی ہیں۔ چونکہ ان کا تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہے اس لئے میں انہیں یہاں نقل کر کے جناب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ واقعات مندرجہ کو کہاں تک صحیح سمجھا جا سکتا ہے یا یہ صرف نامہ نگار الفضل کی طبع زاد ہیں۔ الفضل کی عبارت حسب ذیل ہے:

خواجہ کمال الدین کے نگران

ابو محمد علی خان صاحب لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر کے نوجوان مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی فرمانے لگے کہ افسوس مسٹر احسان الرحمٰن صاحب طالب علم بیرسٹری کے ہمراہ جو میں نے کتابیں خواجہ صاحب کے لئے روانہ کی تھیں وہ جہاز عربیا کے ڈوبنے کی وجہ سے تلف ہو گئیں اور خواجہ تک نہ پہونچ سکیں۔ راقم سطور ہذا کا خیال ہے کہ مولانا

نے یہ کتابیں خواجہ صاحب کے لئے روانہ کی ہوں گی تاکہ وہ احمدیت سے کھلا کھلا علیحدہ ہو جائیں۔ ورنہ کجا مولانا اور کجا خواجہ صاحب کو کتب روانہ کرنا۔۔۔ اسی سلسلۂ کلام میں نوجوان مولوی فرمانے لگے کہ میری غرض مسٹر موصوف کے روانہ کرنے سے یہی تھی کہ وہ خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹائیں کیونکہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی واپس آنے والے ہیں اور اس طرح خواجہ صاحب بالکل تنہا رہ جاویں گے اور میں نہیں چاہتا کہ خواجہ صاحب مطلق العنان ہو کر وہاں رہیں اور تبلیغ کریں کوئی نہ کوئی نگران رہنا چاہیے۔ امید کہ آپ براہِ نوازش بہت جلد عریضہ ہذا کا صحیح صحیح جواب دے کر ممنون فرمائیں گے اور نامہ نگار الفضل کے مندرجہ بالا بیان کو سچ یا جھوٹ جیسا بھی ہو قرار دے کر اس بات کا بھی پتہ دیں گے کہ وہ کون کون سی کتابیں تھیں جو آپ نے خواجہ صاحب کو بھیجی تھیں اور وہ عربیا جہاز میں ڈوب گئیں۔ اور کسی آدمی کو آپ کس غرض کے لئے ولایت بھیجنے والے ہیں۔ والسلام

خاکسار دوست محمد اڈیٹر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگ نولکھا لاہور

حضرت مولانا کے جواب کا خلاصہ

مسلمان اگر سفر کرے تو کوئی نہ کوئی مذہبی خدمت ضرور کرے ورنہ اندیشہ یہ ہے کہ اگر ہلاک ہوگا تو دین دنیا میں کہیں کا نہ رہے گا اور اگر نیت خیر ہوگی تو موت بھی کامیابی ہے۔ اسی قسم کی گفتگو ممکن ہے کہ میں نے کی ہو جس کو کسی اڈیٹر نے سن کے اپنے الفاظ میں جس طرح چاہا ہو ادا کیا ہو۔ واقعہ اسی قدر ہے۔

(۲)

(تاریخ درج نہیں ہے) مکرمی حضرت قبلہ مولوی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! اخویم مولوی ابویوسف صاحب کے مقدمہ کے حالات میں نے اخبار میں دیکھے۔ میں نے مسلم مشن کو پالیٹکس سے ہمیشہ الگ رکھا ہے کیونکہ مشن کے لئے اسی میں راہ امن دیکھی ہے۔ اب یہ مقدمہ اور اس کے نتائج مجھے حیران کر رہے ہیں۔ فتویٰ مطلوبہ کی غرض سے تو آپ واقف ہو گئے ہوں گے۔ افسوس یہاں آ کر میں بیمار ہو گیا ورنہ حاضر ہوتا مجبوراً لاہور جا رہا ہوں خواہش ہے کہ ولایت جانے سے پہلے زیارت کر لوں۔ تعلیمات اسلامی یا قرآنی کا منکر تو بیشک اسلام سے خارج ہوگا۔ لیکن وفات و حیات مسیح کا مسئلہ تو ایمانیات میں سے بروئے قرآن و حدیث مجھے سمجھ نہیں آتا۔ ہاں جس کے نزدیک یہ امر قطعی ہو اس کے لئے حجت ہے مگر جو وفات مسیح کو قطعی رنگ پر قرآن میں صحت نیت کے ساتھ دیکھ رہا ہو وہ کیا کرے۔ پھر اگر وفات مسیح کا قائل کسی خاص جرح میں آ جاتا ہے۔ تو بہت سے مشاہیر زیر بحث آ جائیں گے مفتی محمد عبدہ وفات مسیح کے ہی قائل ہیں۔ مجمع البحار میں بحوالہ ۔۔۔ امام مالک قائل وفاتِ مسیح نظر آتے ہیں۔ غالباً ابن قیم کا بھی یہی مذہب ہے وغیرہ وغیرہ۔ میرے نزدیک تو یہ امر اختلافی ہے جزو ایمان نہیں۔ بروئے بخاری شریف انی متوفیک کے معنی انی ممیتک ابن عباس سے مروی ہیں

والسلام خادم، خواجہ کمال الدین

حضرت مولانا کا جواب

مکرمی دام مجدہ، بعد سلام مسنون التماس ہے۔ مولوی حکیم ابویوسف صاحب نے جب سے ارادہ

ولایت کا کیا ہے سیاسی امور سے گریز کر لیا ہے۔ مقدمہ بھی ان پر سے غالباً اٹھا لیا جاوے گا
ایسی حالت میں وہ اشاعت اسلام میں کام کرنے کے قابل ہو جاویں گے۔ آپ نے جن
مسائل کی طرف ایما فرمایا ہے مباحث دیوبند و قادیان نے اُن کو بہت اہم کر دیا ہے اس
وجہ سے میں اپنی رائے اس کے متعلق اس وقت نہیں دے سکتا ہوں۔ نہ ایسی مباحث کو اس
وقت چھیڑنا مناسب ہے۔ وقت بہت نازک ہے والسلام فقط

(۳)

۴ ستمبر ۱۹۲۱ء — از دفتر سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

حضرت قبلہ مولوی صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں نے گذشتہ عریضہ میں عرض کیا تھا کہ میں آیندہ مسئلہ حیات و وفات مسیح کے متعلق کچھ عرض کروں گا کیوں کہ آپ نے اس کو قطعیات میں رکھا ہوا ہے میں نہ کسی بحث کو چھیڑتا ہوں نہ یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں فیصلہ فرما دیں۔ صرف اسی قدر عرض کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ میری نزدیک ایمانیات میں داخل نہیں ہے اگر کوئی شخص امانتاً اور دیانتاً از روئے قرآن یہی سمجھتا ہے کہ مسیح زندہ ہے تو وہ کسی غلطی پر نہیں ایسا ہی دوسری طرح۔ لیکن میں نے ان دلائل کو پڑھا ہے جن سے حیات مسیح ثابت کی جاتی ہے اور مجھے ان سے اطمینان نہیں ہوا۔ مجھے قرآن کی آیات سے یہی نظر آتا ہے کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں مثلاً سب سے اول جس آیت نے مجھ پر وفات مسیح تحقیق کی وہ یہ ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات یہ ایک منطقی استقراء ہے جس میں صغریٰ و کبریٰ موجود ہیں اور انھیں پر یہ قضیہ حملیہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ نتیجہ میں افائن مات فیصلہ کرتا ہے کہ خلت کے معنے صفت نہیں بلکہ ماتت ہونے چاہئیں کیونکہ رسول اس قضیہ میں حد اوسط ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کبریت کی کلیت لازمی ہے اس لئے قد خلت من قبله الرسل کے معنے آں حضرت سے پہلے رسولوں کی موت ہو گئی اور اس میں مسیح کو شامل کرنا پڑے گا۔ قرآن میں اختلاف ہو نہیں سکتا ولو کان من عند غیر اللہ اس لئے اگر کسی اور آیت سے کچھ اور خیال ہو تو مشکل پڑے گی حالانکہ میرے نزدیک کھلی کھلی آیات وفات پہ دلالت کرتی ہیں علاوہ ازیں اسی آیت پر جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کا خود استدلال تھا وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ بخاری نے بھی انی متوفیک کے معنے ابن عباس سے انی ممیتک لکھے ہیں۔ ذیل میں مجمع البحار کی سطریں بھی لکھ دیتا ہوں جہاں امام مالک کا مذہب درج ہے صفحہ ۲۸۶ جلد اول مطبوعہ مطبع نولکشور۔ والاکثران عیسیٰ لم یمت وقال مالک مات وھو ابن ثلث وثلثین سنة چنانچہ اکمال الکمال شرح مسلم میں جلد ا صفحہ ۵۶۵ پر لکھا ہے الاکثر علی انه لم یمت بل رفع وفی العتبیه قال مالک مات عیسٰی ابن ثلث وثلثین سنته۔

کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث معراج کا ذکر کر کے جہاں بیت المقدس میں آپ کی اقتدا میں کل انبیاً کا بمعہ جناب مسیح نماز ادا کرنا ثابت ہے۔ جناب مسیح کو جماعت ارواح میں شامل کیا ہے والسلام[1]۔

خادم خواجہ کمال الدین

---

[1] حیات و وفات مسیحؑ کے متعلق خواجہ صاحب کا یہ ذاتی عقیدہ ہے۔ عام مسلمان اس سے متفق نہیں (ادارہ)

خط حضرت مولانا بنام خواجہ کمال الدین صاحب

مکرمی دام مجدہٗ۔ بعد ما وجب آنکہ عزیزم شیخ احسان الرحمٰن صاحب ایک انگریزی خوان نوجوان طالب علم ہیں اُن کو احکام شرعیہ سے جیسے واقفیت ہوتی ہے آپ سے پوشیدہ نہیں وہ کیا نگرانی کریں گے خاص کر کے جبکہ وہ اپنی سند بیرسٹری کی فکر میں ہوں گے اور پھر خواجہ کمال الدین صاحب کی نگرانی اس کی اُن کو کیوں فکر ہونے لگی۔ کیونکہ خواجہ صاحب خود بھی اپنے اظہار کے موافق جو تعلیم کریں گے وہ موافق احکام حقہ شریعت محمدیہ کے ہوگی۔ اس کے خلاف کی نگرانی تو تمام اہلِ اسلام پر لازم ہے اس میں عزیز موصوف کی کیا تخصیص ہے ہاں وہ ایک سعادت مند اور جوان صالح طلبا سے ہیں جن سے توقع ہے کہ وہ ہر نیک بات میں اعانت کریں جیسا کہ برادرم شیخ مشیر حسین صاحب ہیں مگر آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایک طالب علم کتنی فرصت اُس کو مل سکتی ہے کہ وہ اشاعت اسلام کی تحریک میں ہاتھ بٹائے اگر ایسا وہ کریں تو بڑی مسرت کی بات ہے۔

میں ہر مسلم سے نصیحت کرتا ہوں کہ تا بامکان تائید اسلام سے غافل نہ رہے اُن سے بھی اس کی نصیحت کی ہے اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ دیکھنا خواجہ صاحب کا عزم اشاعت اسلام کیا ہے تاکہ ہم لوگوں کو اطمینان رہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ سوائے تعلیم حقہ محمدیہ کے کسی قسم کی تعلیم کی اشاعت نہ ہو۔ اس کے واسطے چاہے کوئی نگران مقرر کیا جاوے یا نہ کیا جاوے سب نگران ہیں۔ مگر جو واقعہ میری طرف سے مذکور ہے وہ اس کے علاوہ اور کوئی مقصد رکھتا ہے تو غلط ہے نہ میں نے کسی کو خواجہ کمال الدین صاحب پر مخصوص نگران مقرر کیا ہے نہ عزیز موصوف میرے نزدیک اس کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

عزیز موصوف کے ہمراہ جو کتب میں نے روانہ کئے اُن کے غرق ہونے پر مجھے افسوس ہوا وہ عزیز موصوف کے مطالعہ کی غرض سے ان کے ہمراہ کئے گئے تھے جن میں سے شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تھی اور شرح مثنوی مولانا بحر العلوم قدس سرہ اور تفسیر قرآن شریف مؤلفہ مولانا فخر الدین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ تھی کوئی کتابیں میں نے خواجہ کمال الدین صاحب کے لئے نہیں دی تھیں یہ سراسر غلط ہے والسلام فقط

خط، محمد صدیق صاحب حقانی

(۱)

از حیدرآباد دکن — حضرت مولانا دام مجدکم — ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ جناب ناظم علی صاحب وکیل کے مکان میں کئی وقت شرفِ ملاقات حاصل کر چکا ہوں انجمن خدام کعبہ صوبہ دکن کی سالانہ مطبوعہ رپورٹ کی ایک کاپی خدمت والا میں پیش کی تھی الحمدللہ کہ جس میں میرا نام بھی ہے۔ میرے والد حضرت مولوی غلام طاہر صاحب مدظلہ مہتمم خزانہ صرفخاص مبارک ہیں اور میرے دادا حضرت منشی محمد صدیق حقانی صدیقی المخاطب نواب صدیق یار جنگ تھے اور میرے نانا حضرت سید افتخار علی شاہ صاحبؒ جو حضرت مولانا امین القضاۃ صاحبؒ کے ماموں ہوتے ہیں۔ اب تو غالباً آپ نے راقم الحروف کو پہچان لیا ہوگا۔ ماہ شعبان میں محترمی مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب حیدرآباد

تشریف لائے ہوئے تھے بعد ملاقات میں نے اُن کی خدمت میں ایک مختصر سا شجرہ پیش کیا تھا کہ جس سے مولانا عین القضاۃ صاحب سے قرابت نمایاں ہو جائے۔ جناب موصوف نے اُس کو آپ کی خدمت میں پیش کر کے اطلاع دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور جناب مکرمی ناظم علی صاحب وکیل نے بھی فرمایا تھا کہ میں ماہ رمضان المبارک میں لکھنؤ جاؤں گا تو آپ کی کارروائی کچھ ہو گی لیکن نہ وہ گئے اور نہ آپ کے پاس سے کوئی اطلاع آئی اور یہاں حضرت والد ماجد صاحب مدظلہ علیل ہو گئے جس کی وجہ سے میں بھی یہاں سے نہ نکل سکا اور نہ کوئی عریضہ لکھ سکا ورنہ ماہ صیام کی تعطیلات میں مصمم ارادہ تھا اب کچھ آرام ملا ہے اس لئے یہ عریضہ گذرانتا ہوں براہ کرم ہم مستحقین کا کچھ تو خیال فرمایئے اور حق بحقدار کو پہونچانے کا اجر حاصل فرمایئے۔ مجھے واللہ آپ سے زیادہ کسی سے امید نہیں اور نہ میری نظر اس وقت سوائے آپ کے اور کسی پر جاتی ہے آپ کی عنایات اور اخلاق بے پایاں سے امید ہے کہ آپ مستحقین کی ضرور مدد فرمائیں گے۔ آپ اگر چاہیں تو سب آسان ہے۔ للہ مشورہ دیجئے کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے اور کون سا طریقہ آسان ہے ہم کو اگر ربع حصہ بھی مل جائے تو بس ہے۔

کیا پہلے یہاں ریزیڈنٹ سے ملوں یا راست وہاں آجاؤں۔ آج کل لکھنؤ کا موسم شاید سخت گرمی کا ہوگا موسم کی ایسی حالت جو ہم حیدرآبادیوں کے لئے تکلیف دہ نہ ہو اور قابل برداشت ہو کب سے شروع ہوتی ہے۔ براہ کرم و براہ خدا ان تمام حالات سے تشفی بخش جواب مرحمت فرمایئے گا اور نیک اور آسان مشورہ سے ہماری مدد فرمایئے۔ آپ کی اور میری خط و کتابت انشاء اللہ بالکل راز میں رہے گی یا ناظم علی صاحب کے ذریعہ سے ہو تو میں وہاں جا کر ہدایات حاصل کرنے کے لئے تیار ہوں اور جیسا آپ مشورہ دیں اُس پر عمل کرنے کو تیار ہوں امید جونہی آپ کے پاس سے اطلاع آئے اور زبانہ اجازت دے حاضر خدمت ہو جاؤں گا فقط

خادم محمد صدیق حقانی

خط ، کشفی شاہ صاحب نظامی

(۱)

۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء　　　　جناب مولانا محمد عبدالباری صاحب زاد عنایتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبارات میں خدام کعبہ کے سابق ممبروں سے روپیہ وصول کرنے کی تجویز پڑھی اس تجویز سے اختلاف تو مجھ کو نہیں ہے مگر یہ ضروری خیال کر کے واقعات مندرجہ ذیل آپ پر ظاہر کرتا ہوں کیونکہ بعض ممبروں کو اس وقت انتہا درجہ کی مصیبتوں کا سامنا ہے یہ آپ کو معلوم ہوگا کہ خدام کعبہ کے ممبر حزب الاحرار کے ممبر خلافت کمیٹیوں کے ممبر اور دیگر قومی و مذہبی کاموں میں حصہ لینے والے یہ سب ایک ہی ہیں ان میں بہت ہی کم فرق ہے یہی وہ ممبر ہیں جو کہ اب خلافت کمیٹیوں میں چندے دے رہے ہیں۔ یہی ممبر نظر بندان خلافت کی امداد کر رہے ہیں۔ یہی ممبر قومی اخبارات کے خریدار ہیں اور ان کے معاون ہیں یہی ممبر اب قومی اسکولوں میں چندہ دے رہے ہیں اور یہی ممبر ہیں جو کہ تحریک ترک موالات سے اپنی قربانیاں کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر فرض کر لیجئے کہ زید خدام کعبہ کا ممبر تھا اور نظر بند ہو جانے وہ خلافت کمیٹی کا ممبر ہو گیا اب زید خلافت کمیٹی میں چندہ دے رہا ہے اور قومی اخبار بھی خرید کر کے پڑھتا ہے اور جب اخبار پریس ایکٹ کا نشانہ ہوتے ہیں تو وہ ان کی امداد کرتا ہے اور اب قومی اسکول جاری ہونے پر بھی زید نے ایک کثیر رقم ماہوار چندہ دیا ہے۔ بیت المال قائم ہوتے ہی وہ اس کی بھی امداد کرے گا مگر عرصہ نو ماہ سے زید نے ترک موالات کیا ہوا ہے اس سے قبل اس کی آمدنی سو روپیہ ماہوار تھی اب اس

کی آمدنی صفر ہے بلکہ اس پر مشکل ہو گیا ہے کہ وہ اپنے کنبہ کی پرورش کر سکے۔ اب اُس کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ خدام کعبہ کا بھی چندہ دینا ہے تو اس حالت میں اب قومی کام کرنے والے کے واسطے مشکل ہو گیا ہے کہ یا تو وہ چندوں کی فہرست سے علیحدہ ہو جائے اور یا ترک موالات چھوڑ دے۔ بتائیے کہ اب وہ اپنی زندگی اور مذہبی و قومی فرائض کس طرح سے ادا کر سکتا ہے آپ اس بات کو بھی مدِ نظر رکھیں کہ بیت المال میں بھی وہی لوگ حصہ لیں گے جو کہ اب تک ان سب کاموں میں حصہ لے چکے ہیں۔ مگر اب جبکہ ان کی آمدنیاں ترکِ موالات کی قربانی ہو چکی ہیں تو اب اُن کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ وہ مجبور ہو چکے ہیں کہ زکوٰۃ یا صدقہ ادا کر سکیں اگر آپ اور تمام ملک کے رہنما لیڈر ہند کی اندرونی حالت کا خیال کریں گے تو آپ سب کو معلوم ہو گا کہ قومی کاموں میں حصہ لینے والے اہلِ ہند تباہ ہو رہے ہیں اور اُن کی آمدنیوں پر مہر بندش کی لگ چکی ہے آخر ایسا ہو گا کہ اگر لیڈروں نے ان کا علاج نہ کیا تو یا تو وہ اور اُن کے اہل و عیال فاقوں سے مر جائیں گے یا خودکشی کریں گے یا ڈر ہے کہ وہ قومی کاموں ہی سے علیحدہ ہو جاویں۔ اس وقت فکر تو خلافت کا ہو رہا تھا اُس کا تو اب تک کوئی اصلی علاج نہیں ہوا مگر قوم بھی اب خاتمہ کے قریب آ گئی ہے۔

اس واسطے بہتر ہے کہ لیڈر جلسوں کی کارروائی اور جلوسوں کے کارناموں کو بند کریں اور ان چندوں کی فہرستوں کو ہمیشہ کے واسطے بند کر کے ایسا علاج کریں جس سے قوم پر فاقہ کشی کی نوبت تو نہ آئے جب قوم ہی نہ رہے گی تو اگر اُس وقت سوراج مل گیا تو اس کو کیا کرنا ہو گا ترک اور عربوں کی اور ہر ایک مسلم کی امداد کرنا مسلم کا فرض ہے مگر مقدم امداد ہمسایہ کی ہے۔ ترکوں اور عربوں سے پہلے اپنے گھر ہند کی حالت پر غور فرمائیے اور کوئی بہتر علاج اس کے لئے سوچئے۔ آپ کو معلوم ہو گا۔ زمانہ قربِ قیامت کی خبر دے رہا ہے اور قربِ قیامت سے قبل ظہور حضرت امام مہدی آخر الزمان کا ضروری ہے اور یہ ظہور کا وقت ہے اس واسطے ضروری ہے کہ امر ہادی کی بیعت کی تبلیغ کی جائے۔ جب کل قوم ایک مرکز پر جمع ہو جائے گی اس وقت تمام مرحلے حل ہو جائیں گے اس وقت قوم کا ہر ایک فرد جدا ہے، جدا ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کا دشمن ہے۔ سوائے قادیانیوں کے کوئی امر ہادی کی بیعت سے گریز نہ کرے گا۔ آپ فرمائیں گے امر ہادی کہاں ہے جب آپ قوم کو اس بات کے واسطے تیار کریں گے تو اس وقت امر ہادی کا خود بخود ظہور ہو جائے گا کیونکہ امر ہادی کی بیعت کی تبلیغ کے واسطے نہ چندوں کی ضرورت ہے نہ جلسوں کی اور نہ ہی جلوسوں کی اور نہ ہی نظر بندیوں کی نہ ترکِ موالات کی نہ حکام پرستی کی نہ کونسلوں کی ممبری کی اور نہ ہی قانون منویا نہ کی وہاں صرف ایمان کی ضرورت ہے مسلّم الثبوت ایمان والا فوراً لبیک کہے گا اور کافر روگردانی کریں گے۔ اس وقت اگر ایک کی نظر بندی ہو گی تو اُس کے جیل جانے سے قبل تمام قوم کی قوم جیل میں ہو گی۔ اول تو اُس وقت نظر بندی کی ضرورت ہی نہ رہے گی اگر خدانخواستہ ایسا وقت آ گیا تو یہ نہ ہو گا کہ ظفر علی بند ہو اور قوم آزاد رہے سب قوم کی قوم جیل میں ہو گی۔ امر ہادی کی بیعت ہی امن کی ذمہ دار اور خلافت کی اصلی شان اور ہند کی آزادی ہے اس کے برخلاف نہ سوراج ملے گا اور نہ ہی خلافت رہے گی بلکہ قوم تباہ اور برباد ہو جاوے گی۔ امید ہے کہ آپ اس کا مفصل جواب عطا فرمائیں گے۔ فقط

خادم کشفی نظامی چک قاضیاں ضلع گورداسپور پنجاب

جواب حضرت مولانا

ہم لوگ بیت المال کی تحریک اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ چندوں کا بار کم کریں اور سب کو محور پر

لائیں جو شخص خصوصاً آپ کا فرضی زید اتنے چندے دے رہا ہے تو اُس کو صرف ایک روپیہ سال
دینا کیوں گراں ہے۔ حالانکہ جس مرکزیت سے خدام کعبہ کا انعقاد ہوا ہے اُس کی ابھی تک
دوسری مجلس نہیں ہے اور مسئلہ امر ہادی میرے نزدیک غیر ممکن الحصول اور باعث مفاسد عدیدہ
ہے۔ جو فوائد آپ نے تحریر کئے ہیں وہ وہی ہیں ظفر علی خاں صاحب کے ساتھ جو لوگ تھے
وہی امام کے ساتھ ہوں گے اُن سے توقع فضول ہے۔

خطوط، مولوی کرم علی صاحب

(۱)

(بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

محترمی جناب مولانا سلامت اللہ صاحب قبلہ مدظلہ

السلام علیکم، جو اشتہارات یہاں طبع ہوئے ہیں وہ خدمت سامی میں بھیجتا ہوں۔ آج یہاں عام ہڑتال ہے ہندو مسلمانوں کی کل دکانیں بند ہیں ایک پیسہ کے پان نہیں مل سکتے ۴ بجے شام کو پریڈ کے میدان میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوگا اُس میں ریزولیشن پاس کر کے حضور وائسرائے اور وزیر اعظم کی خدمت میں حسب ہدایت خلافت کمیٹی بھیج دیئے جاویں گے۔ حافظ محمد حلیم صاحب رئیس اعظم کانپور صدارت فرمائیں گے۔
والسلام۔

احقر کرم علی ۱۷ر اکتوبر ۱۹ء

(۲)

محترمی جناب مولوی سلامت اللہ صاحب دام برکاتہ

السلام علیکم مسمی بہادر خاں صاحب آتے ہیں۔ ان سے تمامی واقعات سن کر جو مناسب تدبیر ہو اس کے متعلق توجہ فرمایئے۔ یہاں اس وقت بدقسمتی سے نہ حافظ ہدایت حسین صاحب ہیں نہ اور کوئی صاحب ہیں۔ میں پھر باہر جا رہا ہوں اور یہ معاملہ اہم ہے اس پر توجہ فرمانا ضروری ہے۔ والسلام

۲۴ اکتوبر ۱۹ء از کانپور — احقر محمد کرم علی عفی عنہ آنریری سکرٹری انجمن خدمتہ المساجد کانپور

(۳)

حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلہ

السلام علیکم۔ فدوی بفضلہ تعالیٰ بدعائے آں جناب مع الخیر ہے خیریت مزاج اقدس عرصہ سے نہیں معلوم ہوئی۔ اس درمیان میں لکھنؤ ایک روز کے لئے حاضر ہوا تھا ۲ بجے دن کو لکھنؤ پہونچا ضروریات ذاتی کی وجہ سے فرصت نہ مل سکی اس لئے حاضر نہ ہو سکا۔ کل جناب مولانا مولوی عبدالرزاق صاحب قبلہ مدرس اول مدرسہ امداد العلوم سے ملاقات ہوئی مولانا موصوف حضرت کے جواب کے منتظر ہیں آئندہ جمعہ کو بعد نماز جلسہ دستار بندی ہوگا نہایت سادہ اور قدیم طرز کے اعتبار سے جلسہ ہوگا۔ یہ امید قوی ہو چکی ہے کہ جناب والا اپنی تشریف آوری سے سرزمین کانپور کو مشرف فرما دیں گے۔ لیکن ابھی تک وقت تشریف آوری نہیں معلوم ہوا اس لئے ملتمس خدمت عالی ہوں کہ وقت تشریف آوری سے جناب والا مطلع فرمادیں۔ میری ناچیز رائے میں اگر حضرت والا آئندہ یوم جمعہ کو ۷ بجے کی گاڑی سے

تشریف سے چلیں تو اچھا ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ میں خود بھی حاضر ہوں ورنہ جناب منشی عبدالجلیل صاحب سوداگر ایک روز قبل اسی غرض سے حاضر خدمت ہوں گے۔ جلسہ چونکہ نہایت سادگی کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس لئے ہم لوگوں کے حوصلے دل کے دل ہی میں رہیں گے۔ بزرگوں کا طریقہ ہماری رایوں سے بہت بہتر ہے امید کہ بہ ملاحظہ عریضہ ہذا وقت تشریف آوری کی اطلاع سے یہ خاکسار سرفراز کیا جاوے گا۔

بہتر ہوتا کہ مولانا محمد سلامت اللہ صاحب قبلہ و نیز دیگر حضرات اور بھی تشریف فرما ہوتے۔ والسلام

۴ر نومبر ۱۹۱۹ء از کانپور — آپ کا ادنیٰ خادم احقر محمد کرم علی عفی عنہ

(۴)

۱۲ر دسمبر ۱۹۱۹ء از کانپور

مکرمی جناب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب دامت برکاتہ

السلام علیکم۔ گرامی نامہ کا جواب مختصراً قبل ازیں ارسال کر چکا ہوں آج یہ امر خاص طور پر قابل گذارش ہے کہ بحمد اللہ آپ کے ارشاد کی تعمیل ایک حد تک پوری ہوگئی اور امید ہے کہ حتی الامکان کوئی نمایاں صورت نظر نہ آئے گی۔ یعنی کلیہ شریف میں جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے جشن نہ منایا جائے گا لیکن اخبارات میں اشاعت کی ضرورت نہیں جن صاحب نے وہاں کام کیا ہے اُن کی اس مسئلہ خاص میں سخت ممانعت ہے مگر یہ ضرور افسوس ہے کہ اس دوادوش میں کانپور میں پوری طور سے کام نہ ہو سکا۔ ایک تو میری عدم موجودگی دوسری مولوی سید فضل الرحمٰن صاحب کی پوری مخالفت۔ تیسری اور بہت سی وجوہات ہیں جن کو اس وقت تحریر میں لانا باعث طوالت ہے تاہم یہ ہو گیا ہے کہ مسلمان روشنی نہ کریں گے۔ یتیم خانہ اسلامیہ و نیز دیگر مدارس نے خیرات لینے سے انکار کر دیا۔ سوائے حلیم مسلم ہائی اسکول کے اور قریب قریب اکثر حصہ مسلمان بچوں کا مٹھائی وغیرہ لینے سے اور حاضری دینے سے احتراز کر چکا وقت نہیں ملا اس لئے کام نہیں ہو سکا۔

بہرحال انشاء اللہ بوقت ملاقات مفصل عرض کروں گا۔ ۷ر دسمبر کو میں اسی لئے نہ آ سکا کہ میں باہر گیا ہوا تھا۔ والسلام

احقر محمد کرم علی عفی عنہ

(۵)

مخدومنا و معظمنا جناب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی

السلام علیکم۔ بعد تعظیم کے بعد ملتمس خدمت عالی ہوں کہ جناب والا کی تشریف آوری پر جو فروگذاشتیں مسلمانان کانپور سے اور مجھ سے سرزد ہوئی ہیں اُن کے لئے نہ صرف میں بلکہ مجلس استقبالیہ اور نہ صرف مجلس استقبالیہ بلکہ بیشتر حصہ مسلمانوں کا نہایت ادب سے آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ آپ ہماری مشکلات کا لحاظ فرما کر معاف فرمائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو ترتیب پروگرام کی رکھی گئی تھی وہ قائم نہ رہ سکی جس کا سخت افسوس ہے اور یہ خیال تھا کہ جلسہ میں عام مسلمان آپ سے کھڑے ہو کر اپنی تقصیرات کی معافی چاہیں گے۔ چونکہ سرزمین کانپور پر اتنا عظیم الشان اجتماع کسی موقع پر نہ ہوا تھا اس لئے تمام انتظامی قوتیں نظام کے رد و بدل ہونے سے معطل اور بیکار ہو گئی تھیں۔ میری تنہا یہ کیفیت تھی کہ اس تگ و دو میں مصروف تھا کہ دم مارنے کی فرصت نہ تھی۔ میں نے جس وقت ریل کے پھاٹک کے قریب جناب کو پا پیادہ دیکھا اُسی وقت گاڑی پر سے اتر پڑا اور جناب کی جستجو میں رہا لیکن

آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔

جب نہر کے پل کے قریب پہونچا فوراً میرے پاس مولوی خواجہ عبدالواحد صاحب تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ ابوالکلام صاحب آ رہے ہیں اُن کا انتظام کیجیے میں نے اُن کو اسٹیشن بھیجا اور میں خود بغرض تیاری خطبۂ تہنیت خیر مقدم چلا۔ انکوائری آفس کے قریب نہ پہونچنے پایا تھا کہ میری مجلس کے پُرجوش ممبر منشی عبدالحفیظ صاحب تاجر کتب چوک کے انتقال کی خبر معلوم ہو کر افسوس ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون اگرچہ اُن کی فوری موت نے بعید صدمہ پہونچایا لیکن مجھے اس کی ضرور خوشی ہوئی کہ اُن کو حضرت مولانا عبدالباری صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے خاص عقیدت تھی اور غالباً جناب کو یاد ہوگا کہ وہ میرے ساتھ خلافت کانفرنس دہلی میں تھے۔ میں نے جناب کی خدمت میں ان کا تعارف کرایا تھا انھیں آپ کی ذاتِ والاصفات سے ایک خاص محبت تھی اور کل کی موت ان کی ایسے موقع پر ہوئی کہ آپ سب حضرات نے ان کے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ میں بجد سچ عرض کرتا ہوں کہ مسلمانان کانپور کو شادی مرگ تھا ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی اس لحاظ سے کہ تمام نعمت ہائے غیر مترقبہ یکدم مل گئی تھیں ادھر تو علی برادران کا ورود ادھر حضرت صاحب کی تشریف آوری اور آپ حضرات کا تشریف لانا یہ سب بہ حیثیت مجموعی مسلمانان کانپور کے لئے بعید مسرت بخش تھیں تین بجے کے بعد مجھے فوری اسٹیشن دوبارہ جانا پڑا کیونکہ گاندھی جی آ رہے تھے اور اس مسئلہ میں ہندو محض میری یا ڈاکٹر عبدالکریم صاحب کی ذات سے شرکت کر رہے ہیں اس لئے یہ طے ہو چکا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا اسٹیشن پر ہونا ضروری تھا ڈاکٹر مائے مراری لال صاحب جو ہندوؤں کے سربرآوردہ لیڈر ہیں ان کا میرے لئے اصرار تھا اس لئے مجبوراً مجھے وہاں جانا پڑا اور شرکت جنازہ عبدالحفیظ صاحب مرحوم سے محروم رہا بعد اختتام جلسہ میں مغرب کی نماز پڑھنے گھر چلا گیا تھا اور دن بھی اسی طرح گذر گیا تھا اس لئے مجھے کھانا کھانے میں ذرا سی دیر ہوئی جب میں پہونچا تو آپ حضرات تشریف لے جا چکے تھے۔ بہرحال ہزاروں خطائیں ہوئیں شرم آتی ہے کہ کس کس سے معافی مانگوں مگر آپ کے اخلاق کریمانہ سے اُمید ہے کہ آپ معاف فرما دیں گے وقت کم کام بہت تھا اس لئے دشواریاں تھیں اور اسی لئے اوقات نظام میں بہت خلل واقع ہوا۔

امید ہے کہ آپ کی وسعت نظر اس مسئلہ پر ہوگی اور آپ اسے درگذر فرمائیں گے۔ والسلام

۲۲ر جنوری سنہ ۲۰ء از کانپور — احقر محمد کرم علی عفی عنہ

نوٹ: الحاج مولانا کرم علی ملیح آبادی مکتوب الیہ کے شاگرد اور مشہور قومی کارکن آجکل حجاز میں مقیم ہیں۔

خطوط، مولوی نذیر احمد صاحب خجندی

(۱)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ایک جدید ماہانہ رسالہ الرسول عنقریب شائع کیا جائے گا۔ پہلے پرچے کے لئے خصوصاً اور آئندہ حسبِ عنایات و توجہات مضامین مطلوب ہیں کرم فرمائی موجب منت ہوگی۔

۲۳ر جنوری سنہ ۱۹ء — فقیر نذیر احمد خجندی میرٹھ شہر

(۲)

(بنام مولوی سلامت اللہ صاحب)

مولانا۔ السلام علیکم۔ جس جگہ کو آپ خالی کر آئے کل فقیر، مولانا عارف ہسوی شاہ حفیظ عالم وغیرہ وہاں جا رہے ہیں۔ میرا کوئی خط آپ کے پتہ سے آئے تو اتوار کے روز بھجوا دیجیے گا ممنون ہوں گا۔ والسلام

۱۲ر مارچ ۲۲ء — فقیر نذیر احمد خجندی

(۳)

مکرمی مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ قبل ازیں ایک عریضہ ابلاغ خدمت کر چکا ہوں۔ بھائی صاحب نے کوئی صفائی پیش نہیں کی صرف تحریری بیان دے کر حسب دستور عامہ چھ ماہ قید سخت دو سو روپیہ جرمانہ یا ایک ماہ قید مزید کے لئے جیل خانہ چلے گئے۔ مقامی پولیس نے سخت ترین مخالفت کی اور جیل میں خاص طور پر ان کو تکالیف دی جا رہی ہیں۔ جناب والا سے مشورہ طلب یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر کامیاب شکل نہیں ہے پھر بھی بعض لوگ اپیل کی اجازت چاہتے ہیں۔ جرمانہ ادا کیا جائے یا نہیں۔

اپیل نہ ہونے کی صورت میں خاص برتاؤ کے لئے کوشش کی جائے یا نہیں۔

۲۹ر جون ۲۲ء — فقیر نذیر احمد خجندی ۳ ر ذیقعدہ الحرام ۱۳۴۱ھ

نوٹ :۔ مولانا خجندی مکتوب الیہ کے مخلص دوست تھے۔ وطن اصلی خجند تھا آخر میں بھی وہیں مقیم ہو گئے۔

بھائی سے مراد مولانا عبدالعلیم ہیں۔ مشہور عالم اور مبلغ اسلام۔

خط مولانا انوار اللہ صاحب حیدرآباد دکن

(۱)

مولانا المعظم ذوالمجد والکرم جامع فضائل صوری و معنوی ادام اللہ بقاءکم و فیوضکم

السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ ندوہ کا رقعہ میرے نام آیا ہے جس کا مضمون ایک یہ بھی ہے کہ امسال مذہب اور علوم اسلام کی حفاظت اور اشاعت کے متعلق مشورہ اور مباحثہ ہوگا اس میں آپ کو دعوت تو ضرور ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے جواب میں کچھ لکھوں اگر آپ اس باب میں مجھے مشورہ دیں تو میں ممنون ہوں گا۔

آپ سے میری درخواست یہ ہے کہ واقعی حالات اور خیالات ندوہ کے دریافت فرما کر تحریر فرماویں اس وقت خذ ما صفا ودع ما کدر کی ضرورت ہے۔ بڑی ضرورت ان امور کے معلوم کرنے کی ہے کہ جس سے مسلمانوں کے دل پر صدمہ ہوتا ہے مثلاً اہل سنت کے مخالف جو کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ جو کتابیں ایسی پڑھائی جا رہی ہیں جو مضر اہل سنت و جماعت ہیں جن کے مصنفین کی نسبت علمائے سابق نے عدم تدین کا الزام لگایا ہے اگر یہ بات بہ تحقیق معلوم ہو کہ اشاعرہ یا امام اشعریؒ کی توہین ہوتی ہے جس کا ثبوت ممکن ہو اور مجمع میں خلاف بیانی کا الزام عائد نہ ہو سکے۔ تحریر فرما دیں تو بہتر ہوگا غرضکہ ایسی باتیں جس سے اہل سنت و جماعت ندوہ کو اپنا دارالعلوم نہیں سمجھتے جہاں تک ہو سکے تحریر فرماویں تو باعث منت ہے۔ زیادہ کرم باد

محمد انوار اللہ عفی عنہ

نوٹ :۔ مولانا اپنے عہد کے مشہور علماء سے تھے۔ حضور نظام کے استاد تھے۔

خط مولوی ابوالخیر صاحب غازی پوری

(۱)

از غازی پور، روز دوشنبہ

بعالی خدمت بابرکت کرمی و معظمی مدمجدکم

بعد ہدیہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مکلف خدمت ہوں کہ جناب والا کا الطاف نامہ مطبوعہ پہونچا۔ میں جناب کی اس یاد فرمائی کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ الحمد للہ کہ جو خواہش عرصہ سے ہم اراکین ندوۃ العلماء کی تھی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے خداوند عالم نے آپ کو آمادہ و مستعد فرمایا۔ اب امید ہے کہ ضرور ندوۃ العلماء کی اصلاح ہو کر رہے گی بڑی سخت اور اہم ضرورت کو جناب نے محسوس فرمایا خداوند جلشانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مولانا میں ہر حالت میں ہر قسم سے آپ کا شریک حال ہوں ضرور آپ پوری توجہ صرف فرمایئے آپ کے ہمراہ میرے کل اراکین ندوہ ہوں گے اور دنیا میں ندوہ العلماء ندوہ العلماء ہو کر رہے گا جناب ہمیشہ حالات سے مطلع فرماتے رہیں اور جس وقت اس فقیر کی ضرورت ہو یاد فرمایئے بسر و چشم حاضری کے لئے تیار ہے۔

فقیر ابوالخیر فضیبی عفی عنہ

نوٹ :- غازی پور کے مشہور عالم اور پیر۔

خط، مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی

(۱)

۱۹ر جنوری ۲۲ء میرٹھ

مولانا المکرم ذوالمجد والکرم دامت برکاتکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ احمد آباد سے رخصت ہو کر اجمیر مقدس حاضر ہوتا ہوا میرٹھ پہونچا۔ علالت طبع مانع آئی عریضہ حاضر نہ کر سکا۔ امر معلومہ میں میر نثار احمد صاحب قبلہ متفق الرائے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ دیگر اکابر مشائخ سے تبادلہ رائے کے لئے کوئی صاحب اُن کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اب جو رائے عالی ہو اُس سے آگاہ فرمائیں تاکہ جمادی الآخر میں تکمیل کار کے بعد رجب المرجب میں انعقاد مجلس عمل میں آسکے۔ خطبات مرتبہ فقیر غالباً ملاحظہ عالی سے گذر چکے ہوں گے ترصد کہ بلا ترنشان ذیل پہ بیرنگ یا رجسٹرڈ طریق پر روانہ فرما دیئے جاویں۔ کل انشاء اللہ عزم آگرہ ہے تاکہ برادرم مولانا نذیر احمد صاحب سے جیل میں ملاقات کر کے راہی پونا ہوں۔ من بعد اغلب یہ ہے کہ کچھ دنوں مستقل طور پہ پونا ہی قیام رہے جملہ احباب کی خدمت میں سلام مسنون۔

راقم خادم فقیر محمد عبدالعلیم صدیقی

(۲)

بگرامی خدمت جناب مولانا المحترم زید مجدکم العالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ صحیفہ گرامی مورخہ بستم رجب ۱۳۴۲ھ موجب افتخار ہوا۔ فقیر ابھی گلبرگہ شریف اور بیجاپور وغیرہ کی طرف سے آیا ہے

ایمیر متعدس کی عدم حاضری کا مجھ کو خود بیحد صدمہ ہے۔ آں جناب کا خطبۂ صدارت دیکھنے کا مشتاق ہوں محض اخبارات میں بعض فقرے نظر پڑے اگر طبع ہو چکا ہو اور کم از کم ایک نسخہ عنایت ہو جائے تو میں کرم گرفتاری گاندھی کے بعد حکومت کی جابرانہ پالیسی مزید رنگ آمیزی کر رہی ہے۔ مالوی ایسا غرض آشام مسلم میدان خالی پا کر اپنا بیعت پھیلانا چاہتا ہے۔ جیسا کہ اس کی تقریر بست ویکم اپریل ۱۹۲۲ء بمبئی سے متر شح ہے ایسی صورت میں کیا طرزِ عمل اختیار کیا جائے۔ آں جناب کے حسب ارشاد فقیر مع اپنے برادران عزیز کے جمعیۃ العلماء ہند میں شرکت کرتا ہے مولا تعالیٰ بیعت کو فتح مبین نصیب فرمائے۔ بیجاپور کے قیام میں محمد علی صاحب کے حالات بعض جیل کے آدمیوں سے معلوم ہوتے رہتے تھے بہ نسبت کراچی یہاں خورد و نوش کا بھی آرام اور صحت بھی بحال ہے۔ البتہ ۱۹ / مارچ ۱۹۲۲ء کو خبر ملی کہ داڑھ میں درد ہے جس کی وجہ سے چہرہ ایک جانب قدرے متورم ہو گیا۔ حضرت محترمہ بی اماں صاحبہ اُن سے ملنے کے لئے تشریف لانے والی تھیں افسران جیل سے بذریعہ مراسلت بستم مارچ طے فرما کر بمبئی سے خلافت کمیٹی بیجاپور کو اطلاع دی۔ فقیر وہاں موجود تھا۔ میں نے معاً چہار طرف خطوط روانہ کرائے شہر میں استقبال کا پورا اہتمام کیا گیا شولا پور اسٹیشن پر ناشتہ تیار کیا گیا مگر عین وقت پر بجائے ان کے تار ملا جس سے معلوم ہوا کہ افسران جیل نے روک دیا۔ افواہ ہے کہ ۲۰ / مارچ ہی کو دیش پانڈے وکیل کارکن کانگریس و خلافت کمیٹی بیجاپور کو زیر دفعہ ۱۰۸ ایک حکم قید یک سال سنایا جانیوالا تھا اس لئے مجسٹریٹ ڈر گیا کہ کہیں ہجوم کثیر کے باعث کوئی دوسری شکل پیش نہ آئے اس لئے اُن کو روک دیا گیا و العلم عنداللہ تعالیٰ۔

اب نہ معلوم وہ کب تشریف لاویں۔ مجھ کو اجازت ملاقات مل گئی مگر ساتھ ہی یہ شرط کہ پھر چار ماہ تک کوئی نہ مل سکے گا۔

چونکہ ان کی والدہ صاحبہ وغیرہ تشریف لانے والی تھیں اس لئے میں خاموش ہو رہا اور نہیں ملا ان کا ملنا مجھ سے بہتر ہے اور ضروری۔ میں نے صرف سلام کہلا بھیجا۔ حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب کے کوائف و حالات کا انتظار خدا کرے بخیر ہوں۔ میرا نجھلا آگرہ میں خوش ہے ترجمہ قرآن عظیم کا درس دیتے ہیں۔ اخبار جیل لکھتے ہیں شعر گوئی کرتے ہیں۔ اسی وقت اطلاع ملی کہ شہر میں ڈاکٹر سید محمود پھر گرفتار ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خادم

محمد عبدالعلیم صدیقی

۲۵ / مارچ ۱۹۲۲ء از پونہ

خطوط، مولوی خواجہ احمد صاحب رامپوری

(۱)

از ریاست رامپور، یکم اگست ۱۹۲۱ء

مکرما، السلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ والا نامہ صادر ہوا کاشف حالات ہوا جواب میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ بوقت ورود خط آں جناب کے میں مکان پر نہ تھا اور چند روز بضرورت باہر ہی رہنا پڑا۔ بعد واپسی علیل ہو گیا اور اب تک طبیعت خراب ہے لیکن بفضلہ کچھ خفت ہے مجھے تین سوالوں کا جواب مطلوب ہے اگرچہ میں اپنے آپ کو آنجناب کو جواب دینے کے قابل نہیں سمجھتا ہوں لیکن تعمیلاً اپنی سمجھ کے موافق تحریر کرنا پڑا۔ پہلے تو یہ امر معلوم ہونا چاہیئے کہ بیعت اور امامت سے کون سی امامت مراد ہے اگر امامت سے وہ امامت مراد ہے جو کتب شرعیہ شرح مواقف وغیرہ میں مبحوث عنہ ہے اُس کے مقرر ہونے

کو واجب جانتا ہوں اور ایسا شخص جس میں شرائط امامت و قابلیت متحقق ہو اُس کا امام مقرر ہونا بدرجہ اولیٰ ہے بلا اس کے سیاسی انتشار میرے نزدیک رفع نہیں ہو سکتا ہے اور قیام امامت اس وقت بذریعہ بیعت ہی ہو سکتا ہے سند اس کی کتب فقہ اور کلام میں موجود ہے اگر یہ امامت شرعی مراد ہے تو سوال دویم میں جو اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ (بیعت امامت جب کبھی کسی غیر مسلط نے کی ہے الخ) ہرگز وارد نہ ہوگا یقیناً مرفوع ہے اس لئے کہ وہ امام شرعی بصورت تحقق حقیقت بیعت غیر مسلط نہ رہے گا۔ اور اگر یہ امامت اور بیعت مذکورہ مراد نہیں ہے بلکہ امامت اور بیعت سے صرف لفظ ہی لفظ ہے نہ امام ہونے کے شرائط اور قابلیت کی طرف توجہ ہے نہ بیعت کی حقیقت سے بحث ہے جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے تو میں آپ کی رائے صائب سے متفق ہوں اور سکوت باعث دانشمندی ہے اور چونکہ آپ نے مجھ کو بھی مشورہ کے طور پر تحریر کیا ہے اس لئے میں نے بھی مختصراً صرف اپنی رائے ہی تحریر کی ہے اور جواب باضابطہ لکھنے کی طرف توجہ نہیں کی اب آپ براہ مہربانی جواب سے مطلع فرمائیے اور نیز اس سے بھی مطلع فرمائیے کہ جواب باضابطہ کی ضرورت باقی ہے یا نہیں جیسی رائے ہوگی فوراً عمل کیا جائے گا۔ باقی خیریت ہے۔

راقم

خواجہ احمد عفی عنہ

جواب از حضرت مولانا

جناب کا سرفراز نامہ صادر ہوا۔ جناب کا اسی قدر جواب کافی ہے یہ تو عین تمنا ہے مستجمع شرائط امام مل جائے اور غالباً یہ تمنا ظہور امام علیہ السلام پر پوری ہو وہ مبحوث عنہ نہیں۔ سوال حالات موجودہ کے لحاظ سے ہندوستان میں جو بیعت لی جا رہی ہے اس کی نسبت سے ہے فقیر کو صرف اس میں کلام ہے باضابطہ جواب کی ضرورت نہیں فقیر شر کو دبانا چاہتا ہے اور شر بڑھانے کے وجوہ مٹانا چاہتا ہے خود کوئی نفسانیت نہیں ہے آپ حضرات سے استمزاج کا مقصد صرف اپنا اطمینان قلب ہے وہ اسی قدر تحریر سے ہو گیا الحمد للہ علی ذلک زمانہ پُر آشوب ہے خدا رحم کرے دعا فرمایئے اللہ ہمارا خاتمہ بخیر کرے۔ اگر اُس کو اقتدار ظاہری اسلام کا مٹانا ہے تو ہم لوگوں کو اٹھالے لیکن ہر حال میں وہ مولیٰ تبارک مالک و مختار ہے جو چاہے کرے ایمان پر قائم رکھے امیدوار دعا ہوں۔ فقط۔

(۲)

از رامپور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

مولانا المحترم زید مجدہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ میں نے نقل تحریر خان بہادر شیخ مبارک علی صاحب عثمانی کو بقدر فرصت غور کے ساتھ دیکھا۔ جمعیۃ خدام کعبہ کی اصل غایت حفاظت حرمین شریفین ہے۔ خود جریدہ القبلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کوئی غیر مسلم سلطنت اس کے تحفظ میں خلل انداز نہیں ہے نہ خلافت عثمانیہ کی جانب سے احترام حرمین شریفین کے خلاف کسی واقعہ کی تحقیق ہوئی ہے۔ یہی معلوم ہوا ہے کہ شریف صاحب نے اپنے ذاتی مصالح کی بناء پر خلافت عثمانیہ کے خلاف اسلحہ اٹھایا ہے۔ حرمین الطاہرین کو

اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جمعیتہ کے لئے کسی تحریک کا آغاز اس کے مقاصد کے خلاف ہوگا۔ شریف صاحب مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً یا خلافت عثمانیہ کی سیاسیات میں اس خالص مذہبی کا دخل کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

رموز مملکت خویش خسروان دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

میری رائے یہ ہے جس کا اظہار کیا گیا۔ جناب نے جو شرائط تحریر فرمائی ہیں وہ مناسب ہیں بالخصوص شرط سوم زیادہ کارآمد معلوم ہوتی ہے۔ میری یہ مختصر تحریر بنظر غور و تامل ملاحظہ فرمانے کے بعد امید ہے کہ کافی سمجھی جائے گی اس عرصہ میں علالت نیز بعض مشاغل ضروریہ کے باعث بدقت جناب کے عنایت نامہ اور شیخ صاحب کی نقل تحریر دیکھنے کا مجھے موقع مل سکا۔ یہی باعث تاخیر جواب کا ہوا۔ امید ہے کہ جناب اپنے خیریت مزاج سے گاہے گاہے مسرور و مطمئن فرماتے رہیں گے والسلام مع الاکرام۔

خواجہ احمد عفی عنہ حنفی قادری رامپوری

خط، پیر غلام مجدد صاحب حیدرآباد سندھ

(۱)

حضرت مولانا المحترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ صادر ہوا۔ کرم فرمائی کا شکریہ۔ کیا عرض کروں کہ کس قدر زیارت کو طبیعت چاہتی ہے لیکن جب سے رہا ہوا ہوں ناد رستیٔ طبع کہیں موقع شرکت نہیں دیتی اب چند روز سے کسی قدر طبیعت سنبھلی تھی کہ یہاں سندھ میں دورہ کا پروگرام بنا رکھا ہے کیونکہ مقامی لوگوں کی طلب و تقاضا بھی بہت ہی زیادہ ہو رہی تھی اتفاق کی بات ہے کہ جن دنوں میں جمعیتہ طلبا کے اجلاس ہوں گے انہیں تاریخوں میں تین چار مقامات پر خلافت کے جلسے یہاں منعقد ہوں گے کہ جو صرف میری وجہ سے بلائے گئے ہیں۔ پروگرام تیار ہے اشتہارات شائع ہو چکے ہیں۔ اس وجہ سے مجبوراً ان تاریخوں میں مجھے تعمیل ارشاد سے قاصر رہنا پڑے گا لیکن یہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جلد سے جلد کسی قریبی موقع پر خدمت والا میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کروں گا۔ اس بارہ میں ناظم مجلس استقبالیہ جمعیتہ طلبہ کانپور کی چٹھی بھی آئی تھی ان کی خدمت میں بھی آج ہی یہی معذرت پیش کر رہا ہوں امید ہے کہ آں محترم معاف فرمائیں گے۔ والسلام

۲۲ جنوری ۲۴ء　　　　　　مارسد غلام مجدد

(۲)

از حیدرآباد سندھ　　　　　　حضرت مولانا المحترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آں محترم کے ملاحظہ عالی سے گزرا ہوگا کہ ۲۹ فروری اور یکم مارچ یہاں سندھ کے لاڑکانہ شہر میں ڈاکٹر کچلو صاحب کی زیر صدارت صوبہ خلافت کانفرنس مقرر کی گئی ہے جس میں حضرت مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی صاحب اور دیگر محترم حضرات نے شرکت کا وعدہ فرمایا ہے۔ آج کل ملک کی جو حالت ہو رہی ہے وہ تحریک کو زندہ کرنے کے لئے جس قسم کی شدید ضرورت ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضور کی اس موقع پر سندھ میں تشریف آوری

نہایت ضروری ہے اس لیے آپ کی نوازش میں امید رکھتے ہوئے گزارش ہے کہ آپ ان تاریخوں میں سندھ کو اپنی رونق افروزی سے ضرور معزز فرمائیں گے اور بواپسی ڈاک اپنی تشریف آوری کی تاریخ سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔ فقط

۸ فروری ۱۹۲۴ء — عبدہٗ خادم کعبہ غلام مجدد صدر مجلس صوبہ خلافت سندھ کراچی

خط، مولوی محمد خیر الانام خاں صاحب

(۱)

مکرمی معظمی جناب قبلہ مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش خدمت عالی یہ ہے کہ میں جناب سے رخصت ہو کر مکان پہونچا۔ چونکہ مجھے بعض ضرورتوں سے دیہات جانا تھا اس لئے جہاں تک ممکن ہوا جلدی جناب کے احکام کی تعمیل کی لیکن چونکہ جناب نے جن تاجر صاحب کے متعلق ارشاد فرمایا تھا ان کا پتہ علے وجہہ الکمال نہ ل سکا اس لئے اس کام کی تعمیل سے قاصر رہا۔ امید ہے کہ از راہ مہربانی ان کا صحیح پتہ اور خطبے کے دو نسخے میرے نام پر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ میں بفضلہٖ خیریت سے ہوں اپنی خیریت سے ممنون فرمائیں۔ میں انشاء اللہ جلد حاضر خدمت ہوں گا دعا فرمائیں۔ ان کے علاوہ اگر کوئی اور حکم ہو تو اُس سے بھی مطلع فرمائیں۔ السلام مع الاکرام

حقیر خادم محمد خیر الانام خاں متعلم دار العلوم ندوہ

۸ جون ۱۹۲۰ء

نوٹ: مولنٰا خیر الانام خان فرزند مولنٰا اکرم خان

خط، مولوی مسعود علی صاحب ندوی اعظم گڈھ

(۱)

مخدومی و محترمی زاد مجدکم

سلام مسنون۔ مجھے افسوس ہے کہ واپسی کے وقت جناب کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا تاکہ جناب کی قیمتی ہدایات کے مطابق ندوہ کے لئے آئندہ کام شروع کرواتا۔ اب یہاں کے کاروبار میں اس قابل کر سکا ہوں کہ ندوہ کی طرف مستقلاً متوجہ ہوں۔ اب سب سے پہلے جناب کے قیمتی مشورہ کی ضرورت ہے۔ ندوہ کی حالت اس وقت بہت نازک ہو گئی ہے اور چونکہ ہم لوگ اس کے محرک تھے اس لئے سارا دار و مدار ہم ہی لوگوں پر کیا گیا ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر کی شروع تاریخوں میں لکھنؤ ایک مہینہ کے لئے حاضر ہوں گا تاکہ ندوہ کے لئے سرمایہ فراہم کروں اور اُس وقت انشاء اللہ حاضر خدمت ہو کر اس کو طے کروں گا والسلام

۲۶ نومبر ۱۹۲۰ء اعظم گڈھ خلافت کمیٹی — خاکسار مسعود علی ندوی

(۲)

جناب محترم زاد مجدکم

سلام مسنون۔ جناب کا اعلان مہاتما گاندھی صاحب اور مولانا شوکت علی صاحب کی تشریف آوری کے متعلق دیکھا اودھ کی شہروں سے مایوسی ہوئی۔ لیکن یہ روایتیں عام طور پر مشہور ہیں کہ یہ شہر پہلے اودھ میں شامل تھا اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے چونکہ آپ حضرات

قدیم مراسم و روایات کے خدا کے فضل سے پابند ہیں اس لئے یہ درخواست بیجا نہ ہوگی کہ اعظم گڈھ کی درخواست بھی قبول فرما لیجیے۔ اس وقت حالات کچھ ایسے ہیں کہ جن کی بنا پر دونوں حضرات کی تشریف آوری کی سخت ضرورت ہے۔ ترک موالات کا مسئلہ بہت اہم ہے اور یہ چونکہ کانگریس کمیٹی نے ابھی اپنا فیصلہ نہیں کیا ہے اس لئے ہندو حضرات تذبذب میں ہیں۔ تنہا مسلمانوں کا وکالت چھوڑنا بہت دشوار ہے اس لئے دونوں کی تشریف آوری بیحد ضروری ہے ورنہ میں بلا ضرورت تکلیف دینے کو خود ناپسند کرتا ہوں اور آپ کا اسی پر عملدرآمد بھی رہا۔ ایک تار مولانا شوکت علی صاحب کو بھی اس وقت روانہ کر رہا ہوں۔ والسلام

۲۸ جولائی ۱۹۲۰ء اعظم گڈھ خلافت کمیٹی مسعود علی ندوی

نوٹ: مولینا مدظلہ دارالمصنفین اعظم گڈھ کے روح رواں ہیں اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔

جواب حضرت مولانا

آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ جو دلائل آپ نے پیش کئے ہیں مجھے اُس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے اگر اعظم گڈھ اودھ کا ضلع نہ بھی سہی لیکن اُس ضلع کا کارکن تو ہمیں میں سے ہے لہٰذا آپ مطلع فرمائیے جلد سے جلد کس راستہ سے اعظم گڈھ پہونچنا آسان ہوگا۔

میں انشاء اللہ کوشش کروں گا۔ ابھی اُن لوگوں کے آنے کی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوتی ہے کہ پروگرام مرتب کیا جاوے اگر ضرورت ہوتی تو آپ کو بھی طلب کر لوں گا۔

خط، عبدالمجید صاحب قریشی امرتسر (۱)

مکرمی بندہ جناب مولانا مولوی عبدالباری صاحب ام عنایتہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ اُمید ہے کہ جناب نہایت مہربانی سے بندہ کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیے گا کہ جناب کا لیگ کے موقع پر امرتسر آنے جانے میں کیا خرچ ہوا ہے "تاکہ غریبانہ طور پر وہ خرچ استقبالیہ کمیٹی مسلم لیگ امرتسر اپنے وعدہ کے مطابق برداشت کرے۔ والسلام

امید ہے کہ تکلیف معاف فرمائیں گے اور جواب سے جلد مطلع فرما کر مشکور کریں گے

۱۰ جنوری ۱۹۲۰ء از امرتسر آپ کا نیازمند محمد عبدالمجید قریشی

جواب حضرت مولانا

آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا جواباً عرض ہے کہ ہم لوگ کسی دنیاوی غرض سے حاضر نہیں ہوئے تھے اور مذہبی کاموں میں جو کچھ ہم خرچ کرتے ہیں اُس کا اجر انشاء اللہ تعالٰے خدا سے لیویں گے اس لئے امید ہے آپ معاف فرمائیں گے۔

خط، سید محمد عبدالودود صاحب

(۱)

۱۰ر جنوری ۲۲ء

عالی جناب مدظلہ العالی

پس از سلام مسنون عرض ہے کہ میں کل ۷ر جنوری کو لکھنو ڈسٹرکٹ جیل میں مکرمی مولانا عارف ہسوی صاحب سے ملا تھا انہوں نے شائد کوئی عریضہ اس سے قبل ارسال خدمت عالی کیا تھا جس کے جواب کے منتظر ہیں اُنہوں نے عرض کیا ہے کہ مجھ پر جیل کے حساب میں سے یا ۵ روپیہ برآمد ہونے ہیں گھر سے خرچ نہیں آیا ہے امیدوار ہیں کہ کچھ روپیہ ان کے نام سے جیل کے دفتر میں جمع کردیا جائے اور ایک تھالی کھدر کا منگایا ہے اطلاعاً عرض ہے اگر حامل عریضہ ہذا کو یہ رقم عطا فرمائی جائے تو یہ جیل جا کر جمع کرآئے گا ورنہ اور کسی شخص کے ہاتھ بھیجدیئے جاویں۔ والسلام

خادم الخدام سید محمد عبدالودود وزیٹ روڈ لکھنو

خط، مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی

(۱)

مولانا محترم۔ السلام علیکم۔ چونکہ مسلمانان ہند میں مسئلہ خلافت و مقامات مقدسہ کی تبلیغ و ہدایت کا مرکز آپ قرار دیئے گئے ہیں اس لئے میں آپ کو صوبہ متوسط اور خصوصاً جبلپور کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں تمام ہندوستان میں صرف یہی ایک صوبہ تھا جس نے ترک موالات کی مخالفت میں ووٹ دیئے۔

اس صوبہ کے مسلمانوں میں خلافت کی اہمیت کو سمجھنے والے اور اُس کی حقیقت اور ضرورت کو جاننے والے فیصدی دو بھی بہت مشکل سے ملیں گے لہذا علماً کا فرض ہے کہ جس طرح وہ اور صوبوں کی طرف متوجہ ہیں اسی طرح اس صوبہ کے مسلمانوں کی طرف بھی توجہ کریں اس لئے میرے نزدیک جناب کو چند مبلغین کی ایک جماعت صوبہ متوسط میں بھیجنی چاہیئے۔ سردست میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ بہت جلد فرنگی محل کے ایک ایسے عالم کو جو روشن خیال اور اچھی قوتِ گویائی رکھتے ہوں جبل پور بھیجئے یہاں مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہے اس لئے کہ ان پر ایک دشمنِ خلافت اور وفادارِ حکومت مولوی صاحب مسلط ہیں۔

ابوالاعلیٰ مودودی اڈیٹر تاج جبلپور

نوٹ: مولٰنا مدظلہ محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تادیر سلامت رکھے۔

خط، مولوی عزیز الرحمٰن صاحب

(۱)

از شہر میمن سنگھ صوبہ بنگال ۲۱ر اپریل ۲۳ء

جناب من۔ السلام علیکم۔ گزارش خدمت ہے میں جناب کا نیز اکابر علماً و اساطین اسلام کا ایک خادم ہوں۔ صوبہ بنگال میں

میمن سنگھ میں آج دو سال سے خلافت و کانگریس کا کام کر رہا ہوں گذشتہ سال مجھے پندرہ ماہ کے لئے سزائے سخت دی گئی تھی - گیا
کانگریس سے کئی دن پیشتر رہائی ہوئی اس وقت ضروری گذارش یہ ہے کہ آج ایک اخبار میں زگون اجلاس علماء کے بارہ میں ایک ظلم زیر نظر
ہوا سنٹرل خلافت کمیٹی ہندوستان کے علماء کا انتخاب کریں گے میرا خیال ہے کہ جمعیتہ العلما سنٹرل خلافت کمیٹی باہمی مشورہ سے اس اہم خدمت
کو انجام دیں گے لہذا میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے قوانین و شرائط کیا ہیں اور انتخاب کے لئے کون حضرات کے پاس اطلاع
کرنی چاہیے براہ مہربانی و بندہ نوازی تحریر فرماویں فقط والسلام

بندہ عزیز الرحمٰن

پتہ دفتر خلافت شہر میمن سنگھ

خط، مولوی سبحان اللہ صاحب گورکھپوری (۱)

۲۶ر نومبر سنہ ۲۱ء

سیاست اور مذہب

الحمد اللہ ثم الحمد اللہ کہ ہندوستان جنت نشان مایہ فخر و مباہات ایشیا ادھر لوٹ رہا ہے جدھر اس کا خدا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ
انگلستان کی سیاست جس نے دنیا میں چار سو برس کے اندر کوس لمن الملک الیوم بجایا تھا اور دنیا کی بہترین عظیم ترین قوی ترین قوم کو سیاسی
میدان میں طفل مکتب کر کے دکھا دیا تھا وہ ہماری کانگریس کے صرف ۳۵ سالہ سیاست آرائی سے ٹکرا کر اس طرح چور چور ہو گئی کہ ہم
کو یہ کہنے کا حق ہے کہ کم من فیئۃ قلیلۃ کثیرۃ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان مطلع سیاسی معرکہ آرائی کا میدان عمل
رہا ہے اور ۱۹ مہینوں کی تحریک ہم کو اس مقام پر لائی ہے جہاں خداوندی انتظام ایک نبی کی ضرورت تسلیم کرتا ہے لہذا ہم آپ
کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ اسی مقام پر آ گئے سیاسی دماغوں کو سر تسلیم خم کرنا پڑے گا اور مذہب اپنا جھنڈا بلند کر کے آگے آئے گا
اور اپنے اٹل قوانین کی بنا پر آپ کو راہ عمل بتلائے گا - اور سچی شکور کو بجائے لبیک کہنے کے السعی منی کہتے ہوئے آگے بڑھ کر علم والا
تمام من اللہ بلند کرے گا - اے میرے عزیز محترم مہاتما گاندھی جی اے میرے عزیز محترم معظم اور مذہب کی پیچیدہ راہیں طے کئے
ہوئے ابوالکلام اے میرے محترم و مقدس بزرگ جن کی ہستی ہمارے لئے ایک فرحت بخش نظارہ ہے یعنی قیام الدین عبدالباری اس
خوشی کے موقع پر یا الغیاث پکارنے والے عبدالماجد آگے بڑھو، آگے بڑھو اور مذہب کی حبل متین پکڑو - تم کسی مذہب کے ہو مگر خدا کی رسی
جو تمہارے انتظار میں لٹک رہی ہے اس کے سہارے سے لٹک جاؤ اور ان تمام کمزوریوں ناعاقبت اندیشیوں فرو گذاشتوں
اور نا سمجھوں کے اقدام کو پس پشت ڈالو اور اس تحریک کے کامیاب مراحل کو جلد سے جلد مذہبی شاہراہ پر ڈالو جس کا سبق سیاست
کی چالوں سیاست کی دھمکیوں سیاست کی قید بندیوں یہاں تک کہ سیاست کی قیدوں نے تم کو خاص کھلے لفظوں میں نہ صرف پڑھا
دیا ہے بلکہ اعلان کے بہترین نظارے تمہارے سامنے کر دیئے ہیں -

اے میرے عزیز مہاتما گاندھی جی تم خداوند قدوس کے اس نظارے سے مت گھبراؤ جبکہ وہ اپنے لئے ہماری عزیز ترین چیزیں
بھینٹ لے رہا ہو - یاد رکھو جس دن تم نے بھینٹ چڑھانے کا قصد کیا اسی دن خدا اپنی مٹکا ہاتھ واپس لے لے گا الغرض تم خدا پر

چھوڑ سکتے ہو کہ وہ تم سے کب اور کیا مانگتا ہے اور کب اور کیا دے گا اگر کسی مقام پر کسی جماعت خاص نے کسی کمزوری کا اظہار کیا ہو تو وہ فخر اس امر کی شہادت ہو سکتی ہے کہ خدا ابھی تم سے تمہاری سعی کی بہترین پیداوار چاہتا ہے جس کے بعد وہ اپنے رحم و کرم کا ہاتھ کامل دراز کرے گا یہ میرے خیالات کی ——— قسط اول ہے جو آپ کے دیدہ خراشی کے لئے فی الحال پیش کرتا ہوں۔

باقی عارد محمد سبحان اللہ

(۲)

مخدومی و محترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں بفضلہ تعالیٰ بعافیت تمام مکان پہنچ گیا اب طبیعت صاف ہے میرے متعلق جس قدر افواہیں تھیں وہ سب غلط بنیادوں پہ مبنی تھیں بظاہر کوئی اصلیت نہیں معلوم ہوئی۔ آپ کی صاحبزادی کی طبیعت اب کیسی ہے اطلاع فرمائیے باقی بفضلہ آپ کی دعا سے سب خیریت ہے۔

خادم

۱۷ اکتوبر ۱۹۲۱ء — محمد سبحان اللہ غفرلہ

نوٹ :۔ مولینا سبحان اللہ گورکھپوری خاص رتبے کے عالم تھے اور مخصوص رنگ کے آدمی تھے۔

خط ، مولوی عبدالحلیم صاحب صدیقی

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلے علےٰ رسولہ الکریم

مخدومی مولانا زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قبل ازیں ایک عریضہ ارسال خدمت کیا مگر جواب سے محروم رہا۔ بعض ضرورتوں کے سبب اب تک میرٹھ نہ جا سکا انشاء اللہ العزیز۔ ۷ ردسمبر کو بھائی نذیر احمد صاحب کی حجاز سے واپسی کے بعد وطن کی طرف متوجہ ہوں پھر انشاء اللہ لکھنؤ بھی ضرور حاضر ہوں گا۔ مولانا عبدالباری صاحب قبلہ سے چند ضروری امور عرض کرنی ہیں۔ بندہ بعد فراغ درسیات عربی انگریزی تعلیم کی طرف صرف اس لئے متوجہ ہوا کہ غیر اقوام میں اشاعت اسلام و تبلیغ احکام کا کام انجام دے سکے۔ کالج چھوڑنے سے قبل ہی جنگ نے اس کے وسائل و اسباب کو بند کر دیا تھا اور اب اس کام کو سفر حجاز سے واپسی پر موقوف کئے ہوئے تھا۔

مدینہ منورہ ہی میں یہ خیال گذرا کہ لکھنؤ حاضر ہو کر مولانا قبلہ کی خدمت میں اس مقصد اہم کو پیش کروں اور دائرہ فرنگی محل کو مرکز تصور کرتے ہوئے اقصائے مغرب میں تبلیغ اسلام کی باقاعدہ کوشش کی جائے چنانچہ کنایتاً کارڈ میں عرض کر ہی چکا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز عنقریب لکھنؤ حاضر ہوتا ہوں مولانا سے بھی ضروری امور گذارش کرنی ہیں۔ آج اتفاقاً ہمدم کا پرچہ ہاتھ آیا اور اس خبر کو پڑھ کر بیحد مسرت ہوئی کہ سیٹھ چھوٹانی و عبداللہ ہارون صاحبان نے کمر ہمت باندھی موجب زیادت سے یہ امر کہ میرے خیال کی تائید میں اس کا مرکز لکھنؤ ہی کو بنایا گیا اس کو مدینہ منورہ میں جو خیال آیا تھا اس کی تعبیر کہوں یا اس کے لئے اس کو ایک بشارت عظمےٰ سمجھوں فالحمدللہ ثم الحمدللہ مولا سبحانہ اپنے حبیب لبیب روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کامیابی کو رفیق بنائے۔

اس موقع پر اس خلوص و محبت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جو جناب کو مجھ ناچیز سے ہے اور اس ارادت کی بنا پر جو مجھ کو جناب سے ہے مشورۃً گزارش کردں کہ کیا میں اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کرنے کا اہل ثابت کرسکتا ہوں۔ (۱) میری ناچیز علمی (دینی) استعداد جناب پر روشن۔ (۲) انگریزی و فلسفہ جدید تحصیل کا حال بھی جناب کو معلوم (۳) تقریر و تحریر انگریزی و فارسی اردو اور بعض لغات عربی کا مشغلہ تبلیغ دین کے لئے سات سال سے جاری و ذٰلک فضل اللہ۔ (۴) اگرچہ میرے اہل و عیال بھی ہیں اور دیگر ایسے متعلقین بھی جن کی خدمت مجھ پر واجب مگر محض اس خیال سے کہ دیگر ایک بھی میرے سبب راہ راست پر آجائے تو دنیا و آخرت سے بہتر میں اس قدر ایثار پر تیار کہ صرف اپنے ذاتی مصارف سفر غریبانہ کے کہ اللہ کے رستہ میں اس جہاد اعظم کے لئے اُٹھوں وما توفیقی الا باللہ رزاق مطلق متعلقین کے اخراجات کا انتظام خود فرمانے والا الحمدللہ ابھی وسائل ایسے موجود ہیں کہ میں اس مدت ایک سال کے لئے انہماک سے فرصت پاسکتا ہوں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ پس اگر جناب مناسب تصور فرمائیں تو مولانا قبلہ کی خدمت میں اسی ہیچیز عرض کو جو بازار یوسف میں عجوزہ کے سوت سے زیادہ وقعت کو نہ رکھے پیش کر ہی دیجیے۔

اگر مجھ سے زیادہ کام کرسکنے والے حضرات میسر نہ آئیں تو میں حسب ہدایت امریکہ ہو یا انگلستان تبلیغ دین کے لئے بلا کسی معاوضہ و اجرت ظاہری آمادہ و مستعد۔ باضابطہ درخواست کی حاجت ہو تو سب کا لمحض لکھوا لیجیے آپ وکیل ہیں۔ آئندہ جو رائے عالی ہیں اپنی خدمات پیش کر کے اجرہ عنداللہ کا امیدوار ہو ہی چکا۔ چند سال سے وسائل ایسے محدود و مسدود کہ عرض نہیں کرسکتا ورنہ جمیع اخراجات کا بار اپنے ہی سر پر رکھتا۔ اگرچہ بمبئی میں ہوں اور سیٹھ چھوٹانی صاحب سے گفتگو بہت آسان مگر میں بعض لوجوہ بئیس الفقیر علے باب الامیر پر عمل گوشہ تنہائی اور میں نہ کہیں آنا نہ جانا۔ رائے عالی سے فوراً مطلع فرمائیے خود انشاء اللہ رب جل وعلا اواخر ربیع ۳۸ھ تک حاضر خدمت ہو سکوں گا۔ والسلام

۲ر دسمبر ۱۹ء — فقیر محمد عبدالحلیم الصدیقی عفی عنہ ہوٹل آئیسکریم پوسٹ عمر کھاڑی بمبئی

خط، مولوی عقیل الرحمٰن صاحب ندوی

(۱)

سہارنپور۔ محلہ قاضی ۱۱ر اگست ۱۹ء

مخدومنا المعظم

السلام علیکم۔ ایک نعتیہ نظم مع ایک مفید تحریک کے جس کو میں اپنے خیال ناقص میں نہایت ضروری تصور کرتا ہوں صرف اس لئے روانہ خدمت کرتا ہوں کہ اگر جناب اس تحریک سے متفق ہوں تو عملاً صورت وجود میں لانے کی کوشش فرمائیں کیونکہ ہندوستان میں اس وقت جناب کی ایک ایسی ذات عالی صفات ہے جو دینی اور قومی کاموں میں رہنما ہوسکتی ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے جناب کو اس سے اتفاق نہ ہو تو مجھ کو بھی ان وجوہ سے مطلع فرمایا جائے کیونکہ بزرگوں کا فرض ہے کہ چھوٹوں کو ہر ایک پرُخطر یا غیر مفید کام سے بچائیں اور سمجھائیں کہ یہ مفید نہیں تاکہ غلط فہمی کا ازالہ ہو اور راہ راست پیش نظر رہے۔

تحریک حسب ذیل ہے :-

مسلمانو

جبکہ دنیا کی ہر ایک قوم اپنی عزت قوت مذہب اور ملک کو بچانے اور فائدہ پہونچانے کے لئے جدوجہد کر رہی ہے اور وہ مادی ذرائع اختیار کر رہی ہے جو دنیا کے لئے لازمی اور ضروری ہیں تو کیا وجہ کہ ہم مسلمان اپنی ان مادی کوششوں میں ان روحانی ذرائع کو شریک نہ کریں جو رسولِ پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ عالی کو مبذول کرانے والے خداوند قادرِ مطلق کی خوشنودی کا باعث اور مذہب کی شاہ راہ سے کامیابی کی چوٹی پر پہونچانے والے ہیں مسلمانو اس وقت جبکہ اسلام کی بہبودی کے لئے لندن میں ہند کے معزز نمائندے صدائے احتیاج بلند کر رہے ہیں تو نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آواز کو طاقتور بنانے اور امداد ربی کو ان کے شریک حال کرنے کے لئے ہندوستان سے ایک وفد فریادی بن کر بیت اللہ میں حاضر ہو اور خدائے قادر سے رو رو کر گڑگڑا کر طالبِ عفو اور طالبِ رحمت ہو پھر دربار حضرت سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو اور اپنی خستہ حالی خطاکاری کا اظہار کر کے سفارش کا طالب ہو۔ بہت ممکن ہے کہ رسول پاک اپنی گنہگار امت پر نظرِ کرم فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آئے اور مصیبت کا گرد و غبار کائی کی طرح پھٹ جائے مسلمانو ہمت کرو۔ فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔ نظم دوسرے کاغذ پر ملفوف عریضہ ہے۔ جواب کا منتظر

نیازمند عتیق الرحمٰن ندوی

خط، افسر صاحب

(۱)

راحت منزل ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

جناب محترم مولانا عبدالباری صاحب دام فیوضکم

سلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ گذشتہ ہفتہ سے مخلص کا مزاج علیل ہے۔ اگر فرصت ہو تو کل روز یکشنبہ شام کو پانچ بجے مخلص کے ساتھ چائے نوش فرماویں عیادت مسنون و راقم ممنون۔

المخلص افسر

خط، ابوالخیر مودودی صاحب

(۱)

بنام مولانا سلامت اللہ صاحب

تاریخ نہیں ہے

باسمہٖ تعالےٰ

صدیقی الافخم۔ السلام علیکم۔ یقین ہے کہ میرا پچھلا خط مل گیا ہوگا۔ آج پھر چند باتیں عرض کرنی ہیں اور جواب کا طالب ہوں اس لئے تکلیف دے رہا ہوں۔ مقامات مقدسہ ہم سے جس ایثار و قربانی کے طالب تھے اور ہیں ان محترم مقامات کے لئے اپنے فرائض جس جوش و مستعدیت کے ساتھ ادا کرنے چاہیے تھے ان سے ظاہر ہے کہ بالکل روگردانی اختیار کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ رولٹ ایکٹ کی مخالفت ہمارے لئے اس قدر ضروری نہیں ہے اس کی مدافعت ہمارا فرض دینی نہیں ہے بلکہ ہمارے اور جن کی

مدافعت فرض ہے اور جس کے لئے اپنی جانیں قربان کر دینی چاہئیں وہ مقاماتِ مقدسہ ہیں؛ وہ خلافت کا مسئلہ ہے۔ بمبئی کے جلسہ کا انتظار تھا کہ شاید وہاں مقاماتِ مقدسہ کے لئے مقاومتِ متحملانہ کا اعلان کیا جائے گا وہاں یہ صدا بلند کی جائے گی کہ آج اسلام اپنے ہر فرزند سے اس کی آخری خدمت کا طلب گار ہے لیکن بدقسمتی کہیے یا مسلمانوں کی ذلت و غلامی کہ وہ جلسہ ملتوی کر دیا گیا اور بظاہر اُس کے انعقاد کی کوئی صورت نہیں۔ مجھے مولانا عبدالباری صاحب قبلہ کی خدمت میں نیاز حاصل نہیں اور نہ ہی اس مسئلہ کے متعلق ان سے کچھ مکاتبت کر سکتا ہوں اس لئے سب سے پہلے آپ سے اشارہ کرتا ہوں اور اگر آپ کو میری رائے سے اتفاق ہے تو مولانا سے کہیے کہ اس سے بہتر اور کونسا وقت ہو سکتا ہے۔ جب ہم ایک فرض سیاسی کے لئے مستعد ہو سکتے ہیں جب ہم راہ سیاست میں مصائب و آلام کے برداشت کرنے کے لئے مستعد ہو سکتے ہیں تو کیا ہماری روح اس درجہ مردہ ہو گئی ہے ہمارا ایمان اس قدر مضمحل ہو گیا ہے کہ فرض دینی کے لئے ہم ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتے۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ اس وقت ہم اس کے لئے تیار نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے مسلمان کہنے کا کوئی حق نہیں ہم صرف ہندی ہیں اور اسلام کے پاک و مقدس نام کے لئے ایک داغ ہیں۔

دوسرا مسئلہ جو اس وقت پیدا ہو گیا ہے اور جس کے لئے آنکھیں منتظر ہیں افغانستان کا مسئلہ ہے اور سب سے زیادہ نازک مسئلہ ہے۔ بغداد اور بیت المقدس۔ نجف اشرف اور عراق عرب جہاں مسلمانوں نے اپنے خون بہائے آج اسی قوم کا دردانگیز منظر ہمارے سامنے ہے۔ بیت المقدس پر خون بہانے کے لئے پنجاب نے سب سے زیادہ حصہ لیا لیکن جس طرح شہید راہ حق پرستی (حضرت امام حسینؓ) کے قاتل اس کے کچھ دن بعد مٹا دیئے گئے پنجاب کے نام نہاد مسلمانوں کا بھی یہی حشر ہوگا اور وہ دن قریب ہے جب ہندوستان کے کل مسلمانوں کا یہی انجام ہوگا۔ لہٰذا آج ہر مسلمان کا اگر وہ مسلمان ہے اور اُسے اس خدائے قوی و توانا کے حضور حاضری دینی ہے جس نے اُس جیسی تمام حکومت کو تباہ و برباد کر دیا اور جو ہر اس ظالم و جابر اور بندۂ دنیا و باطل پرست کو تباہ کر سکتا ہے تو ہمیں سب طرف سے منہ موڑ کے اسی ایک کے آستانہ عز و جلال پر اپنا سر جھکا دینا چاہیئے۔ اگر مولانا عبدالباری صاحب اور چند اور بزرگانِ ملت اسلام کے لئے کچھ بھی خدمت کر سکتے ہیں تو انھیں اس سے غافل نہ رہنا چاہیئے اور جس طرح اس سے پہلے اپنے گلوں پہ چھریاں پھیر چکے ہیں اس مرتبہ اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ افسوس ہے کہ نہ صرف یہ کہ میری عمر زیادہ نہیں بلکہ میری کوئی حیثیت بھی نہیں جس کی وجہ سے میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا ورنہ آج وہی کہتا جو حضرت ابوذر غفاریؓ نے صحن کعبہ میں کھڑے ہو کر کہا تھا اور وہی کرتا جو عبداللہ بن مسعودؓ نے بیت اللہ میں کیا تھا۔ ان تمام باتوں کے علاوہ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہندو اس وقت کیا کرتے ہیں اور وہ اتحاد جو قائم ہو گیا ہے۔ قائم رہتا ہے یا نہیں اگر جس طرح سے پہلے یاں اور پنچ کوڑی نے کہنا شروع کر دیا تھا اب پھر کہا جانے لگے گا اور آریہ صاحبان بھی اپنی فطرت اصلی پر آ جائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اتحاد کا شیرازہ برہم ہو جائے گا۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ گاندھی نے اب پھر جو ستیہ گرہ کی تحریک کو شروع کیا ہے وہ اس پر قائم رہتے ہیں یا پھر واپس لیں گے بہرحال یہ مختلف خیالات ہیں جن پر مستقبل کا انحصار ہے اور میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ جس وقت سے اعلان جنگ کی خبر پڑھی ہے آتش بجاں ہوں اور وہی کرنا چاہتا ہوں جو قبیلہ عبدہ کی ایک یازدہ سالہ لڑکی فاطمہ نے کیا تھا۔

فقیر ابوالخیر مودودی عفا اللہ عنہ

خط، مظہر الحق صاحب

(۱)

پٹنہ ۲۸ مارچ ۲۲ء

جناب والا۔ تسلیمات عرض ہے۔ ڈاکٹر محمود کے مقدمہ کی تاریخ ۵ اپریل مظفر پور میں مقرر ہوئی ہے۔ اسی روز مقدمہ پیش ہوگا۔ یہ سن کر کہ جناب کی طبیعت گرمیوں میں خراب ہو جاتی ہے تردد ہوا۔ اللہ پاک آپ کی سی مقدس ذات کا سایہ تمام مسلمانوں کے سر پہ ہمیشہ قائم رکھے زیادہ تسلیم۔

نیاز کیش

مظہر الحق

خط، مولانا عبدالباقی صاحب

(۱)

اعز الاخوان مولوی محمد عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھ کو ــــــ آپ کی خیریت بذریعہ تقریر بعض اصحاب حکام ہند و تحریر مولوی عبدالہادی صاحب معلوم ہوئی، مگر طبیعت نے اس قدر پر قناعت نہ کی اور واسطے دریافت تفصیل احوال مزاج جملہ صغیر و کبیر کے آپ کے پاس خط روانہ کیا کیونکہ طبیعت کو لڑکوں کی خیریت نہ دریافت ہونے سے تعلق ہے مگر عجب یہ ہے کہ آپ نے جواب نہ بھیجا۔ اس عرصہ چار پانچ سال میں تو طرفین سے بوجہ تخالف دولتین کے تحریر نہ ہونا مقتضائے حکمت تھا مگر بعد تخالف دولتین کے کیوں مکاتبت بند ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہ آئی برنبائے وحدت و مسافرت فقیر اگر وہاں سے نشان دریافت کیا جاتا اور موت و زندگی کی جستجو ہوتی تو بجا تھا میں نے بغور راہ کھلنے کے خط بھیجا اور اپنا پتہ لکھا اگرچہ اُس میں فتح مدینہ منورہ کی خبر لکھی اور اہل مدینہ طیبہ کے رجوع کے رجا لکھی۔ مگر راہ بند ہوئی تھی لکھا تھا اور بعد اس تحریر کے باوجود ایک جماعت مدینہ طیبہ کو روانہ بھی کی گئی اور ہم لوگوں نے بھی اسباب باندھا مگر پھر قیام ہو گیا اور نہیں معلوم کب تک قیام ہے اگر یہاں خط آتا تو مجھ کو مل جاتا اگرچہ میں مدینہ طیبہ بھی چلا گیا ہوتا تو بھی پہونچنا اُس کا دشوار نہ تھا، اور اگر ایک خط ضائع ہو جاتا تو کیا گزند تھا بہرحال باعث اس تقریر شدید اور تحریر تاکید کا یہ ہے کہ آپ فوراً اپنی اور اپنے یہاں کے خورد و کلاں کی مفصل طور سے خیریت لکھ کر دل کا اطمینان بخشیں اور مکان آپ کا مدینہ طیبہ میں زیر نگرانی میرے وکیل سبحل کے محفوظ ہے۔ فقط

۱۰ رجب ۱۳۳۷ھ　　　　محمد عبدالباقی عفی عنہ

اس پتہ سے خط بھیجئے گا سوق مدحت پاشا بواسطہ سیح موسے طوبل کے فلاں کو ملے۔ جناب مولوی عبدالعزیز صاحب کے احوال سے بھی مطلع فرمایئے گا اور بچوں کو اور جملہ اعزا کو سلام و دعا۔

(۲)

اعزالاخوان مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا ایک عنایت نامہ رمضان شریف میں آیا تھا جس کا جواب فوراً اُسی وقت روانہ کر دیا غالباً تا خیر سے پہونچا ہو گا میں نے مدینہ منورہ کو کئی خط لکھے مگر وکیل وغیرہ وکیل کسی کے پاس سے کچھ جواب نہ آیا۔ اب کل روانگی کا عزم کیا ہے کیونکہ ریل مدینہ منورہ سے متصل ہو گئی ہے مگر ہنوز عموماً آمد و شد نہیں ہے وہاں پہونچ کر کیفیت سے مطلع کروں گا۔

سابق میں میں نے مضمون وقف موافق اپنی رائے کے لکھا تھا کہ یہ مسئلہ آپ وہاں سے منقح کر کے آویں ہر چند کہ مجھ کو یہ مکان پسند نہیں اول تو زمین وقف پر ہے حکر دیا جاتا ہے دوسرے گرمی میں چھت تنگ ہونے سے دشواری ہے تیسری جملہ مجالس دھوپ کے رُخ پر ہونے سے نہایت گرم ہو جاتی ہیں ہر چند کہ عمارت اُس کی نہایت مستحکم و پاکیزہ ہے۔ چوتھے تعمیر اس کی زر کثیر کی طالب ہے اور بوجہ چھوٹے مکان کے نکل جانے کے بہت سے منافع میں قلت ہو گئی ہے اور یہ جملہ امور مشاہدہ پر موقوف ہیں خدا کرے آپ کا آنا ہو تو صورت وقف بعد پسندیدگی مکان کی جا دے گی مگر بجز اُس طریقہ کے جو میں نے لکھا دوسرا طریقہ حفاظت ملک کا متصور نہیں۔ امید کہ آپ نفسی خواہش پر محمول نہ فرماویں گے اس وجہ سے کہ راجہ صاحب کی جائیداد سے میں بالکل بے تعلق رہا اور رہوں گا اور صرف آپ کی خوبی عنایت سے اس خرید و فروخت اور حفاظت وغیرہ کا خیال کرنا پڑا اور نہ آپ کو میری طبیعت کا حال معلوم ہے۔ راجہ صاحب اور رانی صاحبہ سے سلام کہیے اور اُن کی خیریت سے بھی خبردار کیجیے۔ اور اگر راجہ صاحب کا خیال آپ کی جانب سے بدلا ہو تو اُن کا مکان جس کے نام تھا وہ انتقال کر گئے اور ان کے ورثہ منتشر ہو گئے اور اب مکان کا قبضہ میں آنا اور رجسٹر کا منتقل کرانا نہایت دشوار ہو گیا ہے آپ چاہیں گے تو آپ کو سہل ہے ورنہ مجھ کو سروکار نہیں جب فرمائیں میں اپنا قبضہ اٹھا لوں اور جس کے سپرد فرماویں سپرد کر دوں۔ زمانہ حرب میں جس دشواری سے میں نے حفاظت کی ہے میرا دماغ ہی جانتا ہے ورنہ کتنے مکان رہن کتنے بیع کتنے منہدم ہو گئے کتنے عسکر کی ضبطی میں گئے آپ کے مکان پر بحمدہ میرے علم میں کوئی آفت نہیں آئی تو اس کی وجہ آپ کی ذات ہے نہ راجہ صاحب۔

بہرحال مجھ کو لکھیے کہ مکان کس کا ہے اور یہ امانت میرے ہاتھ میں کب تک آپ رکھیں گے اس وجہ سے کہ میں امانداری سے بالکل دست برداری کر چکا ہوں کیونکہ مجھ کو اس کی مہلت نہیں ولیکن آپ کا مال ہونے کی وجہ سے مجبور ہوں اور بحسب اُن شرائط کے جو آپ نے تحریر کیے عملدرآمد کرتا رہا ہوں سوائے اس کے کہ وہاں سے رابطہ اس کا نہیں رکھ سکتا جس کی وجہ آپ پہ پوشیدہ نہیں والسلام

مدینہ منورہ ۸ ذیقعدہ دوشنبہ ۳۵ھ محمد عبدالباقی عفی عنہ

(۳)

اعزالاخوان مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وزاد قدرہ

بعد سلام مسنون خیر مقرون آنکہ پرسوں شب شنبہ کو بعد مغرب آپ کا تار ملا خبر وفات رانی صاحبہ معلوم ہوئی یہاں عورتوں

کی نماز غائب نہیں پڑھی جاتی مگر جس طرح آپ کی والدہ صاحبہ کی نماز غائب پڑھی تھی اُسی طرح ان کی بھی نماز غائب پڑھی اور حرم شریف میں قراءۃ قرآن بھی ہوئی اور دعائے مغفرت کرتا ہوں اُن کے انتقال کا نہایت افسوس ہوا خصوصاً اطاعت زوج اور نگہداشت ادب پیران طریقت تو ان کا حصہ تھا۔ قبل ازیں راجہ صاحب کو ایک خط لکھا ہے جس کا مفاد یکسوئی معاملہ ہے اور شیخ الطاف الرحمن صاحب کو لکھا ہے کہ وہ قبل خط دینے کے آپ سے مشورہ کر لیں مجھ کو مقصد کے خبط سے نہایت الجھن ہے نہ علت انتفاع کا پتہ ہے نہ حرمت کا کس مصیبت میں آپ نے ڈال دیا ہے براہ خدا مصارف کی یکسوئی کیجیے اور مجھ کو راحت دیجیے۔ اگر آپ کو میری رائے پر اطمینان نہیں ہے تو دوسرے کے سپرد کیجیے ورنہ مجھ کو اس کے متعلق آزادانہ تصرف کی اجازت دیجیے۔ مجھ سے غیر ممکن ہے کہ میں جزئیات کو آپ سے پوچھا کروں جس کا مدت کے بعد آپ نے جواب دیا کہ مجھے فکر کا موقع اب تک نہ ملا ایسے حال میں آپ نے کیوں تحریر کیا ہے کہ انتظام میں خود کروں گا آج چھ سات برس ہوئے کہ نہ آپ نے انتظام کیا نہ آپ وہاں بیٹھ کر انتظام کر سکتے ہیں نہ یہاں کے تغیرات آپ کو معلوم ہیں۔

ہر زمانہ میں ایک حال ظاہر ہوتا ہے جو خیال میں نہیں ہوتا۔ میری بیماری کا سلسلہ ہنوز ختم نہیں ہوا ہے تین روز ہوئے کہ بخار نہیں آیا ہے مگر ورم طحال موجود ہے۔ میاں محمد کریم علیحدہ ہو گئے ہیں ہم دو آدمی گھر میں اور دونوں بیمار ما ما ملتی نہیں جاریہ مفقود ایک حالت نشر کی تمام شہر پر طاری ہے اور تپ اور فقر اور عدم سفیں کا اجتماع ہر جگہ موجود ہے اولاً ایک لڑکا ہوا تو وہ مردہ ہوا خلاصہ یہ کہ عنایات الٰہیہ خوب سب پر ہیں اور میں کیا لکھوں کہ فکر میری بالکل صاف نہیں۔

امید کہ جو امر خلاف مناسب ہو وہ پس انداز کیجیے کہ بیماری فکر بیمار ہے والسلام۔

مسلسلات اور ثبت مجمل اور ثبت مفصل وغیرہ کتب تمام ہیں لوگ روایت کرتے ہیں گر فراغت ملے تو وہاں بھیجوں۔

مدینہ منورہ

(۴)

برادر عزیز القدر مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون آنکہ میں بحمدہ اب بخیریت ہوں اور آپ لوگوں کے لئے دست بدعا۔ چودھری الطاف الرحمن صاحب کا خط آیا جس کا مفاد یہ ہے کہ مکان آپ کے نام رہے اس قدر مسئلہ تو مسلّم ہے راجہ صاحب سے دریافت کیا گیا کہ مکان زیر انتظام کس کے ہے تاکہ انتظامی اور ملکیت کے متعلق امور کی پرسش اس کے موافق ہوا کرے آپ جانتے ہیں کہ محض نام سے کام نہیں چلتا اور بغیر فیس کے مکان آپ کے نام پختہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب نہیں ملتا اور جب تک پختہ طور پر مکان کا قبالہ منتقل نہ ہو اُس وقت تک نہ آپ کا نام نہ میرا نام نہ آپ کا قبالہ نہ میرا قبالہ سرکار میں معتبر نہیں جس کی بنا پر بعد میرے فوت ہونے کے مکان کی حفاظت ہو سکے میرا مقصد یہ تھا کہ میری حیات میں مکان منتقل ہو جاتا اور واقفیت کی صورت درست ہو کر سہل ہو جاتا تاکہ ضائع ہونے سے محفوظ رہتا رہا آپ کا آنا تو خدا جانے کب ہو۔ میں نے راستہ کھلا غنیمت جان کر آپ سے امور لازمہ کی پرسش کی آپ نے جواب عدیم الفرصتی کا دیا۔ اب پھر فتنہ کا وقت ہے ڈاک گویا بند ہے ایسے حال میں کوئی صورت

آپ سے اُسنے کی معلوم نہیں ہوتی مگر یہ کہ خدا ان فتن کو دفع کرے۔ اس وقت تک میرا خیال یہی ہے کہ میں درحالیکہ مصرف مکان معلوم نہیں اور اس کی وجہ سے حلت و حرمت سکنے بھی مجہول ہے علیحدہ مکان سے کر رہوں چنانچہ جب موقع ملتا ہے تو ایسا کرتا ہوں مگر ضرورت حفاظت مجبور کرتی ہے تا وقت وفات محمد علی ایوب صاحب میں اپنے مکان میں رہا بعد اس کے ان کے جدید سسر نے اُن کے مکانات واملاک پر قبضہ کیا خوف ہوا کہ اس مکان پر قبضہ نہ کریں تو کیا کاغذ بلا قبضہ کے مفید ہوگا۔ اس مکان میں رہا یہاں تک کہ ضرورت کے لئے مکانات جس میں ایک دو آدمی ہوتے وہ سرکار میں چھن جاتے اور صاحب مکان نکال دیا جاتا اس خوف سے فوراً ایک حاکم کماندار کو مکان دے دیا اور دوسرے مکان کو بکرایہ لے کر رہا وہ زیر تجویز انہدام آیا تو اور ایک مکان لے کر اسباب وہاں رکھ کر تیسرے روز روانہ شام ہوا اور وہ حاکم بھی بعد میں مسافر ہوئے تو وکیلوں سے اُن کو ملاقات کی نوبت نہ آئی ایک سپاہی کو کنجی حوالہ کی کہ وکیل کو دے دے اُس سپاہی نے قبضہ کیا جب اس کا سفر ہوا تو اُس نے ایک حلوائی کو دے دیا۔ اس رد و بدل میں مکان کی بہت سی چیزیں ٹوٹیں میں نے آتے ہی حلوائی سے لے لیا۔ اس وقت مکان کے مالکوں کی جانچ ہوتی تھی اس ضرورت سے رہنا پڑا یہاں تک کہ دو مرتبہ جانچ ہوئی اور مالک حاضر ثابت ہوا جن مکانات کے مالک غائب تھے اُس پر قبضہ سرکاری ہوا اور اب جب اہلِ بلد سب واپس آگئے جن مکانات کا مالک نہیں آیا وہ لاوارث قرار پائے اور معرضِ بیع میں ہیں اور جو مکان آپ کا بچا ہے وہ معرضِ بیع میں ہے اور قیمت نہایت ارزاں ہونے پر بھی خریدار معلوم نہیں ہوتا۔ اگر میں مکان میں نہ ہوتا تو لاوارث یہ بھی قرار پاتا اس ضرورت سے تا وقت اطمینان سکونت مشروط بتدریس ہے اور بوجہ ناسازی مزاج اہل خانہ گھر کی نگہداشت اور صفائی بھی ممکن نہ ہوتی اس واسطے ایک حاکم کو کہ وہ مکان کو صاف ستھرا رکھے دے دیا۔

میگزین اڑنے سے گونہ خرابی مکان میں آئی اور بوجہ اس کے کہ شام میں تغیرات ہوئے اور یہاں پر اندیشہ ہوا مکان پر قبضہ کرنا لازم ہوا تا وقتیکہ یکسوئی حکومت کی ہو تو میری یہ حالت ہے۔ اور مجھ کو بوجہ راجہ صاحب کی ملک ہونے کے اندیشہ نفسانیت کا شک املاک مولوی ظہور اللہ صاحب کے ضرور ہے اس لئے کہ دنیا کا قبضہ ہمیشہ منشأ فساد ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جملہ امتوں سے میں نے دست برداری اختیار کر لی اس امانت سے بھی میں سبکدوشی چاہتا ہوں چنانچہ آپ سے گزارش کی کہ یہ مکان سرکار میں حفاظت میں دے دوں یا فروخت کر کے روپیہ بھیج دوں یا مزدور کے سپرد کر دوں تاکہ شر دنیا سے مجھ کو حفاظت ہو مگر اس وقت تک پتہ نہیں چلا کہ مکان کا مصرف کیا ہے اور مالک اس کا کون ہے مولوی انعطاف کی تحریر سے اگر یکسوئی ہو کہ آپ کی ملک ہے تو مجھ کو اس کی تعمیر و نقل قبالہ میں بجز آپ کے اذن کے حاجت دوسری کسی چیز کی نہیں جس طرح ہوگا اپنا کام ہی انجام دوں گا۔

اگر آپ کا تار نہ آتا کہ حجاج آنا سے جاویں تو وقف کی یکسوئی دشوار نہ تھی اب ضرور آپ سے پرسش کرنا ہے کہ اس مکان کو مصرف تدریس کرتے ہیں یا فرودگاہ حجاج ہے تو بکرایہ یا بلا کرایہ اگر بلا کرایہ ہے تو شکست و ریخت کی تدبیر بتلائیے اور اگر بکرایہ ہے تو جو زائد بچے اُس کا مصرف کیا ہے اور اگر مصرف تدریس ہے تو صرف فرنگی محل کے موجود عالم کے اوپر منحصر ہے تو اگر وہ نہ ہو تو کیا ہوگا اور اگر درسِ نظامی والا نہ ہوا اور فرنگی محل نہ ہو یا ہو اور وہاں سے اطلاع کے ذرائع بند ہوں یا کھلے ہوں اور یہاں کسی کو واقفیت اہلِ فرنگی محل سے نہ ہو غیر ذلک احتمال قیام قیامت تک جتنی نکلتے ہوں اُن کا لحاظ کر کے مصرف فرمائیے اس واسطے کہ وقف میں

تاہم شرط ہے اور یہ امور کل بالشافہ طے ہونے کے تھے مگر لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے احوال میں آپ کا آنا یہاں غیر ممکن ہے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ نقص سے نجات نہ دے تو اگر خط سے جواب نہ دیں گے تو پھر مجھ کو ملامت نہ کیجیے گا آپ خود اپنی چیز کو ضائع کریں گے

(۵)

مدینہ منورہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

اعزالاخوان مولوی قیام الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا محبت نامہ مشتمل تعزیت مرحوم پہونچا بر سبیل احتمال برخوردار قطب الدین کی آمد سے مژدہ دیا مگر معلوم نہیں ہوا کہ وہ روانہ ہوئے یا مکہ مکرمہ پہونچے خیر اگر مقدر ہے تو ان کی ملاقات سے مسرت ہوگی اور دل تو آپ کی ملاقات کو بھی چاہتا ہے مگر تا ایندم نہ اتفاق ہوا۔ خدا سال آیندہ آپ سے بھی ملا دے آپ کی ملاقات سے بہت سے امور وابستہ ہیں جس میں سے اگر آپ نے برخوردار کو اجازت دی ہوگی تو متعلق مکان کے ان کی مشورت سے کنجلک انشاءاللہ رفع ہو جاوے گی۔ میاں اصغر علی صاحب کا کوئی خط نہیں آیا میں نے ان کی علالت کے متعلق آپ کو لکھا تھا جس کا حال بالکل معلوم نہ ہوا۔ سنتا ہوں کہ مزاج بفضلہ روبصحت ہے صرف ضعف باقی ہے اللہ تعالیٰ ان کے ضعف کو دفع کرے اور ہم سب جلد ملنا نصیب کرے میرا سلام لکھ بھیجیے گا۔ ان کی طرف کا کوئی حاجی نہیں آیا جس سے ان کے مزاج کو کچھ پوچھتا یا لکھتا خیر سب خیریت ہے برادرم سے ملنے کا نہایت اشتیاق ہے اس واسطے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔

عجب حالت ہمارے گھر کی ہے میاں محمد عظیم نے جب سے ہم یہاں آئے ہیں ایک خط بھی نہ بھیجا اور پھر اپنے بھائی کو شکوہ لکھتے ہیں کہ بڑے بچا سنتا ہوں کہ ناراض ہیں فرمایئے مجھ کو اپنے لڑکوں سے خواہ مخواہ ناراض ہونے کی کیا وجہ ہے مگر ان لوگوں کو اپنا دماغ درست کرنا چاہیے جو عالم بھر کو اپنا مخالف سمجھتے ہیں اور آپس میں بجائے آشتی کے لڑتے ہیں۔ میں کیا کروں یہ بھی ادبار کی نشانی ہے اور جو خدا چاہے اُسی میں چون و چرا کی گنجائش نہیں دعا کرنا اپنا کام ہے۔ اللہ ہمارے اُن کے احوال دینی و دنیاوی کو درست کرے والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی مدرس حرم المحترم النبوی

(۶)

مدینہ منورہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ

اعزالاخوان مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرصہ دراز سے کوئی مسرت نامہ نہیں آیا شاید کوئی مصلحت ہو۔ آپ سب کے احوال معلوم ہونے کا ذریعہ بجز خطوط کے اور نہیں۔ منشی اصغر علی صاحب کو بفضلہ صحت حاصل ہوئی خوشی کا باعث ہے آپ کے متعلقین کے لئے بھی دعا کرتا ہوں مایوس نہ ہوجایئے اللہ صحت دینے والا ہے۔ حاجی صالح داؤد کلکتہ والے جاوے سے آکر یہاں رہے ہیں نکاح کیا ہے سلام کہتے ہیں اپنے بیان سے اُنہوں نے طبیعت کو نہایت بیزار کر دیا۔ یہاں تک کہ اس بیزاری کو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم میں پیش کرنا پڑا جس کے آثار ظاہر ہونے میں انشاء اللہ۔ آپ کے ملنے کا نہایت اشتیاق ہے غالباً نظر بانقلاب احوال شاید آپ کو آنے کا موقع امسال ملے۔ میاں محمود فیض آبادی میر منشی بجائے محمد حماد مرحوم کے ہیں۔ نقل تبادلہ کی سخت تاکید کرتے ہیں مگر وہ آپ کی رائے پر موقوف ہے اور فیس دونی ہے عرصہ دراز سے مکان بے مرمت ہے اور کرایہ داروں کی بے احتیاطی سے زیادہ شکستگی ہوتی۔ نیز اگر کوئی پچھلا کرایہ ضبط کرے تو بدون تبادلہ پختہ دفعیہ اس کا دشوار ہے ناچار اس وقت تک مکان میں سکونت لابدی ہے کہ اس کا فیصلہ ہو شہود ملکیت بھی مرتے جاتے ہیں جیسا کہئے ویسا کر دوں۔ والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی

نظیر اس کی مولوی اعظم حسین کا مکان ہے اُن کے مرتے ہی جیہ لوگوں نے کرایہ اپنا قبضہ کیا اولاد محروم ہوئی سبب اس کا یہ تھا کہ مکان غیر کے نام از غیر کا مال لکھا تھا جانے کے بعد پھر نہ ملا اور آئندہ ملک دیگران ہو جاوے مجھ کو کوئی حق نہیں۔

(۷)

مدینہ منورہ ۱۸ ذی الحجہ

برادر عزیز القدر مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مدعا مقرون واضح رائے ہو کہ بفضلہ تعالیٰ میں ۲۷ ذیقعدہ روز دوشنبہ کو براہ ریل مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ آپ کا مکان انہدام وغیرہ سے بحمدہ محفوظ رہا صرف قاعہ کے جلا اور بالا خانہ کی کھڑکیاں اور شیشے ٹوٹے اور میلا بہت ہو گیا کوڑہ بکثرت تھا صفائی میں بوجہ فقدان عبید و جوار و مزدور و نوکر کے نہایت دقت ہوئی۔ اس دقت کے علاوہ مکان میں بوجہ ویرانی بازار فرش نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ وہاں سے بھیجا جاوے اس لئے پروانہ مرسل ہے۔ تیسری دقت وہ جو آپ کو سابقاً لکھا ہے کہ ایک جانب مکان کا اندیشہ ناک ہے قاعہ کے دہنی پہ گنہ بھر چوڑی پتھر کی دیوار ہے یہ ہر وقت خطرناک ہے اور اوپر قاعہ کے مجلس جو بنائی گئی ہے اس کی راہ نہیں اور چھت چھوٹی ہے ضرور ہے کہ اس مجلس پر دوسری مجلس پاٹ کر چھت وسیع کی جاوے کنواں اوپر کے طبقہ میں نہیں پہونچا اس کے پہونچانے کی ضرورت ہے ایک چھت کنویں کے اوپر لٹک آئی ہے اس کی درستی کی حاجت ہے۔ چوتھی دقت یہ ہے کہ شیخ محمد علی مرحوم کے ورثہ متفرق ہو گئے مکان کا حجہ سرکاری طور پر نہ میرے نام ہوا نہ آپ کے نام اور سبب اس کا یہ ہے کہ خرچ محکمہ مقرر و غیر مقرر ساٹھ ستر اسی گنی بلکہ زائد مانگتا ہے اور وہ میرے اختیار سے باہر ہے اول تو تبعیت عثمانی ہونے پر بھی حجہ ہونا غیر متصور تھا بعدہ قیام الملیۃ نے لوگوں کو تتر بتر کر دیا اب نہ کوئی ساہوکار ہے نہ کرایہ دار نہ کرایہ اس قابل کہ اس سے خرچ نکلے اور بہ ضرورت قبضہ کے رہنا مکان میں اس کرایہ کو بھی مانع ہے۔

پانچویں دقت یہ کہ آپ کی تحریر مدرسہ کرنے کی تھی اور بعد میں حجاج اتارنے کی خبر آئی نہ معلوم کیا مقصد ہے شرط وقف کی تبدیل نہیں ہو سکتی اس واسطے ایک بات پر ثبات نہ ہونا دشوار ہے۔

چھٹا امر یہ ہے کہ حجاج اُتارنے میں نظم اس مکان میں اگر نہ رہے تو بعد میرے کیا وجہ اس کو حفاظت مکان کی ہے اور ایسے حال میں اگرچہ رہتے یا نہ رہے مکان کرایہ پر سالانہ نہیں دیا جا سکتا تو مرمت شکست و ریخت کا کیا انتظام ہے اور یہی سوال مدرسہ ہونے

کی صورت میں بھی پیش ہے۔

ساتواں امر یہ ہے کہ مدرسہ بصورت مکتوبہ جناب والا غیر ممکن ہے یہاں کوئی درس نظامی پڑھتا نہیں اس کے کتب درسنیا بے کار ہیں۔ نہ اس کے پڑھنے کی رغبت کی کوئی وجہ ہے مدرسہ اگر مقرر آمدنی کا ہو تو اس کی صورت اور اگر چندہ پر ہو تو اہل غرض سے بگاڑنا خلاف عقل اور اس فقیر سے بطریق مدرسہ بائے مکہ مکرمہ سوال اعانت و بسط سفر و عوت دشوار ہے۔ اس مکان کی آمدنی تو ایک شخص کی بسر کو کفایت نہیں کرتی اور جب تک اتنی تنخواہ مدرس کی نہ ہو کہ وہ اپنا پورا وقت مدرسہ کو دے سکے کوئی شخص تدریس کو قبول نہیں کرے گا اور یہ فقیر تو عادۃً تدریس کرتا ہے مگر کلام میرا وقف مویدین ہے۔

آٹھواں امر یہ کہ مدرسہ کو آپ اپنے مدرسہ سے وابستہ کرتے ہیں حالانکہ دولت ترکیہ کے قوانین کے مخالف تھا اور غالباً دولت عربیہ کے بھی مخالف ہو۔ یہاں کے تعلقات و قضیہ یہاں کی حکومت سے وابستہ ہیں مگر قدیم اپنے قدم پر باقی ہیں اور بندہ اس تعلق سے عاجز ہے۔

نواں امر یہ کہ اگر مکان کو آپ مدرسہ پر وقف کریں گے تو خود غرض کو بزور وجاہت اپنے ہر وقت اختیار ہے کہ ناظر و مدرس وغیرہ کو نا اہل قرار دے کر علیحدہ قرار دے ——— اور مدرسہ اپنا مال کر لے اس کے لئے صورت وقف میں موقوف علیہ شخص معین لکھا ہے کہ موقوف علیہ کا اخراج غیر متصور ہے نیز موقوف بصوابدید اپنا ہر وقت ہر اختیار رکھتا ہے۔

دسواں امر یہ ہے کہ جناب نے مکان کا قبالہ اپنی کس مصلحت سے اپنے نام کرایا اور وہاں بیٹھ کر انتظام اپنے ہاتھ میں لیا مجھ کو کیا حجت ہے کہ میں مکان پر سے مدافعت کر سکوں کہ اجنبی ہوں نہ مالک نہ وکیل مسجل۔

گیارھویں مشکل یہ کہ میں امانت داری سے دست برداری کر چکا ہوں اور وقت بائے مذکورہ بالا پر راجہ صاحب کا اعادہ کرنا مؤکد اس دست برداری کو ہے۔ بوجہ ضرورت رفیع البہ مکان میں خلاف مرضی اپنے اور بلا اذن مالک کے رہنا مجھ کو ناگوار ہے اور بوجہ جہالت حال مالی طبیعت نہایت منغص ہے اور ان تعلقات دنیاویہ سے طبیعت کو نفرت ہے اس واسطے کہ ہر کام علمی ہے اور ایک مدت دراز سے ظاہراً بوجہ خرابی مال کے میں نحوستوں کا سامنا رہا ہے نحوست فقر شدید نحوست تفریق نحوست حرمان زیارت شریف حالانکہ اولاً استخارہ سے خوف فقر دیکھا تھا مگر مکان کے قبضہ سے جانے کے اندیشہ سے حفظ امانت کی ضرورت کو راجح کیا ورنہ مکان و مدرسہ و انتظام حجاج سے مجھ کو دلچسپی نہیں اور میں یہاں رہ کر نہ راجہ صاحب نہ رانی صاحبہ نہ کسی اور سے بجز آستانہ شریف امداد پسند کرتا ہوں مجھ کو جو کرب اس مکان کے ہاتھ میں رہنے سے ہے میں لکھ نہیں سکتا نہایت افسردگی سے لکھتا ہوں کہ ممنون ہوں گا کہ آپ اپنی امانت اگر مجھ سے لے لیویں یا وہاں سے کوئی انتظام کر کے مجھ کو سبکدوش کریں حجاج کے آنے کی یہاں سردست راہ کھلی ہے آئندہ کا خدا کو علم ہے ظاہرا کوئی مانع زیارت باقی نہیں رہا ہے امتداد زماں سے اگر ورثہ شیخ محمد علی الیوب مفقود ہو گئے یا مشہود دبیع زندہ نہ رہے تو ملکیت کا اثبات عند الحاجت کس صورت سے ہو سکتا ہے اور اگر اندیشہ ناک جانب مکان کا گر گیا یا بوجہ اندیشہ کے زد حکومت سے گرا دیا گیا تو مال کس کا نقصان پائے گا یا حکومت نے تمادی زمان سے حجۃ نہ قبول کیا تو ضرر کس کا ہے مجھ کو تکلیف ہے تو صرف آپ کی ملکیت کی وجہ سے ورنہ راجہ صاحب نے میری تحریر کا خیال نہ کیا حالانکہ ان کا نفع تھا تو جبکہ وہ اپنی ضرر پر راضی ہوئے تو مجھ کو

کیا وجہ کہ میں اُس ضرر کو دفع کر دوں ۔ مولوی ظہور اللہ صاحب کا مکان ضبط سرکار ہے مجھے کیا کہ میں چھوڑاؤں ۔ مولوی اعظم حسین کے مکان کا جو لوگوں نے قبضہ کر کے اُن کے لڑکے کو محروم کیا اور وہ کچھ نہیں کر سکے ۔ مولوی ابوالبرکات کا رباط ناظر کے ہاتھ سے نکال لیا بعدہ ناظر واپس نہ لے سکا بعد ناظر کے انتقال کے داخل خزانہ ہو گیا اُن کا وصی یا وصف اہل مدینہ ہونے کے کچھ نہیں کر سکا ۔ امام بی اور آفندی محمد حماد کا انتقال ہو گیا میں نے بی بی سلمٰی کا انتقال لکھا تھا وہ زندہ ہیں اُن سے معلوم ہوا کہ مقبول بی بی نے کچھ نہیں چھوڑا صرف خرچ فاتحہ و درود کا چھوڑا جو صرف ہوا لہٰذا قرضہ میرے ذمہ صرف بی بی سلمٰی کا ہے لہٰذا اب تاکید دریافت یہ ہے کہ مولوی شرافت اللہ صاحب کا مال جس میں چند اشیائے حافظ بشیر صاحب کے اور تحصیلدار رکن عالم کے بھی معلوم ہوتے ہیں اور وہ کوئی مالیت کی چیز نہیں کھانے پکانے بیٹھنے کا ضروری سامان ہے اور چند کتب وظیفہ کے تو یہ کسی کے ہاتھ بجنسہٖ بھیج دیا جاوے تو کون اس بات کو قبول کرے گا یا بیچ کر دام بھیج دیتے جاویں تو وہ کتنے ہوں گے یا خیرات کر دیا جاوے ۔ تو بے اذن ورثہ مجھ کو کیا اختیار ہے مولوی سلامت اللہ صاحب سے پوچھا تھا انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ مکان کے منافع میں حارج ہے ۔ ایک حجرہ مفت روکے ہوئے ہے ۔ جواب اس تحریر کا جلد دیجیے اور راجہ صاحب اور رانی صاحبہ کو سلام کہیے اور اپنے یہاں جملہ خورد و کلاں کو سلام و دعا ۔ فرش بجز ادن کے اور کسی چیز کا نہ ہونا چاہیے خواہ قالین یا دری ۔

چبوترہ ایک عدد	دیوان ایک عدد	چبوترہ ۲ عدد	مجلس صغیر ۲ عدد	چبوترہ ۳ عدد	مجلس کبیر ۳ عدد
طول ۵½ عرض ۲	طول ۸ ذرعہ عرض ۵½	طول ۶ عرض ۲	طول ۸ ذرعہ عرض ۶	طول ۸½ عرض ۷	طول ۱۰ ذرعہ عرض ۵½

مجلس آخر غیر ملحق و بالائی آن	بالاخانہ	مؤخر ۲ عدد	وسط قاعہ ایک عدد	چبوترہ ۲ عدد	اطراف قاعہ دو عدد
طول ۱۰ ذرعہ عرض ۸½	طول ۸½ عرض ۸½	طول ۷ عرض ۸½	طول ۸½ عرض ۸½	طول ۸½ عرض ۲	طول ۷½ عرض ۸½

علاوہ اس کے زاید چھت پر بیٹھنے کو جتنا بڑا فرش ہو ۔ اس وقت دو چھت ہیں اگر بعد میں غالباً چار چھت ہو سکتے ہیں ۔ اس وقت کہ مکانات پر قبضہ ضرور ہے مجبوراً رہا ہوں مگر حضور میں شکوہ تحریر سنوں کا کیا ہے یا تو وہ دور ہوں گی یا میں مکان سے دور ہوں گا ۔ اس تحریر مکرر کو آپ لوگ معاف کریں مجھ کو یہاں نہایت آرام رہا اور ہے الاعرف قیام مکان ہذا لہٰذا آپ سے بھی طالب دعا ہوں کہ یہ مسئلہ مشترک ہے اور چیز آپ کی ہے ۔

محمد عبدالباقی الایوبی

(۸)

مدینہ منورہ

اعزاز خوان دام بالعز والاحترام

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ راجہ صاحب کے دنیاوی خیالات ہیں اور امداد دینی کے واقع نہیں تو آخر اگر مکان بیچوں تو عشر عشیر قیمت بھی نہیں آوے گی اور اگر کہیے تو خیال رکھوں وہ اپنا روپیہ لیں اس سے زاید کیا چاہتے ہیں اور اگر فرمایئے تو اور غائبوں کے مال کے ساتھ خزانہ سرکاری کے سپرد کر دوں یا اُن کے زور کے تحت تصرف دیدوں یہ صورتیں

خیر خواہی کی ہیں ورنہ وزیر محمد علی ایوب کے دعوؤں کا کیا جواب ہوسکتا ہے۔ میں راجہ صاحب کا خیر خواہ ہوں بدخواہ نہیں اب مصارف جو مولوی شرافت اللہ صاحب کی موجودگی پر تھے وہ وہ جانیں میں بے دخل تھا بعد میں حسب ایما آپ کے خدمت علم میں صرف کیے اس وجہ سے کہ اس وقت سوائے اس کے دوسری مصلحت نہیں تھی۔ اگر راجہ صاحب طلب کریں گے اور حساب کریں گے تو آستانہ شریف پر ہمارا بھروسہ ہے ہم دنیاداروں سے عذر معذرت پسند نہیں کرتے آپ کو اس کے پہلے نہایت تنگ آ کر خط لکھا ہے اور یہ خط آپ کا بوجہ ... کے نہ ... مصارف اور دقتیں در مصائب بھائی صاحب اس وقت ساری دنیا کو ہی خصوصاً اہل مدینہ کی حالت (ناگفتہ بہ ہے) روٹی معمولی چار آنہ کو تھی دس روپیہ سیر تجارت گری ہوئی محتاج ندارد۔ بھائی صاحب میں ایک قصہ عرض کروں عالم معتبر شام شیخ ابو علی سقطی مرحوم نے وقت انقلاب اور قبل اس کے بیان کیا کہ ولی متصرف علیہ حضرت شیخ رسلان دمشقی جن کا ذکر بہجۃ الاسرار میں ہے ان سے لوگوں نے زنادقہ کی اذیت کی شکایت کی کہ وہ نماز روزہ کو رد کرتے اور دین کو برا کہتے ہیں اور عالموں کی اہانت کرتے بلکہ موقع پر قتل بھی کیا ہے تو فرمایا کہ دیکھو سب اولیاء و انبیاء سکوت میں ہیں قضا مبرم ہے جب وقت انتزاع ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے دیکھا اور طلب امداد کی فرمایا کہ وحیہ کلبی کے پاس جاؤ خواب میں وہ مزہ میں حضرت وحیہ کلبی کے پاس جو فرودگاہ لشکر میں تھے گئے فرمایا کہ ولی متصرف تمہارے ارسلان ہیں ان کے پاس جاؤ انہوں نے فرمایا خواب میں کہ آج جمعرات ہے دوشنبہ کو مصیبت کٹ جائے گی چنانچہ عصر دوشنبہ کو شریف صاحب کا جھنڈا داخل ہوا اور صبح سہ شنبہ ان کے پیچھے انگریزوں کے مورچوں پر قبضہ کیا۔ بھائی صاحب عشاق نبوی ہیبت نبوی کے جویاں ہیں اور دنیا اگر اس کے خلاف ہے تو ان کو دنیا سے کیا غرض بقول آپ کے ؎

خلقے بطعن رفت و گو عاشق بکار خویش

بھائی جان علامات ظہور امام ہمارے قریب ہو گئے ہیں خدا جانے کیا گزرے لیکن بعض خرابات آپ لوگوں کے آستانہ اقدس سے توقع کی جاتی ہے واللہ اعلم۔ بھائی صاحب اس فقیر کو بجز موافقت قدر اور چارہ نظر نہیں آتا ہے خدا جو چاہے کرے خدا نے دین محمدی کی امداد کا وعدہ کیا ہے نہ دین مدحت پاشا اور اس کے اتباع کا میں کیا کروں آپ کیا کریں بالمشافہ اور بواسطہ بھی میں نے نصیحت کی مگر اثر نہ ہوا اور نہ کیا۔ یا ہی مدینہ منورہ کے عاشقوں کے لیے کہتے قسم خدا کی میں بوجہ اس کے کہ اس تباہی کو نہ دیکھ سکا حضور سے درخواست کی تو کہا گیا وحشر نا ہم فلم نغادر منہم احدا۔ اس وقت عرض کیا کہ صوفیوں کا کفش بردار ہوں عزت کے ساتھ جہاں مناسب ہو بھیج دیا جاؤں نکالا نہ جاؤں خیر اللہ نے شیخ المولویہ کو بھیج دیا اور ان کے ہمراہی میں شام پہونچا۔ بھائی صاحب بنی عثمان ہمارے اس فرقہ سے عاجز ہیں اور سنا جاتا ہے کہ تحت حمایت انگریز میں خدا جانے۔ مجھ کو تو مسجد اور کتاب کے سوا دنیا سے تعلق کیا ہے میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کا فضل بہت اچھا ہے جس نے ابتدا کی وہ انتہا بھی دکھانے والا ہے بہرحال موافقت قدر کے سوا چارہ نہیں۔ والسلام

جواب کا خلاصہ درج ہے جس کی نقل ذیل ہے راجہ صاحب نے بذریعہ الطاف الرحمٰن خط لکھ کر حساب طلب کیا ہے آپ دیکھ کر اگر مناسب جانیں تو راجہ صاحب کو دیں مجھ کو یکسوئی کی سخت ضرورت ہے۔

عبدالباقی الایوبی

(۹)

مدینہ منورہ

برادرم جناب مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ

بعد سلام مسنون آنکہ یہ فقیر اس زمانہ کو جس میں راہ خط کی آمد و رفت کی کھلی تھی غنیمت جان کر آپ کو تکلیف دیتا تھا کہ اپنے مکان کا فیصلہ اپنی ایک رائے قرار دے کر کریں تاکہ قبل از موت اس کا انتظام حسب قواعد شرعیہ کر دوں مگر آپ نے کچھ نہ خیال فرمایا یہاں تک کہ یہ وقت آیا کہ خط و کتابت موقوف کر دینا مناسب ہوا اور نہ معلوم ہوا کہ ہمارا انتفاع حلال ہے یا حرام اس سے نہایت خلیف ہے مولوی شرافت اللہ صاحب کے مال کا ان کی اولاد نے کچھ جواب نہ دیا اور وہ مال بجنسہ بھیجنا غیر ممکن تھا اس وجہ سے وہ کچھ اوپر چالیس مجیدی کو فروخت ہوا ہے ان کے ذمہ مکان کے پینتیس چھبیس گئی ہیں جو بعد موقوف ہونے پنشن کے انہوں نے صرف کیں اور زاد راہ ان کا ہوا لہٰذا آپ کیا کہتے ہیں مکان کے مصارف روپیہ مذکورہ مجرا کیا جاوے یا وہاں ان کی اولاد کو بھیج دیا جاوے اس کا جواب جلد آنا چاہیئے۔ نیز مکان کا فیصلہ ہونا کہ فرودگاہ حجاج ہو یا درس گاہ نظامیہ منزل گاہ حجاج ہو تو بہ کرایہ یا بلا کرایہ اور درس گاہ نظامیہ ہو تو منحصر میرے اور میرے تلامذہ پر (جو اہل ہند بلکہ اہل فرنگی محل ہوں) ہے یا عام یا درس گاہ عموم۔ بڑی عنایت ہوگی کہ انسان امانت کی تباہی سے اور ارتکاب بود و باش ناجائز سے محفوظ رہے۔ بحمدہ جو شکایت گھر کے متعلق تھی وہ بھی اس مرتبہ رہنے سے خدا نے رفع کر دی۔ اب گھر آپ کا پاک ہے اور ان شاء اللہ آفات سے پاک رہے گا اور آپکے مزاج کی ناسازی امید ہے اب رفع ہوگئی ہو یعنی بخار جو بار بار عود کرتا تھا امید ہے کہ دفع ہوگیا ہو۔ آپ کی خیریت مطلوب ہے والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی غفر لہ ۲۲ محرم الحرام ۳۹ھ

ایک ڈبہ کھجور راجہ صاحب کو بھیجی ہے وہ ان کو بھیج دی جاوے اور سلام کہا جاوے۔

(۱۰)

مدینہ منورہ ۱۸ محرم ۳۸ھ

اعز الاخوان مولوی عبدالباری صاحب دام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حجاج اور زوار سے آپ حضرات کی خیر و عافیت معلوم ہوئی اشتیاق ملاقات زاید ہوا قبل ازیں ایک خط میں نے ڈاک میں روانہ کیا ہے اس میں مکان کے متعلق خیالات ظاہر کئے اور میاں کاظم علی صاحب کو کیفیت مکان کی ضروریات کے مشاہدہ کرا دیئے جو آپ سے کہیں گے اور نیز بازار کی حالت اور ویرانی کی کیفیت بھی انہوں نے دیکھی جس سے فرش وغیرہ کی نسبت ضرورت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کو آباد کرے اور گرانی یہاں اور وہاں سے جلد دور کرے اور اطمینان قلب مہموم و مغموم کو نصیب کرے۔ آپ لوگوں کو بارہا خطوط لکھے مگر جواب نہ ملنے سے دل کو نہایت رنج ہے غالباً ڈاک کا انتظام یہاں سے ہنوز درست نہیں ہے امید ہے کہ وہ بھی درست ہو جاوے۔ یہ پہلا موسم ہے جس میں چند حجاج کی شکل دکھائی دی ہے بلکہ یہ پہلا وقت ہے جس میں حکومت شرعیہ اس آستانہ پاک پر جاری ہے اور سب حالات ان شاء اللہ تعالیٰ اس آستانہ کی آبادی کے

ساتھ درست ہو جاویں گے کیونکہ ساری دنیا یہاں کا پتہ تو ہے۔ والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی

(۱۱)

مدینہ منورہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

اعز الاخوان سلمہ اللہ الرحمٰن

بعد سلام مسنون واضح رائے عالی ہو کہ میں بخیریت ہوں اور آپ سب کی خیر و عافیت کا جویا ہوں۔ سابقاً مختلف خطوط وقت کو غنیمت جان کے متعلق آپ کے مکان و مدرسہ کے لکھے جن کے جواب کا انتظار ہے۔ مولوی ظہور اللہ صاحب کا وقف بوجہ رباط کے معدوم ہونے کے بخبر صحیح ہے اگر وہ آپ کے مدرسہ کو دیں تو اس کی اور اس گھر کی آمدنی ملا کر چھ سات گنی ماہوار ہو گی اس قدر سے مدرسہ چل سکتا ہے لیکن ضرور ہو گا کہ حکیم کے لڑکے کو کچھ دے کر راضی کر کے ابراء عن الاستحقاق لکھوا لیا جاوے اور آپ کو وہ وکیل مقوض مسجل کر دیں کہ آپ اپنا وکیل دوسرے کو بھی کر سکیں تاکہ آپ کو تکلیف محکمہ جانے کی نہ ہو۔ مجھ کو سردست اس قدر ضرور لکھئے کہ مصرف اپنے گھر کا آپ بلحاظ امور المسطورہ مکاصب مقرر فرما دیں۔ میں مکان میں عارضی طور پر ہوں کیونکہ وہ مکانات جن کے مالک غائب ہیں داخل خزانہ ہو رہے ہیں چنانچہ وقف مولوی ظہور اللہ صاحب داخل خزانہ ہے اور میرے خیال میں جو صورت تدریس ہے اور آپ کو لکھی ہے انشاء اللہ تعالیٰ جس وقت گرانی و آمدنی سے ذاتی اطمینان ہو جاوے گا بہمراہی شیخ محمد عمری صاحب کے شروع کر دوں گا اس کے لئے نہ مدرسہ کی حاجت ہے نہ آمدنی کی ضرورت ہے مکان خواہ منزل حجاج رہے یا درسگاہ بنے یا جو مصرف قرار پائے۔ بھائی صاحب فرنگی محل کا ثبات اور نیز چشم دید معاملات دیکھ کر میں اپنے کو بازیچہ خصومت نہیں کرنا چاہتا ہوں اور نہ ممنون منت بنانا چاہتا ہوں محض آپ کا ہم خیال ہونا باوصف دوسروں کے تعلق کے مجھ کو کافی نہیں امید ہے کہ آپ مجھ کو پابند فرنگی محل نہ فرمادیں اور امانت سے تشریف لا کر انتظام فرما کر مجھ کو سبکدوش کریں اور مولوی شرافت اللہ صاحب کے اسباب کے بابت تحریر فرمایئے کہ کیا کیا جاوے اور مکان کرایہ پر دیا جاوے یا نہیں اگر کرایہ پہ دیا جاوے تو نزول حجاج نہیں ہو سکے گا۔ اگر نہ دیا جاوے تو عمارت کس طرح ہو اور جاتے رہنے پر مکان کی کیا صورت ہے اور مکان کی ملک منتقل ہو یا نہیں اگر ہو تو وقف کی کیا صورت ہے اس عرصہ میں ایک خلق گذر گئی زندگی کا میری کیا اعتبار ہے میں چاہتا ہوں اپنے سامنے آپ کی امانت کا کافی انتظام ہو جاوے محمد کریم تاہنوز سولیس میں ہیں جملہ اہل مدینہ منورہ پہونچ گئے کہتے ہیں کہ شام سے انگریز جا رہے ہیں اور فرانس آتا جاتا ہے تو شامی لڑنے پر مجبور ہیں اور انگریز نے مالی امداد کا وعدہ کیا ہے خدا جانے حقیقت کیا ہے لڑائی کا خاتمہ نہ ہوا دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے میں حسب عادت قدیمہ ان امور سے تعلق نہیں رکھتا گوشہ نشینی کا وقت ہے خدا رحم کرے۔ والسلام محمد عبدالباقی الایوبی

(۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادر عزیز القدر عالی ہمت سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون آنکہ بحمد اللہ آج تپ سے افاقہ ہے ضروری خط لکھتا ہوں۔ آپ

کو کوئی بھی مشغولی ہو مگر جواب شافی مجھ کو دینا ہوگا تاکہ میں اسی پر حلت و حرمت کی بنا کروں بظاہر یہ املاک و ملک راجہ صاحب کی ہے کہ پیسہ ان کا ہے یا آپ کی کہ آپ کو انہوں نے دے دیا یا میرے کہ نام میرا ہے یا ملک محض اللہ کی ہے کہ وقف موقوف بلفظ ہے۔ اگر راجہ صاحب کی ملک ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس کے قبالہ کراتے اور قطعہ خارجہ داخل کرنے اور ضروریات خانہ کے لئے روپیہ نہ دیں اور کیا وجہ ہے کہ محافظ مکان مقرر نہ کریں اگر آپ کی ملک ہے تو آپ پر بھی سوال عائد ہے لکھتے لکھتے حیران ہو گیا کہ اپنی چیز کو ضائع مت کرو ورنہ ایوب و شاہد ان کا خدا اگر نہ رہے تو علاج کچھ نہ رہے گا اگر میری ملک ہے تو مجھ کو کیوں اختیار نہیں حتیٰ کہ انتفاع کا جس پہ حفظ امانت مفقود ہے اور کیوں میرے سپرد اس کے جملہ مسئول نہیں جب یہ تینوں احتمال باطل ہوئے خصوصاً آخری تو بدیہی البطلان ہے تو ملک خدا ہے اس کا مصرف جو ہمیشہ قیام قیامت تک ہو کیوں نہیں معین ہوتا اگر مدرسہ و درس نظامی ہے تو بعد انقراض اس کے مدرس اور ارباب مدرسہ کے مصرف کیا ہے فقرا ہے یا علماً یا حرم خصوصاً یا عموماً یہ معلوم ہونا ضرور ہے اور اگر تنزیل حجاج ہے تو خاص یا عام بکرایہ یا بلا کرایہ اور جب حجاج نہ ہوں تو کیا مصرف ہے اور جبکہ خدا کا مال ہے تو آپ کو در حال حیثیت حق نظارت نہیں ہو سکتا پھر آپ کیوں مجبور کرتے ہیں کہ انتظام میں کروں گا اور آج تک آپ نے کوئی انتظام بجز سکوت کے کچھ نہ کیا جب خدا کا مال ہے تو ضروریات مذکورہ بالا کو جو بندہ خدا چاہے اللہ تعالیٰ انجام دے کیا وجہ ہے کب تک آپ اس کی گنجائش نہ دیں حضرت مجھ کو بضرورت حفاظت کے انتفاع سکونت و اسکان سے ضروری ہے مجھ کو اضطراب ہے تاوقتیکہ صاف طور پر اس کا جواز مجھ کو شرعاً ثابت نہ ہوا آنا تو جانا مجھ کو ضرور ہے ورنہ میرا استعفا ہے کیا آپ چاہتے ہیں کہ بے مصلحت نادیدہ انتقال مکان یا وقف کروں گا۔ ہرگز یہ خیال صحیح نہیں وقف کا نام لوں تو سرکار کو دوں مدرسہ کا نام لوں تو سرکار ہے کہ بس پڑھانا ہو۔ اگر آپ کا مکان یا راجہ صاحب کا مکان کہوں تو تحت حفاظت حکومت جائے لوگ تو حقیقت جانتے ہیں اور ان کے مقالات بھی جانتے ہیں اس وقت میرا تصرف مالکانہ ہے مگر مالک ہر شے کا خدا ہے لہذا آپ کا مقصد مجھ کو صاف صاف معلوم ہو تو کچھ کارروائی نہیں کروں گا بلکہ نہایت مضبوطی سے اس کا مسودہ کرکے آپ کو بھیج دوں گا اور بہ مجرد موقع پانے کے اپنا کام کر گذروں گا۔

بھائی صاحب موت و زندگی کا اعتبار نہیں اور نہ میرے ٹھکانے کا اعتبار ہے اس آشوب میں جدھر کا اشارہ ہوگا وہاں چل دونگا دین کی حفاظت اللہ کے ہاتھ ہے۔ جہاں موت ہو ایمان پہ ہو اگر یہاں کا حکم ہوگا یہیں مر جاؤں گا آپ اپنے انتظام کی جلد یکسوئی کیجئے نہایت عنایت ہوگی۔ سنتا ہوں کہ رانی صاحبہ نہایت بیمار ہیں ان کی عیادت میری طرف سے مزاج پرسی کیجئے اور سلام کہیے اور ان کا کیا نام ہے بھول گیا ہوں نحوسات خانہ کی تفتیش کرنے سے لوگوں نے بیان کیا کہ مکان خریدنے پر ذبیحہ شکر لازم ہے اور باعث اس ضیق کا سحر اور آسیب اور چشم بد ہے آخر جادو اور آسیب سے تو اطمینان ہوا ہنوز چشم بد کا اثر ہے حرم میں شیاطین نے خوف دلایا تھا کہ چھوٹے مکان کا مالک بوجہ ذبیحہ نہ کرنے کے مار ڈالا گیا تو تم بھی مار ڈالے جاؤ گے میں نے کہا اب تو میں نہ ذبیحہ کرتا ہوں نہ مرتا ہوں فیصلہ مالک کا کام ہے ہیں عاریتہً اس میں رہتا ہوں پھر بحمدہ یہ احوال دفع ہوئے۔ بھائی صاحب اہل مدینہ پر وہ شدت ہے کہ جتنا چندہ نقد یا غلہ عمومی یا خصوصی بھیجا جاوے تو اس کا وقت ہے ہر شخص بیک بینی و دو گوش واپس ہو رہا ہے۔

اور میری حالت یہ ہے کہ تپ میں مبتلا ہوں آج دن میں افاقہ رہا گھر میں سخت تپ ہے حکیم موجود نہیں پورے دن کا حمل

(گھر میں)۔ چونکہ سے میں علاج سے قاصر ہوں یہاں محمد کریم صاحب تو فیر کے لحاظ سے علیحدہ ہو گئے کھانا کھلا دیتے ہیں غنیمت ہے خدا کو اختیار ہے جس کو چاہے زندگی دے جس کو چاہے مارے میرا وظیفہ بزرگان دیو سے دعا طلب کرتا ہے والسلام جواب جلد بھیجیے گا۔

مکرر یہ کہ اس وقت صورت نشر علم مثل مدرسہ حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کے ہے یعنی درس معین گھر پر یا حرم میں پڑھایا جاوے اور صورت امداد کی صورت وہاں یہ ہے کہ مدرسہ کذائیہ محض امداد پر باقی رہتا ہے اور مطمع انظار ایسے وقت میں نہیں لیکن امداد باسم مدرسہ نہیں بلکہ مدرس یا طلباء مدرس یا نسبت مدرسہ کے عنوان سے ہو صورت سالم ہے اور معلوم ہو کہ مکان کو آپ درس خانہ صرف قرار دیتے ہیں یں نے حد قدریس مسکونہ اس کا ناملہ استقلالاً اور درس خانہ خواہ اس کے گوشہ میں ہو یا کہیں بھی ہو واضح طور پر تحریر فرمائیے مقصد آپ کا معلوم ہو تو تحریر مضبوط میرا کام ہے۔

مدینہ منورہ ۴۔ شوال دو شنبہ　　　　　محمد عبدالباقی الایوبی

(۱۳)

مدینہ منورہ غرہ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ

اعز الاخوان مولوی قیام الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون دعا مقرون کے واضح ہو کہ مسرت نامہ آپ کا بہمراہی نواب افسر جنگ بہادر کے پہونچا۔ ان سے نسبت سکونت مکان کے اصرار لائق کیا گیا مگر بوجہ دوری حرم شریف کے وہ معذور رہے۔ آپ سب کی خیریت ان سے معلوم ہوئی چند ماہ ان کا یہاں قیام ہے اور سب خیریت ہے دست بدعا ہوں والسلام

محمد عبدالباقی الایوبی مدرس الحرم النبوی

(۱۴)

مدینہ منورہ ۷ رجب ۴۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعز الاخوان مولوی عبدالباری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دعا کرتا ہوں یہ میرا کام ہے ولیکن لوگ شریعت کے بجائے مصلحت کو ترجیح دیں تو سر شریعت دور رہے گا اگر مقتدا شریعت کو مضبوط پکڑیں جیسے ہر تو بلنات وارین سے نجات پادیں اور دعا کا اثر جلد دیکھے۔

اس کلام عام کے بعد خاص گفتگو جو شکوہ نہیں بلکہ اظہار ہمدردی ہے یہ ہے (آپ ناخوش نہ ہوں) آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے مدرسہ کا خیال ظاہر کیا اور میں نے موافقت کی جس پہ آپ نے مکان خریدا بعدہٗ تار پہ کیوں اس نیت کو تغیر ہوا۔ اگر میں کوئی کارروائی مدرسہ کشائی کی کرتا شرمندہ ہوتا۔

آپ کے عم محترم مرحوم نے صرف اپنی رائے سے میری غیبت میں مکان خریدا اور قیمت بڑھائی اور قیمت زائد وہاں سے

نہ آسکے پر انہوں نے خود مکان بیچا اور قبالہ محمد علی ایوب کے نام پر اُتارا اور اس کی شکایت شیخ عمر کو ہوئی کہ وہ کیوں غیر معتبر قرار پائے پھر اس وقت تک نہ وہ قبالہ منتقل ہوا آج دس برس ہوئے نہ وقف کے مقصد کا پتہ چلا۔ فروخت مکان پر میرا خیال بلکہ امراً تھا کہ قبالہ انتقالیہ کی فیس کا لحاظ کیا جاوے مگر سماعت نہ ہوئی تو کیا جو کام انسان خدا کے لئے کرے وہ بھی کسی نفسی یا خیالی وجہ سے چھوڑ دینا صحت رکھتا ہے جو آپ کے سکوت کا منشا ہے آپ کا سکوت تجربۃً عدم رضا کی دلیل ہوتا ہے ورنہ میں اس کام کو اب تک انجام دیتا قبالہ نہ ہونے سے مجھ کو مجبوراً اس مکان میں رہنا پڑا اور نہ حرم سے دور ہے اور دوسری حضرات سے معمور کرایہ پر دوں تو میں فقیر ہوں کرایہ امانت نہیں رکھ سکتا اگر صرف کر دوں تو ادا کہاں سے کروں۔ شرائط وقف تمام نہیں جس سے شاید استحقاق فی الجملہ بار کم کر سکے تاہم بھی مجھ سے مکان پر عموماً کرایہ دار قبضہ کر لیتے ہیں جس کا دفعیہ میرے پاس نہیں مکان میں حملج بلا کرایہ اترنے کی وجہ سے مرمت کی صورت نہیں نکلتی اور دور ہونے کی وجہ سے بکرایہ حاجی اترتا نہیں۔ مدینہ منورہ کی حالت بعد جنگ سے اب تک سنبھلی نہیں جو انسان مرمت کو ضرورت زندگی پر مقدم کرے آپ نے لکھا ایک جزو جائیداد رانی صاحبہ سے جس کی آمدنی سالانہ دو سو روپیہ ہے اس کام کے لئے مقرر کروں تو اس خبر رسی نے انکار پر مجبور کیا کہ بالکل کافی نہ ہوگا اس قدر تو میں خود صرف کر لیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ہندوستان کا حساب یک شمہ یہاں کے تخمینہ سے مناسب رکھتا اگر ایسا اقبال کیا جاوے تو غیر مفید اور باعث ظنون ہوگا۔ غرض کہ نہ آپ نے خیال کیا نہ دوسرے پر چھوڑا۔ میرے مرنے کی دیر ہے کہ مکان خورد برد ہوگا۔ کیا یہی طریقہ خدا کے کام کا ہے آپ نے وقف کا طریقہ لکھا جس سے حفاظت مقصد تدریس کے اور حفاظت مدرس کے پس ماندوں کی مدِ نظر تھی کہ بغیر اس کے درس نظامی کی قید جاوے گی اور لیاقت نہ آوے گی اور پسماندگان جو غریب الوطن ضعیف الحال ہوں گے وہ مدرس کے مرتے ہی نکال دیئے جاویں گے مگر شاید خیال ہوا کہ اُس طریقہ سے مجھ کو اپنی غرض ہے کہ اس کا جواب ہوا (کہ مولوی صاحب کی ملک ہے) جس کا مجھ کو انکار نہیں بلکہ اہلِ مدینہ عموماً اس کو جانتے ہیں اور اس جاننے سے مکان کو ضرر ہوا۔ اگر میں خیانت کرتا تو ہر وقت مجھ کو دعویٰ ملکیت کا وہ موقع حاصل ہے جس کا دفعیہ دشوار مگر ایسے خیالات نازیبا سے قطع نظر کی گئی آپ کا کہنا (کہ آپ کی تحریر پر غور کرنے کی فرصت نہیں) تو اگر تفصیل قابلِ غور ہے تو اجمال مسلّم ہے آپ اتنا ہی لکھ دیتے کہ تم سرِدست وقف کر دو تو میں آئندہ کی مصلحت کا خیال نہ چھوڑتا بعد اس اجمالی وقف سے حفاظت جائیداد ہونے کے انتظامات اور شروط آپ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں بوجہ آپ کی ہندی رعایا ہونے کے آپ کے نام پر اصالتاً وقف نہ کر سکتا تھا اس لئے وہ طریقہ تجویز کیا کہ جس میں اپنا نام عنوان ہو اور آپ معنون ہوں وہ بھی ظنون میں گیا دنیا کی تو شان ہے یہ ظنون ہیں مگر نیک خیال لوگوں سے یہ امید نہ تھی اگر آپ میرا اعتبار بوجہ میری خود غرضی یا مخالفت خیال سے نہیں کرتے تو مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ اپنی امانت کا انتظام کر کے مجھ کو امانت داری سے سبکدوش کیجیے کہ مجھ کو اب تحمل نہیں اور کرایہ وغیرہ جو میری غیبت اور حضور میں ہوا ہے اور وہ وقت نے نیست و نابود کر دیا وہ مجھ پر لازم ہے جس کو کہئے وہ وقتاً فوقتاً ادا کر دیا جایا کرے مجھ کو یہ آپ کی خموشی سخت متکلف ہے وصیت میں جس کی بابت اشارہ کیجیے آپ کی امانت کی سپردگی کر دوں یا قبالہ کی فیس بھیجیے تو خواہ بیع خواہ وقف سے اس امانت کا اتمام ہو۔ اگر فیس نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے تو مقصدِ وقف بتائیے کہ میں حسبِ خیال سرزمین اُس کا حجہ کر دوں اگر میری رائے پر بھروسہ نہیں تو دوسرا انتظام آپ خود کیجیے یہ کام

آپ نے خدا کا رکھا ہے تو تمام کیجیے اور اپنا رکھا ہے تو صاف کیجئے کہ ویسی تجویز ہو۔ اگر آپ اس تحریر کو بھی ضائع کریں گے اور حسب عادت جواب نہ دیں گے تو یہ ضرور ہے کہ میں اپنی گلو خلاصی چاہوں جس کے نہ ہونے سے آپ کی جانب سے امید وفا بالکل منقطع ہو جاوے گی۔ اس وقت تک آپ کی ملک سے انتفاع میں نے بضرورت حفاظت حاصل کیا نہ آپ کی اباحت و اذن سے تو جو نفاع عوض رکھتا ہے اس کا حساب محفوظ ہے اگر آپ مراسم سے یا بڑائی کے لوازم سے اس کو ٹالیں گے تو مجھ کو مراسم و لوازم پر اکتفا نہیں شریعت میں یا صاحب حق اپنا حق لے یا صاف ابرا کرے اس کے علاوہ سے میں نابلد ہوں اور ناکافی جواب سے آپ مجھ کو مشقت میں نہ ڈالیے صاف اپنا مقصد لکھیے اور پورا جواب جملہ امور کا دیجیے۔ شیخ محمد عمر قاشقجی احوال سے میرے اور لوگوں اور کچہری کے واقف ہیں۔ وہ وہاں آتے ہیں جو امور طے کرتا ہوں ان سے طے کر لیجیے ان کے ہاتھ اس بابت خط بھی لکھا ہے اپنی عدیم الفرصتی کا عذر نہ لائیے کہ آپ کا کام فقیر کے کندھے پر ہے فقیر کی گلو خلاصی کیجیے مجھ کو نیز بابت رقم اشتراکی نہایت ہی خیالات بر بنائے ظاہر حال نے مکلف رہی اور سمجھا کہ تنگی اور خانہ جنگی اور دیگر امور جس کے حالات قبل سکونت معلوم ہوئے تھے یا بعد کو کھلے شاید شبہ اصل کا نتیجہ ہے اگرچہ رقم ملک مالک تھی اور دوسری غیر مالک کے ارتکاب سے مالک کو قدر ملکیت میں مفر نہیں اور پھر تبدل ملک اور تبدل عین وغیرہ شاید اس شبہ کو کچھ اٹھاتا مگر غلیان ہاتھ پکڑ کر نکالتے پر آمادہ تھا کہ ہالک المتنطعون نے حسن ظن پر زبردستی مجبور کیا کہ اس آستانہ پہ کوئی اپنی مغفرت کو مال محرم بھیج سکتا ہے ولیکن تاہنوز دل صاف نہیں اور کھٹکا باقی ہے مگر یہ کہ آپ کھٹکا دفع کریں اور نتائج مفزہ تو بحمدہ اکثر دفع ہوئے اور باقی کے دفعیہ کی خدا سے امید ہے اگرچہ یہ نتائج عند التحقیق آثار آثام نفسیہ کھلتے رہتے ہیں اور بعنایت ایزدی دفع ہوتے رہتے ہیں اور نفس تو اپنا عیب دوسرے پہ لادنے کا عادی ہوتا ہے مگر دوسرے غلیان کے قطع ہو جانے سے یکسوئی مطلوب ہے لہذا اطمینان بخشئے اور میرے لئے اولاد صالح کی پیروں کے آستانوں پہ دعا کرتے رہیے کہ یہ آسان کام آپ کے ذمہ ہے اور خاتمہ اپنا اور متعلقین کا پیروں پر ہے اور اپنی تصانیف رفتہ رفتہ نقل کرا کر آپ کو بھیجتا ہوں اس میں اصلاحات اور احتمالات کو راہ نہ ہونے دیجئے اور چھپنا وغیرہ امور آپ پر محول ہیں کیجیے یا نہ کیجیے سب کو دعا و سلام

۷ رجب سہ شنبہ

محمد عبد الباقی الایوبی خادم العلم بالمسجد الحرم النبوی کان اللہ لہٗ

(۱۵)

مدینہ منورہ

اعز الاخوان مولوی عبد الباری صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں خیریت سے ہوں۔ شیخ محمد عمر قاشقجی بعزم ہندوستان روانہ ہو رہے ہیں ان کے ہمراہ رسالہ سیارزکی شرح حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کی جس کا دوسرا نسخہ نہیں ہے اور یہ خرید کردہ والد ماجد کی بھنجلی نانی یعنی زوجہ مولوی خادم احمد صاحب علیہ الرحمہ سے ہے ناتمام ہے غالباً بہار یا بردوانی میں اس کا نسخہ شاید دستیاب ہو سکے والد کے ترکہ میں مجھ کو پہونچے اور وہ آپ کو ہدیۃً بھیجتا ہوں اگر اس کے متعدد نسخے ہو سکیں گے تو تلف سے محفوظ رہ سکے گی اور ایک رسالہ تحقیق نسب نے اس شبہ کے دفعیہ میں جو خیال بزناوی اور علاء الدین و نظام الدین کے نام کے اشتراک سے پیدا ہوا تھا بعد تامل کے جو امر میری

رائے میں منتج ہوا وہ لکھا ہے یا فتاح ہے دوسری تالیفات بھی عنقریب نقل کرا کر بھیجتا ہوں۔

شیخ محمد عمر کے وہاں جانے سے اگر آپ توجہ کریں تو اس بیچارے مکان کا جو بالکل حوادثِ زمانہ و اشتغال ہمارے سے ناقابل التفات رہا تصفیہ ہو سکتا ہے بربنائے تاکیدات مجتانہ باش کاتب محمود پسر مولوی حبیب اللہ مرحوم اس امر کے سلسلہ جنبانی ضرور ہوتے۔ یہ مکان بدون مکان جیہومہ کے منافع میں ناتمام ہے اور وہ شرعاً بیت المال سے خرید ہو سکتا ہے ضرور رقم قیمت ہوگا۔ اس مکان کا کاغذ پختہ کرانا یا بدون فیس کے ممکن ہے کہ فیس سے ہو جائے گا اور بدون فیس کے مسجل ہو جاوے گا۔ باش کاتب کا یہ خیال ہے گر مجھ کو اس پر اعتماد نظر بہ حال زمانہ نہیں یا فیس دے کر تو وہ فی صدی پانچ کے حساب سے دو سو کتنی دو ہزار کی ہوئیں اگر آپ بہ حیثیت مالک ہونے کے دے سکیں تو بہتر ہے ورنہ بہ حیثیت مدرسہ ہونے کے آپ اس رقم کو چندہ سے پورا کر سکتے ہیں اور اگر یہ بھی نامنظور ہو تو ہم مکان بیچ کر دوسرا مکان خریدیں تو اس کی قیمت سے سب مصارف نکل سکتے ہیں اور واسطے قطع مطامع کے وقف کرنا ضرور ہے یا مطلقاً فی سبیل اللہ یا مدرسہ کے لئے جیسا آپ نے لکھا تھا یا تنزیل حجاج کے لئے تو رباط کرنا ہو ویسا کیجئے مہمان خانہ مثل جماعت خانہ بمن کے ہو ویسا کیجئے مصارف شکست و ریخت اس صورت میں یا اپنی گرہ سے دیتا ہوں گے یا اُن لوگوں سے کرایہ لیا جاوے۔

بہر حال اپنا کوئی استحقاق تدریس تنزیل نظارت وغیرہ کا رکھئے گا یا نہیں رکھئے گا تو در صورت غائب ہونے کے آپ کا کام وکیل کرے گا یا سپرد حکومت ہوگا وکیل کے ہونے پہ وہاں سے دو بہے کو وکیل کرنا مخصوص آپ کے ہوگا یا وکیل کے ذمہ بہر حال وکیل کس جنس کا ہوگا اور رعیت داری کے شرط کا غائب کو حاصل کرنا یہ امور معطل نہ رہیں کیسے ممکن ہے ان دس سوال کا جواب تفصیلی جس میں دوسرے احتمال کو دخل نہ ہو عنایت فرمائیے کہ امور محکمہ کو اغد سرکاری تفصیلی نام پر مبنی ہیں نیز تین چار ماہ کی راہ سے اجمال کا حل کرنا دشوار ہے۔

اسی وجہ سے مجھ کو افسوس ہے کہ میں نے اس آپ کی تحریر سابق کو آپ سے اگر حسب ضرورت کے صاف کر لیا ہوتا تو نہ یہ نا خبر ہوتی نہ یہ پوچھا پاچھی جس پہ آپ کی خموشی اور عدم اتفاقی نے اس کثرت سے تحریرات کی احتیاج ڈالی کہ دوری کے سبب سے بعض سے سؤ ظنی کے مواقع کا جواب جو چشم دید پہ موقوف ہے غیبت سے نہیں ہو سکتا ہے۔ بہر حال شیخ محمد عمر رسم محاکم اور کو ائف بلد سے پورے واقف ہیں جس شئے کو چاہیئے اُن سے دریافت کیجئے غالباً وہ شافی طور پہ کھٹک کو رفع کر سکیں گے اور یہ ساری بحث راجع طرف انتظام او رامر وقف کے ہے اگر آپ اُس کو مطلقاً فی سبیل اللہ اپنے ملک سے باہر کرتے ہیں تو پھر مکان جاہے جو ہوئے نہ آپ کو فکر کی حاجت نہ مجھ کو وصیت کی ضرورت ہرچہ باد آباد۔ مگر یکسوئی کرنا ضرور ہے والسلام۔

دعا کرتا ہوں اگر مرضی کے خلاف اس خط یا آئندہ خط میں کوئی کلمہ ہو تو بہ بنائے حسن ظن اس کا خیال نہ کیا جاوے فقط سب کو سلام و دعا جواب تحریری ہمراہ شیخ عمر کے روانہ فرمائیے کہ اس کے موافق کام کیا جاوے۔

محمد عبدالباقی الایوبی

(۱۶)

مدینہ منورہ

برادر عزیز القدر سعادت و اقبال تو امان سلمہ الرحمن

بعد سلام مسنون و دعا ہائے قرون آپ کا خط مسرت نمت مورخہ ۱۱ ربیع الثانی کل شب کو وصول ہوا حالت صحت عافیت

معلوم ہونے سے نہایت مسرور ہوا آپ کے مکان کے متعلق جو راجہ صاحب کو بار بار تحریر کرتا رہا اس سے مقصد ان کی سعادت آخرت تھی نیز مقصود یہ تھا کہ ان کی تحریر متعلق آپ کی تملیک کے حاصل ہو جو وقتاً فوقتاً میری نظر میں کار آمد ہے مگر ان کو ہر چند کہ عزم نہ تھا فسخ اخروی کی رغبت نہ ہوئی۔ مجبور کو کیا میں نے اپنا حق محبت ادا کر دیا در حالیکہ مکان آپ کا محقق ہو گیا۔ آپ مطمئن رہیں میں تا زندگی اور تشریف آوری آپ کے اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کروں گا چنانچہ امسال حسب تقاضائے وقت طریقہ حفاظت بھی معلوم ہوا کہ اس میں سکونت کی جاوے لہٰذا شفیقہ شمی سے پھر خوشنواز میں آ کر رہا ہوں۔ آپ کا مقصد متعلق خدمت علم شریف کے بدوں اجتماع ہم دونوں کے کسی طرح طے نہیں ہو سکتا لہٰذا سر دست اس سے سکوت کیا گیا اور مصارف مکان کی حکایت اب ضروری نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ میرا آپ کا حساب علیحدہ نہیں ہے اور صرف باب اللہ میں میرا آپ کا خزانہ ہے اس میں بحمدہ پوری کفایت ہے واسطے تقرب الٰہی کے جو چاہئیں معین کیجیے ماہانہ ہو خواہ سالانہ آپ جانیے جو کام کیجیے گا جانب اطلاق کا ضرور لحاظ رکھیے گا تقییدات کی حالت بدون عادت شہر و نواح ——— ہونے کے ٹھیک نہیں بنتی ہے۔ اہل مدینہ کی بابت جو خیر ہو گا وہ بلاشبہ جملہ خیرات کا مصداق ہو گا۔

حل اہل وظیفہ کا نہ پانا باعث شکایت ہوا اگرچہ ہر واسطہ تقسیم ظنون فاسدہ سے بدنام ہوتا ہے مگر اس شکایت نے سید صاحب کو نیک نام کیا اور حقیقت میں طریقہ تقسیم ہر شہر کا اس شہر میں ممدوح ہوتا ہے علاوہ اس کے خصوصی حوالہ سے ہر قوم والا اپنی مقصود بالخیر کے لئے امداد کرتا ہے اور میرے نزدیک عمومی امداد اگر طریقہ سے ہو خواہ خصوصی سلیقہ سے ہو تو اہل مدینہ کے ساتھ احسان کے مکافات خدا اور رسول پر ہیں۔ جس سے اعلا مکافات متصور نہیں۔ بعض حضرات ہند اپنے احباب و بکثرت سے شکایت پر ایذا دیکھ کر اس مکافات کو ضائع کر دیتے ہیں۔ محسنین کو اس کا لحاظ رکھنا ضرور ہے۔ میری طبیعت نہایت خوش ہوئی اس لئے کہ آپ کو اہل مدینہ کی طرف توجہ ہوئی جن میں مساکین ہند بھی داخل ہیں اور نہایت محتاج ہیں اور قوم پر ان کا حق ہے اور اہل مدینہ کا عموماً جملہ مسلمین پر بڑا حق ہے۔ بھائی میرے سال گزشتہ سے امسال کے مصارف کہیں زائد ہو گئے ہیں اور آمدنی بجز درگاہ خدا کے نہیں ہے ایسی حالت میں نقد سے جنس سے تجارت سے اعانت سے جو خدمت اہل مدینہ کی ہو وہ آخرت میں ان شاء اللہ عظیم النفع ہے۔ باقی خیریت ہے محمد کریم سب کو سلام کہتے ہیں۔

۱۵ رجمادی الاخر ۱۳۳۹ھ روز چہار شنبہ محمد عبدالباقی الایوبی

آپ کی فرمائش پر جو اسانید لکھے گئے وہ تین رسالوں میں مرتب ہوئے ایک رسالہ تو آپ جانتے ہیں اجمالی مشائخ کی فہرست ہے دوسرا رسالہ مسلسلات کا ہے جس میں دو سو سے زاید سلسلہ لکھا ہے تیسرا رسالہ سب سے بڑا ہے اس میں اسانید کتب حدیث پر ہر کتاب کی سند بتفصیل و بسط مندرج ہے زمانہ دراز ہوا کہ ختم ہو گئے ہیں۔ مگر بوجہ اس حرب و ضرب کے زمانہ کے آپ کو اطلاع نہیں دی گئی دیگر آنکہ مکان کا وہ حصہ جو فروخت ہوا ہے اس کا مالک گذر گیا وہ بیت المال کے قبضہ میں ہے اگر اس وقت خریدا جاوے گا تو نہایت ارزاں مل جائے گا۔ اور اس کے سبب سے آپ کے مکان کی تکمیل ہو جاوے گی۔

(۱۷)

مدینہ منورہ ۲۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۴ھ

برادر عزیز مولوی عبدالباری صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - آپ کا مسرت نامہ آیا حالات دریافت کر کے سخت رنج ہوا افسوس اگر اس وقت ہم کو مقدرت ہوتی تو تم سب کو خرچ بھیج کر بلاتا اور اپنے ساتھ رکھتا مگر اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور کوشش کرتا ہوں اگر ثمن مکان صغیر میں کچھ خدا نے چاہا اور بچا تو انشاء اللہ تعالیٰ روانہ کرتا ہوں۔ مکان کے قرضہ کے متعلق تم کو بالکل فکرمند نہ ہونا چاہیے جو ابتلا ہے تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ بکرم مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم دفع ہو جاوے گی ادھر کی جرأت ادھر کا اغماض شاید اسی میں بہتری ہو رب الارباب مسبب الاسباب ہے مجھ کو بھی ایک صدمہ پہونچا تھا مگر بلا بحمد اللہ بالا بالا چلی گئی اور محفوظ رہا اللہ تمہارا بھی حافظ ہے۔ بابت تخلیہ مکان یہ تدبیر کی گئی کہ چوبیس گنی پر فیصلہ کر لیا اور مکان خالی ہو گیا گو بزرگوں کی رائے دعویٰ کرنے کی تھی مگر اس میں بہت خرچ بیٹھتا تھا بالفعل دس گنی کا نقصان ہوا کام تو ہو گیا اس وقت یہ کہنا کہ اگر بذریعہ برادران عرب یہ کام کرتے تو یہ فائدہ نہ ہوتا لغو معلوم ہوتا ہے بقصد اللہ وما شاء فعل اب بعد تخلیہ میں نے اہل بلد میں اُن احباب کو دیا جو اصحاب حرمت ونصیحت کا اعمارت میں تھے ان کی تجویز سے معلوم تھا کہ اعتراض ہو سکتا ہے اور صورت بحمد اللہ نکلی ہے عنقریب اس سے فراغت کر کے پھر ہر اس مکان بیع کر دوں گا اور خدا سے امید ہے کہ قرضہ ادا ہو جاوے گا۔ آپ کو کچھ بھی فکر نہ ہونا چاہیے آنا نقصان تو ضرور ہوا کہ مکان آدھا یا ثلث رہ گیا اور وہ نصف مکان پورے کے برابر ہے مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بزرگوں کا تو خیال تھا کہ مکان چھوڑا رہا جاتا ہے لہٰذا رہن کر دیا جاوے اور کرایہ مکان نفع میں دیا جاوے ولیکن میں تو اس صورت کو بوجہ ربا ہونے کے اختیار کرنے سے معذور تھا مگر بحمدہ صورت رہن نہ نکلی اب اسی پر اتفاق ہے کہ بیع ہو افسوس ہے کہ میں اور آپ کوئی مقدرت نہیں رکھتے ورنہ بوجہ اس کی خوبی کے بیع کا افسوس تو ہے اور اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے اور آپ نے لکھا کہ میں حضوری مدینہ طیبہ کے واسطے چاہتا ہوں کہ چلا آؤں تو یہ بہت ہی عمدہ ہے اور میری نہایت تمنا ہے جس طرح ہو امسال آپ آویں خواہ تنہا یا مع اہل وعیال اگر قطب کو لانا نہیں ہو سکتا تو آپ کی نیابت میں وہ بارہا کام کر چکا ہے اور ہر چھوٹا بڑا ہوتا ہے اور ہر ناتجربہ کار بحکمت الٰہی تجربہ کار ہو جاتا ہے میرے نزدیک آپ اس کے احوال کو خدا کے سپرد کر دیجیے جو لڑکا بہ سپردگی خدا کیا گیا ہے وہ خوب ظاہر ہوا ہے میری طبیعت نہایت مشتاق سب کے دیکھنے کی ہے جو خدا چاہے گا بہتر ہو گا اللہ تعالیٰ آپکا نگہبان ہے اور پھر میں کہتا ہوں کہ مدرسہ بہ نظر زمانہ حال مناسب نہیں اور نہ وقف مناسب ہے اپنے ملک میں بنانا بہتر ہے خط آپ کا آپ کے چچا صاحب کو دکھلا دیا اور راجہ صاحب کا جواب انہوں نے دیکھا ظاہرا ان کو تسکین نہیں معلوم ہوتی اور یہ میرے فن کی بات نہیں یہ ان کے فن کی بات ہے لہٰذا تاوقتیکہ ان کو اطمینان اور بھروسہ نہ دیکھوں گا مجھ کو فکر رہے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو آپ اچھی طرح صاف کر لیں - اس واسطے کہ وہ امر جس میں سلامتی دین و دنیا عافیت میں نہ ہو میں نہ اپنے واسطے پسند کرتا ہوں نہ آپکے واسطے اور مجھ کو اپنے اوپر تکلیف اٹھانا آسان معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ آپ کو جو اس معاملہ میں اس وقت تک آپ کا معاملہ خیال کر کے میں بیٹھا ہوں اور تا ادائی قرضہ انشاء اللہ سب امور انگیز کر دوں گا اور پھر معاملہ آپ کا ہے اللہ تعالیٰ سے جیسا اس کام کا آغاز کیا انجام بہتر کرے اور یہ کہتا دے آپ ضرور اپنے چچا صاحب کو تحریر

کر دیجیے کہ وہ ثمن مکان سے ایک سو بیس گنی اپنے پاس امانت رکھیں تاکہ جس وقت موقع ملے میں اپنے نام سے بیع نامہ کرا لوں اور اگر انشاء اللہ اس موقع سے آپ کو جمعیت نامہ حاصل ہو جاوے تو آپ کے نام فوراً بیع نامہ ہو جاوے اور رقم مذکور بڑی رقم ہے اور مجھ کو امید نہیں کہ پھر عند الضرورت بہم ہو سکے اور جناب موصوف کو تپ و درد و آماس چہرہ ہو گیا تھا اب صرف خفیف آماس ہے اچھے ہیں۔ زمانے تھے کہ حساب دیکھ لو مجھ کو کوئی وجہ حساب دیکھنے کی نہیں تھی اس وجہ سے میں نے صرف قرضہ کی فہرست پوچھ کر جمع کر کے خیال کر لیا گیا تھا ہے تاکہ ادا کرنے کا خیال رہے اور بیع مکان میں راس المال کا پتہ چلے زیادہ کی ضرورت نہ تھی لہٰذا میں نے نہ دیکھا نہ مجھ کو ضرورت تھی برادرم مسبب الاسباب نے اگر رجوع خلق میں تم کو رکھا تو وہ تمھارے واسطے بہتر ہے اس کے غیر کی تمنا نہ چاہیے۔ جب سوا اس کا بہتر وہ جانے گا اس بہتر حال میں تم کو رکھے گا بندہ کو مالک سے ہر حال میں راضی رہنا چاہیے۔ آشوب زمانہ سے ہنوز دل و دماغ کو اطمینان نہیں اس واسطے اس وقت میرے سوئے مزاج کا تحمل آپ کو کرنا ضرور ہے، اگر نہ تحمل ہو تو دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مصائب سے نجات دے وقت دعا ہے ہمارے اعمال ہیں جو ہمارے سامنے ہیں اللہ ہم پر رحم کرے۔ والسلام

محمد عبد الباقی

خط، نواب حبیب اللہ صاحب ڈھاکہ

(۱)

احسن منزل ڈھاکہ ۱۷ جون ۲۶ء

کرمی معظمی جناب مولانا صاحب

بعد تسلیمات کے گزارش خدمت فیض درجت یہ ہے کہ حضور کا عطیہ خربزہ ملا، ممنون و مشکور رہا۔ جواب میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ میں ڈھاکہ میں موجود نہ تھا، لہٰذا امیدوار معافی کا ہوں۔

مرزا عبد الرزاق صاحب کی معرفت دو قالب پنیر ارسال خدمت ہے قبول کر کے سرفراز کیجیے۔

زیادہ دعا کا امیدوار ہوں کمترین حبیب اللہ نواب ڈھاکہ

خط، مولٰنا غلام بھیک نیرنگ

(۱)

باسمہ سبحانہ

از دفتر جمعیت تبلیغ الاسلام صوبہ راجپوتانہ و اجمیر و سنٹرل انڈیا ——— درگاہ بازار اجمیر شریف ۹ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ

مکرم و مخدوم حضرت مولانا زید مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مزاج اقدس۔ جناب اس عریضہ کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں گے کہ جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام کی شاخ اس علاقہ میں اور اس شاخ کا دفتر اس دار الخیر میں قائم ہو چکا ہے بحمد اللہ کام ہو رہا ہے عرس مبارک حضور سلطان الہند غریب نواز قدس اللہ سرہ کی تقریب سے فائدہ اٹھا کر اس موقع پر ایک تبلیغ کانفرنس کا انعقاد قرار پایا ہے جس کا نظام اوقات جناب کو یہاں تشریف لانے پر معلوم ہو جائے گا۔ اس خاکسار کی درخواست ہے کہ جناب از راہِ کرم اس کانفرنس میں رونق افروز

ہوکر حاضرین کو اپنے بیان سے مستفید فرمائیں اور کانفرنس کی کامیابی میں امداد عطا فرمائیں۔
اس سے زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں جبکہ جناب خود اس کام کی اہمیت سے کماحقہ آگاہ ہیں۔
زیادہ نیاز والسلام بندہ غلام بھیک نیرنگ

نوٹ: مولانا غلام بھیک نیرنگ آخری زمانے میں مرکزی اسمبلی کے ممبر رہے۔ تحریک مسلم لیگ میں بھی حصہ لیا۔ تقسیم ہند کے بعد انتقال ہوا۔

خط، سیٹھ ابراہیم ہارون جعفر

(۱)

ایسٹ اسٹریٹ پونہ ۳، اگست ۱۹۱۹ء

جناب عالی السلام علیکم مزاج اقدس

عرض ہے کہ مجھے مسلم ہائی اسکول پانچ گنی اعلاقہ بمبئی کے لئے ایک مدرس کی ضرورت ہے جو طالب علموں کو مذہبی تعلیم دے اور نماز پڑھائے۔ میرے مکرم دوست سیٹھ میاں محمد چھوٹانی صاحب نے مجھے ہدایت کی کہ جناب کو اس کے متعلق تکلیف دوں، اس لئے ملتجی ہوں کہ جناب مجھے ایسے شخص کی سفارش فرمائیں۔

تنخواہ چالیس روپیہ ماہانہ مع خوراک و رہائش ہوگی، اگر مناسب جانیں تو جناب تنخواہ میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ ارادہ ہے کہ بعد اجلاس امپیریل کونسل شملہ لکھنؤ آکر جناب کی قدم بوسی کروں۔

خاکسار

ابراہیم ہارون جعفر

(۲)

ایسٹ اسٹریٹ، پونہ مورخہ ۱۳، دسمبر ۱۹۱۹ء

مخدومی جناب مولانا عبدالباری صاحب دام افضالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبدالغنی صاحب کو مدرسہ پنچ گنی کے تمام زمانہ ملازمت کی ماہوار ادا کردی گئی نیز حسب قرار داد جناب میاں حاجی محمد حاجی جان محمد چھوٹانی صاحب ان کو واپس کر دیا جاتا ہے جس کا کرایہ مبلغ عنٰ علیحدہ دیا گیا ہے۔
آئندہ کسی مولوی صاحب کے تقرر کی بابت جناب چھوٹانی صاحب موصوف جناب والا سے خط و کتابت فرمائیں گے۔
امید ہے کہ جناب عالی خیریت سے ہوں گے۔

خاکسار

ابراہیم ہارون جعفر

خط نظام الدین حسن صاحب

(۱)

لاٹوش روڈ، لکھنؤ مرسے خیرباد تسلیم ۴، جولائی ۱۹۱۳ء سہ شنبہ

۱۔ بجواب عنایت نامہ مولوی عبدالباری صاحب بلا تاریخ موصلہ امروز نگارش ہے کہ بلا واقفیت حالات کوئی مشورہ کسی

مقدمہ میں دینا ممکن نہیں ہے۔

۲۔ اگر فرصت ہوگی تو میں خود پیروی کرسکوں گا ورنہ ڈاکٹر ناظر الدین حسن سلمہ اللہ کے سامنے تمام ضروری کاغذات پیش فرمایئے وہ جواب شافی انشاء اللہ دے سکیں گے۔

آپ کا خیر خواہ
نظام الدین حسن

(۲)

مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً

مسکن نمبر ۱۹ ٹاؤنشس ٹرک لکھنؤ   نمبر ۲۲۲ مجریہ مثل نمبر ۱۸ ۴ ۲ ۲ ۱۴ سنہ

بخدمت جناب مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ

میرے مہربان تسلیم

۱۔ استدراک کیا گیا ہے کہ حج بیت الحرام ۱۳۳۸ھ ہجری کے لئے کس قدر آدمی ضلع لکھنؤ سے جانے والے ہیں۔
۲۔ اگر آپ کو بذریعہ احباب کے تخمینہ مل سکے تو عنایتاً مجھ کو مطلع فرمایئے۔

۲۲ر جون ۱۹۲۰ء سہ شنبہ   آپ کا مخلص داعی بالخیر نظام الدین حسن

خط، شیخ شاہد حسین صاحب

(۱)

لکھنؤ، ۱۵ر جون

برادرم جناب مولانا صاحب

تسلیم، ہمدم نے جو خلافت کی خدمت کی ہے اُسے آپ تسلیم کر چکے ہیں۔ اس وقت امداد کی ضرورت ہے میں انیس احمد صاحب کو خدمت میں بھیجتا ہوں۔ وہ زبانی عرض کریں گے شہر لکھنؤ میں یہ پرچہ غنیمت ہے اس کا بند ہونا افسوسناک ہوگا۔

خادم شاہد حسین

(۲)

اسٹیلی ہال نینی تال ۲۹ر اگست ۱۹۲۱ء

جناب مولانا صاحب

السلام علیکم۔ آپ کا خط مورخہ ۲۱ر اگست نوشتہ مظفر علی صاحب محرر نواب صاحب چھتاری نے میرے پاس بھیج دیا جب اجتماع زمینداران آگرہ و اودھ کا ہو گا تب باضابطہ آپ کو ضرور اطلاع مجھ سے دی جائے گی۔

میں بہت ممنون ہوں گا اگر آپ اپنی رائے ترمیم قانون لگان اودھ پر جلد میرے پاس بھیج دیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس

بخاص توجہ کی جائے گی۔

دفعہ ۶۲ (ب) پر خاص طریقہ سے اعتراض ہے، کیا آپ اس کی جگہ کوئی دوسری عبارت تجویز کرسکتے ہیں؟ یہ مسودہ زمینداروں کا نہیں بنایا ہے، ہم لوگ خود متلاشی ہیں کہ کوئی ایسا مضمون اس دفعہ کا ہو جس سے زمینداروں کی عزت بدمعاشیاں محفوظ رہے، ورنہ گاؤں میں ایسے واقعی بدمعاش جن سے گاؤں والے بھی پناہ مانگتے ہوں، آزاد، بیخوف نہ رہ سکیں

اس لئے ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ دفعہ بطور آلہ ظلم قائم رہے، دفعہ ایسی ہو کہ عام رعایا بھی پسند کرے۔ دو اور مسئلے ہیں جن پر آپ اگر تحقیق سے مجھے مطلع کرسکتے ہوں تو براہ عنایت مجھے ضرور لکھئے:

۱۔ گرانی گیہوں کی کیا وجہ ہے۔ (الف) کیا یہ غلہ یونانیوں کے کام بذریعہ ریل براہ روس تو نہیں آرہا ہے۔ (ب) کیا بنیوں نے کوئی (اجتماع) آپس میں کرلیا ہے۔

۲۔ مدراس میں موپلا لوگ کیونکر کوڑے گئے؟ آپ مجھے اجازت دیں گے کہ اگر ضرورت ہو تو جوابات میں حضور ہز ایکسلنسی و سر لوڈوک پورٹر صاحب کے سامنے پیش کرسکوں۔ مولانا صاحب کی خدمت میں تسلیم الطاف الرحمٰن صاحب کو دعا۔

خادم شاہد حسین

خط، محمد اسماعیل خاں

(۱)

از دفتر صدر خلافت کمیٹی، صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میرٹھ — ۲۶ مارچ ۱۹۲۱ء

بخدمت گرامی جناب مولٰینا مولوی محمد عبدالباری صاحب فرنگی محل

مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ موصول ہوکر کاشف حالات ہوا علالت طبع کا حال معلوم ہوکر تشویش ہے خداوند شافی مطلق جلد صحت عطا فرمائے۔

اگر جناب کو صحت اس وقت تک ہوجائے تو ضرور تشریف لائیے اس لئے کہ بہت سے معاملات بغیر حضور کے معرض التوا میں رہیں گے، مثلاً صلح نامہ ٹرکی کے متعلق بہت کچھ غور کرنا ہے اور اس میں آپ کی رائے عالی کی از حد ضرورت ہے لہذا میں آپ کی خدمت میں پھر ملتجی ہوں کہ آپ کانفرنس میں ضرور شرکت فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام۔

نیازمند

محمد اسماعیل خاں صدر خلافت کمیٹی صوبہ متحدہ میرٹھ

خط، نواب ذوالقدر جنگ

(۱)

مخدومی، السلام علیکم۔ کل رات ہی کو جو مزید واقعات مجھے معلوم ہوئے ہیں ان کے پیش نظر اس جلسہ میں دیر نا مناسب ہے آپ کی نسبت جو غلطی ہے وہ رفع تو کیا ہوگی مگر اپنی طرف سے علانیہ صفائی میں دریغ نہ کرنا چاہیے، مگر اس وقت آپ کے خود

حالات ایسے متقاضی ہیں کہ کسی اور طرف متوجہ ہوں مگر واقعات ایسے خدانخواستہ نازک ہو گئے ہیں کہ اُن سے بے پروائی نہیں ہو سکتی، میری رائے ہے کہ التواء تک جلسہ ہو جانا چاہیے۔

۱۷ ذی الحجہ — خاکسار ذوالقدر جنگ

(۲)

۱۷ محرم الحرام ۱۳۳۹ ہجری

مخدومی آداب و تسلیمات۔ وزیر علی صاحب حامل ہذا اس عریضہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آدمی کام والے ہیں کیا عجب ہے کہ حضور آپ کے ذریعہ سے غریب کا کام نکل جائے اور ان کے کھانے پینے کا سرانجام ہو جائے۔ آپ کے در سے کوئی محروم نہیں جا سکتا۔ میں اگر کچھ کر سکتا تو ہرگز دریغ نہ کرتا۔

خاکسار ذوالقدر جنگ

خط، نواب عبدالمجید خاں

(۱)

جون پور ۱۶ ذی الحجۃ

جناب مخدوم و مکرم بندہ زاد فیوضکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حامل عریضہ منشی ذاکر علی صاحب کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور وہ میری استدعا آپ کی خدمت میں پیش کریں گے یہ مسئلہ جو آج کل درپیش ہے اور جو منشی صاحب موصوف آپ سے عرض کریں گے وہ بلحاظ قومی معاملہ نہایت اہم ہے۔

میرے اور آپ کے خاندان کے درمیان مراسم قدیمانہ ہیں جن کا اظہار بسیط عبارت میں کرنا اس موقعہ پر درست نہ ہوگا اور مجھے آپ کے یہاں کے قدیم عنایات کے لحاظ سے امید قوی ہے کہ کیا بلحاظ پیشوائے مسلمانان اور کیا بلحاظ عنایات دیرینہ آپ پوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اور میری استدعا کو قبول فرما کے مجھے زیر بار عزت و احسان فرمائیں گے۔ امید خدا سے ہے کہ آپ مع الخیر والعافیت ہیں۔

زیادہ بجز شوق ملاقات اور کیا عرض کیا جائے۔ نیازمند محمد عبدالمجید (نواب۔سی۔آئی۔ای)

خط، نواب امین جنگ

(۱)

حیدرآباد دکن ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء

مولانا مکرم و معظم جناب محمد عبدالباری صاحب دام مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کے کرم نامے کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جس اسلامی خلوص سے آپ نے میرے فرزند کی وفات

کی نسبت تعزیت ادا فرمائی ہے اس کا میں بہت ممنون ہوں۔ الحق آپ نے (وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر) کے حکم کی تعمیل فرمائی ہے۔

جناب محمد الطاف الرحمٰن صاحب اور جناب شیخ احسان الرحمان صاحب جو لندن میں ہیں دونوں کا شکریہ میری طرف سے ادا فرمایا جائے۔ والسلام

احمد حسین امین جنگ

خط محمد اکبر خاں

(۱)

۱۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء ہوتی صوبہ سرحد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی جناب مولانا صاحب ادام اللطف

بعد از سلام مسنون تحریر بہ خدمت ہے کہ اظہار تشکر کے طور پر بندہ تین عدد پارچہ جات ریشمی برائے خانہ اور ایک لنگی ریشمی بمعہ کلاہ زری جناب کے لئے ارسال کرتا ہے بمعہ پارسل کا نمبر ۱۲۱ ہے۔ براہ مہربانی رسید سے مطلع فرمائیں۔

امید ہے کہ آپ اس حقیر تحفہ کو منظور فرما کر سرفراز فرمائیں گے۔ فقط

راقم آپ کا مخلص صادق

میجر محمد اکبر خان چیف آف ہوتی

ہوتی

تفصیل پارچہ جات:

۱۔ ایک عدد نقان بخاری کناوریہ۔ ۲۔ بخاری برائے قمیص۔ ۳۔ ریشمی دوپٹہ۔ ۴۔ سفید ریشمی لنگی ۶ گز۔ ۵۔ ایک عدد کلاہ زریں

خط، نواب علی حسن خاں

(۱)

مورخہ ۲۲ راگست ۱۹۱۶ء

منجانب صفی الدولہ حسام الملک ابو نصر نواب سید محمد علی حسن خاں صاحب بہادر صدر نشین

عالی جناب زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولانا مولوی حاجی حافظ محمد قیام الدین عبد الباری صاحب قبلہ دام مجدکم

السلام علیکم۔ آپ کی ذات اقدس سے ایک آنہ فنڈ کو وقتاً فوقتاً تقویت حاصل ہوتی رہتی ہے، مبلغ ۔۔۔ جناب عالی نے ۱۲ر جولائی ۱۹۱۶ء کو صدر دفتر میں ارسال فرمائی اس کی رسید نمبر ۴۲/۷ مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۱۶ء ارسال ہے۔ مسجد مولانا ہرن چرک کی پیمائش ایک آنہ فنڈ کے مہتمم تعمیرات صاحب نے کی اور انہوں نے اس کے دو تخمینے بنائے ہیں ایک تخمینہ تو بہ نسبت موجودہ حالت کی مرمت کا ہے جس میں صرف مبلغ مالعہ خرچ ہوگا اور دوسرا تخمینہ مسجد کو از سر نو ذرا بلند کرسی دے کر تعمیر کرنے کا ہے اس میں مبلغ ۔۔۔ صرف ہوگا اور نقشہ مجوزہ بھی ارسال ہے محرابوں اور میناروں میں پھول وغیرہ بھی بنائے جائیں گے نہایت خوشنما مسجد تعمیر کرائی جاسکے گی اپنی رائے عالی سے سرفراز فرمایئے مگر اس قدر خیال آنجناب کو بحالت جدید تعمیر رکھنا ہوگا کہ دو چار اصحاب سے تذکرہ اس مسجد کی اعانت کے لئے ارشاد فرما دیجئے گا، پس پھر یہ مسجد نہایت سرعت کے ساتھ تعمیر ہو جائے گی۔

موجودہ حالت کی مرمت کی جائے یا از سرِ نو بلند کرسی دے کر تعمیر کی جائے۔ آخری صورت انسب معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس موقع پر پارک بنتے والا ہے اُن خوشنما عمارتوں میں خانۂ خدا کیوں بدنما وضع پر قائم رہے۔

امید کہ جواب سے سرفرازی بخشئے گا، بعد ملاحظہ دونوں تخمینے اور نقشہ مجوزہ واپس فرما دیجیے گا۔ اگر آپ تجویز فرمائیں گے تو اس نقشہ اور دونوں تخمینوں کی ایک ایک نقل آپ کے پیشِ نظر رہنے کے لئے ارسال کر دی جائے گی۔

خاکسار محمد علی حسن

صدر نشین محکمہ عالیہ ایک آنہ فنڈ، لکھنؤ

(۲)

مخدوم محترم عالی جناب مولانا مولوی عبدالباری صاحب زاد برکاتہم

بعد سلام مسنون و تحیۂ مشحون التماس آنکہ والا نامہ مورخہ ۳۰ رمضان شریف کا دلی شکریہ، خاکسار کو مقاصد اسلامیہ کے ساتھ دلی ہمدردی ہے مگر اپنی طویل سلسلۂ علالت کی وجہ سے اس قدر دور و از سفر شملہ سے معذور رہے۔ زیادہ نیاز

۳ جولائی ۱۹۱۹ء خاکسار محمد علی حسن کان اللہ لہ

(۳)

بھوپال ہاؤس لکھنؤ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۹ء

حضرت مولانا محترم

السلام علیک۔ کل صبح ٹھیک ۹ بجے غریب خانہ پر مختصر دعوت ہے، نہایت مسرت ہوگی اگر جناب اپنی شرکت سے مسرور فرمائیں گے

والسلام خاکسار محمد علی حسن خان

خط۔ عبدالمجید خواجہ

(۱)

جسب باغ علیگڈھ ۲ جون ۱۹۱۵ء

ذوالمجد والکرم ادام اللہ افضالکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گرامی نامہ نے صادر ہو کر عزت افزائی فرمائی۔ عزیزی محمد سعید الرحمٰن کے لئے جو کچھ ممکن تھا وہ کیا گیا، جو حالت یہاں کی ہے وہ بہ زبانی آپ سے عرض کر دیں گے۔ بحالت موجودہ مجھے قطعی کوئی امید نہیں معلوم ہوتی اور اور اگر تائید غیبی سے کوئی صورت نکل آئے تو سبحان اللہ۔ ایک صورت مجھے معلوم ہوئی تھی گو مجھے تو انکار کر دیا گیا مگر سعید الرحمٰن سلمہ کو بتا دی ہے اگر موجودہ کوشش جو وہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے کرنے کا وعدہ فرمایا ہے ناکامیاب ہوئی تو اس صورت کی طرف توجہ کی جا وے تو شاید کچھ نتیجہ نکل آئے، میری خوشدامن صاحبہ اسی روز الہ آباد روانہ ہو گئی تھیں۔ اس لئے جو کتاب جناب نے بھیجی تھی وہ یوں ہی واپس جا رہی ہے مگر ابھی ابھی میں نے اس کتاب کا نام دریافت کیا اور یہ قصد کر لیا کہ تا صدورِ حکم آں جناب لے لے بھیجنے

پاس رکھوں یہ جیسا ارشاد ہوگا اس کی تعمیل کی جائے گی اس وقت اس سے مجھے بھی کچھ فیض نصیب ہوگا۔

سعید الرحمٰن صاحب سے یہاں کے حالات سن کر مجھے امید ہے کہ آنجناب اس قومی کالج کی طرف راجہ صاحب محمود آباد کی توجہ مبذول فرمائیں گے وہ اس کے امین ہیں اور یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی بحالت موجودہ سب سے بڑی امانت ہے۔ ابھی میں بھی ہوں مگر مجبور و معذور، خدا کرے کوئی مرد خدا اس طرف متوجہ ہو، سید حسن بلگرامی مرحوم سے کچھ امیدیں تھیں مگر وہ ان کے ساتھ دفن ہوگئیں گھر میں پہلے الٹی جانب پہلو پر درد تھا وہ خدا کے فضل سے جاتا رہا اور تین چار دن طبیعت اچھی رہی اب پرسوں سے پھر زیادتی ہے۔ اور اب سیدھی جانب ہے، دعا فرمائیے کہ جلد صحت ہو جو نسخے لکھنؤ سے آئے تھے وہ استعمال ہوئے اگر آپ کچھ عطا فرمائیں تو میں بہت ممنون ہوں گا۔ جب سے بھائی شوکت علی کی جانشینی کی ہمت کی ہے۔ طرح طرح کی دقتوں فکروں اور پریشانیوں میں گرفتار ہوگیا ہوں دشمنوں کی حد نہیں رہی مگر ایاک نعبد و ایاک نستعین کہنے والا، دشمن اگر قویست نگہبان قوی ترست سے دل خوش کر لیتا ہے، آج آپ کا والا نامہ نسبت خدام کعبہ ہمدرد میں دیکھ کر دل کو ہمت و مسرت ہوئی خدا آپ کو زندہ سلامت و تندرست رکھے اور ہم لوگوں کا ایمان برقرار رہے۔ نماز جنازہ کی دعا کا آج کل ورد رکھتا ہوں خدا کرے کہ ہم میں سے جو زندہ رہیں تو اسلام پر اور مریں تو ایمان کے ساتھ، مولانا آج کل حال نہ پوچھئے، علی گڑھ میں عجیب حال ہے قالوا بلیٰ جن روحوں کے لئے ارشاد ہوا ہے وہ بلیٰ کہنے والوں کی روحیں علی گڑھ میں بہت کم ہیں کو دنیوی معنی میں بستی اور حج حضور ایک ہی چیز ہے، آپ کی زیارت کو بہت دل چاہتا ہے خدا جلد نصیب کرے گھر میں آداب و سلام عرض کرتی ہیں۔ والسلام۔

خاکسار عبدالمجید خواجہ

مکرر عرض ہے کہ ایک دری خورشیدی بیگم کی طرف سے حسب الحکم معظمہ و محترمہ جنابہ شہیدہ بیگم صاحبہ کے لئے علی گڑھ کی بنی ہوئی ارسال خدمت ہے، اور حویلی میں سب کو سلام و آداب فرما دیا جائے۔

نوٹ: خواجہ عبدالمجید صاحب مشہور سیاسی رہنما کا یہ خط مسلم یونیورسٹی کے حالات کے متعلق ہے
سعید الرحمٰن مرحوم مکتوب الیہ کے فدائی اور مرید تھے۔ خواجہ صاحب کی خوشدامن
بیگم سربلند جنگ مکتوب الیہ کے والد ماجد کی مریدہ تھیں۔

خط، مظہر الحق صاحب

(۱)

پٹنہ ۲۸ مارچ ۱۹۲۲ء

جناب والا تسلیمات عرض ہے۔

ڈاکٹر محمود صاحب کے مقدمہ کی تاریخ ۵ اپریل مظفر پور میں مقرر ہوئی ہے، اسی روز مقدمہ پیش ہوگا۔ یہ سن کر کہ جناب کی طبیعت اکثر میں خراب ہو جاتی ہے تردد ہوا۔ اللہ پاک آپ کی سی مقدس ذات کا سایہ تمام مسلمانوں کے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔ زیادہ تسلیم

نیاز کیش، مظہر الحق، صداقت آشرم ڈاکخانہ دیگھا گھاٹ پٹنہ

نوٹ: بہار کے مشہور قائد ڈاکٹر محمود کے خسر۔

خط، شمس الہدیٰ صاحب

(۱)

کلکتہ ۷ر جولائی ۱۹۱۸ء

مولانا تسلیم۔ عنایت نامہ باعث شکر ہوا۔ اگزیکیٹو کونسل کی ممبری حسب معمول پانچ سال کے لئے تھی بعد انقضائے مدت اب ہائی کورٹ کلکتہ کا جج ہوں اگر حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اس ناچیز کو کسی خدمت کے لائق سمجھیں تو زہے شرف اور میں بدل و جان حاضر ہوں، مگر یہ ضروری ہے کہ حسب ضابطہ حضور نظام کی طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا کی اجازت لی جائے۔

شکر احسانات سید شمس الہدیٰ

خط، خواجہ شہاب الدین

(۱)

۱۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء

مخدومی مکرمی معظمی زاد الطافکم السلام علیکم

مزاج گرامی ایک امر دریافت طلب ہے جناب کے سوا اس مضمون کے لئے میں ہندوستان میں اور کس کو انتخاب کر سکتا تھا۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے لقا ثابت ہے یا نہیں، غالباً امام ترمذی اس کے قائل ہیں کہ ان کا لقا ثابت نہیں اور اسمائے رجال کی کتابیں بھی شاید اسی کی شاہد ہیں ایسی حالت میں حضرات چشت علیہم الرضوان کا سلسلہ نامکمل ہو جاتا ہے۔

اخبارات کے ذریعہ سے آنجناب کی سرگرمی اور مصروفیت کا حال معلوم ہوتا رہتا ہے ایسے نازک حالات میں ہماری دعا ہے کہ کل کارکنان خلافت جو کچھ بھی کریں خدا اور اس کے نبی برحق کے منشا اور تعلیم کے موافق عملدرآمد کریں۔ آج کل جیسی اجتہاد کی گرم بازاری ہے ڈر ہے کہ کہیں یہ مذہبی تحریک قومی قالب میں ڈھل کر اسلام کے منصوص احکام باقی نہ رہیں اور رفتہ رفتہ یہ ایک قومی تحریک کی صورت اختیار نہ کر لے، یہ دوسری بات ہے کہ بحیثیت ایک ہندوستانی کے مجھ کو حیات ملی کے قیام و استحکام نیز دور جدید کی تہذیب و تمدن و نام نہاد آزادی کے لئے کیا کرنا چاہیے میں نہایت وثوق کے ساتھ کہتا ہوں آپ جیسے بزرگوں کے سوا اکثر لیڈران قوم اب تک قومی ضرورت سے مذہب کے احکام کو شریک کار بنا لیتے ہیں۔ ہندوستان کی گذشتہ تاریخ اس کی شاہد ہے کہ علمائے دین اس سے پہلے برابر نظر حقارت سے دیکھے جاتے تھے اور آج اکثر موقعہ پر ضرورتاً ان کو ایک فانی پوزیشن دے دیا گیا ہے خدا انجام بخیر کرے۔ نہایت ادب سے عاجزانہ التماس ہے مہربانی فرما کر حماد میاں کے متعلق ان کے متعلقین نہایت پریشان ہیں لہٰذا امید ہے کہ مہینہ میں دو بار خیریت نامہ لکھ دینے کی ہدایت فرما دیں۔ زیادہ حد ادب

کمترین خواجہ شہاب الدین

نوٹ: خواجہ شہاب الدین پاکستان کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ آج کل وزیر اطلاعات و نشریات ہیں۔

خط، ابوالقاسم

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بردوان ۵ پارکرس روڈ
۸ر اگست ۱۹۱۸ء

مولانا محمود صاحب ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سرفراز نامہ حضور عالی مورخہ ۲۴ شوال سنہ حال بتاریخ ۴ بردوان شرف ورود ہو کر باعث افتخار این ہیچمدان ہوا۔ مضمون ڈیلی نیوز کو میری نظر سے تو نہیں گزرا تھا مگر اس کی اطلاع مجھ کو ہو چکی تھی چنانچہ گذشتہ یکشنبہ کو مسلم لیگ کے جلسہ میں یہ بات طے پائی ہے کہ دوبارہ تدارک امر مذکور قانونی کاروائی کی جائے، لیکن قبل اس کے کہ عدالت دیوانی میں مقدمہ دائر ہو حصول اجازت گورنمنٹ کی ضرورت ہے اما حضور منظوری تحریک عامہ مسلمانان پر منحصر ہے بنابریں بتاریخ ۱۰ ر اگست حال انعقاد مجلس جمہور مسلمانان ضلع بردوان قرار پائی ہے، بندہ نے بھی نوٹس دربارہ استفسار متعلق امر ہذا کونسل کو دے دی ہے کونسل کا جلسہ ۴ ر ستمبر کو ہوگا۔

حضور خاطر جمع رکھیں کہ میرے امکان میں جو کچھ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا۔ حضور دعا فرمائیں کہ ناصر حقیقی مدد فرمائے۔

زیادہ حد ادب۔ فقط

بندہ خاکسار ابوالقاسم

نوٹ: بنگال کے مشہور قائد۔

خط، مقبول محمود صاحب

(۱)

شملہ ۲۶ ر جون ۱۹۲۰ء

قبلہ و کعبہ ام السلام علیکم

طالب خیریت۔ زندہ ہوں شکر ہے ایک استفسار کے لئے حاضر ہوتا ہوں تصدیعہ معاف ہو خلافت کے متعلق جو وعدہ خلافیاں دول یورپ کی طرف سے کی گئی ہیں قدرتی ہے کہ ان کا ہر مسلمان کو دلی صدمہ ہو، دیکھنا یہ ہے کہ اس دلی رنج کے اظہار کا بہترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے جس سے ممکن ہے کہ ترکوں کو بھی فائدہ پہنچے اس سلسلہ میں خلافت ڈیپوٹیشن جو خدمت سرانجام دے رہا ہے محتاج بیان نہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان میں میرے مسلمان بھائی اس ایجی ٹیشن کو ایسے جامے پہنا رہے ہیں جو نہ تو عملی طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ترکوں کو ان سے کسی قسم کا فائدہ پہنچ سکتا ہے چند غیر ذمہ دار ہستیوں کے ہاتھوں جو گت ہجرت اور جہاد کی بنی آپ پر خوب روشن ہے۔ اب سوال عدم تعاون سے متعلق ہے۔ معاف رکھیے میری ناقص رائے میں یہ تجویز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی سودیشی تحریک کا خیال نہایت مبارک اور مفید ہے مگر اس سے آگے میں حیران ہوں کہ کہاں تک جائز توقع کی جا سکتی ہے، مہاتما گاندھی ایثار کے فرشتے ہیں لیکن ہم لوگ محض آدمی اپنی مجبوریات

میں گھرے بیٹھے ہیں دنیا کی کشمکش میں جلتے ہوئے ملازمین سے جو محنت کر کے ایک کنبہ کا پیٹ پالتے ہیں یہ توقع رکھنا کہ وہ نوکری چھوڑ کر بیٹھ جاویں گے کہاں تک جائز ہے آپ خود سوچیے - ایسی تجاویز کا پاس ہو کر ناکامیاب رہ جانا مقصد خلافت کے لئے مضر ہے اس لئے ہمیں شروع ہی سے ایسی روش اختیار کرنا چاہیے جو نبھائی جا سکے - یہ مسئلہ مجھے سخت پریشان کر رہا ہے اور میں حیران ہوں کہ مستقبل ہمارے لئے کیا رنگ لائے براہ نوازش مطلع فرمائیں کہ جناب کی عدم تعاون کے متعلق کیا رائے ہے -

میں ایک مہینے سے یہاں ہوں پرسوں انشاء اللہ امرتسر واپس جاؤں گا جواب وہاں ہی ارسال فرمائیں.

(شیش محل سول لائن امرتسر)

والسلام حاضرین مجلس و پرسان حال کی خدمت میں سلام -

تابعدار غلام نیازمند مقبول محمود

نوٹ . یہ مقبول محمود پنجاب کے مشہور لوگوں میں سے تھے -

خط، سید اُلفت پاشا

(۱)

جامعہ اسلامیہ علی گڈھ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۰ء

مخدومی مکرمی جناب قبلہ گاہی صاحب دام اقبالکم

قدمبوسی اور سلام مسنون کے بعد گزارش ہے کہ عالی جناب مولانا محمد علی صاحب کے توسط سے جناب کی روانہ کی ہوئی کتابیں ملیں ہر ایک میں سے ایک جلد میں نے لی اور باقی یونیورسٹی لائبریری میں رکھ دیں ہیں -

جناب کی عنایت کا میں بیحد مشکور ہوں اور صحیح عملی شکریہ یہ ہوگا کہ میں ان کو خوب اچھی طرح سے پڑھوں مجھے امید ہے کہ آپ اسی پر اکتفا نہ فرمائیں گے بلکہ خدائے کریم کے جناب میں میرے لئے دعا فرمائیں گے کہ مجھے ان کے پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق دے اور میری مدد کرے آمین -

عریضہ ارسال خدمت کرنے میں دیر البتہ ہوئی جس کی دست بستہ معافی چاہتا ہوں امید کہ جناب اس تاخیر کو از راہ کرم معاف فرمائیں گے جناب اپنے کسی عزیز کو بھیجنے کا ذکر فرماتے تھے سو وہ ابھی تک نہیں آئے، امید کہ آپ انھیں ضرور روانہ فرمائیں گے۔

فقط زیادہ حد ادب احقر سید الفت پاشا

خط، نواب چھتاری

(۱)

چھتاری ضلع بلند شہر ۲۴ اگست ۱۹۲۱ء

مکرمی السلام علیکم مزاج شریف، آپ کا خط پہنچا کاشف حالات ہوا شیخ شاہد حسین صاحب لکھنؤ میں زمیندارانِ مالک

متحدہ آگرہ واودھ کے ایک جلسہ کا اہتمام کر رہے ہیں، جلسہ ۲۴ اکتوبر کو ہوگا میں نے آپ کا خط شیخ صاحبؒ موصوف کو بھیج دیا ہے وہ آپ کے پاس بھی دعوتی خط بھیجیں گے آپ ضرور شریک جلسہ ہو جائیے گا۔ واقعی زمینداروں کے لئے سخت نازک وقت ہے آپ کی روشن خیالی قابل شکر اور تعریف ہے۔

نیاز مند (نواب) محمد احمد سعید خاں

لہ شیخ مقبول حسین تعلقہ دار گدیہ۔ شیخ مشیر حسین قدوائی کے بھائی۔ کشمیر میں وزیر مال تھے۔

نوٹ: نواب صاحب چھتاری محتاج تعارف نہیں۔

خط، محمود اللہ صاحب

(۱)

لندن ۸ رجولائی ۱۹۲۱ء

قبلہ و کعبہ ادام اللہ تعالیٰ بقاءہ

بفضل الٰہی خاکسار بخیریت ہے آنجناب سے عاجزانہ التماس ہے کہ درگاہ الٰہی میں خادم کے لئے دعا فرماتے رہیں، والدہ ماجدہ کے خطوط سے حضور کی خیر و عافیت معلوم ہوتی رہتی ہے۔ انگلستان میں آج قریب ۸ ماہ کے ہوتے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح کا آرام ابھی تک رہا خدائے تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ ساتھ کامیابی کے اس دار الحرب سے نجات ملے۔ بڑے بھائی صاحب (محمد اللہ) کی طرف سے جناب کی خدمت میں آداب عرض ہے، یہاں سب کچھ ہو رہا ہے مگر بقول شخصے ؎

سکوت آموز طولِ داستان عرض ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تابِ سخن بھی ہے

خادم محمود اللہ
پسر نواب سربلند جنگ

خط، احمد حسین صاحب

(۱)

۷۸۶

مخدوم و مکرم بندہ جناب مولانا عبد الباری صاحب زاد عنایتہ

بعد سلام علیک کے دست بستہ التماس ہے کہ میں آنجناب کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں وہ احمد حسین ہیڈ کنسٹبل پولیس متعینہ کار خفیہ قصبہ دیوبند ضلع سہارن پور ہوں کہ جس نے مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا وہ بیان جو انہوں نے عدالت کراچی میں دیا تھا اور جس کو مولوی مبین الدین صاحب اور مولوی عزیز گل صاحب نے پڑھ کر سنایا تھا اور میں نے ہنگام تحریر لکچر متاثر ہو کر

پولس سے سب سے اول ضلع سہارن پور میں استعفا دیا اور میرا تذکرہ ۲۱ یا ۲۲ یا ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے ہمدم اخبار میں شائع ہوا ہے، اب میں آپ سے اس کا امیدوار ہوں کہ مجھے بھی کوئی خدمت سپرد کی جائے کیونکہ آج کل قحط سالی کا اثر زیادہ کمزور کر رہا ہے جوان اور مستعد آدمی ہوں اور ہر کام کرنے کو تیار ہوں امسال مرے واسطے ٹریننگ کی روانگی کا انتظام ہو چکا تھا اور اب بھی افسران پولیس میری واپسی کی فکر میں ہیں کہ میں واپس چلا آؤں ریاست میں بھی میرا سلسلہ تھا مگر اس خیال سے کہ گورنمنٹ کا اثر نہ پڑے اور پھر نکالا جاؤں کوئی کوشش نہ کی جو کچھ آنجناب میرے معاملہ میں امداد فرما سکتے ہوں اس سے بھی مطلع فرمائیے گا۔

راقم احمد حسین مستعفی شدہ حال ریاست رام پور

بر مکان ننوں میاں صاحب ٹھیکیدار محلہ مسٹن گنج

۲۵ر نومبر ۱۹۲۱ء

خطوط، عبدالمجید صاحب

(۱)

۷۸۶

السلام علیکم

آپ کا کارڈ ملا، نہایت ممنون ہوں ملاقات و قدمبوسی کا بہت اشتیاق ہے۔ لیکن کام حد سے زیادہ ہے نیز میری بیوی بھی بیمار ہے گو خدا کا شکر ہے پہلے سے حالت زیادہ اچھی ہے۔ آپ دعا کیجیے امید ہے چند روز کے عرصہ میں صحت کلی حاصل ہو جائے گی ان وجوہات سے اور خلافت کے روز افزوں کام سے سندھ سے فی الحال باہر نہیں جا سکتا ہوں۔

زیادہ خیر والسلام

بندہ

عبدالمجید حیدر آباد سندھ

نوٹ: شیخ عبدالمجید سندھی سندھ کے مشہور قومی رہنما۔

خطوط، ڈاکٹر نعیم انصاری

(۱)

۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۳۸ء — از خلافت اسٹور امین الدولہ پارک لکھنؤ

راس المحدثین زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین جمیل المناقب عمیم الاحسان فخر قوم حضرت قبلہ مولانا عبدالباری صاحب انصاری مدظلہ العالی

بدیہ سلام مسنونہ کے بعد متکلف ہوں کہ (بموجب تذکرہ زبانی) رفاہ عامہ کے خیال کو ملحوظ رکھ کر نیز باغراض مقتضائے وقت خلافت اسٹور سودیشی پارچہ امین الدولہ پارک میں قائم کر دیا گیا ہے جس میں نہایت قلیل منافع یعنی صرف ایک آنہ روپیہ لیا جانا قرار دیا گیا ہے چونکہ ضرورت استعمال و فوائد استعمال اشیائے سودیشی کی اسپرٹ نہ محض عوام الناس میں بلکہ

خاص اصحاب میں بھی یہاں بہت کم ہے اس لئے بضرورت فروغ کار حضرات لکھنؤ کو فوائد ضرورت استعمال اشیائے سودیشی کے مسئلہ پر بخصوصیت متوجہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ لہٰذا مؤدبانہ التماس ہے کہ جناب والا بذات خود خلافت اسٹور مذکور کی سرپرستی قبول فرما کر کارکنان اسٹور کی عزت افزائی و رہنمائی فرمائیں اور پبلک کو مرہونیت مزید کا موقع عطا فرمائیں۔ (نوٹ ضروری لائق گزارش) چونکہ قبولیت ذمہ داری سرپرستی خلافت اسٹور کے لئے اقتدار و اختیار دائر کر دینے کی ضرورت ہے لہٰذا جملہ اختیارات و اقتدار بحیثیت دائر کردہ اسٹور مذکور جناب والا کی خدمت میں بامید منظوری پیش کئے جاتے ہیں۔

عقیدت کیش اور جناب کا بہت ہی مشکور

ڈاکٹر محمد نعیم انصاری

نوٹ: نعیم انصاری مرحوم مکتوب الیہ کے مخصوصین میں سے تھے بتعاون کے طبی وفد میں گئے تھے۔

خط، اظہار الاسلام صاحب پانی پتی

۷۸۶

حامداً و مصلیاً و مسلماً

حضور عالی سیدنا و مرشدنا دام اقبالہ

نیاز مند ۳۰ جنوری کو عدالت کرنال سے زیر دفعات ۱۱۷ تعزیرات ہند ۹ ماہ کے لئے سزا یاب ہو کر انبالہ جیل میں مقید ہے چونکہ یہ زمانہ اصلاح کے لئے کافی زمانہ ہے امیدوار ہوں کہ جس طرح ارشاد ہو یہ خادم بسر کرے۔ در دست تعین اوقات اس طرح سے کر رکھا ہے رات کو دو ڈھائی بجے کے بعد نماز تہجد سے فراغت پا کر (حضور کے اجازت دیئے ہوئے اوراد میں سے) قصیدہ غوثیہ ایک بار دعائے حزب البحر ایک بار اوراد فتحیہ ایک بار دعائے سیفی ۳ بار دعائے مغنی ۳ بار دعائے حیدری ۲ بار بعد میں درود تاج، درود لکھی وغیرہ۔ صبح کی نماز میں درمیان سنت و فرض سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ ایک سو ایک بار بعدہٗ ایک پارہ کلام مجید یا نو سورہ پھر جیل کی مشقت وغیرہ عصر و مغرب کے درمیان ایک یا ڈیڑھ پارہ کلام مجید۔ متذکرہ بالا اوراد کا نیاز مند نے اکثر جیل سے پہلے بھی ہمیشہ معمول رکھا ہے اور اکثر متواتر ایک سال تک بھی نباہ دیا ہے لیکن ناغہ بھی غفلت میں اکثر مہینوں کو ہی ہوتا رہا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس زمانہ اسیری میں باقاعدہ اوراد مذکورہ بھی ادا کروں خصوصاً دعائے سیفی اور دعائے حیدری کی لیکن چونکہ جلالی میں اجازت زکاۃ کا مودبانہ خواستگار ہوں ذرہ نوازی سے بعید نہ ہوگا اگر اجازت مع ہدایات عطا فرما دی جائیں نیز شجرہ کا دست بستہ خواستگار ہوں ورنہ جو ورد وغیرہ نیاز مند کے لئے حضور والا بہتر سمجھیں مع اجازت زکوٰۃ نیز یہ تو اطلاع دے چکا ہوں کہ دوسری شادی میری تھانہ بھون میں ہو چکی ہے وہ اب پانی پت ہی میں ہیں اور بغیر میرے سخت پریشان ہیں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ بھی میرے قید ہونے سے بالکل ابتر ہو چکا ہے کیونکہ گھر بھر میں کوئی مرد نگران حال نہیں، سرکاری مدرسہ سے اٹھا لیا تھا بڑا جس کی عمر پندرہ سال ہے حافظ ہے اور چوتھی جماعت میں تعلیم پاتا تھا اب

بیکار ہے چھوٹا ناظرہ کلام مجید ختم کر چکا تھا چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا اب کچھ نہیں نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ دعائے سیفی اور دعائے حیدری کا جس موجودہ جابر ۸۰-۱-۲-۱۴ کے لئے بھی اشارات میں تصور کرنا جائز ہے یا نہیں۔ میں جامعہ ملیہ سے فراغت پاکر شیخ الجامعہ کے حکم پر علی گڈھ میں جوائنٹ سیکرٹری کی خدمات انجام دیتا تھا لیکن گھر کی ضروریات سے مجبوراً وہاں سے تبادلہ کرکے پانی پت چلا آیا تھا اسی مہینے گرفتاری ہوگئی۔

جواب نیاز مند کو اس پتہ پر مل سکتا ہے:

انبالہ جیل معرفت دارو غہ جیل اظہار الاسلام اظہار پانی پتی ورنہ گھر کے پتہ پر

پانی پت محلہ انصار بہ مکان اظہار الاسلام

وہاں سے میرے پاس یہاں آجائے گا۔

خط، محمد یعقوب صاحب

(۱)

مراد آباد کیم جولائی سنہ ۱۹ء

حضرت مولانا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا گرامی نامہ مع چٹھی سیٹھ میاں محمد حاجی جان محمد صاحب چھوٹانی کے صادر ہو کر باعث سرفرازی ہوا حضور وائسرائے کی خدمت میں جو وفد مسئلہ خلافت اور مقامات مقدس کی بابت کے جانا تجویز کیا گیا ہے مجھے اس سے اتفاق ہے اور میں وفد میں شریک ہونے کے لئے آمادہ ہوں چنانچہ میں نے اپنی منظوری کی اطلاع بذریعہ تار کے حاجی صاحب کو دے دی ہے لیکن جو ایڈریس یہ وفد پیش کرے گا اس کا مسودہ پیشتر سے مجھ کو دکھا دیا جائے میری رائے ناقص میں ایڈریس نہایت مؤدبانہ الفاظ میں اور معتدل خیالات کے ساتھ ہونا چاہیے اور اس میں مسلمانوں کی برٹش گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری کا پورے جوش کے ساتھ اظہار کرنا چاہیے۔ والسلام

خاکسار محمد یعقوب وکیل عفا عنہ

نوٹ: مولوی محمد یعقوب بعد کو بہت مشہور ہوئے مرتے دم تک مرکزی اسمبلی کے رکن اور نائب صدر بھی رہے۔

خط، مولوی فضل الحق صاحب

(۱)

بسمہٖ

۶- ٹرنر اسٹریٹ، کلکتہ — مورخہ ۱۱ رماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء

والا منزلت عالی مرتبت مخدوم و مکرم نیاز مندان بعد تسلیم بصد تعظیم و تکریم۔ والا نامہ موصول ہوا جس کا تہ دل سے

شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جس وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا تھا اس وقت میں کلکتہ سے باہر گیا ہوا تھا یہاں واپس آکر میں نے خط پایا اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ میرا خود لکھنؤ جانے کا ارادہ تھا محض اس غرض سے کہ آپ سے شرف ملاقات حاصل کروں اور موجودہ حالات سے قصد سفر سردست ملتوی کرنا پڑا۔ ملک کی موجودہ حالت ایسی ہے کہ ہم لوگوں کو کچھ قومی خدمت کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا ہے۔ خاص کر بنگال میں کچھ لوگ شورش پسند ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کے ساتھ کسی قسم کا کام کرنا دشوار ہے۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر کبھی آپ میرے ذمے کوئی کام دے دیں گے تو میں اس کو اٹھانے کی پوری کوشش کروں گا۔ مجھ ناچیز سے جو کچھ بھی قومی خدمت ہو سکے گی اس کے لئے پوری طرح سے تیار ہوں۔

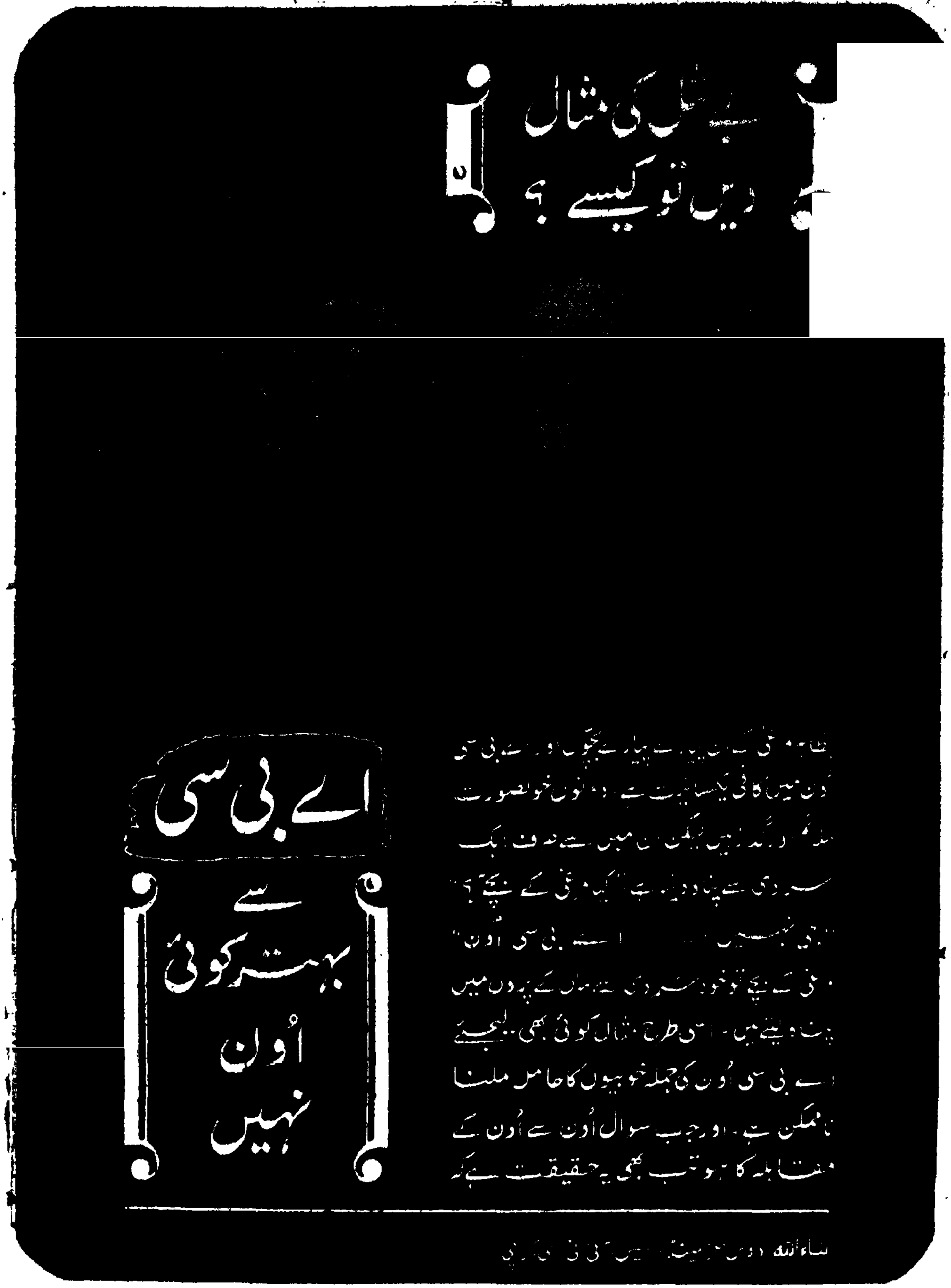
السعی منی والاتمام من اللہ۔ امید ہے کہ حضور مع لواحقین و متعلقین خیریت سے ہیں۔

فقیر عریضہ نگار

فضل الحق

نوٹ: مولوی فضل الحق صاحب تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ایڈووکیٹ جنرل مشرقی پاکستان۔ وزیراعظم مشرقی پاکستان۔ وزیر داخلہ حکومت پاکستان اور گورنر مشرقی پاکستان رہے۔


فلپس
خریدیئے اور کئی دیگر فوائد حاصل کیجئے!
۳۱۵ روپے
فلپس ۳ بینڈ ٹرانزسٹر پورٹیبل ریڈیو
۴۲۵ روپے
فلپس ۳ بینڈ ٹرانزسٹر ریڈیو
فلپس کوالٹی
فلپس گارنٹی
فلپس سروس
۱۵۰ روپے
فلپس ایک بینڈ ٹرانزسٹر پورٹیبل ریڈیو
۲۰۵ روپے
فلپس ۲ بینڈ ٹرانزسٹر پورٹیبل ریڈیو
فلپس ہی طلب کیجئے
فلپس کی مصنوعات ۷۵ سال سے زیادہ مدت کے تجربہ کا نتیجہ ہیں
PHILIPS
JWT-67
PH-12


اے بی سی
سے
بہتر کوئی
اُون
نہیں
اے بی سی اُون کی جملہ خوبیوں کا حامل ملنا
ناممکن ہے۔ اور جب سوال اُون سے اُون کے
مقابلہ کا ہو تب بھی یہ حقیقت ہے کہ

۲

نواب بہادر یار جنگ

نواب بہادر یار جنگ مرحوم کے مندرجہ ذیل خطوط والد محترم محمود الحسن صدیقی (مرحوم) جنرل سکریٹری آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے نام ہیں۔ والد مرحوم ریاستی مسلم لیگ کے سکریٹری جنرل بننے سے قبل "ندیم" ویکلی (جو بعد میں روزنامہ بھی ہوگیا تھا) کے ایڈیٹر تھے، اور ندیم سے قبل ماہنامہ "ظل السلطان" ان کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ انہوں نے انگریزی میں نواب صاحب بھوپال کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ والد مرحوم ریاست میں آنے سے قبل ادب سے لگاؤ رکھتے تھے، اور ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ تہذیب نسواں میں وہ ہمیشہ باقاعدگی سے لکھتے رہے۔ نواب بہادر یار جنگ کے ایماء پر ہی والد مرحوم ریاستی مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے تھے اور جب وہ ریاستی مسلم لیگ کے سکریٹری ہوئے تو تن من دھن سے اس کی خدمت انجام دی۔ والدہ محترمہ قمر النساء بیگم نے ریاستی خواتین میں مسلم لیگ کی تنظیم کی اور والد محترم کی قومی کاموں میں ہمیشہ مدد کی ایک دفعہ ریاستی مسلم لیگ کی مالی حالت بہت خستہ ہوگئی تھی اس وقت والدہ نے اپنے سارے زیورات اس مقصد کے لئے دے دیئے کہ ریاستوں میں تنظیمی کام پھیلایا جائے۔ تقسیم کے بعد قائداعظم اور نوابزادہ لیاقت علی خان کی خواہش تھی کہ آبا جان پاکستان آجائیں، لیکن نواب صاحب بھوپال کی خواہش تھی کہ وہ ریاست میں رہیں۔ ریاستی مسلمانوں کے مسائل کا جائزہ لے کے والد محترم نے ہندوستان میں رہنا ہی پسند کیا۔ اور تقسیم کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد جو اتحاد و ترقی کا کام کر رہے ہیں اس میں شریک ہو کر ریاستی مسلمانوں کی فلاح کے لئے کام کیا جائے اس مقصد کے لئے انہوں نے روزنامہ "جمہور" کا اجرا کیا اور ریاست میں "انجمن اتحاد و ترقی" کی ایک شاخ قائم کی جس میں تمام با اثر ہندو اور مسلمان شریک ہوئے اس طرح ریاست میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات آخر تک خوشگوار رہے۔

۳۱ دسمبر ۱۹۵۵ء کو رات کو تین بجے اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال پہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں نے بھی سوگ منایا۔

ان خطوط میں نواب بہادر یار جنگ اور قائداعظم کے مابین ایک آدھ جگہ اختلاف رائے کا جو ذکر ہے اس کا مطلب خدانخواستہ یہ نہیں کہ ان کے اور قائداعظم کے درمیان کوئی گہرا اختلاف تھا۔ یہ تھوڑا بہت اختلاف رائے محض ریاستی سیاست کے متعلق تھا، نواب صاحب بہت زیادہ دلیری اور صاف گوئی سے بہت سے معاملات میں بول پڑتے تھے بلکہ قائداعظم ریاستی سیاست میں الجھنا مناسب نہیں سمجھتے تھے برطانوی ہند کی سیاسی پیچیدگیوں اور ان گنت مسائل کی وجہ سے وہ ریاستی سیاست کو زیادہ اہمیت نہیں دے سکتے تھے اور ریاستی معاملات میں میانہ روی اور اعتدال پیش نظر رکھتے تھے۔

بہادر یار جنگ کو قائداعظم سے ایک خاص عقیدت اور محبت تھی۔ اور سب ہی یہ جانتے ہیں کہ وہ قائداعظم کے

سب سے اچھے سپاہی تھے۔ مگر اس عقیدت اور محبت کے باوجود وہ صاف گو اور نڈر تھے اس لئے جو بات کہنا چاہتے تھے کہہ اٹھتے تھے۔ ہماری تاریخ میں دو شخص ہی ایسے گزرے ہیں جو قائد اعظم کے ہراول سپاہی ہوتے ہوئے بھی ان سے اختلاف رائے کی جسارت کر سکتے تھے۔ اور قائد اعظم انتہائی صبر و سکون اور خوشدلی سے ان کی بات سنتے اور خندہ پیشانی سے اعتراض قبول کرتے تھے۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک مولانا حسرت موہانی تھے اور دوسرے بہادر یار جنگ مرحوم تھے۔ نواب بہادر یار جنگ کی وفات پر قائد اعظم نے جو پیام دیا تھا اس سے ان کے دلی رنج و غم کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے انتقال کے چند ماہ بعد جب ابا جان دہلی میں قائد اعظم سے ملے تو انہوں نے نواب بہادر یار جنگ کے انتقال پر انتہائی جذبات بھری آواز میں رنج و غم کا اظہار کیا (یہ سب جانتے ہیں کہ قائد اعظم جذباتی نہ تھے) اور ابا جان سے کہا "تمہاری ریاستی مسلم لیگ کا صدر نہیں مرا بلکہ میرا ایک بازو ٹوٹ گیا ہے۔"

ان خطوط میں ایک خط مہاراجہ کشمیر کے وزیر اعظم کے نام ہے۔ یہ خط دو رنگ کے معمولی کاغذ پر بہادر یار جنگ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یہ انہوں نے داخلہ بند ہونے کے احکام سن کر یادنس بوٹ میں تحریر کیا تھا۔ اور اس کی کاپی وزیر اعظم کو بھیجی گئی تھی۔

ابا کی فائلوں میں بہادر یار جنگ کے دو خط (انگریزی میں) میاں محمد علی خان صاحب کے بھی نام ملے۔ میں سوچتی ہوں وہ بھی محفوظ ہو جائیں۔ لہٰذا وہ بھی ارسال ہیں۔

ایک خط بیگم بہادر یار جنگ کا، میری والدہ کے نام ہے۔

اس کے بعد کشمیری رہنماؤں کے کچھ خطوط ہیں۔ جن میں چودھری غلام عباس، میر واعظ، شیخ خورشید اور قریشی محمد یوسف کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان خطوط سے کشمیر سے متعلق بعض اہم معاملات کا علم ہوتا ہے۔

اور ہاں ایک تار قائد اعظم کا بھی ہے والد کے نام، قائد اعظم کے دو خط بھی تھے جو اس وقت مل نہیں رہے ہیں۔

ایک خط میرے والد صاحب کا ہے جو انہوں نے قائد اعظمؒ کی وفات پر محترمہ فاطمہ جناح کو لکھا تھا۔

آخر میں دو خط میرے نام ہیں۔ ایک ابو الکلام آزاد کا اور دوسرا خط بیگم بہادر یار جنگ کا ہے۔

اختر جمال

نواب بہادر یار جنگ

بنام محمود الحسن صدیقی

(۱)

مکرمی! اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

سٹیٹ مسلم لیگ کے سلسلہ میں جو خطوط میرے پاس وصول ہوئے ہیں وہ مرسل خدمت ہیں۔ براہِ کرم ان کی طرف جلد توجہ فرمایئے آج بھوپال کے وزیرِ قانون کا ایک خط وصول ہوا جس میں انہوں نے میری طرف سے ہزہائی نس کی خدمت میں آپ کی پیش کردہ یادداشت کا ذکر کرتے ہوئے، ہزہائی نس کی طرف سے لکھا کہ ہزہائی نس ان جذبات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو میں نے ان کی نسبت اپنی یادداشت میں ظاہر کئے اور فرمایا ہے کہ وہ اپنی ریاست میں ہمیشہ مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ اور اگر وہ بھوپال میں تشریف فرما رہیں تو مجھ سے مل کر خوش ہوں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نواب صاحب مجھ سے ملنے کے بعد ہی امور مندرجہ یادداشت کی طرف توجہ فرمانا چاہتے ہیں۔ رمضان میں تو میرا کہیں باہر جانا قطعاً محال ہے میں انشاء اللہ شوال میں اپنی پہلی فرصت میں بھوپال آؤں گا۔ اس کی اطلاع وزیر عدلیہ کو بھی دے رہا ہوں۔ خدا کرے کہ کام بن جائے۔ یہاں کے حالات اب الحمدللہ بہتر ہیں۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے میری شریکِ حیات کی طرف سے مسز صدیقی کو سلام پہنچائیں۔

ستمبر ۱۹۴۳ء — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲)

جناب مکرم، السلام علیکم ورحمتہ اللہ

گرامی نامہ مورخہ ۱۰ مارچ پہنچا۔ میں نہ صرف آپ کے خط کا بلکہ ناگپور کی پوری کاروائی کی رپورٹ کا منتظر تھا، جس کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔

یہاں آتے ہی خود میں اس قدر مصروف ہوگیا کہ آپ کو نہ لکھ سکا۔ افسوس ہے کہ لاہور جاتے ہوئے بھوپال میں قیام کی کوئی توقع نہیں۔ میں یہاں سے یکشنبہ ۱۷ مارچ کو شام کے ۷ بجے کی گاڑی سے چلوں گا اور دوسرے دن ۱۸ مارچ کو شب میں غالباً نو بجے گرانڈ ٹرنک اکسپریس سے بھوپال پہونچوں گا، اگر ممکن ہو تو وہاں چند منٹ کے لئے ملاقات فرمایئے۔

لاہور میں اسٹیٹس مسلم لیگ کا آل انڈیا اجلاس بتاریخ ۲۳ مارچ بوقت ۲ ساعت روز منعقد ہوگا۔ اس کا انتظام ہوگیا ہے صدارت سے متعلق مسٹر جناح سے مراسلت جاری ہے۔ اب تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اخبار کا تراشہ پہونچا شکریہ قبول فرمایئے۔ باقی عندالملاقات

۱۴ مارچ ۱۹۴۰ء — آپ کا مخلص بہادر یار جنگ

(۳)

ALL INDIA STATES MUSLIM LEAGUE

Delhi 23-2-41

My Dear Siddiqi

In view of the great interest that you have demonstrated in the formation of the All India States Muslim League and the organisation of the Bhopal State Muslim League I am glad to authorise you to act as a General Secretary of the Vindiachal States Muslim League including C. I., C. P., Rajputana Gujrat and Kathiawar States

I hope that you will take up the organisation work of this Zone.

With Best wishes.

Yours Sincerely.
Bahadur Yarjung

Mahmudul Hasan Siddiqi. Esqr:
Amir Gunj
Bhopal.

(۴)

مکرمی السلام علیکم!

رمضان میں گھر سے باہر نہ نکل سکا۔ شوال کے اوائل میں دلی اور ناگپور جانے کا قصد کر رہا ہوں، اگر یہ قصد مصمم ہو گیا تو آپ کو تار کے ذریعہ اطلاع دوں گا ۔۔۔ جاتے ہوئے اسٹیشن پر ملاقات فرمائیے۔ البتہ واپسی میں دو دن کے لئے بھوپال ٹھہروں گا۔ اس خط کے دیکھتے ہی بذریعہ تار مطلع فرمائیے کہ ۲۹ اکتوبر اور ۴ نومبر کے درمیانی زمانے میں ہز ہائی نس بھوپال ہی میں تشریف فرما ہوں گے یا نہیں، اپنی یادداشت کے سلسلے میں اُن سے بھی شرف نیاز حاصل کروں گا۔ مدراجستھانی صاحب کا اس عرصہ میں کوئی پتہ نہیں لگا، آپ کو کچھ خبر ہو تو اطلاع دیجئے۔

آگرہ میں اس دفعہ پرونشیل مسلم لیگ (یو۔پی) کا سالانہ اجلاس دسمبر کی ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ تاریخوں میں منعقد ہو رہا ہے۔ سیکرٹری صاحب مجلس استقبالیہ کمیٹی، مولوی عبدالحمید صاحب نے خواہش کی ہے کہ اسٹیٹس مسلم لیگ کا بھی کوئی اجلاس وہاں منعقد کیا جائے اور انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ نہ صرف پنڈال کے استعمال کی اجازت دیں گے بلکہ مندوبین کے قیام کے لئے خیموں کا بھی انتظام کریں گے۔ میں راجپوتانہ اور وسطی ہند ریاستی کانفرنس کے لئے اس کو اچھا موقعہ تصور کرتا ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ میں خود شریک نہ ہو سکوں گا۔ کیونکہ عین اسی زمانے میں حیدرآباد میں آل انڈیا ہسٹری کانگریس، آل انڈیا اورینٹل کانفرنس، آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل

کانفرنس کے اجلاس منعقد ہو رہے ہیں، جن میں میری شرکت بہرحال ضروری ہے۔ آپ غور کیجیے کہ میری موجودگی کے بغیر اپنے دوسرے ساتھیوں کی امداد سے آپ وہاں کوئی بندوبست کر سکیں گے یا نہیں۔ اگر ہو سکے تو اس موقعہ سے ضرور فائدہ اٹھایئے۔ اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو انشاء اللہ بھوپال میں ہو گی۔

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ مسز صدیقی کو بیگم بہادر یار جنگ کا سلام پہنچایئے۔ یہ خط ختم کیا ہی تھا کہ آپ کا خط ملا۔ بہت سے جواب تو آپ کو مل ہی گئے۔ باقی انشاء اللہ بالمشافہ دوں گا۔ دلی چلنے کا قصد کر لیجیے۔ میں کل تک مستقل طور پر طے کر لوں گا کہ دلی جا رہا ہوں یا نہیں۔ اگر عزم کر لیا تو تار سے اطلاع دوں گا۔ ۲۶ر کی صبح کو وہاں پہنچنا ہے۔ اس لئے <u>۲۵ر کی شب والی گرانڈ ٹرنک ایکسپریس میں آپ میری توقع کر سکتے ہیں۔</u>

مخلص محمد بہادر خاں

مکرر:۔ خط کے صاف ہونے تک میں نے طے کر لیا کہ دلی جاؤں گا۔ خط کشیدہ پروگرام کو مستقل تصور کیجیے۔ نواب صاحب کی نسبت تار کا منتظر رہوں گا۔

۲۸ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۰ھ — بہادر

(۵)

مکرمی جناب صدیقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط مورخہ ۲۲ر نومبر پہونچا۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ نے اور راجستھانی صاحب نے اندور کا دورہ کیا۔ وسطی ہند کا بہت اہم اور بہت ضروری مقام تھا۔ میرے وہاں جانے کی نسبت میں آپ کے وعدہ کو ضرور ایفا کروں گا، لیکن دسمبر میں نہیں فروری میں۔ آج سے وسط جنوری تک سوا ناگپور اور دو دن کے لئے میسور جانے کے میں کسی اور جگہ نہیں جا سکتا۔ میسور میں وہاں کی لیگ کی سالانہ کانفرنس ہو رہی ہے میں نے افتتاح کا وعدہ کیا ہے ۱۳ر کو جا کر ۱۴ر دسمبر کو واپس آ جاؤں گا۔ آپ اندور والوں کو توقع دلا دیجئے کہ میں انشاء اللہ فروری میں اندور آؤں گا۔ مگر تاریخوں کا تعین جنوری میں مجھ سے کر والیں۔

مناسب ہے وسط دسمبر میں یاد دہانی کی جائے گی۔ بہت اچھا ہوا کہ آپ نے آگرہ کانفرنس کے لئے قاضی صاحب سے صدارت کا تصفیہ کر لیا۔ میں نے بھی ان کو لکھا تھا، لیکن کانفرنس میں میری شرکت قطعاً ناممکن اور محال ہے ۲۰ر سے ۲۴ر تک حیدرآباد میں ہسٹری کانگریس اور اورینٹل کانفرنس کے اجلاس ہو رہے ہیں میں مجلس استقبالیہ میں سب سے نمایاں ہوں اس لئے کہیں نہ جا سکوں گا۔ آپ اللہ کا نام لے کر کانفرنس کیجیے۔ مجھے کامیابی کا یقین ہے۔ جودھپور وفد کی تاریخیں اگر آپ نے آگرہ کے بعد ہی رکھ لیں تو مناسب ہے۔ وہاں کا قضیہ بھی جلد طے ہونا چاہیئے۔ گو آجکل مالی حیثیت سے بہت تنگ دست ہوں مگر آپ کی فوری ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک سو روپیہ روانہ کر رہا ہوں۔ تنظیم دفتر کی فکر کیجیے۔ انشاء اللہ خدا جلد سامان بنا دے گا۔ راجستھانی پراگندہ روزی ہیں اس لئے پراگندہ دل ہیں، ان کو حیدرآباد روانہ کر دیجئے۔ اب میں نے طے کر لیا ہے کہ ان کی خاطر سے اپنے

کسی اصول کو بھی اگر توڑنا پڑے تو توڑ دوں گا۔

میرے خیال میں ابھی قائداعظم یا راجہ صاحب کو نہ چھیڑیئے۔ قائد اعظم ہماری لیگ سے ابھی کچھ خفا ہیں، راجہ صاحب ان سے پوچھے بغیر کچھ نہ کریں گے۔ ذرا ہماری تنظیم ہو جائے پھر یہ سب ساتھ دیں گے اور ساتھ دینے پر مجبور ہوں گے فی الحال یہ اگر مخالفت نہ کریں تو کافی ہے شمس الحسن صاحب کو خط لکھ دیا ہے اور اسی خط میں ملفوف کر رہا ہوں آپ دہلی جائیں تو ان کو دے دیجئے۔

امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ایک ہفتہ سے جاگیر پر تھا کل واپس جاؤں گا۔ بیگم بھی ساتھ ہیں اور مسز صدیقی کی خدمت میں سلام کہہ رہی ہیں۔ فقط

کیمپ کنڈور جاگیر ۹ ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ — مخلص محمد بہادر خاں

(۶)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آگرہ کانفرنس کے التوا کی خبر میرے لئے بھی تعجب خیز تھی جو قاضی عیسیٰ خاں صاحب کے تار ہی سے معلوم ہوئی تھی۔ اگر اس کی کوئی وجہ معلوم ہوئی ہو تو مطلع فرمایئے۔ میں انشاء اللہ ۲۵ دسمبر کی صبح کو ناگپور پہنچ جاؤں گا۔ یہ سن کر مسرت ہوئی کہ آپ نے ناگپور جانے اور وہاں سے میرے ساتھ حیدر آباد آنے کا قصد کر لیا ہے۔ اب اس قصد کو مصمم کر لیجئے اور پھر ملتوی نہ فرمایئے۔

ایجوکیشنل کانفرنس تو ملتوی ہو گئی، لیکن آپ مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ جلسہ میں شریک ہو سکیں گے اور ہم سب کو ممنون کریں گے۔

راجہ غضنفر علی صاحب نے آپ کے موسومہ خط مورخہ ۲۱ نومبر کا حوالہ دیتے ہوئے جو غالباً آپ نے ان کو سنایا ہو گا۔ مجھے ایک بڑا سخت غصہ کا خط لکھا۔ مجھے اس کو پڑھ کر رنج سے زیادہ افسوس ہوا۔ میری دلی تمنا ہے کہ وہ حالات کو صحیح طور پر سمجھیں اور کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں۔

سلام الدین خاں صاحب کو خط لکھ رہا ہوں باقی انشاء اللہ ناگپور میں بالمشافہ، امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

صدر آباد دکن ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۷)

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اگر میں اپنے مقامی پروگرام کو تبدیل کر سکتا تو ہرگز آپ کو زحمت نہ دیتا۔ یہاں بھی یہی ہوا ہے کہ کئی دفعہ تبدیلی کے بعد میں نے قطعی طور پر پروگرام دے دیا تھا نیز یہاں کی ایک دشواری یہ ہے کہ دیہات کے مسلمانوں کو جمع کرنا ہے جہاں کسی پروگرام کا شائع کرنا بھی مشکل ہے اور التوا کا اعلان بھی اس لئے باعث کرم ہو گا اگر آپ فوراً اپنے پروگرام کے التوا کا اعلان کر دیں اور ۲۹ نومبر کو ورکنگ کمیٹی مقرر فرما دیں ۲۹ نومبر کو قطعی رکھئے

کیونکہ اس کے بعد میری دوسری مصروفیتوں کا آغاز ہوگا اور حیدر آباد میں مجلس اتحاد کا سالانہ اجلاس بھی آجائے گا۔ براہ کرم آج ہی التواکے اطلاعات جاری کروا دیجئے۔

اب کی دفعہ میں کوشش کروں گا کہ مولوی ابوالحسن سید علی صاحب بھی ساتھ آئیں تا کہ کمیٹی کے دورہ کا قطعی پروگرام طے کر لیا جائے میں نے اکتوبر و نومبر کی رقم عمداً نہیں روانہ کی آپ ٹائپ رائٹر کی رقم بلا جمع و خرچ کر لیجیے۔ میں انشاء اللہ ٹائپ رائیٹر اپنے ساتھ لا رہا ہوں۔ میری تقریریں صرف دو رکھیے جن میں سے ایک فن خطابت پر بھی ہو۔ بیگم انشاء اللہ ساتھ آئیں گی باقی بالمشافہ۔

آپ کا محمد بہادر خاں

مکرر: راجہ صاحب محمود آباد کا کوئی خط مجھے نہیں ملا۔ میں جالندھر نہیں جا رہا ہوں گو تقاضہ شدید تھا اب مسلم لیگ اور اس کے متعلقات کی شرکت حتی الامکان کم کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ کو اچھا مکان مل گیا۔

۲۹ شوال ۱۳۶۱ھ محمد بہادر

(۸)

مکرمی، السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپ کے تار کا جواب کل دے چکا ہوں ۲۵ اور ۲۶ کو میں دو دن کے لئے حیدر آباد سے باہر جا رہا ہوں اس لئے آپ ۲۷ کو تشریف لائیں تو مہربانی ہوگی۔ بحث کی رقم تیار رہے گی۔ اپنے ساتھ لے جائیے۔ آپ کا یہ قصد کہ ناگپور ہی میں قیام فرمائیں بہت مبارک ہے لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ کیا آپ اس کو نبھا سکیں گے اور آپ سے بھوپال چھوٹ سکے گا۔ انشاء اللہ بالمشافہ گفتگو ہوگی۔ دو روز سے بخار آ رہا ہے بلوچستان سے بہت اچھی صحت لایا تھا جب سے یہاں آیا ہوں علیل ہوں دعا فرمایئے۔

۲۳ جولائی ۱۹۴۲ء آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۹)

مکرمی، السلام علیکم و رحمۃ اللہ

بھوپال کے اسٹیشن پر خان بہادر شوکت علی خاں صاحب کو تلاش کیا لیکن ان سے ملاقات نہ ہوئی۔ غالباً ان کو آپ کا خط وقت پر نہ ملا ہوگا۔ وہاں کے جن حالات کا آپ نے ذکر کیا تھا۔ ان کو سلام الدین خاں صاحب کے نام ایک خط کے مسودہ کی شکل میں لکھ کر روانہ کر دیجئے تاکہ میں صاف کر کے یہاں سے روانہ کر دوں۔

گوالیار کے معاملہ میں قائد اعظم سے ملاقات ہوئی۔ ان کی رائے ہے کہ میری طرف سے ایک یادداشت مہاراجہ صاحب کی خدمت میں روانہ کی جائے مگر پہلے حالات کی خوب تحقیق کر لی جائے۔ منظر عالم صاحب کو لکھ دیا ہے وہ آج یا کل آ جائیں گے۔ تحقیق کے لئے ایک صاحب کو یہیں سے تیار کیا ہے جو لیگ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن پر مجھے کامل اعتماد ہے۔

میں شاید اور ایک ہفتہ یہاں ٹھہروں۔ میرا پتہ درج ذیل ہے:

پتہ: بہ مکان یا بتوسط سید محمد صاحب بیرسٹر، مینجنگ ڈائرکٹر اورینٹ پریس مدراس ہاؤس۔ دریا گنج دہلی۔

جنوبی ہند کی ریاستوں کے دورہ کا پروگرام بنا کر مولوی ابوالحسن سید علی صاحب اور دوسرے ارکان وفد کو مطلع کر دیجیے اب اس میں تاخیر نہ ہونا چاہیے اس پروگرام میں فی الحال حیدر آباد کو نہ رکھیے اس کو آخر میں دیکھ لیں گے۔ والسلام۔

دہلی ۳ / اکتوبر ۱۹۴۲ء — احقر العباد محمد بہادر خاں

(۱۰)

مکرمی، السلام علیکم و رحمتہ اللہ

حسابات پہونچے۔ کرایہ مکان (۵۰) پچاس روپیہ درج ہے جو غالباً موازنہ منظورہ سے زیادہ ہے۔ مناسب ہوگا کہ اس کی منظوری آئندہ ورکنگ کمیٹی سے لے لی جائے۔ فروری میں ریاست ہائے راجپوتانہ کے دورے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ اوراودے پور والے عبدالستار صاحب اور الور والے اختر صاحب سے خواہش کی تھی کہ صرف تاریخوں کی جگہ چھوڑ کر میرا پروگرام مرتب کریں اور جلد روانہ کریں تاکہ میں تاریخوں کا تعین کرسکوں لیکن اب تک ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔ اگر آپ کے دفتر پر ان کی طرف سے کوئی پروگرام آیا ہو تو فوراً روانہ فرمائیے۔ مجھے انتظار رہے گا۔ پہلے میرا قصد تھا کہ دہلی جاکر وہاں سے الور ہوتا ہوا دوسری ریاستوں کو جاؤں لیکن اب میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ اور بمبئی کے راستہ رتلام اور وہاں سے اودے پور۔ جودھپور۔ جے پور اور الور جانا چاہتا ہوں۔ براہِ کرم مطلع فرمائیے کہ ان مقامات میں سے کہاں کہاں لیگ کی شاخیں قائم ہیں۔ اور کن سے مراسلت کی جائے۔ نیز کیا آپ ضروری خیال فرماتے ہیں کہ رتلام اور جاورہ بھی جو اودے پور کے راستہ میں واقع ہے میں ایک ایک دن ٹھہروں۔ منسلک پروگرام میں گنجائش رکھی گئی ہے لیکن اگر وہاں پہلے سے شاخ موجود نہ ہو تو جانا بیکار ہوگا۔ ایک پروگرام منسلک ہے اس کو دیکھ کر اپنی رائے سے بواپسی ڈاک مجھے مطلع فرمائیے تاکہ مستقل پروگرام آپ کے پاس بھیج دوں اور اس کا اعلان کیا جاسکے۔ اگر آپ بھی اس دورہ میں میرے ساتھ رہنا چاہیں تو آپ رتلام پر مجھ سے مل سکتے ہیں۔

گوالیار کی یادداشت آپ نے مکمل کرلی ہو تو فوراً روانہ کیجیے تاکہ بمبئی میں مسٹر جناح سے اس کی نسبت تصفیہ کروں۔ ریاست مالیر کوٹلہ کا ایک خط اور قانون کی ایک کاپی ملفوف ہے۔ اکثر ریاستوں میں لیگ کے رجسٹر کرانے کا سوال دن بدن زیادہ اہم ہوتا جارہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس مسئلہ کو آئندہ ورکنگ کمیٹی میں رکھ کر اصولی حیثیت سے طے کرلیا جائے میں انشاء اللہ مسٹر جناح سے بھی اس کی نسبت مشورہ کروں گا۔ آپ ان کو جواب دیجیے کہ یہ مسئلہ اصولی حیثیت سے لیگ کے پیش نظر ہے اور دوسری ریاستوں سے شکایت وصول ہوئی ہے کہ آپ کے دفتر سے جوابات وقت پر روانہ نہیں ہو رہے ہیں حکیم صاحب کو اس کے لئے تاکید کیجیے۔

۱۸ / جنوری ۱۹۴۳ء — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۱)

مکرمی، السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ خط پہونچا۔ میں نے جو پروگرام آپ کے یہاں روانہ کیا تھا قطعی نہ تھا بلکہ آپ کے مشورہ کے لئے

روانہ کیا گیا تھا اور تلام یا جاورہ کو نظر انداز کرنا پیش نظر تھا۔ اگر بہار اور دیواس کو پروگرام میں شامل کر دیا گیا تو اندور اور بعض جاورہ قطعاً نہ چھوڑیں گے۔ میرے خیال میں تو مناسب یہ ہے کہ رتلام اور جاورہ کو بھی کسی آئندہ سفر کے لئے ملتوی کیجئے جو وسطی ہند کی ریاستوں کے لئے کیا گیا ہے اور بمبئی سے رتلام ہو کر اودے پور جانے کے لئے بمبئی سے احمد آباد ہو کر مارواڑ اور مارواڑ سے اودے پور رکھیے جو قریب بھی ہوگا۔ تاریخوں میں بھی ایک ترمیم کی ضرورت لاحق ہو گئی ہے کیونکہ ترکی اخبار نویسوں کا وفد ۱۰ر فروری کو حیدر آباد آ رہا ہے اور میرا اس موقع پر یہاں موجود ہونا ضروری خیال کیا جا رہا ہے۔ اس لئے میرا سفر بجائے ۴ر فروری کے ۱۲ر فروری کو شروع ہو سکے گا۔ اس سفر پر میں پندرہ روز سے زیادہ نہیں دینا چاہتا کیونکہ اپریل میں پھر دہلی جانا ہے۔ لہٰذا براہ کرم اودے پور سے دورہ کی ابتداء کیجیے اور ۱۲ر فروری سے پروگرام میں تبدیلی کر کے تمام ریاستوں کو اطلاع دے دیجئے اور قطعی طے شدہ پروگرام کی نقل میرے یہاں روانہ فرما دیجیے۔ میں آپ کی رائے سے متفق ہوں کہ میرے اس دورہ کو کمیٹی کا دورہ بنا دیا جائے اور آپ اور مولانا خاموش اودے پور میں مجھ سے ملیں۔ میں اودے پور پہنچنے سے قبل قائد اعظم سے مل کر تمام امور میں ان کی تشفی کر دوں گا لیکن ان سے ملاقات میں گوالیار سے متعلق نوٹ کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ براہ کرم جلد روانہ فرمایئے تبدیل شدہ پروگرام کے مطابق دہلی کی جو تاریخیں آتی ہیں ان میں ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ضرور رکھ لیجیے۔ اس موقع پر دہلی کی مجلس استقبالیہ سے سالانہ جلسہ کی تفصیلات بھی طے کر لی جائیں گی۔

ترکی اخبار نویسوں کے وفد کا آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ ضرورت ہے کہ آپ اس طرف اپنی پوری توجہ مبذول کریں اور انگریزی میں ریاستی سیاست سے متعلق ایک مفصل مگر جامع نوٹ تیار کر کے بعجلت ممکنہ میرے یہاں روانہ فرما دیں۔ یہ نوٹ ۵ر فروری تک میرے یہاں پہنچ جائے تو مناسب ہوگا۔ اس کی دس کاپیاں روانہ کیجیے تاکہ تمام ارکان وفد کو دی جا سکیں۔

۲۳ر جنوری ۱۹۴۳ء

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۲)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ میں ۱۹ر فروری کو ناگپور سے گزرا۔ آپ کو آگرہ سے تار کیا تھا اور متوقع تھا کہ اسٹیشن پر آپ سے ملاقات ہوگی۔ لیکن ناگپور پہونچ کر معلوم ہوا کہ آپ بھوپال ٹھہر گئے۔ عبدالستار خاں کا جو خط اودے پور سے علی گڑھ آیا تھا وہ ملفوف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اودے پور میں ہماری ساری کوشش برباد ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ صدر منتخب نہ ہونے کے بعد خود عبدالستار خاں کے خیالات بدل گئے ہیں۔ میں اس سلسلہ میں فیاض حسین خاں کی اطلاع کا منتظر ہوں۔ مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ کو مزید ہدایات سے مطلع کروں گا۔

جن ریاستوں کا ہم نے دورہ کیا ہے وہاں کی جو رپورٹ آپ نے بہادر یار جنگ کمیٹی کے سلسلہ میں مرتب کی ہے اس کی ایک کاپی جلد روانہ فرمایئے تاکہ مجھے آپ کی رپورٹ کا اندازہ ہو سکے۔ باقی حالات سے اپنے وقت پر مطلع کروں گا۔

دہلی میں مسٹر حسین ملک جو پہلے آل انڈیا مسلم لیگ کے جوائنٹ سکریٹری تھے مجلس استقبالیہ کے صدر منتخب ہوتے

ہیں۔ ان سے اور نواب زادہ سے تفصیلی ملاقات ہوئی تھی۔ بمبئی آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس سے متعلق ساری باتیں کہہ دی ہیں۔ اور انہوں نے پوری امداد کا وعدہ کیا ہے۔ منظر عالم اور عباس صاحب صدر آل انڈیا اسٹیٹ مسلم کانفرنس کو لکھیے کہ قریب کی ریاستوں کے نمائندوں کو جلد دہلی میں طلب کر کے مجلس استقبالیہ تو ترتیب دیں اور نتائج سے مجھے اور آپ کو مطلع کریں اور آپ خود اس کی طرف جلد توجہ فرمائیے۔ منظر کو ہدایت کیجیے کہ حسین تک سے مل کر تفصیلات کا ان سے تصفیہ کر لیں۔

۲۱ / ۲ / ۴۳ آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۳)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط مورخہ ۴ مئی مولوی عبدالرحیم صاحب کو ہار پوری نے دست بدست پہنچایا۔ ارکان مجلس عامہ کی فہرست واپس مرسل ہے۔ حیدرآباد سے میں نے ایک نام کو کم کر دیا ہے اس کی مصلحت بالمشافہ سمجھا دوں گا۔ جے پور سے نواب معظم علی خاں کی بجائے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ شاہ علیم الدین صاحب اور ان کے بالمقابل مرغوب احمد صاحب دونوں کے نام شریک کر دینا مناسب ہوگا۔ نواب معظم علی خاں ہمارے کام کے آدمی نہیں ہیں۔ اس ایک نام کے اضافہ کو متوازن کرنے کے لئے میں نے راج کوٹ کے عثمان بھائی کا نام کاٹ دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے آج تک کبھی شرکت نہیں کی۔

سالانہ گوشوارہ حسابات اور سال آئندہ کے موازنہ کا منتظر ہوں۔ فقط

۹ مئی ۱۹۴۳ء آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۴)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۱۰ جون پہونچا۔ اب دہلی جانا کسی طرح ممکن نہیں۔ رشید صاحب کو روانہ کرتا لیکن ان کا دس سالہ لڑکا آج کل سخت علیل اور ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ اطباء نے اس کو ہڈیوں کا دق بتایا ہے جس کی وجہ سے رشید صاحب سخت پریشان ہیں۔ مجھے ایک ہفتہ تک بخار رہا اور دونوں آنکھوں میں آشوب ہو گیا تھا۔ لیکن اب بحمداللہ اچھا ہوں۔ آپ جام کھنڈی کے جلسہ کے بعد جنوبی ہند کی ریاستوں کے دورہ کا ضرور قصد فرمائیں۔ انشاء اللہ رشید صاحب کو آپ کے ساتھ جانے پر آمادہ کر لوں گا۔ کشمیر کی تاریخوں کا ابھی تک علم نہیں ہوا ہے۔ دریافت کر کے جلد مطلع فرمائیے تاکہ ان تاریخوں میں اپنے دوسرے پروگرام ملتوی کر سکوں۔ فقط

۲۰ جون ۱۹۴۳ء آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۵)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ

خط مورخہ ۲۹ جون پہونچا۔ ۲۴، ۲۵ کشمیر کے لئے ناموزوں نہیں ہے۔ لیکن تاریخوں کا صحیح طور پر اطمینان کر لیجئے

اور مجھے جلد مطلع فرمایئے تاکہ انتظامات کر دوں ۔ اس سفر میں بیوی کا قصد بھی ساتھ چلنے کا ہے ۔ آپ لکھ دیجیے کہ ان کے لئے قیام کا انتظام کیا جائے ۔

آپ کا اعلان مناسب ہے وہاں ورکنگ کمیٹی رکھیے اور کشمیر سے فارغ ہونے کے بعد میں تو صرف کپور تھلہ جا کر واپس آجاؤں گا آپ بہادر یار جنگ کمیٹی کا دورہ مکمل کریں ۔ اس دورہ میں کمیٹی میں منظر عالم صاحب کو بھی شامل کر لیجیے تو مناسب ہوگا ۔

کوئٹہ کے متعلق مرغوب احمد صاحب کی رپورٹ دیکھ رہا ہوں کل اس کی نسبت اپنی رائے لکھوں گا ۔ رپورٹ سالانہ طبع ہو کر آگئی تھی اور میں نے آپ کی خدمت میں روانہ کرنے کا حکم بھی دے دیا تھا مجھے تعجب ہے کہ اب تک کیوں نہیں پہنچی ۔

جنید کی اطلاع پڑھ کر مسرت ہوئی ۔ ان کو میری طرف سے مبارک باد دیجیے ۔

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

مکرر : ابھی یہ خط ڈاک میں ڈالا نہیں گیا تھا ۔ کہ آپ کا تار پہنچا جس سے معلوم ہوا کہ کشمیر کی تاریخیں ۱۳، ۱۴، ۱۵ اگست کو معین ہو چکی ہیں ۔ میں اس تبدیلی کو زیادہ پسند کرتا اگر اس تار کے ساتھ سردار اورنگ زیب خاں وزیر اعظم صوبہ سرحد کا ایک خط نہ آتا جس میں انہوں نے سرحدی انتخابات کی مہم میں امداد کی خواہش کی ہے ۔ ان کے انتخابات ۶ اور ۷ اگست کو ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ میں ۶ اگست سے ۱۳ اگست تک بیکار رہوں گا ۔ بہر حال میں ان دنوں میں کشمیر کی سیر سے تازہ دم ہونے کی کوشش کروں گا ۔ باقی تفصیل انشاء اللہ ۲۷ جولائی کو ناگپور اسٹیشن پر بالمشافہ کہی جائے گی ، کشمیر میں جو صاحب انتظامات کے ذمہ دار ہیں ان کے پتہ سے مطلع فرمایئے تاکہ سرحد سے کشمیر کے پروگرام کی نسبت ان سے مراسلت کر سکوں ۔ ان کو اس سے مطلع کر دیجیے کہ میں ۶ سے ۱۳ تک وہاں مختلف مقامات کی سیر کروں گا ۔ ایک بات اور آپ کی توجہ کے قابل ہے کہ اگر قائد اعظم کشمیر جا رہے ہیں تو بیشک کانفرنس کی صدارت وہی کریں گے ۔ لیکن اگر وہ کشمیر نہیں جا رہے ہیں تو میری موجودگی میں کسی کو کانفرنس کی صدارت کا حق نہیں پہنچتا ۔ یہ اس لئے لکھا کہ انہوں نے میرے نام سے اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے جلسہ کی صدارت کا اعلان کیا ہے اس صدارت کو میں دونوں صورتوں میں قبول کرنے سے قاصر ہوں ۔ البتہ میں دونوں کانفرنسوں میں شریک رہوں گا ۔ ان امور کی نسبت ان کو ہدایت کر دیجیے ۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے ۔

۷ جولائی ۱۹۴۳ء

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۶)

مکرمی ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔ آپ کا خط اور تار پہونچا بذریعہ تار آپ کو اطلاع دے دی گئی ہے کہ میں انشاء اللہ یہاں سے ۸ اگست کو شام کی گاڑی سے روانہ ہوں گا اور ۱۰ کی صبح کو دہلی پہنچوں گا ۔ اگر آپ بھی دہلی سے میرے ساتھ ہو جائیں تو مناسب ہوگا ۔ میں یہاں سے جاتے ہوئے بھوپال نہیں ٹھہر سکتا ۔ واپسی میں ممکن ہے ایک دن کے لئے ٹھہروں ۔ واپسی کا پروگرام آپ سے کشمیر میں طے کروں گا ۔ کپور تھلہ کا ایک خط ملفوف ہے اس کی نسبت ان کو مناسب ہدایات دیجیے اور حکومت کو بھی توجہ دلایئے ۔ باقی انشاء اللہ بالمشافہ فقط ۔

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

۴ اگست ۱۹۴۳ء

(۱۷)

مکرمی، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط مورخہ ۹ ستمبر پہونچا۔ آپ نے کشمیر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کے اکثر امور سے متفق ہوں آپ کا تار آیا تھا جس کے جواب میں ۸ ر اور ۹ ر اکتوبر کو کونسل اور ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ طلب کرنے کی اجازت دے چکا ہوں۔ اس کا جلد اعلان کر دیجئے۔ اب آپ کے حیدرآباد زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر ضرورت ہوگی تو میں ایک آدھ روز ناگپور میں زائد ٹھہر جاؤں گا۔ محمود شریف صاحب، پٹھان رسول خاں صاحب، منظر عالم صاحب، ورفضل حسین صاحب کو خطوط لکھ رہا ہوں کہ اس ورکنگ کمیٹی میں ضرور شریک ہوں۔ آپ بھی ارکان ورکنگ کمیٹی کو رسمی اطلاع ناموں کے علاوہ خطوط لکھیئے اور آنے پر آمادہ کیجئے ضرورت ہے کہ آپ ناگپور کے پروگرام پر پوری توجہ دیں اور میرے وقت کو زیادہ سے زیادہ کام میں لائیے دعوتیں بالکل قبول نہ کیجئے ہوٹل میں انتظام کی ضرورت نہیں۔ اگلی دفعہ میں نے نواب مرزا یار جنگ بہادر ایجنٹ برار سے ان کے یہاں ٹھہرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے پروگرام سے جلد مطلع فرمائیے اور ان کے جلسوں کے علاوہ کوئی اور مصروفیت نہ رکھیئے۔ روزانہ صبح یا شام میں صرف ایک گھنٹہ ملاقات کے لئے رکھیے باقی تمام وقت میں آپ کے آفس میں گذارنا چاہتا ہوں۔ اور ورکنگ کمیٹی سے ہٹ کر بھی اپنے دفتر کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں انشاءاللہ بمبئی ہوتا ہوا ۸ ر اکتوبر کی صبح کو کلکتہ میل سے ناگپور پہونچوں گا۔ چاہتا ہوں کہ ورکنگ کمیٹی میں شریک ہونے سے قبل قائد اعظم سے مشورہ کر لوں۔ باقی بالمشافہ۔

۱۸ ستمبر ۱۹۴۳ء   آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۸)

نواب بہادر یار جنگ بہادر، صدر آل انڈیا مسلم لیگ
حیدر آباد، دکن   ۴ ر رمضان ۱۳۶۲ھ

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

افسوس ہے کہ اس سفر میں آپ کے ساتھ مل کر بیٹھنے اور گفتگو کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ راستہ میں مجھے معلوم ہوا کہ جس دن میں دہلی سے علی گڑھ گیا تھا اسی دن آپ دہلی پہونچے۔ امید ہے کہ پنجاب کی ریاستوں میں آپ کا دورہ کامیاب رہا ہوگا۔ اس وقت تک راجپوتانہ اور پنجاب کی جن ریاستوں میں بہادر یار جنگ کمیٹی کا دورہ ہوا ہے، از راہ کرم ان کی حالت کا نوٹ جو آپ نے تیار کیا ہوگا وہ روانہ فرمائیے تاکہ میں اس سے اندازہ کر سکوں اور اگر کوئی نوٹ مرتب ہی نہیں ہوا تو براہ کرم جلد مرتب فرمایئے تاکہ جو معلومات حاصل ہوئے ہیں وہ محفوظ ہو جائیں۔

بہادر یار جنگ کمیٹی کے آئندہ دورے کا پروگرام بنایئے اور ان ریاستوں کو مطلع فرمایئے جہاں آپ جانا چاہتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی کا کام آئندہ سالانہ جلسے سے پہلے ختم ہو جائے۔

کشمیر کے اس واقعہ کو جو میرے ساتھ پیش آیا ہم آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس سے تمام ریاستوں میں ہمارا کام دشوار ہو جائے گا۔ آپ کے مشورہ کے مطابق یا تو ہماری کوشش بارآور ہوتی اور حکومت کشمیر اپنے عاید کردہ امتناع کو واپس لے

یتی یا اب ہم کو کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے جس سے نہ صرف حکومتِ کشمیر بلکہ ساری ریاستی حکومتوں کو آل انڈیا مسلم لیگ کی اہمیت کا اندازہ ہو۔ اس نوبت پر ہمارا خاموش ہو جانا ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو ختم کر دینے کے مترادف ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ خداوند تعالیٰ نے یہ موقعہ محض اس لئے پیدا کیا ہو کہ اس سے ہم کو جد و جہد کے لئے ایک میدان مل جائے اور اس طرح ہم اپنی تنظیم کو مکمل کر سکیں۔

اس مقصد کے لئے میں نے پہلے قدم کے طور پر یہ سوچا ہے کہ ایک مہینہ کی مہلت دے کر ایک کل ہند یوم کشمیر منانے کی اپیل کروں اور اس کو اپنے ذاتی اثر سے تمام ہندوستان میں کامیاب بناؤں۔ مجھے معلوم ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی نظام اور قائد اعظم سے مجھے اس سلسلے میں کسی قسم کی امداد نہ ملے گی مگر مجھے یقین ہے کہ تمام ہندوستان میں لیگ کا نظام میری مدد کرے گا لیکن اس کوشش میں کامیابی کے لئے حسب ذیل تدابیر کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

۱۔ یوم کشمیر منائے جانے تک اخبارات میں کشمیر کی نسبت کوئی نہ کوئی مضامین، بیانات یا خبروں کا سلسلہ جاری رہے تاکہ عوام جو جلد بھول جانے کے عادی ہیں کشمیر کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔

۲۔ اس مقصد کے لئے تمام ہندوستان کے ایسے اخبارات کی ایک فہرست تیار کی جائے جن سے ہم کو امداد کی توقع ہے اور ان سے فوراً مراسلت کی جائے۔

۳۔ ہندوستان کے مسلم زعما کی ایک فہرست تیار کر کے ان سے بیانات، پیامات اور مضامین کی خواہش کی جائے اور وہ تمام بیانات ہمارے یہاں جمع ہوں اور ہم ان کو یکے بعد دیگرے اس طرح شائع کریں کہ پبلک کا حافظہ تازہ رہے۔

۴۔ کشمیر سے اس وقت تک جو رپورٹیں وصول ہوئی ہیں۔ اور ان کی سابقہ سیاسی کشمکش کے متعلق جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ان کو پیشِ نظر رکھ کر اور مسلم کانفرنس سے مزید اعداد و شمار طلب کر کے جلد سے جلد مختصر رسالوں کی صورت میں ایسا لٹریچر تیار کیا جائے جو تمام ہندوستان میں شائع کیا جا سکے تاکہ یوم کشمیر منانے والے اس کو پیشِ نظر رکھ کر کام کریں۔

مناسب ہوگا کہ ان سب تفصیلات پر غور کر کے آپ جلد از جلد مجھے اپنی رائے سے مطلع کریں۔ نیز اگر ضرورت ہو تو دو دن کے لئے حیدر آباد آجائیں تاکہ اس پر غور کر لیا جائے۔

مجھے ہماری طے کردہ تمام قراردادوں کی ضرورت ہے۔ رحمتانی صاحب نے اپنے زمانہ کی قراردادیں طبع کروائی تھیں۔ ان کو جمع کر کے اور آپ کے زمانہ کی قراردادوں کو نقل کرا کر براہ کرم جلد روانہ فرمایئے۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

۱۴ر رمضان ۱۳۶۲ھ　　　　آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۱۹)

مکرمی،

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ خط پہونچا۔ سالانہ اجلاس کے سلسلہ میں آپ کی توجہ اور مصروفیت کو معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ آپ ضرور ۲۰ر دسمبر تک کراچی پہونچ جایئے، اس کے بغیر اجلاس کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اس اجلاس کے لئے آپ کو خصوصی سرمایہ بھی جمع

کرنا پڑے گا۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں مرکز میں اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حیدر آباد کا حصہ رسدی آپ کو مل جائے گا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ کسی امداد کی یہاں سے توقع نہ کیجئے میں نے یہاں کے دینے والوں پر اتنا بار ڈالا ہے کہ اب مجھے ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا منہ نہیں ہے۔ چنانچہ باقی صاحب سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ اب تک ان کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ جہاں جہاں میں نے لکھا تھا ان سب نے جواب دے دیا کہ اس وقت کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ اب اپنے وعدہ کی لاج رکھنے کے لئے ان کو اپنی گرہ ہی سے کچھ دے دوں گا۔ سنا ہے گو ابھی تصدیق نہیں ہوئی کہ حکومت سے ان کو ڈھائی ہزار روپیے ملے ہیں۔ خدا کرے سچ ہو۔

اب اتنی دیر ہوگئی کہ دورۂ کاٹھیاوار کے خیال کو ملتوی ہی کرنا پڑے گا۔ میں نے اپنا پروگرام بنا لیا ہے یہاں سے ۱۷ دسمبر کو روانہ ہو کر ایک دن بیجاپور ٹھہرتے ہوئے ۲۲ دسمبر کو انشاء اللہ کراچی پہنچوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت تک آپ وہاں تمام انتظامات کر چکے ہوں گے۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ فقط۔

حیدر آباد دکن ۳ ذی حجہ ۶۲ ۱۳ھ　　　　آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۰)

مکرمی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یہ خط بنگلور جاتے ہوئے ریل میں لکھ رہا ہوں۔ آپ کا خط مورخہ ۱۷ فروری معہ نقل مکتوب سکریٹری کپور تھلہ وصول ہوا۔ مہاراجہ کپورتھلہ کو تبدیلی تاریخ کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ جبل پور میں جلسہ ضرور رکھئے۔ خدا کرے کہ شعیب صاحب سے بھوپال میں آپ کی ملاقات مبارک ہو باقی بعد واپسی۔

۲۸ صفر ۱۳۶۳ھ　　　　مخلص محمد بہادر خاں

(۲۱)

مکرمی۔　　　　بیگم بازار، حیدر آباد دکن۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مورخہ ۲۵ مارچ اور رپورٹ کا مسودہ علی شبو صاحب ہاشمی کے ذریعہ وصول ہوا انشاء اللہ اس کو دیکھ کر چھپائی کے لئے شبو صاحب کو دے دوں گا اور وہ جلد چھپ کر آپ کو مل جائے گا۔ میں جبل پور کے لئے ۱۴ اپریل کی شب کو انشاء اللہ یہاں سے روانہ ہوں گا۔ اور ۱۵، ۱۶ کی شب یا ۱۶ تاریخ کی صبح کو جبل پور پہنچوں گا۔ جبل پور جانے میں سب سے بڑا جھگڑا اٹارسی پر گاڑی کی تبدیلی کا ہے گرانڈ ٹرنک ایکسپریس وہاں شام کو پانچ بجکر ۱۴ منٹ پر پہونچتا ہے اور جبل پور کی گاڑی وہاں سے ۶ بجکر ۳۰ منٹ پر چلتی ہے۔ گو یہ وقت کافی ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ گرانڈ ٹرنک ایکسپریس اکثر لیٹ رہتا ہے۔ میں نے سنا تھا کہ ناگپور سے کوئی پسنجر راست جبل پور جاتا ہے اگر یہ صحیح ہے تو ریلوے سے اطمینان کر کے مجھے مطلع فرمائیے۔ باقی بالمشافہ۔

۲۵ مارچ ۱۹۴۴ء　　　　آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۲)

مکرمی،   بیگم بازار، حیدر آباد دکن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کا خط پہونچا ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال کی خدمت میں شکریہ کا خط روانہ کر دیا گیا ہے یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے کسی جگہ جانے کے لئے بستر باندھ کر کھولا ہے لیکن قضا و قدر کی پیدا کی ہوئی مشکلات سے کسی کو چارہ نہیں دو روز قبل اچانک برانکائیٹس (BRONCHITIS) کا حملہ ہوا اور اس کے اثر سے اب تک نجات نہیں ملی، مجھے احساس ہے کہ جبلپور میں آپ کو بہت مایوسی ہوئی ہوگی۔ وہاں کی تفصیلی کیفیت سے مطلع فرمائیے۔ فقط۔

۱۷ / اپریل ۱۹۴۴ء   آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۳)

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا خط اور تار موصول ہوئے۔ روپیہ کا بھیجنا میرے لئے سخت دشوار تھا۔ بہت مشکل سے دو سو پچاس روپیہ کا انتظام کر سکا ہوں۔ جو روانہ کر رہا ہوں۔ اب میرے یہاں صرف سات روپیہ بچے ہیں جن میں سے منی آرڈر کا خرچ بھی وضع کیا جائے گا۔ وصولی رقم کے لئے خاص کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ سن کر مسرت ہوئی کہ جبلپور کانفرنس کامیاب ہوئی۔ میں اچھا تو ہوگیا ہوں لیکن سینہ پر ابھی تک بادبہت اور کھانسی پوری طرح دفع نہیں ہوئی ہے آئندہ مجلس عاملہ کا اجلاس اگر ورنگل میں مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ جلسہ کے ساتھ رکھ لیا جائے تو مناسب ہوگا۔ اس کی تاریخیں ۲۴، ۲۵، ۲۶ / مئی ہیں آپ ناگپور سے گرانڈ ٹرنک ایکسپریس پر روانہ ہوں تو رات کو ڈھائی تین بجے قاضی پیٹھ پہونچ جائیں گے اور وہاں سے جلسہ گاہ کا فاصلہ صرف چار یا پانچ میل ہوگا جلسہ گاہ جانے کے لئے آپ کو بس مل جائے گی بالتفصیل مجلس استقبالیہ کے صدر مولوی سید فضل حسین صاحب ایڈوکیٹ کو جو آپ کے ساتھی ہیں مطلع فرما دیجیے۔ کولہاپور کی مسلم جمعیتہ کا جلسہ عام انہوں نے ۱۵، ۱۶ / مئی کو رکھا ہے میں ان شاء اللہ شریک ہوں گا۔ فقط

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۴)

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آج بمبئی سے واپس آکر آپ کا خط دیکھا۔ آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ مبارک ہے اپنے کام کو دوسروں سے الجھے بغیر جاری رکھیے۔ پبلک کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کیجیے پبلک ہی سب سے بڑی طاقت ہے۔ جنگ کی موجودہ صورتِ حال نے وہ وقت لا دیا ہے جبکہ آپ کی قوتِ عمل کو دوگنا ہو جانا چاہیئے اب سب سے زیادہ توجہ نیشنل گارڈ کے قیام پر صرف ہونا چاہیئے۔ مستقبل قریب میں مجھے اس کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ یہ آپ کے لئے بڑا سنہری موقع ہے کہ حکومتِ ہند کے مطالبہ پر ریاستیں بھی سیوک گارڈ قائم کر رہی ہیں۔ مسلم نوجوانوں کو اس میں زیادہ سے زیادہ شریک کروائیں۔ اس سے آپ کو مفت میں

اپنے نوجوانوں کو فوجی ٹریننگ دلانے اور عملی صلاحیت پیدا کرنے کا موقعہ مل جائے گا اس کا خیال نہ کیجئے کہ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے مسلمانان ہند کو ڈیفنس کمیٹیوں سے تعاون کی ممانعت کر دی ہے۔ ہماری ریاستی سیاست اس سے بالکل مختلف ہے خصوصاً مسلم ریاستوں کی۔ میں نے اس بارہ میں مسٹر جناح سے گفتگو کر لی ہے اور اب آپ کو چاہیے کہ جیسے ہی حکومت سیوک گارڈ کے قیام کا اعلان کرے آپ فوراً مسلم نوجوانوں کو جوق در جوق اس میں شریک کروائیں۔

مسٹر راجستھانی نے مجھے یہ تو لکھا تھا کہ وہ اجمیر میں کانفرنس کرنا چاہتے ہیں لیکن پرونشل مسلم لیگ کے صدر کا نام نہیں لکھا آپ ان کے نام اور پتہ سے مطلع فرمایئے۔ ان کو ضرور لکھ دوں گا۔ فقط

مسز صدیقی کی خدمت میں بیگم بہادر یار جنگ کو دلی سلام اور شکریہ پہنچا دیجئے وہ کہتی ہیں کہ مسز صدیقی کی عنایتوں کو وہ کبھی نہیں بھلا سکتیں۔ امید کہ آپ سب بخیریت سے ہوں گے فقط

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۵)

مکرمی، جناب صدیقی صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ جو کچھ ہوا وہ اس قدر اچانک ہوا کہ خود میں اب تک اس کو سمجھ نہیں سکا ہوں۔ آپ سے اتفاق ہے کہ اس کی ذمہ داری بڑی حد تک مقامی کارکنوں پر آتی ہے۔ اب گزرے ہوئے پر پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ضرورت اس کی ہے کہ جو کچھ ہوا اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس واقعہ سے مجھے تو بیشک تکلیف ہوئی مگر اس سے کشمیر کے مسلمانوں کو بہت مدد مل سکتی ہے۔ ہم تو پروپیگنڈا کر ہی نہیں سکتے ان کو چاہیئے کہ اپنے کارکنوں کو تمام ریاست میں پھیلا دیں اور ان مظالم کے تذکرہ سے مسلمانوں میں بیداری، زندگی، حکومت سے بیزاری شیخ محمد عبداللہ سے نفرت اور مسلم کانفرنس سے محبت پیدا کریں۔ اگر انہوں نے یہ کر لیا تو میں اپنی تمام تکلیف کو راحت سمجھوں گا۔

کل میں نے تمام واقعات کو قلمبند کر کے نواب زادہ لیاقت علی۔ سردار اورنگ زیب، نواب آف ممدوٹ اور اورینٹ پریس کو روانہ کر دیا ہے۔ اور ان سے بیانات کی خواہش کی ہے۔

آپ نے اچھا کیا کہ وہاں ٹھہر گئے۔ لیکن آپ کو ورکنگ کمیٹی میں شریک ہو کر ان لوگوں کو صحیح مشورہ دینا چاہیے تھا۔ علاوہ بہادر یار جنگ کمیٹی کے سلسلہ میں معلومات فراہم کرنے کے جس کو پورا کر ہی لینا چاہیے۔ آپ وزیر اعظم سے جا کر ملاقات کریں اور اس سے ان تمام حالات کی وجہ دریافت کریں اور اگر ممکن ہو سکے تو کوشش کریں کہ وہ اپنا امتناعی حکم فوراً اٹھا لیں۔ انہوں نے غالباً مجھ پر کانفرنس کی وجہ سے امتناع عاید کیا تھا۔ اگر اب آپ ان سے ملیں تو یقین ہے کہ وہ اس پر غور کریں گے۔ لیکن آپ کی گفتگو دب کر نہ ہو بلکہ صاف صاف ٹرمز میں ہو۔ ان سے ملاقات سے قبل میرا وہ خط پڑھ لیجئے جو میں نے ان کو لکھا تھا اور جو غلام عباس صاحب کے یہاں محفوظ ہے۔ اس کی نقل رکھ کر اصل خط میرے یہاں روانہ کر دیجیے۔

آپ نے بیگم صاحبہ سے جو ہمدردی کی اس کا شکریہ۔ میں نے بہت کوشش کی وہ دوبارہ کشمیر جا کر وہاں کی سیر

کریں لیکن وہ ہرگز راضی نہیں ہوتیں۔ اور میں مشرقیت بہت زیادہ ہے میں نے قصد کیا ہے کہ ایک ہفتہ کو مری پہنچ کر امید آپ پانچ سے زیادہ چار پانچ روز میں اپنے کام کو ختم کر کے لوٹ آئیے تاکہ آپ سے مشورہ کر کے کوئی لائحہ عمل مرتب کیا جاتے۔

آپ کی طرف سے فوراً اس امر کا اعلان ہونا چاہیئے کہ ریاست سے صدر کے اخراج کی وجہ سے ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ملتوی کیا گیا جو کشمیر میں رکھا گیا تھا۔ ایک سو روپیہ روانہ کر رہا ہوں جو آپ کی واپسی تک کافی ہو سکتا ہے۔

مولینا خاموش کی خدمت میں سلام پہنچے گا۔

کوہاٹ ۱۵ اگست　　　　　　محمد بہادر خاں

(۲۶)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کی دعوت سر آنکھوں پر لیکن میری مشکلات کو کیا بتاؤں۔ کل شام کو گھر پہنچا ہوں اور یہاں کے پیچیدہ حالات کی وجہ سے جن سے کچھ آپ بھی واقف ہو چکے ہیں۔ خود اپنے جلسہ کو چند دنوں کے لئے ملتوی کر دیا ہے اس زمانہ میں میرا حیدر آباد سے کہیں باہر جانا سخت خطرناک ثابت ہو گا۔ اس لئے مجھے تو معاف ہی فرما دیجئے۔

نواب اسمٰعیل خاں صاحب کا انتخاب بہت موزوں ہے میں خود بھی ان کو لکھوں گا کہ آپ کی دعوت قبول کر لیں مدراس میں ایک جلسہ رہ گیا کہ آپ کے مشورہ سے میں آئندہ ورکنگ کمیٹی کا اعلان نہ کر سکا اگر راجستھانی بھی وہیں موجود ہیں تو ان کے مشورہ سے ورکنگ کمیٹی کے ارکان کے ناموں کی فہرست روانہ فرما دیجیے۔

اس سال معتمدی کے لئے میں نے آپ کا نام طے کر دیا ہے اور آپ کو انکار کی اجازت نہیں ہے۔ دفتر کی تنظیم سے متعلق جو فوری ضروریات ہوں ان سے اطلاع فرمائیں اور اب اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیجیے امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

حیدر آباد دکن ۲۶ فروری　　　　　　مخلص محمد بہادر خاں

(۲۷)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

آپ کا مکتوب مورخہ ۹ جون پہونچا۔ یہ معلوم کر کے تشویش ہوئی کہ آپ بڑودہ سے واپس آکر علیل ہو گئے تھے اللہ آپ کو صحت عاجل و کامل عطا فرمائے۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ سرمایہ سے متعلق آپ کی مساعی کا کیا نتیجہ نکلا۔ میں بحمد اللہ اچھا ہوں۔ بیگم کا مزاج ابھی اچھا نہیں ہے اور میں ان کے لئے فکر مند ہوں۔ دعا فرمائیے۔ بیگم صاحبہ کی خدمت میں میرا اور میری رفیقِ حیات کا سلام پہونچا دیجیے اور بچوں کو پیار کیجیے۔

حیدر آباد دکن　　　　　　آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

۱۲ جمادی الثانی

(۲۸)

(پوسٹ کارڈ)

کرمی، اسلام علیکم۔

آپ کا رجسٹرڈ ایکسپریس ڈلیوری خط پہونچا میں جمعہ کو گھر پہنچوں گا۔ اپنی تشریف آوری کی تاریخ سے مطلع فرمائیے اور آتے ہوئے تمام ضروری حسابی کاغذات ساتھ لائیے میں آجکل ضلع نانڈیڑ کے دورہ پر ہوں۔ فقط

کیمپ نانڈیڑ ۵ ۱۰ مئی آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۲۹)

مکرمی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ

متاسف ضرور ہوں کہ آپ کے خطوط اور تاروں کا جواب نہ دے سکا۔ لیکن شرمندہ نہیں ہوں کیونکہ بغیر کسی تصنع کے ایسے حالات میں مبتلا تھا جن کو انتہائی ابتلا اور آزمائش کے دن کہا جا سکتا ہے۔ ابھی ان کا سلسلہ جاری ہے لیکن سابقہ اور آئندہ طوفان کے درمیانی وقفہ میں اتنی فرصت نکال لی کہ آپ کو مخاطب کر سکوں اگر عبدالصمد خاں صاحب راجستھانی بھی وہیں ہوں تو یہ خط ان کو بھی سنا دیجئے۔ ان کے مختلف بیانات اور خصوصاً جنگ کی امداد سے متعلق ان کے بیان کے انداز نے میرے اور قائداعظم کے درمیان حالات کو بہت پیچیدہ کر دیا ہے۔ گذشتہ بمبئی کی ملاقات میں ان کی خفگی انتہائی حدود تک پہونچ گئی تھی یہاں تک کہ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کو ختم (DESOLVE) کر دوں۔ مہربانی فرما کر ان سے خواہش کیجئے کہ ریاستوں کی اندرونی تنظیم سے متعلق وہ جتنے بیانات چاہیں دیں لیکن جنگ اور ہندوستان کے دستور مستقبل کے متعلق اپنے قلم کو روک لیں خصوصاً میری مشکل کی کوئی حد نہیں رہتی جب وہ اسٹینڈنگ کمیٹی کی طرف کوئی بیان دے دیتے ہیں درو ہی حال کے اسٹینڈنگ کمیٹی کی کسی کاروائی سے میں واقف نہیں ہوتا۔ اجمیر کے جس جلسہ کا ہم نے مدراس میں تصفیہ کیا تھا وہ ہے تو بہت ضروری اور اس کے ذریعے ہم راجپوتانے اور وسطی ہندوستان کی ساری ریاستوں کے مسلمانوں کو بیدار کر سکیں گے۔ لیکن صدیقی صاحب آپ یقین مانیے کہ میں اب کسی مالی خدمت کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اب مالی حیثیت سے مجھ میں اور آپ میں تھوڑا ہی فرق رہ گیا ہے۔ اگر آپ ریاست ہائے وسطی ہند و راجپوتانے کا ایک دورہ کر کے اور خود کچھ دنوں قبل اجمیر پہنچ کر درگاہ شریف ہی کے اجتماع سے فائدہ اٹھانے کی کوئی صورت پیدا کر سکیں تو مناسب ہوگا۔ میرے مسائل کے تصفیہ کے سلسلے میں قائداعظم عنقریب حیدرآباد آنے والے ہیں۔ میرا یہاں سے کہیں باہر جانا ممکن نہیں۔

دفتر کی تنظیم کی جو تجویز آپ کے پیش نظر ہے اس کی نسبت بھی میرا وہی پہلا جواب ہے کہ میں روپیہ خرچ کرنے کے قابل نہیں رہا ہوں کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اس سلسلے میں نواب صاحب بھوپال کی امداد حاصل کریں اگر انہوں نے اس نازک موقع پر صرف پانچ ہزار روپیہ سے بھی ہماری امداد کی تو ہم اسٹیٹ مسلم لیگ کو مستقل اور مستحکم بنیادوں پر قائم کر سکتے ہیں اگر اس کے لئے مجھے بھوپال آنا پڑا۔ تو میں دریغ نہ کروں گا اگر حیدرآباد کے حالات موافق ہوتے تو میں نے عزم کر لیا تھا کہ کسی والئی ریاست کی امداد کے بغیر اور غریب مسلمانان ریاست ہی کی پونجی سے اس کل ہند ادارہ کو چلاؤں گا

اس کی طرف خاص توجہ فرمائیے آپ کے اخبار کا کیا ہوا ایک نمبر کے بعد پھر اس کی کوئی اشاعت سامنے نہیں آئی۔ اور یہ بہت نامناسب ہے امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ فقط

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

بیگم صدیقی کو بیگم بہادر یار جنگ کا سلام پہنچا دیجئے۔

بعض خطوط جو اسٹیٹ مسلم لیگ کے سلسلہ میں وصول ہوئے ہیں۔ مرسل ہیں۔ اس کی نسبت مناسب کاروائی فرمائیے۔ آپ اور منظر عالم صاحب اور راجستھانی صاحب اگر حیدر آباد آسکیں تو مجھے بڑی مسرت ہوگی۔ میں ۱۲ جولائی تک حیدر آباد میں ہوں ۱۶ سے ۲۵ جولائی تک اضلاع کے دورہ پر جاؤں گا۔

(۳۰)

مکرمی

السلام علیکم۔ فروری میں چاہتا تھا کہ وسطی ہندوستان کی ریاستوں کا ایک تفصیلی دورہ کروں لیکن مسٹر جناح نے صوبہ سرحد کی تنظیم و اصلاح کا کام قاضی محمد عیسیٰ خان صاحب کے ساتھ میرے سر ڈال دیا۔ انشاء اللہ ۱۱ اور ۱۲ فروری کی درمیانی شب کو بھوپال سے گذروں گا اسٹیشن پر ملاقات فرمائیے۔ زیادہ ہجوم نہ ہو تو مناسب ہے تاکہ آئندہ پروگرام سے متعلق آپ سے تفصیلی گفتگو کر سکوں اگر اس تاریخ میں کوئی تبدیلی ہوگئی تو اطلاع دوں گا۔ جاتی دفعہ تو بھوپال ٹھہرنے کا کوئی امکان نہیں۔ واپسی کی نسبت ابھی کچھ نہیں جانتا۔ سب کچھ عند الملاقات فقط

مخلص

یکم فروری ۱۹۴۱ء حیدر آباد دکن — محمد بہادر خاں

(۳۱)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

گاڑی بہت دیر سے آئی اور میں تقریباً دس بجے گھر پہونچا اور آتے ہی نواب سر محمد یوسف صاحب کو تفصیلی خط لکھ دیا اور اس میں آپ کے الہ آباد جانے کا تذکرہ بھی کر دیا ہے۔ آپ میرے خط کا حوالہ دیتے ہوئے ان کو لکھئے بلکہ جلد سے جلد جا کر ان سے مل آیئے۔ باقی سب خیریت ہے اگر کوئی ضروری بات ہوگی تو آئندہ لکھوں گا۔

آپ کا مخلص

۱۱ مارچ ۱۹۴۲ء حیدر آباد دکن — محمد بہادر خاں

(۳۲)

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

خط پہونچا۔ پانچ سو روپیہ بجائے بنک ڈرافٹ کے بذریعہ منی آرڈر روانہ کر رہا ہوں۔ اس کو کسی بنک میں جمع کرا

دیکھئے اور کوشش کیجئے کہ حتی الامکان مصارف کم سے کم ہوں۔ ہمارے یہاں جو کچھ ہے وہ کام کے مقابلہ میں بہت کم ہے اور پھر کسی سے ملنے کی توقع نہیں۔ جو موعودہ رقوم آپ کو ریاستوں سے بطور کوٹہ وصول ہوں وہ بھی بینک میں جمع کی جائیں اور ماہانہ آمد و خرچ کا گوشوارہ ہر مہینہ کی پہلی تاریخ میرے یہاں روانہ کیا جائے۔ اخبار اور پروپیگنڈہ کا تعلق بالکل وقتی گنجائش سے مد رکھیئے بلکہ اس کو علیحدہ ہی فرمائیے۔ سفر خرچ کی نسبت یہ قرار دیجیے کہ اگر آپ بذات کار ریگ سفر کریں تو انٹر کلاس کا کرایہ آپ کو ملا کرے گا اور اسی طرح آپ کا جہاں قیام ہو اگر وہاں کی لیگ قیام وطعام کا انتظام نہ کرے تو روزانہ ایک رقم معین کی جائے۔ جس کا آپ خود اندازہ بتائیں۔

بھوپال کا اجلاس ضرور کیجیے۔ لیکن میرے حیدر آباد سے باہر جانے کی کوئی توقع نہیں۔ یہاں میرا ایک ایک منٹ موجود رہنا ضروری ہے۔

ٹورنگ کمیٹی کا نام بہادر یار جنگ ٹورنگ کمیٹی ضرور رکھیئے۔ مجھے بجز مولانا خاموش صاحب کے ارکان کے ناموں سے اتفاق ہے۔ مولانا کو اس پیرانہ سالی میں زحمت سفر دینا ضروری نہیں ہے۔ آپ فوراً باقی اصحاب کو لکھ کر ان کی رضامندی حاصل کیجئے اور سب سے پہلے ریاستوں کا انتخاب کیجیے کہ کہاں سب سے زیادہ شکایات ہیں اور کمیٹی کا جانا ضروری ہے۔ اس کمیٹی کا دورہ جلد شروع ہو جائے تو وہی سنٹرل ڈیفنس کمیٹی کا کام بھی دے سکتی ہے۔ ایک مرتبہ محمود شریف صاحب کے اور آپ کے حیدر آباد میں جمع ہو کر مجھ سے اور ابو الحسن صاحب سے مشورہ کرنے کی تجویز اچھی ہے۔

میری دلی تمنا ہے کہ آپ کا زمانہ معتمدی لیگ کے لئے مبارک ثابت ہو۔ آپ میرے کامل تعاون کا یقین کیجیے۔ صرف میں ایک معاملہ میں سخت ہوں اور وہ اخراجات میں کفایت اور حسابات میں باقاعدگی ہے۔ اور اس میں بھی نہ ہوتا اگر حسب سابق میں لیگ پر خرچ کرتا رہتا۔ اب جبکہ رقم دوسروں نے دی ہے میری اور آپ کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ امید کہ اس میں آپ میری مدد کریں گے۔

آپ کا مخلص

۲۳ اپریل ۱۹۴۲ء حیدر آباد دکن

محمد بہادر خاں

(۳۴)

مکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اُمید کہ آپ بخیر و عافیت ناگپور پہنچ گئے ہوں گے۔ آئندہ مجلس عاملہ کے ناموں سے مطلع فرمائیے تاکہ ان کی منظوری دے دوں۔ اس اجلاس کی کامیابی پر مبارکباد قبول فرمائیے۔ اب ضرورت ہے کہ تمام ریاستوں کو جلد سے جلد لیگ کے نظام میں مربوط کر لیا جائے۔ آپنے ایک مرتبہ پھر مجھے صدارت کے بوجھ سے لاد دیا۔ اب آپ ہی چھٹکارے کی کوئی صورت بتائیے۔

جب کراچی میں آپ سے کہا تھا کہ خلیفہ امام الدین کہتے تھے کہ حکومت کپورتھلہ نے ان کو ایک پولس افسر کے ذریعہ اطلاع دی ہے کہ مجھے کپورتھلہ کے حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ نے ان سے مراسلت

کی تھی تو راجہ صاحب کی طرف سے خواہش کی گئی تھی کہ میں اس زمانہ میں کپورتھلہ آؤں جبکہ راجہ صاحب بھی وہاں موجود ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کے واقعات نے ان کی پالسی پر بھی اثر ڈالا ہے میں چونکہ اواخر فروری میں پنجاب کی طرف جانے کا ارادہ کر رہا ہوں اس لئے مناسب ہوگا کہ آپ حکومت کپورتھلہ سے مراسلت کر کے اس امر کو قطعی طور پر طے کر لیں۔ اس مراسلت میں خلیفہ امام الدین کی گفتگو کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

جلسہ سالانہ کے حسابات اگر مرتب ہو گئے ہوں تو میرے معائنہ اور علم کے لئے روانہ فرمائیے۔ میں انشاء اللہ اواخر جنوری میں اردو کانفرنس کی شرکت کے لئے ناگپور آ رہا ہوں وہاں تفصیلی باتیں ہوں گی۔ خدا حافظ

۱۰ محرم ۶۲ھ حیدر آباد دکن — آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

(۳۴)

مکرمی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ آپ نے ناگپور میں جے پور کا ایک خط مجھے دیا تھا۔ افسوس ہے کہ کونسل میں ہم اس کی نسبت رزولیوشن پاس کرنا بھول گئے لیکن کونسل کا اجلاس ضابطہ کی ساری پابندیوں سے بے نیاز رہا ہے اس لئے مناسب ہوگا کہ دوسری قراردادوں کے ساتھ جے پور کے خط اور میرے جواب کی روشنی میں آپ ایک قرارداد مرتب کر کے شائع بھی کر دیں اور حکومت جے پور کو روانہ بھی کر دیں۔ آپ کے دیئے ہوئے خط میرے جواب اور سر مرزا اسمٰعیل و سید ارشاد الدین صاحب کے نام میرے خطوط کی نقلیں آپ کی اطلاع کے لئے ملفوف ہیں۔ فقط

آپ کا مخلص

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء بیگم بازار، حیدر آباد دکن — محمد بہادر خاں

(۳۵)

مکرمی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

میرے خط کے جواب میں سیٹھ یوسف ہارون کا جو خط آیا ہے وہ ملفوف ہے۔ میں نے ان کو جواب دے دیا ہے کہ ہمارے پہلے اجلاس کے لئے ۲۵ نومبر کی صبح مقرر کر دیں اور دوسرے اجلاس کے لئے کوئی اور تاریخ۔ اور ۲۰۰ مندوبین کے لئے انتظام کریں۔ آپ اب ان سے مراسلت کرتے رہیے اور تمام امور کو طے کر لیجیے۔ میں نے بہاولنگر کے رکن عاملہ سے جن کا نام یاد نہیں ہے کہہ دیا تھا کہ پٹھان رسول خان صاحب کی صدارت میں جلد مجلس استقبالیہ بنا کر کام شروع کر دیں۔ آپ ان سے بھی مراسلت فرمائیں۔ نیز اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں گجرات اور کاٹھیاواڑ کی ریاستوں کا دورہ کروں تو پھر جلد ان ریاستوں کی مسلم جماعتوں اور حکومتوں سے مراسلت کر کے مجھے مطلع فرمائیے تاکہ میں اپنا پروگرام بنا سکوں۔ میں اس سلسلہ میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔

۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء حیدر آباد دکن — آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

(۳۶)

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ۔

یاد فرمائی کا شکریہ۔ میں ڈیڑھ ماہ سے جاگیر پر مقیم تھا اور اطبا کی ہدایت کے بموجب کامل آرام کر رہا تھا اب پھر میدانِ عمل میں ہوں۔ راجستھانی صاحب دو ماہ تک بالکل لاپتہ تھے پونہ میں پھر وہ نمودار ہوگئے تھے ان کو تاکید کی ہے کہ جلد حیدرآباد آجائیں بعض وجوہ سے ان کو میں اپنے ساتھ حیدرآباد نہ لا سکا۔ میں خود اس کو محسوس کر رہا ہوں کہ مرکز کی تنظیم ضروری ہے اور وہ راجستھانی کو حیدرآباد میں رکھ کر اور فی الحال حیدرآباد ہی کو مرکز قرار دے کر ہوسکتی ہے۔ جب ذرا کام جم جائے تو پھر ہم دوسری طرف متوجہ ہوں گے۔ انشاء اللہ میں مرکز کی تنظیم پر پوری توجہ دوں گا اور جلد اس کی تکمیل ہو جائے گی۔

بھوپال کی لیگ کے مشاغل سن کر مسرت ہوئی آپ قابلِ مبارکباد ہیں۔ جلسہ سالانہ کی تیاریاں کیجئے ضروری ہیں میرا قصد دلی جانے کا ہے اسی سلسلہ میں ہوسکا تو بھوپال ضرور آؤں گا۔

افسوس ہے کہ ہز ہائی نس کے زمانۂ قیام حیدرآباد میں شرفِ نیاز نہ حاصل کر سکا۔ جاگیر میں مقیم تھا۔ سنا تھا کہ وہ پھر حیدرآباد آنے والے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو تشریف آوری کی تاریخوں سے مطلع کیجئے۔

مخلص

محمد بہادر خاں

(۳۷)

INDIAN POSTS AND TELEGRAPHS DEPARTMENT.

O 10/30 New Delhi 16 24
Secretary States Muslim League
Nagpur

Your telegram last week March not possible shall be glad meet you before twenty first if convenient.

Jinnah.

Nagpur
17 MARCH 46

بنام وزیر اعظم صاحب ریاست

(۳۸)

سری نگر ۱۴ اگست

جناب وزیر اعظم صاحب ریاست

تسلیم۔ میں ایک زمانۂ دراز سے ارادہ کر رہا تھا کہ کشمیر آؤں۔ لیکن میری مصروفیتوں کی وجہ سے میں آج سے قبل وقت نہ نکال سکا۔ اس سال جب آل جموں اینڈ کشمیر مسلم کانفرنس نے مجھے دعوت دی تو میں نے ارادہ پختہ کر لیا۔ مجھے یہ دعوت آج سے

تقریباً تین ماہ قبل ملی اور میرے یہاں آنے کی اطلاع ہندوستان کے اخبارات میں گذشتہ دو مہینہ سے شائع ہو رہی ہے۔ لیکن اس تمام عرصہ مدت میں حکومت کشمیر نے کوئی ایسا اعلان نہیں کیا کہ حدود ریاست کشمیر میں میرا داخلہ ان کو پسند نہیں ہے چنانچہ میں حیدرآباد سے چلا اور آج صبح سرینگر پہونچا۔ اور یہاں پہونچ کر مجھے معلوم ہوا کہ مقامی اخبارات میں میرے داخلہ پر امتناع کی اطلاع شائع ہوئی ہے/ چونکہ میں آل جموں اینڈ کشمیر مسلم کانفرنس میں شرکت کے بعد (جو یقیناً میری خاموش شرکت ہوتی کیونکہ اعلیٰحضرت، خلد اللہ ملکہ نے ایک سال کے لئے اندرون مملکت حیدرآباد و بیرون حیدرآباد میری تقریروں کی ممانعت فرما دی ہے) کچھ دنوں کشمیر میں آرام لینا اور تفریح کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں اپنی بیوی کو بھی اپنے ساتھ لایا۔

یہاں پہونچ کر جیسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ حکومت کشمیر نے میرے داخلہ کی ممانعت کر دی ہے تو میں نے بلا تاخیر انسپکٹر جنرل صاحب کو توالی کر ٹیلیفون سے اطلاع دلوائی کہ راستہ میں مجھ پر کوئی حکم تعمیل نہیں ہوا۔ اور میں یہاں پہونچ گیا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے ملنا چاہیں تو میری قیام گاہ پر ملاقات کریں۔

تقریباً ۲ بجے جبکہ میں میر واعظ محمد یوسف صاحب کے مکان پر نماز جمعہ کی تیاری کر رہا تھا۔ میرے یہاں ایک پولیس افسر صاحب آئے اور انہوں نے مجھے مجسٹریٹ کا ایک حکم دیا کہ وہ کشمیر سے فوراً باہر چلے جائیں میں نے اس پر محض اس خیال سے کہ حکم کی تصحیح ہو جائے یہ لکھ دیا کہ میں نے کئی ماہ ہوئے اپنے خطابات و اعزازات واپس کر دیئے ہیں۔ اس لئے اب میں بہادر یار جنگ نہیں ہوں اور پولیس افسر سے کہہ بھی دیا کہ وہ انسپکٹر جنرل صاحب سے کہہ دیں کہ یقیناً حکومت کشمیر کو غلط فہمی ہوئی ہے اس لئے وہ کسی وقت خود مجھ سے مل لیں ½ ۴ بجے جبکہ میں نماز کے بعد کھانے سے فارغ ہی ہوا تھا۔ میرے یہاں پولیس کے دو اور آفیسر میری قیام گاہ پر آئے اور انہوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں چل کر سینیر سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس سے ملوں۔ میں چونکہ اپنے اعزازات کی واپسی سے قبل ایک پوزیشن رکھتا تھا اور اب بھی بحیثیت آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے صدر کے میرا ملک میں ایک مقام ہے اس لئے میں نے ان سے کہا کہ صاحب تشریف لائیں تو مجھے ان سے مل کر مسرت ہوگی۔

ان تمام حالات کو آپ کے علم میں لانے کے بعد میں اپنی حیرت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اس تمام کارروائی کو سمجھنے سے میں قاصر رہا آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کی پالیسی ہمیشہ مصالحت پسندانہ رہی ہے۔ آج تک کسی ریاست کی حکومت کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ اور کسی ریاست میں مجھے ناپسندیدہ (undesirable) نہیں سمجھا گیا۔ اس ادارہ کا مسلک ہمیشہ یہ رہا ہے کہ حتی الامکان مقامی ریاستی حکومتوں سے مسلمانوں کے حقوق کو آئینی اور دستوری طریقہ سے حاصل کیا جائے۔ جنگ کے مسئلہ میں اس ادارہ کی پالیسی ہمیشہ ریاستوں کے والیان کے ساتھ جو حکومت برطانیہ کے حلیف ہیں تعاون اور اشتراک عمل کی رہی اس کے باوجود میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی بنا پر آپ کی حکومت نے میرے داخلہ کو ممنوع قرار دیا یا اب مجھے ریاست سے باہر چلے جانے کا حکم دے رہی ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی ریاست میں پنڈت جواہر لال نہرو، مسٹر ساور کر وغیرہ جیسے آل انڈیا لیڈر آ چکے ہیں اور حکومت نے نہ صرف ان سے کوئی باز پرس نہیں کی بلکہ ان کی آؤ بھگت کی۔ چونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ شاید پولیس مجھے

گرفتار کرے (جس کے لئے میں بالکل تیار ہوں) میں نے مناسب خیال کیا کہ کوئی ناگوار صورت حالات پیدا ہونے سے قبل میں آپ کو لکھ کر معلوم کر لوں کہ ان حالات کی اصل وجہ کیا ہے۔

میں نے آج تک کبھی کسی ریاست یہاں تک کہ حیدر آباد میں بھی کسی کام کے سلسلہ میں بجز وزیر اعظم کے کسی او رعہدہ دار حکومت سے ان کے دفتر یا گھر پر جاکر ملاقات نہیں کی اس لئے میں یہاں بھی قاصر ہوں اور اپنے وقار کے خلاف سمجھتا ہوں۔ البتہ اگر آپ مجھ سے ملاقات فرمانا چاہیں تو آپ جو وقت بتائیں اس وقت مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے میں عذر نہ ہوگا۔

میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں

احقر آپ کا مخلص

محمد بہادر خان

بنام نواب میاں محمد علی خاں (۳۹)

Nawab Bahadur Yar Jung Bahadur
Chairman, Organising Committee,
All India States Muslim League
Hyderabad - Deccan.

19. 12. 39.

Miyan Mahmudali Khan Sahib,
Bhopal

Dear friend of Islam,

I must congratulate you for your willingness to accept the Presidentship of the Central India States Muslim League as informed by Abdussamad Khan Rajasthani Propaganda Secretary. There will a Standing Committee at Bhopal whose office bearers are - — Miyan Mahmudali Khan Sahib (President) · Mahmudul Hassan Siddiqi B.A. Editor Nadim (Secretary), Vakil Nassiruddin Sahib (Treasurer) and Sahibzada Nayabali Khan B.A and Abid Hussain Khan Sahib as members. Some of these members will be taken into the Working Committee of the All-India States Muslim League. This Standing Committee will be under the Working Committee of the C. I. States Muslim League. ; and will work in consultation, and with responsibility. The members of your Working Committee are as follows :—

1. Manzar Alam Ansari Sahib M.A. LL. B. (Vice-President) Raof Lodge, Lashkar, Gwalior. Two members more with him.

2. Qutbuddin Khan Sahib M.A. LL. B. (Vice - President) Camp Nawab Ghafur Khan, Indore. Two members more with him.

3. Fajalkarim Bhoy B.A. (Lond); LL. B. (Vice-President) Advocate, High Court, Ujjain. One member more with him.

4. Mahamad Yakub Sahib B.A. LL. B. (vice President) Pleader Mhow, C. I. two

members more with him to represent Dhar and Dawas States.

5. Mohamad Ahmad Sahib Editor Tarjuman, (vice-President) Tarjuman Office, Joara State.

6. Ahmad Yusuf Sahib President of the Muslim Conference, Rutlam. One member more with him.

As for Rewa, Rajgarh, and Narsinghgarh, you are herewith authorised to select the proper men.

Confidential.

I am communicating with the Bhopal Government. Sure their secret sympathies with us. I am thinking to come to you as it is proper for me to do so. I am waiting results. The names of the working Committee and the Standing Committee will be published after due care and your permission.

I hope that this finds you in the best of your health.

Your Brotherly,

(BAHADUR YAR JUNG)

(۴۰)

June. 8, 1940.

Miyan Mahmud Ali Khan Sahib,
Bhopal.

Dear Freind of Islam,

Your favour in hand. Thanks for the same. I am communicating with the Bhopal authorities. Salamuddin Khan Sahib sent a letter. His impression about the move is encouraging. The tone of his letter is healthy and friendly. It is good. He invites me there to have discussion with the H.H. This interview will be helpful. The same is the question in other states as well.

No matter the work shall be done slowly but steadily though not swiftly. The Constituent or Domonion Status is too near at least for Conferences. Till then Native Mussalmans should have their voice.

Please, include Sultanul Haq Sahib, in the Working Committee. He was already in the capacity of Organising Secretary already. Nawab Ismail Khan has sent a very strong letter in his

support. He saw, his name in the U.P. papers. His name was only by mistake left. Nawab Ismail Khan, Nawab Sahib of Chattari, and Raja Sahib of Mahmudabad shall be in the Advisory Committee for the U. P; C. I. and Rajputana States Muslim Leagues. Their names and the names of the members of such other Advisory Committees will be very soon announced.

With such thoughts,
Your Brotherly,
Bahadur Yarjung

بنام نواب بہادر یار جنگ

(۱)

Nawab Bahadur Yar Jung Bahadur
Chairman, Organising Committee,
All India States Muslim League
Hyderabad - Deccan.

Dear Freind of islam,

On behalf of the Chairmam, I am **Sending** you a latter for miyan Mahmudali Khan Sahib.

The names of the Working Committee have been duly forwarded on every address. They will not be published before the permission of the Standing Committee.

With best thoughts,

Your brotherly

Abdussamad Khan Rajasthani,

Propaganda Secretary

بنام بیگم محمود الحسن صدیقی

(۱)

۵ ؍ اپریل ۱۹۴۴ء

محترمہ بیگم صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا محبت نامہ مورخہ ۲۰ ؍ مارچ وصول ہوا۔ علالت کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیے۔ کئی مہینوں سے بیمار ہوں آپ نے صدیقی صاحب سے سنا ہوگا کہ میری علالت ہی کی وجہ سے نواب صاحب کراچی سے جلد واپس ہونے اور ہوائی جہاز سے سفر کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔ درمیان میں افاقہ ہو گیا تھا لیکن دو ہفتہ بعد پھر مرض بڑھ گیا ہے یہ مرض میرا پرانا مرض ہے جو حج سے واپسی میں ہو گیا تھا۔ ہر سال دو سال کو عود کرتا ہے۔ اتنی نحیف ہو گئی ہوں کہ آپ دیکھیں گی تو پہچان نہ سکیں گی۔ ایسی حالت میں سفر میرے لئے عملاً ناممکن ہے۔ اس لئے معافی چاہتی ہوں۔ اس کے علاوہ نواب صاحب نے

اپنی اسٹیٹ کا پورا بوجھ میرے کاندھوں پر ڈال دیا ہے اور یہی کیا کم قومی خدمت ہے کہ میں نے ان کو ساری خانگی ذمہ داریوں سے بری کر کے قومی خدمت کا موقعہ دیا۔ مناسب ہوگا کہ آپ اس عزت کے لئے کسی اور خاتون کا انتخاب فرمالیں حیدر آباد سے بیگم ہمایوں مرزا مناسب ہو سکتی ہیں۔

نواب صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ ریاستی مسلم خواتین کی تنظیم کا کام آپ نے بحیثیت سکرٹری قبول فرمایا ہے آپ نے اپنی جس کمزوری کا ذکر فرمایا ہے وہ چونکہ نواب صاحب کی طبیعت کے عین مطابق ہے اس لئے وہ اس کو آپ کی سب سے بڑی خوبی تصور کرتے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ جناب صدیقی صاحب کے مشورے سے وہ اعتدال پیدا ہو جائے گا جس کی ریاستوں میں ضرورت ہے۔

مجھے بڑی مسرت ہوگی اگر آپ حیدر آباد تشریف لائیں نواب صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کے لئے یہاں کے قدیم کتب خانوں کے معائنہ کا موقعہ بہم پہنچائیں گے

اپنے بچوں کو میری طرف سے پیار کیجیے۔ امید کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ فقط۔

آپ کی مخلص (دستخط) اہلیہ بہادر خاں

(۱)

<u>بنام محمود الحسن صدیقی</u>

محترمی و مکرمی! اسلام مسنون

آپ کے ہر دو گرامی نامے ۱۵۹۶ و ۱۶۱۵ یکے بعد دیگرے موصول ہوئے دعوتِ شمولیت اجلاس مقررہ ۸ و ۹ اکتوبر کے سلسلہ میں عرض ہے کہ آپ غالباً جموں کے تازہ ترین حادثۂ خونی کی روئیداد سے آگاہ ہو چکے ہوں گے کہ مورخہ ۲۴/۹/۴۴ کی شام کو حکومت نے کس بے جگری سے نہتی اور پُر امن رعایا کے جلوس پر گولیاں برسا کر ۹ شہریوں کو ہلاک اور کافی کو مجروح کیا۔ مخفی نہ رہے۔ کہ عوام کا قصور صرف اس قدر تھا۔ کہ وہ پر امن جلوس کی صورت میں حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ موجودہ قحط سالی کو دور کرنے کے لئے حکومت جلد از جلد کوئی مؤثر قدم اٹھائے تاکہ غریب اور مفلس عوام فاقہ مستی کی روز افزوں ترقی پذیر مصیبت سے رستگاری حاصل کر سکیں۔ بہر حال امر واقعہ کی مجمل سی کیفیت آپ کے سامنے ہے۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ حالات آئندہ چل کر کیا صورت اختیار کریں گے۔ لہذا اس آڑے وقت میں میرا شامل اجلاس ہو سکنا بہت بڑی حد تک نہ صرف وقت طلب بلکہ خارج از بحث ہے۔ ہاں اگر حالات اطمینان بخش طور پر جلد ہی اصلاح پذیر ہو گئے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس صورت میں حاضر ہونے سے قطعاً دریغ نہ ہوگا۔ مجھے آپ کی ذات سے پوری توقع ہے کہ آپ میری اس معذوری کو ضرور پیش نظر رکھیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جماعت کی سو فیصدی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ اور میں آپ کے مقاصد کی کامیابی کے لئے ہر وقت دست بہ دعا ہوں۔ خادم ممبری بعد تکمیل ارسالِ خدمت ہے۔ والسلام

جموں ۲۸/۹/۴۴ آپ کا غلام عباس

(۲)

برادر محترم۔ السلام علیکم۔ ورحمت اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے میرے خلاف غالباً جو یک طرفہ کاروائی کی ہے یہ خط اُس کاروائی کے ازالہ کے لئے تحریر کر رہا ہوں۔ بمبئی آنے کے لئے میں بالکل تیار تھا۔ لیکن ان ہی ایام میں ریاست میں اصلاحات کا اعلان ہوگیا۔ ہم نے اس بارہ میں اپنی پالیسی کا فوری طور پر اعلان کرنا تھا کیونکہ حکومت نے اگلی دن کے انتخاب کے سلسلہ میں اسمبلی کو صرف ۵ یوم کی مہلت دی۔ اس لئے ورکنگ کمیٹی کا فوری اجلاس سری نگر ہی طلب کیا گیا۔ اور مجھے اس سلسلہ میں سری نگر جانا پڑا۔ ان ہی تواریخ میں اسٹیٹ مسلم لیگ کے جنرل کونسل کا اجلاس سری نگر میں منعقد ہونا تھا۔

اس کے بعد آپ کی طرف سے مجھے ناگپور سے بمبئی کی کاروائی موصول ہوئی۔ لیکن ان آیام ہی میں قائد اعظم سے ملنے کے لئے دہلی چلا گیا تھا۔ واپسی پر آپ کا خط ملا۔ لیکن دوسرے دن صبح مجھے Sand Fly Fever ہوگیا۔ مجھے ہی نہیں بلکہ گھر کے تمام افراد کو بیماری سے ابھی دو چار یوم ہی ہوئے ہیں کہ نجات ہوئی ہے۔ پہلے خط کے جواب کے لئے یہی سوچ ہی رہا تھا کہ کل آپ کا ایک اور خط ملا۔

جہاں تک ہمارے ذمہ کوٹہ کا تعلق ہے مطمئن رہیں ان شاء اللہ ضرور ارسال خدمت ہوگا۔ لیکن مہلت چاہتا ہوں۔ کیونکہ گذشتہ چھ ماہ میں ہمارے اخراجات آمدنی سے بہت زیادہ بڑھ گئے۔ فراہمی چندہ کا سلسلہ جاری کرتا ہوں۔ فنڈز حاصل ہونے پر انتظام ہو جائے گا۔ ذرا تھوڑا سا وقت درکار ہے۔

لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں ماہ اپریل میں منعقد ہو رہا ہے۔ کیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کا بھی ارادہ ہے یا نہیں؟ اگر اجلاس ضروری ہو (میرے خیال میں نہیں۔ لیگ کے بقا کے لئے ضروری ہے) تو اس صورت میں آپ کو بھی لاہور والوں سے خط وکتابت کرکے اعلان فرما دینا چاہیئے۔ اگر مجھے کہیں تو میں خود نواب صاحب ممدوٹ سے اس بارہ میں خط وکتابت کرکے آپ کو مطلع کردوں۔

جموں ۱۹/ دسمبر ۱۹۴۴ء — غلام عباس، حقر

(1)

The All India States News Service

HYDERABAD-DN.

My dear Siddiqi Sahib,

This I am writing to you while travelling in Calcutta Mail from Rani-pur to Nagpur & from there to Hyderabad. I will be finishing my Tour by 12-2-46. please write to me & do co-operate with the above service. I hope you will patronise it.

Yours
R. Turabi

(جواب خط)

Nagpur
Dated 10th Feby /46

My dear Turabi Saheb,

I am in receipt of your letter dated nil posted from some station on your way from Ranipur to Nagpur and thank you for it.

I am already interested in the organisation of the All India States News Service as Mr. Quraishi must have told you but I was not aware of its activities since the last several months. However, I am glad to know your association with this important work of publicity in the Indian states. I do not know your programme of work for the expansion of this service in the states. I hope you will apprise me with the details of the work. You can be rest assured of my co-operation and assistance in this work if it is systematically and consistently carried on in the Indian states. You may ask Mr. Quraishi to be in touch with me in this connection.

With best wishes.

Yours Sincerely,
Secretary,
All India States Muslim Leag.
Nagpur.

Allama Rashid Turabi, Esqr.
President of the Board of Control,
The All India States News Service,
Hyderabad-Deccan

(۱)

مکرمی تسلیم!

میں آپ کی خدمت میں چند ایک سطور لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ میری جسارت کو معاف فرما دیں گے آپ کو یہ اچھی طرح علم ہے کہ مسلمانان ریاست جموں و کشمیر کی واحد نمائندہ جماعت آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا سالانہ جلسہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ اگست کو سری نگر میں قرار پذیر ہو رہا ہے اور شاید یہ بھی آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو کہ آل کشمیر مسلم سٹوڈنٹس یونین کا اولین اجلاس بھی انہی تاریخوں کو سری نگر میں ہی منعقد ہو رہا ہے۔ میں بحیثیت جنرل سکریٹری آپ سے چند ایک گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان پر پورا پورا غور و خوض فرمائیں گے اور جلد ہی حوصلہ افزا جواب دے کر ہمیں شکر گذاری کا موقع بخشیں گے۔

اخبارات میں یہ خبر پڑھنے اور خود قائد ملت کی طرف سے یہ خط آنے پر کہ اُن کا خیال امسال کشمیر آنے کا ہے۔ ہم نے ان سے استدعا کی تھی کہ وہ آل کشمیر مسلم سٹوڈنٹس یونین کے اجلاس کی صدارت قبول فرما دیں ابھی تک ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی قائد ملت کی توجہ اس طرف دلائیں اور انھیں مسلم طلبا کے اجلاس میں صدارت

کرنے کی ترغیب دیں۔ وہ ریاستی مسلمانوں کے قائداعظم ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے موزوں تر ہستی کوئی بھی نہیں ہوگی۔

علاوہ ازیں چوہدری خلیق الزماں صاحب، مسٹر حسین شہید سہروردی، مسٹر یوسف ہارون، مولانا ظفر علی خاں صاحب، راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب آف محمود آباد سے بھی اجلاس میں شرکت اور شمولیت کی درخواستیں کی تھیں مگر افسوس کہ ان بزرگ ہستیوں کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب وصول نہیں ہوا۔ ہمیں امید ہے اگر آپ اس طرف التفات فرماویں تو شاید ہماری گذارشات میں کوئی اثر پیدا ہو جائے۔ کشمیر کی ریاست پاکستان کے نقطۂ نظر سے بہت اہم ہے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ میں بھی اگر کوئی حقیقی جان پیدا ہو سکتی ہے تو وہ اس میں کشمیر کی شمولیت سے ہو سکتی ہے۔ جو آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کی سب سے اہم اسلامی ریاست ہے۔ حکمران ہندو ہونے کی وجہ سے ہمیں کتنی تکالیف کا سامنا ہے۔ سارے ہندوستان میں اس وقت صرف کشمیر ہی ایک ایسا علاقہ رہ گیا ہے جہاں ابھی مسلم لیگ پاکستان اور اسلامی قومیت کی آواز کو جائز اور مناسب تقویت نہیں پہنچی ہے میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس اجلاس کی کامیابی سے کشمیر کی کایا پلٹ جائے گی اور کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان کشمیر کے مسلمان بھائیوں کو فراموش نہ کریں بلکہ خود کشمیر آکر ان کی رہنمائی فرمائیں اور انھیں ہدایات دیں۔

اگر آپ کے ذریعے قائد ملت قائداعظم کو بھی کشمیر لانے کی کوشش کریں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ آپ آئیں اور آپ دیکھ لیں گے کہ کشمیر کس طرح ہندوستان اور پاکستان کی تحریک آزادی میں پیش پیش رہتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس تکلیف رسانی کی وجہ سے معاف فرماویں گے مگر چونکہ معاملہ اہم ہے اس لئے میں نے جراٴت کی۔

مجھے آپ کے نیاز ہونے کا فخر حاصل ہے میں جالندھر پچھلے سال نومبر میں تھا اور مسٹر یوسف قریشی کے ساتھ میں نے آپ کو بھی دیکھا تھا۔

مجھے امید قوی ہے کہ آپ ضرور اور اپنی پہلی فرصت میں جواب دے کر ہماری حوصلہ افزائی فرماویں گے۔

آپ کا صادق

حوصلہ افزا جواب کا منتظر

۱۸ جولائی ۱۹۴۴ء

Khurshid Hasan

نوٹ۔ یہ خط خورشید حسن صاحب نے ایک طالب علم کی حیثیت سے اس وقت لکھا تھا جب بہادر یار جنگ کشمیر کے دورہ کا اعلان کر چکے تھے قائد ملت نے اس جلسہ کی صدارت قبول کر لی تھی۔ خورشید حسن بعد میں قائداعظم کے سکریٹری اور قیام پاکستان کے بعد آزاد کشمیر کے صدر رہے ہیں اس سے ایک طالب علم کی حیرت انگیز سیاسی بصیرت ظاہر ہوتی ہے۔

اختر جمال

(۱)

بخدمتِ محترم صدیقی صاحب سیکرٹری آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ بمقام ناگپور

السلام علیکم - مزاج شریف - بحوالہ آپ کی چٹھی مورخہ ۵/۴۴/۱۱ التماس خدمت ہے کہ دعوتِ جلسہ مجلس اتحاد المسلمین (ورنگل ریاست حیدرآباد) کا دعاگو مشکور ہے چونکہ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا بارھواں[۱۲] اجلاس بتاریخ ۱۹-۱۷-۱۸ جون ۱۹۴۴ء بمقام سری نگر منعقد ہونا قرار پایا ہے - اس سلسلہ میں تکمیل انتظامات جلسہ کی وجہ سے سخت مصروفیت لاحق ہوئی ہے - اس بنا پر دعاگو شرکت جلسہ محولہ سے قاصر ہے - دعا ہے - کہ مالکِ حقیقی صاحبان مسلمین کو کامیابی عطا کرے - والسلام

دعاگو محمد یوسف میرواعظ کشمیر سرینگر ۲۱/۵/۴۴

(۱)

۲۷/۱۱/۴۲

مکرمی صدیقی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ - اس سے قبل بھی ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں - لائلپور میں بھی ہمارے حق میں ایک رزولیشن پاس ہوا - واپسی سے اس وقت تک ٹریکٹوں کے سلسلے میں لگا ہوا ہوں - علاوہ بریں کام بہت بڑا ہے اور اسی وجہ سے ناگپور نہ آسکا - زبانی اور گذشتہ خط میں معذرت پیش کر چکا ہوں - بار دیگر اعادہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں - اُمید ہے کہ ناگپور میں کشمیر کے متعلق نہایت ہی زوردار طریقے سے قرارداد پیش کر کے پاس ہو جائے گی - جس کی کافی تشہیر مقصود ہے -

حضرت! مجھے یقین ہے کہ آپ نے میرواعظ مولوی محمد یوسف صاحب کے نام ایک خط ضرور ارسال کیا ہوگا - اور اگر اب بھی نہیں ہوا ہے تو میں ایک اور بار آپ سے التماس کروں گا کہ ایسا کرنا ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے - اردو ٹریکٹ ارسال کر چکا ہوں - کل پرسوں تک ایک انگریزی ٹریکٹ بھی ارسال کر دوں گا - دونوں کا مطالعہ کر کے آپ ضرور خاطر خواہ انتظام کریں گے - جہاں تک نشر کرنے کا تعلق ہے ہمیں یقین ہے کہ آپ ضرور اس بارے میں فراغدلی سے کام لے کر شکریہ کا موقعہ عنایت کریں گے - ساتھ ہی نواب صاحب تک تمام حالات پہنچا کر کوئی خاص اقدام شروع کر کے کشمیر کو ظالموں کے پنجے سے نجات دلانے میں اپنا فرض ادا کر کے ۔ ۔ ۔[۱] ۔ ۔ ۔ ہو جائیں -

وہ ۔ ۔ ۔[۱] ۔ ۔ ۔ ۲۰ صفحات کی نقل ضرور ارسال کر کے مجھے ممنون فرمائیں - وہ آپ سرینگر ارسال کر سکتے ہیں - میں ان تمام سوالات کا جواب جن کی ایک یا دو کاپیاں ہو جائیں گی، مفصل طور سے تیار کر کے ارسال کر دوں گا - ہفتہ عشرہ تک کام ختم کر کے سرینگر لوٹ جاؤں گا - ہماری کامیابی کے لئے دعا کیا کریں - کیور تھلہ وغیرہ کا کیا ہوا تھا -

آپ کا
قریشی

ذیل کے ایڈریس پر خط کا جواب دے سکتے ہیں - یوں تو میں نظام ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہوں مگر محفوظ پتہ یہ ہے -

قریشی محمد یوسف معرفت خواجہ غلام محی الدین
بیڈن روڈ دینا ناتھ بلڈنگ گلی ۱۴۲ لاہور

---

[۱] خط بھیگا ہوا تھا اور پڑھا نہ جانے کی وجہ سے ڈاٹ لگا دیئے گئے ہیں -

(۲)

مکرمی صدیقی صاحب ۵/۱۲/۴۲

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

ناگپور اجلاس میں قرارداد منظور کرانے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب والا! میں سفر سے اکتا گیا ہوں۔ واپس کشمیر جانا چاہتا تھا مگر حالات کشمیر کے روز بروز خراب ہو رہے ہیں۔ گذشتہ عیدالفطر پر نیشنل کانفرنس کی لٹھ بازی کا نقشہ آپ کے سامنے ہے اور وہی اس وقت بھی ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ اور افسوس ناک واقعہ یہ ہے کہ وہ لوگ حکومت کے بل بوتے پر عیدالاضحٰی کے موقعے پر پھر وہی منظر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے مسلم کانفرنس کی اہمیت زیادہ بڑھتی ہے اور ہم زیادہ مضبوط ہو رہے ہیں مگر رنج صرف اس بات کا ہے کہ وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ ملت کشی ہو رہی ہے۔ آئندہ آنے والا مورخ کس نام سے یاد کرے گا۔ اللہ تبارک و تعالٰی انھیں گمراہی سے نجات اور خلاصی دے کر صراطِ مستقیم پر لگا دے آمین!

اس سلسلے میں ہم نے تمام بزرگوں کو اطلاع پہونچائی ہے۔ حکومت برطانیہ کے "خفتہ" اہلکاروں کو بھی باضابطہ اطلاع دی جائے مگر کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" ہمیں ان سے کسی جائز توقع کی امید نہیں ہاں اتنا ضرور ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ کا وجود امن، جمہوریت وغیرہ کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مکر اور دھوکہ کے بغیر اور کچھ نہیں ہے۔ حالت یہ ہے کہ نیشنل کانفرنس والے برٹش ریذیڈنٹ کو کریپس کے جانے کے بعد لگاتار اس وقت تک پریس اور پلیٹ فارم سے مغلظ اور بے نقط گالیاں دی جاتی ہیں [.... میرے پاس ہے] نہ صرف اسی کو بلکہ اس کے "آقا" ہندوستان کے وائسرائے اور ایمرسن کو بھی کوسا جاتا ہے۔ ہمیں برٹش ایجنٹ بھی کہا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کے حلیہ اور شکل سے بھی واقف نہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ حضرت! جواب مختصر یہ ہے کہ کانگریس کی صدائے بازگشت ہے کہ ہندوستان میں سیاسی اقتدار صرف کانگریس اور اس کے اشارے پر ناچنے والی جماعت کا حق ہے یہاں پر ایک ضروری بات کا اعادہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بہت سے دوستوں نے ہماری مجبوریوں کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ ہم اتنے کمزور نہیں جتنا وہ ہمیں خیال کرتے ہیں۔ ہاں حکومت کے بل بوتے پر ہمیں ختم کرنے کی مہم جاری ہے۔ ہمیں لوٹا جاتا ہے۔ سزائیں جرمانے وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ مسٹر آئنگر وزیراعظم جو کہ مدراس کا ایک کٹر برہمن ہے۔ مسٹر ساورکر کے اشارے پر کر رہا ہے۔ یہ ایک منظم سازش ہے جس میں "متحدہ قومیت" کے بڑے بڑے سرغنوں کا بھی ہاتھ ہے (اگر تمام دنیا کا بھی اس میں ہاتھ ہو تب بھی) ہم نے تہیہ کیا ہے کہ مسلم کانفرنس کو قائم رکھیں گے اور اپنی عزیز جانیں تک بھی اس کے لئے قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ کوئی ظالم ظلم و ستم کرنے کے باوجود بھی ہمیں اس سے باز نہیں رکھ سکتا ہے۔

سرینگر سے آمدہ اطلاعات یہ ہیں کہ حکومت اپنی رسوائی کو چھپانے کی غرض سے عیدالاضحٰی پر بھی فساد کرانا چاہتی ہے تاکہ دنیا کو بتایا جائے کہ مسلمان دراصل آپس میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے عادی ہیں اور اس میں حکومت کا کوئی ہاتھ نہیں۔ اصلاحات کے سلسلے کے متعلق حکومت اور نیشنل کانفرنس والے ساز و باز کر رہے ہیں۔ چنانچہ شامی بورڈ۔ سینما بورڈ وغیرہ وغیرہ میں اس کے آدمی نامزد کئے جاتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دو منسٹر بھی ان کے گروپ سے لئے جانے والے ہیں۔ اس سلسلے میں محترم شیخ محمد عبداللہ صاحب

نے مسٹر آئنگر سے اعلانیہ بات چیت بھی کی ہے۔ آج تک "خفیہ" ہوتا چلا آتا تھا۔ ہماری یہ حالت ہے۔ میں یہاں سے ٹریکٹ بنا کر بھیج دیتا ہوں۔ مگر وہاں پر ان کو اتنا خوفزدہ بنا یا گیا ہے کہ وہ اس کو سے نہیں سکتے۔ میں نے چنانچہ ایک اردو ٹریکٹ اور دوسرا ٹریکٹ انگریزی جو کہ کافی تعداد میں بذریعہ پارسل روانہ کیا تھا کل واپس آگیا ہے۔ ہماری خط و کتابت کا بھی یہی حال ہے ہماری تاریں یکسر تو روک دی گئیں اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان حالات میں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم پر کیا گذر رہی ہے میں بھی براہ راست خط و کتابت نہیں کرتا ہوں۔ تین چار ذریعے اختیار کر چکا ہوں۔ اکیلا ہوں اور اتنی پریشانیاں ہیں۔ میں مایوس نہیں ہوتا ہوں مگر دکھ ضرور رہتا ہے کہ "مسلمان" تباہ ہو رہا ہے۔

آپ کے نام اور صاحب صدر نواب صاحب کے نام بھی اُردو، انگریزی ٹریکٹ ارسال کر چکا ہوں۔ ان ٹریکٹوں سے حکومت، نیشنل کانفرنس بمع ہندوؤں کی سازش کا سراغ اچھی طرح مل سکتا ہے۔ مزید بتانے کا خیال ہے۔ حضرت! کوشش میں کر رہا ہوں کہ آنے والی عید پر فساد نہ ہونے پائے۔ آپ سے درخواست ہے کہ ابھی سے اس کی روک تھام کے لئے مناسب تدابیر اختیار کئے جائیں۔ یوں تو میں نے پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ وغیرہ کو بھی اطلاع دی ہے۔ ٹریکٹ دیکھ کر مسٹر آئنگر کے خلاف مؤثر اقدام عمل میں لا کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ کیونکہ یہ سب کچھ اس کے دماغ کا اختراع ہے۔ اللہ پاک کشمیر کو اس کے وجود سے پاک بنا دے تا کہ ہم سمجھیں کہ کشمیر پاکستانی حدود میں شامل ہونے لگا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ آج ہی نواب صاحب و دیگر دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائیں گے۔

حضرت! ابھی لاہور ہی ٹھہرنے کا خیال ہے۔ اس وقت تک میری ڈاک میاں بشیر احمد "المنظر" کے ایڈریس پہ آتی تھی۔ ہوٹل سے دور ہے اس لئے موجودہ ایڈریس پر ہی منگاتا ہوں۔ [1] . . . . بھی ڈاک ملتی ہے۔ یہ طولانی قصہ اور آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنے کے بعد بار دیگر ملتمس ہوں کہ مناسب کارروائی عمل میں لا کر شکریہ کا موقعہ عنایت کریں۔

جناب والا! آپ بھی اپنا پرائیویٹ ایڈریس دے دیویں۔ کیونکہ سرینگر سے ڈاک آپ کو آسانی سے نہیں مل سکتی ہے۔ یہ تعصب کی انتہا ہے۔ لاہور کے ایڈریس پر ہی فی الحال چٹھی لکھا کریں۔

لاہور میں ہوں تو ایک ہوٹل میں . . . . . . [1] . . . . درجنوں میرے پیچھے ہے۔ اس سے میں یہاں بھی ایک اور بزرگ کے نام پر ڈاک منگایا کرتا ہوں اور سرینگر بھی کسی اور پتہ پر منگایا کرتا ہوں۔ اور طرفہ یہ کہ نام بھی تبدیل کرتا ہوں۔

سرینگر کا ایڈریس

ایم شفیع معرفت خواجہ محمد صدیق علاقہ بند۔ مہاراجہ بازار
امیراکدل۔ سرینگر۔ کشمیر۔

لاہور کا ایڈریس

ایم شفیع۔ معرفت خواجہ غلام محی الدین۔ بیڈن روڈ ۶
مہر د پارک، گلی ۱۴/۱۔ لاہور

آپ کا قریشی

---

[1] خط بھیگ جانے کی وجہ سے پڑھا نہیں گیا، اس لئے ڈاٹ لگائے گئے ہیں۔

(۳)

سرینگر ۴۳/۴/۲۹

شفقی صدیقی صاحب

اسلام علیکم۔ ہم نے اجلاس میں شرکت کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وفور کام اور گوناگوں پیچیدگیوں نے بال و پر کتر ڈالے۔ ان پریشانیوں کا ذکر کرنا طویل ہوگا۔ لہذا اس باب کو ختم کرنا مناسب سمجھتا ہوں گمان غالب تھا اور اطلاع بھی تھی کہ چوہدری غلام عباس صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس مع رفقائے جموں کے شمولیت فرمائیں گے۔ صدیقی صاحب یقین جانیے جب مجھے اطلاع ملی کہ وہ بھی رک گئے۔ مجھے صدمہ ہوا۔ جس کی تلافی موجودہ وقت میں نہیں ہو سکتی ہے۔ میں دل کے تعمق سے اپنے تمام رفقائے کی طرف سے نواب صاحب اور آپ کی خدمت میں اجلاس میں شرکت نہ کرنے پر معذرت پیش کرتا ہوں۔ امید واثق ہے دیرینہ شفقت کے پیش نظر قبول فرمائیں گے۔

امسال آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس سرینگر میں بلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ کارے دارد والا معاملہ۔ حکومت کے تیور اب بھی بدلے نہیں ہونے ہیں نیشنلسٹوں کے نازی حرکات جاری ہیں۔ غیر مسلموں کی روش منافقانہ ہے ان کا کوئی گلہ نہیں۔ تصورا پنا ہے۔ سال رواں کے لئے بھی چوہدری صاحب کو صدارت کے فرائض سونپ دیئے گئے ہیں۔ اجلاس ہر صورت میں ایک تاریخی اجلاس ہوگا۔ تاریخ ابھی مقرر نہیں کی گئی ہے۔ غالباً ماہ جون کے آخری ہفتہ میں یا جولائی کے ابتدائی ہفتہ میں اجلاس بلایا جائے گا۔ یہ بھی اغلب ہے کہ قائد اعظم بھی شمولیت فرمائیں۔ استدعا ہے کہ ان تمام بزرگوں کی فہرست ارسال کی جائے۔ جن کے نام دعوتی رقعے ارسال کئے جائیں۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے کوئی ۲۰،۰۰۰ ہزار کی ضرورت ہے۔

آپ کی ارسال کردہ ٹکٹیں موجود ہیں۔ انشاء اللہ چند ایک پُر کرکے باقیماندہ ارسال خدمت کردوں گا۔ امید واثق ہے کہ آپ مری سعی کو مبارک تصور کریں گے۔

آپ کا
قریشی
۴۳/۴/۲۸

(۴)

۴۳/۵/۲۷

مکرمی صدیقی صاحب

اسلام علیکم۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۴۳ء ملا۔ نواب بہادر یار جنگ اور آپ کے عزائم پر مسلم کانفرنس خوشنودی کا اظہار کرتی ہے۔ امید ہے کہ آپ حسب وعدہ مجلس عاملہ کے اراکین کا مکمل ایڈریس جلدی ارسال کریں گے۔ علاوہ بریں اُن تمام بہی خواہان ملت اسلامیہ کی فہرست بھی ارسال فرمائیں گے۔ جو ہمارے اور آپ کے زمرہ میں سے ہوں گے۔

اجلاس سالانہ کی تاریخوں کا تعین محترم چودھری غلام عباس صاحب کے حد اختیار میں ہے۔ یوں تو ہم نے وسط ماہ جولائی یعنی ۱۱۔ ۱۲ و ۱۳ جولائی منانے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ بھی نواب صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد مطلع کریں۔

آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ کی مجلس عاملہ میں میری نامزدگی ہو چکی ہے۔ اس سے قبل اگر آپ نے مجھ سے مشورہ لیا ہوتا تو میں کشمیر کے کسی اور بزرگ کو نامزد کرنے کا مشورہ دے دیتا۔ بہرکیف اس عزت افزائی کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری مقامی ذمہ داریاں جن کا آپ کو پورا علم ہے کسی اور ذمہ داری کو قبول کرنے میں مانع ہیں۔ باوجود آں میں پوری ذمہ داری سے اس فرض کو بھی نبھانے سے دریغ نہیں کروں گا۔ جہاں تک صدر محترم چودھری غلام عباس صاحب کی نامزدگی کا تعلق ہے۔ میں ان کے متعلق زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اُن کا تساہل جس کا کہ آپ کو اور نواب صاحب کو رنج ہے۔ ارادتاً نہیں ہے۔ ان کی ذمہ داریاں بحیثیت صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس ہم سبھوں سے زیادہ ہیں۔ یقین رکھئے۔ کہ احساس شکایت کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے تعلق کا جہاں تک سوال ہے۔ وہ بھی باضابطہ سالانہ اجلاس ضرور ہو کر رہے گا۔ کیونکہ یقیناً ریاستی دنیا میں کشمیر کا جزو سب سے اہم اور سب سے بڑا ہے۔ اس بارے میں گذارش ہے کہ آپ وہ تمام ضروری مواد از قسم لٹریچر و از قسم ریگولیشن ارسال فرما دیں تاکہ میں سالانہ اجلاس پر ان چیزوں کو خوش اسلوبی سے بیان کر سکوں۔ اگر یہ بھی ممکن ہو سکے کہ مجلسِ عاملہ کے اراکین شرکت فرمانے سے دریغ نہ فرما دیں۔ تو آپ سٹیٹس مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی میٹنگ کا انہی تاریخوں کے درمیان بمقام سرینگر اعلان فرما دیں۔

ہماری ورکنگ کمیٹی اور جنرل کونسل کا اجلاس کے دنوں ہی اعلان ہوگا۔ بس وہی فہرست آپ کو دی جائے گی۔

نواب بہادر یار جنگ کی زبان بندی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ حضرت قائد اعظم نے اس معاملے کو اپنے ہاتھوں میں لیا ہے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے نظام آف حیدر آباد کو ایک خط بھی اس بارہ میں لکھا ہے۔ خیر کچھ بھی ہو۔ کشمیر آنا لابدی ہے اور یہاں پر ریاستی دنیا کے لئے مکمل ذمہ دار نظام حکومت کے مطالبہ کو شد و مد سے دہرانا ہے۔

آپ نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگی وزارت کی مسرت افزا خبر سے یہ اخذ کیا ہے کہ اس کا کافی اثر کشمیر پر بھی ہوگا۔ قدرے یہ بات صحیح ہے۔ مگر اسی چیز کے سہارے زندہ رہنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ خطۂ کشمیر میں کفر کا ٹوٹنا لوگوں کو مشکل نظر آ رہا ہے۔ مگر ہمیں یقین واثق ہے کہ وہ دن دور نہیں جب یہاں پر ایسا ہو کر رہے گا۔

نئے وزیر اعظم کنور سر مہاراج سنگھ کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ میں ایک چیز تیار کر رہا ہوں۔ نواب صاحب اور آپ کو بھی ارسال کر دوں گا۔ اس پر ضرور ایک بیان شائع کرائیں۔

بہادر یار جنگ ٹورنگ کمیٹی کے پروگرام میں درج ہے کہ "نواب صاحب یکم اگست سے اپر انڈیا سے ہوتے ہوئے (دیسی) ریاستوں کا دورہ فرمائیں گے۔" اگر کانفرنس کی تاریخیں اس سے قبل بھی مقرر کی جائیں گی۔ اس صورت میں بھی ان کی شرکت ضروری ہے۔ اس بارہ میں Questionnaire دو تین کاپیاں ضرور ارسال کریں۔ تاکہ اس وقت تک اس کا جواب بھی مکمل ہو جائے۔

آج کل میر واعظ پورے انہماک سے کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے تگ و دو فرماتے ہیں۔ ہفتہ عشرہ تک میں بمعیت دیگر رفقاء کے مضافات کا دورہ کروں گا۔ کانفرنس کے اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے پراپیگنڈے کی اشد ضرورت ہے۔ گویا ان

میں آپ ہماری امداد کرنے کے لئے تیار ہیں؟

آپ کا قریشی

(۵)

کرمی و مشفقی صدیقی صاحب

اسلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ تار کا جواب مسٹر محمد اسماعیل ساغر سکوٹری مجلس استقبالیہ کمیٹی آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس سرینگر نے دیا ہوگا علاوہ بر آں ایک مفصل خط بھی لکھا ہوگا۔ ۲۶/۶ کے بعد ۳۰/۶ کو آپ کا دوسرا خط ملا۔ جس میں آل انڈیا مسلم سٹیٹس لیگ کے مجلس عاملہ کے ممبروں کو کشمیر آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ شکریہ۔

حضرت! آپ کے اصرار پر ہم نے پہلا فیصلہ منسوخ کیا اور ۲۳-۲۴-۲۵ جولائی کے بجائے ۱۳-۱۴-۱۵ اگست کو کانفرنس کی تاریخیں مقرر کر دیں۔ میرے خیال میں اب آپ کو سہولت ہوگی۔ ہمیں ممبران عاملہ کے نئے فیصلے سے مطلع کیجئے۔ مجلس عاملہ کے ممبروں کی فہرست کے علاوہ دیگر بزرگان ملت کی فہرست معہ مکمل ایڈریس کے دفتر مجلس استقبالیہ کو ارسال فرمائیں تاکہ کانفرنس کی طرف سے انہیں باضابطہ شمولیت کے لئے مدعو کیا جا سکے۔

حضرت! گذشتہ ایک مہینے سے قریباً میں پریشان ہوں۔ برادرم قریشی حبیب اللہ کی صحت گر گئی اور عارضہ ٹی۔ بی نے گھیر لیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹروں کے مشورے سے میں نے اس کو گورنمنٹ سنٹوریم ٹنگمرگ میں داخل کیا ہے۔ پورے تین ہفتے گذر گئے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب تھوڑا افاقہ ہو گیا اور مزید امید ہے۔ اس فکر نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ لہٰذا مجھے فی الحال سکریٹری استقبالیہ کے نام خطوط ارسال کیا کریں اور اگر کوئی ضروری خط میرے نام بھیجنا ہوا تو سابقہ ایڈریس پر ہی بھیجا کریں۔ خط مجھے ہر صورت میں ملا کرے گا۔ اگر جواب دینے میں تاخیر ہو تو اس کے لئے معاف فرمائیں۔ التماس ہے کہ ضرور دعا کیا کریں۔

صدیقی صاحب! نواب صاحب کو اطلاع دیں تاکہ وہ بھی اپنا پروگرام مطابق تاریخ مقررہ تیار کر سکیں۔ ایک دلچسپ بات کہہ دیتا ہوں، مہاراج سنگھ وزیر اعظم مستعفی ہو چکے۔ ضرور ان سے ملنے کی کوشش کریں اور ضرور ان سے ایک بیان دلا دیں۔ اس سے کشمیر کا بہت بھلا ہو سکتا ہے۔ ان کے اس طرح مستعفی ہونے کی مختلف چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ اور اس کے درمیان شدید اختلاف رونما ہوا اور اس نے چند چیزیں جو مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں بطور اظہار ہمدردی پیش کی ہیں جن کو قبول نہیں کیا گیا۔

جناب والا! دفعہ ۱۴۴ یا کسی اور دفعہ کا اثر ہمارے اجلاس پر مطلق نہیں ہو سکتا ہے۔ ساغر صاحب نے آپ کے نام ایک اور مفصل خط بھی ارسال کیا ہوگا۔

آپ کا

قریشی Jaufmarg. ۸/۷/۴۳

نئے وزیر اعظم کے متعلق ہندوؤں کا کہنا ہے کہ رام سوامی آئینگر کا تعین کیا جائے گا۔ مگر یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ کسی انگریز کا تقرر عمل میں

لایا جائے گا۔ آپ کا قریشی

(۶)

All J. & K. Muslim Confirence

SRINAGAR, KASHMIR.

Respected Patron

Shiekh Abdullah and his national coworkers have disturbed the peace of the country. Muslims having faith in Muslim Conference are being tortured, plundered and looted in broad day-light. This all takes place in the city of Srinagar and the Govt; not only helping the unruly Nationalists but create difficuities for Muslim Conference at every inch. Authorities requested in this behalf but to naught. Most of the Muslim, Conference followers for no fault of thiers are being sent up to lock-up, imprisoned and fined heavily. This onesided action of the Government can be proved if an impartial Commission is set up. The aggression of the Nationalists can also be proved before the Commission. The Nationalists induced and provoked mob to create this atmosphere.

Come what may, we are prepared to undergo any amount of sacrifices to preserve and uphold the cause of Muslim Conference. I assure you on behalf of Mirwaiz Mohammad Yusuf Shah Sahib that he is prepared to incur the displeasure of any big gun of the State, inorder to plead the Muslim cause and to uphold strictly the aim and object of Muslim Conference.

In this behalf we request you earnestly and hope you would spare no pains to carry on Propaganda work in favour of Muslim Conference, both by Press and Platform.

Yours ever sincerely,
M. Yusuf,
General Secretary,
Muslim Conference,
Srinagar.

(۷)

مکرمی صدیقی صاحب

السلام علیکم۔ لائلپور میں بھی ریزولیشن پاس ہوا۔ جالندھر کی کارروائی "ڈان" میں شائع ہوئی ہے۔ باقی اخبارات میں دیکھی نہیں گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ کی کارروائی سے حکومت کشمیر اور اس کی پیدا کردہ نیشنل کانفرنس ان باتوں سے بہت ڈر گئی ہے۔ جناب والا! میں آپ کی باتوں سے متفق ہوں۔ ان پر عمل کرنا اور کرانا ایک کارکرد والا مسئلہ ہے وہ ریاست میں واپس جا کر ہی ہو گا۔ انشاء اللہ میں باضابطہ الحاق کرنے کی کوشش کروں گا۔ امید ہے کہ آپ نے میرواعظ صاحب کشمیر کو جن کا میں ایڈریس بھی دے چکا تھا چٹھی لکھی ہو گی جالندھر اجلاس میں شمولیت کی دعوت ان کو باضابطہ دی گئی تھی۔ جس کا انہوں نے ذکر بھی کیا تھا۔

لاہور میں ٹریکٹوں کا کام کرنا ہے اس کے بعد واپس سرینگر جانے کا ارادہ ہے ٹریکٹ[۱] کی چار کاپیاں ارسال کرتا ہوں۔ ایک صاحب صدر راہ و دیگر سر جو آمدہ وہ بزرگوں تک پہونچا کر شکریہ کا موقعہ عنایت بخش دیں۔ جناب والا! کام بہت پڑا ہے اس سے ناگپور نہیں آسکتا ہوں۔ آپ سے توقع ہے کہ ٹریکٹ کی روشنی میں آپ کا ٹول پر تشدد و مدسے ہمارے کاز کی حمایت ہی کافی تھی لیکن کی کافی تشہیر کی ضرورت ہے۔ ایک راز کی بات بتا دیتا ہوں۔ اگر آپ کشمیر کے معاملے میں بے حد دلچسپی لے کر اس کا خوب پروپگنڈا کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ الحاق کیا بلکہ ہر ممکن قربانی دے سکتے ہیں۔ اپنی اتنی اہمیت ہے کہ وہ تمام ریاستی دنیا کو لیڈ بھی دے سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے میری بات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔

حکومت کشمیر ممکن ہے کہ عنقریب فسادات کے سلسلے میں ایک تحقیقاتی کمیشن کا اعلان کر دے فی الحال انہوں نے شیخ محمد عبداللہ صاحب کو اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے آگے کیا ہے، چنانچہ ۱۹ نومبر ۱۹۴۲ء مورخہ ۵ پر شیخ صاحب کے بیان سے الیساری معلوم ہوتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرا یقین ہے کہ وہ اس میں اس لئے کامیاب نہیں ہوگا کیونکہ وہ حقیقت سے گریز کرتا ہے۔ ہاں بھائی کیوں نہ ہو آخر جس کا نظریہ دوسروں کے نقش قدم پر چلنا ہی ہوا۔ بُرا ہو اس آز، حرص - ہوس کا۔ اب بھی اس کی قدر۔ دل میں ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ جلد از جلد راہ راست پر آجائے تاکہ متحدہ محاذ قائم کر کے ہم منزل مقصود تک جلدی پہونچ جائیں۔ کچھ بھی ہو ہم مایوس نہیں ہیں۔ اللہ و تعالےٰ ہماری اصلاح کر کے ہمیں فتح و نصرت عطا کرے گا۔ آمین! ثم آمین!!

آپ کا

۲۰ نومبر ۱۹۴۳ء   قریشی

حضرت! سرینگر ایڈریس پر کشمیر کے متعلق ٹائپ شدہ کاغذات کی ایک نقل ضرور ارسال کر کے مزید شکریہ کا موقعہ عنایت کریں۔

(۸)

مکرمی السلام علیکم

عرصہ دراز کے بعد چٹھی لکھ رہا ہوں۔ گوناگوں مصروفیتوں نے گھیر رکھا ہے۔ امید ہے کہ معذور سمجھیں گے۔ ایک ضروری مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے یہ چٹھی لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ امید ہے کہ آپ اپنی پہلی فرصت میں نہ صرف قیمتی مشورہ بلکہ مکمل تعاون عنایت فرمائیں گے۔ مسئلہ یہ ہے ریاست میں ہماری سیاسی حریف جماعت کے افراط اقتصادی حالت کے پیش نظر اچھی حالت میں ہیں حکومت جانبدار اور مضبوط۔ غیر مسلم منظم اور مضبوط صرف مسلم کانفرنس ابھی ہر شعبہ میں کمزور ہے گو اس میں شک نہیں کہ اکثریت اب ہماری ہے۔ قائداعظم کے چلے جانے کے بعد مسلم لیگ کے اثرات نے نہ صرف ہندو یا سکھوں بلکہ خود مہاراجہ کو بھی پریشانی میں ڈال دیا ہے۔ مگر یہ ۱۹۴۲ء نہیں ۱۹۴۵ء ہے۔ اب مسلمان مقابلہ بھی کر سکتا ہے۔

---

[۱] "ٹریبون" لاہور

افسوس کہ ریاستی دنیا کو محبوب قائد ملت داغ مفارقت دے بیٹھے اور اس سے ریاستی مسلمانوں کو وہ نقصان ہوا جس کی تلافی بہت مشکل ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رکھا اور ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آپ کی ذمہ داری بڑھے گی اور آپ حتی الوسع سرانجام دینے میں کامیاب ہونگے بات میں بات نکل آئی ہے۔ اس سال مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ لاہور ہو رہا ہے۔ مگر آپ کا ابھی کوئی اعلان دکھائی نہیں دیا۔ خموشی ٹھیک نہیں۔

کشمیر میں موسم گرما میں پاکستانی خیالات کے لوگ تشریف لاتے ہیں۔ انھیں کوئی دکھ دیتا ہے کوئی نادانستہ طور رنج پہونچاتا ہے۔ کشمیر کے اشیا اور ضروریات زندگی یا آرائشی سامان خریدنے میں ان کو کبھی کبھی نقصان پہونچتا ہے۔ پاکستانیوں کی سہولت کے لئے ہم نے ایک ایجنسی کھولنے کا ارادہ کیا ہے "تاکہ کشمیر آکر ان کو ہر قسم کی سہولت مہیا ہو سکے۔ اس لئے ہمارے اور ان کے تعلقات زیادہ گہرے ہو سکتے ہیں۔ اور ہماری تجارت اور تجارتی کمپنی منظم اور محفوظ رہ سکتی ہے۔ ہمیں اپنی پہلی فرصت میں اپنا قیمتی مشورہ عنایت فرمائیں۔ علاوہ بریں ہر ریاست کے علاوہ دیگر معزز دوستوں کی فہرست عنایت فرمادیں "تاکہ ہم ایجنسی مذکور کی پالیسی اور غرض وغایت ان کی خدمت میں ارسال کریں۔ حضرت! یہ ہمارا بنیادی نیز ہے اگر یہ ٹھیک ہو گیا تو سمجھ لیجیے سب کچھ ٹھیک ہوگا۔ یہ بھی یقینی ہے کہ آپ جیسے بزرگوں کی مہربانی سے سب کچھ ٹھیک ہوگا۔ ہمیں اس سلسلے میں زبردست پروپگنڈے کی ضرورت ہے۔ ریاستی دنیا کے لئے آپ کافی ہیں۔ ہم نے انتظامات مکمل کئے ہیں۔ مگر ابھی ایجنسی کا نام مقرر نہیں کیا ہے۔ آپ بھی کوئی موزوں نام ارسال کریں۔ دوم طبقہ نسواں میں پروپگنڈا کرانے کے لئے چند اسماء ضرورت ہیں۔ غرضیکہ تمام ہندوستان بھر میں یہ ایجنسی کشمیر میں ممتاز بنانے کی خواہش ہے۔ آپ سے آخر پر التماس کرتا ہوں کہ ہماری کامیابی کے لئے دعا کریں۔ چٹھی کا جواب سرینگر کے ایڈریس پر مطلوب ہے۔ لاہور کے شفیق دوستوں سے بھی مشورہ کر رہا ہوں۔ انہوں نے بھی اس خیال کو پسند کیا ہے۔ بیگم صاحبہ مرحوم نواب یار جنگ کی خدمت میں سلام مسنون۔

آپ کا

قریشی

لاہور۔ ۵ ماہ جنوری ۱۹۴۵ء

(۹)

مکرمی سکرٹری آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ

اسلام علیکم۔ آپ کا ارسال کردہ خط نمبر ۳۲۴۰ مورخہ ۱۲/۴۴ ۲۶ آج مجھے جموں میں مل گیا۔ یہ چٹھی میرے سرینگر کے ایڈریس پر تھی بھیجیے حضرت میں ابھی صاحب صدر چودہری غلام عباس خاں صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہوں۔ مجھے کونسل کا ممبر بننے میں کوئی اعتراض نہیں مجھے ۲۸ ۴۴/۹ کا کوئی خط موصول نہیں ہوا۔ میں اتنا ظالم نہیں کم از کم جواب تو دے ہی دیتا۔ زندگی خدمت خلق کرنے کے بغیر کوئی قیمت نہیں رکھتی ہے۔ جو اس سے انحراف کرتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔

اس سے قبل لاہور سے ایک خط آپ کے نام ارسال کر چکا ہوں۔ امسال آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ لاہور ہونے والا ہے ہمارا ابھی کوئی اعلان نہیں ہوا۔ پس فوری کاروائی عمل میں لاکر مشکور فرمائیں۔ کشمیر کا مسئلہ روز بروز زیادہ اہم ہوتا جاتا ہے۔ نام نہاد اصلاحات کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ ہماری سیاسی حریف جماعت حکومت کے ہاتھوں بک چکی ہے حکومت کے

ہر فرد کو سرپا تی ہے۔ اب مسلم کانفرنس ۱۹۴۴ء کی مسلم کانفرنس نہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ہم میں اب بھی خامیاں اور چند کمزوریاں موجود ہیں۔ مگر وہ وقت دور نہیں کہ جب ہم ان کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے رکھیں گے۔ سرینگر سے اس معاملے کے متعلق ایک مفصل خط ارسال کر دوں گا۔ تاکہ ایجنڈا رکھتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔

کشمیر میں مسلم تجار کی کوئی انجمن نہیں رہے گی۔ وہاں کارکنوں کو اکٹھا کر کے کوئی فرم یا ایجنسی فوراً عمل میں لانے کا مصمم ارادہ ہے۔ اس ایجنسی کے تعلقات ہندوستان کے پاکستانی خطے کے لوگوں کے ساتھ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ کشمیر کی تجارت کی باگ ڈور ایجنسی کے ہاتھ میں رہے اور ہمارے پاکستانی بھائی ہرگز دھوکہ نہ کھایا کریں۔ اس سے بہت ساری مشکلات کا بھی خاتمہ ہو سکتا ہے۔ یہیں ریاستی یا صوبائی دنیا کے علاوہ مسلم چیمبر آف کامرس سے بہتر تعلقات پیدا کرنے کی سبیل نکال کر مشکور فرمائیں۔ میں ایک کتابی صورت میں ایجنسی کی ضرورت اور اشیا وغیرہ کی فہرست بھی مناسب موقعہ پر چھپا کر سکتا ہوں۔ اس میں آپ جیسے بزرگوں کی رائے اور مشورے کا بھی ذکر ضرور ہوگا۔ پہلے آپ کو اس ایجنسی کا نام اور کام دونوں فوراً تجویز کر کے مشتہر کرنا ہوگا۔ میں نے دیگر تمام دوستوں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا ہے وہ اس کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ امید واثق ہے کہ آپ بھی ضرور پسند کریں گے۔

کشمیر جانے کا راستہ بند ہو گیا ہے انشا اللہ عنقریب سرینگر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور کام شروع کروں گا۔ لہٰذا خط و کتابت کا سلسلہ سرینگر کے ایڈریس پر ہی جاری رکھا جائے۔

آپ کا

قریشی

جموں، ۱۵ ۱/۴۵

بنام قریشی محمد یوسف

(۱)

از مرکزی دفتر آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ ناگپور

مکرمی، سلام مسنون،

آپ کے خطوط ۱۰، نومبر و ۵، دسمبر ۱۹۴۴ء موصول ہوئے متعلقہ کوائف و حالات سے آگاہی ہوئی۔ آپ کی پریشانیاں یقیناً غیر محدود ہیں۔ آپ کی منزل غیر متعین راستہ مبہم اور گرد و پیش کے حالات ناسازگار ہیں۔ خدا آپ کی مدد کرے اور آپ کو اپنے پیش نظر مقاصد میں کامیاب کرے۔ کشمیر کے موجودہ حالات پر ایک مفصل ریزولیوشن مجلس عاملہ نے منظور کیا ہے جس کی نقل آپ کو بھیجی ہے۔ فی الحال مرکزی ادارہ کی جانب سے اتنا اقدام کافی ہے۔ آپ اپنی کوششوں کو جاری رکھیے لیکن میرا مشورہ ہے کہ آپ کا کشمیر سے باہر رہ کر محض پروپیگنڈہ کی بنیاد پر کامیابی حاصل کر لینا بہت دشوار ہے۔ مقامی حالات کو سنبھالنے اور قابو میں رکھنے کی ضرورت ہے اور مسلم کانفرنس کے ذمہ دار کارکنوں کو اس موقعہ پر کشمیر سے باہر نہیں ہونا چاہیے آپ کشمیر پہونچ کر وہاں کے مفصل حالات سے مطلع فرمایئے مسلم کانفرنس کو آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ سے باقاعدہ ملحق کرائیے اور قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر کے مشورہ کے مطابق کام کیجیے ورنہ

حالات پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے جائیں گے۔ اور اتنے پیچیدہ ہو جائیں گے کہ باہر کے لیڈر آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ یہاں کی سیاست برطانوی ریاست سے بہت مختلف ہے۔ برطانوی ہند کے سیاسی کارکنان اور صحافت نگاروں کے مشوروں پر چلنا بعض اوقات مہلک ثابت ہو سکتا ہے اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ اعتدال فکر سے کام لیجیے اور صبر و سکون کے ساتھ اپنی جماعت کو منظم اور مضبوط بنائیے۔ اُلجھنوں اور پیچیدگیوں سے جہاں تک ہو بچیے۔ اپنی عملی قوتوں کو یکسوئی کے ساتھ اپنی تنظیم میں صرف کیجئے۔ اگر تدبر سے کام لیا جائے تو یہ موقعہ آپ کے لئے بہت سود مند ہو سکتا ہے۔ آپ اپنی جماعت کی جانب سے ایک ڈپوٹیشن پرائمیڈ کے پاس بھیجیں اور نہایت صفائی و صداقت کے ساتھ گفت و شنید کا آغاز کیجئے۔ اور دیکھیئے کہ وہ گفت و شنید کس مرحلہ تک پہونچ سکتی ہے آپ کے برطانوی ہند میں رہ کر پروپگنڈہ کرنے سے آپ کی جماعت کے خلاف غلط فہمیاں اور بڑھیں گی اور مخالف جماعتوں کو گورنمنٹ کے ساتھ مل کر آپ کو نقصان پہونچے گا، زیادہ موقعہ حاصل ہوگا۔ کشمیر کے متعلق فی الحال میں اتنا ہی مشورہ دے سکتا ہوں۔ میں احتیاطاً کشمیر کے وزیر اعظم کو ایک تار دے رہا ہوں اور اُن سے خواہش کر رہا ہوں کہ وہ عید الضحیٰ کے موقعہ پر مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے خاص انتظامات کریں۔ اگر ضرورت ہو تو آپ میرے پاس اس پتہ سے بھی مراسلات بھیج سکتے ہیں۔

پتہ: حکیم حامد علی، معرفت شیخ عبداللہ صاحب، چوک گڑی گدام کامٹی روڈ۔ ناگپور (سی۔ پی)

میں ابھی تک میر واعظ صاحب کو خط نہیں لکھ سکا۔ عنقریب میں اُن کو تفصیلی خط لکھوں گا۔ والسلام۔

(۲)

Brisk preparations are being made for holding All Jammu and Kashmir Muslim Conference in Srinagar at some early date. The President, Kashmir Muslim Conference and other local leaders are making extensive tours throughout the State to make Conference a great success. Qaid-e-Azam Mohmad Ali Jinnah, President, All-India Muslim League and Nawab Bahadur Yarjung, President, All India States Muslim League, have promised to attend the Conference. Several other distinguished Muslim League Leaders and prominent representatives of the States are expected to participate in the Conference.

Great importance is attached to the Conference and it is regarded that it would be a land-mark in the history of the awakening and organization of the Musalmans of Kashmir. It is also contemplated to hold a meeting of the Working Committee of the All-India States Muslim League along with the Conference at Srinagar.

Forwarded to the Editor, ______________________ for favour of due publication.

Secretary,
All India States Muslim League,
Nagpur.

(۳)

مکرمی - سلام مسنون

آپ کو اخبارات سے معلوم ہوا ہوگا کہ ۲۴ و ۲۵ جولائی ——— کو سری نگر ریاست کشمیر میں کشمیر مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس منعقد ہو رہا ہے جس کی تیاریاں بہت بڑے پیمانے پر کی جا رہی ہیں قائداعظم مسٹر محمد علی جناح اور قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر اور بہت سے اکابرین ملت شرکت فرما رہے ہیں - مناسب سمجھا گیا ہے کہ اس موقعہ پر مجلس عاملہ آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کا جلسہ بھی وہاں منعقد ہو جائے اور ساتھ ہی ساتھ پنجاب اسٹیٹس کے نمائندگان کی ایک کانفرنس وہاں رکھی جائے۔ اس سے پنجاب کے ریاستی کارکنوں کو کشمیر کے مسلمانوں سے رابطۂ اتحاد پیدا کرنے کا موقعہ ملے گا - اس بنا پر آپ سے خواہش مند ہوں کہ آپ اس جلسہ میں ضرور شرکت فرمائیں اور دوسرے مقتدر کارکنوں کو بھی شرکت پر آمادہ کریں - نیز اپنے قرب و جوار کی ریاستوں کو بھی یہ پیام اور اطلاع پہونچا دیجئے اور کوشش کیجئے کہ وہاں کے نمائندگان بھی اس جلسہ میں شریک ہوں - اپنی روانگی کے قصد سے سکریٹری صاحب آل جموں اینڈ کشمیر مسلم کانفرنس سری نگر کو پہلے سے مطلع کر دیجیے تاکہ وہ آپ کے قیام وغیرہ کا انتظام بطور مناسب کر دیں۔ اپنی شرکت کے ارادہ سے اور اس خط کی رسید سے مندرجہ ذیل صاحبان کو جلد مطلع فرمائیے - کشمیر کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد بہادر یار جنگ ٹورنگ کمیٹی بھی پنجاب کی ریاستوں کا دورہ کرے گی اور ممکن ہے کہ خود نواب بہادر یار جنگ بھی تشریف لائیں اس کے لئے بھی آپ مناسب طور پر پہلے سے انتظام کر لیجئے - تاکہ کمیٹی کو اپنے کام میں آسانی ہو - کمیٹی کے ورود کی صحیح تاریخوں کی اطلاع عقب سے دی جائے گی - والسلام

آپ کا مخلص

سکریٹری آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ"

۱ - سکریٹری صاحب دار المطالعہ نارنول پٹیالہ - محررہ ۴ جولائی ۴۳ء م ۱۳۶۵
۲ - حیات زین صاحب زین روڈ، بہاول پور محررہ ۴ جولائی ۴۳ء م ۱۳۶۶
۳ - خلیفہ امام الدین صاحب سکریٹری کپورتھلہ محررہ ۴ جولائی ۴۳ء م ۱۳۶۷
۴ - سجان محمد صاحب قریشی ہیڈ ماسٹر مدرسہ اسلامیہ محررہ ۴ جولائی ۴۳ء م ۱۳۶۸

(۴)

۲۲/۸/۱۹۴۴ (مسودہ) ضروری

محبی مکرمی! سلام مسنون

اُمید ہے کہ آپ بالکل بخیریت ہوں گے - غالباً میرے گزشتہ خط کے ہی جواب میں آپ کا تار موصول ہو گیا تھا جس میں آپ نے مجھے مطلع کیا تھا کہ آپ جمعہ کو بمبئی جانے کا قصد رکھتے ہیں - میں نے اس تار کے موصول ہوتے ہی دوسرا تار آپ کی خدمت میں ارسال کر دیا

تھا جس میں اطلاع دی تھی کہ قائد اعظم فی الحال کسی تاریخ کے متعین کرنے سے افسوس کے ساتھ معذوری کا اظہار کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ وہ تار آپ کو وقت پر مل گیا ہوگا۔ اور آپ نے بھی بمبئی جانے کا فی الحال ارادہ ملتوی کر دیا ہوگا۔ اب آئندہ ملاقات کے لئے میرے خیال میں یہ صورت مناسب ہوگی کہ چند روز انتظار کر کے میں خود بمبئی جاؤں اور قائد اعظم سے مل کر وفد کی ملاقات کی تاریخ کا تعین کر کے آپ سب صاحبان کو مطلع کر دوں۔

قائد ملت رحمتہ اللہ علیہ کی وفات سے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کی تنظیم کو جو زبردست نقصان پہونچا ہے اور اُس سے نفسیاتی طور پر جو افسردگی اور مایوسی تمام ریاستوں میں پیدا ہو گئی ہے اس پر جلد سے جلد توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے متقدر کارکنوں کو جمع ہو کر آئندہ کے لئے ایک مضبوط اور تیزی کے ساتھ چلنے والا پروگرام تیار کرنا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ اس وقت آئندہ صدر کے چناؤ کا ہے اور یہی مسئلہ اس ادارہ کی موت اور حیات کا مسئلہ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ قائد ملت کا صحیح اور پورا پورا جانشین پیدا کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے تاہم ہم کو ایک آزمودہ کار مدبر اور پُر عزم و ہمت قائد کی ضرورت ہے۔ جو اس عظیم الشان تحریک کو جس کی ابھی داغ بیل بھی پوری طرح نہیں ڈالی جا سکی ہے اور جس کا بنیادی اور ابتدائی کام بھی ابھی بہت کچھ تکمیل طلب ہے قیادت کر سکے۔ آپ کو معلوم ہے کہ خود قائد ملت بھی جیسا کہ اُن کو ہمیشہ اعتراف رہا اپنی پوری توجہ اس تحریک کو نہیں دے سکے تاہم ان کی شخصیت عظمت، خطابت، اور قدرتی جاذبیت نے اس کی بہت کچھ تلافی کر دی تھی اور محض اُن کا فیض قیادت بہت سا راستہ صاف کر رہا تھا اور کم از کم ان کے ایک خادم یا رفیق کار کی حیثیت سے میرے ہاتھوں کو مضبوط کر رہا تھا۔ اور یہ اسی تقویت اور کامل اعتماد اور تعاون کا نتیجہ تھا کہ ہم سب کی کوششوں نے مل کر اس تحریک کو منظم شکل دے دی اور بفضلہ اس کو اُس نوبت پر پہونچا دیا کہ یہ ملک کی ایک زندہ سیاسی تحریک سمجھی جا رہی ہے اب نہ اس کو صرف زندہ رکھنا ہے بلکہ اس کو کافی طاقت اور وسعت دینا ہے اور اس کے کمزور پرزوں کو مضبوط کر کے اس کو ایک ایسی سیاسی طاقت بنا دینا ہے جو ریاستی مسلمانوں کے مفاد پر مؤثر طور سے اثر انداز ہو سکے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ اس کا آئندہ قائد اس میں پورے جوش اور انہماک کے ساتھ غرق ہو جائے اور اس کو کامیابی کی حد تک پہونچا دینا خود اپنی سیاسی زندگی کا نصب العین بنائے۔

ہم سب کو مل کر خواہ موجودہ کارکنوں میں سے یا باہر سے ایسا آدمی تلاش کرنا ہے۔ ورنہ نواب بہادر یار جنگ مرحوم و مغفور کے بعد یہ توقع کر لینا کہ آئندہ صدر محض ضمنی حیثیت سے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کا کام چلا سکے گا۔ اور صدارت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے گا۔ میرے نزدیک عبث خیال ہے۔ اگر اس کے موجودہ کارکنوں میں سے محض اس خیال سے کسی نے اس بار کو اٹھا لیا تو میرے خیال میں نہ صرف اس تحریک کو نقصان پہونچے گا بلکہ خود اس کا سیاسی کیریئر بھی خطرہ میں پڑ جائے گا اس لئے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہم اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے اپنی نظر صرف اپنے موجودہ کارکنوں تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے آگے بھی نظر ڈالیں۔ ریاستی مسلم لیگ کو جس ماحول میں کام کرنا ہے۔ وہاں شخصی حکومتوں کے تمام نکات کارفرما ہیں اور بدقسمتی سے اس کے صدر کے لئے کچھ یہ بھی ضروری سا ہو گیا ہے کہ وہ

باخلاص اور باتدبیر کارکن ہونے کے علاوہ ذی وجاہت، ذی حیثیت اور ذی منصب بھی ہو تاکہ روسا اور اُن کے وزرائے حکومت بھی اُس کی شخصیت اور وجاہت کا بوجھ محسوس کریں اگر محض اس خصوص ہی کو دیکھ لیا جائے تو پھر ایسا آدمی ملنا مشکل ہے جو ایک سرگرم، جفاکش کارکن بھی ہو اور ذی وجاہت بھی اس لئے چارۂ کار کچھ یہ نظر آتا ہے کہ صدارت کسی بڑی حیثیت اور وجاہت آدمی کے سپرد کرنے کے بعد بھی ہم کو ایک نائب صدر کی ضرورت ہو گی جو عملی میدان میں آسکے۔

(جناب صدیقی صاحب کے کاغذات میں سے یہ یادداشتیں بھی ملی ہیں۔ انھیں بھی ضروری معلومات کی خاطر درج کیا جا رہا ہے۔ غالباً یہ نوٹس بھی سیکرٹری صاحب آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس سرینگر کے ہیں)

کشمیر کے متعلق

(۱) جو غلط فہمی گورنمنٹ کشمیر کو پیدا کی گئی ہے کہ مسلم کانفرنس تخت و تاج کی دشمن ہے اس کو زائل کرنے کی غرض سے مسلم کانفرنس کو اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کا اعلان کرنا ہے کہ کشمیر مسلم کانفرنس کا مطمح نظر صرف ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ کرنا ہے جو مہاراج بہادر کے زیر سایہ ہو۔

(۲) سال حال کے مسلم کانفرنس کے اجلاس سالانہ میں جو رکاوٹیں حکومت کشمیر نے پیدا کی ہیں اور جو احکام بعیداز اخلاق غیر ریاستی معزز مہمانوں کے خلاف صادر کئے جن کے رو سے غیر ریاستی معزز ترین مہمانوں کو جلسہ میں شریک ہونے دینے سے کارکنان اجلاس کو روکا گیا اور غیر دور اندشرافت بلکہ مضحکہ خیز آرڈرز کے ذریعے سے کارکنان جلسہ کو جلوس کی ممانعت۔ بیج یا کسی قسم کا نشان باندھنے کی ممانعت کی گئی سٹیٹس مسلم لیگ کا اجلاس اس کو بنظر حقارت دیکھتا ہے اور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اور اس قسم کی ساری کارروائی کو ہندو مہاسبھائی ذہنیت اور اسلام دشمنی کی پیداوار قرار دیتا ہے جو کشمیر کے غیر مسلم حکام پر مستولی ہو گئی ہے۔

(۳) عالیجناب نواب بہادر یار جنگ کے ساتھ جو خلاف انسانیت اور اخلاق سوز بدسلوکی حکام کشمیر نے کی اوس کے خلاف یہ جلسہ اپنے غم و غصہ اور بے حد نفرت کا اظہار کرتا ہے اور مہاراجہ صاحب کشمیر سے پُرزور اپیل کرتا ہے کہ ایک آزاد کمیشن کے ذریعہ اس کی تحقیقات کرا کر جن حکام نے عظیم انسانیت کے اخلاق کو ذلیل کرنے والی اور شرافت کو پشیمان بنانے والی پالیسی اختیار کی تھی ان کو کیفرِ کردار تک پہونچا کر اس بات کا ثبوت دیا جائے کہ اس قسم کی حرکات ہرگز ہرگز مہاراجہ صاحب کے ایما سے نہیں کئے جاتے ہیں بلکہ پسماندہ ملک کے پست اخلاق حکام سے ایسی حرکات ان کی پست ترین ذہنیت سے صادر ہوتی ہیں۔

(۴) ۱۹۴۴ء کی عید الفطر کے بعد جو اخلاق سوز اور مسلم کش رویہ آئینگر حکومت نے، آئینگر پولیس نے، آئینگری عدالتوں نے مسلم کانفرنس سری نگر سے اختیار کیا اور حضرت بل وغیرہ میں اسلامی تبلیغ کو مسدود کرنے کے لئے جس طرح حکام کشمیر نے اپنے

طرفدارانہ رویہ سے لائیڈ آرڈر کی بے حرمتی کرائی اس کو یہ جلسہ بنظر حقارت دیکھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ اس کی تحقیقات ایک آزاد کمیشن سے کرائی جائے اور مجرم حکام کو واقعی سزا دی جائے۔

(۴) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ باشندگان کشمیر کے لئے ایسی تجاویز عمل میں لائی جائیں کہ باشندگان ریاست کی زندگی اور اقتصادی حالت کم سے کم ان لوگوں کے ساتھ مشابہ ہو جائے۔ جو انگریزی علاقوں میں رہتے ہیں اس سلسلہ میں حکومت کشمیر کو مسئلہ کسٹم اور پالیسی قانون جنگلات پر خصوصی توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ کیونکہ غیر معمولی اور ناقابل برداشت شرح کسٹم اور شرح مالیہ نے بھی اس ریاست کی اقتصادیات پر بڑا اثر ڈال رکھا ہے علاوہ بر آں مسئلہ گاؤکشی۔ ایکٹ اسلحہ۔ قانون وراثت مسئلہ ملازمت پر فوراً ہی حکومت کو نظرثانی کرنا چاہیئے تاکہ ان مسائل سے پیدا شدہ اضطراب مسلمانوں کے دل سے نکل جائے۔

بنام محترمہ فاطمہ جناح

(۵)

خواہرہ محترمہ۔ سلام نیازمند

میں اس صدمہ واندوہ عظیم میں جو آپ کو اور آپ کے تمام خاندان کو امیر ملت اسلامیہ ہند قائداعظم جناب محمد علی جناح علیہ الرحمت کے انتقال پر ملال سے پہونچا ہے اپنی اور بیگم صدیقی و نیز اپنی بچیوں اور بچوں کی جانب سے دلی جذبات اندوہ و ملال کے ساتھ تعزیت اور ہمدردی پیش کرتا ہوں۔ قائداعظم کی وفات نے دنیائے اسلام میں ایک ماتم عظیم برپا کر دیا ہے اور ہر فرد ملت کا دل اس صدمہ سے مجروح اور پارہ پارہ ہے۔ ملت اسلامیہ کو قائداعظم کی بے وقت وفات سے جو عظیم نقصان پہونچا ہے اس کی تلافی کسی صورت سے بھی ممکن نہیں ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم قائداعظم کی قیادت اور رہبری کی فیضان سے ایسے وقت میں محروم ہو گئے جبکہ حیات ملی کی کشتی طوفانی موجوں کا مقابلہ کر رہی ہے لیکن اب مشیت الٰہی کے فیصلہ کے سامنے سوائے صبر و شکر کے کیا ہو سکتا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ خدا تعالےٰ ہم سب کو اس جانکاہ صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور خصوصیت سے آپ کے مجروح دل کو سکون عطا فرمائے۔ اور خدائے برتر پاکستان کو تمام آفات و الام سے محفوظ رکھے قائداعظم کی وفات کی خبر سے جو صدمہ پہونچا اس نے دل و دماغ کو معطل کر دیا تھا کہ بمشکل آج وہ فریضہ ادا کر رہا ہوں جو رسم تعزیت کو پورا کرنے کا میرے ذمہ واجب تھا آپ کو شاید معلوم ہو گا کہ ہند ریاستی مسلم لیگ کے معتمد کی حیثیت سے مجھے گذشتہ ۱۰ سال قائداعظم کی براہ راست قربت اور ان کی رہبری حاصل کرنے کا موقع ملا اور ان کی جو اشفاق اور عنایات میرے حال پر رہیں ان کی یاد میری زندگی کا عزیز ترین سرمایہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ مخلص خادموں کو اسی حیثیت سے ہی یاد کریں گی۔ اگر میں کسی ذریعہ سے کوئی حقیر خدمت کرنے کے قابل ہو سکوں تو میرے لئے باعث فخر ہو گا۔ والسلام۔

آپ کا مخلص خادم

محمود الحسن صدیقی

امر گنج بھوپال۔

بنام اختر جمال صاحبزادی محمود الحسن صدیقی

(۱)

دہلی ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

عزیزی تمہارا خط ملا تم نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان سے مجھے خوشی ہوئی لیکن میں سمجھتا ہوں اگر تمہارے خاندان کے بزرگ پاکستان جا رہے ہیں، تو تمہیں ان سے الگ نہیں ہونا چاہیے ۔ تم لاہور یا کراچی میں اپنی تعلیم بہتر طریقہ سے جاری رکھ سکو گی و السلام

ابوالکلام ۔

(۱)

٭٭٭

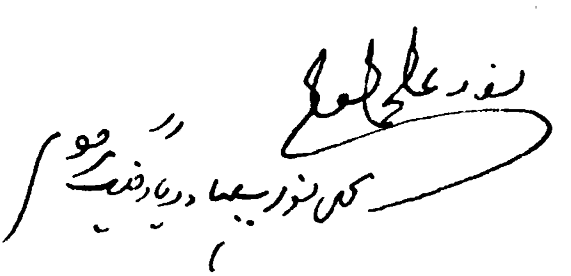
از بیت الامت
بیگم بازار ، حیدرآباد دکن

۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ
روز شنبہ

پیاری بیٹی اختر جمال سلمہا اللہ تعالےٰ

بعد از ترقی عمر و اقبال و علم واضح ہو کہ تمہارا محبت نامہ وصول ہو کر دل کو خوش کیا تمکو بڑی دیر میں میری یاد آئی شکر ہے خدا کا کہ تمہارے دل میں مرحوم کی یاد کے ساتھ میری یاد بھی باقی ہے ۔

پاکستان کے حصول سے ہر ذی ایمان مسلمان خوش ہے ہماری تو نصف سے زیادہ عمریں گزر چکیں اب یہ پاکستان سے تم کو فائدہ حاصل کرنا اور اس کو ترقی دینا چاہیئے حصول پاکستان اور حیدرآباد کے اعلانِ خود مختاری کی تجدید سے جہاں مسلمانوں کو خوشی ہوئی اسی کے ساتھ قائدِ ملت شہید نے قوم کی جوان خوشی کو رنج سے بدل دیا ۔ بیٹی میری زندگی ختم ہو چکی ۔ میں دنیا کی نظروں میں زندہ ہوں مگر دل میرا مردہ ہو چکا ہے اس سے زیادہ کیا لکھوں بڑی بیزاری سے زندگی کے دن گزار رہی ہوں شکر ہے خداوند عالم کا اس نے مجھے بہت عزت و شان سے رکھا ہے ۔ جیسی میں مرحوم کے زمانہ حیات میں تھی ویسی ہی ہوں مگر دل کا کیا علاج ہے وہ شب و روز خون کے آنسو رو رہا ہے ۔ نہ کسی شے کے حصول سے خوشی نہ کسی شے کے جانے کا غم ۔ میری ایسی شے بے بہا گم ہو گئی ہے جس کے حصول کی امیدیں آس و حسرت و خوشی میری قسمت سے دور ہو چکی ہے اللہ تعالےٰ تم کو خوش رکھے میری جانب سے اپنے والد والدہ بہن بھائیوں کو سلام اور دعا کہو ۔ باقی خیریت ۔ فقط تمہاری خیر اندیش ۔



عزیز لکھنوی

بنام منیر آغا اشہر لکھنوی

پرچھنے والے سلامت رہیں۔

جو شکایت آپ کو مجھ سے ہے وہی مجھے آپ سے ہے فیصلہ ہو تو کیوں کر؟

مشاعرہ ہوا اور اچھا ہوا۔ آپ نہ آئے اس کی شکایت ہے اور افسوس ہے۔ میرا حسنِ انتظام قابلِ داد نہیں آپ کی وعدہ خلافی مستحقِ تحسین و داد ہے۔ ابو محمد تسلیم کہتا ہے۔

۶ دسمبر ۱۹۱۴ء — عزیز لکھنوی

(۲)

شفیق کرم ——— والا نامہ پہونچا۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

اس بند میں حسب ذیل اعتراضات ہیں؛

(۱) چھوٹے سے ہاتھوں سے زلف کس کی سنوارے گا؟

(۲) بچوں کو کاجل پارتے نہیں سنا۔ کاجل بھی کونسا؛ اسلام کا۔ بالکل دہقانی تخیل ہے۔

ج ۱ ۔۔۔ اسلام کی زلف ۔۔ اس میں کونسی بات بعید الذہن ہے کہ ضمیر کا مرجع سمجھنا دشوار ہو گیا۔

ج ۲ اس میں کوئی خاص بات نہیں صرف مقصود یہ ہے کہ کاجل باعث زینت ہوتا ہے۔ یہ مولود مسعود ——— باعث زینتِ اسلام ہوگا۔ یا اسلام کا کاجل پار کر مشرکین کفار کی آنکھوں میں لگائے گا۔ آخر کاجل پارنے کا کوئی مقصد بھی ہوتا ہے۔ معترض اس بچہ کو بھی شاید عام بچوں کی طرح سمجھتا ہے۔ اوس کو نہیں معلوم کہ اس کے تمام افعال مافوق العادت ہیں۔ اس مضمون کو اپنی عبارت میں واضح طور سے لکھیے گا۔ آشفتہ[1] سے خط لکھوانے کی ضرورت نہیں آپ اوس کو مضمون بھیج دیں۔ زیادہ سے زیادہ اون سے دریافت کر لیجیے۔ آشفتہ یہاں ہیں نہیں ورنہ لکھوا دیتا۔ چونکہ علمی مضمون ہے اس لیے ان کے نام سے اچھا تھا ورنہ گالیوں کا خوف اگر ہو تو کسی دوسرے نام سے دے دیجئے۔ آپ کے متعلق جو کچھ ہوگا وہ میرے لئے ہے۔

عزیز

---

[1] حکیم سید علی آشفتہ لکھنوی

(۳)

مکرم! —— والا نامہ پہونچا۔ آشفتہ کا مضمون خیالؔ میں بھیج دیا تھا وہ بھی اب تک نہیں شائع ہوا، ان سے کہنا سراسر مصلحت کے خلاف ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ خود تقاضہ فرمائیں۔ ان سے صرف اس قدر دریافت فرمائیں کہ آپ شائع کریں گے یا نہیں۔ اگر نہ شائع کریں تو واپس کردیں۔ افسوس وقت بہت گزر گیا۔

میرا دیوان چھپ کر تیار ہو گیا ہے کچھ حصہ باقی ہے۔ دس پندرہ روز میں تیار ہو جائے گا قیمت عہ ہے۔ کیا آپ کی وساطت سے کچھ خریدار مل سکتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو ——

امتحان میں خدا آپ کو کامیاب کرے۔ ابو محمد تسلیم کہتا ہے۔

عزیز

(۴)

کرمی... محبت نامہ پہنچا میرے یہاں حالت بدستور ہے۔ ناصری[1] صاحب نے لکھا ہے کہ غزلیں جو کچھ یاد آئیں گی لکھ کر بھیجوں گا۔ حضرت رشید[2] کی شاعری میرے مضمون سے متعلق ہے اس کے علاوہ آج کل کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے۔ لیکن آپ چونکہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اس لیے اب اوقاتِ فرصت میں خیال کروں گا اگر کامیاب ہوا تو خیر؟ ورنہ قابلِ معافی ہوں۔ میرے خیال میں تو حضرت محشر[3] کا مضمون درج ہونے کے قابل ہے

عزیز

کارڈ کا پتہ: جناب سید منیر آغا صاحب اشہر محلہ شیخ سرائے سیتا پور
مہر لکھنؤ 23-SEP-19
مہر سیتا پور 24-SEP-19

(۵)

لکھنؤ۔ ۶ر نومبر ۲۴ء

محبی! سلام شوق —— اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ممنون ہوں کہ اس ادبی کام کے لیے آپ نے مجھ کو تجویز کیا مگر مجبور ہوں کہ فرصت عنقا ہے۔

مشاعرہ مبارک ہو۔ طرح کے انتخاب کا مجھے بالکل سلیقہ نہیں۔ آپ ہی اپنی پسند کا کوئی مصرع تجویز فرمائیں۔ بچے تسلیم کہتے ہیں۔ شہرت کے مشاعرہ میں آپ شریک نہ ہوئے۔ آنکھیں ڈھونڈتی تھیں۔

خیر اندیش عزیز

(۶)

لکھنؤ، ۲۸ر اکتوبر ۲۵ء —— کرمی، سلام مسنون —— اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

---

[1] پروفیسر مہدی حسن ناصری مرحوم

[2] پیارے صاحب رشید لکھنوی مرحوم

[3] مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی مرحوم

یاسؔ کی کتاب "شہرت کاذبہ"[1] شائع ہوئی ہے۔ غالباً آپ کی نظر سے گزری ہوگی۔ اوس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ بھی اون کی سخت کلامی سے محفوظ نہیں ہیں۔

منشی پاگل[2] کا خطاب اون کی سرکار سے مرحمت ہوا ہے۔ جلد جواب دیں۔ عزیزؔ

(۷)

لکھنؤ: ۲۷ نومبر ۱۹۲۶ء۔

محبی۔ میں آپ کا نقصان نہیں چاہتا جب آپ کو فرصت ہو لکھئے۔ مجھے اس معاملے میں حضرت شاداںؔ[3] سے ہمدردی ہے اور یقیناً مجھ سے زیادہ آپ کو ہوگی پرسوں ایک خط اون کا اور آیا جس میں کسی قدر تفصیل سے واقعات لکھے ہیں۔ پمفلٹ کی صورت زیادہ بہتر ہوگی۔ اس معاملے میں خود حضرت شاداں سے مشورت کیجیے آپ جب لکھنؤ آئیں تو وہ اجزا لیتے آئیں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنا بلاک خود کبھی نہیں بنوایا اس لیے اس کی قیمت نہیں بتا سکتا ؟ لیکن لکھنؤ میں "نولکشور پریس" میں بنتے ہیں۔ شاید دس آنہ انچ کے حساب سے یا کچھ کم۔ صحیح طور پر نہیں کہہ سکتا۔ آپ کے انکار سے تعلق خاطر ہے خدا آپ کو مطمئن کرے۔ والسلام عزیزؔ

کارڈ کا پتہ :- بملاحظۂ جناب سید منیر آغا صاحب اشہرؔ ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور SITA PUR

(۸)

لکھنؤ ۳ جنوری ۱۹۲۷ء

محبی بتسلیم۔ جواب میں تاخیر ہوئی۔ جب آپ کا خط پہونچا تو اوس کے دو تین روز کے بعد کانفرنس[4] والوں کا قافلہ پٹنہ چلا گیا واپسی کے بعد دو مرتبہ "سرفراز"[5] میں گیا مگر خواجہ اسد صاحب[6] (سے) ملاقات نہیں ہوئی۔ انشاء اللہ کسی روز ان کو خط لکھ کر بلواؤں گا، اور اس مسئلے کو طے کر دوں گا۔ ہمدم[7] میں اوس کی اشاعت ہو تو بہتر ہے، مگر اڈیٹر صاحب ایسے مضامین شائع نہیں کیا کرتے۔ حقیقت میں اگر (آپ) فرمائیں تو ہو سکتا ہے۔ خدا کرے آپ مع متعلقین بخیریت ہوں ——— عزیزؔ

---

[1] یاسؔ عظیم آبادی نے علی گڈھ کے کسی پریس میں چھپوا کر عزیزؔ لکھنوی کے خلاف ایک کتابچہ شائع کیا تھا۔

[2] مولانا اشہرؔ کو اس کتابچہ میں "منشی پاگل" لکھا گیا تھا، کیونکہ وہ "منشی فاضل" کا امتحان پاس کر چکے تھے۔

[3] علامہ سید اولاد حسین شاداںؔ بلگرامی۔

[4] شیعہ کانفرنس

[5] "سرفراز" ہفت روزہ لکھنؤ

[6] خواجہ اسد اللہ اسد ایڈیٹر سرفراز

[7] روزنامہ ہمدم لکھنؤ۔

(۹)

محمود آباد - ۱۸ جولائی [illegible]ء

اللھمّ بارک ورقا کہ الی اعلیٰ مدارج الکمال

عزیز

(نوٹ: یہ مختصر سا خط عزیز لکھنوی مرحوم نے پروفیسر اشہر کرلی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے پر تحریر کیا تھا —

(۱۰)

محمود آباد ۲۴ دسمبر ۲۹ء

محبی۔ سلام مسنون

بہت افسوس ہے کہ آپ محمود آباد تشریف لائے اور میں نہ ملا۔ میں اوس زمانے میں سخت علیل ہو کر لکھنؤ چلا گیا تھا۔ اس کا افسوس ہے کہ آپ مجھ سے دور ہو گئے مگر اس کی مسرت بھی ہے کہ یقیناً آپ کی موجودہ صورت حسب دلخواہ ترقی کی ہوگی۔ امید ہے کہ مزاج بہتر ہوگا۔ کبھی کبھی اپنی خیریت سے مطلع فرمایئے۔

عزیز

(۱۱)

۲۲ اکتوبر [illegible]ء

محبی بندہ، تسلیمات

میں دو ماہ سے سخت مصائب میں مبتلا ہوں۔ پانچ چار روز ہوئے کہ لکھنؤ سے آیا ہوں۔ میری ہمشیر کے پیٹ میں ٹیومر ہو گیا تھا، اوس کا اوپریشن ہوا جو موت وحیات کا قطعی فیصلہ تھا۔ خود میڈیکل کالج میں تھا۔ ذیابیطس نے میری زندگی خراب کر دی۔ دل و دماغ بیکار ہو گیا۔ میں سمجھا تھا کہ آپ مجھ کو بھول گئے۔ مگر "سرفراز" میں آپ کے مضامین دیکھ کر مطمئن ہوا اور آپ کی پائدار محبت کا ایک گہرا اثر میرے دل پر ہوا جس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ ان مضامین کی شان نزول یہ ہے کہ مولوی سبط حسن[۱] صاحب کے بھائی ابن[۲] صاحب ریاست میں ملازم ہیں۔ اون کو مجھ سے اس قدر عداوت ہو گئی ہے جس کی انتہا نہیں۔ مدیر تسنیم[۳] اون کے ہم زلف ہیں۔ اس کے وجوہ طولانی ہیں، عندالملاقات بیان کروں گا یا لکھوں گا۔ میں اپنی حالت کیا لکھوں کہ مرض نے مجھ پر کیا اثر کیا ہے۔ کاش آپ سے ملاقات ہو تو دل کھول کر باتیں کر لیتا۔ بتایئے کیا صورت ہے؟ مجھ کو آپ سے بہت کچھ کہنا ہے۔ اگر آپ لکھنؤ آ سکیں تو میں بھی چلا آؤں۔ بچوں کو دعا۔

مخلص عزیز

۱۔ شمس العلماء مولانا سبط حسن مرحوم

۲۔ مولانا ظفر مہدی گہر شمس العلماء کے حقیقی بھائی

۳۔ مانی جائسی، جو آگرہ سے ماہنامہ "تسنیم" نکالتے تھے۔

(۱۲)

ریاست محمود آباد

۱۶ر نومبر سنہ ۳۲ء — کرمی تسلیم

اس عرصہ میں لکھنؤ چلا گیا۔ وہاں جعفر علی[1] خاں صاحب کی لڑکیوں کی شادی تھی۔ پھر بریلی گیا اب واپس آیا تو آپ کا محبت نامہ ملا اور رسالہ دور جدید کا ایک نمبر بھی ملا۔ آپ کا مضمون دیکھا جوابات میں جو ایک کامل فن اور منصف مزاج کو لکھنا چاہیے وہ آپ لکھتے ہیں۔ اکثر مقامات پر بڑی ذہانت سے کام لیا ہے۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے سب جوابات لکھ دیئے ہیں یا صرف یہ ایک ہی قسط لکھی ہے۔ اگر ایسا ہو تو میں بعض خیالات اپنے لکھ کر خدمت عالی میں بھیج دوں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے آپ کے بعض مربوط اشعار سے صرف ایک شعر لے لیا ہے اور اس قسم کی چالاکیاں عمل میں آئی ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ کی نظر ان باتوں پر رہے ورنہ جوابات تو آپ نے لاجواب لکھے ہیں "سرفراز" میں جو جواب آپ کی تحریر کا شائع ہوا ہے اس کو دیکھنے کے بعد کیا رائے قائم کی، اس کی نسبت بھی کہنا چاہتا تھا، یہ سب باتیں ان کے جواب آنے پر دوں گا۔

قصائد کا مجموعہ میں نے اب کی مرتبہ خود نہیں چھپوایا، بلکہ صدیق بکڈپو کو تمام مسودات دے دیئے۔ تصحیح میں نے خود نہیں کی۔ اکثر مقامات پر کاتب کے تصرفات ہیں بعض شعروں میں لفظیں چھوٹ گئی ہیں۔ معترض صاحب کی نظر نہیں پڑی ورنہ ضرور اعتراض فرماتے۔ اس طرح دانش بجائے بینش لکھ دیا ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ بچوں کو دعا — عزیز

(۱۳)

محمود آباد۔ ۵ دسمبر سنہ ۔۔ء (مہر)

محبی و کرمی۔ ایک لفافہ ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ یہاں کتب خانہ میں ادبیات کا ذخیرہ بہت ناقص ہے۔ ماثر الکرام موجود نہیں اس لیے تعمیل فرمائش نہ کرسہ کا۔ آتشکدہ ہے جس میں ابن یمین سے حالات شروع ہوئے ہیں اور واقف پر ختم ہوئے ہیں تقریباً ۱۴۴ شعرا کے حالات ہیں مگر ہندوستان کے شعراء کے حالات نہیں۔ شعر العجم کیا ایک چھوٹی سی کتاب ناصری —— تذکرہ و تبصرہ اس میں مل جائے گی اور یہ دونوں کتابیں یہاں نہیں ہیں۔ اپنے آئندہ مضمون سے پہلے رائے قائم کر کے جلد جواب عنایت فرمائیں۔ بچوں کو دعا۔

عزیز

(۱۴)

محب مکرم۔ تسلیم

آج منشی اولاد حسین[2] صاحب کا خط آیا، جس میں آپ کے استفسار کا جواب آیا ہے مجھ کو لکھا ہے کہ میں آپ کو نقل کر کے

---

[1] جعفر علی خاں اثر لکھنوی

[2] علامہ شاداں بلگرامی

بھیج دوں۔

اسے صحیح مان کے کہ صہبا شراب سرخ ہی کو کہتے ہیں کیونکہ اصہب کا مونث ہے۔ بایں ہمہ صفت احمر دو قاعدوں سے صحیح ہے:

"کبھی اسم ذی صفت میں سے صفتی معنی دور کر کے پھر اوسی صفت کا اظہار کسی دوسرے لفظ سے کرتے ہیں۔ اس قاعدہ کو تجرید کہتے ہیں۔ جیسے مساجلت کے معنی چرسے پانی بھرنے یا شعر گوئی یا تفاخر میں باہم مقابلہ کرنے کو کہتے ہیں۔ مگر تجرید بمعنی مطلق مقابلہ مستعمل نہیں قاآنی۔ نادانی خود کنند مسجل بابخت تو ہر کہ شد مساجل

کبھی؟ اوس سے معنی اسمی کو دور کر دیتے ہیں اور صفت کو برقرار رکھ کے پھر اوس اسم کے لیے دوسرا لفظ اختیار کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی تجرید ہے' جیسے؟ اس میں سے اسم ابر دور کر دیا اور پھر ابر ہاطل یا سحاب ہاطل کہا یا وابل بمعنی باران بزرگ قطرہ ہے اس میں سے اسم باران حذف کر کے پھر غیث وابل کہتے ہیں۔ قاآنی ؎

فزان فزا کہ دست دادش

بحر خضم است و ابر ہاطل

در دشت نزال لیث غالب

بر دست نوال لیث وابل

یہی صورت صہبا کی ہے کہ معنی صفتی سرخ کے از روئے تجرید حذف کر دیئے اور پھر صفت میں احمر لائے۔ مزید براں صاحب منجد صہبا کے معنی مطلق الخمر لکھتے ہیں اور صاحب منتخب کہتے ہیں وہ شراب جو انگور سفید سے نچوڑ کے بنائی جائے۔ صاحب منجد یہ بھی کہتے ہیں کہ صہبا اصہب کا مونث ہے اور اصہب کے معنی الذی بیاضہ حمرۃ لکھتے ہیں۔ ان معانی سے قید سرخ نہیں پائی جاتی بلکہ آخری قول سے وہ شراب سفید ہے جس میں سرخی پائی ہے۔ اس لیے بھی صفت احمر درست ہو سکتی ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ کوئی صفت جو کسی امر کے لیے مخصوص ہو پھر بھی اوس صفت کا اظہار کرتے ہیں جیسے یاقوت سرخ ہوتا ہے۔ آسمان نیلا ہوتا ہے۔ آسمان متحرک ہے پھر یاقوت احمر، چرخ اخضر چرخ نیلی گردوں گردان کہتے ہیں۔ ایسی صفت کو صفت کاشفہ کہتے ہیں۔ ایک بات باقی رہی وہ یہ کہ صفات اسما کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ صفت اوس کے مترادف کے لیے مستعمل ہو۔ مثلاً چرخ نیلی، فلک نیلی، آسمان نیلی تینوں مترادف کے ساتھ نیلا صفات لاتے ہیں مگر فلک اخضر، چرخ اخضر بہت ملے گا۔ مگر آسمان اخضر نہیں ہے رنیلگوں کبود خضر لباس ملتا ہے۔ عزیز ؛ ان باریکیوں کو صرف اہل زبان جان سکتے ہیں۔ چونکہ یہ بات آپ کے مخالف ہے۔ اس لیے اس کا اظہار کیجیے۔ بہرصورت صہبائے احمر کی ہے۔ اس لحاظ سے نہیں کہ صہبا میں خود معنی صفتی موجود ہیں یہ بات تو قاعدہ تجرید سے رفع ہو سکتی تھی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ استعمالاً نہیں دیکھا۔

دو دو جدید مجھ کو ابھی تک نہیں پہنچا۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے "سرفراز" میں مطلع کے متعلق کیا مضمون آپ نے بھیج دیا۔

عزیز

(۱۵)

محمود آباد۔

مکرمی تسلیم۔

"سرفراز" میں اڈیٹر نے نوٹ دیا تھا کہ ممتاز صاحب[1] کا جواب صرف مطلع کے متعلق شائع ہو سکتا ہے۔ کیا ایسا ہی ہوگا۔؟ "عہدِ جدید" کا دوسرا نمبر مجھے بھجوا دیجئے۔ ان پرچوں کی جو قیمت ہوگی وہ حاضر کی جائے گی۔ میں نے جو کچھ آپ کو بھیجا تھا اوس سے کوئی بات آپ کے کام کی نکلی یا نہیں۔ بچوں کو دعا فرمائیں۔

مخلص عزیز

(۱۶)

ریاست محمود آباد

۱۳ جنوری سنہ ۳۲ء

مُحِبّی و کرمی!

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔ حضرت شاداںؔ کا مضمون حسبِ فرمائش اون کو میں نے بھیج دیا تھا۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ مثالیں مل جائیں گی۔ ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ مدثر جہاں باب تفعل سے آیا ہے وہاں باب تفعیل سے بھی آیا ہے چنانچہ صاحب منجد کہتے ہیں۔

اسی طرح مذکر — بھی جہاں ادرالوباب سے آیا ہے وہاں بابِ تفعیل سے بھی ہے یعنی تذکیر (منجد)

ملاحظہ ہو منجد۔ گو قرآن میں اوسی طرح مستعمل ہو۔ مگر جب قاعدہ نحوی اور لغات اس کے جواز کی سند دیتے ہیں تو پھر کیا غلطی ہے۔ افرینش اور دانشں میں اگر نون کو روی قرار دیجئے تو کیا مضائقہ ہے۔ مضمون کے شائع کرنے یا نہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے سرفراز پر موقوف نہ تھا — مگر جیسی آپ کی رائے ہو چونکہ بحث چھڑ گئی تھی۔ اس لیے آپ کی خاموشی مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

عزیز

---

[1] شیخ ممتاز حسین عثمانی ایڈیٹر اودھ پنچ لکھنؤ

احمد علی شوق قدوائی

ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۷ رجولائی ۱۹۲۴ء

منشی منظور احمد صاحب افسر۔ صدیقی۔ امروہوی

کرمفرمائے بندہ۔ سلام شوق۔ آپ کا خط پہنچا۔ شکریہ قبول ہو۔ میں اکثر بیمار رہتا ہوں۔ بیماری ہی کے سبب سے رامپور کو چھوڑا۔ اسی وجہ سے مجھے بعض وقت کسی کی نظم کے درست کرنے سے مجبوری پیش آجاتی ہے۔ اور بہت وقفہ ہو جاتا ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے مشقِ سخن کب سے شروع کی ہے۔ بات یہ ہے کہ بالکل مبتدی کا سنبھالنا مجھے دشوار ہو جاتا ہے۔ اتنی قوت ہی مجھ میں نہیں ہے کہ ابتدائی کلام کی درستی میں صرف کرسکوں۔

یہ بھی مجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ نے پہلے بھی کسی سے مشورۂ سخن فرمایا ہے یا نہیں۔

میں اصلاح کا اقرار کرتے ہوئے اس سبب سے بھی بہت گھبراتا ہوں کہ بعض لوگ الّم غلّم کہہ کے بکثرت میرے سر ملا کرتے ہیں۔ حال آں کہ انسان کم کہے مگر جو کہے سمجھ کے اور غور سے کہے۔

پہلے آپ ایک دو غزلیں بھیجیئے میں آپ کا رنگ اور مذاق دیکھ لوں۔ اس کے بعد ہاں یا نہیں کا فیصلہ کرسکوں گا۔

میں پہلے یہ لکھ دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو۔ طبیعت کو جذباتِ انسانی اور لطف زبان کے ساتھ مضمون آفرینی پر لانا چاہیئے۔ بھونڈے اور لامعنی بندشوں سے بھاگنا چاہیے۔ جیسا اکثر لوگوں نے غالب کی تقلید کا نام لے کر مہمل بکنا اختیار کیا ہے۔

امروہہ میں میرا ایک کام ہے اگر آپ مل سکتے ہوں تو نواب علی خاں صاحب (برادر حامد علی خاں مرحوم بیرسٹر) سے مل کر ان سے کہہ دیجیئے کہ آموں کی قلمیں بھیجنے کا وقت قریب آرہا ہے۔ کیا میں اُمید رکھوں؟ اور کیا آپ کو میں یاد ہوں؟ اس کا جواب جب کبھی آپ خط بھیجیئے، تب مجھے تحریر فرمائیے گا۔

بات یہ ہے کہ امروہہ میں لطیف علی والے آم کی چار پانچ قلمیں مجھے درکار ہیں۔ مسٹر امتیاز حسین صاحب (سول سرجن مقام رامپور) نے وعدہ فرمایا تھا۔ مگر میں یہاں چلا آیا۔ مجھے فکر رہی۔ لکھنؤ میں نواب علی خاں صاحب نے (جو میرے پرانے کرمفرما ہیں) وعدہ فرمایا کہ میں بھیجوں گا اور میرا پتا بھی لکھ لیا۔ اسٹیشن جس کے پتے سے قلمیں آئیں گی اس کا پتا بھی لکھ لیا۔ ابھی بارش کم ہے۔ مگر پوری بارش کے ہو جانے پر بھیجنے کا موسم آجائے گا۔ ان کو یاد دہانی کی ضرورت ہے تاکہ میں مطمئن ہوں یا

کوئی دوسری تدبیر سوچوں ———

آپ کا خیر طلب
احمد علی۔ شوق۔ قدوائی۔

(۲)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی، اودھ ۱۹ اگست ۱۹۲۴ء

بندہ نواز! سلام شوق۔ آپ کے پوسٹ کارڈ کے جواب میں میرا پوسٹ کارڈ آپ کو پہنچا ہوگا۔ میں منتظر رہا کہ آپ کر غزلوں کی نقل بھیجیں گے مگر آج تک کی ڈاک میں کوئی خط آپ کا نہیں آیا ہے۔ ایک خط آپ کا تلف ہو چکا ہے۔ اس سبب سے مجھے مکرر لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ میں اب تک حیرت میں ہوں کہ غزلوں والا خط آپ کا کہاں گم ہوا تھا۔ سترکھ کے ڈاکخانے ہی میں نہیں آیا۔ یہاں تو خاص آدمی احتیاط سے میری ڈاک لاتا ہے۔

آپ غزلیں بھیجئے۔ مجھے رنگِ تغزل کے دیکھنے کا شوق ہے۔ معلوم نہیں کہ لطیف علی والے آم کی قلموں کا کیا ہوا؟

احمد علی شوق۔ قدوائی

(۳)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی ۱۲ ستمبر ۱۹۲۴ء

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ چاروں غزلیں دیکھ کے بھیجتا ہوں، آپ کا رنگ سخن اچھا ہے۔ تغزل کے واسطے یہی رنگ موزوں ہے۔ اس میں ترقی اور صفائی سے بہت لطف پیدا ہوگا۔

میں لکھنؤ کے بگڑے ہوئے مذاق سے بہت گھبراتا ہوں۔ جس میں مہمل، آوارہ، بنوٹ اور سخت بے معنی کی بھرمار ہوتی ہے۔ جذبات انسانی کا وجود نہیں اور یہی مذاق تغزل کی جان ہے۔

بارش یہاں بھی بکثرت رہی۔ صرف دو تین دن سے نہیں ہے۔

خط کے واسطے رجسٹری کی ضرورت نہیں۔ اتفاق سے ایک خط آپ کا خدا جانے کہاں گم ہوگیا تھا۔ سترکھ کو آیا ہی نہ تھا۔ ورنہ برابر خطوط آیا ہی کرتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ زمین ابھی اتنی تر ہے کہ قلمیں کھد نہیں سکتی ہیں۔ مٹی بہت تر ہے۔ ابھی جڑوں سے چھوٹ کر گر جائے گی میں آپ کی مہربانی کا بہت ہی شکرگزار ہوں کہ قلمیں اس درخت کی مجھے مل جائیں گی۔ جس کا شوق مجھے کئی سال سے ہے وہ ہفتے عشرے کے بعد سہی۔

بلٹی پر رجسٹری ضروری ہے۔ کہیں گم نہ ہو۔

میرا قلمی باغ بہت وسیع ہے۔ تیار ہے۔ ڈیڑھ سو درختوں سے زیادہ چھوٹے بڑے سب نصب شدہ ہیں، ابھی اور برابر نصب ہو رہے ہیں۔ والسلام

احمد علی شوق۔ قدوائی

(۴)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۴ء

کرمفرمائے بندہ بسلام شوق۔ غزلیں جاموں میں نے دیکھ کے فوراً بھیج دی تھیں پہونچی ہوں گی۔ مجھے امید ہے کہ تھوڑے ہی دنوں بعد آپ کا مذاق سخن بہت ترقی کر جائے گا۔ جو دشواری پیش آتی ہے وہ درستی زبان کی ہوتی ہے۔ زبان ایسی چیز ہے کہ ہم لوگوں کی عمر اس فن میں گزری لیکن اب بھی کبھی زبان کی دقت پیش آجاتی ہے یعنی نیا لفظ سامنے آ پڑا تو سخت جستجو ہوتی ہے کہ پچھلے کلام میں کسی کے ہاں سے سند مل جائے رفتہ رفتہ زبان بھی اصلاحی حالت پر آ ہی جاتی ہے۔

آج کل لکھنؤ کی حالت زبان کے اعتبار سے ایسی بگڑی ہے کہ بہت احتیاط کے ساتھ اسے دیکھنا چاہیے۔ ابھی محشر لکھنوی کے کلام میں روزنامہ ' رڑ گے ' بروزن ' ہوگے ' کہا گیا۔ بالکل غلط۔ رڑو گے بروزن سوؤ گے یعنی بروزن فاعلن مفعولن صحیح ہے۔ مالی گاؤں کے رسالہ معیار سخن نے اعتراض کر دیا۔ اعتراض صحیح تھا معیار سخن نے فتوی چاہا۔ مجھے بھی لکھا۔ میں نے بھی صحیح لفظ لکھ دیا۔ میں نے یہ واقعہ اس سبب سے لکھا کہ زبان کی یہ حالت لکھنؤ میں ہو رہی ہے۔ پھر دوسرے مقام کو کیا کہا جائے۔

اب تو قلمیں بھیجنے کے قابل زمین ہو گئی ہوگی۔ ملیح آباد سے میں نے چار قلمیں منگائی تھیں۔ آج ریل پر آگئیں۔ یوں آتی ہیں کہ ٹوکری ذرا گہری، ہر ٹوکری میں دو قلمیں ہیں۔ درخت کی جڑ میں مٹی ہری گھاس سے خوب لپٹی ہوتی ہے۔ اوپر سے بان سے اُسے کس دیا ہے۔ ذرا بھی جڑ کو یا مٹی کو جنبش نہیں ہوئی۔

جب بھیجئے۔ پارسل قلموں کا بارہ بنکی اسٹیشن او۔ اینڈ۔ آر۔ آر کو اور بلٹی رجسٹری شدہ میرے نام سترکھ ضلع بارہ بنکی کو بھیجئے گا۔

والسلام

احمد علی شوق۔ قدوائی

(۵)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۴ء

بندہ نوازا! سلام شوق۔ غزلیں اور نظمیں دیکھ کر بھیجتا ہوں۔ جن باتوں کو میں لکھ دیتا ہوں ان پر نگاہ غور کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ تحفظ رہے۔

میں کچھ تو بہ تقاضائے عمر اور کچھ اس سبب سے کہ اکثر بیمار ہو جاتا ہوں۔ اک بارگی دماغ کو زور نہیں دے سکتا ہوں۔ رفتہ رفتہ میں دیکھ سکتا ہوں۔ پانچ چھ مہینوں کے بعد اب ذرا سنبھلا ہوں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ مجھے اصلاح میں بہت کام دماغ سے لینا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ بال سے باریک نقص بھی میری نگاہ سے بچ نہیں سکتا اور میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔

جدید غزلوں کے ساتھ پرانی بھی دو دو تین تین غزلیں آئیں تو میں دیکھ دوں مگر جب میری طبیعت بے لطف ہو جاتی ہے تب میں صحت تک مجبور ہو جاتا ہوں۔

اگر آپ کچھ دنوں صرف نئی غزلوں پر اصلاح لیتے رہے تو کچھ عرصے کے بعد آپ خود اپنے کلام کے نقص کو دیکھ سکیں گے

قلمیں اب روانہ کر ہی دیجئے۔ بہت عمدہ موسم ہے۔ اگر نواب علی خاں صاحب ملیں تو میرا سلام کہہ دیجئے گا۔ مجھے ہر وقت قلموں کا انتظار رہتا ہے۔ یہاں تک کہ باغ میں ان کے واسطے عمدہ عمدہ جگہ پر تھالے بنوا چکا ہوں۔

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۶)

ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۴ء۔ شنبہ

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ بلٹی پہنچی۔ آج ہی آدمی قلموں کے لانے کو میں نے اسٹیشن پر بھیج دیا ہے غزلیں۔ نظمیں اور رباعیاں دیکھ کے کئی دن گزرے میں روانہ کر چکا ہوں۔ پہنچ گئی ہوں گی۔ اس غزل کو بھی دیکھ کے بھیجتا ہوں۔ ۔ ایسی زمینیں شاعر کے واسطے مناسب نہیں ہوتی ہیں۔ بھرتی اور آوردہ اشعار شاعر کو کیا لطف دے سکتے ہیں۔

قلموں کے آنے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر مجھے صرف لطیف علی والے آم کی ضرورت تھی۔ فجری کے تیار درخت پھلتے ہوں۔ میرے باغ میں اکیس ہیں۔ ذیل کے درخت میرے باغ میں موجود ہیں۔ ان سے علاوہ میں ڈھونڈتا ہوں۔ خیر۔ لاجواب اور آمن دلربا دو نئے ہیں۔ خدا کرے اعلیٰ درجے کے ہوں۔ لطیف علی والے آم کی فکر میں دوسرے ذریعے سے کر رہا ہوں۔ مجھے وہ آم پسند آیا تھا۔ ورنہ میرے یہاں بہت عمدہ عمدہ اقسام موجود ہیں۔

فہرست اقسام موجود

بمبئی جسے قلمی بھی رامپور میں کہتے ہیں۔ سنگترا۔ دسہری۔ سرخہ خالص پوری۔ خاصہ ابراہیم پورہ۔ خاص الخاص کمھن۔ نایاب۔ سیب ملیح آبادی۔ سپیدہ لکھنوی۔ سندر شاہ۔ لال شاہ۔ شاخ نبات۔ سبزہ قند۔ زعفران۔ فجری۔ کھجری۔ گلاب خاص تیموریہ۔ آمن شہد مصفا۔ خوشبو مالدہ لنگڑے کی قسم مگر لنگڑے سے عمدہ۔ گلابی مالدہ لنگڑے کی قسم گرسیند دریا اور عمدہ دو فصلا۔ جالی بند سیر بھر کا آم ہے۔ کلیوا چمپا۔ ثمر بہشت رامپوری۔ پرنس۔ ہیم ساگر۔ انفانسو بمبئی۔ آمن مرشد آبادی۔ کنھیا علوپور عسل المکرر۔

ان کے علاوہ بائیس درخت ابھی پھل نہیں لائے ہیں۔ دوسری جگہ سے آتے ہوئے ہیں۔ مختلف اقسام کے ہیں۔ سندیلے میں میری قلمیں انگینیں اور سرخۂ برہما میں بندھی ہوئی ہیں۔ بھوپال میں میری قلمیں کربا میں بندھی ہوئی ہیں۔ رام پور میں تنگ شکر آمن میں بندھی ہوئی ہیں۔ تیار ہونے پر سب آ جائیں گی۔ اس فہرست کو ملاحظہ فرمائیے۔ آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ مجھے ایسا ہی نفیس آم ہوگا تو درکار ہوگا۔ ورنہ معمولی آم پھلتے ہوئے میں نے کٹوا کے پھینک دیئے اور اسی اندیشے سے کہ آم ناقص نہ کھلے۔ میں بے چکھے قلم کسی آم کی اب نہیں لگاتا ہوں۔ آپ مجھے یہ ضرور تحریر فرمائیے گا کہ لاجواب اور آمن دلربا عمدہ، بے ریشہ ہیں، خوب شیریں ہیں اور وزن میں آم کتنا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وزن بھی بہت ہی ہو۔ صرف جاننا مقصود ہے ورنہ میرے یہاں سوا بعض کے اور سب آم معمولی قد اور وزن کے ہیں۔

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۷)

ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ ایک غزل جو آئی تھی آفتاب کی۔ اُسے پرسوں ہی میں بھیج چکا ہوں چونکہ مشاعرہ کی غزل تھی اسے اچھی طرح میں نے دیکھ دیا ہے۔

ان غزلوں کو بھی بھیجتا ہوں۔ ان کا رنگ ہلکا ہے۔ شاید ابتدا کی غزلیں ہیں۔

آپ جواب کے واسطے ٹکٹ کیوں بھیجتے ہیں۔ یہ بالکل مناسب نہیں ہے۔

قلمیں چاروں کل میرے یہاں آگئیں۔ باغ میں نصب کر دی گئیں۔ آپ نے چٹھیوں میں کیفیت لکھ دی ہے۔ اب مزید صراحت کی ضرورت نہیں رہی۔ چٹھیوں سے میرا خیال ہوا کہ فجری یہ دوسری قسم کی ہے۔ بہر حال سب عمدہ ہیں۔

مجھے بے حد شوق لطیف علی والے آم ہی کا تھا۔ اسی کے قلموں کی بڑی جستجو تھی اور اب بھی ہے۔ اس کو رام پور میں کھایا تھا۔ حافظ اسرائیل صاحب امروہوی میرے لیے خاص کرلاتے تھے۔

یہ صحیح نہیں ہے کہ اب قلمیں لگانے کا موسم نہیں ہے۔ بہت معقول، بہت عمدہ اور بہت مناسب یہی ہے۔ اور قلمیں کاتک تک برابر لگائی جاتی ہیں۔ صدہا قلمیں میں بٹھا چکا ہوں۔ سوا لطیف علی والے آم کے اور کسی قسم کے بھیجنے کا قصد نہ فرمایئے اور کسی ضرورت نہیں ہے۔ بہت اقسام ہیں اور میرے کھائے ہوئے آم پسند کیے ہوئے ابھی آئیں گے۔ لطیف علی والے آم کی ضرور تمنا ہے۔

میں رام پور کو نہیں آؤنگا۔ یہاں سے فاصلہ بہت ہے۔ تکلیف کی کیا ضرورت ہے کبھی رامپور کو آنا ہوگا تو میں خود آؤنگا

اصولاً تین اضافتوں کا جواز ہے۔ یعنی مسلسل مگر ملا نظیری وغیرہ نے مسلسل چار اضافتیں بھی کہی ہیں۔ اچھی نہیں۔ حالت وغیرہ میں "تے" حاصل مصدر کی ہے۔ رنگت کی تے نے لفظ کو ہند کر دیا۔ اصل فارسی کا لفظ رنگ ہے چاہت بالکل ہندی ہے۔

پیمان۔ احسان۔ پیکان۔ جان۔ طوفان ان میں اور مثل ان کے بہت سے الفاظ میں اعلان نون جائز بلکہ اُردو میں بہتر ہے۔ لیکن اگر یہ الفاظ اضافت سے مضاف یا مضاف الیہ ہوں تو البتہ اعلان کی ترکیب جو ہند ہے صحیح نہ ہوگی کیونکہ فارسی میں اعلان کا وجود نہیں ہے۔ اگر اضافت اول ہو، جیسے پیمانِ وفا۔ طوفانِ نوح وغیرہ تو یہ لازمی ہے کہ دوسرا لفظ فارسی یا عربی ہو۔ اگر دوسرا لفظ ہندی ہوگا تو اضافت ناجائز ہو جائے گی۔ اور اگر ہندی لفظ اوپر ہے تو اعلان نون ناجائز ہو جائے گا، جیسے پانی طوفان یا چاہت جان یا اسی طرح۔ غرض ہندی اور فارسی میں ترکیب اضافی بہر صورت غلط ہے۔

احمد علی۔ شوق قدوائی

(۸)

ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ۔ ۲ اکتوبر ۱۹۲۴ء۔ کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ نظمیں اور غزلیں

دیکھ کے بھیجتا ہوں۔ رنگ سے ظاہر ہے کہ یہ نظمیں ابتدائی ہیں۔ اس لیے کہ ان میں زور کچھ نہیں ہے۔ بہت ہی ہلکے مذاق کی ہیں۔ میں تو ان میں سے انتخاب کی رائے دوں گا۔ بجنسہٖ ان کو داخلِ مجموعہ کرنا بہتر نہیں ہے۔ میں بھی رواداری دیکھتا ہوں اس لیے کہ غور کی حاجت نہیں۔

بھراؤں کے مشاعرے کا حال لکھیے کہ کیا ہوا، اور کیسا ہوا۔ دلی وغیرہ کے لوگ بھی تھے یا نہیں۔

مضطر (اگر وہ مضطر صاحب خیر آبادی ہیں) کا خیال نہ کیجیے۔ وہ بے انتہا بے احتیاط ہیں۔ مجھ سے ایک مرتبہ ملاقات ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں مجھے فرمایا کہ کیوں حضرت میں کیسا کہتا ہوں۔ میں نے ہنس کے کہا کہ جب آپ سنبھل کے کہہ جاتے ہیں تو خوب کہتے ہیں اور جب آپ بگڑتے ہیں تو خوب بگڑتے ہیں۔

اُمید ہے کہ قلمیں لطیف علی والے کی روانہ ہو چکی ہوں گی۔

المکرر میں رسالے کے متعلق کسی سے متفق نہیں ہوتا ہوں۔ تجربہ کہتا ہے کہ چلنا مشکل ہے خصوصاً آج کل کہ پالٹکس کا زمانہ ہے۔ رسالے کو دیکھتا کون ہے۔ حال آں کہ پہلے ہی نہیں چل سکتے تھے۔ آپ نقصان اٹھائیں گے اور پھر ہنسی ہو گی۔

میں تو بہر صورت مجبور ہوں۔ مجھ میں اتنی قوت ہی نہیں ہے کہ کچھ التزام کر سکوں۔ زندہ ہوں۔ یہی غنیمت ہے۔ کبھی کسی نہ کسی شکایت سے فرصت نہیں رہتی۔ احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۹)

ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی ۱۱ر نومبر ۱۹۲۴ء

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ گلدستہ "معراج الکلام" کل میرے پاس پہنچا۔ شکریہ قبول ہو۔

میں نے کل ہی دیکھ ڈالا۔ اس سرے سے اس سرے تک۔

معمولاً میرے پاس بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ایک نمبر واقف ہو جانے کے واسطے کافی ہو گیا۔ مجھے گلدستوں سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ اس کی خاص وجہ بھی ہے۔

بہت دنوں سے آپ کا خط نہیں آیا۔ آپ کہاں تھے۔ شاید اس رسالے کے اہتمام میں انہماک بہت رہا۔

میں اچھا ہوں۔

میں شعرائے امروہہ میں آپ کے سوا کسی اور سے واقف نہیں ہوں۔ احمد علی شوق۔ قدوائی

(۱۰)

ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۹ر دسمبر ۱۹۲۴ء

کرمفرمائے بندہ افسر صاحب۔ سلام شوق۔ غزلیں اور نظمیں فوراً دیکھ کے بھیجتا ہوں۔ جو نوٹ جابجا دے دیے ہیں ان کو غور سے دیکھ لیجیے تاکہ ان باتوں کا خیال رہے۔

آپ کا خط تو سیلاب کے زمانے سے نہیں آیا تھا ہاں کہ کئی مہینے گزر گئے تھے۔ اس وقفے میں متردد تھا کہ کیا سبب ہے؟

معراج الکلام ہو یا الفصیح ہو۔ رسالہ یا گلدستہ چل نہ سکے گا۔ جو صاحب نکالیں گے نقصان اٹھا کے آخر بند کریں گے۔ گلدستوں کو تو اب لوگ دیکھتے ہی کم ہیں۔ پالٹکس کو ترقی ہے اور مسائل پیچیدہ پیش نظر ہیں۔ ان سے فرصت کس کو ملتی ہے اور رسالے کے واسطے نثر کے اعلےٰ مضامین نہیں مل سکتے۔ خدا جانے کتنے گلدستے نکل نکل کے ٹوٹے اور جو ہیں وہ خراب حالت میں ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ صحیح غزلیں اور نظمیں نہیں ہوتیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جو لوگ استادی کا دم بھرتے ہیں۔ برابر فن اور زبان کی غلطیاں کر رہے ہیں۔ وہ قبل استاد ہونے کے استاد بن جاتے ہیں۔ ایسے گلدستے جو غلطیوں کر بیٹے ہوتے نکلیں۔ ارباب فہم ان کو پسند نہیں کرتے ان میں عمدہ کلام کون دے۔

احمد علی شوق۔ قدوائی

(۱۱)

ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ۔ ۲۵ مارچ ۱۹۲۵ء

کرمفرمائے بندہ۔ سلام شوق۔ کیا میرا پوسٹ کارڈ پا کے آپ نے گنجینہ کو منگا لیا تھا۔ اور وہ مجموعہ آ گیا یا ابھی نہیں۔

آپ ایک کتاب میری اور منگا لیجئے۔ وہ جدید "عالم خیال" ہے۔ اس کی قیمت کا حال مجھے ابھی معلوم نہیں ہے۔ اس پر لاگت ضرور بہت آئی ہوگی۔ اس لیے کہ اس کے واسطے ایک تصویر جو خیال عورت کی صرف کینڈرسے بنوا کے پھر بمبئی کے ٹیمس آف انڈیا سے چھپوائی گئی ہے۔ مگر کتاب کوئی بڑی نہیں ہے۔ چار رخ ہیں۔ سب کے مجموعہ اشعار تقریباً چار سو ہوں گے۔ یہ مجھ سے بیگم صفدر علی نے حق اشاعت کے ساتھ لے لی۔ قریب تر چھپ کے ان کے پاس آنے والی ہے۔ آپ ذیل کے پتہ سے ایک پوسٹ کارڈ بھیج دیجئے اور لکھ دیجئے کہ یہ پوسٹ کارڈ رکھا رہے۔ کتاب کے آتے ہی وی۔ پی میرے نام روانہ کر دی جائے۔ بات یہ ہے کہ تصویریں پانچ سو چھپ کے بمبئی سے آئی ہیں۔ یہ نکل جائیں گی تو پھر ناکامی ہوگی۔

پتہ۔ بیگم صفدر علی۔ نمبر ۲۔ چینی بازار روڈ۔ لکھنؤ۔

میرے ایک دوست جنوری اور فروری کا معراج الکلام لائے تھے۔ وہ اتفاق سے یہیں چھوڑ کے مراد آباد کو چلے گئے۔ میں نے اسے دیکھا۔ مجھے بعض باتوں پر بہت افسوس ہوا۔ ایسی ایسی چند غلطیاں علم و فن اور زبان کی اس کی بعض بعض غزلوں میں ہیں کہ حیرت ہوتی ہے جی میں یہ بات آئی تھی کہ میں محض نیچے کے طور پر آپ کو لکھ دوں تاکہ آئندہ کے لیے فیاض صاحب کو خیال رہے۔ لیکن پھر میں نے اس سبب سے مناسب نہ سمجھا کہ "نیکی برباد گناہ لازم" کی مثل ایسے موقع پر پیش آجاتی ہے۔ دوسرے ہی صفحہ پر جو مضمون ہے اس کو دیکھ کے میں نے اور بھی آگاہ کرنے سے زیادہ نہ آگاہ کرنے کو بہتر سمجھا۔ نیرنگ کو میں دیکھ چکا تھا۔ منشی فاضل صاحب کے اعتراضات صحیح بالکل صحیح تھے۔ متروک زبان متقدمین کی قابل تقلید نہیں ہے۔ مگر اثر صاحب نے بجائے اصلاح اردو کے سخت جواب دیا۔ خوبی تو اس میں ہے کہ صحیح اعتراض ہمیشہ تسلیم کر لیا جائے اور اصلاحِ زبان کا لحاظ رکھا جائے۔ بڑے سے بڑا استاد بھی غلطی سے نہیں بچ سکا ہے۔ زبان بحر ناپیدا کنار ہے۔ غلطی کا نہ ہونا تعجب خیز ہے، ہونا تعجب خیز نہیں۔ جب غلطی معلوم ہو۔ نیک نفسی سے تسلیم کر کے درستی کر لی جائے ورنہ شاعری کبھی پختہ ہو نہیں سکتی۔

احمد علی شوق۔ قدوائی

(۱۲)

سترکھ۔ ضلع بارہ بنکی۔ اودھ ۳ر اپریل ۱۹۲۵ء

کرمفرمائے بندہ افسرؔ صاحب۔ سلام شوق۔ میں نے نیم حواس کی حالت میں غزلیں اور رباعیاں دیکھی ہیں۔ پڑی رہنے سے بھیج دینا ہی مناسب معلوم ہوا۔

میں ایسا سخت علیل ہوا اور اب بھی ہوں کہ کیا لکھوں۔ بواسیر کا خونی دورہ ہوا پھر سخت اختلاج کے آٹھ دس دورے پڑے پھر نفخ ہوا۔ اب بھی ہے۔ بیٹھنا۔ بیٹنا۔ کھانا۔ پینا۔ غرض سب میں بے انتہا خلل ہوا۔ دو اچھے طبیب اور ایک اچھے ڈاکٹر معالج ہیں لیکن اب تک کافی سکون نہیں ہے۔

آپ لکھنؤ کے لوگوں میں سوا درؔد صاحب اور ان کے بیٹے شاؔمر صاحب کے اور کسی کو فن کا استاد کامل نہ سمجھئے۔ سب خام ہیں۔ شعر کہیں۔ خوب کہیں مگر علم اور فن اور چیزیں ہیں۔

جن صاحب نے آپ سے پوچھا وہ ردی کو کیا جانتے ہوں گے۔ اب ملیں تو آپ ان کے سامنے ملا ظہوری کے مشہور ساقی نامے کا یہ شعر جو ضمیمہ اشعار میں ہے رکھ کے کہیے کہ میرے استاد سے کیا۔ ملّا ظہوری سے بھی غلطی ہوئی ہے۔

به لبیک حجاجِ دپیرِ مغاں
به غمہائے سرشار دخترِ مغاں

میں معراج الکلام سے آپ کا تعلق سمجھے ہوئے تھا اب خیال بھی نہ کروں گا۔

اب کچھ نہیں لکھا جاتا۔ سخت تکلیف میں مبتلا ہوں، دعا کیجئے۔

پارسال لطیف علی والے آم کی قلمیں رہ گئیں۔ اب کے ضرور ابھی سے انتظام کیجئے۔ بارش ہوتے ہی بھیجئے گا۔

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۱۳)

گونڈہ ۱۰ر اپریل

کرمفرمائے بندہ تسلیم۔ میں سترکھ سے گونڈہ آگیا اور سخت علیل ہوں۔ استسقا کی کیفیت ہے۔ اگر زندگی ہے تو صحت کے بعد کچھ لکھ پڑھ سکوں گا۔ ورنہ مجبوری ہے۔ احمد علی شوق

سول لائن۔ بر مکان خان بہادر رضی الدین احمد۔ بیرسٹر ایٹ لا

حصہ نمبر ۲

اصلاحات

پہلی غزل

شعر : یہ مانا "دید کی حسرت" سے دم آنکھوں میں اٹکا ہے
اگر ان کی نظر میں ہے تو میرا حال اچھا ہے

اصلاح : یہ مانا "ان کے نظارے" سے دم آنکھوں میں اٹکا ہے
اگر ان کی نظر میں ہے تو میرا حال اچھا ہے

ایک ذرا سے تغیر سے کیا بات پیدا ہوگئی۔ اصلی شعر میں معشوق کی واقفیت ظاہر کرنے کا کوئی پہلو نہیں تھا اصلاح میں "نظارے" سے یہ کمی پوری ہوگئی۔

شعر : خدا "عالم ہے اب تک" باوفا سمجھا نہ سمجھوں میں
تمہاری بے وفائی کا مجھے شکوا ہی شکوا ہے

اصلاح : خدا شاہد ہے دل سے باوفا سمجھا نہ سمجھوں میں
تمہاری بے وفائی کا مجھے شکوا ہی شکوا ہے

"خدا شاہد ہے"، کس قدر زوردار جملہ ہے۔ "دل سے" اس ٹکڑے نے دوسرے مصرعہ کو اچھی طرح مضبوط کر دیا۔ اصلاح اسی کا نام ہے کہ ایک دو لفظ تبدیل کرنے سے شعر زمین سے آسمان پر پہنچ جائے

شعر : نظر میں رات دن رہتے ہیں حلقے زلفِ "شبگوں" کے
مری تقدیر نے اچھا مجھے چکر میں ڈالا ہے

اصلاح : نظر میں رات دن رہتے ہیں حلقے زلفِ "پیچاں" کے
مری تقدیر نے اچھا مجھے چکر میں ڈالا ہے

شبگوں کے بجائے پیچاں، سبحان اللہ۔ حلقے۔ چکر دونوں لفظوں کے ساتھ دست و گریبان ہوگیا۔

شعر : جو اشکِ آرزو گرتا ہے میری چشمِ گریاں سے
وہ افسانہ کی صورت اک جہاں میں پھیل جاتا ہے

اصلاح : جو اشکِ آرزو گرتا ہے میری چشمِ گریاں سے
وہ بڑھ کر مثلِ افسانہ جہاں میں پھیل جاتا ہے

"بڑھ کر" بڑھانے سے افسانہ کے اصلی معنی بھی ظاہر ہوگئے اور "اک" جو حشو تھا وہ بھی کم ہوگیا۔

دوسری غزل

شعر: نبوّت کی صداقت کو یہی اک مُہر کافی ہے
رسالت آپ نے پائی ہے، ختم المرسلینؐ ہو کر

اصلاح: نبوّت کی صداقت کو یہی اک مُہر کافی ہے
وہ بعد انبیا آئے ہیں ختم المرسلینؐ ہو کر

ختم المرسلین کا قافیہ "بعد انبیاء" کی وجہ سے اچھی طرح چست بندھ گیا۔

شعر: کسی کے سایۂ قد کی سیاہی مٹ نہیں سکتی
یہ خوبی اور کوئی پا نہیں سکتا حسیں ہو کر

اصلاح: سیاہی نور تھی صرف آپ ہی کے سایۂ قد کی
یہ خوبی اور کوئی پا نہیں سکتا حسیں ہو کر

اب خوبی کے معنی اچھی طرح ظاہر ہو گئے۔

شعر: ہوتے واپس شب معراج حضرت اس صفائی سے
نگاہِ اہل باطن جیسے لوٹ آتے کہیں ہو کر

اصلاح: ہوئے واپس شبِ معراج حضرت اس صفائی سے
نگاہِ اہل دل جیسے پلٹ آتی کہیں ہو کر

لوٹنا دیہاتی اور قصباتی محاورہ ہے لکھنؤ کا نہیں ہے

تیسری غزل

شعر: دیکھے سے ترے ہوش اگر رہ گئے قائم
دیکھیں گے اشارہ نگہ ہوشربا کا

اصلاح: دیکھیں گے تماشا نگہ ہوشربا کا

دیکھئے ایک لفظ تماشا نے معنی کو کس قدر وسیع کر دیا۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ اگر دیکھنے کے بعد ہوش قائم رہ گئے جو نگاہِ ہوشربا ہونے کی وجہ سے نہ رہنے چاہئیں تو پھر ہم نگاہ ہوشربا کا تماشا دیکھیں گے کہ اس کا کیا رنگ ہوتا ہے۔

شعر: جھولی میں بھری نکہتِ گل صحنِ چمن میں

دامن کبھی خالی نہ رہا بادِ صبا کا

اصلاح: یا بوئے گل اس میں رہی یا خاک ہماری
دامن کبھی خالی نہ رہا بادِ صبا کا!

اصل شعر میں یہ اعتراض تھا کہ نکہت گل ہر موسم میں نہیں رہتی اور اس بناء پر صبا کا دامن بھی ہمیشہ بھرا ہوا نہیں رہ سکتا اب دو چیزوں کے اظہار سے "کبھی" کا مفہوم بالکل صاف ہو گیا۔ اب ایک لطیف معنی اور بھی نکل آئے کہ جب موسم گل تھا تو صبا کے دامن میں گلوں کی خوشبو تھی اور اس کے بعد جب موسم خزاں آیا تو پھولوں کے ساتھ ہماری زندگی بھی ختم ہو گئی اور جس کے دامن میں پہلے پھولوں کی خوشبو تھی اب ہماری خاک نظر آتی ہے۔ اصلاح اسی کا نام ہے کہ نہ صرف نقص دور ہو بلکہ حسن بھی پیدا ہو جاتے۔

شعر: کس واسطے اب مہرِ نماز اور بناؤں
کافی ہے تصور ترے نقشِ کفِ پا کا

اصلاح: کیوں بہرِ نماز اب کوئی مہرہ میں بناؤں
کافی ہے تصور ترے نقشِ کفِ پا کا

سجدہ گاہ کے لیے مہرہ صحیح ہے۔ مہر نہیں ہے۔ کسی ایرانی کی رباعی کا مصرعہ ہے۔

برمہرہ نماز کے گزاردستی

جلیل مانک پوری

عالیجناب فصاحت جنگ جلیلؔ کے مکتوبات میرے پاس منتشر حالت میں موجود ہیں۔ ان پر ابھی بہت کام کرنا ہے۔ ابتدائی دور کے مکتوبات ہنوز تلاش طلب ہیں۔ آخری دور میں جو خطوط لکھے گئے ان میں سے چند ایک میں نے نقوش کے لیے چن لیے ہیں۔ یہ زیادہ تر خالص ادبی ہیں۔ بعض تو صرف ادبی استفساروں کے جوابات ہیں۔ ایک دو نجی بھی ہیں۔

ان خطوط کی زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے۔ مشکل سے مشکل مسائل زبان اور نکاتِ شاعری ایسے عام فہم انداز میں ادا کیے گئے ہیں کہ معمولی قابلیت کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ عبارت آرائی بہت کم ملتی ہے۔ دوسری خصوصیت جو ان مکتوبات میں نظر آتی ہے وہ ان کا اختصار ہے۔ تمام خطوط کا یہی حال ہے۔ مختصر اور جامع ہیں اصل موضوع سے کہیں انحراف نہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ جلیلؔ کو اتنی فرصت ہی نہ ملتی تھی کہ وہ زیادہ وقت خطوط نویسی پر دیتے۔ ایک تو ملازمت وہ بھی حضور نظام کی۔ پھر شاگردوں کے کلام کی اصلاح جو بے حد و بے شمار تھے اور کثرت سے غزلیں بھیجا کرتے تھے۔ ایک خط میں وہ پنجاب کے اپنے ایک شاگرد کو یوں لکھتے ہیں

"آپ کی غزلیں آئی ہوئی ہیں۔ ایک غزل آپ کو بھیجنا چاہیے۔ یہاں دیکھنے کی فرصت کہاں ؟

عوام الناس کے قطع نظر خط و کتابت تمام ہمعصر ادیبوں سے تھی۔ نامور مصنفین اور شعرا بھی آپ سے زبان کے الفاظ محاورات اور امثال کی تصدیق طلب کرتے۔ جناب نورالحسن نیرؔ نے تو خط و کتابت کے ذریعہ سیکڑوں اشعار بطور سند پیش کرنے کے لیے کہلوائے۔ ذیل کے خطوط میں ایسا ہی ایک مکتوب مؤلف نوراللغات کے نام ہے۔ جناب عسکری صاحب اور نفیس ؔبنگلوری (تلمیذ جلیلؔ) کے نام جو تحریریں ہیں ان میں صرف استفساروں کے جوابات ہیں۔ جناب ریاضؔ خیرآبادی کے نام جو خط ہے وہ ان کے کسی خط کا جواب نہیں بلکہ ایک لفظ کی تذکیر و تانیث سے متعلق استفسار ہے جناب حبیب الرحمٰن شروانی اور حکیم برہم صاحب کے نام کے مکتوب محض نجی ہیں۔

ان خطوط میں جو تاریخیں درج ہیں وہ کئی سنین میں ہیں یعنی ہجری، فصلی اور عیسوی۔ کیونکہ دکن میں ان تینوں سنین کا عام رواج تھا۔ ایک خطوط کی صحیح تاریخیں نہیں مل سکیں انہیں بلا تاریخ ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ مکتوباتِ جلیلؔ کی یہ پہلی قسط ہے۔ انشاء اللہ پھر اور کچھ پیش کر سکوں گا۔

(علی احمد علی جلیلی)

(۱)

<u>بنام جناب مولوی سید نورالحسن صاحب مؤلف نوراللغات کاکوری ضلع لکھنؤ</u>

حیدرآباد دکن۔ جناب مکرم و محترم۔ سلام و نیاز

گرامی نامہ وصول ہوا۔ ادا چھانا۔ غمزہ چھانا۔ ناز چھانا درست نہیں ہے۔ داغؔ نے ادا چھائی جو کہا ہے یہ تنہا ان کی گویائی

ہے۔

ملکیت بہ تخفیف یا روزمرّہ کی بول چال ہے۔ اگر بہ تشدید یا بھی استعمال کیا جائے تو جائز ہوگا جیسے ماہیت۔ خاصیت۔ کیفیت وغیرہ۔ یہ بہ تخفیف یا صحیح ہیں اور کبھی بہ تشدید یا بھی ان کا استعمال کیا جاتا ہے آپ کے فرمانے سے ایک شعر ملکیت کے متعلق موزوں کرکے لکھتا ہوں ؎

گھر خیالِ دلربا کا دل ہمارا ہو گیا
کس کی ملکیت تھی قبضہ ہائے کس کا ہو گیا

تعلیم کرنا زیادہ تر پڑھانے کے معنی میں بولتے ہیں اور اگر تعلیم دینے کے معنی میں بھی کہا جائے تو کہہ سکتے ہیں۔

مُقابہ۔ بضم اول ہے اور اردو سنگار دان کے معنی میں مستعمل ہے۔ رشک نے برمحل کہا ہے۔ گنبد دار پاندان کو مقابہ کہنا میرے خیال میں نہیں ہے اگر لکھنؤ میں بولتے ہیں تو اس کو بھی ضرور رکھنا چاہیے۔ آپ وہاں دریافت فرما سکتے ہیں۔

معرکۃ الآرا۔ وہ اہم مسئلہ جس پر بہت سی رائے زنی ہوتی ہو یا ہو سکتی ہے الف لام کے ساتھ صحیح ہے اور معرکہ آرا جس کے معنی صف آرا، ہنگامہ پرداز وغیرہ ہیں زبردست و پرزور کے محل پر استعمال کیا جاتا ہے جیسے غزل معرکہ آرا کہی ہے۔

مقام بضم و بفتح اول دونوں طرح صحیح ہے اور ایک ہی معنی میں مستعمل ہے۔ ثقات زیادہ تر بالفتح بولتے ہیں

یکم اپریل ۱۳۲۹ء   نیاز مند   فصاحت جنگ جلیل

(۲)

بنام جناب حبیب الرحمٰن صاحب شروانی

جناب مکرم و محترم دام بالمجد والکرم -   سلام مسنون نیاز مشحون

بحمد اللہ کہ آپ کی تشریف آوری کا مژدہ سمع افروز ہوا جس کے لیے بہت سے قلوب مشتاق اور چشم براہ تھے

اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما

انشاء اللہ کسی وقت شرفِ ملاقات سے مشرف ہونے کی کوشش کروں گا۔ میں آپ کی دعا سے بفضلہ تعالیٰ مع الخیر ہوں۔ نزولِ ماء کی وجہ سے ایک آنکھ قدح کرانے کی ضرورت ہوئی تھی اس وقت سے ضعف میں ترقی اور رعشہ میں جو اضافہ ہوا وہ اب تک باقی ہے بہرحال اللہ سبحانہٗ کا شکر ہے۔

تحائف شرائف لطف فرمائے گئے ہیں وہ میری حیثیت سے زیادہ ہیں۔ ہمہ تن سپاس گزار ہوں ؎

از دست کسے بینوا نامد ہیچ
جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

جانماز میں نورانیت کے ساتھ محبوبیت بھی خاص ہے جس کا احساس ذوق سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی ذوق میں دو شعر زبان پر آگئے ہیں جن کو لکھتا ہوں ؎

ایکہ قلب ذاکرت دائم بود اندر نماز
دل دعا گوید ترا در ہر نفس در ہر نماز
جا نمازے بسکہ نورانی ازاں بخشیدہ ام
نوریاں باشند تا ہمدوش با من در نماز

۹۔ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ ہجری — نیازمند فصاحت جلیل کان اللہ لہٗ

(۳)

بنام جناب حکیم برہم صاحب ایڈیٹر اخبار مشرق (گورکھپور)

جناب مکرم و محترم دام مجدکم — سلام مسنون اخلاص مشحون

مدت کے بعد آپ کا نوازشنامہ پایا۔ آنکھوں سے لگایا۔ غزل بھیجتا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہیں وقت نہ نکل گیا ہو اور پھر آپ اور بھی برہم ہو جائیں۔ خدا خدا کر کے سلسلۂ مراسلت کا آغاز ہوا ہے کہیں اس میں بھی کھنڈت نہ پڑ جائے۔ آپ کی تحریر دیکھ کر تمام اگلی باتیں یاد آگئیں اور کیا کیا نقشے آنکھوں میں پھر گئے ہیں۔ ایسے عالم میں ہوں دنیا و ما فیہا کی خبر نہیں۔ ضعیف ہوں، مریض ہوں، ضعفِ دماغ نے کسی کام کا نہیں رکھا پھر بھی کام سے فارغ نہیں ہوں۔ لطیف[1] میاں آپ کی مبارک باد پا کر بہت خوش ہوئے۔ سلام کہتے ہیں اور آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اب آپ کے اخبار کا کیا رنگ ہے۔ دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں۔ باقی خیریت

۱۰ ر اکتوبر ۳۳ء — نیازمند جلیل حسن جلیل کان اللہ لہٗ حیدر آباد

(۴)

بنام راجہ شمشیر بہادر سنگھ (اسے گڑھ - ریاست رتلام)

جناب مکرم و معظم۔ تسلیم

نوازش نامہ آیا۔ منت پذیر فرمایا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے رسالہ تذکیر و تانیث کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اس پر ریویو لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے۔ اس کا جداگانہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

لفظ تہمد کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے کہ یہ لفظ تائے فوقانی کے ساتھ تہمت ہے اور مثنوی لذتِ عشق کے شعر تحریر فرمائے ہیں، میری رائے ہے کہ اصل اس کی تہبند ہے۔ کثرتِ استعمال سے زبانوں پر تہمد ہے۔ تہمت کی اصلیت کوئی خیال میں نہیں آتی۔ مثالیں کافی نہیں تاوقتیکہ قافیہ سے ثبوت نہ ہو۔ کتابت والے اپنی رائے سے کچھ کا کچھ لکھ دیا کرتے ہیں۔ تہمد کی مثال اس وقت میری نظر میں نہیں ہے۔ آجکل دورانِ سر میں مبتلا ہوں۔ انشاء اللہ مزید تحقیقات سے آپ کو مطلع کروں گا۔ آپ کی ناچاقی مزاج سے تشویش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اچھا رکھے۔ خیریت مزاج سے مطلع فرمایئے۔ زیادہ نیاز

جلیل حسن جلیل کان اللہ لہٗ

---

[1] لطیف احمد اختر مینائی فرزند حضرت امیر مینائیؒ

(۵)

بنام سید ریاض احمد صاحب ریاض خیر آبادی

مخدوم اخوان   سلام و نیاز

آپ کے عاطفت نامے میں عجیب محبوبیت ہے سواد خط کے اعتبار سے بھی اور الفاظ کے لحاظ سے بھی۔ اپنے خط کا جواب حسب دلخواہ پاکر بہت خوش اور شکر گزار ہوا۔

میرے دیوان کی چھپائی میں جو خوش نمائی پیدا ہوگئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ ٹائٹل کی عبارت آپ نے درست کر دی ہے آپ کے دیوان کا شور ساٹھ اُٹھ کے رہ جاتا ہے۔ قاضی تلمذ حسین صاحب سے یہ معلوم ہوا کہ طبع کے لیے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قوت دے اور دیر گاہ سلامت رکھے۔ آپ ہی حضرات کا تصور ہم لوگوں کو خصوصاً مجھے سنبھالے ہوئے ہے۔

حضرت اختر آج کل سفر میں ہیں۔ واپس آنے پر کچھ وہ بھی لکھیں گے۔   والسلام

۱۶ر جون ۱۹۴۱ء   نیاز مند   جلیل کان اللہ لہٗ

(۶)

بنام جناب سید ریاض احمد صاحب ریاض خیر آبادی

مکرم اخوان دام مجدکم   سلام مسنون نیاز مشحون

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب دو بار ملے بہت لطف آیا۔ ان سے معلوم ہوا کہ موٹر کو آپ نے مذکر باندھا ہے اور یہ مصرع کہا ہے

موٹر اتنے فٹن اتنے کہ نہ ہو جن کا شمار

دکن میں علی العموم مونث بولتے ہیں اور ہماری زبان پر بھی مونث ہی ہے اگر ہندوستان میں مذکر قرار پا گیا ہے تو براہ کرم اس سے مطلع کیجئے۔ قرینہ تو مونث ہی کا ہے کیونکہ تمام گاڑیاں مونث بولی جاتی ہیں حتیٰ کہ ریل بھی۔ اور فٹن کو مذکر کہنا بھی ہماری زبان کے خلاف ہے۔ بہرکیف جمہور کا جو استعمال ہو اس سے آگاہ و مستفیض فرمائیے۔ ممنون ہوں گا۔

باقی یہاں بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ اُمید ہے کہ آپ بھی مع الخیر والعافیہ ہوں گے۔ حضرت اختر مینائی بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ قاضی صاحب نے مثنوی شریف کے متعلق عظیم الشان کام کیا ہے ہزار آفریں ان کی ہمت اور قوت پر۔ یہ کتاب چھپ جائے گی تو ایک چیز ہوگی۔   والسلام

۱۳ر ستمبر ۱۳۳۷ف   نیاز مند   جلیل کان اللہ لہٗ

(۷)

بنام جناب مرزا محمد عسکری صاحب لکھنوی

حیدر آباد دکن۔   جناب مکرمی و محترمی۔ تسلیم و نیاز

آپ کے سوالات مطبوعہ پہنچے۔ ان کے جوابات اپنے خیال کے موافق میں نے لکھ دیئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ آئندہ جو نعما

کی رائے ہو۔

سوالات

۱۔ (داد کے محل پر)
کس بلا کے رنگ میں شعر کو ڈوب دیا ہے

۲۔ (داد کے محل پر)
ایسا زہریلا شعر پڑھ چکا تھا

۳۔ (داد کے محل پر)
اس شعر نے بھی مشاعرہ میں دھوئیں پار کر دیئے

۴۔ اس مطلع کی منزل اور مطلعوں سے بہت دور تھی۔

۵۔ (بیان واقعہ)
ہر شخص کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں

۶۔ (تعریف شعر)
واقعی جس زور بل پر آپ نے مطلع کہا ہے۔

۷۔ (تعریف شعر)
مقطع نے بھی خوب رنگ لیا

۸۔ (تعریفِ شعر)
آمد ہے زور ہے کہ توبہ

۹۔ قیامت کا تغزل ہے۔ کیا تیور ہے

۱۰۔ (بیان واقعہ)
بھرم کی تعریف زیادہ کی گئی بہ نسبت اس شعر کے

۱۱۔ (بیان واقعہ)
مقطع پر بھی مشاعرہ خود رفتہ ہوا۔

جوابات

۱۔ یہ فقرہ درست نہیں

۲۔ یہ فقرہ تعریفی نہیں ہے اگر کوئی فساد انگیز شعر ہو تو اس کی نسبت زہریلا کہہ سکتے ہیں

۳۔ دھوئیں پار کر دیئے کوئی محاورہ نہیں ہے

۴۔ یہ فقرہ بھی اردو کے استعمال میں نہیں ہے

۵۔ یہ فقرہ درست نہیں۔ صحیح یوں ہے۔
آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے۔

۶۔ یہ فقرہ تعریفی نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر کسی دوسرے کی مدد کی طرف اشارہ ہو تو دوسری بات ہے۔

۷۔ رنگ لیا۔ کچھ نہیں۔ رنگ پیدا کیا۔ رنگ جمایا کہتے ہیں۔

۸۔ توبہ کا یہ محل نہیں ہے۔

۹۔ کیا تیور ہیں زبان ہے اور اس طرح بولتے ہیں کہ اس شعر کے کیا تیور ہیں۔

۱۰۔ بھرم کی تعریف کا استعمال نہیں ہے۔

۱۱۔ فقرہ درست ہے۔ صرف خود رفتہ میں بحث ہے۔ یعنی صحیح از خود رفتہ ہے لیکن

اردو داں خود رفتہ بھی استعمال کرتے
ہیں مثلاً ؎

یار خود رفتہ ہے شکوہ ہے فراموش مجھے
گوش گر اس کو سلے ہیں لب خاموش مجھے

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ — نیاز مند فصاحت جنگ جلیل۔

(۸)

بنام محمد یوسف صاحب نفیس بنگلوری

حیدرآباد دکن — دل نواز —— سلام مسنون

غزلیں دیکھ کر بھیجتا ہوں اور آپ کے مندرجۂ ذیل استفسارات کے جواب بھی۔

استفسار	جواب
۱۔ سُنا چاہیے بمعنی سنانا چاہیے درست ہے یا نہیں جیسے مرا حال شہ کو سنا چاہیے	۱۔ سنا چاہیے سننا چاہیے کے معنی میں آتا ہے۔ سنانا کا موقع نہیں ہے۔
۲۔ تھی ایک بات تو یہ بھی مجھے جلانے کی یہاں مرے کا محل ہے یا مجھے کا	۲۔ میرے جلانے کی کہنا چاہیے
۳۔ عدد و معدود میں مطابقت شرط ہے یا نہیں مثلاً ع دو دلوں میں پھوٹ کیونکر پڑ گئی	۳۔ دونوں صحیح ہیں۔
۴۔ اردو شاعری کے لیے کتنے زحافات درکار ہیں۔	۴۔ یہ سوال سمجھ میں نہیں آتا۔

۲۶ شہریور ۱۳۳۲ف — نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۹)

بنام مولوی محمد یوسف صاحب نفیس بنگلوری

سوالات	جوابات
۱۔ گر اور گئے فعل معطوف کا محل استعمال کیا ہے اور دونوں میں فصیح کون ہے اور اشعار ذیل میں جہاں گرا استعمال ہو سکتا تھا گئے کیوں	۱۔ خوش ہو رہے ہیں دل سے وہ ناوک نکال کے میں کے ردیف کی وجہ سے لایا گیا جلیل آنکھوں کے پیمانے چھلک جاتے ہیں بھر بھر کے

استعمال کیا گیا۔ ع خوش ہو رہے ہیں دل سے وہ ناوک نکال کے ع جلیل آنکھوں کے پیمانے چھلک جاتے ہیں بھر بھر کے	میں بھر بھر کر غیر فصیح ہے۔ اس لیے بھر بھر کے کہا گیا ہے۔
۲۔ اردو الفاظ میں حروف علت کا سقوط تو نظم میں جائز ہے لیکن مستثنیٰ الفاظ کون سے ہیں۔	۲۔ کیا اور دیا اور دی وغیرہ جو افعال متصرفہ ہیں۔ ان میں حرفِ علت کا گرنا معیوب ہے۔
۳۔ کے اور پر کے بعد الف وصل آئے تو اعب وصل کو گرا کر اور پر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں اور فصیح کونسی صورت ہے پہلی یا دوسری مشکل سے لا سکے کوئی تابِ جمال یار گیسو بھی رُخ پہ آکے پریشان ہو گئے لے تیغِ ناز چل بھی جو گزری گزر گئی اب پانی لے کے آئی ہے جب پیاس مر گئی	۳۔ دونوں صورتیں مساوی ہیں۔ لیکن کر غیر فصیح ہے اور ہمیشہ کے کو کر پر باعتبارِ فصاحت ترجیح ہے۔
۴۔ تو اور جو (حروف شرط و جزا) میں اشباع واو چاہیے یا نہیں۔	۴۔ اشباع نہ ہو تو بہتر ہے اور ہو تو غلط نہیں۔
۵۔ ہوئے اور ہوئی کا املا ایک یا کے ساتھ ہے یا دو کے۔ ان پر ہمزہ لکھنا چاہیے یا نہیں۔	۵۔ یہ مختلف فیہ ہے اور دونوں طرح جائز ہے۔ میرے نزدیک ایک یا کو ترجیح ہے ہمزہ لکھیں یا نہ لکھیں اختیار ہے کیونکہ ہمزہ عدد میں محسوب نہیں ہوتا۔
۶۔ آئیے۔ جائیے۔ لائیے میں دو یا محسوب ہوں یا ایک یا اور ان کا تلفظ بر وزن فاع ہو یا فعلن	۶۔ اگر پورے پورے لفظ میں اشباع کے ساتھ آئے تو دو یا محسوب ہونا لازمی ہے بر وزنِ فعلن وگرنہ ایک یا بر وزنِ فاع۔
۷۔ قامت اور بہشت تذکیر و تانیث میں مختلف فیہ ہیں لیکن مذکر کو ترجیح ہے یا مونث کو	۷۔ دونوں صورتیں درست ہیں۔ ترجیح مذکر کو ہے۔

یکم ذلحجہ ۱۳۵۲ھ

نیاز مند۔ جلیل کان اللہ لہٗ

(۱۰)

بنام ایڈیٹر صاحب، رسالہ کاروان لاہور

جناب مکرمی و محترمی - تسلیم و نیاز

سالنامہ کاروان میں میرے نام سے جو غزل چھپی ہے اور جس کی زمین باز آیا - انداز آیا - ہے، وہ غزل میری نہیں ہے اور نہ مجھ کو خبر ہے کہ کس نے آپ کے پاس بھیجی ہے - میں آپ سے مستدعی ہوں کہ براہ کرم وہ اصل تحریر جس کے ذریعہ سے فرضی غزل آپ تک پہنچی میرے نام ارسال فرمائیے - میں نہایت ممنون ہوں گا - اور مہربانی فرما کے اپنے رسالہ میں میری اس تحریر کا اقتباس بھی شائع فرما دیجئے جس سے پبلک پر واضح ہو جائے کہ میرے نام سے غزل چھپوانے میں فریب سے کام لیا گیا ہے اور جس رسالہ میں یہ اقتباس شائع فرمایا جائے اس کی ایک کاپی بذریعہ ویلیو مجھے مرحمت ہو باعث منت پذیری ہوگا۔

والسلام

۹ راپریل ۱۹۳۴ء

نیاز مند فصاحت جنگ جلیل

بنام دل شاہجہانپوری

(۱۱)

مجیّ و شفیقی - تسلیم

نامہ عنایت صادر ہو کر باعث منت پذیری ہوئے آج خدا خدا کر کے آپ کی غزل ملاحظہ سے گزری جسے ہمراہ قیمہ نیاز بھیجتا ہوں آپ شاگرد ایسے شخص کے ہوئے جو تمام عالم کا استاد ہے پھر کیوں کر اصلاح میں تاخیر نہ ہو۔

اصلاح طلب کلام کے بستے کے بستے بھرے پڑے ہیں، میری جانب سے آپ کے تعمیل ارشاد میں مطلق تساہل نہیں ہوتا اور نہ کبھی ہوگا دوسری غزل بعد کو روانہ کی جائے گی ابھی اس کا وقت بھی دور ہے آپ کی تاریخ داخل دیوان ہو گئی چار مصرع رکھے گئے ہیں:

میرے استاد کا پہلا دیوان — تھا بلاغت کے چمن کا گل تر

اس کی تاریخ یہ لکھ دو اے دل — اب فصاحت کا چھپا ہے دفتر

اور سرخی یہ ہے محمد ضمیر حسن خاں دل شاہجہاں پوری

شاگرد کی اضافت کسی کے نام کے ساتھ نہیں رکھی گئی چار مصرعوں سے زیادہ کا کوئی قطعہ تاریخ نہیں ہے، سوا داغ کے

صد ہا تاریخیں آئی تھیں مگر چن کر انتخاب الانتخاب چند تاریخیں لکھی گئیں باقی حضرت نے واپس کر دیں -

حضرت قبلہ کعبہ آپ کو بہت بہت دعا کہتے ہیں اور سب سلام رساں ہیں -

جلیل حسن رام پور ۳ مارچ ۱۹۳۶ء

خط نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، دل شاہجہانپوری کے نام ہیں -

(۱۲)

دلنواز کرم۔ تسلیم۔ دیوان کے اشتہارات آپ کو بھیجے گئے ہیں حتی الامکان اس کی اشاعت و شہرت و تشویق و ترغیب میں کوشش کیجئے امید ہے کہ آخر ماہ رمضان المبارک تک چھپ کر آگرہ سے دیوان آ جائے۔

آپ کی تاریخ جو آئی ہے بہت اچھی ہے صرف اتنا ہی خیال ہے کہ تاریخ تیرہ سو بارہ کی ہے اور دیوان تیرہ سو تیرہ میں چھپ رہا ہے اگر ترتیب دیوان کی تاریخ سمجھی جائے تو ترتیب کا وہ سنہ ہے جو دیوان کے نام سے نکلتا ہے۔

جناب قبلہ و کعبہ بہت بہت دعا کہتے ہیں اپنے ماری صاحب مخدومی و کرمی کی خدمت میں تسلیم کہیے۔

جلیل حسن رامپور ۴ رفروری

(۱۳)

رام پور دفتر امیر اللغات ۵ ستمبر ۹۸ء

دلنوازا تسلیم۔ کارڈ آیا ممنون کیا تذکرہ میں جو مضامین مطلوب ہیں وہ یہ ہیں:

نام تخلص باپ کا نام عمر وطن اگر کوئی شرف خاندانی ہو تو دو ایک جملوں میں اس کا اظہار زمانۂ شاگردی تصانیف کا ذکر استعداد علم عہدہ بس یہی باتیں اختصار کے ساتھ لکھی جائیں گی۔

کلام منتخب و مختصر بقدر ایک متوسط غزل کے یا ایک منتخب غزل اور زیادہ کی گنجائش نہیں ہے آپ کو جو کچھ بھیجنا ہے جلد بھیجئے، شاہجہاں پور میں جو جو صاحب قبلہ و کعبہ کے شاگرد ہوں ان سے بھی حال و کلام بھجوائیے۔ قبلہ و کعبہ کی طرف سے دعائیں۔

جلیل حسن

(۱۴)

حیدر آباد دکن حویلی قدیم ۱۹ اگست ۱۰ء

دلنوازا! سلام مسنون۔ نوازش نامے کا شکریہ آپ کو میرا دیوان پسند آیا میں خوش ہوا آپ کی محبت کا شکر گزار ہوں سندیلے کے مشاعرے میں آپ کا پھولنا پھلنا بہت ہی مسرت کا باعث ہوا اللہ تعالےٰ ہمیشہ سر سبز و سرخرو رکھے جناب بیباک بھی بہت خوش فکر ہیں۔ ایک نادر غزل ان کی میں نے گلدستہ میں دیکھی تھی۔

"جستجو کرتے" میں چند شعر آپ کے دیکھے، دل سے آفریں نکلی۔ ہر شعر انتخاب ہے بارک اللہ۔ جمعیت خاطر والا شعر اچھا خاصا ہے کوئی نقص نہیں معلوم ہوا والسلام۔ نور چشم صدیق احمد تسلیم گزار ہیں۔

جلیل حسن جلیلؔ، کان اللہ لہٗ

(۱۵)

جناب کرم و محترم تسلیم و نیاز

نامۂ دلنواز پہنچا شکر گزار ہوں۔ دیوان "نغمۂ دل" بیشک آیا ہے لیکن اس کی رسید نہ لکھنا تعجب ہے ممکن ہے

میں نے لکھی ہو اور آپ تک نہ پہنچی ہو کوئی شک نہیں کہ مجھے اس زمانے میں بوجہ کار سرکار بے حد مصروفی رہی اور اب بھی ہے اس وقت صرف شکریۂ دیوان پر اکتفا کرتا ہوں دو چار روز کے بعد انشاء اللہ اس ہدیۂ گراں بہا کو دیکھوں گا اور پھر آپ کی خدمت میں نیاز نامہ لکھوں گا۔ باقی خیریت والسلام۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۳۰ء — نیاز مند فصاحت جنگ جلیل، کان اللہ لہٗ

(۱۶)

<u>بنام مولوی حامد علی صاحب صدر شعبۂ اردو انڈین پریس</u>

جناب کرمی دام الطافکم ۔ تسلیم و نیاز

گرامی نامہ پہنچا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ بیشک آپ سے وطن میں ملاقات ہوئی تھی۔ آپ کا خط دیکھ کر آپ کے اخلاق کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ اللہ تعالٰے پھر آپ سے ملائے۔ آپ کے استفسارات کا جواب یہ ہے۔

۱۔ ہندوستان واؤ کے ساتھ لکھتے اور بولتے ہیں۔ اردو کا استعمال یونہی ہے۔ روزمرّہ استعمال بھی یہی ہے مگر فارسی میں بغیر واؤ کے بھی آیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی ہندستان کہے یا لکھے تو غلط نہ ہوگا۔

۲۔ سہ ماہی رسالہ کہنا بہتر اور صحیح ہے اور میری زبان پر بھی یہی ہے۔ تماہی میں نہیں کہتا۔ والسلام

۱۱۔ رجب ۱۳۵۰ھ — نیاز مند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ

(۱۷)

<u>بنام محمد یوسف صاحب نفیس بنگلوری</u>

دل نوازا۔ سلام مسنون۔

غزلیں دیکھ کر بھیجتا ہوں اور آپ کے مندرجہ ذیل استفسارات کے جواب بھی

استفسار	جواب
۱۔ سُنا چاہیے بھی سُنانا چاہیے درست ہے یا نہیں جیسے مرا حال سُنہ کو سنا چاہیے	۱۔ سُنا چاہیے سننا چاہیے کے معنی میں آتا ہے۔ سنانا کا موقع نہیں ہے۔
۲۔ ع کتنی ایک بات تو یہ بھی مجھے جلانے کی یہاں مرے کا محل ہے یا مجھے کا	۲۔ میرے جلانے کی کہنا چاہیے۔
۳۔ عدد و معدود میں مطابقت شرط ہے یا نہیں مثلاً ع دو دلوں میں پھوٹ کیوں کر پڑ گئی۔	۳۔ دونوں صحیح ہیں۔
۴۔ اردو شاعری کے لیے کتنے زحافات درکار ہیں	۴۔ یہ سوال سمجھ میں نہیں آتا۔

۲۶ شہریور ۱۳۵۳ف

نیازمند جلیل کان اللہ لہٗ

(۱۸)

دلنوازا - سلام مسنون!

نوازش نامہ پہنچا۔ آپ کے استفسارات کے جواب مندرجہ ذیل ہیں:

جوابات	سوالات
۱۔ عبدعلی اشباعِ کسرہ کے ساتھ درست ہے۔	۱۔ مصرعِ تاریخ میں عبدالعلی باشباع کسرہ دال بروزن مستفعلن استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں جیسے خلد میں ہیں مولوی عبدعلی بروزن - فاعلاتن - فاعلاتن - فاعلن
۲۔ دس اور بس میں سین حرف روی ہے اور اس کے ماقبل حرف مفتوح کی قید ہے۔ نون غنہ حرف قید میں شامل نہیں۔ دس، بس کے ساتھ ہنس پھنس کا قافیہ جائز ہے۔	۲۔ دس۔ بس کا قافیہ ہنس پھنس کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ نون غنہ حرفِ قید میں شامل ہے یا نہیں۔
۳۔ جائز نہیں۔ کیونکہ یہاں سین حرف روی ہے اور اس کے پہلے الف کی قید ہے اگر کسی نے اداسی اور پھانسی کا قافیہ کہا ہے تو میرے نزدیک قاعدے کے خلاف ہے۔	۳۔ پیاسی۔ اداسی کا قافیہ روہانسی پھانسی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ نون غنہ حرف زائد یا ردی مضاعف میں شامل ہے یا نہیں۔ جناب آرزوؔ لکھنوی نے ان قافیوں کو ایک سلام میں استعمال کیا ہے۔ آرزوؔ بعد احمد مردہ ہو کر حق شناسی رہ گئی چل بسی اسلام کی رونق اداسی رہ گئی دیگر: بنتِ سرورؐ اور طمانچے ہائے رے لاوارثی بس نہ کوئی چل سکا ہو کر روہانسی رہ گئی
۴۔ عربی ترکیب میں بھی الف وصل کا گرنا جائز ہے جیسے امثلہ مرقومہ سے ظاہر ہے۔	۴۔ عربی ترکیب میں الفِ وصل کا سقوط جائز ہے یا نہیں مثلاً ؏ ادّح لکھنوی - کہ جس کے ذکر بالاجمال کی ہے یہ تفصیل بلجمال پڑھا جاتا ہے۔

شمشاد لکھنوی۔ سوییں از ربیع الاول بود
ربیع اوّل پڑھا جاتا ہے۔
لا علم۔ بالآخر وہ دشمن ہوا ہے
بالاخر پڑھا جاتا ہے
لا علم۔ سحر کیا الاماں چشم فسوں ساز میں ہے
الماں پڑھا جاتا ہے۔ بروزن
فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلن

۵۔ ع روحِ سبحان علی خلد میں ہے
اس مصرع میں سبحان علی میں نون کا اعلان چاہیئے یا اضافت۔ چونکہ سبحان علی علم ہے اور باعتبار تسمیہ یہ نام با اعلان نون ہے اور علم کو بعینہٖ ہر زبان میں لا سکتے ہیں۔ لہٰذا روحِ سبحان علی میں نون کا اعلان جائز ہے یا نہیں۔

۵۔ نون کو اضافت دینا یعنی سبحانِ علی کہنا اچھا ہے۔

۶۔ مصرع تاریخ میں ہائے مختفی کو الف کے قافیوں کے ساتھ الف سے لکھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔

۶۔ مادہ تاریخ میں یہ تصرف جائز نہیں باقی بغیر مادے کے عام قوافی میں الف سے لکھنا جائز اور کثرت کے ساتھ مروّج ہے۔

نیازمند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۱۹)

بنام صفدر علی صاحب صفدؔر مرزا پوری

وفا پرور محبّی صفدر سلمہ اللہ اکبر — سلام مسنون

میں بہمراہی وزارت پناہ دیر تک شہر سے باہر رہا۔ اس وقت دو محبت نامے آپ کے پیش نظر ہیں اور ایک کارڈ بھی۔ کارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیبِ دشمناں آپ علیل ہیں۔ کیا مرض ہے؟ اور اب کیا کیفیت ہے؟ لکھیئے طبیعت کو کیا نقص ہے۔

اس مصرع پر کہ فخرِ ہندوستان ہے گویا

اعتراض صحیح ہے۔ ہندوستان میں نون کا اعلان نہ چاہیے اس لیے کہ اس کے ساتھ اضافت فارسی کی آگئی ہے یعنی فخرِ ہندوستان۔ اسی طرح واو عطف کے آجانے سے بھی اعلانِ نون ناجائز ہو جاتا ہے۔

اشاعتِ گلدستہ کے متعلق آپ کی دلسوزی اور رائے قابلِ شکر گزاری ہے اس باب میں انشاء اللہ متعاقب لکھوں گا،

سرپرست جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے انہیں کو صحیح سمجھنا چاہیے۔ استعمال کا سکہ ایسا رواں ہے کہ اس کو کوئی لغت نہیں روک سکتا۔ سرپرست کو مربی ہی کے معنی میں استعمال کرنا چاہیے۔ جناب اختر سلام کہتے ہیں۔

۹۔ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ بر　　　　جلیل حسن جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۰)

بنام قاضی ظہور الحسن صاحب ظہیر (کانپور)

جناب مخدوم و محترم دام مجدکم۔ سلام مسنون نیاز مشحون۔

گرامی نامہ وصول ہوا۔ آپ کا استفسار یہ ہے کہ :

پہ پر کا مخفف۔ اس کا صحیح تلفظ کیا ہے اور کیا "پر" کے معنی میں "پہ" کہہ سکتے ہیں؟

پہ (ظرف کی علامت) کی جگہ پہ کا استعمال بول چال میں تو نہیں ہے لیکن شعر میں بے تکلف کہا جاتا ہے اور جائز ہے مثلاً

امیر مینائی　ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا　　کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا

غالب　اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا　　لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

پہ لیکن کے معنی میں بول چال میں نہیں آتا مگر شاعری میں مستعمل ہے۔ مثلاً :

امیر　تم کو تو میں کہتا نہیں کچھ حضرت ناصح　　پر جس کو ہو تپ ایسی وہ عاقل نہیں ہوتا

غالب　جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد　　پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اس پر کی جگہ پہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ قدما کے کلام میں اگرچہ پایا جاتا ہے لیکن اب قطعاً متروک ہے۔ جو لوگ پہ کو زیر کے ساتھ کہتے ہیں زبان کے بالکل خلاف ہے۔ والسلام۔

خاکسار فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ　۲۶ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ

(۲۱)

بنام محمد امین صاحب شیدا مانکپوری برادر زادۂ حضرت جلیل

عزیز القدر والاشان سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ تم نے دریافت کیا ہے کہ مصادر کے ساتھ چاہیے کا استعمال جیسے دیکھنا چاہیے سننا چاہیے وغیرہ ہے کیا اسی طرح افعال کے ساتھ بھی چاہیے لا سکتے ہیں؟

چاہیے کا استعمال مصادر کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور افعال کے ساتھ بھی جیسے

اختر　دل کسی بے درد قاتل سے لگانا چاہیے　　زندگی میں لطف مرنے کا اٹھانا چاہیے

تسلیم　سر کو اس کا آستانا چاہیے　　چل کے قسمت آزمانا چاہیے

امیر مینائی　ہزاروں قتل گہ میں آرزو مندِ شہادت ہیں

تمہاری تیغ دیکھا چاہیے کس پر برستی ہے

۱۰- رجب ۱۳۲۶ھ　　　　جلیل کان اللہ -

(۲۲)

عزیز القدر والا شان سلمکم اللہ تعالیٰ -

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ خط پہنچا۔ تم نے دریافت کیا ہے کہ:

ماضی تمنائی لکھنا- پڑھنا- اٹھنا- بیٹھنا وغیرہ کی جگہ بعض لوگ لکھتا تھا- پڑھتا تھا- اٹھتا تھا- بیٹھتا تھا بول جاتے ہیں مثلاً میں اگر سنتا تھا تو آتا تھا- میں یہ جانتا تھا تو ایسا کیوں کرتا تھا وغیرہ- ایسا کہنا درست ہو سکتا ہے ؟

ماضی تمنائی میں ایک تھا زیادہ کرنا ہرگز درست نہیں- یہ زبان صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یوں ہے میں اگر سنتا تو آتا- میں یہ جانتا تو ایسا کیوں کرتا-

اسیرؔ　　ہمیں بوسہ بت دلخواہ دیتا　　اگر کچھ استخارہ راہ دیتا

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ　　　　جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۳)

بنام سید تراب علی صاحب جمیل حیدر آباد

دل نوازا - سلام مسنون

آپ کا استفسار ہے کہ قریب کے واسطے یہاں اور بعید کے واسطے وہاں کا جو استعمال ہے کیا اس کا مخفف یاں اور واں بھی کہہ سکتے ہیں ؟

یاں اور واں کا استعمال بول چال میں تو نہیں مگر شعر میں بکثرت مستعمل ہے ۔

ذوقؔ　　یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں　　واں ایک خامشی ترے سب کے جواب میں

۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ　　　　نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۴)

دلنوازا - سلام مسنون

نوازش نامہ آیا- آپ کا استفسار ہے کہ :-

بعض لوگ یہاں کی جگہ ہاں کہتے ہیں جیسے ہمارے ہاں یہ دستور نہیں- کیا یہ درست ہے ؟

ہمارے ہاں کہنا درست نہیں ہے- ہمارے یہاں کہنا چاہیے- باقی خیریت ہے -

۲۹- رجب ۱۳۳۳ھ　　　　والسلام

نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۵)

<u>بنام مولوی مظہر علی صاحب ثور حیدرآباد</u>

مکرمی - سلام مسنون

نوازش نامہ پہنچا۔ آپ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ نہ کی جگہ نہیں کہہ جاتے ہیں مثلاً

ظہیر دہلوی ؎ شب کو بزمِ غیر میں گر مے کشی ہوتی نہیں — خشک لب ہوتے نہیں پھیلی مسی ہوتی نہیں
خاک اڑانے کو کہاں جاتے ترے خانہ خراب — پھوڑنے کو سر اگر تیری گلی ہوتی نہیں

کیا ایسا کہنا درست ہے؟

جملہ شرطیہ میں نہیں کہنا درست نہیں ہے۔ نہ کہنا چاہیے۔ یعنی اگر شب کو میکشی نہ ہوتی تو لب خشک اور پھیلی مسی نہ ہوتی۔ دوسرا جملہ یوں ہے۔ اگر سر پھوڑنے کو تیری گلی نہ ہوتی تو تیرے خانہ خراب سر پھوڑنے کہاں جاتے، ۔

شفق عمادپوری ؎ کاش اتنی مرے نالوں میں رسائی ہوتی — نیند انہیں پہلوئے دشمن میں نہ آئی ہوتی
شیفتہ کنتوری ؎ آنکھ اس نے جو کبھی ہم سے لڑائی ہوتی — کوئی جھگڑا کبھی ہوتا نہ لڑائی ہوتی

بعض لوگ نہ کو شعر میں نہٗ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ یہ متروک ہے - والسلام

۲۵- ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ — نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۶)

مکرمی - سلام مسنون -

نوازشنامہ وصول ہوا۔ آپ کی علالت سے بہت تردد تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ طبیعت رو بصحت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضعف بھی رفتہ رفتہ دور ہو جائے گا۔

ہوگیا اور ہوچکا میں فرق یہ ہے کہ ہوگیا ہوجانا کا ماضی مطلق ہوا کے معنی میں آتا ہے ؎

تسلیم ؎ وصل کی شب یوں کیا اس بت کو ہم نے بے حجاب — ایک بات ایسی کہی جامے سے باہر ہوگیا

ہو کر گیا یعنی ادھر سے گزرا کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ مثلاً ناسخ

کیا ہی خوشبو ہے وہ گل جو باغ میں کل ہوگیا — جس شجر کے پاس سے گزرا وہ صندل ہوگیا

ہوچکا ہو نہیں سکتا کے معنی میں آتا ہے مثلاً

جگر ؎ ایفائے وعدہ آپ سے اے یار ہوچکا — اس کا تو امتحان کئی بار ہوگیا

ہوگیا ہے معنی میں بھی آتا ہے - مثلاً

امیر مینائی ؎ ہم سے بگڑ کے غیر کا تو یار ہوچکا — ہونا جو تھا وہ اے بتِ عیار ہوچکا

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ — نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۷)

<u>بنام مسعود حسن صاحب مسعود، پرتاب گڑھ۔ برادرزادہ حضرت جلیل</u>

عزیز القدر والا شان سلّمہ اللہ تعالےٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ تمہاری غزل بعد اصلاح بھیجی جاتی ہے۔ تمہارا استفسار ہے کہ سفارش صحیح ہے یا سپارش

اردو بول چال میں سفارش صحیح ہے اور فصحا اسی کو استعمال کرتے ہیں جیسے

نوازش ؎ نہ آیا حالِ دل پر رحم اُن کو سفارش چشمِ گریاں نے بہت کی

فارسی میں سفارش اور سپارش دونوں ہیں جیسے پیل فیل۔ سپید و سفید وغیرہ لیکن اردو والوں نے سفارش کو فصیح سمجھ کر اختیار کیا ہے اور سپارش کو نہیں لیا۔ اب اگر کوئی سپارش کو استعمال کرے تو جمہور کے خلاف ہوگا۔

۱۵۔ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۸)

<u>بنام مولوی حفیظ الدین صاحب عنصر (حیدرآباد)</u>

کرمی و محترمی ۔ سلام مسنون

غزل بعد اصلاح بھیجتا ہوں۔ عرصہ سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کسی روز تکلیف فرمائیے گا۔

آپ کا استفسار یہ ہے کہ:

لیا کا لفظ ہر فعل کے ساتھ مل کر آیا کرتا ہے جیسے منگوا لیا۔ چن لیا۔ دیکھ لیا وغیرہ۔ کیا اسی طرح لانا فعل میں بھی لیا کا استعمال درست ہے۔

لانا کے فعل کے ساتھ لیا کی شرکت خلاف زبان ہے۔ یعنی اگر کوئی لا لیا کہے تو یہ درست نہ ہوگا۔ والسلام

۱۶۔ رجب ۱۳۳۲ھ نیاز مند۔ جلیل کان اللہ لہٗ

(۲۹)

مکرمی ۔ سلام مسنون

بےہوش کے متعلق آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ واحد کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے یا جمع کے ساتھ۔

بےہوش کا استعمال علی العموم جمع کے ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً

میر؎ پھر دل اُدھر کا رُخ نہ کیا وصل یار میں پریوں سے شوخ اڑ کے مرے ہوش ہو گئے

درد؎ آمد ہوئی جوان کی خبر آ کے غش نے دی قربان تجھ سے پہلے مرے ہوش ہو گئے

لیکن آیا کے ساتھ جب ہوش کا استعمال ہوتا ہے تو واحد ہے۔ مثلاً

لا اعلم ؎ تو جو لینے خبر نہیں آتا ہوش دو دو پہر نہیں آتا

تسلیم   ساقیا لطف ہے ستی کا تری محفل میں   ہوش ایسے میں جو آیا تو قیامت ہو گی

۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۲ھ   والسلام   نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۳۰)

دلنوازا   سلام مسنون

مشاعرے کی غزل بعد اصلاح اس کے ساتھ ملفوف ہے۔ آپ کا استفسار ہے کہ میں نے عرض کیا صحیح ہے یا میں نے عرض کی۔

عرض فی نفسہٖ مؤنث ہے۔ جیسے میری عرض ہے۔ ایک عرض بھی قبول نہ ہوئی وغیرہ

مسرور   تھک گئے آپ سے کہتے کہتے   ایک بھی عرض پذیرا نہ ہوئی

لیکن عرض کرنا (کہنا) کے معنی میں مذکر ہے۔ مثلاً

تسلیم   آپ کی بات تو ہے نقش نگین دل پر   میں نے کیا عرض کیا تھا مجھے کچھ یاد نہیں

لہٰذا میں نے عرض کیا صحیح ہے اور میں نے عرض کی غلط۔   والسلام

۶۔ صفر ۱۳۳۲ھ   نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۳۱)

کرمی۔   سلام مسنون

امر مستفسرہ کا جواب درج ذیل ہے:

سوال: نذر کرنا کے ساتھ نذر کا استعمال تذکیر کے ساتھ ہے یا تانیث کے ساتھ۔

جواب: نذر فی نفسہٖ مونث ہے جیسے نذر گزرانی گئی۔ نذر قبول ہوئی۔ اور نیاز کے معنی میں نذر مؤنث ہے۔ جیسے نذر مانی گئی۔ آج پیران پیر کی نذر ہے۔ لیکن پیش کرنے اور دینے کے معنی میں اس کا استعمال تذکیر کے ساتھ ہوتا ہے جیسے یہ مال آپ کے نذر ہے۔

تسلیم۔   زہد و تقوے نے آتے ہی فصل بہار   کر دیا سب نذر میں نے جام کے

اسی طرح اس کا لازم بھی مستعمل ہے، جیسے سارا علاقہ قرضے کے نذر ہو گیا۔

غالب نے اس شعر میں

غالبؔ گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں   حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

نذر کو پیش کرنے کے معنی میں جو مؤنث کہا ہے زبان کے خلاف ہے۔

والسلام

۱۰۔ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ   نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۲)

بنام مولوی پیر مظہر علی صاحب نور (حیدر آباد)

جناب کرمی - سلام مسنون

آپ کا خط دیکھ کر خوشی ہوئی - آپ کا استفسار یہ ہے کہ

بعض کتب قواعد میں بتایا گیا ہے کہ امر پر نیا مت لگانے سے نہی ہو جاتا ہے اور مثلاً صیغہ واحد مذکر غائب و صیغہ واحد مؤنث غائب ہیں - وہ نہ آئے دو مت آئے لکھا ہے کیا یہ صحیح ہے -

اوّل تو لفظ مت متروک ہے - اس کا بولنا جائز ہی نہیں - دوسرے جب اس کا استعمال ہوتا تھا تو صرف امر حاضر پر مت لگا کر نہی بنا لیا جاتا تھا -

میرؔ — مت کے تغیر حال پر مت جا — اتفاقات ہیں زمانے کے

امر غائب کے لیے مت کا استعمال کبھی نہیں ہوا - جن لوگوں نے قواعد اردو میں ایسا لکھا ہے وہ درست نہیں - نہ استعمال ہونا چاہیے - باقی خیریت - والسلام

۱۱ صفر ۱۳۵۸ھ — نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۳)

جناب کرمی - سلام مسنون -

مہربانی نامہ آیا - وزن عروضی میں مندرجہ ذیل مواقع پر ایک حرف زائد لیا جاتا ہے - الف ممدودہ کے دو حرف لیے جاتے ہیں جیسے مصرعہ

بہر محبوب ہے آنا جانا

آ کے دو الف -

صرف مشدد میں ایک حرف زائد لیا جاتا ہے - جیسے

وہ وعدے کے سچّے، وہ پیماں کے پورے

سچّے کی چ

اضافت جو اشباع کے ساتھ ہو یعنی کھینچ کر پڑھنے میں آئے ایک حرف شمار کی جائے گی جیسے

شعلۂ برقِ تجلّی نے جلایا طور کو

شعلہ اور برق کی اضافت -

آخر کے واؤ یائے پر ہمزہ آنے سے اشباع پیدا ہو تو ایک حرف زائد لیا جائے گا - جیسے

لبوں پر نالے آئے جان آئی تم کب آؤ گے -

آئے اور آئی کی یا۔ آؤ گے کا واؤ

غزل بعد اصلاح واپس ہے — — والسلام

۱۰۔ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۴)

<u>بنام عبدالوحید صاحب وحید برادر زادہ حضرت جلیل (میرٹھ)</u>

عزیز القدر ذوالاشان سلّم اللہ تعالےٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ خط ملا۔ تمہارا استفسار یہ ہے کہ بتانا اور دکھانا کے معنی اور محل استعمال کیا ہے۔

بتانا کے معنی کہنا۔ ظاہر کرنا۔ اشارہ کرنا ہے مثلاً :

امیر — یہ بدحواس ہوں کسی یوسفِ عشق میں — پوچھو جو راہ قصر تو کنعاں بتاؤں میں

سحر — راز پوشی سے کبھی ہاتھ لگایا نہ گیا — نبض دکھلائی مرض اپنا بتایا نہ گیا

داغ — جب کوئی فتنہ زمانے میں نیا اٹھتا ہے — وہ اشارے سے بتا دیتے ہیں تربت میری

دکھانا کے معنی سامنے لانا نظر میں لانا ہیں۔

امیر مینائی — پلکوں کی جھلک دکھا کے یہ بت — دل میں نشتر چبھو رہے ہیں

بعض لوگ دکھانا کی جگہ بتانا کہتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

۲۲۔ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۵)

عزیز القدر ذوالاشان سلّمہ اللہ تعالےٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ تمہارا استفسار یہ ہے کہ

پانا افعال کے ساتھ کس محل پر لایا جاتا ہے

پانا کے افعال اکثر مصادر کے ساتھ مل کر آتے ہیں اور ممکن ہونا کے معنی دیتے ہیں مثلاً

اختر — روداد شبِ وصل کی کیا کہوں — وہ آنے نہ پائے سحر ہو گئی

دبیر — آئی جو خزاں باغ میں کملا گئے سب گل
ہنسنے بھی نہ پائے تھے کہ مرجھا گئے سب گل

۲۔ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ جلیل کان اللہ

(۴۶)

<u>بنام قاضی علی احمد صاحب صابر حیدر آباد۔</u>

جناب مخدوم و محترم دام بالمجد والکرم۔ سلام مسنون عقیدت مشحون

امر مستفسرہ اور اس کا جواب درج ذیل ہے۔

سوال: بول چال میں ہے کہ۔ زید گھر میں نہیں ہے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ کیا ان جملوں میں نہیں کی جگہ نہ کہہ سکتے ہیں۔

جواب: یہاں نہ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اگر خبر متعدد ہو تو اس وقت نہ مستعمل ہوتا ہے۔

مثلاً نہ زید گھر میں ہے نہ عمر۔ نہ میرے پاس وقت ہے اور نہ اس کام کی ضرورت۔ اسی طرح افعال متصرفہ میں بھی نہ کا استعمال ہوتا ہے مثلاً ؏

نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

ذوقؔ ؎ لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے | اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

اور صرف ایک ہی جملے میں نہ لولانا جیسا کہ اس شعر میں ہے۔ غالبؔ

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالبؔ | وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

درست نہیں ہے۔ اس جگہ نہیں کہتے ہیں صحیح جملہ یوں ہے۔ وہ کافر جو خدا کو بھی سونپا نہیں جاتا۔ بول چال میں بعض وقت شروع کا نہ حذف بھی ہو جاتا ہے جیسے گھر میں زید ہے نہ عمر۔ میرے پاس قلم ہے نہ کاغذ۔

لا اعلم ؎ حلال آدمی کو ہے کھانا نہ پینا | نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینا

اس موقع پر نہیں نہیں کہتے۔

۲۲ رمضان ۱۳۳۲ھ | خاکسار فصاحت جنگ جلیلؔ کان اللہ لہٗ

(۲۷)

جناب مکرمی و محترمی سلام مسنون

خط ملا۔ آپ کا استفسار یہ ہے کہ

کو علامتِ مفعول کے علاوہ کیا اور کوئی فائدہ دیتا ہے؟

کو اگر مصدر کے بعد آتا ہے تو (کیلئے) کے معنی دیتا ہے مثلاً

ان دنوں جوشِ جنوں ہی ترے دیوانے کو | لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو

بعض جگہ کو نہیں آتا مگر معنی اس کے لیے جاتے ہیں جیسے سمجھانے آئے ہیں۔

امیرؔ مینائی۔ جلنے تپشِ دل مری کس کس کو بلانے | منہ تیری طرح مجھ سے چھپایا ہے قضا نے

بعض موقع پر (کو) کے بجائے (کے) بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے کس کس کے چوٹ آتی ہے۔ زید نے کس کے طمانچہ مارا۔ والسلام

۲۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۲ھ | نیاز مند جلیلؔ کان اللہ لہٗ

(۳۸)

جنابِ کرم و محترم ۔ سلام مسنون نیاز مشحون

گرامی نامہ پہنچ کر روح افزا ہوا۔ جانِ تازہ آگئی۔ غزل بعد اصلاح ملفوف ہے۔

آپ کا استفسار یہ ہے کہ:

آتا ہے۔ جاتا ہے۔ کھاتا ہے۔ پیتا ہے وغیرہ فعل حال ہیں۔ جا رہا ہے۔ آ رہا ہے۔ کھا رہا ہے۔ پی رہا ہے بھی فعل حال ہیں۔ پس نفی کی صورت میں جس طرح نہیں آتا ہے۔ نہیں جاتا ہے۔ نہیں کھاتا ہے۔ نہیں پیتا ہے وغیرہ کہتے ہیں۔ کیا اسی طرح نہیں آ رہا ہے۔ نہیں جا رہا ہے۔ نہیں کھا رہا ہے۔ نہیں پی رہا ہے۔ وغیرہ کہہ سکتے ہیں؟

فعل حال پر نفی بیشک آتا ہے۔ مثلاً

ظفر شاہ دہلوی ؎ نہیں احوال میرا کس کو معلوم — مگر تجھ سے کوئی کہتا نہیں ہے

لیکن آ رہا ہے۔ جا رہا ہے۔ کھا رہا ہے۔ پی رہا ہے۔ فعل مؤکد و مثبت قطعی ہیں۔ ان پر نفی نہیں لا سکتے۔ یعنی نہیں آ رہا ہے۔ نہیں جا رہا ہے۔ نہیں کھا رہا ہے، نہیں پی رہا ہے وغیرہ کہنا کسی طرح درست نہیں۔ والسلام۔

۱۲ صفر ۱۳۳۰ھ — نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۳۹)

بنام جناب قاضی محمد ظہیر الدین صاحب ظہیر (حیدرآباد)

جنابِ کرم و محترم دام مجدکم ۔ سلام مسنون نیاز مشحون

صحیفۂ کریمہ شرفِ صدور لایا۔ استفسار یہ ہے کہ:

جس طرح قریب کے لیے میرے یہاں اور اس کے یہاں کہتے ہیں کیا اسی طرح بعید کے لیے زید کے وہاں۔ اس کے وہاں کہہ سکتے ہیں۔

زید کے وہاں۔ اس کے وہاں زبان نہیں۔ قریب و بعید ہر جگہ یہاں کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ قریب و بعید کا فرق صرف ضمیر سے کیا جاتا ہے۔ والسلام

۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ — خاکسار فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۰)

جنابِ مخدوم محترم دام بالمجد و الکرم ۔ سلام مسنون نیاز مشحون۔

گرامی نامہ شرفِ صدور لایا۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ سکتا کیا بامعنی لفظ ہے۔ اگر ہے تو کس محل پر آتا ہے۔ ہو سکتا ہے جو ممکن کا ترجمہ ہے اس کا ایک جزو سکتا افعال کے ساتھ آتا ہے اور وہی ممکن کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً

مضطر ؎ علاجِ دردِ دل تم سے مسیحا ہو نہیں سکتا — تم اچھا کر نہیں سکتے میں اچھا ہو نہیں سکتا

امیر مینائی۔ چٹکیاں لیتے ہے وہ دل میں کریں تو انکار ۔۔۔ داغ کچھ درد نہیں ہے کہ دکھا بھی نہ سکوں

۱۲ رجب ۱۳۳۴ھ ۔۔۔ والسلام خاکسار جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۱)

جناب مخدوم و محترم دام مجدکم ۔۔۔ سلام مسنون نیاز مشحون

یاد آوری کا شکر گزار ہوں۔ امرِ مستفسرہ کا جواب درجِ ذیل ہے۔

استفسار۔ کے حرف اضافت ہے۔ کیا اس کے علاوہ اور بھی کسی جگہ مستعمل ہوتا ہے۔

کے حرفِ اضافت بغیر مضاف و مضاف الیہ کے یے بھی آتا ہے مثلاً

جلیلؔ ۔۔۔ ہاتھ تک جوڑنا پڑے اس کو ۔۔۔ دل کے ہاتھوں جلیل کیا نہ ہوا

۲۵ محرم ۱۳۳۳ھ ۔۔۔ والسلام خاکسار جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۲)

بنام ریاض الحسن صاحب سحرؔ (بلرام پور)

عزیز القدر والا شان سلمکم اللہ تعالےٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ خط ملا۔ خیریت معلوم ہوئی۔ تمہارا سوال ہے کہ متعدی المتعدی کے افعال دکھایا۔ دلایا۔ منگایا۔ کہلایا۔ بھجایا وغیرہ درست ہیں یا رکھوایا۔ دلوایا۔ منگوایا۔ کہلوایا۔ بھجوایا وغیرہ۔

اردو بولنے والے دونوں طرح بولتے ہیں۔ لیکن فصحا کی زبان پر واؤ کے ساتھ ہے یعنی رکھوایا۔ دلوایا وغیرہ بولتے ہیں۔ البتہ قسم دلائی۔ یاد دلائی۔ غیرت دلائی وغیرہ اسی طرح مستعمل ہیں۔ ان میں واؤ نہیں لایا جاتا۔

۲۵ محرم ۱۳۲۷ھ۔ ۔۔۔ جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۳)

عزیز القدر والا شان سلمکم اللہ تعالےٰ

سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ تمہارا خط وصول ہوا۔ غزل دیکھ کر پہلے ہی بھیجی جا چکی ہے۔ تعجب ہے تم کو نہیں پہونچی اب مکرر اصلاح دے کر روانہ کی جاتی ہے۔

تم نے دریافت کیا ہے کہ نہ جو نفی کے لیے آتا ہے کیا محاورے میں کبھی زائد بھی آتا ہے؟

نہ جو نہیں کا مرادف ہے کبھی محاورے میں بجائے نفی ایجاب کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور اس سے تاکید مقصود ہوتی ہے۔ آؤ نہ دیکھو نہ وغیرہ۔

غالبؔ ۔۔۔ لازم نہیں کہ سب کو ملے ایک سا جواب ۔۔۔ آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

اس کو اشباع کے ساتھ بھی لکھتے اور بولتے ہیں۔ مثلاً

تسلیم

آپ کو بُت بنا دیا کس نے
کچھ تو اپنی زباں سے کہیے نا

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ

جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۴)

بنام مولوی عبدالغفور صاحب شرر (لکھنؤ)

دلنوازا! سلام مسنون

مشاعرے کی غزل دیکھ کے بھیج دی گئی۔ بہت اچھے اچھے شعر ہیں۔ کتابوں کا پارسل آج وصول ہوا۔ الحمد للہ آپ نے اس شعر پہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ شتر گربہ ہے۔

دیکھ کر آئینہ تیرا ہم کو سوجھی ہے یہ بات
حسن عالم وزن سے ٹھنڈا کلیجا کیجیے

یہ شعر درست ہے کیجیے کا لفظ خطاب نہیں بلکہ فعل متکلم ہے یعنی ہم کلیجا ٹھنڈا کریں جیسا کہ آتش نے کہا ہے۔

بہار لالہ و گل سے لگی ہے آگ گلشن میں
گریباں پھاڑ کر چل بیٹھئے صحرا کے دامن میں

باقی خیریت۔ والسلام۔

۲۸ رمہر ۱۳۲۰ف

نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۵)

دلنوازا۔ سلام مسنون

کاپیاں آئیں دیکھنے کے بعد واپس بھیجی جاتی ہیں۔ آپ کی محبت اور آپ کی محنت دونوں شکر گزاری کے قابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

صغرا کا یا کے ساتھ صحیح ہے مگر نام میں الف ہی مستعمل ہو گیا ہے۔ اسی طرح کبریٰ کا نام بھی مراثی وغیرہ میں الف سے لکھا جاتا ہے۔ یہ اردو کا تصرف ہے۔

۲۰ خورداد ۱۳۳۳ فصلی

نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۶)

دلنوازا۔ سلام مسنون

آپ کو میرے اس شعر میں:

میری اک جان پہ اللہ رے یورش مژگاں کی
غول کے غول رسالے کے رسالے نکلے

یہ اشتباہ ہوا کہ پہلا مصرع ناموزوں ہے۔ اس اشتباہ کا سبب یہ ہوگا کہ آپ یورش کو باشباع واؤ پڑھتے ہوں گے یورش بروزن خورش پڑھیے تو یہ اشتباہ رفع ہو جائے گا اور صحیح ایسا ہی ہے۔ والسلام

۲۲ شوال ۱۳۴۵ ہجر

نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۷)

دلنوازا - سلام مسنون

حسب فرمائش دیوانِ بیدم کی تاریخ کہہ کر بھیجتا ہوں۔ مفصل خط قبل ازیں لکھ چکا ہوں۔ بفضلہ تعالےٰ یہاں خیریت ہے اللہ کا شکر ہے۔ اپنی خیریت اور تاریخ کی رسید سے مطلع کیجئے۔ والسلام۔

قطعۂ تاریخ

دیوان پُر بہار ہے ہر تازہ شعر میں ۔۔۔ یعنی آب دار کی اک کائنات ہے

اس جانفزا کلام کی تاریخ لکھ جلیل ۔۔۔ بیدم کا یہ سخن نہیں آبِ حیات ہے

۲۷ جون ۱۹۲۵ء

[illegible]

(۴۸)

<u>بنام سید تراب علی صاحب جمیل (حیدر آباد)</u>

دلنوازا - سلام مسنون

نوازش نامہ وصول ہوا۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ :

مفعول کے صیغے (ہوئے) کے ساتھ مستعمل ہیں جیسے آئے ہوئے۔ گئے ہوئے۔ دیکھے ہوئے۔ نکالے ہوئے وغیرہ۔ کیا ان کا استعمال بغیر ہوئے کے ہو سکتا ہے

صیغۂ مفعول کا استعمال بغیر (ہوئے) کے بھی درست ہے جیسے :

جلیل ۔۔۔ ہزاروں تھے جہاں اب ایک دو تلووں میں چھالے ہیں

مگر کانٹے زباں جیسی نکالے تھے نکالے ہیں

یعنی نکالے ہوئے تھے اور نکالے ہوئے ہیں۔ والسلام۔

۲۔ ربیع الاوّل ۱۳۳۲ھ ۔ ۔۔۔ نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۴۹)

دلنوازا - سلام مسنون

نوازش نامہ وصول ہوا۔ غزل بعد اصلاح ملفوف ہے۔ آپ کا سوال ہے کہ :

چاہیے کا استعمال یوں دیکھا جاتا ہے کہ واحد کے ساتھ چاہیے اور جمع کے ساتھ چاہئیں لکھتے ہیں۔ یعنی ایک ملازم چاہیے۔ چار کتابیں چاہئیں۔ کیا اس طرح استعمال درست ہے۔

فارسی میں جس طرح باید ہے اسی طرح اردو میں چاہیے ہے۔ واحد و جمع دونوں حالتوں میں چاہیے کہنا کافی ہے۔ اور یہی ثقات کی زبان ہے۔ بعض لوگ چاہیے کے بعد (ہے) بھی ملاتے ہیں یعنی چاہیے ہے کہتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ والسلام

۲۲۔ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ ۔۔۔ نیاز مند جلیل کان اللہ لہٗ

(۵۰)

بنام محمد ابراہیم خان صاحب بدر عرف اچھے خان صاحب (رامپور)

مکرمی۔ سلام مسنون۔

(۱) نیچی نظروں کا جو مقصود ہے وہ ظاہر ہے یعنی کچھ سامنے کچھ آڑ لیے بیٹھے ہیں

اس میں یعنی کی یا بیشک تقطیع سے گرتی ہے۔ شعرا حتے الامکان فارسی۔ عربی الفاظ کی یا نہیں گراتے لیکن اتفاقی طور سے اگر گر جائے تو اس کو غلط نہیں سمجھتے کیونکہ اساتذہ کے کلام میں اکثر اس کی نظیریں ملتی ہیں کہ مفرد الفاظ کی یا گرائی گئی ہے۔

(۲) بے پئے حضرت زاہد کی بُری حالت ہے یہ ہمیں ہیں کہ جو خاموش پئے بیٹھے ہیں

اس میں ایک حرف زائد ہے یا تو "کہ" رکھا جائے یا "جو" رکھیں۔ لیکن اس کو بھی غلط نہیں کہا جاتا البتہ بدنما ضرور ہے۔

(۳) ہم سے پوچھو کہ محبت کے نتیجے کیا ہیں داغ پر داغ کلیجے میں لیے بیٹھے ہیں

داغ پر داغ اٹھانا۔ کھانا زبان ہے۔ لیے بیٹھے کے ساتھ بول چال نہیں ہے۔

(۴) ہو چکے سیکڑوں مجروح مگر جی نہ بھرا تیر اُسی طرح سے جنگی میں لیے بیٹھے ہیں

اسی طرح سے "میں" "سے" زائد ہے۔ اولٰے یہ ہے کہ بغیر "سے" کے کہا جائے لیکن غلط نہیں ہے کیونکہ اچھے اچھے شعرا کے کلام میں موجود ہے۔ سے کے بجائے وہ کہا جائے تو ہر پہلو سے بہتر ہے۔ والسلام

۲۔ رمضان ۱۳۵۰ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۵۱)

بنام جناب ماہر القادری صاحب ماہر

مکرمی۔ سلام مسنون۔

آپ نے لکھا ہے کہ شعر مندرجہ ذیل کی تقطیع مطلوب ہے اور مصرع ثانی میں شبہ ہے۔

نظارہ و نگاہ کا منظر بدل گیا آتے ہی ان کے انجمن بیہوش ہوگئی

جواب۔ اس شعر کا وزن یہ ہے۔

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔

انجمن کا نون تقطیع سے گرتا ہے۔ مصرع اول کی تقطیع یہ ہے۔

مصرع اول	نظارہ	مفعول
	ونگاہ	فاعلات
	کے منظر بَ	مفاعیل
	دل گیا	فاعلن

مصرع دوم آتے ہی مفعول
ان کے اغ فاعلات
م بیہوش مفاعیل
ہو گئی فاعلن

نون ساقط ہو گیا - والسلام۔

۲۷ رآور ۱۳۵۸ فصلی فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۵۲)

بنام مولوی جماعت علی صاحب الفت صدیقی میانوالی (پنجاب)

دلنوازا - سلام مسنون --- یہاں خیریت ہے - اللہ کا شکر ہے - آپ کی غزلیں آئی ہوئی ہیں - ایک غزل آپ کو بھیجنا چاہیے - آپ بہت سی غزلیں بھیج دیتے ہیں - یہاں دیکھنے کی فرصت کہاں -

اردو میں دو اضافتیں جائز ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوں تو مضائقہ نہیں - ماہِ شبِ چہاردہ درست ہے -

فصاحت جنگ جلیل

(۵۳)

بنام مولوی استغفار علی صاحب جگر بسوانی

مخدوم و مکرم برادر محترم دام مجدکم - تسلیم و نیاز -

صحیفۂ دلنواز شرف صدور لایا سر پر رکھا - آنکھوں سے لگایا - صدارتِ مشاعرہ میرے لیے فخر و عزت کا باعث ہے اور آپ کے ارشاد کی تعمیل میرا فریضہ ہے لیکن معذور و مجبور ہوں - میں اب سفر کے قابل نہیں رہا ضعفِ دماغ نے بالکل بیکار کر دیا ہے اور ضعفِ دماغ کثرتِ کار کا نتیجہ ہے -

بہر کیف اگر مجھ سے ممکن ہوتا تو میں بسر و چشم ارشادِ گرامی کی تعمیل کرتا - آپ کے اخلاق و اشفاق سے امید ہے کہ آپ بطیب خاطر میرا عذر قبول فرمائیں گے - باقی خیریت حضرت اختر مینائی بصد شوق سلام کہتے ہیں اور سب اطفال آداب گزار ہیں - یہی مضمون میں نے (مشاعرہ کے) سیکرٹری صاحب کو بھی لکھ بھیجا ہے -

۲۵ - جنوری ۱۹۳۰ء نیاز مند - فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہ

(۵۴)

بنام جناب پنڈت رادھے بہاری لعل صاحب مصرا (پرتاب گڑھ - اودھ)

کرم گستر احباب پرور فتوت کے مہر درخشاں اخلاص کے روح رواں خوش خصال و خوش مقال رادھے بہاری لعل صاحب کی خدمت میں نیاز کیش جلیل تسلیم گزار ہے -

نامہ خلعت طراز عرصہ ہوا دماغ کو تازہ اور دل کو شگفتہ کر چکا ہے جس کی نسبت یہ کہنا بےجا نہیں کہ ،

بحرِ احساں کی ہے موج آپ کا خط کیا ہے ۔۔۔ نسخۂ دردِ محبت ہے یہ نامہ کیا ہے

آپ کی فرمائش میں آنکھوں سے بجا لاتا اگر مجبور نہ ہوتا۔ مجبوریوں کی داستان طولانی ہے اور بے مزہ ہے لہٰذا اس جملے پر اکتفا کرتا ہوں کہ میں کمالِ انفعال کے ساتھ آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ سابق مشاعرے میں میری غزل کو آپ نے اس لطف سے پڑھا تھا کہ ع

غنچے کو پھول، پھول کو گلشن بنا دیا

اس محفل کا نقشہ جو نورِ چشم مسعود عاقبت محمود نے کھینچ کر بتایا تھا اب تک میری نظر کے سامنے ہے اور میرا دل آپ کی شکرگزاری سے لبریز ہے۔ وطن میں رہ کر بہت چاہا کہ آپ سے ملوں مگر تقدیر نے نہ چاہا۔ شوق کی آگ دل میں ابھی تک سلگ رہی ہے۔

میں بھولا نہیں تیری زلفوں کا عالم ۔۔۔ ابھی تک مرے سر میں سودا وہی ہے

جناب مکرمی مولوی رکن الدین خاں صاحب سلام و نیاز قبول فرمائیں اور نیاز نامے کا مضمون اپنے نام بھی تصور فرمائیں

زیادہ نیاز۔ ۔۔۔ ۶ مئی ۱۹۳۳ء ۔۔۔ فصاحت جنگ جلیل

(۵۵)

بنام راجہ نرسنگ راج صاحب عالی (حیدر آباد)

دلنواز نیاز مندان زاد مراحمکم۔ تسلیم و نیاز

غزل پر نظر کر کے انتخابی صاد کئے گئے ہیں۔ چودہ شعر منتخب اور قابل پڑھنے کے ہیں۔ مضمون کے اعتبار سے غزل بہت بڑھی ہوئی ہے۔ سرکار مہاراجہ سر کشن پرشاد بالقابہ کی دو غزلیں مشاعرہ کی طرح میں آئی تھیں۔ تیسرے روز بعد اصلاح ۱۱ ربیع الاول کو گزران دی گئیں جس کی رسید بھی آ گئی تھی۔ مگر آٹھ روز کے بعد ممدوح الشان نے جناب اختر صاحب (لطیف احمد اختر مینائی) سے فرمایا کہ غزلیں اب تک نہیں آئیں۔ یہ سن کر مجھے تشویش ہوئی اور فوراً رسید بھجوائی۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ اصلاح شدہ غزلیں ملیں یا نہیں۔ آپ کو موقع ہے تو براہِ کرم دریافت فرمائیے گا اور یہ بھی عرض کر دیجئے کہ غزلیں میرے پاس تین دن سے زیادہ نہیں رہتیں۔ زیادہ نیاز۔

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ ۔۔۔ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہ،

(۵۶)

بنام جناب مولوی تصدق حسین صاحب صدق جائسی۔

محب دلنواز۔ سلام و نیاز ـــــــ نوازش نامہ پہنچا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ قصیدہ کا مطلع بہت اچھا آپ نے کہا ہے، اس سے بہتر کیا ہو گا۔ صرف ستم کی جگہ جفا کا لفظ میں نے تجویز کیا ہے تاکہ وفا کا جوڑ ہو جائے۔

تضمین لاجواب ہے۔ آپ کے سب مصرع چسپاں اور درست دگر یباں ہیں۔ بارک اللہ۔ مقطع میں تخلص کی گنجائش نہیں۔ ہر چند فکر کی ناکامی ہی رہی۔ عزیزا احمد علی احمد امتحان میں بفضلہ کامیاب ہوئے۔ مونس اورنگ آباد میں ہیں۔ یہاں طاعون کی شکایت سنی جارہی ہے۔ کی کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنا فضل شاملِ حال رکھے۔ اس بلا کو دفع فرمائے۔ اطفال تسلیم گزار ہیں۔

۹۔ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ والسلام۔ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۵۷)

<u>بنام جناب ریاض احمد صاحب ریاضؔ خیرآبادی۔</u>

جناب مخدوم اخوان دام مجدکم۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔

والانامہ پہونچا۔ دل سے شکر گزار ہوں۔ حسب ارشاد چند مصرع مرسل خدمت ہیں جو پسند ہوں ان کو رکھئے باقی چھوڑ دیجئے۔ اصل مصرع کی ردیف بیڈھب ہے۔ اس پر مصرع لگانا آسان نہیں ہے۔ آپ کے مصرع پر جی لوٹ گیا۔ مضمون کی ندرت الفاظ کی دلکشی آپ کا ... ہے۔

سخن طرازی وجودت تو سب کو ملی ہے مگر ریاضؔ کا حسنِ بیاں نہیں ملتا

باقی اور سب مصرع بھی بہت اچھے ہیں۔ جناب قاضی کا مصرع ردیف کی مناسبت سے فرد ہے۔

مجتبیٰ صفدر کے متعلق آپ کے شکریہ کا شکریہ عرض ہے۔ لطیف میاں تسلیم گزار ہیں اور سب اطفال آداب عرض کرتے ہیں۔

اخترؔ مینائی	ملا ہے رنگ اثر گو نوائے بلبل کو	مگر شمیم گلوں کا حسنِ بیاں نہیں ملتا
”	نصیب صوت عنادل کسی کو ہو لیکن	”
جلیلؔ	اگرچہ گرم زباں شمع ہے مگر اس میں	”
”	اسی طلب میں ہے مرغانِ باغ کی فریاد	”

۲۵۔ ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ نیاز مند۔ جلیلؔ حسن کان اللہ لہٗ

(۵۸)

<u>بنام جناب حاجی مولوی اسمٰعیل خانصاحب عالیؔ خورجوی (بلند شہر)</u>

جناب مکرم و محترم دام مجدکم۔ سلام مسنون نیاز مشحون۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۹ء پہونچ کر باعث شکرگزاری ہوا۔ اس خط میں آپ نے عنقریب تشریف آوری کی خوشخبری دی ہے۔ آپ سے ملنے کا شوق اس درجہ ہے کہ ع

دل من داند و من دانم و داند دل من

قبل ازیں کوئی نوازشنامہ آپ کا مجھے نہیں ملا۔ اگر ملتا تو فوراً جواب لکھتا۔ جناب کرمی مولوی حسن علی خان صاحب کی خدمت

میں میرا سلام پہونچا دیجئے۔

آپ کا دہلی تشریف لے جانا اور حکما رسے ملنا اس خط سے معلوم ہوا۔ ناظم صاحب اور نورِ چشم یونس احمد اور متین صاحب وغیرہ سلام کہتے ہیں۔ یہاں بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔

آپ نے بنظرِ محبت لکھا ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہو لیتا آؤں۔ لہٰذا عرض کرتا ہوں کہ مجھے خان صاحب کی ضرورت ہے جن کا تخلص عالی ہے۔ آپ خود سمجھ سے ان کو بھیجتے آئیے گا۔ باقی آپ کے عنایات و خلوص اور محبت کا تہہ دل سے شکریہ۔

۱۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء نیاز مند۔ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۵۹)

بنام سید مجید العالم صاحب یاس شہبازی بھاگلپور (اڑیسہ)

دلنوازا۔ سلام مسنون۔ ایک خط آپ کا غزل کے ساتھ آیا تھا۔ وہ غزل ابھی تک دیکھی نہیں گئی۔ اس کے بعد عید کی مبارکباد آئی اور باعثِ مسرت و شکر گزاری ہوئی۔ اس کا جواب میں لکھنے ہی کو تھا کہ زلزلے کی خبر نے دل ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی آپ کا تیسرا نوازش نامہ پہونچا جو اس وقت پیشِ نظر ہے۔ تباہی کے حالات جو اخباروں میں دیکھے تھے۔ ان سے کہیں زیادہ آپ کے خط سے معلوم ہوئے۔ دراصل یہ ایک نمونہ ہے قیامت کا اور سخت عبرت خیز۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ میرا دل آپ کی طرف متعلق تھا اور نہایت تشویش تھی۔ شکر ہے کہ آپ مع الخیر و عافیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خیریت سے رکھے۔ براہِ نوازش خط جلد جلد لکھتے رہیے — میں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔ سرکاری کام سے فرصت مطلق نہیں ہے۔ یہاں بھی زلزلے کا جھٹکا بہت ہی خفیف محسوس ہوا۔ رصدگاہ کے کچھ آلات خراب ہو گئے باقی اور کوئی نقصان نہیں ہوا۔ زیادہ خیریت۔ والسلام

۱۳ر شوال المکرم ۱۳۵۲ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۰)

بنام جناب غلام حسین صاحب آفاق (بنارس)

دلنوازا۔ سلام مسنون۔ آپ کا نوازش نامہ پہونچا۔ قطعہ تاریخ میں مادہ ۱۳۵۲ھ کا ہے اور آپ ۱۳۵۳ھ کا چاہتے ہیں۔ اب مناسب یہ ہے کہ طبع کے بجائے تصنیف کا مادہ تاریخ قرار دیا جائے۔ چنانچہ آخر شعر اس طرح بنایا گیا ہے۔

جلیل اس کی تصنیف کا سال لکھو کہ تالیف بھی نسخۂ کیمیا ہے

یہ صورت اکثر تاریخوں میں آیا کرتی ہے اور تصنیف کا سنہ طبع ایک سال قبل رکھا جاتا ہے۔ دیوان منشور آفاق کے لیے تاریخ کی فکر ہے۔ انشاءاللہ عنقریب بھیجوں گا اور امید ہے کہ حضرت اختر مینائی بھی تاریخ بھیجیں گے۔ والسلام

۲۲ر محرم ۱۳۵۳ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۱)

بنام قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم (حیدرآباد)

جناب مولانا و مخدومنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مادۂ تاریخ کا شکریہ عرض ہے۔

"فی رحمت اللہ" آپ نے تائے دراز سے لکھا ہے۔ قرآن شریف میں رحمۃ بتائے مدوّر مسطور ہے۔ ہر ایک قرآن میں یہی کتابت ہے۔ اس صورت میں تائے مدوّر کے صرف پانچ عدد لیے جائیں گے اور تاریخ غلط ہو جائے گی اور اگر تائے دراز لیں تو قرآن کے رسم خط کے خلاف ہوتا ہے۔ اب ارشاد ہو کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ والسلام۔

۱۸ شعبان ۱۳۵۰ھ — نیازمند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۲)

بنام جناب مولوی حبیب الرحمٰن صاحب شروانی

جناب کرم و محترم دام بالمجد والکرم۔ سلام مسنون نیاز مشحون

آپ نے دعوت کا خاصہ لطف فرما کر مجھے بھی شریکِ ضیافت احباب فرمایا۔ تہِ دل سے شکرگزار ہوں۔ اس یادآوری میں ایک خاص کیفیت ہے جس کا ادراک دل ہی کر سکتا ہے اور طعام لذیذ مزید براں شبدیگ کی لذت اور خمیری روٹی کی لطافت نے غربت میں وطن کا مزہ دلایا۔ حق یہ ہے۔

کرے جس قدر شکرِ نعمت بجا ہے — مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے

اگرچہ میں لطفِ صحبت سے محروم رہتا ہوں مگر خوش ہوں کہ آپ کے محاسن صوری و معنوی ہر وقت میری نظر میں اور میرا دل اخلاص منزل ہر وقت آپ کی خدمت میں ہے ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے

چہ کنم کہ چشمِ بدبیں نہ کند بہ کس نگاہے

۱۵۔ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ — نیازمند جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۳)

بنام جناب مولوی مقبول حسین صاحب (بمبئی)

دلنوازا۔ سلام مسنون —— آپ کا مرسلہ پارسل پہنچا۔ تبرکاتِ حرمین شریفین کے جو ازراہِ خلوص و محبت آپ نے بھیجے ہیں۔ ان کے وصول ہونے سے بڑی مسرت ہوئی۔ اس میں ہر چیز خصوصاً خاکِ خانۂ کعبہ اور کھجوریں نہایت قابلِ قدر اور باعثِ برکت ہیں میں نے سب چیزوں کو آنکھوں سے لگایا اور اُن کے استعمال سے فائدہ کثیر اٹھایا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

غزل آپ کی دیکھ کر بھیجتا ہوں۔ زمین مشکل تھی اور آپ کی ابتدائی گویائی ہے۔ اس سبب سے زیادہ اصلاح کی حاجت ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ ابھی آپ آسان آسان زمینوں میں غزل کہا کریں۔ عتیق صاحب کو جو تبرکات آپ نے بھیجے تھے۔ ان کو دے دیئے گئے۔ وہ شکرگزار ہیں۔ غالباً آپ کو علیحدہ خط لکھیں گے۔ میری طرف سے خاص شکریہ قبول کیجئے، باقی خیریت

۱۲۔ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ — فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۴)

<u>بنام جناب چودھری نبی جان صاحب تعلقدار سندیلہ (لکھنؤ)</u>

جناب مخدوم و محترم دام بالمجد و الکرم - سلام مسنون نیاز مشحون پذیرا باد -

والا نامہ شرف صدور لا کر کمال سرفرازی کا باعث ہوا- آنکھ کی دوا کا نام آپ نے تحریر فرمایا- اس سے بعید مسرت ہوئی گویا دولت مل گئی- آپ کے اشفاق کا ہمہ تن شکر گزار ہوں- نواب اختر یار جنگ بہادر سلام عرض کرتے ہیں وہ سفر ہندسے واپسی میں لکھنؤ ہوتے ہوئے آئے مگر آپ سے نہیں مل سکے- عرق میرہ کی ایک شیشی میرے لیے لکھنؤ سے لائے ہیں جو جناب منشی احتشام علی صاحب کا بنایا ہوا ہے اور بکتا ہے- سر دست اسی کا استعمال میں نے شروع کیا ہے- چالیس دن لگانے کی قید ہے- اگر اس سے فائدہ ہو گیا تو فبہا مطلب حاصل ہے- ورنہ آپ کی بتائی ہوئی دوا کو شروع کروں گا جس کا فائدہ انشاء اللہ یقینی ہے باقی خیریت - والسلام

خاکسار فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہ'

(۶۵)

<u>بنام جناب مولوی نور الحسن صاحب نیر مؤلف نور اللغات - کاکوری - ضلع لکھنؤ</u>

جناب کرم و محترم دام مجدکم - سلام مسنون نیاز مشحون

صحیفہ دلنواز شرف صدور لایا- یاد آوری کا تہہ دل سے شکریہ- نور اللغات کا ضمیمہ جن مطالب کے ساتھ آپ شائع کرنا چاہتے ہیں بہت ضروری اور قابل قدر ہیں- میں بڑے شوق سے تعمیل ارشاد کے لیے آمادہ ہوں- لیکن اس زمانے میں فرصت مطلق نہیں ہے جب موقع ملے گا اور جو کچھ ہو سکے گا ضرور لکھوں گا اور خدمت میں بھیجوں گا- مگر حالت موجودہ کے دیکھتے کچھ کہہ نہیں سکتا کہ کب موقع ملے گا- باقی خیریت - والسلام

۲۵ جنوری ۱۹۳۴ء

نیاز مند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہ'

(۶۶)

<u>بنام جناب مولانا حاجی ابو الشرف صاحب مجددی (مکہ مکرمہ)</u>

جناب کرم و محترم دام مجدکم - سلام مسنون عقیدت مشحون

آپ کا نورانی قصیدہ اول سے آخر تک دیکھ لیا- آنکھیں روشن ہو گئیں- شاعری ہے کہ انوار کی بارش' ماشاءاللہ سبحان اللہ حسب ارشاد مختصر سی تاریخ لکھ کر پیش کرتا ہوں- اس کار روائی میں انشاءاللہ تعجیل و تاکید کی جائے گی- باقی خیریت - والسلام -

۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

نیاز مند جلیل حسن کان اللہ لہ'

قطعہ تاریخ

شکر روشن کا وہ چمکا آفتاب   ہو گیا سارا قصیدہ آفتاب
نور کی تاریخ نکلی اے جلیل   ہے یہ کیا برج شرف کا آفتاب

۱۳۵۱ ہجری

(۶۷)

بنام جناب محمد یوسف خانصاحب (رام پور)

جناب مکرم و محترم - سلام مسنون نیاز مشحون

بحمد للہ کہ میں خیریت سے ہوں اور خیریت مزاج گرامی کا خواستگار - آخر ماہ رمضان میں پھر علیل ہو گیا تھا، اب اچھا ہوں اللہ کا شکر ہے - آپ کی نشاستی تاریخ قرآن مجید کی آیت سے اس طرح نکالی گئی ہے -

ففی رحمت اللہ الصمد الکریم

قرآن میں ففی رحمت اللہ ایک جگہ ہے اور الصمد الکریم دوسری جگہ لہٰذا اس کو اسی طرح کندہ کرا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے علاوہ ازیں اس کے فارسی میں ایک قطعہ تاریخ میں نے موزوں کیا ہے جو نہایت موزوں اور پسندیدہ ہے - اس کو بھی آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں - اب آپ کی جیسی مصلحت -

قطعۂ تاریخ

آں عارف حق واصل حق گشت کہ تا — از بہر تو فیضش ہمہ معمور جہاں است
بر مرقد پُر نور جلیل آمد و گفت — ایں جلوہ گہ کعبۂ جان شیر زباں است

۱۹ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء — والسلام — فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۸)

بنام جناب ایڈیٹر صاحب رسالۂ کارواں (لاہور)

جناب مکرمی و محترمی - تسلیم و نیاز ——— سالنامۂ کارواں میں میرے نام سے جو غزل چھپی ہے اور جس کی زمیں پر آیا - انداز آیا ہے - وہ غزل میری نہیں ہے اور نہ مجھ کو خبر ہے کہ کس نے آپ کے پاس بھیجی ہے - میں آپ سے مستدعی ہوں کہ براہ کرم وہ اصل تحریر جس کے ذریعہ سے فرضی غزل آپ تک پہونچی میرے نام ارسال فرمائیے - میں نہایت ممنون ہوں گا اور مہربانی فرما کے اپنے رسالے میں میری اس تحریر کا اقتباس بھی شائع فرما دیجئے - جس سے پبلک پر واضح ہو جائے کہ میرے نام سے غزل چھپوانے میں فریب سے کام لیا گیا ہے اور جس رسالہ میں یہ اقتباس شائع فرمایا جائے اس کی ایک کاپی بذریعہ ویلیو مجھے مرحمت ہو - باعث منت پذیری ہوگا - والسلام -

۶ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء — نیاز مند فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۶۹)

بنام مس اسمٰعیل حجاب صاحبہ

کرمہ بسلام مسنون - نامۂ دلنواز پہونچا اور آپ کا رسالہ مطبوعہ وصول ہوا - دوگونہ شکریہ قبول کیجئے - آپ کے خط میں ایسے دلچسپ فقرات نظر آتے ہیں کہ ان کو بار بار پڑھا جاتا ہے اور سیری نہیں ہوتی - اللہ کرے زور قلم اور زیادہ -

آپ کا رسالہ سحر کے جذبات سے بھرا ہوا ہے - میں اس کی صراحت کیا کر سکتا ہوں - باقی خیریت -

۶ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ھ — فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۰)

بنام غلام حسن کسری منہاس

حیدرآباد دکن۔ دلنوازا سلام مسنون

آپ کا مہربانی نامہ پہونچا۔ اوپچی کا لفظ بہت صحیح اور اردو میں مستعمل ہے چنانچہ امیراللغات جلد دوم مصنفہ حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

اوپچی ہ بانکا سپاہی۔ ہتھیاربند۔ مسلح۔ آتش ؎

نکلتا ہے جو وہ خونخوار اوپچی بن کر ہر اک طرف سے یوں آوازِ الاماں سنتا

آپ کی ایک غزل دفتر میں عتیق صاحب کے پاس ہے۔ ابھی اصلاح کی نوبت نہیں آئی۔ انشاءاللہ ہفتے عشرے میں دیکھ کر بھیج دی جائے گی۔ والسلام

۴؍ جمادی الثانی سنہ ۵۸ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۱)

محلہ سلطان پورہ۔ حیدرآباد دکن۔

دلنوازا۔ سلام مسنون۔ —— مہربانی نامہ پہنچا۔ کھل کھیلنا محاورہ ہے یعنی بے تکلف ہونا۔ کسی کا پاس لحاظ نہ کرنا۔ لیکن یامن کے شعر میں اس محاورے کا کوئی لطف نہیں معلوم ہوتا۔ شاید کوئی اور لفظ انہوں نے کہا ہے جو غلطی سے کھل کھیلنا لکھا گیا ہے واللہ اعلم۔

ساتھ لینا بھی اردو کا محاورہ ہے یعنی جھگڑے میں شریک کر لینا۔ ملزم گردانا۔

آپ کی جو غزل منتخب ہوئی اس پر مبارک باد دیتا ہوں۔ باقی خیریت۔ والسلام۔

۲۰؍ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۲)

حیدرآباد دکن۔ دلنوازا۔ سلام مسنون

نامہ دلنواز آیا۔ یادآوری کا شکریہ۔ الحمد للہ کہ یہاں بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔

آپ کی نظم دیکھ کر بھیجتا ہوں۔ افسوس ہے کہ بہت تاخیر ہوئی مگر مجبوری ہے۔ فرصت نام کو نہیں۔

لکھنؤ کا ہمزہ عدد میں شمار نہیں ہوتا۔ لیکن اگر نون کے بعد شوشہ ہو (لکھنئو) تو ایسی صورت میں دس عدد دیے جائیں گے اور شوشہ نہ ہو تو کوئی عدد نہ لیا جائے گا —— آئینۂ ادب کی اشاعت بچند وجوہ ملتوی رہی۔ عنقریب پھر شائع ہوگا۔ مونس احمد سے کہہ دیا گیا ہے۔ باقی خیریت۔ والسلام فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

نوٹ: اس خط پر تاریخ درج نہیں۔

نمبر ۷۰ سے لے کر ۷۶ تک کے خطوط کسری منہاس کے نام ہیں۔

(۷۳)

حیدر آباد دکن - ۲۵ر دسمبر ۳۵ء

دلنواز! سلام مسنون ——— میرے سمجھانے نہ سمجھے زبان کے مطابق ہے۔ اسی طرح بنائے نہ بنے، اٹھائے نہ اُٹھے بجھائے نہ بجھے بولتے ہیں اور روزمرہ ہے۔

غالب کا یہ مصرع ہے یا کسی اور کا ؎

بات بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہ بنے

غرض جس نے کہا ہے بہت صحیح کہا ہے۔ اس بول چال کو لغت میں ڈھونڈھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ لغت میں ہر ایک جزئیہ لکھا نہیں جاتا۔

رنگیلا پیرہن جو نون غنہ کے ساتھ کہا ہے۔ بہت صحیح کہا ہے۔ یہی زبان ہے نون کو ظاہر کرنے سے زبان غلط ہو جاتی ہے

تذکیر و تانیث کا ایک ہی نسخہ ہے جس سے اکثر کام رہتا ہے۔ اردو کا عروض۔ سوانح عمری امیر مینائی ؒ اور ایک جلد معیار اردو جو میری تصنیف ہیں بھیجتا ہوں ———

فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۴)

۴۸۹

استفسارات کے جوابات

منہ پھیر کے یوں چلی جوانی ۔۔۔ یاد آگیا روٹھنا کسی کا!

روئیں گے ہمیں رلانے والے ۔۔۔ ڈوبیں گے وہ جو ڈبو رہے ہیں

ان دونوں شعروں کا وزن ایک ہے۔ بحر یہ ہے:۔

مفعول مفاعلن فعولن

ہم تو آئینہ نمط منہ پہ بنا دیتے ہیں ۔۔۔ عیب ہے کس میں یہاں کون ہنر رکھتے ہیں

دوسرا مصرع اسی طرح درست ہے۔ میری رائے میں مصرع اوّل کو اس طرح بدل دیجئے تو بہتر ہوگا۔

صورتِ آئینہ ہم منہ پہ بتا دیتے ہیں

تلامذہ کا تذکرہ جو آپ لکھنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہے۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ عتیق صاحب آجکل میرے پاس نہیں۔ ان کا قیام سرور نگر میں ہے آپ ان سے خط و کتابت کر سکتے ہیں۔ پورا پتہ یہ ہے:۔ حیدر آباد دکن۔ مقام سرور نگر۔ مولوی سید انوار الدین صاحب عتیق۔

فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۵)

۷۸۶

استفسارات کے جوابات

۱۔ عبدالروٴف میں ہمزہ رسم الخط ہے۔ وہ عدد میں شمار نہیں کیا جاتا۔ فقط واؤ لیا جائے گا۔

۲۔ آئی میں ہمزہ نہیں بلکہ یا ہے لہٰذا دو یے کے ۲۰ عدد لینا چاہیے یعنی آئی کے ۲۱ عدد شمار ہوتے ہیں۔

۳۔ اللہ میں چونکہ دو لام ہیں اس لیے اس کے (۶۶) عدد لیے جاتے ہیں۔

۴۔ سرائے میں ہمزہ نہیں ہے۔ یا ہے اس کے دس عدد شمار کیے جائیں گے اور سرا بغیر یا کے بھی صحیح ہے اور بکثرت مستعمل ہے

۵۔ ہائے بروزنِ فاع ہے اس میں ایک ہی یا ہے اس کے دس عدد لیے جائیں گے۔

۶۔ گئے میں دو یا ہیں اس لیے بیس عدد لیے جائیں گے۔

۷۔ آئے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آے یائے موقوفہ کے ساتھ بروزن فاع اس میں ایک یا ہے اس کے دس عدد لیے جائیں گے

دوسری صورت آئے بروزن فعلن میں دو یا ہیں اس لیے بیس عدد محسوب ہوں گے۔

آپ کے مادہ ہائے تاریخ یہ ہیں۔

۱۔ ع بنا عالی شان خوب صورت مکان کے عدد (۱۹۳۰) ہیں اور سال غالباً ۱۹۳۱ء مطلوب ہے اگر ایسا ہے تو ایک کی کمی ہے

۲۔ ع یہ کیسی عمارت بنی عالی شان کے عدد (۱۳۵۰) ہیں اور اس وقت سن ہجری ۱۳۵۰ھ ہے لہٰذا یہ صحیح ہے۔

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

(۷۶)

جلیل منزل۔ سلطان پورہ حیدر آباد دکن، ۲۹ نومبر ۳۲ء

دلنوازا۔ سلام مسنون —— میں آپ کا خط پاکر بہت مسرور ہوا اور آپ کی محبت کا شکر گزار۔ لفظ لفظ سے اخلاص کی بو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے یہاں خیریت ہے۔ میرا مزاج بھی اچھا ہے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔

لکھنؤ میں ہمزہ اوپر سے لکھ دیا ہے۔ اس کا کوئی عدد محسوب نہیں ہوتا۔ اسی طرح آؤ کے ہمزہ کا بھی کوئی عدد محسوب نہیں ہوتا آپ لکھتے ہیں کہ رشک نے ہمزہ کے چھ عدد لیے ہیں۔ یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا بلکہ صحیح یہ ہے کہ رشک نے انگئی کو واو کے ساتھ (اونگئی) لکھا ہے۔ اور اس کے چھ عدد لیے ہیں قدیم کتابت اسی کی مقتضی تھی اور اب تک اکثر اصحاب۔ اٹھ۔ اُس۔ اُن کو واو کے ساتھ لکھتے ہیں۔ قطعۂ تاریخ آپ کا مع اصلاح درجِ ذیل کیا جاتا ہے۔

قطعہ

سفر کرد از عالم بے ثبات صد افسوس آں نیک دل خوش سرشت

رقم سالِ رحلت شد ایں لاجواب غلامِ سکینہ بزیبِ بہشت

(کنیز) (بباغ)

۱۹ ۶ ۳۲

صورت کی تاریخ میں غلام کا لفظ اچھا نہیں۔ کنیز ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس میں غلام کی جگہ کنیز بنا دیا گیا ہے اور اعداد کی وہی صورت رہی جو آپ نے لکھی تھی۔

سب اطفال خوش خصال اور عتیق صاحب سلام مسنون کہتے ہیں۔

فصاحت جنگ جلیل کان اللہ لہٗ

بنام کسریٰ منہاس

مورخہ ۱۰۔ فروری ۱۹۷۴ء

مولوی گنج ـــــ لکھنؤ　　　　عزیز محترم دامت معالیکم

سلام مسنون و دعائے طول حیات و ترقی درجات۔

آپ کا خط مورخہ ۲؍ جنوری ۱۹۷۴ء ۱۰؍ فروری کو تقریباً ایک ماہ دس روز کے بعد ملا۔ خیر و عافیت معلوم ہو کر بے حد مسرت ہوئی۔ حق سبحانہ تعالیٰ بحق چہاردہ معصومینؑ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

آپ نے میرے چند قطعاتِ تاریخ طلب کیے ہیں۔ میری تاریخوں کا ایک مجموعہ مرتب ہو چکا ہے جس میں تقریباً تین سو تاریخیں نصف اردو میں اور نصف فارسی میں ہیں۔ قطعات و مسدس و ترکیب بند وغیرہ کی صورت میں چونکہ وہ زیادہ تر مبسوط ہیں۔ اس لیے ان کی نقل میں بہت تاخیر ہوتی اور زحمت بھی لہٰذا اردو فارسی تاریخوں کے چند اشعارِ مادہ نقل کر کے بھیج رہا ہوں اور آپ نے ہمزہ کے متعلق جو دریافت کیا ہے اُس کا مفصل جواب۔

تاریخ میں ہمیشہ مکتوبی حروف کے عدد لیے جاتے ہیں۔ ملفوظی کے نہیں لیے جاتے۔ ہمزہ کوئی حرف نہیں بلکہ آواز الف متحرک کی علامت ہے کہ جب (واو) یا (ی) یا (ہائے مختفی) پر واقع ہوتا ہے تو اس حرف میں الف متحرک کی آواز پیدا کر دیتا ہے۔ ہمزہ کی طرح مد (~) اور الف خنجری (ا) بھی الف کی علامتیں ہیں حروف میں ان کا شمار نہیں ہے مثلاً اب اور آب۔ ان دونوں لفظوں کے تین ہی عدد شمار ہوں گے۔ یعنی الف ممدودہ کا بھی وہی عدد لیا جائے گا جو محض الف کا۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح عیسیٰ اور موسیٰ۔ یا اسحٰق پر جو علامت بطور الف خنجری بنا دی جاتی ہے۔ اس کا شمار حروف میں نہیں۔ عدد صرف اس حرف کے لیے جائیں گے جن پر یہ علامت واقع ہے۔ جیسے۔ موسیٰ میں (ی) اور اسحٰق میں (ح) کے عدد شمار ہوں گے۔ ہاں اگر عیسیٰ کو عیسا اور موسیٰ کو موسا۔ اسحٰق کو اسحاق الف کے ساتھ لکھیے تو پھر الف کے عدد شمار ہوں گے۔ پس ہمزہ۔ مد۔ الف خنجری آواز الف کی علامتیں ہیں حروف مستقل نہیں لہٰذا فن تاریخ گوئی میں ان کا کوئی عدد نہیں لیا جاتا۔ اسی قاعدے کے تحت میں لکھنؤ کے واو پر جو ہمزہ ہے اس کا کوئی عدد نہیں لیا جائے گا۔ عدد صرف واو کے لیے جائیں گے جس پر ہمزہ واقع ہے۔ آؤ کے صرف، عدد شمار ہوں گے۔ تیرہ عدد شمار کرنا غلط ہے۔ ہمزہ محض رسم الخط کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ایک یا دس عدد لینا قطعاً غلط اور بے قاعدہ ہے۔ مد۔ اشباع فتحہ کی۔ الف خنجری الف ملفوظی کی اور ہمزہ الف ملفوظی مکسور یا مضموم کی علامت ہے۔ جیسے طاؤس میں واو کے صرف چھ محسوب ہوں گے۔ ہمزہ نے واو کی آواز کو الف کی آواز سے بدل دیا ہے۔ آئی میں ایک الف اور دو (ی) ہیں پہلی (ی) پر ہمزہ ہے اور اس نے (ی) کی آواز کو الف کی

آواز سے بدل دیا ہے۔ لہٰذا الف کا ایک پہلی (ی) کے دس اور دوسری (ی) کے دس جملہ اکیس عدد شمار ہوں گے۔ آئے بروزن فاع یا بروزن فعان دونوں صورتوں میں اس کے گیارہ عدد شمار ہوں گے تخفیف میں لائے مختفی پر جو ہمزہ ہے اس نے (ہے) کی آواز کو الف مکسور کی آواز سے بدل دیا اس لئے (ہے) کے پانچ شمار ہوں گے۔ سرگذشت و سرگزشت اس لفظ کا املا دونوں طرح صحیح ہے جس حرف کے ساتھ لکھیں اُسی کے عدد شمار ہوں گے۔

میرے کلیات میں سے بعض مجموعے طبع ہو گئے ہیں۔

(۱) تنظیم الحیات، اخلاقی مثنوی قیمت دو روپے۔

(۲) لخت جگر، قومی مسدس قیمت دو روپے۔

قبلہ و کعبہ مولوی ناصر حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کے چھوٹے بیٹے مولوی محمد سعید صاحب ان کے قائم مقام ہیں لہٰذا انہیں کی تقلید مناسب ہوگی۔

اپنی خیر و عافیت سے اطلاع دیتے رہیئے اور متعلق فن تاریخ وغیرہ کی تحقیق کی اگر ضرورت ہو تو لکھ دیجئے۔ گذشتہ سال میں بہت سخت بیمار ہو گیا تھا۔ خونی بواسیر کے دوروں میں بیرون خون خارج ہو گیا نشست و برخاست کی طاقت نہ تھی۔ علاج ہوتا رہا اور بفضلہٖ امسال نسبتہً بہت اچھا ہوں اور آہستہ آہستہ دس بیس قدم چل پھر سکتا ہوں۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے۔

دست بدعا ہوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ آپ کو صحیح و سالم پھر اپنے اعزہ اور احباب سے ملائے۔ اور آپ کے مقاصد بر لائے۔

زیادہ دعا۔   خیر اندیش   صفی عفی عنہ

(۱) تاریخ کتاب ترانہ مصنفہ مرزا ثریا قدر مرحوم

مادہ = کہی میں نے یہ عیسوی تاریخ ؛ ٹھہریاں نظم کی ہیں کیا نایاب

سنہ ۱۸۸۶ء

(۲) تاریخ کتاب تہذیب فرنگ۔

بحکمِ حضرتِ شہزادۂ ہمایوں قدر   مفیدِ عام رسالہ چھپا ہے کیا خوش رنگ

کہا صفی نے جو پوچھا کسی نے یہ کیا ہے ؟

ہیں کچھ قواعدِ تہذیبِ صاحبانِ فرنگ

سنہ ۱۸۹۳ء

(۳) تاریخ تعمیر مسجد (قطعہ مبسوط ہے حرف آخر کا ایک شعر لکھا جاتا ہے)

مادہ = کہا صفی نے یہ مصرعِ سالِ ختمِ بنا   ہوتی ہے مسجدِ نو نادر الزماں تعمیر

۱۳۱۳ء

(۴) تاریخ وفات میر نفیس مرحوم (یہ ننانوے شعروں کی مثنوی ہے)

اب سُنیں تاریخ احبائے نفیس ہے بہشت عنبریں جائے نفیس

سنہ ۱۳۱۸ھ

(۵) تاریخ وفات میرزا بہادر محمد عباس رئیس اعظم لکھنؤ۔

مادہ: صفیؔ آنکھوں میں ہے جہاں تاریک ہائے گُل ہو گیا چراغِ اودھ

سنہ ۱۳۲۸ھ

(۶) تاریخ وفات مسماۃ ممتاز فاطمہ۔

مادہ: جنت سے سُنے رہی ہیں یہ آواز فاطمہ ہے خدمتِ حسین میں ممتاز فاطمہ

(نوٹ: مادہ تاریخ میں مرحومہ کا نام بطور تجنیس آ گیا ہے۔

(۷) تاریخ طباعت ترجمۂ کلام مجید۔

مادہ: لکھنا ہوں میں یہ مصرعِ تاریخ اختتام قرآں کا ترجمہ بزبانِ فصیح پسند

سنہ ۱۳۲۹ھ

(۸) تاریخ فلسفہ اسلام مصنفہ راجہ امام علی خاں صاحب مرحوم

مادہ: ایک مصرع صاف سا یہ کہہ دیا میں نے صفیؔ سہل، سچا فلسفہ ہے مذہبِ اسلام کا

سنہ ۱۳۲۹ھ

(۹) تاریخ وفات مسماۃ بتولی بیگم مرحومہ۔

مادہ: سن کے یہ واقعہ تاریخ صفیؔ نے لکھی چمنِ خلد ہے ایوانِ بتولی بیگم

سنہ ۱۳۳۰ھ

(۱۰) تاریخ وفات سید زوار حسین طرازؔ مرحوم۔

مادہ: خود وہاں چین سے ہیں اور صفیؔ ہم بے چین مجلسِ خلد میں موجود ہیں زوار حسین

سنہ ۱۳۳۳ھ

(۱۱) تاریخ وفات نواب حامد علی خاں بیرسٹر مرحوم۔

مادہ: اور دو شعر کا قطعہ:

ہو جہاں دفن ایک روشن دل خلیق
اس جگہ کیا احتیاجِ شمع و گُل
مصرعِ تاریخ یہ لکھ دو صفیؔ
مرقدِ حامد علی خاں صلحِ کُل

سنہ ۱۳۳۶ھ

(۱۲) تاریخ وفات مسماۃ اسعدی بیگم مرحومہ۔

مادہ : رقمش زد صفی بلوح مزار مرقد انیست مطلع الانوار

۱۳۰۲ھ

(۱۳) تاریخ وفات نواب امیر محل صاحبہ مرحومہ۔

مادہ : بلوح مرقد پاکش نوشتہ کلک صفی

مزار بیگم جمشید قدر امیر محل

۱۳۱۰ھ

(۱۴) تاریخ تصنیف مثنوی قنداب۔

مادہ : پیدا ست از یں سال مسیحی دم التیام

قنداب صفی شد ز حلاوت سخن من!

۱۸۹۳ء

(۱۵) تاریخ وفات خورشید قدر آصف مرزا خلف شاہزادہ سلیمان قدر مرحوم

مادہ : مصرع تاریخ رحلت ایں چنیں گفتم صفی

رفت از ملک سلیماں آصف عالی نژاد

(۱۶) تاریخ وفات نواب میر محمد حسین مرحوم۔

مادہ : سالِ وفاتش رقم کرد صفیِ حزیں

میر محمد حسین حیف ز دنیا برفت

۱۳۲۲ھ

(۱۷) تاریخ وفات مولوی سید علی میاں صاحب کامل مرحوم

مادہ : رسیدہ کاملِ معجز بیاں بمجلسِ خلد

۱۳۲۲ھ

(۱۸) تاریخ اشاعت دیوان کلیم مرحوم۔

قطعہ : للہ الحمد کہ صاحب نظرے روشن دل

کردہ بر طورِ سخن نورِ معانی تقسیم

شمع زیں مصرعِ تاریخ برافروخت صفی

وہ چہ دیوانِ منور ید بیضائے کلیم

۱۳۲۲ھ

(۱۹) تاریخ وفات مسماۃ سرور فاطمہ مرحومہ۔

مادہ = سالِ فراق جستم در رضوانِ خلد گفت

سرور فاطمہ بلقاے محمد ست

۱۳۳۶ھ

(۲۰) تخمیس مصرع تاریخ مشعر وفات مولوی سید احمد حسین موسوی مرحوم

فاضلے کو بود در بزمِ سخن بالا نشیں ! آمد از مرگش خبر گشتم صفیؔ اندوہ گیں

خواستم مصراعِ سالش از لبِ روح الامیں گفت بنوشت است رضواں بر درِ خلد بریں

مولوی احمد حسین موسوی خوش آمدید

۱۳۶۰ھ

(۲)

مورخہ ۵ اپریل ۱۹۴۳ء

مولوی گنج ——— لکھنؤ

عزیز محترم زادت مدارجکم۔

سلام مسنون و دعائے طول حیات و ترقی درجات۔ خط آیا اور خیر و عافیت معلوم ہو کر دل مطمئن ہو گیا۔ میں بفضلہ بہ نسبت سال گذشتہ امسال اچھا رہا۔ خونی بواسیر کا دورہ نہیں ہوا جس نے پچھلے سال بالکل صاحب فراش بنا دیا تھا۔ اب آہستہ آہستہ دس بیس قدم چل پھر سکتا ہوں۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے۔ آپ نے آئی اور آئے کے اعداد و شمار دریافت کئے ہیں کہ دونوں برابر ہیں یا بیش و کم لہٰذا مفصل اس کے متعلق لکھے بھیجتا ہوں۔ آئی کے ۱۲ شمار ہوں گے اور آئے کے صرف گیارہ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آئی میں دو (ی، ئی) اور آئے میں صرف ایک۔ رسم الخط میں بھی اسی لیے آئی میں ایک ی کا شوشہ اور دوسری ی کا دامن یعنی ئی لکھا جاتا ہے۔ آئی میں یائے معروف ہے اور یائے معروف جب کسی لفظ میں الف کے بعد آئے گی تو اسی طور سے آئے گی یعنی (ئی) کی شکل میں پہلی ی ہمزہ کی آواز دے گی لہٰذا آئی۔ پائی۔ لائی۔ خدائی ان تمام لفظوں کے آخر میں دو (ی) محسوب رہوں گی۔ لیکن آئے کے آخر میں یائے مجہول ہے اور وہ بغیر اشباع فاع کے وزن پر اور اشباع کے ساتھ فعلن کے وزن پر ملفوظ ہو گا بہر حال (ی) واحد ہی رہے گی رسم الخط میں بحالت اشباع اس پر کوئی شوشہ نہیں لگایا جائے گا اس لحاظ سے خواہ آپ یائے مجہول پر ہمزہ لکھیے یا نہ لکھیے وہ ایک ہی (ے) ہے اور اس کے صرف دس عدد لیے جائیں گے۔ آئے۔ پائے۔ جائے۔ کھائے۔ سبکے آخر میں یائے مجہول واحد ہے۔ مثلاً (پائے مرالنگ نیست) اس میں یائے مجہول بغیر اشباع ہے اور (بجائے بزرگاں نباید نشست) اس میں یائے مجہول اشباع کے ساتھ ہے۔ لیکن رسم الخط میں اور تاریخ میں واحد (ی) مانی جائے گی کیونکہ ی یا کسرے کا اشباع ملفوظی ہوتا ہے مکتوبی نہیں ہوتا۔ مثلاً بنامِ جہاندارِ جاں آفریں۔ میم پر جو کسرہ ہے وہ بہ اشباع ہے یعنی اگر اسے کھینچ کر آپ پڑھیں تو وزن پورا ہو سکے" اور یہ کھینچاؤ اس قدر ہے جتنا کہ ایک یائے مجہول میں ہوتا ہے۔ مگر

کھنچاؤ چونکہ ملفوظی ہے مکتوبی نہیں اس لیے اس کا کسی حرف میں شمار نہیں۔ آپ نے اپنے خط میں آئے بروزن فعلن کی حالت پر سکتے اور نئے کو منطبق کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کیوں کہ گئے اور نئے میں از روئے رسم الخط دو (ے، ہیں یعنی گاف اور نون کے بعد جو شوشہ ہے وہ پہلی ی کی علامت ہے اور دوسری (ے) پوری لکھی ہوئی ہے لہذا اس میں دونوں (ے) کے بیس شمار ہوں گے۔ دونوں لفظوں میں پہلی (ے) چونکہ ہمزہ کی آواز دیتی ہے اس لئے اس پر ہمزہ بنا دیتے ہیں مگر دراصل وہ ہمزہ (ے) کے لباس میں ہے۔

جناب ریاض مرحوم کے شعر میں آیے بہ اشباع یائے مجہول ہے اور اسی طرح جناب جلیل کے شعر میں بھی آے بہ اشباع یائے مجہول نظم ہوا ہے اگر دونوں صاحبوں نے اس یائے مجہول کے ۲۰ عدد شمار کئے ہیں تو قطعاً غلطی کی ہے اور آپ نے اپنے مصرع تاریخ میں جو آئے کے تیرہ عدد شمار کئے ہیں یہ بھی غلط اور رہنمائے تعلیم لاہور کے اڈیٹر صاحب نے آے کے اکیس عدد جو تجویز فرمائے ہیں وہ قول بھی غلط اور برخلاف قواعد فن تاریخ ہے۔ ہائے کے لفظ کے متعلق آپ نے دریافت کیا ہے اور ایک مصرع کسی صاحب کا لکھ بھیجا ہے جس میں ہائے کا لفظ مکرر آیا ہے پہلے ہائے میں یائے مجہول بلا اشباع اور دوسرے ہائے میں یائے مجہول اشباع کے ساتھ ہے یعنی پہلا ہائے بروزن فاع اور دوسرا بروزن فعلن ہے دونوں صورتوں میں اس کے عدد سولہ۔ سولہ شمار ہوں گے اور از روئے تقطیع مصرع میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ لہذا مصرع معیوب نہیں۔ جناب محشر لکھنوی کا آپ نے پتہ دریافت کیا ہے مگر گذشتہ سال انکا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اپنی مطبوعہ کتابوں کے متعلق میں نے سید منظور علی صاحب وصی سے کہہ دیا ہے انھیں نے یہ کتابیں طبع کرائی ہیں وہ بذریعہ پارسل آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ ڈاک خانے سے انہوں نے دریافت کیا تھا وی۔ پی نہیں جا سکتا۔ پارسل جا سکتا ہے۔ قیمت کتب و مصارف ٹکٹ پارسل حسب ذیل ہیں لہذا مبلغ سے ر آپ ان کے پاس بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں کتب مندرجہ ذیل وہ آپ کے پاس بھیج دیں گے۔

(۱) تنظیم الحیات مجلد ولایتی کاغذ پر قیمت سے ر
(۲) لخت جگر مجلد دیسی سفید کاغذ پر قیمت ع ر
(۳) صفی و کامل غیر مجلد سفید کاغذ پر قیمت ۲ ر
پارسل کا محصول ڈاک .. .. بقدر ۱۲ ر
میزان سے ر

جناب ماسٹر سید منظور علی صاحب کا پتہ یہ ہے:۔
لکھنؤ۔ مولوی گنج۔ مکان نمبری ۱۷۵ واقع نالہ فتح گنج اسٹریٹ متصل مہیش پرشاد اسٹریٹ۔

۲۱ مارچ ۱۹۴۲ء یعنی بروز نوروز نعش مطہر قبلہ و کعبہ مولانا سید ناصر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہٗ جو لکھنؤ میں سونپی ہوئی تھی بغرض دفن حسب وصیت جناب مرحوم آگرے مقبرہ جناب شہید ثالث علیہ الرحمہ میں دفن ہونے کے لیے بذریعہ ریلوے روانہ ہو کر ۲۲ مارچ کو وہیں دفن ہو گئی۔

آپ کا وطن مالوف کہاں ہے۔ لکھنؤ کبھی آنا ہوتا ہے یا نہیں۔ خیر و عافیت سے مطلع کرتے رہیے۔ ہاں ایک بات لکھنے سے رہ گئی آپ نے دریافت کیا ہے کہ آئینے کے کتنے عدد ہیں۔ اس لفظ میں ایک الف اور تین رے) ہیں اس کے ۱۰۴ عدد شمار ہونگے پہلی ری، ہمزہ کی آواز دے رہی ہے اس کے رسم الخط میں دو شوشے اور ایک یائے مجہول ہے۔ فقط دعا۔

صفی عفی عنہٗ

(۳)

مورخہ ۱۲ راگست ۱۹۴۲ء

مولوی گنج ——— لکھنؤ　　　　عزیز محترم زاد فضلہٗ

دعا۔ خط آیا خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ شکر خدا بجالایا۔ اپنی خیریت سے اسی طرح اطلاع دیتے رہیے۔ آپ نے اپنے مرحوم بچے کا نام اور تاریخ وفات لکھ بھیجی ہے اور تاریخ کے لیے مجھ نحیف و زار سے اصرار ہے حالانکہ آپ خود اس کام کو کر سکتے ہیں اور انشاء اللہ جوان ہو کر یہ بار اٹھانے کے قابل ہیں۔ علاوہ بریں صاحب معاملہ خود اپنے درد دل کو جیسا بیان کر سکتا ہے دوسرے آدمی کے دل پر وہ کیفیت طاری نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً مجھ سے نیم مردہ کا دل جس کی یہ حالت ہو کہ صبر کرتے کرتے پتھر کا کلیجا ہو گیا۔ صدمات اٹھاتے اٹھاتے دل اس قدر افسردہ ہو چکا کہ اب کسی شادی و غم سے متاثر ہی نہیں ہوتا اور انتظار مرگ میں دن پورے کر رہا ہے۔ شعر و شاعری کو مدت ہوئی کہ خیر باد کہہ چکا۔ جب تک دل و دماغ میں قوت تھی صدہا تاریخیں مختلف واقعات کی کہیں اور فرمائشی نظمیں بھی اب ان باتوں کی طرف طبیعت متوجہ نہیں ہوتی اور خاموش زندگی بسر کر رہا ہوں۔ ایسی صورت میں اس قسم کی فرمائش قرین انصاف کسی طرح قرار نہیں دی جا سکتی۔ بہر حال آپ کے شدید اصرار سے مجبور ہو کر ایک مختصر قطعۂ تاریخی لکھے بھیجتا ہوں۔ نیز جواہر مہرے اور رہنمائے اردو کی ایک ایک کاپی بذریعہ پیکٹ آپ کے نام روانہ کی جاتی ہے۔ آئینۂ تاریخ ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی۔ ام التواریخ کی نسبت دریافت کیا جائے گا۔ اگر دونوں کتابیں ملیں تو قیمت سے آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ جواہر مہرہ اور رہنمائے اردو کی قیمت بھیجنے کی ضرورت نہیں یہ دونوں وصی میاں سلمہٗ آپ کو ہدیۃً بلا قیمت بھیج رہے ہیں اور سلام عرض کیا ہے۔ پیکٹ وصول کر لیجئے گا۔ زیادہ دعا۔

قطعۂ تاریخ وفات حسرت آیات فرزند نو مولود

غلام حسن صاحب کسریٰ

دل کسریٰ کو دے گیا اک داغ　　　تازہ مولود یہ بھی نور العین
فروری کی صفیؔ وہ تھی بائیس　　　گھر میں جب ہر طرف تھا شور و شین
غنچۂ ناشگفتہ کے غم میں　　　ماں کو آرام ہے نہ باپ کو چین
بلکہ فرزند کی جدائی میں　　　یہی ہیں دل شکستہ ماں کے بین

پردۂ خاک میں ہے در پردہ = ۱۳۶۲ھ
قوتِ باصرہ، ریاض حسین = ۱۹۴۳ء

نوٹ : دونوں مصرع تاریخی ہیں۔ پہلا سنہ ہجری میں دوسرا سنہ عیسوی میں۔ برائے خدا اب بھی کسی نظم کی فرمائش نہ فرمائیے گا۔

فقط صفی عفی عنہٗ۔

مکرر یہ کہ پتے کا لفافہ جو آپ بھیجتے ہیں اس کے ایک سرے پر گوند نہ لگایا کیجیے یعنی وہ سرا جو خط رکھ کر بند کیا جاتا ہے۔ چونکہ بارش کا زمانہ ہے۔ لہٰذا گوند کی وجہ سے وہ خود بخود چپک کر بند ہو جاتا ہے اور کھولنے میں بڑی زحمت ہوتی ہے۔ لفافے کے خراب ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

صفی عفی عنہٗ۔

(۴)

مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۴۴ء۔

مولوی گنج لکھنؤ — عزیز گرامی منزلت سلمکم اللہ وابقاکم

دعائے طول حیات و ترقی درجات۔ آپ کے دو خط (ایک مورخہ ۲۰ جولائی اور دوسرا مورخہ ۲۸ اگست) پہنچے اور آپ کی خیر و عافیت دریافت ہو کر اطمینان خاطر ہوا۔ وصی سلمہٗ اب اچھے ہیں۔ برق سلمہٗ ایل ایل بی کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ لکھنؤ یونیورسٹی دریا پار پکے پل سے جانا ہوتا ہے۔ زینے سے چڑھ کر قریب کا راستہ ہے اور سڑک سے ذرا چکر پڑتا ہے اور حاضری سات بجے کی ہے۔ لہٰذا زینے کے راستے سے وہ اکثر نکل جاتے تھے۔ زینوں کے قریب ایک پختہ گھاٹ ہے جہاں روزانہ ہندو نہایا کرتے ہیں اور وہیں بہت سے بندر چھوٹے بڑے رہا کرتے ہیں جنہیں نہانے والے چنے۔ گڑ دھانی وغیرہ دیا کرتے ہیں ایک ان بندروں میں بہت عظیم الجثہ ان کا سرغنہ ہے وہ اکثر راہ گیروں سے چھین جھپٹ بھی کر لیا کرتا ہے چنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ برق سلمہٗ جب زینہ طے کر کے سڑک پر پہونچے عینک لگائے ہوئے تھے۔ سڑک پر بہت سے چھوٹے بڑے بندر جمع تھے۔ ان میں سے اسی سرغنہ بندر نے عینک لینے کی غرض سے ان پر حملہ کیا اور پشت پر سوار ہو گیا۔ اس وقت چند دہاتی لٹھ بند سڑک پر آ رہے تھے۔ انہوں نے دوڑ کر ہنکایا۔ عینک تک اس کا ہاتھ پہونچنے نہیں پایا لیکن پشت پر شیروانی اس کے پنجے سے چاک ہو گئی اور ناخنوں کی خراش پیٹھ کی جلد پر بھی آ گئی۔ عینک بچ گئی۔

کئی روز کے بعد جب یہ عینک لگائے جا رہے تھے اس نے پھر حملہ کیا اور پیٹھ پر لد کر عینک پر ہاتھ مارا اور چھین لے گیا۔ بائیں آنکھ کے کونے کے قریب اس کے ناخن کی خراش بھی آ گئی۔ خدا نے اپنا بڑا فضل کیا کہ آنکھ بچ گئی۔ عینک ان سے چھین کر خود لگا کے بیٹھا اور جب کچھ دکھائی نہ دیا تو اس کے شیشوں کو زمین پر پٹک کر توڑ ڈالا اور فریم کو ہاتھ سے نوچ ناچ کر دریا میں پھینک دیا۔ ایک اور راہگیر اسی وقت ہاتھ میں رسٹ واچ لگائے آ رہے تھے ان پر حملہ آور ہوا اور ان کی گھڑی چھین کر توڑ ڈالی۔ ایک یونیورسٹی کا چپراسی بھی اس وقت آ رہا تھا اس کی پنڈلی میں لپٹ کر کاٹ کھایا۔ اس کی رپورٹ یونیورسٹی کی طرف سے پولیس کو کر دی گئی۔ عینک کے بغیر لکھنے پڑھنے میں چونکہ برق سلمہٗ کو بہت تکلیف ہوتی ہے اس لیے کہ ان کی نظر بہت کمزور ہے۔ لہٰذا انہیں میڈیکل کالج عینک کے نمبر کے لیے جانا پڑا اور وہاں سے کئی ہفتے ٹسٹ ہونے کے بعد نمبر ملا اور عینک لی گئی۔ قیمتیں اس قدر بڑھی ہوئی ہیں کہ العظمۃ للہ۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔ یہ تو ایک ادنیٰ واقعہ ہے۔ ہر چیز آگ کے مول ہو رہی ہے۔ ۲۷ اگست تک شدید گرمی اور تیز دھوپ سے لکھنؤ میں آگ برسائی۔ ۲۸ اگست سے پانی اسی شدت سے ایک ہفتہ شب و روز برساکیا۔ یوپی میں زراعت کا بڑا حصّہ وقت پر بارش نہ ہونے سے خاک میں مل گیا۔ پیداوار جب اچھی تھی جبھی گرانی تھی اور اب تو قحط ہی ہے۔ ہر شخص آلام و افکار و مصائب میں گرفتار ہے۔ خداوند کریم اپنا رحم کرے۔ خط سابق میں آپ نے تلخیص رباعیاتِ خیام کے متعلق پوچھا تھا۔ تلخیص کے چار حصّے ہیں۔ دو بالکل مکمل ہو کر صاف ہو گئے۔ تیسرا اب میں نے مکمل کیا ہے وہ صاف ہو رہا ہے۔ چوتھا میں لکھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ دو مہینے میں وہ ختم ہو جائے گا اور کچھ زمانہ مسودات کے صاف ہونے میں صرف ہوگا۔ تکمیل کے بعد اس کی طباعت کے متعلق تخمینہ کیا جا سکے گا اور اس وقت کوئی انتظام اشاعت کا ہو سکے گا۔ میرے خیال میں رباعیات خیام کے مجموعے کی مع تلخیص چار جلدیں دو دو ڈھائی ڈھائی سو ورق کی ہوں گی۔ کاغذ نایاب ہے اور طباعت کی جملہ چیزیں بے حد گراں۔

موسمی شدائد اور آلام و افکار سے میں کچھ ایسا پریشان رہا کہ جواب خط بھیجنے میں خلاف معمول تاخیر ہو گئی۔

مفتاح سکاکی کے متعلق آپ نے لکھا تھا یہ کتاب عربی میں ہے۔ بہت زمانہ ہوا جب سرسری طور پر میری نظر سے گزری تھی۔ مصنف کا نام مجھے یاد نہیں۔ اور میرے پاس نہیں ہے۔ شاید بڑے کتب خانوں میں ملے۔ مگر میں تیقن کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مرزا اوج صاحب نے جو عبارت اپنی کتاب میں لکھی ہے وہ حتماً اسی کی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی اور کتاب کی ہو۔ مرزا اوج مرحوم نے صرف اسی قدر تو عربی عبارت کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ جو طریقہ استخراج تاریخ یا معما کا ہو مصنف کو اسے ظاہر کر دینا چاہیے لہٰذا خود مرزا دبیر مرحوم نے بصراحت اودھ اخبار اور کنایتہً تاریخ مذکور میں بتا دیا ہے لہٰذا وہ بہت کافی ہے — اور مزید حوالوں کی ضرورت نہیں۔ وصی سلمہٗ نے بہت بہت سلام اور برق سلمہٗ نے بہت بہت تسلیم عرض کی ہے۔ اس تلخیص کی دلدل سے مجھے چھٹکارا ہو تو تدوینِ غزلیات کی طرف متوجہ ہوں اور جلدیں مثلاً تاریخوں کی۔ قصائد کی۔ سلاموں کی۔ ملکی نظموں کی۔ فنی نظموں کی۔ رقعات منظوم کی قطعات و رباعیات وغیرہ کی تقریباً آٹھ دس جلدیں طباعت کے لیے معطل پڑی ہیں۔ سامان طباعت ذرا ارزاں ہو تو کچھ کام چلے۔ خط طولانی ہو گیا معاف کیجیے گا۔ زیادہ دعا و خیریت۔

صفی عفی عنہٗ

(۵)

مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۴۴ء

رییر کوٹ۔ سہارن پور۔ عزیز گرامی منزلت زاد فضلکم

دعا۔ آپ کا خط مورخہ ۲۰ نومبر مجھے یہاں پہنچنے کے بعد ملا۔ اور اس کے بعد خط مورخہ ۲۹ نومبر۔ مگر اس دوران میں چند روز کے لیے میں میرٹھ چلا گیا تھا۔ لہٰذا ارسال جواب میں تاخیر ہو گئی۔ میرا ارادہ تھا کہ ۵ دسمبر تک لکھنؤ پہنچ جاؤں۔ مگر ضرورتوں کی بنا پر رکنا پڑا۔ اب انشاء اللہ ۱۵ دسمبر تک غالباً پہنچ سکوں گا اس لیے ابھی آپ خط یہیں کے پتے سے بھیجیں۔ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ جنوری آئندہ میں آپ رخصت حاصل کر سکیں گے۔ امید ہے کہ دورانِ رخصت میں بشرطِ امکان آپ مجھ سے بھی مل سکیں۔ برق سلمہٗ آ گئے ہیں اور آپ کو بہت بہت تسلیم عرض کی ہے۔ محرم نمبر کے لیے وصی صاحب کو لکھ دیا گیا ہے وہ ایک

محرم نمبر بصیغہ رجسٹری آپ کے پاس روانہ کر دیں گے۔ حضرت دبیر مرحوم کے مصرع مندرجہ ذیل کے متعلق ملخّص تسلیم میں تسلیم صاحب نے جو اعتراضات کیے ہیں اور بطور اصلاح جو دو مصرع پیش کئے ہیں ان کی بابت آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے اس کا جواب یہ ہے:۔

(مصرع متنازعہ)

ع سالِ تاریخش بہ زُبرُد و بستہ شد زیب نظم

اس مصرع میں (زُبرُ) بضمتین کو مرزا صاحب مرحوم نے بسکون حرف ثانی نظم فرمایا ہے۔ حالانکہ از روے لغت حرف ثانی (ب) متحرک ہونا چاہیئے۔

اسی پر معترض کا اعتراض ہے اور اس نے بطور اصلاح دو مصرع پیش کئے ہیں لیکن وہ دونوں ہی بالکل نادرست ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب سے لفظ (زُبرُ) کو (زُبرْ) نظم کر دینے میں مسامحت واقع ہو گئی ہے۔ ورنہ مصرع یوں ہو سکتا تھا۔

ع در زُبرُ ہم بستہ شد سال تاریخش رقم

میں بفضلہ بخیریت ہوں۔ زیادہ دعا۔ فقط۔

صفی عفی عنہ

(۶)

مورخہ ۲۲ر فروری ۱۹۴۶ء

مولوی گنج لکھنؤ۔ عزیز القدر گرامی منش سلکم اللہ العزیز۔

دعائے طول حیات و ترقی درجات۔ عین انتظار میں مسرت نامہ پہونچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ صوبہ دار صاحب کا سکشن آپ سے دور چلا گیا اور آپ کا ساتھ چھوٹ گیا یہ معلوم ہو کر مجھے بھی افسوس ہوا۔ میرا سلام اور دعا انہیں پہونچا دیجئے۔ بحق محمدؐ آل محمدؐ جہاں کہیں وہ رہیں خوش و خرم رہیں۔ آپ کے پرانے افسر لفٹننٹ قمر علی مرزا صاحب آپ کے سکشن میں آ گئے ہیں۔ یہ خبر دریافت ہو کر خوشی ہوئی۔ آپ کا موجودہ پتا میں نے دواشی صاحب کو لکھ دیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ آپ آج کل مورخہ ۱۵ر فروری کی دوا کا پیاں چاہتے ہیں۔ جلیل مرحوم کی تاریخ کے لیے دواشی صاحب نے بھی مجھ سے خواہش کی تھی۔ لیکن میں نے انہیں لکھ دیا کہ بوجہ پیرانہ سالی و خرابی صحت عرصے سے فکر تاریخ میں نے ترک کر دی ہے۔ آپ نے اپنے خط میں تاریخ کی تحریک کی ہے لیکن اسی سال میں چند ارباب علم و فضل کی اور دو مشاہیر شعرا کی موتیں ہوئی ہیں۔ اور ان میں دو شخص اہل لکھنؤ تھے جن کے ورثا نے تاریخ کے لیے بے حد اصرار بھی کیا۔ ایک پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی مولوی محمد نواب صاحب مرحوم دوسرے پروفیسر کرسچن کالج لکھنؤ مولوی سید اکبر حسین مرحوم۔ میں نے ناسازی مزاج کا عذر پیش کر کے معافی چاہی۔ شعرا میں آسی اور سائل مرحوم کی وفات ہوئی۔ آسی انجمن بہار ادب کے رکن بھی تھے اور سائل مرحوم سے تو برسوں کی ملاقات اور خصوصیت کے ساتھ راہ و رسم تھی۔ سائل کے صاحبزادے نے ان کی وفات کے دوسرے ہی روز مجھے بذریعہ کارڈ اطلاع دی اور اس کے جواب میں میں نے صرف تعزیتی کارڈ لکھ بھیجا۔ بوجہ خرابی صحت شریک چہلم نہ ہو سکا۔ جلیل صاحب جن سے ملاقات بھی مجھ سے نہ تھی اگر ان کی تاریخ باوجود عذرات موجودہ کہوں تو ان حضرات متوفیٰ کے وارثوں کی خاطر شکنی ہو گی یا نہیں۔ کہوں تو سب

کی تاریخیں کہوں اور اب اس عمر میں اتنی دماغی قوت کہاں سے لاؤں ہمہ لسعد وشنی طبع تو رمن طاشدی۔

احباب کو کہی ہوئی تاریخیں جو پسند آئیں تو فرمائشوں کا ایک نامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا۔ آخر کار مجبور ہو کر تاریخ گوئی سے توبہ کرنی پڑی۔ اور اب تو میں بوجہ کمزوری دل و دماغ فکر شعر ہی اپنے لیے مہلک سمجھتا ہوں۔ بے حد کمزور ہو رہا ہوں دوا برابر جاری ہے ہاتھ پاؤں ہر وقت سرد رہتے ہیں۔ دس بیس قدم چلنے میں سانس پھولتی ہے خود اپنی تاریخ لکھنے کی بھی قوت نہیں۔ مجھے انتظار ہے کہ جب آپ تبدیل ہو کر کہیں اور جائیں تو حسب وعدہ لکھنؤ میں ضرور مجھ سے ملتے جائیں۔ آج کل یہاں بارش ہو رہی ہے۔ راشننگ میں گیہوں گھٹا کر آدھ پاؤ کر دیا گیا ہے اور خبر ہے کہ آمدہ ماہ سے چھٹانک ہی بھر ملے گا اور ممکن ہے کہ بالکل نہ ملے۔ انہیں سختیوں کا بظاہر یہ ہنگامہ آرائیاں نتیجہ معلوم ہوتی ہیں۔ اپنی خیر و عافیت سے برابر اطلاع دیتے رہیے تاکہ اطمینان رہے۔ ایک اخبار فروش رسالہ "آجکل" لکھنؤ میں بنا بر فروخت منگواتا ہے۔ لہٰذا "آجکل" مورخہ ۱۵ر فروری کی دو کاپیاں جس میں میرا فوٹو اور ماشہر صاحب کا مقالہ شائع ہوا ہے۔ میں نے احتیاطاً آپ کے لیے خرید کر رکھ لی ہیں مگر ان کا بھیجنا سر دست دشوار ہے۔ جب سرفراز کے پیچھے جائیں تو انہیں کے ساتھ یہ بھی جا سکتی ہیں۔ پرچے بھی خرید کر رکھے ہوئے ہیں۔ وصی و برق نے سلام و تسلیم عرض کی ہے۔ فقط

صفی عفی عنہ

(۷)

مورخہ ۹ر اپریل ۱۹۴۶ء
مولوی گنج ــــ لکھنؤ

عزیزی سلمکم اللہ۔ دعائے طول حیات و ترقی درجات۔ خط مورخہ ۱۶ر اپریل کل مجھے ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ دست بدعا ہوں کہ خدا کرے حسب خواہش تمہاری تبدیلی ہو تاکہ تم آرام و آسائش سے زندگی بسر کرو۔

بھائی خط میں تم نے یہ کیا لکھا؟ کہ "میں جب بھی لکھنؤ آتا ہوں، آپ کے لیے اس نازک زمانے میں موجب تکلیف ثابت ہوتا ہوں۔" اے آخرہ۔ اس خیال سے تو بوئے مغایرت پائی جاتی ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میرے گھر کو تم اپنا گھر نہیں سمجھتے۔ حالانکہ میرے نزدیک تو جیسے میری اور اولاد ویسے ہی تم ہو اور تمہارے آنے سے مسرت کے سوا مجھے کونسی تکلیف ہو سکتی ہے۔ کوئی اہتمام مہمانداری کا نہیں کرنا پڑتا۔ تم کچھ بڑے پرخور یا خوش خور نہیں کہ کسی خاص انتظام کی ضرورت پڑے۔ محض ماحضر کے پیش کر دینے میں کیا زحمت۔

آپ نے چند اشعار طنزیہ کے انتخاب، ترجمہ غزل فارسی اور خود اسی فارسی غزل کی نقل۔ مانگی ہے اور اس فارسی غزل کے متعلق دریافت کیا ہے کہ کس پرچے میں چھپی ہے اور نغمہ کے متعلق ایک تحقیقی رائے کا استفسار کیا ہے مگر اس وقت میں ان فرمائشوں کی تعمیل سے قاصر ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ امسال آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا بتیسواں اجلاس بمقام دموہ (سی پی) ۲۰ تا ۲۱ر اپریل کو منعقد ہوگا۔ اور احباب نے از راہ ستم ظریفی اس کا صدر مجھے منتخب کیا ہے۔ اس کے لیے مجھے تیار ہونا ہے۔ غالباً ۱۷ر یا ۱۸ر کو لکھنؤ سے چلا جاؤں گا جب کہیں ۱۹ر تاریخ کو وہاں پہونچ سکوں گا۔ ایسی حالت میں اس ضعیفی کے عالم میں مجھے دم لینے کی فرصت نہیں — لہٰذا ان فرمائشوں کی تعمیل اس وقت قطعاً ناممکن ہے۔ امید ہے کہ آپ میری معذوری کا خیال فرمائیں گے۔ آپ کی منشا کے مطابق یہ خط آپ کے مکان کے پتے سے روانہ

کیا تاکہ آپ کو پہونچ سکے۔ آپ نے گرمی اور گرد اُڑنے کی جو شکایت کی ہے وہ بہت صحیح ہے وہ مقام ایسا ہی تکلیف دہ ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جلد آپ کو ان زحمتوں سے نجات دے۔ وصی میاں اور بنت سلمہا آپ کی خدمت میں سلام و تسلیم عرض کرتے ہیں۔ ۲۹ اپریل سے برق سلمہٗ کا امتحان شروع ہو کر غالباً ۸ - ۹ مئی تک ختم ہوگا۔ کامیابی کی دعا فرمائیے۔ میں اس وقت بے حد متردد ہوں کہ ایک دور دراز سفر طے کرنا ہے اور میری کمزوری کی جو حالت ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ دعا فرمائیے کہ بصحت و عافیت وہاں سے گھر واپس آؤں۔ زیادہ دعا۔

خیر اندیش : صفی عفی عنہ

(۸)

آپ نے متعدد بار درباب نغمہ مجھ سے دریافت کیا ہے کہ اردو زبان میں نغمہ گانا محاورہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ میرا مقصد تھا کہ موسیقی پر ایک مقالہ لکھ کر آپ کو بھیج دوں، مگر بوجہ ناسازی مزاج بالفعل معذور ہوں۔ بعد صحت بشرط فرصت پھر کبھی بالتفصیل اس مبحث پر خامہ فرسائی کر سکوں گا۔ بالفعل بطور مختصر آپ کے سوال کا جواب لکھے بھیجتا ہوں۔ لغت میں نغمہ بمعنی آواز خوش ہے۔ آواز مفرد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) آواز محض۔ (۲) آواز ممتد۔ آواز محض تال کے کام آتی ہے۔ اور آواز ممتد سُر کے کام میں۔ ہندوستانی موسیقی میں سات سُر مروج ہیں۔ (۱) کھرج جس کا دوسرا نام سَا ہے۔ (۲) رکھب جس کا دوسرا نام رے ہے۔ (۳) گندھار جس کا دوسرا نام گَا ہے۔ (۴) مدّھم جس کا دوسرا نام مَا ہے۔ (۵) پنچم جس کا دوسرا نام پَا ہے۔ (۶) دھیوت جس کا دوسرا نام دھَا ہے۔ (۷) نکھاد جس کا دوسرا نام نی ہے۔ ان میں سے پہلا اور پانچواں یعنی سَا اور پَا اترا، چڑھا نہیں ہوتا۔ باقی پانچ :۔ رے، گَا، مَا، دھَا، نی دونوں قسم کے ہوتے ہیں، اترے بھی اور چڑھے بھی۔ لہٰذا ہر آواز ممتد یعنی سُر میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) کیفِ صوت QUALITY OF SOUND

(۲) عرضِ صوت MAGNITUDE OF SOUND

(۳) ارتفاعِ صوت PITCH OF SOUND

بقول ہنود ان کے دیوتا نے پہلے چھ راگ یعنی چھ قسم کی دھنیں ایجاد کیں جن کے جانچنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر ایک ان میں سے پانچ پانچ سُروں سے مرکب ہے۔ مثلاً بھیروں جو راگ صبح کے وقت کا ہے۔ اس کے سُر یہ ہیں :۔ سَا، رے، مَا، پَا، دھَا ان میں رے، مَا، دھَا تین اترے ہوئے ہیں مگر زمانے کے تغیر و تبدل سے یہی راگ اب سات سُروں سے گایا جاتا ہے۔ یعنی اس طرح :۔ سَا، رے، گَا، مَا، پَا، دھَا، نی۔ گویا گَا اور نی کا اضافہ ہو گیا ہے۔ انہیں ساتوں سُروں کی مختلف ترکیب سے چھ قسم کے راگ پیدا ہوتے ہیں جس طرح علم عروض میں ارکان افاعیل کی تکرار و ترکیب سے جو خاص اوزان پیدا ہوتے ہیں ان میں ہر ایک کو بحر کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ چھوٹوں راگ مختلف سُروں سے ترکیب پا کر بذریعہ الفاظ بے معنی برائے مشق جب الاپے جائیں اس وقت تک راگ ہیں اور اگر بامعنی الفاظ میں یہی دُھنیں منتقل کر دی جائیں تو وہی گیت کہے جاتے ہیں۔ اس لیے راگ اور گیت کے لیے گانے کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ نغمہ چونکہ محض ایک سُر ہے۔ زبان اردو میں اس پر گانے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ محاورہ اردو میں نغمہ گانا یا سُر گانا مستعمل نہیں اس لئے نغمہ گانا قطعاً غلط ہے۔ المرقوم ۱۲ر مئی ۱۹۴۶ء

صفی عفی عنہ

عزیزی سلّمہ العزیز۔

دعا۔ خط ملا۔ طبیعت ابھی تک چاق و چوبند نہیں ہے۔ دردِ کمر اور ضعف کی شکایت بدستور موجود ہے۔ آپ کے متواتر تقاضوں سے مجبور ہو کر ایک مختصر مضمون متعلق نغمہ لکھے بھیجتا ہوں۔ وصّی اور برقؔ سلّمہا دونوں نے سلام عرض کیا ہے۔ زیادہ دعا۔

صفی عفی عنہ

مکرر یہ کہ پہلے خط کے ہمراہ میں نے ایک پیکٹ اپنے خطبۂ صدارت مطبوعہ کا بھی روانہ کیا تھا وہ آپ کو ملا یا نہیں۔ خط میں اس کے ملنے کے متعلق آپ نے کچھ نہیں لکھا۔ اس لئے دریافت کر رہا ہوں۔ صفی عفی عنہ

دریاگنج، دہلی۔

مورخہ ۲۹ جون سنہء

مکرم۔

تسلیم۔ عنایت نامے کا شکریہ ایک اگلے خط کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اگر اس کا جواب نہیں گیا تو مجھے افسوس ہے۔ میں ایک مدت سے بیمار چلا آتا ہوں۔ اس لیے معذور سمجھا جاؤں۔

حرف بّ کی ردو میں کوئی بحث نہیں یا تو بہ تاریخ نکالنے میں اس کے عدد دو ہی شمار ہوں گے۔ حضرات صفی و فیرہم کی رائے صحیح ہے۔

میں دوسرے فریق کی رائے کو غلط نہیں کہتا مگر وہ ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اتنا ضرور کہوں گا اور اس کی بنیاد فیضی کی ایک رباعی ہے۔ جس میں آفتاب اور اکبر کے عدد برابر کئے گئے ہیں۔ وہ رباعی یہ ہے :-

نورے کہ زماہ عالم آرا پیداست
از جبہ شاہنشہ والا پیداست
اکبر کہ ز آفتاب نسبت دارد
این نکتہ ز بینات اسما پیداست

مگر بینات و زبر وغیرہ کا تعلق معما سے ہے۔ سادہ حاری مادہ تاریخ سے نہیں۔ فیضی کی اس رباعی کو بھی لوٹا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

نیاز مند : برجموہن دتاتریہ کیفی

(۲)

حیدر آباد دکن

۹ جنوری سنہ ۲۰ء

دلنوازا۔ سلام مسنون

آپ کا نوازش نامہ پہونچا۔ آپ کی اہلیہ مرحومہ کا واقعہ جگر خراش معلوم ہونے سے سخت صدمہ اور قلق ہوا کہ اس کا اظہار زبان سے

ناممکن ہے۔ مشیّتِ الٰہی میں بجز صبر و رضا اور کیا چارہ ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے اور آپ کو صبر و سکون عطا کرے۔
حسبِ فرمائش قطعۂ تاریخ کہہ کے بھیجتا ہوں۔ اس کی رسید اور اپنی خیریت سے مطلع کیجیے گا۔

قطعۂ تاریخ

نیک دل خاتونِ کسریٰ تھیں جو آہ ——— دہر سے رخصت وہ معصومہ ہوئیں
سال ہے یہ ان کی رحلت کا جلیلؔ ——— داخلِ فردوس مرحومہ ہوئیں

۱۳۵۵ ھ

والسلام: فصاحت جنگ جلیلؔ کان اللہ لہ،

(۳)

۱۰ر اپریل ۱۹۴۳ء۔

کرمی۔ تسلیم۔ قطعات پیشتر ارسال کر چکا ہوں۔ کیا عرض کروں چند یوم سے مبتلائے مصیبت ہوں۔ تمام گھر مبتلائے امراض ہے۔ شاہجہان پور میں ۲ لغایت ۴ ر اپریل آل انڈیا مشاعرہ ہوا تھا۔ اکثر مشاہیر شعراء شریک بزم تھے۔ چار نشستوں میں دور ختم ہوا۔ عزیزی اعجاز صاحب خلف سیمابؔ صاحب سے جناب کا آگرہ جانا معلوم ہوا تھا۔ دعا کیجیے کہ خدا اطمینان عطا فرمائے۔ آپ کے [...] رنگین صاحب سالار جنگ کا پتہ نہیں واللہ اعلم کس عالم میں ہیں۔ زمانہ ہوا کہ مجھ سے خط و کتابت بند ہے۔

دلؔ شاہجہانپوری

(۴)

۱۵ر اگست ۱۹۴۳ء۔ از محلہ ہاتھی تھان شاہجہانپور۔

مخلص مکرم۔ السلام علیکم۔ میرا مسلک ابتداء شاعری سے مرنج و مرنجان رہا ہے۔ اسی میں پناہ محسوس کرتا ہوں جن شعراء کا یہ شیوہ ہے۔ وہ خود ہدفِ ملامت بنتے ہیں۔ شاعر بشر ہے کسی کا کلام فروگذاشت سے محفوظ نہیں۔ اس طریقۂ عمل کو شہرت کا ایک پروپیگنڈا سمجھنا چاہیے۔ یہاں تک تو روا ہے کہ دورِ حاضر کے شاعروں کو ان کی فروگذاشت سے آگاہ کیا جائے کیونکہ آئندہ کے لیے بشرطیکہ ان کی فروگذاشت صحیح ہو سبق حاصل ہوگا۔ مگر متقدمین کے اصلاحی اشعار پر نکتہ چینی کرنا سوء ادب اور بیکار ہے وہ موجود نہیں جو آئندہ کے لیے متنبہ ہوں۔ پرانے دور کا مذاق جدا تھا زبان اور محاورات میں فرق تھا وہ اپنے دور کے نقطۂ نظر سے اصلاحیں دے گئے۔ ایسی حالت میں ان پر نکتہ چینی محض اپنی شخصیت کا اظہار ہے۔ اکثر تنقیدوں میں غلطی کی گئی ہے۔ مثلاً حضرت جلیلؔ کے کلام پر جناب امیر علیہ الرحمۃ کی اصلاح۔ رنگت یہ رُخ کی اور یہ عالم نقاب کا۔ دامن میں تم تو پھول لئے ہو گلاب کا۔ اوّل تو جناب جلیلؔ کا دیوان ملاحظہ فرمایا جائے۔ بجائے دامن آنچل چھاپا ہے آنچل کی حالت میں کوئی سوال ہی نہیں۔ دامن ہی سہی۔ نقاب میں رُخِ محبوب ہے۔ پھول دامن میں رکھے جاتے ہیں۔ اس لئے نقاب کو گل رُخ کے اعتبار سے مجازاً دامن بنایا ہے۔ یہ معروضات شاعری ہیں۔ غالبؔ مرحوم کی اصلاح پر نکتہ چینی صریح غلطی ہے۔ شاگرد نے دو بحروں میں اشعار

نظم کیے تھے۔ مرزا غالب نے ایک بحر میں صحیح کر دیئے۔ تبدیلی بحر کا نقص تھا جس کو سکتہ کہا گیا ہے۔ بہرحال ہر اصلاح کم فہمی کی دلیل ہے، اور جرأت غیر مزید باد۔ دستور الاصلاح پر ہر طرف سے نکتہ چینی ہو رہی ہے۔ ابر گنوری اور صغیر جلال آبادی کے مضامین نکل رہے ہیں۔ جس کا اثر بہت کچھ نمایاں ہو رہا ہے۔ ابر گنوری میرے قدیمی مخلص ہیں اور میرا احترام کرتے ہیں۔ صغیر جلال آبادی بھی اکثر محاورات میں تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ سیماب صاحب اور اعجاز صاحب بھی مجھ سے اظہار خلوص فرماتے ہیں۔ مجھ کو کیا ضرورت ہے کہ میں ایک کا طرف دار ہو جاؤں۔ فضا صاحب کو روک دیا ہے۔ ابر صاحب کو بھی مناسب ہدایات دے دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ایک بات تحریر سے رہ گئی وہ یہ کہ مصلح ہر شاعر کی قابلیت اور کلام کی نوعیت کے اعتبار سے اصلاح دیتا ہے۔ ابتدائی مشق کا کلام اور نظر سے دیکھا جاتا ہے اور عاقبت شناس کا دوسری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ بعض کلام عجلت میں مطالعہ کیا جاتا ہے جس میں ترقی کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ معترض نقاد اپنی تمام قابلیت اس کی ترقی میں کافی وقت صرف کر کے ختم کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں بلندی اصلاح ممکن ہے۔ مگر یہ وار اس نقاد کی اصلاحوں پر بھی چل سکتا ہے۔ بخدا میں بلا تصنع عرض کرتا ہوں، اکثر مرتبہ میں نے دس دس بارہ بارہ غزلیں بیک وقت دیکھی ہیں۔ اگر دو ایک غزل کا مطالعہ ہو اور فرصت اور سکون ہو تو وہ اصلاح کچھ اور ہو گی۔ آپ کا قطعہ تاریخی بھی سرسری نظر سے دیکھا گیا ہے۔ غزل کے مقابلہ میں قطعات پر بہ نظر دقیق نظر سے ڈالنا مادہ تاریخ میں بھی اکثر مجبوری ہو جاتی ہے۔ مصرعے بھی اسی لحاظ سے خانہ پری کے طور پر نظم کیے جاتے ہیں۔ آپ کے تاریخی مصرعوں میں حرکات کا اختلاف ہے جس کو نظر انداز کیا گیا متقدمین کے کلام میں بکثرت یہ خامیاں ملتی ہیں۔ بہرحال ترمیم مناسب ہے۔ دستور الاصلاح ہدیۃً میرے پاس بھی بھیجی گئی تھی۔ اس پر اظہار رائے کا سوال تھا۔ جواباً لکھا کہ جہاں جہاں مجھ کو اختلاف ہو گا ظاہر کردوں گا۔ سکوت کر لیا گیا۔ ہوئی۔ میں ایک یاد حضرت استاد مرحوم نے تسلیم کی ہے۔ قیاس صحیح ہے۔ حرف تلفظ سے پیدا ہوتا ہے۔ دو یا ر بنایئے تو ہو بی ہو گا جو ثقیل اور غیر فصیح ہے کتابت میں ہمزہ لکھنا اور یا ر تسلیم چہ معنی دارد۔ ہمزہ کا کوئی عدد نہیں۔ اختلاف زبان اختلاف تذکیر و تانیث اختلاف اعداد تاریخی قدیم سے ہے اپنی اپنی رائے۔ ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ بلبل کو آپ مذکر لکھتے ہیں یا مونث مزاحاً میں نے عرض کیا کہ بلبل نر پیش نظر رکھتے ہوئے میں مذکر لکھتا ہوں جو لوگ تانیث کے قائل ہیں وہ مادہ تصور کرتے ہوں گے۔

زمانہ دو ہفتہ کا متفق ہوا کہ یو پی گورنمنٹ سے میرے لیے ایک فرمائش آئی تھی کہ آپ ایک نظم دوران جنگ جلد از جلد مع تصویر بھیجیے۔ جس کا صلہ بھی ملے گا۔ چند رباعیاں میں نے ارسال کر دیں مع تصویر۔ بے سوال طلب ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

دشمن جو ادھر ادھر نظر آتا ہے   برطانیہ کے خوف سے تھراتا ہے
سنتے ہیں کہ ہر وادیِ افریقہ میں   ایک شیر ڈکارتا چلا جاتا ہے

دوسری نظم کا مطلع ملاحظہ ہو۔

سنگینوں کے ہم جوہر دشمن کو دکھا دیں گے   ایوانِ تجبر کی بنیاد ہلا دیں گے

دل شاہجہان پوری

(۵)

۲ ستمبر ۱۹۴۳ء۔ مخلص مکرم۔ السلام علیکم۔ محبت نامہ باعث عزت نواز ہوا۔ شکریہ۔ شاعر ہر صنف سخن میں آزاد ہے۔ مگر تاریخ گوئی میں مجبور

ایک عدد کی کمی بیشی سے تمام کوشش رائگاں جاتی ہے۔ اسی نقطۂ نظر سے بعض تاریخ گویوں نے کوئی مادۂ تاریخ نکالا اور اس میں لفظ ہوئی آ گیا تو انہوں نے اپنی ضرورت کے لحاظ سے بدل دیے۔ ہر رائے میں توجیہہ ممکن ہے۔ جو لوگ ہوئی کا املا ہوئی لکھتے ہیں وہ دو یاء کے قائل ہو گئے۔ کیونکہ ضرورت اعداد نے توجیہہ کے ساتھ ان کا یہی مسلک قرار دے دیا۔ جو لوگ ہوی میں ایک یاء تسلیم کرتے ہیں وہ ہوی کا املا۔ ہوی لکھتے ہیں دو یاء نہیں تسلیم کرتے تاریخ گوئی میں اکثر اساتذہ کو مجبور دیکھا ہے۔ اسی اعتبار سے وہ مادۂ تاریخ ایک ٹکڑے میں پورا کرتے ہیں۔ میرا ہر مادۂ تاریخ ایک مکمل مصرعہ میں آپ پائیں گے۔

میرا مسلک یہ ہے کہ لفظ ہوا میں یاء نہیں لہٰذا اس کو تانیث کیا تو ہمزہ کے ساتھ۔ دوسری یاء کہاں سے پیدا ہوتی جب تذکیر میں یاء نہیں۔ البتہ گیا میں بحالت تذکیر یاء ہے لہٰذا تانیث کی حالت میں گئی لکھ کر دو یاء تسلیم کرنے کے لیے ایک توجیہہ ہے۔ میرے خواجہ تاش سید مختار احمد صاحب مختار بھی ہوئی میں بصورت املا ہوئی۔ دو یاء تسلیم کرتے ہیں۔ فنی اعتبار سے اختلاف آراء چلا آتا ہے اور چلا جائے گا۔ یہ کوئی عیب نہیں۔ دورِ حاضر میں شاعری ابتذال سے پاک ہو۔ ہوئی میں دو یاء تسلیم کرنے والے اگر کہیں کسی مقام پر ہوئی کا املا ہوئی لکھ کر ایک یاء کے عدد لیں تو غلطی املا ہوگی نہ اعداد کی۔ باعتبار خیال غم یا الم وغیرہ اسماء اسم نہیں ہیں۔ واحد اور جمع دونوں پر انکا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہجوم غم لکھتے ہیں۔ لیکن میرے کلام میں آپ کو لفظ ہجوم بحالتِ واحد کہیں نہیں نظر آئے گا۔ ہجوم رنج والم لکھوں گا۔ میں نحوی قاعدہ سے اختلاف نہیں کرتا لیکن اپنی ذات کے لیے یہ پابندی ہے اصلاحوں میں یہ دستور نہیں۔ میرے دیوان مطبوعہ اور غیر مطبوعہ میں لفظ وصل نہیں استعمال ہوا۔ بعض نقادوں نے مجھ سے تحریری سوال کیا کہ یہ ترغیب جنسی میں شامل ہے۔ شاعر عاشق ہے اور عشق کا ما حاصل وصل ہے۔ جواباً میں نے عرض کیا کہ مجھ کو وصل کی تمنا سے انکار نہیں۔ لیکن ہمیشہ مہجور رہا اس لئے آشنائے وصل نہیں۔ ایسی حالت میں میرے لیے مضامین وصل لکھنا تصنع ہوگا۔ میرا مسلک یہ ہے کہ شاعر کی فنی غلطی اتنی قابلِ اعتراض نہیں کہ جتنی بد مذاقی دورِ حاضر میں قابلِ اعتراض ہے۔

از متقدمین تا متاخرین اکثر فروگذاشتیں چلی آتی ہیں۔ مثلاً حور۔ حوراء کی جمع ہے مگر جملہ شعراء بمعنی واحد نظم کرتے ہیں۔ عربی شاعری میں مرد عورت سے اظہارِ تعشق کرتا ہے۔ بھاشا میں عورت مرد سے۔ فارسی میں چونکہ تذکیر و تانیث میں فرق نہیں باعتبار مفہوم امر دپرستی کا پتہ چلتا ہے ورنہ کوئی تفریق نہیں۔ اردو شاعری فارسی کی آمیزش ہے اس لئے اردو شعراء نے تذکیری افعال معشوق کے خطاب میں استعمال کئے۔ عشق مذکر سے بھی ممکن اور مؤنث سے بھی۔ مگر سوال یہ ہے کہ معشوق کی نگاہوں کو باعتبار اثر تلوار کہہ سکتے ہیں اس کی زلف کو کہیں سے کہیں دراز کر سکتے ہیں مگر یہ ممکن نہیں کہ معشوق بصیغہ مذکر مخاطب کیا جائے اور اس کا ابھرا جوبن بھی تسلیم کیا جائے۔ ان باتوں کی ترمیم کی طرف ہمارے شعراء کو توجہ نہیں۔ البتہ نظر ہے تو اس طرف کہ بحالت اضافت و عطف علاوہ فارسی اور عربی کے ہندی لفظ عطف و اضافت کے ساتھ مستعمل نہ ہو۔ میں بھی تقلیداً اسی مسلک پر گامزن ہوں مگر سوال یہ ہے کہ فارسی اور عربی کا اشتراک تو جائز مانا گیا اور ہندی نے کیا خطا کی کہ اس کا عطف و اضافت ناجائز ہے۔ اس مغائرت پر اگر اردو کے مخالف مخالفت برتتے ہیں تو کیا بے جا کرتے ہیں جبکہ ہم خود اس کے بانی ہیں۔ نغمۂ دل پر نظر ثانی کی گئی۔ نقادانِ ملک نے میرے متعلق جو اظہار خیال کیا ہے اس کے مطالعہ سے مجھ کو بہت کچھ فائدہ ہوا۔ صدہا شعر میں تصنع تھا خارج کر دئیے اور اسی قدر بلکہ جا بجا اکثر مناسب اضافہ۔ انشاء اللہ تعالےٰ طباعت میں ایک

نئی چیز نظر آئے گا۔

فنی استعارات کارآمد ہوتے ہیں۔ جب چاہیں تبادلہ خیال کیجئے۔

وآلی شاہجہانپوری

(۶)

۵ مارچ ۱۹۴۷ء

از شاہ جہان پور۔ محلہ ہاتھی تھان

عزیزی جناب کسری۔ تسلیم۔ تفصیلی خط پہنچا۔ میری منکسرانہ فطرت سمجھئے یا ضعف پیری۔ میں اپنے خلاف اور مرعوب کن تحریروں سے اب اثر پذیر نہیں۔ بخدا میں نے جانشینی سے متعلق خود کوئی تحریک نہیں کی۔ دور حاضر میں یہ ایک لاشئے خصوصیت ہے۔ جناب فغاں نے یہ سندیں حاصل کیں اور وہ کافی حد تک کامیاب ہوئے۔ شاعر بنانے سے نہیں بنتا۔ فطری عطیہ ہے۔ میں نے مقامی اکثر تلامذہ کے لئے کوشش کی کہ وہ بہتر کہہ سکیں۔ اصلاحوں میں بدایتیں کیں مگر وہ اپنے مقام پر رہے۔ بعض ایک دو ان میں کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ کیا میں نے ان کو شاعر بنایا ہرگز نہیں۔ ان کی ذاتی ذہنیت مصلح تھی۔ میری فطرت مرنج مرنجاں ہے۔ میں حریف کو بھی رنجیدہ رکھنا نہیں چاہتا۔ یہ عیش صاحب کی سعادت مندی ہے کہ برسوں اپنا مصلح تسلیم کرنے کے بعد اب میرے اُستاد بنتے ہیں۔ خدا ان کو اس سے زیادہ حوصلہ عطا فرمائے۔ واقعات معلوم کرکے اکثر اہل قلم نے مجھ سے اجازت چاہی کہ رسائل میں واقعات کا اظہار کریں۔ لیکن میں نے ہر ایک کو روک دیا۔ میرے پاس تو متعدد خطوط عیش صاحب کے موجود ہیں۔ القاب میں حضرت استاذی قبلہ مدظلہ تحریر کیا ہے۔ میری بھی کوئی تحریر دکھا سکتے ہیں کہ میں نے ان کو مجرد مدظلہ یا کوئی تعظیمی القاب لکھا ہو۔

معلوم ہوا ہے کہ میرے ۲۲ اشعار نیاز صاحب کے پاس بغرض تنقید تخلص بدل کر بھیجے گئے موصوف نے تین چار شعر پسند کئے باقی قلم زد کر دئیے۔ قلم زد استاد کرتا ہے۔ نقاد صرف انتخاب کرے گا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ نیاز صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں عیش کو نہیں جانتا اور نہ ان کا مرسلہ کلام بغرض تنقید میرے پاس اب تک آیا۔ آپ نغمۂ دل کو اٹھا کر دیکھئے ممکن ہے کہ چند غزلیں۔ اٹک ہیں۔ جدید کلام رسائل میں مطالعہ کیجئے۔ اس تعداد کے اندر ملیں گے۔ یہ میری احتیاط ہے کہ میں نے وقت ترتیب نغمۂ دل اپنے احباب نقادوں سے تنقیدیں کرائیں اور ان تنقیدوں سے فائدہ اٹھایا حتیٰ کہ اپنے صاحب ادراک تلامذہ کو انتخاب کلام میں شریک کیا۔ مختار صاحب میرے خواجہ تاشش ہیں۔ ان کو میں نے اجازت دی کہ حریفانہ نظر سے مطالعہ کیجئے۔ ان کے نوٹ موجود ہیں جب تک موصوف نے یا میرے مخلص نقاد کو اطمینان نہوا میں نے وہ شعر داخل دیوان نہیں کیا۔ ایک شعر پر موصوف نے اظہار کیا کہ شاعرانہ نقطۂ نظر سے قابل لحاظ نہیں البتہ مذہباً قابل اعتنا ہے۔ وہ شعر میں نے قلم زد کر دیا۔ نغمۂ دل طبع ہونے کے لیے لکھنؤ چلا گیا۔ پھر ایک پہلو نظر آیا جس سے وہ اعتراض رفع ہوگیا۔ سید صاحب کو سنایا۔ انھوں نے بہت پسند کیا بعد کو وہ شعر بذریعہ خط لکھنؤ بھیجا گیا۔ ہم خواجہ تاشوں میں ہمیشہ یگانگت رہی۔ میں نے ان کی اور انھوں نے میری تنقیدیں قبول کیں۔ بیتاب مرحوم کے کلام پر اکثر میری تنقیدیں اور ترمیمیں ہوئی ہیں۔ ایک ترمیم پر باوجود میرے رد کرنے کے حضرات لکھنؤ کے سامنے اظہار ترمیم مسرت کے ساتھ کر دیا۔ لکھنؤ میں مولانا رضا فرنگی محلی اکثر اپنی غزل بغرض انتخاب سناتے تھے اور میں مرحوم کو۔ اس تبادلہ

خیال کو اصلاح نہیں کہا جاسکتا بلکہ مخلصانہ مشورہ ہے۔ میرے ایک شعر پر جناب مخلص مرزا یگانہ نے مجھ کو خط لکھا کہ میرا خیال دوستانہ ہے۔ آپ نے جگر مرادآبادی کے اندازِ بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مصرع نظم کیا۔ مگر آتا ہی شاعر ہے یا وہ آپ صاحب فن ہیں۔ میری تنقید پر توجہ کی جائے اگر مصرع تبدیل کر دیں گے تو بہتر اور اگر تبدیلی قبول نہ کریں گے تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ یہ میری تنقیدی تحریر ہے۔ میں نے وہ شعر جناب مختار جناب اثر لکھنوی جناب نوح ناروی جناب احسن مرحوم کے سامنے عند الملاقات پڑھا سب نے بغیر رعایت کہا کہ مصرع کا مفہوم قطعی قابل ترمیم نہیں۔ مرزا یگانہ کا صرف وہم ہے۔ لیکن میں نے سوچا کہ مصرع اور چست کر دیا شاعر کے اختیار میں ہوتا ہے۔ شاعر مجبور نہیں۔ بہ لحاظ فطرت کے لحاظ سے نئے مصرعے تبدیل کئے اور بغرض انتخاب جناب نیاز کی خدمت میں ارسال کر دیئے جس پر صاد بن گرا یا وہی لکھا انشاء اللہ تعالیٰ جب نغمۂ دل کی مکرر اشاعت ہوگی میرا نوٹ ہوگا۔

دل نمبر شائع ہونے پر ملک کے ادبا نے میرے رنگ شاعری پر اظہار خیال کیا ہے۔ میرے اشعار پر دہلی اور لکھنؤ رنگ کی تنقید کی ہے۔ مجھ کو سراہا ہے۔ یہ بھی موجود ہے کہ میں نے نغمۂ دل میں دہلوی رنگ کی تقلید کی ہے گرچہ لکھنوی اسکول کا تعلیم یافتہ بتایا ہے اس لیے قدیم کلام میں وہ رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ ان تنقیدوں سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ تقریباً ۲۵ اشعار ضائع کر دیئے اور اسی قدر اضافہ لیا۔ میں بشر ہوں۔ فروگذاشت ورثۂ آدم ہے۔

آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ عیش صاحب میرے طریقہ اصلاح کو نظرانداز کر کے آخر میں پشیمان ہوں گے۔ وہ کہیں دنیائے ادب میں قبول نہیں ہو سکتا جس نے اپنے مصلح سے بغاوت کی ہو۔ میں آپ کو بھی یہی رائے دوں گا کہ عیش صاحب سے میرے متعلق عند الملاقات کوئی تذکرہ نہ کیجئے۔ ہاں یہ بھی رائے نہیں دوں گا کہ خط و کتابت کیجئے۔ خدا کے فضل سے آپ کا حلقۂ اہل قلم بہت وسیع ہے۔

دل شاہجہانپوری

تحریر خط کے بعد آپ کا مرسلہ کارڈ پہنچا۔ محترمی مولانا صفی صاحب مدظلہ کی تحریر سے آگاہی ہوئی۔ مختار صاحب کی طرف سے آپ مطمئن رہیئے ان کو واقعات پیش کا علم ہے۔ اخی مکرم جگر بسوانی ممکن ہے کہ کسی فریب میں آجائیں۔ اگر ان کو کچھ بھی علم ہوگا تو وہ خلاف کوئی تحریر نہیں ارسال کر سکتے موصوف نے اپنی رائے میں میرے موافق اظہار خیال کیا ہے میرے کلام یا میری اصلاحوں کو توڑ مروڑ کر تبدیلی تخلص کے ساتھ اگر کسی سے خلاف رائے لی گئی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ میرے اپنے قلم کی لکھی ہوئی البتہ قابل توجہ ہے۔ شیخ اسمٰعیل صاحب کے ذریعہ آپ مختار خاں کو مزید واقعات سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ موصوف قادیاں میں ہیں۔ پتہ مرکز جماعت احمدیہ قادیاں۔ جناب مختار خاں مسودات آرا، جانشینی حضرت امیر کی ترتیب میں کافی شریک رہیں۔ انہیں کی ترتیب سے مسودہ مرسلہ جناب فضا واپس کیا گیا ہے۔

جو شعر کارڈ میں تحریر کیا ہے وہ میرا نہیں۔

(۷)

۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

عزیزی کا دکری۔ تسلیم۔ ہنگامہ ہائے قیامت خیز سے غیر معمولی انتشار ہے۔ خدا سکون اور اطمینان عطا فرمائے کل جناب عیش

لے کذا بجائے عطائی۔

فیروزپوری کا کوئٹہ بلوچستان سے خط آیا ہے۔ وہ جان بچا کر فیروزپور سے کوئٹہ میں پناہ گزین ہیں تحریرِ خط معذرت آمیز بھی بر پریشانی تھا۔ خدا ہر انسان پر رحم فرمائے۔ میرا ارادہ بالفعل حاضری لکھنؤ ملتوی ہے۔ ریلوے سفر خطرہ سے خالی نہیں۔ بحالت اطمینان تاریخ روانگی سے انشاء اللہ مطلع کروں گا۔ تاریخ رحلت صفدر مرحوم کی حاضر ہے۔ جناب عابد نے بھی چار مصرع نظم کر کے عنایت کئے تھے۔ وہ بھی ارسال ہیں۔

دلؔ

رازِ مشیت است کہ منشاءِ مصلحت ‏‏‏‏‏‏ روزِ ازل بہ لوحِ جبیں گشت ایں رقم
ناپائیدار عیش و نشاطِ خلق مآل ‏‏‏‏‏‏ ہر کس رواں زعالمِ فانی سوئے عدم
ناپائیدار ہستیِ انسانِ سادہ دل ‏‏‏‏‏‏ روحِ لطیف راہرو جادۂ قدم
ناگفتنی ست بہر عزیزاں و اقربا ‏‏‏‏‏‏ از مرگِ نوجواں الم و یاس و رنج و غم
آمد ندائے غیب! شد اے دلؔ پسِ فنا
صفدر حسین۔ نیک نسب۔ زینت ارم
۱۳۶۶ھ

عابدؔ

کیوں نہ ہو غیر عزیزانِ وطن کی حالت ‏‏‏‏‏‏ نوحہ خواں رحلتِ صفدر پہ ہے خاکِ تربت
گوشِ عابدؔ میں ندا آئی یہ سالِ وفات ‏‏‏‏‏‏ نوجواں ۔ روحِ جہاں۔ گلبنِ باغِ جنت
۱۹۴۷ء

مصرعہائے تاریخ عجلت میں نظم کئے گئے ہیں۔ اصلاح فرما لیجئے گا۔ محترمی و معظمی جناب مولانا صفیؔ صاحب کی خدمت میں سلام عقیدت مندانہ پیش کیجئے۔

دلؔ شاہجہانپوری

(۸)

یاد فرمائے نوح زاد لطفہٗ

سلام شوق! ہمزہ کا کوئی عدد کسی صورت میں نہ لینا چاہیے۔ مجمن تاریخ مؤلفہ اکمؔ صاحب حیدرآبادی داغؔ صاحب کے زمانے میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ چونکہ استادی کی نظر سے یہ کتاب تمام و کمال گزر چکی ہے۔ اس لئے میں اس کو مستند جانتا ہوں۔ علاوہ اس کے داغؔ صاحب کا ایک شعر بھی ہے ؎

ہم کس شمار میں رہے ہو کر کبودِ پشت
یہ حرف ہمزہ وہ ہے کہ جس کا عدد نہیں

اس کتاب میں (۱) سے لے کر (۲۰۰۰) تک کے الفاظ ہیں ۱۱۱ میں لکھنؤ کا لفظ موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ میں جو ہمزہ ہے اس کا کوئی عدد نہیں۔

تیسرا دیوان اعجاز نوح ابھی طبع نہیں ہوا۔ کاغذ کمیاب ہے آئندہ کبھی دیکھا جائے گا۔ سفینہ نوح کی کوئی کاپی نہیں۔

۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء — نوح ناروی

(۹)

سہسوان۔ قاضی محلہ

۱۲ دسمبر ۱۹۴۳ء، جمعہ

مہر پرور کرم گستر زاد عنایتہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط موسومہ نکہی زار صاحب دیکھ کر مطالب سے آگاہی پائی اس خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ۔ اس سے پیشتر ایک عدد عریضہ ابلاغ خدمت کر چکا ہوں۔ لہٰذا اصل جواب سے پیشتر عاجز کا یہ مشورہ قبول فرمائیے کہ اوّل تو صرف ایک عریضہ کافی تھا۔ کسی دوسرے لفظ کی ضرورت نہ تھی۔ دوسرے خط و کاغذ وغیرہ کی نسبت استعمال لفظ عدد خلاف سیاق انشاء ہے جس طرح عدد ظروف وغیرہ کے لئے۔ کتاب کے واسطے نسخہ۔ ثمرات و فواکہ کے واسطے دانہ۔ فیل کے لیے زنجیر۔ مواشی کے لیے راس۔ تلوار کے واسطے قبضہ۔ چھری کے لیے دستہ لکھا جاتا ہے۔ خطوط کے واسطے قطعہ اور ــ تا ــ مخفف تا۔ لکھنا چاہیے۔

اس کے بعد آپکے مجتہدانہ سوال کے متعلق جو قبل ازیں کبھی کسی کے انتقال ذہنی کا مرکز نہیں بنا گذارش ہے کہ اس تازہ تحقیق کا سہرا ہمیشہ آپ کے سر رہنے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بسیط و زُبر و بیّنات وغیرہ کا انضباط عرب میں تدوین فن جفر کے وقت تکمیل ضرورت کسی غرض سے کیا گیا تھا جس کو فن سیاق و حساب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاریخ گویوں نے اس کو وہاں سے لے کر حساب تاریخ میں داخل کیا۔ جو فارسی میں منتقل ہو کر اردو میں آگیا۔ عربی و فارسی کے اسمائے حروف ایک ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بعض اسماء پ۔ چ۔ ژ۔ گ۔ عربی سے زائد ہیں۔ لیکن اعداد زبر و رسم کتابت وہی ہے جو عربی و فارسی میں ان کے اخوات کی ہے۔ اس بناء پر نہ تو پہلے کبھی کسی نے قواعد مروجہ کے خلاف کوئی عملدرآمد کیا اور نہ آئندہ ہی کیے جانے کی گنجائش ہے البتہ اردو ہندی کے بعض اسمائے حروف کی حالت اس سے جداگانہ ہے خصوصاً اسمائے حروف مخصوصۂ ہندی جن کو تا و دال ورائے ثقیلہ کہا جاتا ہے اور اعداد اب تک وہی لیے جاتے ہیں جو ان کی اخوات عربی و فارسی کے لیے جاتے۔ گو تو حد اعداد کے لحاظ سے ان کے ساتھ وہی عمل جاری ہے جو دوسرے حروف کے ساتھ ہے لیکن نظر بر اصل تلفظ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ عمل ایک زیادتی ہے جب اردو ہندی میں ان کا صحیح تلفظ ٹے۔ ڈے۔ ڑے۔ رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ محض اردو ہندی تاریخ میں کورانہ تقلید کر کے اسمائے مکتوبی و ملفوظی کے اعداد نہ لیں بلکہ ایسا کرنا ایک قسم کی ہٹ دھرمی ہے۔ گو یہ اصول بہت صحیح ہے لیکن سو اندھوں میں ایک سوجھلا اندھا ہوا کرتا ہے۔ اس لیے اگر ایسا کیا جائے تو بوجہ جدت اس امر کا اشعار و اعلان کر دینا انسب ہے پھر کسی اعتراض کی گنجائش بھی باقی نہ رہے گی نہ جواب دہی کی نوبت آئے گی۔ متقدمین الف ممدودہ کو الف کے ساتھ لکھ کر ہمیشہ اس کو دو عدد دیتے تھے احیاناً اگر کسی نے ایک عدد لیا ہے تو اشارۃً اس کا اظہار کرنا

پڑا ہے۔ اب برعکس اس کے عموماً ایک مد دیا جاتا ہے اور دو لئے جائیں تو اس کا املا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

اسیر کی تاریخ میں کتابت کی غلطی ہے صحیح مصرع یہ ہے ؎

خواجۂ عالم ارواح ہوئی جانِ وزیر

مگر انہوں نے ہوئی کو خلاف اصول ہوی لکھا ہے جس سے تاریخ میں نقص ہے۔ زیادہ تخفیف

طالب عنایت

شاکر حسین نکہت سہسوانی

(۱۰)

کرم گستر نکہت زاد عنایتہ۔ السلام علیکم۔

جناب نے جن اصحاب کی تاریخوں کا تذکرہ کیا ہے۔ میں ان کی نسبت کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا اس لئے کہ نہ ہر شاعر یا ہر فن تاریخ ہے اور نہ ہر واقفِ اصولِ تاریخ شاعر۔ محض خوش اعتقادی یا دوسری وجاہتوں سے قطع نظر کر کے جن حضرات کو اہلِ فن سمجھا گیا ہے ان کی تاریخوں سے استناد میں مضائقہ نہیں ورنہ ضروری نہیں ہر فن شعر میں مہارت تامہ رکھنے والا مسلم الثبوت مؤرخ بھی ہو۔ البتہ بعض اصحاب ایسے بھی ہیں جن کو دونوں فنون میں یکساں قدرت حاصل ہے مگر الشاذ کالمعدوم۔

جناب نواب مرزا خان صاحب داغ مرحوم نے حیدرآباد میں مجھ سے فرمایا تھا کہ تقدیر نے وطن اور رامپور کی صحبتیں چھڑا کر مجھے یہاں دکنیوں میں لا ڈالا ہے جو یہ بھی نہیں سمجھتے کہ میں کس کام کا آدمی ہوں اور کیا میرا مذاق طبع ہے۔ ایک صاحب تاریخ بنائے مکان کے متقاضی ہیں تو دوسرے تاریخ ولادت کے خواہشمند اور میں ان کی اس مردم شناسی پر اپنا سر دھنتا ہوں۔

یہ ایک تمہید ہے انضباط و استناد کے بارے میں اس کے بعد امر مبحوث عنہ کے متعلق گزارش ہے کہ الفاظ کے استقرا اور ان میں تدبر سے بخوبی واضح ہوگا کہ اردو میں ایسے افعال ماضی کی تانیث جن کا حرف دوم حرف علت ہو اس بنا پر کہ زبان قواعد کے ماتحت نہیں قواعد بعد میں بلحاظ اکثریتِ استعمال مرتب ہوتے ہیں بالکل خلاف قیاس ہے۔ وہ افعال ماضی جن کا حرف دوم صرف علت ہو یا تو واؤ ہوگا یا یائے۔ اگر پہلی صورت ہے تو یہ واؤ کتابت میں تو آئے گا مگر تلفظ میں اشمام کے ساتھ ضمہ خفیفہ کی آواز پیدا کر کے حرکت دوم کے لئے اپنا قائم مقام ایک ہمزہ مفتوحہ کو بنا دے گا۔ جیسا کہ۔ ہوا۔ موا۔ توا۔ چھوا۔ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ان کا حرف دوم یعنی واؤ۔ لکھا۔ پڑھا۔ سنا۔ کہا۔ وغیرہ کی طرح تحریک میں کوئی دخل نہیں رکھتا اور اس کی جگہ حرف آخر کو ساکن بنانے کے لیے ایک ہمزہ نے لے لی ہے اس حالت میں جب ان افعال کی تانیث کی جائے گی تو یائے علامت تانیث سے پہلے ایک یا کا جو قائم مقام ہمزۂ متحرک ہے اضافہ لازمی ہے اس لئے کہ جو واؤ داخل کتابت ہے وہ تلفظ میں قبل ازیں ہمزہ سے بدل چکا ہے اور کتابت میں اب بھی موجود ہے۔ اس صورت میں یہ خوبی ہے کہ کتابت موافق تلفظ ہوگی اور تلفظ مطابق کتابت اگر یہی الفاظ باشباع حرکت واؤ۔ ہُوا۔ مُوا۔ تُوا۔ چھُوا۔ ہوتا تو دوسرے افعال کی طرح ان کی تانیث بتحریک حرف دوم۔ ہوی۔ موی۔ توی۔ چھوی۔ ایک یا کے ساتھ ٹھیک تھی۔ لیکن حقیقتِ حال چونکہ اس کے خلاف ہے اس لئے محققین ان افعال مونث کو ایک شوشہ لگا کر ہوئی توئی وغیرہ لکھتے ہیں یا ہوئی۔ توئی کی شکل میں۔ صرف ایک یا لکھنا املے

کی غلطی ہے۔

باقی رہی دوسری صورت جب حرف دوم یا ہو تو ایسے افعال کی تانیث میں ہمیشہ حرف ثالث حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے کیا۔ لیا۔ دیا کی تانیث۔ کی۔ لی۔ دی۔ ہے۔

کان تاریخ کے مصنف ایک ہندو بزرگ قوم کے کایستھ دہلی کے رہنے والے ملازم ریاست گوالیار تھے جو کبھی کبھی اپنے بیٹے منشی عبدالرحمٰن نومسلم سے ملنے کے لیے بھوپال جایا کرتے تھے۔ وہ مجھ سے ۱۳۱۶ھ ہجری میں وہیں ملے تھے اس وقت ان کی عمر تقریباً ستر سال کی تھی نام یاد نہیں رہا اور کان تاریخ بھی اب میرے پاس نہیں جس سے نام نقل کیا جائے۔ والسلام

طالب عنایت
شاکر حسین نکہت سہسوانی

(۱۱)

پٹنہ بہار

ذرہ نواز کرم گسترا! تسلیم۔ نامہ گرامی مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۳ء بتاریخ ۳۱ مارچ موصول ہو کر موجب عزت افزائی ہوا۔ جناب نے قطعاتِ تاریخ حضرت علامہ شاد علیہ الرحمۃ کے طلب فرمائے ہیں۔ اس کے خصوص میں مجھے حد درجہ حسرت و افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑا کہ مرحوم کے دفترِ کلام کو ان کے ناقدرشناس اخلاف نے بہت بری طرح ضایع و برباد کر ڈالا۔ اور اصل مسودات مرحوم کے دستِ خاص کے لکھے ہوئے از راہ طمع زر اہلِ مطبع کے ہاتھ حق طباعت دے کر فروخت کر کے مرحوم کی ۷۰ برس کی ریاضت کو ضائع و تلف کر دیا۔ ایسے باکمال قادرالکلام اہلِ فن کے حرمت کی مطلق نگاہ داشت نہ کی۔ اور ان اہلِ مطبع نے کلام کو چھاپنے کے عوض تباہ و برباد کیا۔ اور حسادِ زمانہ نے ان کی حمایت کی۔ ان کے کل کلام اس روش ناقدری سے معرض فنا میں پڑ گئے۔ قطعات تو بالکل معدوم ہو گئے۔ اس لئے تعمیل ارشاد و فا بنیاد سے قطعاً قاصر ہوں۔ اپنے قطعات کے متعلق یہ التماس ہے کہ ۷۲ سال کی عمر ہے ضعف پیری حائل ہے۔ امراض جاں گسل کا شکار ہوں۔ ان کی تلاش اور فراہمی میرے لئے اس وقت کوہ کندیدن سے کم نہیں۔ معذور محض ہوں اور بڑے افسوس کے ساتھ معذرت خواہ ہوں۔ ورنہ ضرور تعمیل حکم کرتا۔ خداوند عالم آپ کی کتاب کو اتمام تک پہونچائے امید کہ بعد از طباعت و اشاعت کتابت قیمتاً یا ہدیتاً جس طرح مناسب سمجھیں مجھے بھی ایک نسخہ اس کا ضرور مرحمت فرمائیں۔ (۲) ناسخ مرحوم کا دیوان نکال کر میں نے حضرت رشک مرحوم کی تاریخ دیکھی۔ انہوں نے لکھنؤ کے ہمزہ کا ایک عدد باضابطہ لیا ہے اور گوئی کے ہمزہ کو بصورت یائے تحتانی قائم کر کے ۱۰ عدد لئے ہیں۔ دونوں عمل ان کے صحیح اور مسلّمِ اساتذہ ماضیہ ہے اور ۱۲۵۴ھ جو سن مطلوب ان کا ہی نکلتا ہے۔ ہمزہ کا ایک عدد لینا بالکل جائز اور صحیح ہے اور گوئی کے ہمزہ کو یائے تحتانی تسلیم کر کے اس کے جو دس عدد لئے ہیں وہ بھی صحیح ہیں ہمزہ جس حرف پر ہوگا۔ اس ہمزہ کا عدد لینا جائز استادوں نے کیا ہے اگر ہمزہ لکھا نہ ہے تو اس کا کوئی عدد نہ قرار دیا جائے گا۔ یہی قاعدہ ہے۔ رشک مرحوم کا مصرعہ قاعدتاً درست اور صحیح ہے۔ آپ کا مسلک غالباً شیعہ اثنا عشری ہے۔ میں بھی اسی گھر کے غلاموں میں ہوں۔ آئیے تصور میں آپ سے مصافحہ کر لوں۔ اللّٰھم صلِّ علیٰ محمّد و آل محمّد و لعنۃ اللہ علیٰ اعدائھم اجمعین

من یومنا ھذا الی یوم الدین ۔

میرا مزاج نادرست تھا اس سبب سے جواب میں توقف ہوا معذرت قبول فرمائیں۔ آپ کا وطن اور مکان کہاں ہے۔ تحریر فرمائیں اور کس ملازمت میں آپ ہیں۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو ایک راجس چاکو ایک پھلا یا دو پھلا جو ممکن اور بازار میں دستیاب ہو جائے خرید کر کے مجھے بھیج دیں۔ قلم بنانے کے لئے۔ یہاں بہ سبب وار کے یہ چیزیں نایاب ہو رہی ہیں۔ چاکو کے بغیر مرادیوان صاف نہیں کیا جا سکتا۔ توجہ فرمائیں اور قیمت سے اطلاع دیں کہ روانہ خدمت کروں۔ زحمت کو معاف فرمائیں گے۔ والسلام مع الاکرام،

۱۴ر اپریل ۴۳ء فقیر دعا گو سید عنایت حسین امداد (نقوی)

(۱۲)

فردوس منزل

۶ر جون ۴۴ء عزیز گرامی منزلت دام بقائکم و اقبالکم بالامن والعافیۃ

سلام مسنون و دعا ہائے ترقی عمر و اقبال۔ ملفوف محبت آمود مورخہ ۲۹ر جولائی ۱۹۴۴ء۔ بتاریخ ۴ر اگست موصول ہو کر باعث تفریح قلب حزیں ہوا۔ آپ کی خیریت سن کر دل شاد ہوا شخص معلوم نے کیا بتاؤں کہ کیا کیا ذلت و استخفاف کا سامان مرحوم استاد (شاد) کے مرنے کے بعد کیا۔ اور دشمن دوست نما بن کر دنیائے کمال میں ان کے مٹا دینے اور فنا کر دینے کا سامان کیا۔ من جملہ ان مظالم کے اک یہ ستم بھی ہے جو ندیم میں آپ کی نظر سے گزرا۔ ایسا محسن کش بلکہ استاد کش شاذ زمانے میں دکھائی دے گا۔ آپ نے اصول طبع شناسی سے کام لیتے ہوئے اس کی بدنفسی اور کمینہ طوری پر غائر نگاہ کی ہے اور آپ کے نازک احساسات نے اس کو خوب پہچانا۔ اس کی چال اور مکر کسی . . . . سے کم نہیں یہ شخص سخت تعصب مزاج آدمی ہے۔ اور مرحوم کو نیچا دکھانے کا ہر رخ سے دنیائے ادب و شاعری میں محکم ارادہ کئے ہوئے ہے۔ میر انیس کے گہرے عشاقوں میں خود حضرت شاد تھے اور ان کے مقلد اور ان کی روش دلفریب کے جان دادہ تھے۔ آپ نے میر انیس کے متعلق جو مختصر سا اظہارِ خیال اپنا کیا ہے میں بھی اس کا بدل و جان موید اور ہم زبان و ہم نفس ہوں۔ اقبال ہوں۔ یا شبلی نعمانی ہوں سب معترف ان کے کمال تخیل کے ہیں۔ اور اردو زبان کی شاعری کے ایجاد کا سہرا انیس کے سر چڑھاتے ہیں۔ فی الحقیقت اگر انیس نہ ہوتے تو اردو زبان یوں سج سجا کر آج معراجِ کمال کی حدود پر نظر نہ آتی۔ اور تمام متاخرین کو انہیں کی تقلید کرنی پڑی۔ داغ دہلوی زبان کی بدولت یوں قبول جہانِ سخن ہوا۔ صفائی۔ ترکیب بندش۔ محاورات کی چاشنی وغیرہ وغیرہ۔ سب میر انیس کے یاں سے اس نے اخذ کی ہے۔

میر انیس اس طرح عروس سخن کو سنوار کر گئے کہ اودھ اور مضافاتِ اودھ کو ان کو خدائے سخن ماننا پڑا۔ خود ایک جگہ فرماتے ہیں۔ (عروس سخن کو کسی نے انیس تمہاری طرح سے سنوارا نہیں) آپ کا یہ فقرہ خدا علیم ہے کہ پڑھ کر میرا دل اتنا خوش ہوا کہ وجد آنے لگا۔ اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ انیس کے اصول پر آپ نے بہت تعمق کی نگاہ ڈالی ہے۔ اور ان کے کارناموں کو بڑی عالی دماغی اور والا نظری سے دیکھا ہے۔ اور ان کے فطری مطالعوں کو باریک اور نزاکت خیز بصارت سے معائنہ کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ ہستی خدائے سخن اردو زبان کی تھی۔ "لیکن جس معیار کو انیس پیش کر گئے۔ اس میں تبدیلی کی بہت کم گنجائش ان کی طبع رسا نے اپنے آنے والوں

کے لیے چھوڑی ہیں۔ برحق آپ کا یہ فیصلہ حقیقت حال اور واقعہ یوں ہی ہے۔ آپ ایسے نالائق سے ہرگز تخاطب کا قصد کبھی نہ فرمائیے۔ ذاتیات کی بحث چھڑ جائے گی۔ اور خلاف شان اور رکیک اسلوب گفتگو وہ اختیار کرے گا۔ شخص معلوم کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہے۔ ۴۸ یا ۵۰ = اور خیریت سے ہے۔ بھائی آپ کے تسلیمات عرض کرتے ہیں۔ بچوں کو دعائیں اور پیار۔

دعاؤں سے میں کبھی آپ کے لیے غافل نہیں رہتا۔ آپ کے وطن میں زعفران بھر ملتی ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو دریافت کر کے لکھیں گے۔ والسلام

دعاگو

۶، اگست ۱۹۴۴ء

عاصی عنایت حسین امداد (نقوی)

(۱۳)

دفتر ندیم گیا (بہار)

۱۹، مئی ۱۹۴۴ء

کرمفرما۔ تسلیم۔ کل ملفوف معہ مضمون ملا تھا۔ آج منی آرڈر وصول ہوا۔ دونوں کے لیے شکریہ قبول فرمائیے۔ مضمون فوراً حوالہ کاتب کر دیا گیا اور جون کی اشاعت میں شامل ہو گیا۔ جو یکم جون کو ضرور بالضرور شائع ہو جائے گی۔ اس لیے شادؔ نمبر یعنی جنوری، فروری، مارچ کی یکجائی اشاعت نیز اپریل و مئی کی علیحدہ علیحدہ اشاعتوں کی ترسیل روک رکھی ہے کہ جون کی اشاعت بھی ساتھ ہی محفوظاً ابلاغ خدمت ہو سکے۔ امید کہ اس تھوڑی سی تاخیر کو گوارا فرما کر رہین منت فرمائیں گے۔

میں افسوس کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ جون کی اشاعت کے ساتھ میرا تعلق ندیمؔ سے نہیں رہے گا۔ بلکہ میرے شہر سے ندیمؔ کا تعلق نہیں رہے گا۔ اب یہ ماہنامہ جولائی سے پٹنہ (عظیم آباد) سے شائع ہوا کرے گا۔ کیا بتاؤں ؎

مجھ سے، قسمت میں مری صورت قفلِ ابجد
تھا لکھا، بات کے بنتے ہی جس کا ہو جانا

ماشاء اللہ آپ کا مذاق کتنا ستھرا، اور ذوق علم و عمل کتنا پختہ ہے کہ آپکے موجودہ ماحول کو نظر میں رکھ کر تحریر والا جو دیکھی تو بے ساختہ دل بول اٹھا ؏

دریں عجب ہیں کہ چہ نورسے ز کجا می بینم!

خانوادۂ مینائی و فصیح الملکی کے اکثر مشاہیر سے راقم الحروف کے برادرانہ خلوص و مراسم رہے۔ مثلاً خیام الہند ریاضؔ مرحوم، مضطرؔ خیر آبادی مرحوم، جگرؔ بسوانی، سیمابؔ اکبر آبادی، ابھی ۷، اپریل کو ہمارے شہر سے منسوب شفقؔ عماد پوری داغ دے گئے انا للہ و انا الیہ راجعون! ان سب باتوں کے بعد آپ سے ایسے وقت تعارف ہوا جب ؎

کنونم کہ وقت گزشتن رسید
نمانے[1] بحق بازگشتن رسید

پھر تبلائیے تو کیسے افسوس نہ ہو۔ آپ کے استاد حضرت جلیل القدر مغتنمات سے ہیں۔ خدا ان کو تا دیر قائم رکھے۔ کتابوں کے متعلق عرض ہے کہ اب اس کو اختتام جنگ پر اٹھا رکھیئے۔

ننگِ نام

سید حسن امام غفر لہٗ

---

[1] کذا۔ بجائے زمانِ

(۱۴)

باسمہ سبحانہٗ

گیا۔ حسینی منزل
۱۹ جون ۱۹۴۴ء

قدر افزائے من اللہ معکم اینما کنتم!

سلام مسنون۔ ۹ جون کا کرمنامہ ۱۴ کو اعزاز بخش ہوا۔ تاخیر جواب کی وجہ یہ ہے کہ میرا ایک قدم گیا میں دوسرا پٹنہ میں رہا کیا۔ اس وقت بھی پا برکاب ہوں اور کلکتہ کا عزم۔ ندیم کے سلسلہ میں میری ناقص کارگزاری کو سراہنا آپ کے حسن خلق پر دال ہے ورنہ "من آنم کہ من دانم"! "نیا ادب والے اور ہم" کے ساتھ ساتھ آپ "ہماری زبان" اور خطرے میں!" کو بھی دیکھ لیجئے۔ "موجودہ ادب میں انقلاب کی ضرورت" پر آپ کا مضمون کاش مجھے دستیاب ہو سکتا تو بڑے شوق سے اس کا مطالعہ استفادتاً کرتا۔ "ساربان" کا مکمل فائل اگر قیمتاً مل سکے تو ؎

"جاں گرو، جامہ گرو، رطل گرانے بمن آر"

'ہمزہ کے عدد' پر جو مضمون آپ نے سپرد قلم فرمایا ہے۔ اس کو دیکھنے کا میں یقینی مشتاق ہوں مگر جس غرض سے آپ مجھ سے رجوع فرمانا چاہتے ہیں اس کے پورے کرنے کی مجھے صلاحیت کہاں؟ البتہ آپ جناب حمید عظیم آبادی ارشد تلمیذ شاد مرحوم سے رجوع فرمائیں اور میرا حوالہ دے کر ان کو لکھیئے۔ ان کا پتہ حسب ذیل ہے:-

حضرت حمید عظیم آبادی ——— حمید منزل۔ لودی کٹرہ۔ پٹنہ سٹی

وہ ماشاء اللہ فن داں بھی ہیں اور جو کچھ پڑھا ہے وہ دوسروں کو پڑھا کر علم کو تازہ رکھتے ہیں۔ میں خود ہمزہ کے عدد نہیں لیا کرتا۔ بلکہ یوں کیوں نہ کہوں کہ ایسے الفاظ سے حتی الوسع پرہیز کرتا ہوں جن میں اس کا جھگڑا ہوتا ہے۔

جناب فرحت کی تاریخ کا قطعہ بند بعد مراجعت از کلکتہ، وہ بھی شرط پر پیش کر دوں گا۔ اب نسیان لاحق ہے۔

کامل عظیم آبادی سے مجھے ذاتی واقفیت نہیں۔ خواجہ عشرت کا یادگار نمبر ندیم نکلا تھا اس میں انہوں نے جو کچھ چھپنے کے لیے بھجوایا تھا اس پر میری رائے ان کی نسبت ایسی نہیں قائم ہو سکی جو ان کے لیے سرمایۂ نازش ہو۔ رہی جانشینی، تو وہ اختراعات جدید ہی سے ہے۔ اور صلاحیت صرف علمی اس کا ذریعہ نہیں ؏

صد باد صبا اینجا بے سلسلہ می رقصند!

کاش آپ نے عشرت لکھنوی پر میری نظم دیکھی ہوتی! افسوس اس کی کوئی کاپی نہیں رہی۔ ورنہ ضرور پیش کرتا۔ جولائی ۱۹۴۲ء میں اس کی اشاعت ہوئی تھی!

خدا آپ کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

ننگ نام
سید حسن امام عفی عنہ

(۱۵)

باسمہٖ سبحانہ

گیا۔ حسینی منزل
(جمعہ)

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ
۸، دسمبر ۱۹۴۴ء

کرم گستران اللہ معکم اینما کنتم! سلام مسنون!

عرصہ سے "آشتیِ چشم و گوش" ہے۔ جی نہیں مانتا۔ اکتوبر یا ستمبر کے شاعر میں آپ کا مضمون مطالعہ کے لیے مفیدِ طلب ہوا۔ یاد کچھ آتی ہے کہ پہلے بھی شاید عرض کر چکا ہوں کہ ان مباحث کا اب وقت نہیں رہا ؎

ٹھمری، پیٹرا، رغزل پر اہلِ محفل کان دیتے ہیں
نادر اس فریاد سے حاصل ؟ جس کو سنتا کوئی نہیں

اب کام کی بات کرنی ہو تو دو چار سر پھرے مگر دانست کار، لومت لائم سے بے پروا ہو کر اردو کا نیا عروض بنا کر پھلجھڑی چھوڑ دیں پھر دیکھیئے کیسے کیسے چھچھوندر، کن کن گوشوں سے نکل پڑتے ہیں اور ہر پر خود غلط اجارہ دار ادب ادارہ سے آسمان تارے فضا کو جگمگا دیتے ہیں یا نہیں؟ اس کام کے لیے وہ اساتذہ بیکار ہیں جو عروض سیفی، کی "الفی سیفی" پڑھتے رہتے ہیں۔ بلکہ قدامت پسندی کو مالیخولیا جاننے والے کُل کے کُل ذوی العقول، اسی شمار میں آتے ہیں۔ کیا آپ ہمت کر سکتے ہیں کہ اس "جنونِ شوق" میں کام آئے؟ فی الحال تو ہم اور آپ "گنتی کے دو ہی آدمی ہوں گے مگر وہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ؎

دو دل یک شود، بشکند کوہ را — پراگندگی آرد انبوہ را

ندیم غریب کے متعلق آپ کا خیال صحیح نکلا۔ نوجوان ندوی پر خیانت مجرمانہ کا مقدمہ چلنے والا ہے۔ کاش کوئی ندیم کو سنبھال لے مجھے از حد تلخ تجربہ ہوا۔ مگر اپنا بس نہیں ہے۔

آپ نے "سنہری کارنامہ" کی ترکیب متن مکتوب میں استعمال فرمائی ہے۔ عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ "سنہری" غیر متغیر ہے۔ اکثر عندالملاقات کوئی نہ بتا سکا کہ اس کا یہ رنگ پختہ کیسے ہو گیا۔ مانا کہ مردوں کو سونا چاندی کا استعمال ممنوع ہے مگر طلائی سرخیوں سے اخبار مردوں کو ہی مخاطب کرتے ہیں! "سنہرا کارنامہ" کیوں غلط ٹھہرا؟ آپ اس پر روشنی ڈالیں تو میری آنکھیں کھلیں!

بہار اور پنجاب کی بحث پر مسٹر بشیر احمد صاحب مالک ہمایوں لاہور سے جھگڑا ہوتے ہوتے بچا تھا۔ الحمد للہ آپ سے اس کا خطرہ نہیں۔ اب تو نہیں مگر لکھنؤ اور دلی کی جب مرکزی حیثیت تھی، اس وقت بھی اختراع کا انہیں ٹکسالوں کو حق دے کر بھی عظیم آباد بہار میں لاہور پنجاب میں اس کا حق محفوظ رکھتے تھے کہ ان مخترعات کو قبول عام کی مہر لگائیں یا نہیں۔ بسا اوقات اس حق کا صرف

تھوڑی ترمیم کے ساتھ کر لیا جاتا تھا۔ یہ تو حال کی بات ہے کہ لکھنؤ اور دہلی کی اندھی تقلید پر لوگ اتر آئے۔ وہ بھی کب! جبکہ لکھنؤ اور دہلی کی ٹکسالی حیثیتیں ختم ہو رہی ہیں اور بہار نیز پنجاب والوں نے حکم بننے کی صلاحیت کھو کر رکھ دی۔ بہار تو برادران وطن کی چیرہ دستیوں سے کل یوم تر ہوتا گیا اور ہوتا چلا جاتا ہے (افسوس)، مگر زندہ دلان پنجاب بہت وقت پر چونکے اور خوب بیدار ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ! یہ تو میرے دل سے لگی ہے کہ بہار اور پنجاب مل کر کام کریں تو وہ سب آج بھی ہو سکتا ہے جس کی آرزو ہر پرستار زبان و ادب کے دل سے لگی ہے ؎

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم ۔۔۔ فلک را سقف بشگافیم و طرحِ نو در اندازیم

ننگ نام

سید حسن امام

(۱۶)

تاریخہائے وفات مولانا سید علی نقی صفی لکھنوی

اہلِ سخن کیوں نہ ہوں فرطِ الم سے ملول ۔۔۔ شاعرِ معجز بیاں ہم سے جدا ہو گیا
مصرعہ تاریخِ فوت ہم نے یہ اطہر لکھا ۔۔۔ بزمِ سخن بے صفی ماہِ فلک بے ضیاءٗ

۱۹ ——— ۵۰ء

دیگر

وفاتِ صفی سے جو صدمہ ہوا ہے ۔۔۔ نہ ہوگا وہ اہلِ سخن کو کبھی بھی
لکھا مصرعِ سال ہم نے یہ اطہر ۔۔۔ ہوئے زیبِ باغِ بہشت اب صفی بھی

۱۹ ——— ۵۰ء

دیگر

ہوا ہے مرگِ مولانا صفی سے ۔۔۔ زمانہ مبتلائے رنج و محنت
لکھی فرمائش کسریٰ پہ اطہر ۔۔۔ صفی کی میں نے یہ تاریخ رحلت
ہوئے مرنے سے ان کی بے سر و پا ۔۔۔ بلاغت شعر و نطق و فضل و حکمت

۱۹ ——— ۵۰ء

دیگر

چو شد ز دار فنا سوئے جناں ۔۔۔ صفیٔ نیک دل و نیک سرشت
بگفت سال وفاتش رضواں ۔۔۔ صفیٔ ما زیب باغِ بہشت

۱۹ ——— ۵۰ء

دیگر

دیگر

صفیؔ کی موت سے اہلِ سخن کو وہ ہوا صدمہ　　کہ آنکھوں کی طرح دل اشک ریزاں ہیں بصد رقت
ہوئے ماتم نشیں فرطِ بکا سے بے قرار ایسے　　کہ اب دیکھی نہیں جاتی کسی سے ان کی یہ حالت
سنا ہاتف کے منہ سے مصرعِ تاریخ یہ اطہرؔ　　لسان القوم مولانا صفیؔ ہیں واردِ جنت

۵ + ۱۳۶۴ = ۱۳۶۹ھ

سید مشتاق حسین اطہرؔ ہاپوڑی مقیم راولپنڈی
بعزا تشکیلِ منہاس
۱۰ر نومبر ۱۹۵۰ء

(۱۷)

هو اللّٰه

مشفقی و مخلصی خدا آپ کو خوش رکھے۔ والانامہ موجبِ مسرت ابتہاج ہوا۔ میں اب روز بروز گھلتا جا رہا ہوں اعضائے رئیسہ سب جواب دے چکے ہیں۔ دل و دماغ۔ نظر ہاتھ پاؤں سب بیکار ہوگئے ہیں۔ اور یہ مقدمہ ہے اور اس کا نتیجہ بدیہی ہے کسی غور و خوض کا محتاج نہیں ہے میں بھی طیار ہوں۔ ادھر سے اشارہ کی دیر ہے۔

آپ کے استفسارات کے جواب کے لئے کسی غور و فکر کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن ناسازیٔ حالات و خرابیٔ صحت سے تعویق و توقف ہوا۔ وادی کو جلالؔ و جلیلؔ نے مذکر لکھا ہے اور امیرؔ مینائی نے مذکر فرمایا ہے ؎

وادیٔ مقصود جب دو چار منزل رہ گیا

جلالؔ نے وادی کو الفاظ مستثنےٰ کے سلسلہ میں بغیر سند لکھا ہے عام قاعدہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے آخر میں یائے معروف ہو مؤنث بولے جائیں گے اس کلیہ سے وہی الفاظ مستثنےٰ ہوں گے جو عام طور پر زبان میں مذکر بولے جاتے ہیں۔ لفظ وادی عام طور پر زبان میں داخل نہیں ہے کوئی نہیں کہتا کہ وادی جا رہا ہوں یا وادی سے آرہا ہوں۔ وادی تو درکنار صحرا و دشت بھی روزمرہ سے خارج نہیں۔ روزمرہ سے میری غرض وہ زبان ہے جس کو اہلِ زبان ہر وقت بے تکلف استعمال کرتے ہیں نہ وہ زبان جس کو شعراء اور فصحا استعمال کرتے ہیں۔ ابن رشیقؔ نے لکھا ہے کہ شعر کی زبان روزمرہ کی زبان سے علیحدہ اور ممتاز ہوتی ہے۔

فراق۔ وصال۔ تیغ و تفنگ۔ تیر و خدنگ۔ ماہ و خورشید۔ بوستان گلستان کرشمہ۔ غمزہ خلوت جلوت اور ایسے ہزاروں الفاظ ہیں جو صرف زبانِ شعر میں مستعمل ہیں۔ جب لفظ وادی روزمرہ میں شامل نہیں ہے تو صرف شعرا کی زبان کا لفظ قرار پائے گا۔ اور اس کے استعمال کے لئے اصول تذکیر و تانیث کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔

(۱) ایک ضابطہ یہ ہے کہ بحث جس لفظ کی ہو۔ اس کے مرادفات کو دیکھنا چاہیے۔ وادی کے مرادفات صحرا۔ دشت۔ بیابان۔ بادیہ جنگل وغیرہ سب مذکر ہیں۔ دوسرا ضابطہ ہے کہ اس کے ہموزن الفاظ کی اکثریت دیکھنی چاہیے۔ وادی کے اکثر الفاظ ہم وزن مؤنث

ہیں۔ تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے آخر میں یائے معروف ہو وہ مؤنث ہوں گے باستثنائے چند پانی موتی وغیرہ جو روزمرہ میں شامل ہیں۔ سوائے ضابطہ اول کے وادی کو ضابطہ دوم و سوم کی رو سے مؤنث ہونا چاہیے۔ وادی چونکہ روزمرہ میں شامل نہیں ہے اس کو مستثنیات میں شامل کرنا غلط ہے جیسا جلال مرحوم نے لکھا ہے ان وجوہ میں وادی کو مونث سمجھتا ہوں۔ مجھے داغ یا اور کسی استاد کا کوئی شعر اسوقت یاد نہیں ہے۔ اور نہ یہاں میرے پاس کتابیں ہیں کہ سند تلاش کروں۔ بہرحال میں وادی کو مؤنث سمجھتا ہوں۔ جس نے جہاں کہیں لکھا ہے مؤنث ہی لکھا ہے۔

ذرا کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ زے سے نہیں ذال سے لکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ لفظ ذرّہ برائے مشدد سے بنا ہے شعرائے قدیم میر و سودا نے اس کو تشدید سے انہیں مواقع پر استعمال کیا ہے جن مواقع پر ہم اب بلا تشدید استعمال کرتے ہیں۔ جب منشی امیر احمد مینائی مرحوم کا دوسرا دیوان صنم خانہ عشق شائع ہوا تو ریاض خیرآبادی نے اس کی کتابت پر امیر مرحوم سے خط و کتابت کی تھی اور امیر نے اس کو تسلیم کر لیا تھا کہ اسکا املا ذال ہی سے ہونا چاہیے۔ مکتوبات امیر مینائی میں ریاض کے نام امیر کے خطوط پڑھ لیجئے۔

املا ے الفاظ کے متعلق میں اس اصول کا پابند ہوں کہ صحیح اور اصلی لفظ میں جو حروف ہوں ان کو اس کی بگڑی ہوئی صورت میں بھی قائم رکھنا چاہیے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس لفظ کی اصلی صورت یہ ہوگی۔ اس بنا پر میں مصالح کی جگہ مسالا نہیں لکھتا۔ جیسا لکھنؤ کے بعض اساتذہ مینہ وغیرہ نے مسالا نظم کیا ہے میں تو یہاں تک اس کا خیال رکھتا ہوں کہ اگر صلاح الدین کسی کا نام ہو تو اس کا مخفف صلّو بھی صاد سے لکھوں گا اور اگر سلام الدین نام ہوگا تو سلّو سین سے لکھوں گا۔

آپ نے یہ کیونکر سمجھا کہ فارسی میں ذال نہیں ہے۔ عربی کے آٹھ حروف مخصوص ہیں ذال نہیں ہے کسی کا مشہور قطعہ ہے

ہشت حرف است آنکہ اندر فارسی نامد ہمے

ثا و حا و صاد و ضاد و طا و ظا و عین قاف

ذال ان میں شامل نہیں ہے۔ ذال عربی و فارسی کے مشترک حروف میں ہے۔ ایرانی گذشتن اور پذیرفتن کو ذال سے لکھتے ہیں۔ اب ایرانی مطبوعات دیکھئے۔

برخوردار مسعود حسن کے اسکول میں داخل ہونے پر مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسکو علم و عمل و عمر دراز اقبال سے بہرہ ور فرمائے۔ میری جانب سے اس کی محترمہ والدہ کو مبارکباد کہہ دیجئے۔ اُمید ہے کہ مونس سلمہا اب تندرست اور خوش و خرم ہوگی۔ والسلام

سید معشوق حسین اظہر ہاپوڑی

ہاؤسنگ سوسائٹی ۲ب کراچی پاکستان

(۱۸)

راولپنڈی۔ ۱۶ جنوری سنہ ۵۳ء

محبی و مخلصی کسریٰ

دعاہائے فراواں۔ آج اسی وقت آپ کا خط مسرت افزا ہوا۔ میں سمجھے ہوئے تھا کہ آپ رخصت پر چلے گئے ہوں گے۔ متواتر

دو اتواروں کو آپ کا نہ آنا بلا وجہ نہیں ہے۔ میں نے دونوں اتواروں کو آپ کا انتظار کیا۔ آپ کا دل کتابوں میں خوب لگا ہوگا اور گاؤں کی تنہائی اور ادبی فضا سے علیحدگی محسوس نہ ہوتی ہوگی۔ کوئی کتاب فنی میرے مطالعہ کے قابل آپ کی رائے میں ہو تو ضرور لیتے آئیے؛ اور آجکل کا سالنامہ ۱۹۴۸ء بھی ضرور لیتے آئیے۔ اسی کی مجھے ضرورت تھی۔ اس کے آنے پر میرا وہ مضمون جو ناتمام ہے مکمل ہو جائے گا۔ ضرور لیتے آئیے۔

ایک مشاعرہ ۱۲ جنوری کو بزم اصلاح ادب کی جانب سے تھا اس کا دعوت نامہ شہرت اور آسیر نے گئے تھے مگر میں شریک نہیں ہوا ایک دعوت نامہ حلقہ ارباب ذوق کی جانب سے آیا ہے ۱۸ جنوری کو محمود نظامی کی صدارت میں گارڈن کالج ہال میں مشاعرہ ہے میں شاید ہی جاؤں۔ تیسرا دعوت نامہ پروفیسر فخر الاسلام کی برسی کے موقع پر ریلوے انسٹی ٹیوٹ ہال میں بصدارت ڈاکٹر سید محمود حسین وزیر امور کشمیر ۲ جنوری کا ہے ڈاکٹر قمر الاسلام کی جانب سے دعوت نامہ شائع ہوا ہے۔ اس مشاعرہ میں ضرور ہی شرکت کرنی پڑے گی ڈاکٹر قمر الاسلام کی طرف سے دعوت نامہ اور پروفیسر یوسف جمال کا اہتمام۔ نہ ان سے انکار کر سکتا ہوں نہ ان سے۔ بہرحال جاؤں گا اور ریڈیو پر ۹ شعر پڑھ دوں گا۔ اگر وہاں ریڈیو ہو تو سماعت فرمائیں۔ آپ کا دعوت نامہ ابھی ابھی پروفیسر یوسف جمال صاحب دے کر گئے ہیں۔ آپ کی عدم شرکت کا افسوس کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ کسری صاحب کا خط ابھی آیا ہے اور میں ابھی جواب لکھتا ہوں۔ آپ کا دعوت نامہ بھی خط میں رکھ دوں گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ آپ سے ۳ فروری کے بعد ملاقات ہوگی۔ اللہ آپ کو خوش رکھے اور بخیریت واپس لائے۔ آپ کی جدائی بہت اکھرتی ہے اپنے بچہ کو دعا کہہ دیجئے۔

خاکسار

سید معشوق حسین اطہر ہاپوڑی

(۱۹)

۵/۲۴ جیکب لائن کراچی
۱۰ اگست ۵۳ء

مخدومی مجی۔ السلام علیکم۔ کارڈ موصول ہوا۔ میں آپ کا کارڈ اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور جو کتاب جہاں سے ملے گی لے لوں گا، مگر میرا خیال ہے کہ یہ کتابیں لکھنؤ کے سوا اور کہیں نہیں مل سکیں۔ میرے ویزا میں دہلی نہیں ہے۔ ہاپوڑ اور جے پور ٹونک ہے۔ ویزا ۱ اگست سے ۵ نومبر تک کا مل گیا ہے ابھی روپیہ بنک سے تبدیل نہیں ہوا۔ اب تو غالباً بعد عید جانا ہوگا۔ نیرنگ خیال اگست نمبر پہونچ گیا۔ اس سے پہلے جون جولائی کا کوئی نمبر مجھے نہیں ملا۔ میرے ایک شاگرد نے مجھے لکھا ہے کہ جون کے نمبر میں آپ کی غزل پریشانی حیرانی کے قوافی میں چھپی ہے۔ مجھے اس غزل کے دیکھنے کا اشتیاق ہے۔ آپ اپنا پرچہ مجھے بھیج دیجئے اور دفتر سے میرا پرچہ لے لیجئے۔ اور حکیم صاحب سے فرما دیجئے۔ یہ انتظام قابل اطمینان نہیں ہے۔ میری غزلیں اور خطوط بہت سے دفتر میں پڑے ہیں، شائع نہیں کیے جاتے۔

حکیم صاحب نے دسمبر ۵۲ء میں مجھ سے کہہ کر ایک تاریخی نظم لکھوائی تھی۔ سالنامہ شائع ہو گیا لیکن وہ نظم شائع نہیں ہوئی شاید آئندہ سالنامہ میں شائع ہو۔ میں نے اس نظم میں کچھ شعر بڑھاتے بھی ہیں اور ترمیم بھی کی ہے وہ بھیج رہا ہوں۔ حکیم صاحب کو دے دیجئے کہ اب اس کو

شائع فرمائیں پہلا مسودہ چاک کر دیں اور نومبر سے میرا پرچہ آپ لیتے رہیں جب میں واپس آؤں گا۔ آپ سے لے لوں گا۔ زیادہ نیاز بچہ کو دعا۔
سید معشوق حسین اطہر

(۲۰)

کشمیری محلہ، لکھنؤ
۱۴ مئی ۱۹۵۶ء

مکرمی۔ تسلیم

عنایت نامہ کا شکریہ۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ بخیر و عافیت وطن واپس آئے۔ رسالہ عالمگیر کے سٹاف نے مجھے اس درجہ عاجز کیا کہ میں نے خریداری بند کر دی، رسالے کے لیے مضمون کیا لکھوں۔ پتے کی تبدیلی کو لکھتا ہوں تو نمبر خریداری دریافت کرتے ہیں، عرصے تک یہی ردو قدح ہوتی رہی۔ مجھے نمبر یاد نہ تھا نہ کہیں نوٹ کیا تھا، حالانکہ وہ نہایت آسانی سے نمبر دریافت کر سکتے تھے اور یہی کیا گرگب نہ جب وی پی واپس کیا۔ رسالے اکثر یوں ہی ڈاک میں غائب ہو جاتے ہیں اور جب ایک پتے سے دوسرے پتے پر روانہ کئے جائیں پھر تو خدا حافظ ہے۔

حضرت جلیل مرحوم کی شاعری پر کچھ لکھنا میرے لیے ممکن نہیں، نہ تو ان کا کلام میرے پاس ہے نہ اتنی فرصت ہے۔ مجھے معاف رکھیئے۔

بالکل یاد نہیں کہ احسان احمد صاحب کے مضمون کا جواب کس ماہ کے "نیرنگ خیال" میں شائع ہوا تھا، مگر جس نمبر میں ان کا مضمون تھا اس کے ایک یا دو نمبروں کے بعد تھا۔

"من مانی" اور "من مانے" دونوں مستعمل ہیں۔ آپ نے شعر یا عبارت نہیں لکھی جس سے فیصلہ ہو سکے کہ موقع من مانی یا من مانے کے استعمال کا تھا۔ "من مانی گھر جانی" مثل ہے۔ "من مانی مراد مل گئی"، "من مانے دام مل گئے" روزمرہ ہے۔

کبھی کبھی اپنے کوائف سے مطلع فرماتے رہیئے۔
نیاز مند اثر

(۲۱)

کشمیری محلہ، لکھنؤ
۶ ۱/۶ ۵۴

مکرمی۔ تسلیم

آپ کا پہلا پوسٹ کارڈ بھی ملا تھا۔ کہیں رکھ کے بھول گیا اور لاکھ تلاش کیا نہ ملا۔ پتہ زبانی یاد نہیں تھا۔ مجبوراً جواب سے قاصر رہا۔ میں نے رسالہ شاعر آگرہ میں ایک تنقیدی مضمون بھیجا ہے جس کے ضمن میں "نغمہ گانا" کے متعلق بھی اظہار رائے کر دیا ہے۔ جیسا آپ سے زبانی عرض کیا تھا میں اس فقرے کو زبان سے خارج سمجھتا ہوں اور حضرت جلیل مرحوم کا ہم خیال ہوں۔

شاعر میں اگر میرا مضمون شائع ہوا تو اس کا اقتباس لے لیجیئے گا ورنہ خط کشیدہ عبارت کافی ہو گی۔

افسوس کہ مجھے کئی سال سے سلام کہنے کی توفیق نہیں ہوئی اور کوئی غیر مطبوعہ سلام موجود نہیں، مجبور ہوں۔

خدا کرے آپ خیریت سے ہوں۔
نیاز مند اثر

(۲۲)

کشمیری محلہ، لکھنؤ
۱۵ جنوری سنہ ۴۲ء

مکرمی، تسلیم

۴ جنوری کا پوسٹ کارڈ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ جس خط کا آپ نے حوالہ دیا ہے مجھ تک نہیں پہنچا ورنہ ضرور جواب دیتا۔ میں ادھر بہت بیمار رہا۔ اب بفضلہ اچھا ہوں۔ مولانا حسرت مرحوم کی غزلیات کا انتخاب شائع ہو گیا۔ شیخ ممتاز حسین جونپوری (سرفراز پریس) سے مل سکتا ہے۔ میں نے مولانا مرحوم کی شاعری پر جو کچھ لکھا تھا وہ بھی شیخ صاحب کے سپرد کر دیا۔ میری نظم انتخاب کے مقدمے میں شامل ہے۔

کبھی کبھی اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیئے۔ والسلام اثر

(۲۳)

نکودر، ضلع جالندھر
۹ جون سنہ ۴۲ء

اخلاص پژوہ کرم فرمائے صاحب زاد اشفاقہ

عنایت نامہ پہنچا۔ تاخیر کی وجہ بھی معلوم ہوئی۔ فرحت صاحب کی وفات پر حسبِ فرمائش ایک قطعہ تاریخ لکھ دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ؎

سن کر خبرِ وفاتِ فرحت ——— اک درد اٹھا دلِ تپاں میں
پامال کیا وہ گُل اجل نے ——— جو رنگِ بہار تھا خزاں میں
افسوس وہ شمع داغِ دل ہے ——— روشن تھی جو بزمِ دوستاں میں
لے جوش لکھو یہ سالِ ہجری ——— فرحت نہیں گلشنِ جہاں میں

۶۲ ۱۳ ھ

جناب سائل دہلوی کا پتہ یہ ہے:

نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی ——— پاٹودی، پنجاب

مخلص تسلیم ہیں وہ سطور میں نے پڑھیں جن کا ذکر آپ نے اس خط میں کیا ہے۔ جناب تسلیم فی الواقع ہوتی میں دو یائے تحتانی تسلیم فرماتے ہیں۔ اور جو دلائل آپ نے لکھے ہیں۔ وہ بھی گراں ہیں اس لئے میں آپ کے خیالات کی تائید کرتا ہوں باقی رہا یہ امر کہ کھائیے۔ جائیے میں تحتانی دو ہیں۔ مزید غور سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کھائے۔ جائے میں دو تحتانی ہیں تو کھائیے۔ جائیے میں تین تحتانی کا ہونا لازمی امر ہے۔ مگر افسوس۔ کہ اس کی کوئی سند میرے پاس موجود نہیں۔ اگر کوئی سند بھی مل جائے۔ تو یہ نتیجہ زیادہ مضبوط ہو جائے۔ اصولی لحاظ سے تو تین تحتانی ہی ماننی پڑتی ہے۔

آئی۔ کھائی۔ کوئی۔ ہرجائی میں اگر کسی نے کسی جگہ ایک تحتانی شمار کی ہے تو بلحاظ تخفیف اسے نادرست کہنا پڑے گا۔ اور یہ عذر ناقابلِ پذیرائی ہوگا کہ تقطیع میں تحتانی اعلان سے ہے یا تخفیف سے۔

دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ ہر ایک "ئی" دو یائے تحتانی ہوا کرتی ہے۔ اس صورت میں ہوئی کی "ئی" دو تحتانی کیوں نہ شمار میں آئے۔ اس نکتہ پر بھی نظر دینا چاہیے کہ ئی کسی جگہ ایک تحتانی سے اور کسی جگہ دو تحتانی سے محسوب کی جائے تو ناواجب اور بے اصول ہے۔

راولپنڈی کے ایک فرحت نئی دہلی میں رہتے تھے۔ مارچ میں دلی گیا تھا تو ملاقات بھی ہوئی تھی۔ سرسری ملاقات دو دفعہ پہلے بھی ہو چکی تھی۔ مگر مارچ میں تو وہ عرشؔ کے مکان پہ ایک صحبتِ شعر و سخن میں شامل ہوئے تھے۔ خدا نہ کرے کہ یہ وہی فرحت ہوں جن کا قطعہ تاریخ آپ نے مجھ سے لکھوایا ہے۔ تصریح کا منتظر ہوں۔ زیادہ اظہارِ محبت و خلوص۔

جوشؔ ملسیانی

(۲۴)

نکودر۔ ضلع جالندھر

۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

کرمفرمائے من زاد لطفہ،

لفافہ پہنچا تھا۔ میں یوم داغ کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے یکم دسمبر کو دہلی پہنچ گیا تھا۔ عزیزی عرشؔ وہیں ہیں۔ اس لیے وہاں بارہ تیرہ دن قیام رہا۔ جواب میں تاخیر ہو جانے کی وجہ یہی ہے۔

زبر و بیّنات کے سلسلے میں جو نئی بات آپ نے لکھی ہے۔ اس پہ آج تک کسی نے عمل نہیں کیا۔ لفظ اردو کا ہو یا فارسی کا۔ بیّنات کے لیے حروف کا تلفظ وہی شمار ہوتا رہا ہے۔ جیسے فارسی تلفظ کہنا چاہیے۔ یعنی ب کو ہمیشہ با محسوب کیا جاتا ہے۔ بے محسوب نہیں کیا جاتا،۔

اگر اس کی کوئی معتبر سند موجود ہو۔ تو آپ اس پہ مزید غور کر سکتے ہیں۔ ورنہ یہ نکتہ کاغذ سیاہ کرنے کے مترادف ہوگا۔

جس تاریخی کتاب کا میں نے ذکر کیا تھا اور لکھا تھا کہ یہاں ایک صاحب کے پاس ہے، وہ میں نے چند یوم کے لئے مستعار لی ہے وہ اسے کسی جگہ بھیجنے سے مجھے منع کرتے ہیں۔ اس کتاب میں تاریخی اعداد ۲۰۰۰ تک ہیں۔

اس کے مصنف تسلیم سہسوانی ہیں۔ ۱۳۲۰ھ کی تالیف یا تصنیف ہے نام کنز التاریخ ہے۔ ہر ورق پھٹا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ شروع کے دو ورق بھی غائب ہیں۔ دیباچہ کو پڑھنا محال ہے۔ جب ورق ہی نہیں ہیں، تو مصنف کی تمہیدی تحریر کہاں ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نام زنبیل تاریخی بھی ہے جس کے عدد ۱۳۲۱ھ ہیں ضخامت ۲۲۶ صفحے کی ہے۔ اس کتاب کو ملخص تسلیم کا دوسرا حصہ سمجھنا چاہیے۔ ہر ایک عدد کے سامنے جو الفاظ لکھے ہیں۔ وہ اردو۔ فارسی۔ عربی تینوں زبانوں کے ہیں۔

امید ہے کہ آپ ہر طرح خوش و خرم ہوں گے۔

زیادہ اظہارِ خلوص

جوشؔ ملسیانی

(۲۵)

نکودر۔ ضلع جالندھر
۱۰ جنوری ۴۴ء

کرمفرمائے من زاد عنایکم

بردو خطوط پہنچے۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ ہوئی کی بحث والا مضمون بہ غرض اشاعت ارسال کر دیا ہے۔ اس مضمون کے شروع میں آپ کی محنتِ شاقہ اور تحقیق کی داد بھی دی گئی ہے۔

فصاحت کے دو تین پرچے آئے تھے۔ اب مدت سے کوئی پرچہ نہیں دیکھا۔ وہ خانۂ تعلیم سے بھی تبادلہ چاہتے تھے۔ سردار صاحب نے منظور کر لیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ پرچہ بھیجا جائے گا۔ مگر اس کے بعد نہ وہ پرچہ میں دیکھ سکا ہوں۔ جس میں جگرؔ اور سیمابؔ کی غزلیات کا موازنہ ہے اور نہ کوئی اور پرچہ نظر سے گزرا ہے۔

زنبیلِ تاریخی کے مالک کچھ شاعرانہ ذوق بھی رکھتے ہیں۔ وہ یہ کتاب قیمتاً نہیں دیتے۔ نقل کرنے کی زحمت بھی بلائے جان ہے۔ کچھ انتخاب آج ارسال کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں آپ کی ضرورت کے لیے کافی ہو گا۔ دو رنگ کا اندازہ کرنے میں آپ کو دقت نہ ہو گی۔ وجہ یہ کہ میں نے انتخاب تحریر کرتے وقت آپ کے لیے بہت سی سہولت پیدا کر دی ہے۔

یومِ داغؔ کی تقریب کامیاب رہی۔ مشاعرہ دو دن خوب گرم رہا۔ مگر افسوس کہ باہر سے کوئی شاگردِ داغؔ (سوائے دہلوی اصحاب کے) تشریف آور نہ ہو سکے۔ نوجوان شعرا کی کثرت تھی۔

۳ جنوری کو ایک اور مشاعرہ تھا۔ اس میں بھی شامل ہونے کے لئے دہلی جانا پڑا۔ ۱۱ جون کو واپس آیا تھا۔ جواب میں تاخیر کی وجہ ایک یہ بھی ہے،

زبر و بیّنات میں متنازعہ حروف ٹ۔ ڈ۔ ڑ ہی ہیں۔ ڈال تو اس جھگڑے سے باہر سمجھئے۔ باقی ٹے اور ڑے رہ گئے۔ جب ان کے عدد ت اور ر کے برابر لئے جاتے ہیں۔ تو ملفوظی صورت میں انہیں تائے ہندی اور رائے ہندی کیوں خیال نہ کیا جائے اور یہاں فارسی کی ملفوظی صورت کیوں چھوڑی جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ میں ان حروف کو تا۔ را ہی سمجھنے کے حق میں ہوں۔

ی کو اردو میں یے بولتے ہیں۔ مگر زبر و بیّنات میں یا کے عدد شمار ہوتے ہیں۔ اگر اردو ہی کا رنگ چڑھانا مقصود ہے تو اس کے عدد بھی بیس کیوں نہ لئے جائیں۔ پے۔ ہے۔ تے۔ بے۔ پے۔ تے۔ ثے بھی اسی زد میں آئیں گے۔ گویا دو حرفوں (ٹ۔ ڑ) کے لئے ان تمام حروف کی ملفوظی صورت بدل جائے گی اور سابق میں کہی ہوئی تمام تاریخیں غلط ہو جائیں گی۔

جس نئے مضمون (ہمزہ) کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے پہنچنے کا منتظر ہوں۔ التفات کا مزید شکریہ۔ زیادہ خیریت۔

جوشؔ ملسیانی

(۲۶)

ادبستان۔ دین دیال روڈ۔ لکھنؤ۔ ۹ مارچ ۱۹۵۸ء ——— کرمی۔ تسلیم۔ آپ کا کارڈ مدت ہوئی وصول ہوا تھا۔ اتنے دن

میری نگاہوں سے اوجھل رہنے کے بعد وہ آج پھر نظر آیا۔ مجھے بے حد ندامت ہے کہ آپ کو جواب کا بہت انتظار کرنا پڑا، بلکہ اب تو آپ کو جواب کی امید بھی نہ رہی ہوگی۔ مولانا صفی مرحوم کی وفات کے دوسرے ہی دن میں نے ریڈیو والوں کے اصرار پر سخت تکلیف کی حالت میں ایک تقریر نشر کی تھی۔ اس کی نقل میرے پاس نہیں ہے۔

مولانائے مغفور کا دیوان چھپ گیا ہے اور آسانی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن خزانۂ عامرہ اور حسرت مرحوم کے مرتب کئے ہوئے دیوانوں کا ملنا ایک اتفاقی امر ہے۔ بہر حال پرانی کتابوں کے ایک تاجر سے کہوں گا کہ وہ ان کتابوں کی تلاش میں رہیں۔

آپ کا خط آنے کے بعد مولانا صفی مرحوم کا دیوان آپ کو بھیج دوں گا۔ اپنے فرائض منصبی اور مشاغل ادبی سے مطلع فرمائیے۔ امید ہے کہ آپ ہر طرح خیریت سے ہوں گے۔ خیر اندیش۔ سید مسعود حسن رضوی

(۲۷)

ادبستان۔ دین دیال روڈ۔ لکھنؤ۔

۲۴ فروری سنہ ۶۲ء

مکرمی۔ تسلیم۔

ایک مدت کے بعد آپ کا عنایت نامہ پڑھ کر آپ کے قیام لکھنؤ کی یاد تازہ ہو گئی۔ خداوند عالم آپ کو خوش و خرم رکھے۔ ہزار روپے کے انعام کی خبر سے آپ کو جو خوشی ہوئی وہ آپ کے خلوص کا ثبوت ہے۔ آپ یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوں گے کہ یو۔ پی کی حکومت مجھ کو تین کتابوں پر تین ہزار روپے انعام دے چکی ہے اور حکومت ہند نے ابھی ۱۲ فروری کو میری ایک کتاب کے لیے سرکاری ادبی انجمن ساہتیہ اکاڈمی کا نشانِ اعزاز اور پانچ ہزار روپے کا عطیہ پیش کیا ہے۔ ایک شاندار تقریب میں پیشکش کی رسم اکاڈمی کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے ادا کی۔ میں اس تقریب میں شرکت کی غرض سے دلی گیا تھا۔ سفر اور دلی میں قیام کے مصارف اکاڈمی ادا کرے گی۔

مولانا صفی مرحوم کی غزلوں کا ایک مختصر مجموعہ شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری کی کوشش سے شائع ہو چکا ہے۔ مگر جب ان کی صعیفۃ الآلات ہی کے خریدار بہت کم نکلے تو دیوان کی خریداری کی توقع کن لوگوں سے کی جائے۔ اردو کا ذکر کیا مولانا کی جماعت جو ان کی زندگی میں بڑی قدر شناس معلوم ہوتی تھی اس نے ان کی وفات کے بعد ان کی عمر بھر کی خدمتوں کو بالکل بھلا دیا۔ یہ احسان فراموشی واقعی حیرت کے قابل ہے۔

میں نے اپنے منجھلے بیٹے سید نیر مسعود رضوی ایم اے کے لیے ایک دارالاشاعت کتاب نگر کے نام سے قائم کیا اور کوئی بیس ہزار روپیہ اس میں لگا دیا۔ لیکن کتابوں کی نکاسی کی رفتار یہاں بہت سست ہے۔ ہر شخص کہتا ہے کہ اگر کتاب نگر کی مطبوعات پاکستان پہنچ سکیں تو وہاں بہت جلد نکل جائیں گی۔ لاہور کے کئی تاجران کتب کو IMPORT LICENSE ملا ہوا ہے۔ وہ بینک کی معرفت ہم سے کتابیں منگوا سکتے ہیں اور بینک ہی کی معرفت روپیہ ادا کر سکتے ہیں۔ مگر لاہور میں ہمارا کوئی ایسا آدمی نہیں جو ان تاجروں سے گفتگو کر کے آرڈر بھجوائے۔ میں آپ کے حسب طلب کتاب نگر کی مطبوعات کی فہرست آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اگر مناسب سمجھیے تو کسی معتبر تاجر کتب سے گفتگو کیجیے۔

گذشتہ مہینے میں مکتبۂ جدید لاہور نے ایک بینک کی معرفت کتابوں کا آرڈر دیا تھا، جس کی تعمیل کر دی گئی اور اس کی اطلاع بھی کتاب نگر کے منیجر نے ایک خط کے ذریعے سے بھیج دی لیکن اتنے دن گزر جانے کے بعد بھی اب تک نہ پارسل کی رسید آئی ہے نہ خط کا جواب۔ اگر آپ مکتبۂ جدید والوں سے واقف ہوں تو ان سے دریافت کر کے صورتِ حال سے مجھ کو مطلع کر دیجئے۔ شکر گزار ہوں گا۔

جو کتابیں آپ کو مطلوب ہیں ان کی فہرست بھیج دیجئے۔ اگر تلاش سے دستیاب ہو سکیں تو اُن کو آپ تک پہنچانے کی کوئی سبیل نکالی جائے گی۔

اورینٹل کالج میگزین بابت نومبر ۱۹۶۶ء میں دائرۂ معارفِ اسلامیہ پر تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اس کے دو اجزا شائع ہو چکے ہیں۔ براہِ کرم دریافت کر کے لکھیے کہ ہر جز کی قیمت کیا ہے۔

فروری کی ابتدا میں مجھے انفلوئنزا ہو گیا تھا، نزلہ، کھانسی اور کمزوری اب تک باقی ہے۔

اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ والسلام

خیر اندیش

سید مسعود حسن رضوی

کتاب نگر کی شائع کی ہوئی کتابیں کس پائے کی ہیں ہیں اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے جو مستند ادیبوں نے لکھے ہیں، مگر ان کو نقل کرنے کی فرصت نہیں۔ اس کے علاوہ کئی کتابوں پر حکومت کی طرف سے ان کے مصنفوں کو انعام مل چکا ہے۔ اُن کتابوں کے نام اور انعام کی مقدار ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

۱۔ اردو ڈراما اور اسٹیج ——— پانچ ہزار

۲۔ لکھنؤ کا شاہی اسٹیج ——— ایک ہزار

۳۔ لکھنؤ کا عوامی اسٹیج ——— ایک ہزار

۴۔ رزم نامۂ انیس ——— ایک ہزار

۵۔ بیگماتِ اودھ ——— ساڑھے تین سو

۶۔ تنقیدی شعور ——— ڈھائی سو

اگر لاہور کے کسی تاجرِ کتب سے گفتگو کی جائے تو مندرجۂ بالا امر کی اطلاع بھی دے دی جائے۔

سیّد مبارک حسین مبارک عظیم آبادی

(۱)

بنام سیّد وصی احمد بلگرامی

۲۲ ستمبر ۱۹۳۵ء
بیگم پور۔ پٹنہ سٹی

مبارک نواز۔ سلام و نیاز

س ش س ص والا مضمون ندیم کے بہار نمبر میں نظر افروز ہوا۔ یہ مضمون اُس وقت پبلک پلیٹ فارم پر لایا گیا کہ اس راز سربستہ کے جاننے والے الشاذ و کالمعدوم رہ گئے۔ اور حقیقت حال پر امتداد زمانہ اور بطلانِ حق کی ظلمتوں کا گہرا پردہ پڑا ہوا تھا، مگر حق کا بول بالا۔ اللہ اکبر! تصویروں کے ورق چھوڑ کر چھتیز صفحوں پر بخطِ خفی متصل سطور میں ادبی خوبیوں کے ساتھ اس تحقیق و تفتیش و صدق و صداقت سے اور مفصّل و مشرح یہ بسیط مضمون سپردِ قلم کیا گیا ہے کہ منکرین کو بال برابر بھی جادۂ حقیقت سے گریز کا موقع نہیں اور "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کی فضا کو آپ کی راست نگاری نے شنیدہ مانند دیدہ کر دیا۔ ہر طرف سے حق حق کی صدا آویزۂ گوش ہو رہی ہے ؎ اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ! یہ الجھا ہوا مقدمہ دنیا کو اس طرح سمجھایا گیا کہ بچے بچے کی سمجھ میں آ گیا۔ فیصلہ کے بیان عبارت کی داد دیجیے کہ ترتیب و تسلسلِ واقعات کی ثنا کیجیے۔ الکزبٹ سے اپنے اپنے موقع پر جو معمّے حل کیے گئے ہیں اُن کی مدح سرائی کیجیے۔ مختصر یہ کہ جیسے جیسے اس فیصلہ کو پڑھتے جائیے، ویسے ویسے حق کے جلوے سے بُطلان حق کی ظلمتیں کافور ہوتی جاتی ہیں اور بالآخر حق ہی حق کے جلوے نظر آتے ہیں ؎

کس ندیدم کہ گم شدہ از رہِ راست
راستی موجب رضای خدا ست

ہماری یہ چند سطریں جناب فانیؔ کے اس لاثانی قلمی شاہکار کی ہرگز ہرگز داد نہیں۔ یہ چھتیز صفحے کم سے کم میرے قلم سے (میرے قلم کی تخصیص معنی دارد۔ مجھے حضرت صفیر بلگرامی علیہ الرحمۃ کی بارہا زیارت کا شرف حاصل رہا ہے۔ میرا عنفوانِ شباب تھا کہ یہ صوبہ بہار حضرت مرحوم و مغفور کے فیضِ سخن سے فیض یاب تھا) چھتیز صفحے کی داد کے مستحق نہیں۔ کانوں سے جو کچھ سُنا تھا اور آنکھوں سے جو کچھ دیکھا تھا وہی صدائیں آپ کی صریرِ خامہ نے سنائیں اور وہی صورتیں آپ کے آئینۂ صحافتِ حق نما نے دکھائیں۔ آپ نے اُس الجھی ہوئی گتھی (حضرت صفیر بلگرامی سے شادؔ و سخن عظیم آبادی کا انحراف شاگردی) کو حق و صداقت کے ساتھ

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلجھا دیا ہے جو تقریباً ساٹھ برسوں سے ایسی الجھی ہوئی تھی کہ کسی سے سلجھتی ہی نہ تھی۔ حقیقت حال کا فیصلہ ناطق نہ ہو سکا۔ یہ فیصلہ، وہ فیصلہ حق بجانب ہے کہ دنیا کی پری وی کا نسل کیا چیز ہے۔ داور گاہ حشر میں بھی یہ فیصلہ جیوں کا تیوں برقرار و بحال رہے گا۔ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

ہیچمداں مبارک عظیم آبادی

(۲)

بنام سید وصی احمد بلگرامی

۳ پارک لین۔ کلکتہ ۳ ر دسمبر ۱۹۳۵ء

مبارک نواز۔ سلام و نیاز۔ جناب کو اخبار اور خطوط کے انبار میں ہیرے کی انگوٹھی ملی اور مجھے کل کی ڈاک سے ایک بولتی تصویر ہات آئی۔ میں دو مہینوں سے سفر میں ہوں۔ تین ہفتے رانچی میں رہا۔ اور باقی دن یہاں گزرے غالباً ۸ ر دسمبر تک اور یہاں رہوں گا۔ پھر براہ راست عظیم آباد واپس جاؤں گا۔ چونکہ میں دو مہینوں سے سفر میں ہوں لہذا تردیدی مضامین کے بارے میں کماحقہٗ کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ مگر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ رانچی اور کلکتے میں جو کچھ اخبار اور رسالے صوبہ بہار کے نظر سے گزرے وہ تردیدی مضمون سے پاک تھے۔ بہرکیف اب میری بازگشت کے دن قریب آگئے عظیم آباد پہنچ کر اس خصوص میں مفصل لکھوں گا۔

ہمارے کلام کے بارے میں جو استفسار کیا گیا ہے اور تنقید کی گئی ہے اس کا تہ دل سے شکریہ! استفسار کا جواب عظیم آباد سے روانہ کیا جائے گا۔ یہ ٹیپ کا بند خوب مزا دے گیا:

"آپ فرمائیں گے کہ جو شاعر نہیں جو فن سے واقف نہیں اس کو اپنا کلام بھیجنا خود کلام کی توہین ہے۔ ولی را ولی می شناسد

زیادہ نیاز

ہیچمداں مبارک عظیم آبادی

بنام ڈاکٹر سیّد محمّد عبداللہ

(۱)

دارالمصنفین اعظم گڑھ   مکرم السلام علیکم

آپ کا دلچسپ مضمون پڑھا۔ آپ نے تو خاک کے تودہ سے سونے کے ذرّات نکالنے کی کوشش کی ہے۔ مضمون معارف میں شائع ہوگا، تمہید لکھ دی جائے گی۔

پچھلے تازہ اورنیٹل میگزین میں آپ کے ۔۔۔۔ ایک مضمون "ارجمنی" کا ضمیمہ فہرست رسالہ میں درج ہے۔ مگر رسالہ میں نہیں، یا اس نسخہ میں نہیں، جو میرے پاس آیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا آپ وہ ضمیمہ مجھے بھجوادیں گے۔

ماشاء اللہ آپ کا میگزین اپنی انفرادی شان میں برابر ترقی کر رہا ہے۔ نقد و تبصرہ کا مستقل عنوان بڑھا کر آپ لوگوں نے بڑا کام کیا ہے

لطیفہ غیبی والا مضمون ایک لطیفہ تھا۔ میرے ایک دوست کو یہ ناز تھا کہ یہ نسخہ صرف انہیں کے پاس ہے۔ اس لیے میں نے ان کا خط چھاپ کر لوگوں سے خواہش کی تھی کہ جس کے پاس اس کا نسخہ ہو وہ مطلع فرمائیں۔ اس سلسلہ میں وہ مضمون آیا تھا۔

شاید دسمبر کے آخر میں لاہور میں ملاقات ہو: مگر ابھی یقینی نہیں۔ ادارہ معارف کا جلسہ کیا امسال دلّی میں ہے۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ   والسلام   سیّد سلیمان

(۲)

دارالمصنفین اعظم گڑھ

مکرم السلام علیکم

سرسید کے تعلق سے ایک تو وہ حلقہ ہے جو علی گڑھ کے ماحول میں چکر کاٹتا رہا۔ تو وہ تو وہی ہیں جن کا نام آپ نے لکھا ہے، یعنی حالی، نذیر احمد و شبلی، وقار الملک و محسن الملک، مگر دوسرے وہ ہیں جو ان سے متاثر ہوتے، ان میں آپ خلیفہ محمد حسین صاحب مصنف اعجاز التنزیل، مولوی ممتاز علی صاحب تہذیب نسواں، مولوی بشیر الدین صاحب البشیر، اور مولوی سراج دین اڈیٹر چودھویں صدی راولپنڈی مصنف سیرۃ صلاح الدین والفاروق و مولوی وحید الدین صاحب سلیم وغیرہ ہیں۔

شرر پر اثر سرسید کی تحریک کا ہوا ہو، مگر اس دائرہ میں نہ تھے۔

مضمون مارچ میں چھپ رہا ہے، تمہید لکھ دی گئی ہے، خدا کرے پسند آئے۔

۷ مارچ ۱۹۳۶ء   والسلام   سیّد سلیمان

(۳)

دارالمصنفین اعظم گڑھ

مکرم السلام علیکم۔

عنایت نامہ ملا، جواب حاضر ہے۔ دل میں تھی، وہ کاغذ پہ آگئی، باقی بعد آپ کا خیال گیارہ صف اول سے آئے۔ صف اولین میں نہیں
الندوہ کا آغاز جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ سے ہوا۔

اور الندوہ مرتبہ مولانا شبلی کا خاتمہ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ پر ہوا۔ اس کے بعد چند روز اور لوگ نکالتے رہے۔ پھر بند ہوگیا۔ اس کے جوائنٹ اڈیٹر مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی تھے، اس میں باہر کے لوگ بہت کم لکھتے تھے، شروع میں شروانی صاحب بھی کچھ لکھتے تھے۔

اڈیٹروں کے علاوہ اس کے سب اڈیٹر لکھا کرتے تھے، سب سے پہلے سب ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد ہوئے، ان کا زمانہ ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء ہے پھر مولانا عبداللہ عمادی ہوئے۔ پھر خاکسار ہوا، میرے بعد مولانا عبدالسلام صاحب ندوی ہوئے، پھر میں ہوا، پھر میرے ہی ہاتھ میں بند ہوا۔ اور جن لوگوں کے مضامین اس میں ہوتے تھے، ضیاء الحسن علوی ایم اے ندوی رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی الہ آباد، خواجہ عبدالواحد ندوی ایم اے کانپور، شاہ سلیمان صاحب پھلواروی، مولانا سید عبدالحی صاحب ناظم ندوہ وغیرہ کے مضمون کبھی کبھی نکلے۔

اس کے امتیازی خصوصیات، مذہبی، تاریخی اور علمی تھے۔

۳ / اپریل ۱۹۳۸ء والسلام سید سلیمان

(۴)

دارالمصنفین اعظم گڑھ

مکرم السلام علیکم۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ / جون کا جواب ۲۲ / جولائی کو دینا ہر چند آئین اخلاق سے دور ہے، مگر چند سال سے یہ عہد کیا ہے کہ ڈھائی مہینے گرمیوں کے کسی کوروہ میں بسر کروں جو تمدن جدیدہ کی رعنائیوں سے خالی ہو، چنانچہ یکم مئی سے ۱۵ / جولائی تک وہیں بسر ہوا، اسی اثنا میں عنایت نامہ آیا۔

مشرقی صاحب کے تذکرہ پر تبصرہ میں نے لکھا تھا، جو زمیندار میں چھپا تھا۔ امرتسر میں مولانا قاسمی صاحب نے چند رسالوں کے ساتھ اس مضمون کو بھی چھاپا ہے، ان سے طلب فرمائیے میرے پاس نہیں۔

یہ صاحب سرسید سے بھی آگے گئے ہیں، اور کم از کم تذکرہ کا فلسفہ ایسی جہالت کی بنیاد پر قائم ہے، جس کا ڈھانا ہر سمجھدار مسلمان کا فرض ہے۔ باقی مسلمانوں کی عسکری تنظیم کے مقصد سے ہمیں اختلاف نہیں۔ سطح اتنی ساکن ہے کہ اس میں حرکت پیدا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی تنظیمی قوت جو غیر اشتدادی عسکریت پر مبنی ہو بے حد ضروری ہے۔

۲۲ / جولائی ۱۹۳۶ء والسلام سید سلیمان

آپ کی کتاب کے جو ٹکڑے نظر سے گزرے وہ بہت دلچسپ اور مفید معلوم ہوتے۔ اب پوری کتاب ایک ساتھ دیکھوں گا۔ آپ

نے سیرت کی چھٹی جلد ملاحظہ کی۔

—— والسلام

O

(۱)

بنام ڈاکٹر سید محمد عبداللہ

عیثی گوڑہ حیدرآباد دکن

مکرم بندہ تسلیم

میں ابھی اورنگ آباد وغیرہ کے دورے سے واپس آیا ہوں۔ آپ کا خط یہاں ملا۔ آپ اپنا مقالہ شعرائے اردو کے تذکروں کے متعلق ضرور بھیج دیجئے۔ توجہ کے ساتھ رسالۂ اردو میں شائع کر دیا جائے گا۔ براہ کرم اطلاع فرمائیں کہ آپ کی یونیورسٹی میں گرمی کی چھٹیاں کب ہوتی ہیں۔

آپ کی تصنیف کے متعلق وقتاً فوقتاً اطلاع دیتا رہوں گا۔

پرسوں دہلی روانہ ہو جاؤں گا۔ تابعدار عبدالحق

(۲)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۲ فروری ۴۲ء

مکرم و کرم فرمائے بندہ۔ السلام علیکم۔

عنایت نامہ پہنچا۔ شکر گزار ہوں — آج شب کی گاڑی سے لاہور آرہا ہوں۔ میاں بشیر احمد کے ہاں ٹھہروں گا۔ ممکن ہو تو کسی وقت مل لیجئے گا۔ ورنہ میں خود حاضر ہوں گا۔ آپ کی کتاب کے ۵۸ صفحات لکھے جا چکے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیے۔ کتاب اسی سال چھپ کر شائع ہو جائے گی۔

آپ کا مضمون اپریل نمبر میں ضرور شائع ہو جائے گا۔

گاندھی جی کی منطق کے کشتے ایک نہیں ہزاروں لاکھوں ہیں۔ یہ خط میں بہت جلدی میں لکھ رہا ہوں۔ اس لیے معافی چاہتا ہوں۔

تابعدار عبدالحق

(۳)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۲ مارچ ۴۲ء

مشفقی و کرمی۔ تسلیم

مضمون کے پہنچنے کی اطلاع دے چکا ہوں۔ آپ کی کتاب کی کتابت ہو رہی ہے اطمینان رکھیے۔

غرائب اللغات اور نوادر کے نسخے میرے پاس ہیں، ضرورت ہو تو لکھیے بھیج دوں گا۔

میاں بشیر احمد کی صحت اور وہم ان کے رستے میں حائل ہیں۔ وہ خود بھی اس کے معترف ہیں کہ اس قسم کے دوڑ دھوپ کے کام نہیں کر سکتے۔

جلسے کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ بہت سر مار چکا ہوں۔ اب کے آیا تو بالمشافہ گفتگو کر کے کام کرنے کا کوئی دستور العمل بنا لیا جائے گا۔ پنجاب میں بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی کرنے والا ہو۔

تابعدار عبدالحق

(۴)

دریا گنج، دہلی - ۱۴ مئی ۱۹۴۲ء

مکرم و مہربان بندہ - تسلیم -

غرائب اللغات اور نوادر الالفاظ دونوں میں نے کتب خانے سے آپ کے لیے نکلوالی ہیں۔ نوادر الالفاظ بے جلد کی ہے، اور کاغذ خراب - اسے جلد بندی کے لیے دے دیا ہے۔ دو روز میں دونوں کتابیں آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گی -

آپ کے مضمون کی دس کاپیاں الگ آپ کے لیے چھپوائی گئی تھیں۔ وہ آپ کے پاس یا تو پہنچ گئی ہوں گی یا اب پہنچ جائیں گی -

اردو انسائیکلوپیڈیا کے متعلق آپ نے میری تجویز پسند کی - شکریہ - لیکن اس میں آپ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ میں اسے اپنے نام سے منسوب کرنا چاہتا ہوں ایسا نہیں۔ البتہ انجمن ترقی اردو سے منسوب کرنے کی خواہش ضرور ہے - وہ بھی اس وقت کہ آپ صاحب سے منظور فرمائیں - عبدالحق

(۵)

دریا گنج ۰ دہلی ۱۴ جولائی ۱۹۴۲ء

مشفق و کرمی - تسلیم

آپ کا خط اور اخباروں کے تراشے پہنچے۔ بہت شکرگزار ہوں۔ ماہنامے کا مضمون میں پہلے پڑھ چکا تھا۔ ابھی مجھے معاملہ مبہم معلوم ہوتا ہے دیکھیے سر سکندر کا آخری بیان اسمبلی میں کیا ہوتا ہے۔ مجھے انہوں نے پورا اطمینان دلایا کہ اردو کو ہرگز کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ مجھے آپ کی کانفرنس کی تحریک سے کامل ہمدردی ہے۔ یہ آپ نے بہت خوب کیا کہ ہندو حضرات کو بھی اس میں شریک کر لیا۔ اردو کے معاملے میں ہمیں فرقہ وارانہ خیال کو پاس تک پھٹکنے نہ دینا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی کانفرنس بہت کامیاب رہے گی۔ اور اس کا اثر بھی ہوگا - یہ خط میں نے بہت جلدی میں لکھا ہے۔

تابعدار عبدالحق

(۶)

دریا گنج، دہلی ۱۵ جولائی ۱۹۴۲ء

مکرم و مہربان بندہ زاد لطفکم تسلیم -

آج کل پنجاب میں اردو گورمکھی (پنجابی) ہندی کا تنازع چھڑا ہوا ہے۔ شروع شروع میں جب اخباروں میں یہ خبر نکلی کہ اکالیوں اور حکومت میں بعض مسائل کے متعلق سمجھوتا ہونے والا ہے اور اس میں زبان کا بھی مسئلہ ہے تو میں نے ایک مفصل خط سر سکندر حیات خاں کو لکھا۔ انہوں نے مجھے اطمینان دلایا کہ اردو کی حیثیت کو مطلق نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور وہ جس طرح اب ذریعۂ تعلیم ہے۔ آئندہ بھی رہے گی وغیرہ وغیرہ - بعد میں سمجھوتے کے جو شرائط اخباروں میں شائع ہوئے وہ کچھ ایسے مبہم ہیں کہ صحیح رائے قائم کرنا مشکل ہے - یہ بھی پڑھنے میں آیا کہ ابتدا میں جن شرائط پر سمجھوتا ہوا تھا۔ ان میں کچھ ردّ و بدل ہی نہیں۔ غرض یہ کہ صحیح کیفیت معلوم نہیں ہوئی اس لیے میں آپ کو زحمت دیتا ہوں کہ اس بارے میں جو معلومات

آپ کو ہوں اور عام خیالات جو اس تنازعہ کے متعلق پنجاب میں اس وقت پائے جاتے ہیں۔ ان سے براہِ کرم مجھے مطلع فرمائیں۔ میں بہت ممنون ہوں گا۔ یہ خط بصیغۂ راز سمجھا جائے۔ اور آپ جو کچھ تحریر فرمائیں گے وہ بھی راز میں رہے گا، اور میرے سوا کسی دوسرے کی نظر سے نہیں گزرے گا۔

میں اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ بواپسی ڈاک جواب عنایت ہوگا۔ عبدالحق

(۷)

دریاگنج، دہلی ۲۸؍ دسمبر سنہ ۴۲ء

مکرم و مہربان بندہ۔ تسلیم۔ خط پہنچا۔ شکریہ

میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ لیکن شیرانی صاحب کا بدل میں کہاں ہو سکتا ہوں۔

مرحوم وحید اور دوسرے فارسی تذکروں کے متعلق شیرانی صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد اطلاع دوں گا۔ وہ یہاں آنے والے تھے لیکن علالت کی وجہ سے نہ آسکے۔ سردی سے انہیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے میں نے لکھ دیا ہے کہ جنوری کے بعد تشریف لائیں۔

فی الحال مجھے مطلق فرصت نہیں۔ ۲۲ دسمبر کو حیدرآباد سے واپس آیا۔ ۵ جنوری کو پٹنہ میں بہار گورنمنٹ کی ہندوستانی کمیٹی کا جلسہ ہے۔ شیرانی صاحب آجائیں تو انھیں ساتھ لے کر لاہور حاضر ہوں گا۔ اور چند روز رہ کر تمام مسائل پر بحث کرلی جائے گی

تقریروں سے سخت بیزار ہوں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ بکواس سے زیادہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور میں تو کہوں گا کہ بہ انجمنیں تقریروں سے نہیں سلجھ سکتیں۔ یہ مشکلات اسی وقت رفع ہوں گی جب آپ کا وائس چانسلر کوئی ایسی شخصیت ہو، جو ان مسائل کو سمجھے اور سمجھ کر ہمدردی اور دلیری سے کام کرے۔ کاغذ سیاہ کرنے اور بکواس سے کام نہیں چلتا۔

آپ کی کتاب کے پروفوں کے لیے مطبع کو ہدایت کردی گئی ہے۔ کاپیاں یہاں لکھوا کر بعد تصحیح لاہور مفید عام پریس میں بھیج دی گئی ہیں۔

ڈاکٹر اقبال سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچا دیجئے۔ عبدالحق

(۸)

دریاگنج، دہلی ۱۴؍ دسمبر ۱۹۴۲ء

مکرم و مہربان بندہ زاد لطفکم۔ تسلیم

عنایت نامہ پہنچا۔ میں بالکل تندرست ہوں۔ اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ حال میں ملیبار، مدراس، سی پی کے دورے سے واپس آیا ہوں۔ آج کل کے حالات کی رو سے جو کچھ ہو گیا اُسے بہت غنیمت سمجھتا ہوں۔ مطبعوں نے ہمیں طرح طرح سے ستا رکھا ہے۔ کچھ نسخے جلد آپ کی خدمت میں روانہ کیے جائیں گے۔

آپ نے اردو کانفرنس کے لیے جو مسائل تجویز کیے ہیں وہ بہت ضروری اور مناسب ہیں، لیکن ضرورت اس کی ہے کہ کانفرنس میں منظوری کے بعد یونیورسٹی وغیرہ سے مسلسل کارروائی جاری رہے۔ ہمارے لیے اردو کی خدمت سب سے مقدم ہو گئی ہے۔ یہ اب قوم و ملک ہی کی خدمت نہیں بلکہ دین و ایمان کی خدمت ہے۔ صدارت کے لیے کیا آپ کو کوئی اور نہیں ملا جو مجھ غریب کو گھسیٹنا چاہتے ہیں۔ سر تیج بہادر سپرو کو کانفرنس میں لانے کے لیے تاامکان کوشش کروں گا۔

ناگپور میں ۱۹، ۲۰، ۲۱ جنوری کو انجمن ترقی اردو کی آل انڈیا اردو کانفرنس ہونے والی ہے۔ بڑے پیمانے پر انتظام کیے جا رہے ہیں۔ غالباً ایسی کانفرنس ہوگی کہ پچھلی سب کانفرنسیں گرد ہو جائیں گے۔ اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہر صوبے کے نمائندے شریک ہوں۔ پنجاب سے چند صاحبوں کا شریک ہونا نہایت ضروری ہے۔ آپ چند نام لکھ بھیجیں تو میں ان کو لکھ کر آمادہ کر دوں۔ میاں بشیر کو تو لکھوں ہی گا، کچھ اور نام بھی بتائیے۔

بیشک اُردو انسائیکلو پیڈیا کا سوال بہت اہم ہے۔ اب لاہور پہنچ کر ہی اس کا فیصلہ ہوگا۔ میں مہتہ صاحب کے ساتھ سرحد کے دورے پر آخر نومبر میں جانے والا تھا لیکن انھیں کچھ ایسے کام درپیش آگئے کہ وہ نہ جا سکے، اس لیے میں بھی رہ گیا۔ اب آخر فروری کا ہے۔ براہ مہربانی فرما کر ممکن ہو تو اردو کانفرنس لاہور کی صحیح تاریخوں سے مطلع فرمائیے تاکہ سرحد کے دورے کا پروگرام ایسا بنایا جائے کہ تاریخوں میں تصادم نہ ہونے پائے۔

بہت نادم ہوں کہ گورکی کی کتاب بہت تاخیر سے پہنچی اور آپ کو تاوان دینا پڑا۔ حسبِ مذکور کا منی آرڈر ارسالِ خدمت ہے۔

اقبال صاحب کا کیا حال ہے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچا دیجیے۔ عبدالحق

(۹)

دریا گنج، دہلی ۲۲ دسمبر ۱۹۴۳ء

شفیق و مکرمی۔ تسلیم

عنایت نامہ پہنچا، بہت ممنون فرمایا۔ افسوس پنجاب جیسا خطہ کس لعنت میں مبتلا ہے۔ یہ سب لیڈروں کا قصور ہے۔ اب آدمی عنقا ہو گیا ہے۔ ایک شخص بھی ایسا نہیں جو بے نفسی، سچائی اور آزادی کے ساتھ رہنمائی کر سکے۔ آپ کے سرکاری عہدہ دار سب ایک رنگ کے ہیں۔ وائس چانسلر ہیں تو سبحان اللہ۔ اب بہتر یہ ہے کہ گورنر سے افتتاح کرائیے۔ اس سے بڑا عہدہ دار کون ہو سکتا ہے۔ اگر لارڈ ویول کا دورہ اُدھر ہو جائے تو ان سے فرمائش کیجیے۔ وہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ میری رائے میں آپ عہدہ داری کے خیال کو بالکل ترک کر دیجیے۔ ان میں آدمی کہاں ہیں۔ وہ تو بھیڑوں اور ذہلوں کا گلہ ہے۔

سر تیج بہادر سپرو کے فرزند سخت بیمار ہیں اور حالت خطرناک ہے۔ وہ ان کے علاج کی خاطر لکھنؤ میں پڑے ہیں۔ اس لیے اب تک میں صدارت کے بارے میں انھیں کچھ نہیں لکھ سکا۔

آپ نے بہت اچھے نام لکھ کے دیے ہیں۔ شکریہ۔ ان سب کی خدمت میں دعوت نامے بھیجوں گا۔

ٹھوس اور خشک مقالے کی ناگپور میں ضرورت نہیں۔ کوئی شگفتہ سی چیز لکھیے۔ میں آپ کو کیا سمجھا سکتا ہوں۔ اور کوئی مضمون خیال میں نہ آئے تو ''فارسی ادبیات میں ہندوؤں کا حصہ'' کا خلاصہ چند صفحوں میں اس طرح لکھ ڈالیے کہ لوگ شوق سے سنیں۔ یا ''آج کل پنجاب میں اردو کی حالت'' پر کچھ لکھ دیجیے یعنی آج کل کس قسم کی کتابیں لکھی جا رہی ہیں، کن کتابوں کو لوگ شوق سے پڑھتے ہیں، اخبار اور رسالوں کا کیا حال ہے۔ یہ بھی پسند نہ ہو تو اپنے اورینٹل کالج کی مختصر تاریخ لکھ دیجیے۔ اس میں بہت سے عجیب اور مشہور بزرگوں کا ذکر آ جائے گا۔ بہت دلچسپ ہوگا۔ ان کے حالات طویل نہ ہوں۔ لیکن چند سطروں میں ان کے اصل کیریکٹر کا نقشہ کھینچ دیا جائے۔ عبدالحق

(۱۰)

دریا گنج، دہلی ۱۵ فروری ۱۹۴۴ء

مشفق و مکرمی۔ تسلیم ——— کیا پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں دیوانِ فغاں کا کوئی نسخہ ہے؟ اسے شائع کرنا چاہتا ہوں۔ مقابلے کے لیے

دوسرے نسخے کی ضرورت ہے۔

مولوی محمد شفیع صاحب سے بھی دریافت فرمایئے۔ غالباً ان کے پاس بھی اس کا کوئی نسخہ ہو۔

پنجاب اردو کانفرنس کے متعلق کیا طے ہوا۔

تابعدار۔ عبدالحق

(۱۱)

دریا گنج، دہلی۔ ۲۴ فروری ۱۹۴۴ء

شفیق و کرمی۔ تسلیم

خط پہنچا۔ شکریہ۔ یہ معلوم کرکے مجھے بہت افسوس اور رنج ہوا کہ پنجاب اردو کانفرنس سے آپ نے قطع تعلق کر لیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہوئی اور کون سے ایسے اسباب تھے جن کی وجہ سے آپ کنارہ کش ہو گئے؟ میں تو اس کانفرنس پر بہت کچھ آس لگائے بیٹھا تھا اور خوش تھا کہ یہ کام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آ گیا ہے جو مخلص ہمدرد اور مستعد کارگزار ہیں۔ کیا ہمارے کاموں کا یہی انجام ہونے والا ہے؟ براہ کرم اصل حالات سے ضرور مطلع فرمایئے۔ ورنہ مجھے بہت تشویش رہے گی۔

تابعدار۔ عبدالحق

(۱۲)

دریا گنج۔ دہلی۔ ۱۱ر جون ۱۹۴۴ء

مشفق و کرمی، زاد لطفکم تسلیم

آپ کا خط پڑھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی اور افسوس بھی۔ میرا خیال تھا کہ صلاح الدین صاحب اور عاشق حسین بٹالوی صاحب نے ساری کیفیت آپ کو سنا دی ہوگی۔ ان کا فرض تھا کہ ساری حقیقت کمیٹی کے سامنے پیش کر دیتے اور تمام ارکان کے مشورے سے کانفرنس کے ہونے یا ملتوی کرنے کا فیصلہ کرتے۔ یہ کیوں نہیں کیا؟ اس میں کیا مصلحت تھی؟ یہ تو بہت صاف اور آسان بات تھی۔ افسوس مجھے اس امر کا ہے کہ میں نے جو خیال ان صاحبوں اور کانفرنس کے متعلق قائم رکھا تھا وہ سب غلط نکلا۔ ان سے انجمن کی صوبائی شاخ قائم کرنے کے متعلق بھی گفتگو آئی تھی۔ چنانچہ ان کے لکھنے پر قواعد کی ایک نقل ان کی خدمت میں بھیجی گئی جسے انھوں نے پسند کیا اور لکھا کہ فی الحال ان کی سوسائٹی کو انجمن کی شاخ میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ یہ خط پرسوں ہی پہنچا۔ ابھی جواب لکھنے نہ پایا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ وصول ہوا۔ اسے پڑھ کر میرے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اب جیسا کہ آپ نے لکھا ہے میں خود ہی وہاں آ کر سب کام کروں گا۔ آج کل حالات بہت نازک ہیں، لیکن کام کا وقت بھی یہی ہے۔

سندھ سے واپسی میں لاہور نہ ٹھہر سکا۔ سیدھا دلی چلا آیا۔ اس لیے کہ ہماری مجلس نظما (گورننگ باڈی) کا سالانہ اجلاس الہ آباد میں ہونے والا تھا۔ اس میں علاوہ دیگر امور کے سالانہ رپورٹ، بجٹ اور آڈیٹروں کی رپورٹ وغیرہ منظوری کے لیے پیش کرنی تھی۔

سندھ جا کر جب یہ معلوم ہوا کہ یہاں کے نصاب تعلیم میں اردو کا نام نہیں تو سخت حیرت اور افسوس ہوا، اور میں نے تہیہ کر لیا کہ سندھ میں اردو رائج کر کے رہوں گا۔ چنانچہ بیس روز کی تگ و دو اور کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردو پوسٹ پرائمری مدارس اور اسکولوں میں اس جولائی سے شاملِ تعلیم ہو جائے گی۔ اس وقت ان کے لیے ریڈریں تیار کر رہا ہوں، نسخ ٹائپ میں چھاپ کر دی جائیں گی۔ آئندہ سال سے پرائمری مدارس میں بھی اردو جاری ہو جائے گی۔ سندھ میں مجھے توقع سے بڑھ کر کامیابی ہوئی۔ انشاء اللہ دس سال کے عرصہ میں سندھ (اردو کے معاملے میں) دوسرا پنجاب ہو جائے گا۔

مبارک ہو۔ پنجاب گورنمنٹ کا انعام۔ میں نے ہندوستانی اکاڈمی (یو۔پی) میں بھی انعام کی سفارش کر رکھی ہے۔ ابھی تک کچھ فیصلہ نہیں ہوا۔

باقی بوقتِ ملاقات۔ عبدالحق

آپ کی تعطیلیں کب سے شروع ہوتی ہیں اور آپ کب تک لاہور میں رہیں گے؟

(۱۴۳)

دریاگنج، دہلی۔ ۱۸؍جون ۱۹۴۳ء

شفیقی و کرمی زاد لطفکم۔ تسلیم

میں نے آپ کا خط غور سے پڑھا۔ بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے ان کی انجمن کا الحاق ملتوی کر دیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ اس کا فیصلہ میں خود وہاں جا کر کروں گا۔ آپ کے خط سے پوری حقیقت معلوم ہوئی اور میں خوش ہوں کہ میں نے الحاق میں جلدی نہیں کی۔ میں تو اس خیال میں تھا کہ یہ آپ کی کمیٹی کی رائے سے لکھا گیا ہے۔

آپ نے جن دو باتوں کا ذکر کیا ہے ان کا جواب میں نے اس لیے نہیں دیا تھا کہ آپ سے مل کر اور معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے وائس چانسلر سے ملوں۔ اور آپ کو اپنے ساتھ لے جا کر ان سے تعارف کراؤں۔ خط و کتابت سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو بالمشافہ گفتگو سے ہوتی ہے۔ اب میں وہاں آؤں تو چند روز بیٹھ کر سارے معاملات طے کروں۔

میں انجمن کے لیے ہر قسم کی تکلیف اور اندوہ و رنج سہنے بلکہ جان تک دینے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن جب انجمن کے خلاف اسے نقصان پہنچانے اور اسے مٹانے کی سازشیں کی جاتی ہیں تو اس کے بچاؤ میں جو میرا عزیز وقت، قوت اور روپیہ صرف ہوتا ہے اور اس سے جو روحانی کوفت ہوتی ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اس دو سال کے عرصے میں چار بڑی منظم اور گہری سازشیں انجمن کے خلاف کی گئیں۔ ان سازشوں کے توڑنے، حریفوں سے مقابلے کرنے اور انجمن کے بچاؤ کے لیے مجھے کیا کچھ نہیں کرنا پڑا۔ مقصد ان تمام سازشوں کا یہ تھا کہ یا تو انجمن ٹوٹ جائے یا کانگرسی مسلمانوں کے حوالے کر دی جائے خدا کی عنایت سے انھیں ہر کوشش میں ناکامی ہوئی۔ یہ بڑی طویل داستان ہے جو خط میں نہیں سما سکتی۔ ملاقات کے وقت آپ سے بیان کروں گا۔ اب ایک اور بہت بڑی سازش خوب سوچ سمجھ کر کی گئی ہے۔ آپ نے حیدرآباد کی آل انڈیا اردو کانگریس کے اعلان پڑھے ہوں گے۔ آپ کو بھی دعوت آچکی ہے۔ یہ سارا کھیل انجمن کے وقار کو کم کرنے اور اسے مٹانے کے لیے کیا جا رہا ہے اور اس میں حکومت کے اعلیٰ اور مقتدر حکام بھی شریک ہیں۔ وہ الگ انجمن کے کمزور کرنے کے لیے تدبیریں کر رہے ہیں۔ چنانچہ انجمن کا دستور العمل اور دوسرے کاغذات تار کے ذریعہ طلب کیے گئے ہیں۔ ان شاء اللہ میں اس میں بھی ان کو زک دوں گا۔ اس میں آپ صاحبوں کی اعانت درکار ہے۔ آپ ضرور کانگریس کے جلسے میں شرکت کیجیے۔ میں بھی جاؤنگا اور میرے بعض خاص احباب بھی جو ان چالوں سے واقف ہیں یا واقف ہو گئے ہیں، شریک ہوں گے۔ اگر وہاں کوئی ایسی بات ہو جس سے انجمن کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ہم معقولیت مگر سختی سے اس کا مقابلہ کریں گے۔ میں لاہور آکر آپ سے اور ایک دو اور صاحبوں سے جو آپ کے ہم خیال ہوں اس بارے میں مشورہ کر دوں گا۔

یہ خط میں نے بہت جلدی میں لکھا ہے اگر کوئی جواب طلب بات رہ گئی ہو تو معاف فرمائیے گا۔ میں بہت ہی عدیم الفرصت ہوں۔ آج کل سندھ کے لیے ریڈریں لکھ رہا ہوں۔ موجودہ ریڈریں وہاں کے کام کی نہیں۔ جولائی سے اردو کی تعلیم شروع ہو جائے گی۔ اس لیے

لکھنے کے بعد جلدی جلدی چھاپ کر وہاں بھیجنی ہیں۔ والسلام۔ خیر طلب عبدالحق

(۱۴)

دریا گنج، دہلی ۵ دسمبر ۱۹۴۴ء

شفیق عزیز زاد لطفکم۔ تسلیم

آپ کی شکایت سر آنکھوں پر۔ کیا کروں مجبور تھا۔ کام کا ہجوم اور کام بھی مختلف نوعیت کے۔ اس پر بیرونی اور اندرونی مخالفتیں۔ بہرحال شکر ہے اچھا ہوں۔ کام کر رہا ہوں اور مرتے دم تک کرتا رہوں گا۔

آپ ۱۵ دسمبر سے ۱۰ جنوری تک جب آپ فرمائیں حاضر ہو جاؤں گا۔ ورنہ پھر ۲۰ جنوری کے بعد موقع ملے گا۔ یہ آنا تفریحانہ ہوگا۔ کام ہوا تو ایسا جسے استحکام ہو۔ اب آپ وہاں کے حالات دیکھ کر کوئی تاریخ مقرر فرما دیجئے۔ عبدالحق

(۱۵)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۴ء

شفیق زاد لطفکم۔ تسلیم۔

آپ کا خط بہت انتظار کے بعد پہنچا۔ میں تو مایوس ہی ہو چلا تھا۔ اب میں ۲۰ دسمبر کی شب کو فرنٹیر میل سے روانہ ہو کر ۲۱ کی صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ میں پہلے آتا لیکن کچھ کام ایسے آ پڑے ہیں کہ ۲۰ سے پہلے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ میاں بشیر احمد صاحب کو بھی خط لکھ رہا ہوں۔ اب اور کیا لکھوں وہاں پہنچ کر باتیں ہوں گی۔ تابعدار۔ عبدالحق

(۱۶)

دریا گنج، دہلی ۱۰ فروری ۱۹۴۵ء

مشفقی و کرمی۔ تسلیم

آپ کا خط، مضمون شہر آشوب اور رپورٹ پہنچی۔ بہت شکرگزار ہوں۔ مضمون جلد شائع ہو جائے گا۔ رپورٹ ہماری زبان میں شائع کر دی جائے گی۔ اس کی اشاعت بہت ضروری ہے۔ آپ نے یہ لکھا ہے کہ سفارشات والا حصہ شائع نہ کیا جائے۔ آپ کی رائے درست ہے۔ لیکن آپ نے جو رپورٹ بھیجی ہے اس میں یہ حصہ نہیں ہے۔

ایک بات اور گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی جو ریڈیو کی زبان کے متعلق سرکاری کمیٹی مقرر ہوئی تھی۔ اس میں ہندی ساہتیہ سمیلن کے نمائندے نے یہ بیان دیا کہ پنجاب میں ہندی بڑی تیزی اور زور کے ساتھ پھیل رہی ہے اور سرکاری امتحانات میں ہندی کے جتنے طلبا شریک ہوتے ہیں، اردو میں اس کے عشر عشیر بھی نہیں ہوتے۔ اس لیے لاہور کے ریڈیو اسٹیشن میں اردو اور ہندی کا درجہ مساوی ہونا چاہیے۔ یعنی پچاس پچاس"۔ — ہندی کو آپ اردو کے مساوی رکھیں گے تو ایک دن برادران وطن کی سعی اور جدوجہد سے ہندی زور پکڑ جائے گی۔ اگر پنجاب میں یہ ہوا تو دوسرے صوبوں میں اس کا غلبہ کہیں زیادہ ہو جائے گا۔

آپ وائس چانسلر صاحب سے ضرور ملیے گا اور جو گفتگو ہو اس سے ضرور مطلع فرمائیے گا۔ تابعدار عبدالحق

(۱۷)

دریا گنج، دہلی - ۱۹ فروری ۱۹۴۵ء

مشفقی و کرمی - تسلیم

آپ کا خط مل گیا تھا - آج دوسرا خط ملا - میں آج بمبئی جا رہا ہوں، وہاں اردو کانفرنس ہے سال بھر سے تقاضا تھا وہاں سے ۲۵ کی شام کو وردھا جاؤں گا - جہاں گاندھی جی کی ہندستانی پرچار سبھا کی سالانہ کانفرنس ہے - گاندھی جی کا بہت اصرار ہے کہ اس میں ضرور شریک ہوں - میں جانا نہیں چاہتا تھا، تو انھوں نے پنڈت سندر لال اور ڈاکٹر تارا چند کو مجھ پر مسلط کر دیا وہ الہ آباد سے آئے اور دو روز میرے سر رہے - میں نے عذر کیا کہ انھیں تاریخوں میں بمبئی اردو کانفرنس ہے میں کیونکر شریک ہو سکتا ہوں - اس پر گاندھی جی نے تاریخیں بدل کر دوسری مقرر کر دیں - اب جانا ہی پڑا - وردھا سے حیدرآباد جاؤں گا وہاں یوم حالی ہے اور انجمن کے بھی کچھ کام ہیں - حیدرآباد میں پہنچ کر زور صاحب کی انسائیکلو پیڈیا دیکھنے کی کوشش کروں گا - اس کے بعد آپ کو اطلاع دوں گا کہ ہمیں یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں -

۲ - اس وقت تو میں پا بہ رکاب ہوں، وہاں سے آنے کے بعد دیکھوں گا کہ میں کوئی چیز آپ کو دے سکتا ہوں یا نہیں -

۳ - مناسب ہے نوادر الالفاظ کا پہلا حصہ کتابت کے لیے دے دیجیے جو حک و اصلاح آپ کو کرنی ہے وہ ابھی کر دیجیے - ورنہ بعد میں پہلی کتاب کی طرح تبدیلیاں کریں گے تو طباعت خراب ہو جائے گی -

واٹسن نکما آدمی ہے - آپ ملتے بھی تو کیا ہوتا مجھے اس سے کوئی توقع بھلائی کی نہیں -

یہ نل دمن کس زمانے کی ہے - اور کیسی کتاب ہے - پنجابی تقریروں کے خلاف آپ کی سعی مبارک ہو - یہ خط بہت جلدی میں لکھا ہے معافی چاہتا ہوں -

تابعدار عبدالحق

(۱۸)

حیدرآباد دکن - - مارچ ۱۹۴۵ء

مشفقی و کرمی زاد لطفکم - تسلیم

بمبئی کی اردو کانفرنس سے فارغ ہو کر یہاں پہنچا - یہاں ۲ مارچ کو یوم حالی تھا - پرسوں گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند کا سالانہ جلسہ ہے جلسے سے فارغ ہو کر اسی شام کو احمد نگر چلا جاؤں گا جہاں اردو کانفرنس ہے - بمبئی کی کانفرنس بہت کامیاب رہی - بمبئی میں اردو کا شوق اور شغف دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی - یہ شہر کچھ دنوں میں اردو کا بہت بڑا مرکز ہو جائے گا -

آپ کے واٹسن یا نسلر کا خط دہلی سے ہوتا ہوا یہاں ملا جو ملاحظہ کے لیے آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں - اب آپ ان سے ضرور ملیے - آجکل تو آپ کے ہاں لیگ کے سالانہ جلسے کی خوب تیاریاں ہو رہی ہوں گی -

تابعدار عبدالحق

(۱۹)

دریا گنج، دہلی ۱۵ مارچ ۱۹۴۵ء -

مشفقی و کرمی - تسلیم —— میں کل ہی سفر سے واپس آیا - آپ کا عنایت نامہ اور کاغذات ملے - میں نے ایک خط آپ

کو حیدر آباد سے لکھا تھا اس میں وائس چانسلر صاحب کا خط بھی تھا۔ اب آپ ان سے ضرور ملاقات کیجیے۔ میرے حوالہ سے آپ ان سے وقت مقرر کرکے ضرور ملیے۔ ایک بار پنجابی اور اردو کے متعلق صحیح صحیح واقعات ضرور ان کے گوش گزار کر دیئے جائیں۔

آپ کی یہ رائے بہت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہماری زبان کا ایک خاص نمبر نکالا جائے جس میں اسی مسئلہ پر زیر بحث ہو۔ اس خیال سے میں نے آپ کا مضمون رکھ لیا ہے۔ باقی سب مواد بھی بھیج دیجیے آپ کا مضمون اور یہ سب مواد اسی کے ساتھ خاص نمبر میں شائع کر دیا جائے گا۔ اپنی رائے سے مطلع فرمایئے۔

ہندستانی کے متعلق آپ نے جو کچھ اخباروں میں پڑھا ہے وہ صحیح نہیں ہماری زبان میں وردھا کانفرنس کی کیفیت شائع ہوگی اسے ملاحظہ کیجیے گا۔ میری کیا رائے ہے یہ ایک طولانی داستان ہے خط میں اس کی گنجائش نہیں ملاقات کے موقع پر تفصیل سے بیان کروں گا۔ حریف عقل سے کام لیتے ہیں اور ہم جذبات سے۔ یہ بڑا فرق ہے۔ عاقبت بینی اور غور و فکر اور مصلحت اندیشی ہماری قوم میں مفقود ہے۔ اقبال کی شاعری نے جنون کی فضیلت اور عقل کی نارسائی میں اس قدر مبالغہ کیا کہ وہ ہمارے لیے دیوانہ وار ہوئے بس است کا مصداق ہو گزرا۔

نوادر الالفاظ کا پہلا حصہ جلد صاف کر لیجیے اور جو کچھ کاٹ چھانٹ کرنی ہو وہ اسی وقت کر دیجیے تاکہ وہ دقت پیش نہ آئے جو ادبیات فارسی میں ہوئی تھی۔ اگر یہ مسودہ صاف کیا ہوا آپ بھیج دیں تو کاپیاں یہیں لکھوا کر تصحیح کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دی جائیں گی اور آخری پروف بھی۔ وہاں کے کاتب کو انجمن کے رسم خط کی پابندی میں بہت مشکل ہوگی۔

اگر زحمت نہ ہو تو احمد سرادی کی ٹل دمن دیکھنے کے لیے بھیج دیجیے سرادہ میری ننھیال ہے۔ میں بچپن میں وہیں رہا ہوں۔ تابعدار عبدالحق

(۲۰)

دریاگنج، دہلی - ۲۲ مارچ ۱۹۴۵ء

مشفقی و کرمی - تسلیم

آپ کا خط اور تراشے پہنچے۔ شکر گزار ہوں۔ آپ تینوں چیزیں بھیج دیں یہاں ترجمہ کرا لیا جائے گا۔ جلد واپسی سے کیا مطلب۔ یعنی کتنے دنوں میں۔

نوادر الالفاظ اواخر اپریل تک ضرور آجائے۔ کل عاشق حسین بٹالوی صاحب آئے تھے۔ بہت سی باتیں کیں۔

آپ کے وزیر تعلیم جو کچھ کریں کم ہے۔

میں نے یہ مضامین انقلاب میں پڑھے تھے۔ اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ یہ کس کے قلم کی تراوش ہے۔ عبدالحق

(۲۱)

دریاگنج، دہلی - ۶ اپریل ۱۹۴۵ء

مشفق و کرمی زاد لطفکم تسلیم

آپ کا خط پہنچا۔ پرسوں اور کل ہماری مجلس نظما کا جلسہ رہا۔ اس لیے جواب نہ لکھ سکا۔ میاں بشیر بھی شریک جلسہ رہے۔ آج آپ کا پارسل بھی وصول ہو گیا۔ اس میں ایک کیلنڈر ہے دوسری خلیفہ محمد حسین کی انگریزی رپورٹ تیسری ٹل دمن۔ آپ نے جو سرسید کی یادداشت کا

حوالہ دیا ہے وہ کہاں ہے۔

یہ صحیح کہ میٹرک میں ذریعہ تعلیم اردو ہو جائے تو بہت سی مشکلات رفع ہو جاتی ہیں لیکن یہ ہو کیوں کر؟ آپ کی گورنمنٹ کی جو حالت ہے وہ ظاہر ہے۔ یونیورسٹی پر آپ کا کوئی زور نہیں وہ غیروں کے ہاتھ میں ہے۔ اخباروں میں مضامین لکھنے کا نتیجہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ پڑھے لکھے لوگ ان حالات سے واقف نہیں واقف ہو جائیں اور یہی ایک ذریعہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ بہرحال کوشش لازمی ہے

ہندستانی ذریعہ تعلیم و فارسی اور ناگری رسم خط میں۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ پنجاب کے مسلمان اس پر کبھی رضامند نہ ہوں گے۔ اصل جھگڑا تو رسم خط ہی کا ہے نہ صرف پنجاب بلکہ دوسرے صوبوں کے مسلمان بھی اسے کبھی گوارا نہ کریں گے اور آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اس چیز کو فی الحال بحث میں نہیں لانا چاہیے۔ البتہ اگر بجائے ہندستانی کے اردو ہو اور رسم خط دونوں تو ہمیں مان لینا چاہیے (سخت مجبوری کی حالت میں)

آپ کا مضمون شہر آشوب جولائی کے نمبر میں شائع ہو جائے گا۔ سید ہاشمی بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ تابعدار عبدالحق

(۲۲)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۴ اپریل ۱۹۴۵ء

جناب مکرم۔ تسلیم

انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی کے اجلاس مجلس نظما منعقدہ ۴ اپریل ۱۹۴۵ء بمقام دہلی میں یہ طے پایا کہ انجمن کی علمی اور تنظیمی سرگرمیوں میں مشورہ و امداد کے لیے ایک مجلس رفقا بنائی جائے جس کے کم از کم پچاس اراکین ہوں اور زیادہ سے زیادہ سو۔ اور پچاس تک رفقائی تعداد کو مجلس نظما کے لیے ایک رکن منتخب کرنے کا حق دیا جائے۔ ایک دن تا سو رفقائی تعداد کو دو رکن مجلس نظما کے لیے منتخب کرنے کا حق ہوگا۔ اس مجلس رفقا کی رکنیت کے لیے مجلس نظما کے جلسہ مذکور میں آپ کا اسم گرامی بھی تجویز ہوا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس منصب کو قبول فرمائیں گے اور اپنی منظوری کی اطلاع بھیج کر مجھے ممنون فرمائیں گے

سر دست پچاس رفقا کا نام تجویز کیا گیا ہے جنھیں آئندہ مجلس نظما میں کوئی جگہ خالی ہونے پر ایک رکن منتخب کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

امید کہ جواب سے جلد سرفراز فرمائیں گے   نیازمند عبدالحق معتمد اعزازی

(۲۳)

دریا گنج، دہلی۔ ۹ رمئی ۱۹۴۵ء

شفیق و مکرمی۔ تسلیم

کیلنڈر اور رپورٹ آپکو واپس کر دی گئی۔ پہنچ گئی ہوگی۔ میاں صاحب کو میں نے اردو کانفرنس کے متعلق لکھا ہے۔ دیکھیے وہ کیا کرتے ہیں۔ آپ کیوں پریشان ہیں۔ خدانخواستہ آپ کی رسوائی کیوں ہونے لگی وہ مردود خود ہی رسوا ہوگا۔ کامل اطمینان سے اپنا کام کیے جائیے اور کچھ پروا نہ کیجیے۔ زندگی میں ایسے امتحان اکثر پیش آتے ہیں جیت اسی کی ہوتی ہے جو حق پر ہے اور استقلال اور صبر کے ساتھ کام کیے جاتا ہے۔ تابعدار عبدالحق

(۲۴)

دریا گنج، دہلی   ۱۰ اگست ۱۹۴۵ء

مشفقی و مکرمی۔ تسلیم۔ میں حیران تھا کہ دفعتہً آپ کہاں غائب ہو گئے یا کسی ایسی جگہ چلے گئے کہ وہاں سے خط و کتابت ممکن نہیں۔ اب جو خط آیا

تو اطمینان ہوا۔

میں نے واپس جانا بھی خط نہیں لکھا۔ کیونکہ آپ نے اپنے خط میں جو کیفیت لکھی تھی اس سے ایسا مترشح ہوتا تھا کہ انھوں نے تائید نہیں کی جسٹس دین محمد صاحب کا خط آیا، جس میں انھوں نے تحریر فرمایا تھا کہ آپ کا انتخاب ہو گیا۔ اس پر میں نے انہیں شکریہ کا خط لکھ دیا تھا۔ اب اتنی دیر ہو گئی ہے کہ اب یا سنڈیکیٹ کا شکریہ ادا کرنا بے موقع ہوگا۔ البتہ جب سنیٹ سے منظوری ہو جائے گی تو انہیں شکریہ لکھ بھیجوں گا۔

جولائی کا اردو زبان شائع ہو چکا۔ آپ کا پتا معلوم نہ تھا اس لیے نہ بھیجا۔ اب بھیجتا ہوں۔

سید ہاشمی سلام کہتے ہیں۔ خیر طلب ۔عبدالحق

دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ کے مضمون کے چار "ری پرنٹ" اور رسالے کا ایک نسخہ اورینٹل کالج کے پتے سے بعینہ رجسٹری بھیج دیا گیا ہے امید ہے وہاں سے آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔

(۲۵)

دریا گنج، دہلی ۲۴ر نومبر ۵۶ء

مشفقی و مکرمی ۔ تسلیم

میں کل ہی الہ آباد سے واپس آیا۔ آپ کی فرمائش کی تعمیل کر دی گئی تھی۔ اطمینان رکھیے۔

۱۶ر نومبر کے ہماری زبان میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی اور اردو کا مضمون پڑھا ہوگا۔ اب اس کے تراشے اپنے خط کے ساتھ وائس چانسلر، جسٹس دین محمد صاحب کو بھیج رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر لکھیے کہ اور کن کن صاحبوں کو لکھا جائے۔ آپ کا دوسرا خط ابھی پہنچا۔ تابعدار عبدالحق

(۲۶)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۸ر دسمبر ۵۶ء

شفیقی و مکرمی ۔ تسلیم

خط پہنچا۔ پرسوں میاں صاحب کا بھی خط آیا تھا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ الیکشن کی سرگرمی کی وجہ سے اس سال کانفرنس کا انعقاد ممکن نہیں۔ آئندہ سال مارچ میں کیا جائے گا۔ یہ درست ہے، یہ زمانہ بڑے ہنگامے کا ہے۔ کانفرنس کی بھی تو بہت ناکام رہے گی۔ اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا، خاموش رہنا ہی مناسب ہے۔ یہ ہنگامہ فرو ہو جائے تو پھر کوئی صورت کی جائے گی۔

میں نے پنجاب یونیورسٹی اور اردو کی تحریر سرکلر کی صورت میں چھپوائی ہے۔ چند نام جو آپ نے لکھ بھیجے تھے اور جو مجھے یاد تھے، ان کو بھیج دیا ہے تیس کاپیاں آپ کو بھیج رہا ہوں آپ جن جن کو مناسب خیال فرمائیں بھیج دیں۔ میں نے ان صاحبوں کو بھیجا ہے:

۱۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین
۲۔ ڈاکٹر عمر حیات ملک
۳۔ خان بہادر مرزا عبد الرب
۴۔ آنریبل میاں عبدالحی

۵- خواجہ دل محمد
۶- پروفیسر سراج الدین
۷- قاضی محمد اسلم
۸- پروفیسر خواجہ عبدالحمید
۹- آنریبل خضر حیات خاں
۱۰- خان بہادر ایس ایم شریف
۱۱- آنریبل جسٹس محمد منیر
۱۲- سر عبدالرحمن وائس چانسلر
۱۳- جسٹس دین محمد صاحب
۱۴- میاں بشیر احمد
۱۵- ڈاکٹر محمد اقبال
۱۶- پروفیسر عاشق محمد ایم اے
۱۷- صلاح الدین احمد مولوی صاحب

آپ ضرور تشریف لائیے۔ صحیح تاریخ سے ابھی اطلاع دے دیجیے کیونکہ بعض اوقات ناگہانی طور پر میں چل کھڑا ہوتا ہوں۔ ایسی ضرورتیں کبھی کبھی پیش آجاتی ہیں۔

(۲۷)

کانپور ۵ جنوری ۱۹۴۶ء

مشفقی و کرمی۔ تسلیم

آپ کا خط اور اس کے بعد رجسٹری مسودہ کل ہی پہنچ گیا تھا۔ لیکن اس قدر مصروف رہا کہ آپ کو خط نہ لکھ سکا۔ اب یہاں (کانپور) پہنچ کر اس کی اطلاع دے رہا ہوں۔ ۹ جنوری تک واپس ہوں گا، اس وقت کتابت وغیرہ کے متعلق مفصل لکھوں گا۔ کل الہ آباد چلا جاؤں گا۔ تابعدار عبدالحق

(۲۸)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۲ جنوری ۱۹۴۶ء

مشفقی و کرمی۔ تسلیم۔ رجسٹری مسودے کی اطلاع الہ آباد سے دے چکا ہوں۔ سفر سے آج واپس آیا تو آپ کا خط اور اخبار کے تراشے ملے۔ ان دونوں تراشوں کے متعلق ہماری زبان میں نوٹ شائع ہوں گے۔ مگر اس نمبر میں تو ممکن نہیں آئندہ نمبر میں شائع ہوں گے۔

میاں عبدالحی کو بھی خط لکھوں گا۔ آپ نے اور جن دلائل کے لکھ بھیجنے کا وعدہ کیا ہے وہ بھی لکھ بھیجیے۔

میں بے حد مصروف ہوں۔ زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ انہیں چند سطروں پر اکتفا کر رہا ہوں۔ تابعدار عبدالحق

(۲۹)

دریا گنج، دہلی ۶ جنوری ۱۹۴۶ء

مشفقی و کرمی - السلام علیکم -

ایک مدت کے بعد آپ کا خط آیا اور ایک گونہ خوشخبری لایا - جزاک اللہ - یہ بہت غنیمت ہے کہ اردو، پنجابی اور پشتو کی جگہ بند سے نکل گئی - اب ضرورت ہے کہ اکیڈیمک کونسل، سنڈیکیٹ اور سینیٹ میں بھی اسی ہمت اور جوش کے ساتھ کام کیا جاتے لیکن ایف اے - اور بی اے میں ابھی تک ماڈرن لنگوایجز کا کانٹا باقی ہے - جہاں معاملات کا فیصلہ ووٹوں پر ہو وہاں انجام یہی ہوتا ہے - جہاں اکثریت والے صوبوں کا یہ حال ہو وہاں اقلیت والوں کا خدا ہی حافظ ہے -

میں ابھی تک اورینٹل فیکلٹی کے جدید فیصلہ اور قدیم نصاب کی ترتیب کو پوری طرح نہیں سمجھا - ذرا کھل کے لکھئے - موڈرن لنگوایجز کو پورا مضمون بنانے اور مشرقی زبانوں کو بدستور لازمی رکھنے سے کیا مطلب ہے - اس پر لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام امور کو وضاحت سے بیان کیا جائے میں ہر طرح سے پنجاب کے تعلیمی مسئلے پر غور کرنے اور لکھنے کے لیے تیار ہوں، اور جو ہدایات آپ دیں گے اس پر عمل کیا جائے گا -

اس سے مجھے افسوس ہوا کہ میاں صاحب فیکلٹی کے جلسے میں تشریف نہ لائے - ایسے جلسوں میں جہاں فیصلہ ووٹوں پر ہو وہاں بعض وقت ایک ووٹ بھی سو کے برابر ہوتا ہے -

نوادر الالفاظ کو ابھی ہم نے ہاتھ نہیں لگایا - کیونکہ ابھی ہمارے ۱۹۴۵ء کے پروگرام کی تکمیل نہیں ہوئی - مطبع والوں کی بے پروائی اور وعدہ خلافیوں نے تنگ کر رکھا ہے - ۱۹۴۶ء کا کام پندرہ مارچ سے شروع کیا جائے گا -

تابعدار عبدالحق

(۳۰)

دریا گنج، دہلی - ۹ فروری ۱۹۴۶ء

مشفقی و کرمی زاد لطفکم - تسلیم

آپ کا خط پہنچا اور تراشہ بھی - اس پر عمل ہوگا - ڈاکٹر عابد حسین بہت معتدل اور منصف مزاج شخص ہیں - ان سے زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہیں اطمینان رکھیے -

انتخاب کا ہنگامہ ختم ہو تو پھر اردو کے کام کی طرف توجہ کرنی چاہیے -

تابعدار عبدالحق

(۳۱)

دریا گنج، دہلی - ۱۴ فروری ۱۹۴۶ء

مشفقی و کرمی - تسلیم

خط پہنچا - بہت بہت شکریہ - کیلنڈر آنے پر آپ کی ہدایت پر عمل کیا جائے گا اور دوسر کلر کا مضمون انگریزی میں بھی لکھ لیا جائے گا اور جن جن کو آپ فرمائیں گے بھیج دیا جائے گا - اس وقت پنجاب میں ہمارے ساتھی سب غافل ہیں یا اور کاموں میں مصروف ہیں - ایک آپ ہیں کہ برابر اس دھن میں لگے ہوئے ہیں - جزاک اللہ

خیر طلب عبدالحق

(۴۲)

دریا گنج، دہلی ۵ مارچ ۱۹۴۶ء

مشفق و کرمی۔ تسلیم۔

آپ کا خط پہنچا۔ پہلی مارچ کے ہماری زبان میں انقلاب کی تحریر بجنسہٖ شائع کر دی گئی ہے۔ غالباً یہ پرچہ ابھی آپ تک نہیں پہنچا۔ کل پرسوں تک پہنچ جائے گا۔ ان تمام صاحبوں کو سرکلر بھیج دیا گیا ہے۔ جن کے ناموں پر آپ نے نشان کر دیئے تھے۔

مجھے اس پر سخت حیرت ہوئی کہ اردو کے ریڈر کو پنجابی اور ہندی کے ریڈروں سے کم تنخواہ دی گئی۔ اس کی یہ وجہ تو نہیں کہ یہ دونوں صاحب پہلے سے نوکری کی خدمت پر فائز تھے اور اس حساب سے انہیں گریڈ دیا گیا ہے؟

میں ہر مہم کے لیے آمادہ ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کام کیوں کر انجام دیا جائے۔ محض اخباروں میں لکھنے سے تو کام نہیں چل سکتا۔ ہمارے لیڈر دوسرے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کی توجہ کی طرف نہیں۔

خان بہادر عبدالمجید خاں اور خان فضل محمد خاں صاحب آنریری اسلامیہ کالج جالندھر کا بہت دنوں سے تقاضا ہے کہ جالندھر آؤ۔ ۱۵ اور ۱۶ سے مدرسہ بنات کا سالانہ جلسہ ہے اس میں بہت تاکید سے بلاوا آیا ہے۔ ارادہ ہے کہ میں اور سید ہاشمی ۱۶ کو جائیں اور ۱۸ مارچ کو واپس آجائیں۔ اگر آپ بھی ایک دو روز کے لیے وہاں آجائیں تو بہت سی باتیں ہو جائیں۔ وہ اردو یونیورسٹی پر بھی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں لکھا ہے کہ وہ آپ کو خلیفہ شجاع الدین صاحب اور ملک صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج اور محمد شفیع صاحب کو بھی دعوت دیں تاکہ ہم اردو کے چند اہم ضروری مسائل پر گفتگو کر سکیں۔ آپ ضرور آجائیے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں۔

شیرانی صاحب کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ ہم میں سے ایک ایسا شخص اٹھ گیا جس کا اب کوئی بدل نہیں۔ افسوس صد افسوس!

جالندھر آنے کے متعلق ضرور اطلاع دیجئے۔ ہم ۱۶ مارچ کی سہ پہر کو وہاں پہنچ جائیں گے۔

خیر طلب عبدالحق

(۴۳)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۱ مارچ ۱۹۴۶ء

شفیق و کرمی۔ تسلیم

لکھنؤ چلا گیا تھا اس لیے خط کا جواب نہ لکھ سکا۔ مجھے اس سے خاص مسرت ہوئی کہ آپ جالندھر آ رہے ہیں۔ فی الحال میرا لاہور جانا بیکار ہوگا۔ جالندھر میں اب آپ سے مفصل گفتگو ہوگی کہ آئندہ کیا صورت اختیار کی جائے؟

خلیفہ شجاع الدین صاحب، محمد شفیع صاحب، میاں بشیر کو بھی جالندھر سے دعوت نامے بھیجے گئے ہیں۔ معلوم نہیں ان میں سے کوئی صاحب آنے کی زحمت فرمائیں گے یا نہیں۔ مجھے تو اُمید نہیں۔ آپ میری طرف سے بھی ان سے کہیے۔ دراصل یہ دعوت نامے میں نے ہی بھجوائے ہیں۔ لاہور میں ان صاحبوں سے اطمینان سے باتیں نہیں ہو سکتیں۔ وہاں آجائیں تو کھل کھول کے باتیں کر سکتے ہیں۔ تابعدار عبدالحق

(۴۴)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۲ مارچ ۱۹۴۶ء۔ شفیق و کرمی۔ تسلیم ——— اُمید ہے کہ اپنے ساتھیوں سمیت بخیر و عافیت پہنچ گئے ہوں گے۔

ہر چند کوشش کی مگر ہمارے جالندھری مہمان نوازوں نے ۱۰ کو جانے کی اجازت نہ دی۔ ۱۹ کو ۱۱ بجے کی گاڑی سے روانہ ہو کر شب گزشتہ دہلی پہنچے۔ آج کل سفر کرنا بڑے دل گردے بلکہ بے حیائی کا کام ہے۔

میرا اردو سرکلر تو آپ دیکھ چکے ہیں اور شائع بھی ہو گیا اور ان سب صاحبوں کی خدمت میں پہنچ گیا، جن کے نام آپ نے لکھ بھیجے تھے۔ اس کے بعد آپ کی تحریک پر انگریزی میں لکھا۔ اس کے بعد سے شاید کچھ حالات بدل گئے ہیں، کیونکہ وہ اس وقت لکھا گیا تھا جب کہ اردو کو الگ ایم اے کا درجہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس لیے آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ اُسے ملاحظہ فرمالیں اور جہاں کہیں ضرورت ہو بلاتامل اصلاح فرما دیں۔ اگر آپ اب بھی خیال کرتے ہیں کہ اس کا شائع کرنا ضروری ہے تو چھپوا کر شائع کر دیا جائے گا۔

ڈاکٹر قریشی صاحب کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیجیے گا۔

خیر طلب عبدالحق

(۳۵)

دریا گنج، دہلی۔ یکم اپریل ۱۹۴۶ء

مشفقی و مکرمی۔ تسلیم

انگریزی تحریر ان سب صاحبوں کے نام بھیج دی گئی جن کے ناموں پر آپ نے نشان کر دیے تھے کہ ان کو انگریزی تحریر بھیجی جائے۔ آپ نے کچھ اور نام بھیجنے کے لیے لکھا تھا اب تک انتظار کیا اس لیے آپ کے نام بارہ پرچے بھیجتا ہوں جن صاحبوں کو مناسب سمجھیں بھیج دیں۔ عبدالحق

(۳۶)

دریا گنج، دہلی۔ ۱۴ مئی ۱۹۴۶ء

شفیقی و کرمی زاد لطفکم۔ تسلیم

ہیں! یہ آپ دفعتہً کہاں سے آگئے۔ میں تو آپ کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اب جاڑوں ہی میں آپ کی کوئی خبر ملے تو ملے۔

لکھنؤ یونیورسٹی میں یہ تجویز کئی سال ہوئے پیش ہوئی تھی اور اب قطعی طور پر منظور ہو گئی۔ مسلم یونیورسٹی میں کئی بار یہ تجویز پیش کی گئی مگر ارباب یونیورسٹی ہمیشہ ٹالتے رہے۔ یہ حالات بہت مایوس کن ہیں۔

عاشق حسین بٹالوی صاحب آئے تھے۔ پنجاب کی شاخ کے متعلق ان سے بہت سی باتیں ہوئیں۔ وہ ہر طرح کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ آپ سے اور صلاح الدین صاحب سے مشورہ کر کے پروگرام تیار کریں۔ پھر میں لاہور حاضر ہوں گا۔ موجودہ کمیٹی کو برخاست کر کے نئی کمیٹی بنانی پڑے گی اور کام مستعدی سے تمام پنجاب میں کرنا پڑے گا۔

میں خود چاہتا ہوں کہ نوادر الالفاظ جلد سے جلد چھپ جائے لیکن آپ نے اسے ایسا گوڑا ہے کہ کوئی کاتب اسے صحیح نہیں لکھ سکتا۔ اب میں اسے نکلوا کر پہلے صاف لکھواتا ہوں اس کے بعد کتابت کراؤں گا۔ صاف شدہ کو آپ ایک نظر پھر دیکھ لیں تاکہ بعد میں پروف کا وہی حال نہ ہو جو آپ کی پہلی کتاب کا ہوا۔

میں اب بالکل اچھا ہوں کبھی کبھی بخار کا آنا یا زکام ہونا فطری چیز ہے اور صحت کی زکوٰۃ۔ ان کا ہونا بہت ضروری ہے یہ بہت سی سنگین بیماریوں سے بچا دیتے ہیں۔

اس سے پہلے ہم نے اسی نصاب کی پوری کتابیں تیار کرا دیں کئی ہزار روپیہ صرف ہوا لیکن آپ کی گورنمنٹ نے دو بار حکم منسوخ کر دیئے۔ ریڈر بھی لکھی رکھی ہیں معلوم نہیں اب انہوں نے پہلے کے نصاب میں کچھ تبدیلی کی ہے یا وہی ہے۔ براہ کرم تفصیل مزید بھیج دیجئے تاکہ ابھی سے اس کی تیاری شروع کر دی جائے۔

خیر طلب عبدالحق

(۴۷)

دریا گنج، دہلی ۲۸ مئی ۴۶ء

شفیقی و مکرمی زاد لطفکم۔ تسلیم

عنایت نامہ پہنچا۔ بے شک حالات ایسے ہی ہیں جنہیں دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے اور اسے برابر کرتے رہنا چاہیے۔ اب کے لاہور آ کر انجمن کی شاخ کو پھر از سر نو ترتیب دیا جائے گا۔ پچھلے تجربہ سے کام ہے۔ اب یہ آخری کوشش ہوگی۔ میں نے عاشق حسین صاحب کو لکھا ہے کہ آپ سے مشورہ کریں کیونکہ آپ ہی نے ان کا اور صلاح الدین صاحب کا نام تجویز کیا تھا۔

نوادر الالفاظ کو صاف لکھوا رہا ہوں۔ چند روز بعد چند جز آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔ جب ساری کتاب آپ دیکھ لیں گے تو کاپیاں لکھوائی جائیں گے اس وقت اعراب نہیں لگائے گئے۔ وہ آپ کے دیکھنے کے بعد لگائے جائیں گے

ادیب، ادیب عالم، ادیب فاضل کے نصاب نہایت بھاری ہیں۔ آپ پہلے خود ان کے نصاب تیار کر لیجئے۔ اس کے بعد میں بھی دیکھ لوں گا بہر حال جو کتابیں اس وقت موجود ہیں، انہیں سے کام لینا چاہیئے۔ موجودہ نصاب سے تو بہتر ہی ہوگا۔

لکھنؤ کی تجویز میں مجھ سے کوئی مشورہ نہیں لیا گیا۔ البتہ آگرہ یونیورسٹی نے مجھ سے نصاب کی کتابوں کے بارے میں مشورہ لیا ہے۔ تابعدار عبدالحق

(۴۸)

دریا گنج، دہلی۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۶ء

مکرمی زاد لطفکم تسلیم

آپ کی یونیورسٹی سے متعلق جو انگریزی اور اردو کے بیان شائع کیے گئے ان کے کچھ نسخے جو دفتر میں موجود تھے۔ بذریعہ رجسٹری آج کی ڈاک سے آپ کی خدمت میں بھیجے جاتے ہیں۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔

مرکز کے متعلق ابھی میں نے کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ ایک ناگہانی مجبوری پیش آ گئی ہے۔ اس الجھن میں ہوں۔ انجمن پر ایک نازک وقت آ گیا ہے اگر اس آفت سے انجمن بچ نکلی تو پھر کوئی صورت کی جائے گی۔ ورنہ خدا مالک ہے!

خیر طلب عبدالحق

(۴۹)

دریا گنج، دہلی۔ ۹ ستمبر ۱۹۴۶ء

شفیقی زاد لطفکم۔ تسلیم۔ آپ کا خط پہنچا۔ شکریہ

اصل الفاظ پر آپ اعراب نہ لگائیں۔ مسودہ جب آپ کے پاس سے واپس آئے گا، تو میں دیکھ کر اعراب لگا دوں گا۔

۲۔ اگر آپ قدیم نسخے کے رسم خط کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو مجھے اس میں کچھ عذر نہیں۔

۲۔ ٹ ڈ ڑ کے لیے پرانی علامتیں (ٹ ڈ ڑ) لگانا غیر ضروری ہیں۔ ان سے کچھ حاصل نہیں خواہ مخواہ پڑھنے والوں کو الجھن ہوگی۔ آپ مقدمے میں رسم خط کی تبدیلیوں کا ذکر کیجیے لیکن متن میں اس خط کو برقرار رکھنے کی مطلق ضرورت نہیں۔

حیدر آباد سندھ کی اردو کانفرنس ۲۰ تا ۲۲ ستمبر کو ہوگی۔ وہاں سے واپسی کے وقت دو تین دن لاہور میں قیام کروں گا۔ اس وقت تک آپ بھی واپس تشریف لے آئیں گے

خیر طلب عبدالحق

(۴۰)

دریا گنج، دہلی - ۱۰ اپریل ۱۹۴۷ء

مشفقی و کرمی زاد لطفکم۔ تسلیم

پروفیسر محمد عثمان صاحب سے اس بارے میں مسلسل خط و کتابت رہی۔ ان کا اصرار ہے کہ میں لاہور آکر پنجاب میں اردو کی پالیسی کے متعلق مختلف گروہوں سے گفتگو کروں اور ہم سب باہم مشورہ کر کے ایک پالیسی قطعی طور پر طے کر لیں کہ آئندہ کیا کرنا ہوگا اور جو اختلاف اس وقت پایا جاتا ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ اسی سلسلے میں وہ اردو ہفتہ بھی منانا چاہتے ہیں۔ مجھے کچھ عذر تھا وہ بھی انھوں نے رفع کر دیا ہے۔ غالباً انھوں نے آپ سے بھی مشورہ کر لیا ہوگا۔ آج میں نے انھیں لکھا ہے کہ آپ سے ضرور اس بارے میں مشورہ کر لیں۔ مہربانی کر کے آپ اپنی رائے سے جلد مطلع فرمائیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کام بہت ضروری ہے اور جس قدر جلد طے کر لیا جائے مناسب ہے۔

تابعدار عبدالحق

(۴۱)

دریا گنج، دہلی ۱۴ اپریل ۱۹۴۷ء

مشفقی و کرمی۔ تسلیم

آپ کا خط پہنچا۔ میں نے پروفیسر حلیم کو لکھا ہے کہ سندھ جاتے ہوئے مجھ سے ملتے جائیں۔ اُس وقت میں ان سے سفارش کر دوں گا۔ پیر الٰہی بخش کو لکھنا اتنا کارگر نہ ہوگا۔ حلیم وائس چانسلر کیے گئے ہیں۔ اور تمام انتخابات انھیں کی رائے سے ہوں گے۔

تلافی فنڈ کے لیے رسیدیں نیز عہد نامے چھپوائے گئے ہیں وہ علیحدہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ کی تھوڑی سی توجہ سے بہت کچھ ہو سکتا ہے

سر عبدالرحمٰن اب حیدر آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس ہو گئے ہیں۔

تابعدار عبدالحق

(۴۲)

دریا گنج، دہلی - ۱۶ اپریل ۱۹۴۷ء

مشفقی و کرمی۔ تسلیم

آپ کا خط پہنچا، اور مسودہ بھی وصول ہوا۔ اب کاتب کو لکھنے کے لیے دے دیا جائے گا۔

محمد عثمان صاحب کو میں بھی نہیں جانتا، کبھی نام بھی نہیں سنا تھا۔ آپ مہربانی کر کے ضرور ان سے مل کر پوری کیفیت معلوم کیجیے۔ مجھے مقالہ خوانی اور شعر بازی سے کوئی دلچسپی نہیں، یہ تماشے اور ہنگامے میں بہت دیکھ چکا ہوں۔ اگر تمام حالات معلوم ہونے کے بعد آپ کی یہ رائے قرار پائے کہ میرا وہاں آنا درحقیقت کارآمد ہوگا تو خیر ورنہ بلا تکلف صاف صاف لکھ دیجیے اور محمد عثمان صاحب سے بھی کہہ دیجیے کہ مجھے بلا کر خواہ مخواہ کیوں شرمندہ کرتے ہیں،

ایک تو آج کل سفر یوں ہی خوب سفر بنا ہوا ہے۔ دوسرے میں انجمن کے کاموں میں بے حد مصروف ہوں۔ کام کا بھی ہرج ہوگا، اور کوفت بھی ہوگی بلکہ مجبوری ہے دونوں اور صبر کریں تو مناسب ہوگا ممکن ہے کہ حالات میں بھی کوئی تغیر و تبدل ہو جائے۔ بہرحال میں آپ کے خط کا منتظر رہوں گا۔ تابعدار عبدالحق

(۴۳)

دریاگنج، دہلی - ۲۴ اپریل ۱۹۴۷ء مناسب ہے

مکرمی، سلام مسنون

مولوی صاحب قبلہ کی معرفت جناب کا مکتوب گرامی ملا۔ ۲۵ — ۲۵ رسیدوں کی دو کتابیں فی الحال بھیج رہا ہوں رسیدیں ختم ہو چکی ہیں جدید زیر طبع ہیں چھپ جانے پر ہفتہ عشرے میں مزید دو کتابیں ۲۵ - ۲۵ رسیدوں کی ارسال خدمت کی جائیں گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں رسید بک کے پیکٹ کا کسی شربت کے پیالے سے تصادم ہو گیا جو یہ صورت پیش آئی۔

تحقیقاتی کمیشن کی وجہ سے کام بہت منتشر تھا اور کارکن ہنگامی مشغولیت میں مصروف تھے جس کی وجہ سے رسید بک بغیر معتمد اعزازی کے دستخط کے چلی گئی معاف فرمائیے گا۔

احتیاطاً ۲۵ عہدنامے اور ۱۰ اپیل بھی ارسال خدمت ہیں یہ پروپیگنڈے اور مستقل سالانہ امداد کے حصول میں معاون ہوں گے۔ فارم ان ہی حضرات سے بھروائیے گا جو مستقل سالانہ امداد عنایت فرمائیں۔ فارم پر معطی حضرات کے مکمل پتے لکھے جائیں تاکہ رقم وصول ہونے پر ان کو براہ راست چندہ کے وصول ہونے کی اطلاع دی جا سکے اور آئندہ سال یاد دہانی کرانے میں آسانی ہو۔

امید کہ آپ بعافیت ہوں گے۔ حامد علی

(۴۴)

دریاگنج، دہلی - یکم مئی ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی، تسلیم

خط پہنچا۔ مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔ یہ زمانہ اس کام کا نہیں۔ اکتوبر تک انتظار کرنا مناسب ہوگا۔ میں محمد عثمان صاحب کو بھی لکھ دوں گا۔ آپ کی یہ تجویز بہت مناسب ہے کہ وہ فی الحال تاؤنی فنڈ کے لیے آپ کے ساتھ مل کر کام کریں۔

رسید بک بھیجنے میں بہت تاخیر ہو گئی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ حیدرآباد کے ہرچند صاحب تنقیح حسابات وغیرہ کے لیے آئے تھے۔ انہوں نے پورے دو ہفتے لگا دیے اور انجمن کے سارے کام معطل رہے دوسرے حیدرآبادی امداد بند ہو جانے کی وجہ سے ہمیں عملے میں تخفیف کرنی پڑی۔ اب محرروں کا کام بھی ہم ہی کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اب رسید بک پہنچ گئی ہوگی۔

آپ کا مسودہ کاتب کو دے دیا گیا ہے محکمہ کا اب کام ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا انجمن کے مخطوطے واپس فرما دیجئے۔ تابعدار عبدالحق

(۴۵)

دریاگنج، دہلی - ۱۵ مئی ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی ——— تسلیم ——— لکھنؤ سے واپسی پر آپ کا خط پہنچا۔ عثمان صاحب نے بخاری صاحب سے خط لکھوایا۔ میں نے انہیں بھی صاف

لکھ دیا کہ یہ وقت ان کاموں کا نہیں۔ حالات سازگار ہونے دیجیے۔ اس وقت دیکھا جائے گا۔ چنانچہ پرسوں عثمان صاحب کا خط آیا کہ کانفرنس فی الحال ملتوی کر دی گئی ہے۔

مطلوبہ فارم آپ کو پہنچ گئے ہوں گے۔ خیر طلب عبدالحق

(۴۶)

دریاگنج، دہلی - ۱۹ مئی ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی زاد لطفکم - تسلیم

آج کل لاہور معرکۂ کارزار بنا ہوا ہے۔ اب محمد عثمان صاحب سے دریافت کیجیے کہ کانفرنس ان دنوں میں کیسی رہتی۔

آپ کو ایک زحمت دیتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ کئی مہینے ہوتے ہیں میں نے 'داستانِ طبیعات' کا مسودہ محمد فضل الدین قریشی صاحب کو دیکھنے کے لیے دیا تھا کہ اگر کوئی امر اصلاح یا ترمیم طلب ہو تو فرما دیں۔ کئی مہینے ہوتے جب وہ دہلی آتے تو فرمایا کہ کچھ حصہ دیکھنا باقی ہے۔ ایک ہفتے میں بھیج دوں گا۔ اب تک انتظار کرتا رہا، مسودہ نہیں آیا۔ خط لکھا کوئی جواب نہ ملا۔ آج پھر لکھ رہا ہوں۔ یہ کتاب ہمارے اس سال کے پروگرام میں ہے۔ کتابت کے لیے ابھی دینی چاہیے۔ اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ تکلیف فرما کر ان سے ملیے اور مسوّدہ واپس بھجوا دیجیے۔ بڑا کرم ہوگا۔ تابعدار عبدالحق

(۴۷)

دریاگنج، دہلی - ۳۰ جون ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی زاد لطفکم - تسلیم

آپ کا خط پہنچا۔ آپ کا خط اور چیک پہنچ گیا تھا۔ رسید پرسوں ہی بھیجی گئی ہے۔ پہلے میں گورنمنٹ آف انڈیا کی ایک کمیٹی کے سلسلے میں بنگلور چلا گیا اس کے بعد ایک دوسری کمیٹی میں شملہ جانا پڑا۔ کام کا ہجوم اس قدر رہا کہ خط نہ لکھ سکا۔

پاکستان بیشک مل گیا لیکن پاکستان بنانا باقی ہے۔ اور یہ بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔ انجمن عجب ضغطہ میں پڑ گئی ہے۔ کچھ کہتے ہیں دلّی چھوڑ دو پاکستان جاؤ، اور بعض کا خیال ہے کہ یہیں رہنا چاہیے۔ آخر یہاں بھی تو کروڑوں مسلمان ہیں۔ کام کرنے والے سب پاکستان بھاگ گئے ہیں تو یہاں والوں پر کیا گزرے گی۔ اس میں بھی شبہ ہے کہ پاکستان والے ہمیں اپنے ملاتے ہیں کام بھی کرنے دیں گے یا نہیں — ذرا کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی بن جاتے اور اپنا آئین بنا لے تو پھر تحریک کی جائے۔ اس وقت تو حالت یہ ہے کہ کسی کو سر کھجانے کی فرصت نہیں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ خیر طلب عبدالحق

(۴۸)

مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد دکن - ۶ اگست ۱۹۴۷ء

مشفق و کرمی - تسلیم

آپ کا خط اور مضمون (حبشیہ خطیبہ) مجھے یہاں ملے۔ آج دہلی اشاعت کے لیے بھیج رہا ہوں۔ میں نے بھی ایک نظر دیکھ لیا ہے۔ چند روز اور یہاں رہوں گا۔ اور سب خیریت ہے۔ خیر طلب عبدالحق

بنام شفقت کاظمی

(۱)

از دفتر رسالہ اردوئے معلیٰ کانپور

مورخہ ۸ جنوری سنہ ۳۷ء

عزیزی! السلام علیکم

آپ کی غزلیں پہلے کی آئی ہوئی رکھی ہیں۔ بیگم حسرت کی علالت نے اس درجہ نازک حالت اختیار کر لی ہے کہ طبیعت میں کسی دوسری جانب توجہ کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہی ہے۔ کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آپ سے بھی طالب دعا ہوں۔ ان تفکرات روحانی سے نجات ہو تو آپ کی غزلیں دیکھوں۔ اگر آپ کو غزلیں بہت جلد مطلوب ہوں تو لکھیں میں بلا اصلاح بھیج دوں۔ نکات سخن کا حصہ پنجم اصلاح سخن ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے۔ فقط

فقیر حسرت موہانی

(۲)

از دفتر اردوئے معلیٰ کانپور

مورخہ ۔ اکتوبر سنہ ۳۷ء

مکرمی! السلام علیکم۔ آپ کے کئی خطوط آئے مگر اس درمیان میں برابر مجھ کو سفر درپیش رہا۔ دو چار روز بھی کانپور میں اطمینان سے بیٹھنے کی نوبت نہیں آئی۔ علاوہ بریں بیگم حسرت کے انتقال کے بعد طبیعت اس درجہ افسردہ ہوگئی ہے کہ عاشقانہ شعر و شاعری کی جانب توجہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ آپ کی جدید چار غزلیں نظر سے گزریں۔ مجھ کو ان میں کوئی ضرورت اصلاح نظر نہیں آتی۔ زیادہ باریک بینی کی طرف طبیعت مائل نہیں ہے جس کا سبب میں اوپر درج کر چکا۔ جب آپ کا مجموعۂ کلام بصورت دیوان مرتب ہو جائے تو وہ مجھ کو بھیج دیجئے گا۔ میں اس پر ایک نظر ڈال کر جہاں کہیں غلطیاں نظر آئیں گی درست کر دوں گا۔ آپ کی مطلوبہ کتابیں آج بھجوا رہا ہوں۔ اگر ایک دن بعد آپ کا خط آتا تو پھر مجھ کو نہ ملتا اس لیے کہ میں کل پھر کانپور سے باہر جا رہا ہوں۔

فقط فقیر حسرت موہانی

(۳)

کانپور۔ مورخہ یکم جولائی سنہ ۳۸ء —— مکرمی! تسلیم —— بیگم حسرت موہانی کے انتقال پر ملال نے میری طبیعت پر

اس درجہ اثر کیا کہ شعر و شاعری سے گویا کسی قسم کا رابطہ ہی نہیں رہ گیا۔ ڈیڑھ سال کے عرصے میں صرف پانچ شعر کہے ہیں، اور وہ بھی ترکِ شاعری کے اعلان کے متعلق ہیں۔ اردوئے معلیٰ میں یہ غزل موجود ہے کہ آرزو کی زندگی دشوار ہے تیرے بغیر اردوئے معلیٰ کی اشاعت بھی ملتوی تھی۔ آخر کار مشکل تمام آج تک دو پرچے ناتمام نکل سکے۔ وہ دونوں آپ کو بھیجتا ہوں۔ پہلے پرچے میں آپ کی غزلوں کے منتخب اشعار درج ہیں۔ غزلوں کا وہ پرچہ واپس کرتا ہوں۔ آپ کے دوسرے خط میں بھی کئی غزلیں ہیں۔ وہ آئندہ کسی وقت دیکھ کر روانہ کردوں گا اور ممکن ہوگا تو ان کے بھی منتخب اشعار اردوئے معلیٰ کے آئندہ نمبر میں درج کردوں گا۔ آپ کی مطلوبہ کتابوں میں سے یادگارِ وفا اور دیوانِ ہوس دو کتابیں روانہ کی جاتی ہیں۔ ان کی قیمت آپ اپنے کسی آئندہ خط میں بذریعہ ٹکٹ بھیج دیجیے گا۔ دیوانِ اشرف، شیفتہ اور حیاتِ تسلیم کی جلدیں ختم ہوگئی ہیں۔

نوٹ۔ آپ کے ایک شعر میں ہے

مشہور جہاں ہے جو تری جادو نگاری

جادو نگاری کے لفظ میں "و" دب کر نکلتا ہے۔ اس لیے اُسے سحر نگاری کر دیجیے۔ فقط

فقیر حسرت موہانی

(۴)

کانپور[1]۔ مورخہ ۱۰ ستمبر ۳۸ء

مکرمی! تسلیم۔ یہ خط یکم جولائی ۳۸ء کو لکھ کر روانہ کرنا چاہتا تھا کہ دفعتاً اپنی نواسی نعیمہ کی علالت کی خبر سن کر میں حیدر آباد چلا گیا۔ اس کی عمر ۱۰-۱۱ سال کی ہے اور وہ مجھ سے بہت مانوس ہے۔ ایک ماہ تک وہاں رہ کر علاج کیا۔ مگر افاقہ نہ ہوا۔ اب اُسے یہاں کانپور لے آیا ہوں اور علاج کرا رہا ہوں۔ دعا کیجیے کہ اسے صحت ہو جائے تاکہ رفع تردد ہو۔ آج اس خط پر نظر پڑ گئی تو یہ سطریں زیادہ کرکے مع پیکٹ بھیج رہا ہوں۔ فقط۔

فقیر حسرت موہانی

(۵)

کانپور۔ مورخہ ۲۲ مئی ۴۷ء

مکرمی! السلام علیکم۔ کچھ خطوط آپ کے میری عدم موجودگی میں پہنچے تھے وہ ایک سفرِ حج کے بعد واپسی کانپور کے وقت ملے۔ مگر میں نے کانپور میں مکان تبدیل کیا تھا۔ اس چپقلش میں سب خطوط خلط ملط ہوگئے۔ اب خطوط کی دوبارہ ترتیب کے وقت وہ پھر دستیاب ہوئے تو جواب لکھا جاتا ہے۔ آپ کی غزل جدید نمبر اردوئے معلیٰ میں درج کر دی گئی ہے۔ پرچہ پرسوں تک دفتری کے ہاں سے آجائے گا۔ تو آپ کو بھی بھیجا جائے گا۔ فقط فقیر حسرت موہانی۔

---

[1] یہ دونوں خط ایک ساتھ ملے تھے۔ کاظمی

(۶)

کانپور- مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۴۳ء

مکرمی: السلام علیکم

اس درمیان میں آپ کے کئی شکایت نامے کچھ میری عدم موجودگی میں اور کچھ میرے زمانۂ قیام کانپور میں موصول ہوئے۔ میں نامہ نگاری سے بہت جی چراتا ہوں۔ خود اپنے اعزہ و اقربا کو بھی برسوں خط نہیں لکھتا۔ سب میری کوتاہ قلمی کی آپ سے بھی زیادہ شکایت کرتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ بھی میری خاموشی کو عدم التفات یا کج خلقی پر محمول نہ کریں گے۔ آپ کی بعض غزلیں میں نے مدینہ اخبار میں دیکھیں چند آپ نے مجھ کو اپنے خطوط میں روانہ کیں۔ ان میں اگر غلطیاں ہوتیں تو میں ضرور ان کو درست کر کے واپس کرتا۔ مگر غلطیاں نظر نہ آئیں۔ اس لیے خاموش رہا۔ ترقی کی البتہ بہت کچھ گنجائش تھی۔ مگر اس کاوش کا آج کل میرا دماغ متحمل نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جو کتابیں طلب کی تھیں ان میں سے انتخاب جلد ششم کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھی۔ اس لیے روانہ نہ ہو سکیں۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

(۷)

کانپور

۲۱ اگست ۱۹۴۵ء

مکرمی! السلام علیکم۔

خط آپ کا ملا۔ اس سے قبل بھی کئی شکایت نامے پہنچ چکے تھے۔ یقین کیجئے کہ میری کوتاہ قلمی کے سوا اور کوئی سبب اس خاموشی بے جا کا نہ تھا نہ ہے نہ ہوگا۔ شکایت آپ کی بجا ہے اور میں اس کے لیے شرمندہ ہوں۔ آپ کی غزلیں کبھی کبھی "انقلاب" میں نظر سے گزرتی ہیں۔ میری ۱۹۴۲ء تک کی غزلیں کلیات حسرت مطبوعہ حیدرآباد میں شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۵ء تک کی غزلوں کا مجموعہ بھی مرتب موجود ہے ارادہ ہے کہ اس مجموعے کو علیحدہ چھپوا دوں۔ جس وقت چھپے گا اس وقت اس کی ایک جلد آپ کو بھی سب سے پہلے بھیج دوں گا۔ جواب کے لیے آپ ٹکٹ نہ بھیجا کیجئے۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ آپ کا خط رکھا رہ جاتا ہے اور دیگر خطوط و کاغذات کے انبار میں مل کر ضائع ہو جاتا ہے۔ مجھ کو جواب کی جب کبھی بقول آپ کے توفیق ہوا کرے گی تو بلا ٹکٹ ہی جواب بھیج دوں گا۔

فقط

فقیر حسرت موہانی

(۸)

کانپور- مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۱ء

مکرمی: السلام علیکم ـــ آپ کے متعدد خطوط ملے۔ جن میں سے بیشتر خطوط کے ساتھ آپ کی غزلیں بھی ملفوف تھیں

میں نے ان سب کو علیحدہ کرکے سرسری طور پر دیکھا اور کہیں کہیں تصرف بھی کیا۔ جہاں کوئی بات قابلِ اعتراض نظر آئی وہاں (×) کا نشان بنا دیا۔ آپ اس کو درست کر لیجئے گا۔ آپ کی ان کل غزلوں میں سے ۵ کے منتخب اشعار پر میں نے اردوئے معلٰی میں شائع کرنے کی غرض سے نشان بھی بنا دیا۔ چنانچہ ان میں سے چار جون ۱۹۴۱ء کے پرچے میں چھپ بھی گئیں۔ تین کاغذ جن پر یہ چار غزلیں مطبوعہ موجود ہیں حسب طلب واپس کرتا ہوں۔ ابھی تین کاغذ اور میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں سے آپ کی باقی چار غزلیں بھی کاتب سے لکھوا کر آئندہ واپس بھیج دوں گا۔ اطمینان فرمائیں۔

آپ نے شاید میرے دو رسالوں معائب سخن، محاسن سخن کا بغور مطالعہ نہیں کیا۔ اگر کرتے تو مجھ کو اعتراضی نشان بنانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

میری سعد درجہ عزیز مرحومہ بیوی سے صرف ایک لڑکی نعیمہ یادگار موجود ہے اس لڑکی کے البتہ ماشاء اللہ چار لڑکے اور دو لڑکیاں میرے پاس ہی رہتی ہیں ۱۹۳۸ء میں اپنی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد میں نے اپنی ایک دوسری عزیز بیوہ سے نکاح کر لیا ہے ان سے بھی ایک لڑکی خالدہ اس وقت دو سال کی ہے۔ فقط فقیر حسرت موہانی

مولانا عبدالمجید سالک

(۱)

محبی و مخلصی۔ السلام علیکم۔ آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اور غزلیں بھی۔ انشاء اللہ وہ غزلیں اپنے وقت پر شائع ہو جائیں گی۔ مولانا اختر علی خان کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا۔ وہ صحیح ہوگا۔ حقیقت میں وہ لٹریری آدمی نہیں ہیں۔ اس لیے کسی شاعر یا انشاء پرداز سے اس اشتیاق کے ساتھ ملاقات نہیں کر سکتے۔ جس کی توقع اُسے ہوتی ہے۔ وہ معذور ہیں اس لیے آپ اپنے دل سے کدورت دور کر دیجئے۔ آپ کو خدا بخش اظہر اور حاجی لق لق سے ملنا چاہیے تھا۔ والسلام

سالک

۱۰ر اکتوبر ۱۹۴۲ء

میں پہلی بار ستمبر ۱۹۴۲ء میں مولانا اختر علی خاں سے ملا تھا تو انہوں نے مجھ سے بے نیازی برتی، جس کی شکایت میں نے مولانا سالک مرحوم کو لکھی تھی اور مولانا سالک مرحوم نے مندرجہ بالا خط تحریر فرمایا تھا۔ کاظمی

(۲)

دفتر انقلاب لاہور ۶ر نومبر ۱۹۴۲ء

عزیز مکرم۔ السلام علیکم۔

آپ کا کارڈ ملا۔ آپ کی غزلیں میرے پاس امانت پڑی ہیں۔ انشاء اللہ ضرور درج کی جائیں گی۔ آپ زیادہ محنت سے لکھا کیجئے، تاکہ کلام ترقی کرے۔ آجکل کے زمانے میں سیدھی سادی غزل کو پڑھنے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔ مومن، نسیم، تسلیم اور حسرت کو بار بار پڑھیے۔ یہ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ آپ کو حسرت سے عقیدت ہے۔ اور انہی کے اندازِ سخن سے لگاؤ ہے۔ ذرا اس نشے کو اور زیادہ تیز کر دیجئے۔

کسی قسم کا وسوسہ دل میں نہ لائیے ۔ غزلیں درج ہوں گی ۔

سالک

(۳)

دفتر انقلاب لاہور، ۱۲۔ جنوری ۱۹۴۵ء

مکرمی شفقت صاحب ۔ سلام مسنون

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ تعجب ہے کہ آپ کو یہ لوگ سفر خرچ کیوں نہیں دیتے ۔ یہ تو دنیا سے نرالا دستور ہے۔ بہرحال کوشش کرنی چاہیے کہ اس مسئلہ کا فیصلہ جلد ہو جائے ۔ جو کام آپ کر رہے ہیں اس کے متعلقہ شعبوں پر تو اندھا دھند روپیہ صرف کیا جاتا ہے پھر خدا جانے آپ سے کیوں بخل کا برتاؤ ہو رہا ہے ۔

بہرحال میری دلی خواہش ہے کہ اس مسئلہ کا فیصلہ خاطر خواہ ہو جائے اور آپ سے وقتاً فوقتاً ملاقات ہو سکے ۔ میں مع اعزہ باہل بخیر و عافیت ہوں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ شاد کام و بامراد رکھے ۔

سالک

میں اس وقت (RECRUITING OFFICE D.G KHAH) میں بطور کلرک ملازم تھا اور گاہے گاہے سرکاری کام کے سلسلے میں مجھے لاہور جانا پڑتا تھا مگر سفر خرچ کا معاملہ کھٹائی میں پڑا ہوا تھا ۔

کاظمی

(۴)

۶ ر مارچ ۱۹۴۵ء عزیز مکرم ۔ السلام علیکم

خط اور دو غزلیں پہنچ گئیں ۔ مقامی مشاعرہ سے آپ لوگوں کا عدم تعاون مناسب نہ تھا ۔ اظہار ناراضگی کے اور طریقے بھی ہو سکتے تھے ۔ ندیم صاحب اور کیفی صاحب کو سمجھانا چاہیے کہ مقامی افسروں کو اپنی اہمیت کا احساس دلانے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی ادبی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا جائے اور باہر کے مشاعروں میں بھی حتی الوسع حصہ لیا جائے ۔ جب وہ لوگ دیکھیں گے کہ ڈیرہ کے شعرا کی وقعت بیرونی حلقوں میں بھی ہے ، تو وہ ضرور متاثر ہوں گے ۔

غزل کی مذمت میں نے نہیں کی ۔ غزل کبھی نہیں مرے گی ۔ بلکہ اس کو ہمیشہ اچھے شعرا حیات تازہ بخشتے رہیں گے ۔ البتہ پامال تغزل میں انقلاب پیدا کرنا اشد ضروری ہے ۔ اور نظموں کی اہمیت غزلوں کے مقابلے میں یقیناً زیادہ ہے ۔ میرا خیال ہے کہ آپ جیسے خوش ذوق لوگ اگر اردو کے ذخیرہ نظم کا اچھی طرح مطالعہ کر کے نظم کہنا شروع کر دیں تو زبان کے ذخیرے میں اضافہ بھی ہوگا ۔ اور آپ بھی بہت جلد صف اول میں جگہ پا سکیں گے ۔

باقی خیر و عافیت ہے ۔ والسلام

سالک

(۵)

دفتر انقلاب لاہور ۔ ۲۵ ر مارچ ۱۹۴۶ء ——— کرمی حضرت شفقت صاحب السلام علیکم

آپ کا گرامی نامہ مع دو غزلوں کے ملا۔ بڑی مدت کے بعد آپ کا خط اور کلام دیکھنے کا موقع ملا۔ انشاء اللہ غزلیں درج ہوں گی اور آپ کو پرچے ارسال ہوں گے۔ آپ کی تحریر سے مجھے ہمیشہ خلوص کی خوشبو آتی ہے۔ اور چونکہ یہ شے آج کل کمیاب ہے اس لیے میں اس کی بے حد قدر کرتا ہوں۔ والسلام

سالک

(۶)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۱۲ اپریل ۴۶ء

کرمی تسلیمات۔

کارڈ ملا۔ ۸ اپریل کا پرچہ آج آپ کے نام بھیج رہا ہوں۔ آپ کے والد محترم کے انتقال کی خبر بے حد روح فرسا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں جگہ دے۔ اور آپ کو صبر جمیل اور دنیا کے حوادث و آلام کی برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔ والدین خواہ کتنے ہی ضعیف و بیکار ہوں ان کی بے غرضانہ دعائیں اتنی بڑی رحمت ہیں کہ اس سے زیادہ متاع عزیز کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ افسوس اس کا ہے کہ آپ ان دعاؤں سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ذمہ داریوں کی برداشت کی ہمت عطا فرمائے۔ والسلام

سالک

(۷)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۱۷ اپریل ۴۵ء

عزیز کرم۔ السلام علیکم

خط ملا۔ مولانا حسرت دفعتہً آئے اور دو تین دن میں واپس بھی چلے گئے۔ دس کی شام کو ان سے پہلی ملاقات ہوئی۔ اسی وقت وہ راولپنڈی روانہ ہو گئے۔ ۱۲ کو لاہور آئے، ایک اور ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ ہی شام کو میں وائی ایم سی اے ہال کے جلسے میں پہنچا۔ وہاں ان کی تقریر اور غزلوں کے بعد کھسک آیا کہ کہیں مجھے مشاعرے میں شریک نہ ہونا پڑ جائے۔ اس کے بعد حسرت صاحب غالباً ۱۳ کی صبح کو روانہ ہو گئے۔ میری سمجھ ہی میں نہ آیا کہ آپ کو کس طرح اطلاع دوں اور آپ کس طرح ڈیرہ غازی خاں سے اتنی جلدی پہنچ سکیں گے۔

آپ کا ذکر آیا تھا۔ کہنے لگے۔ ہاں شفقت صاحب! وہی جو میرے ہمنام بھی ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ ہمنامی تو بڑی چیز ہے۔ وہ تو آپ کے عاشق اور مرید باصفا ہیں۔ بہت ہنسے۔ کہنے لگے۔ ہاں مخلص آدمی ہیں۔ ہونہار غزل گو ہیں۔

باقی خیر و عافیت۔ آپ کی غزلیں درج کروں گا تو پرچے بھیج دوں گا۔ سالک

(۸)

۲۴ جولائی ۴۵ء

کرمی شفقت صاحب۔ السلام علیکم ——— آپ کا خط اور دو غزلہ پہنچا۔ ماشاء اللہ خوب خوب اشعار آپ نے نکالے

ہیں۔ انشاء اللہ جلد شائع کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ میونسپل کمیٹی کی محرری آپ کی پہلی ملازمت سے اچھی رہے گی۔ آپ جیسے قانع درویش کو کسی حالت میں تکلیف نہیں ہو سکتی۔ مولانا حسرت ایک زمانے میں بمبئی رہتے تھے اور چار آنے روز میں گزارہ کر لیا کرتے تھے اور لطف یہ ہے کہ اس حالت میں بے حد خوش و خرم اور مطمئن رہتے تھے۔ حقیقت میں ہم لوگوں نے اپنی ضروریات کو خود ہی بڑھا رکھا ہے۔ ورنہ اہل اللہ کے نزدیک حقیقی ضروریات بہت ہی کم ہیں۔ آجکل کتنے تکلفات کے زمانے میں مولانا حسرت ایک چھوٹی سی گٹھڑی اور ایک ڈبا جو لوٹے کا کام دیتا ہے، لے کر انگلستان تک کی سیر کر آتے ہیں۔

میں انشاء اللہ وہ پرچے جن میں غزلیں چھپیں گی آپ کو ضرور بھیج دوں گا۔ والسلام — سالک

(۹)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۵ء

مکرمی۔ السلام علیکم۔

کارڈ ملا۔ میں نے آپ کے پہلے کارڈ کا جواب اس لیے نہ دیا تھا کہ اس میں کوئی جواب طلب بات نہ تھی۔ میری خط و کتابت اتنی وسیع ہے کہ بے مطلب مکاتیب کا متحمل نہیں ہوں۔ کوئی کام کی بات کرنی ہو یا پوچھنی ہو تو خط لکھتا ہوں، ورنہ محض "ذوقِ خامہ فرسا" کا چنداں ستم زدہ نہیں ہوں۔ اللہ کے فضل سے اتنا زیادہ لکھا ہے کہ لکھنے کی ہوس باقی نہیں رہی۔

آپ کے مخلصانہ جذبات کے لیے بے حد متشکر ہوں۔ والسلام — سالک

(۱۰)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۷ء

مکرمی حضرت شفقت۔ السلام علیکم۔

آپ کا کارڈ ملا۔ آپ نے پناہ گزینوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت ہے۔ افسوس ہے کہ تقسیم ملک کے وقت تمام امور پیشِ نظر نہ رکھے گئے۔ اور جذبات کی رَو میں سرعت و عجلت سے کام لیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں مسلمانوں کی جانیں گئیں اور اربوں کا نقصان ہوا۔ خیر۔ ہرچہ گذشت گذشت۔ اب تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ تلافی مافات کی کوشش میں ہم سب مصروف ہو جائیں۔

یو۔ پی کے مسلمانوں کی حالت بہتر ہے۔ فی الحال کوئی تشویش نہیں۔ مولانا حسرت بخیریت ہیں۔ اور انشاء اللہ انہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ آپ ان کو خط لکھیے۔ وہ جواب دیں گے۔ وہ وہاں کی اسمبلی کے ممبر ہیں۔ اور گذشتہ اجلاس میں انہوں نے وہاں خوب تقریر کی۔

ہم سب بحمداللہ بخیریت ہیں۔ والسلام — سالک

(۱۱)

دفتر انقلاب لاہور۔ ۲۱ر جون ۱۹۴۹ء۔ مکرمی تسلیمات ——— کارڈ ملا۔ میرے بڑے لڑکے کا نام عبدالرشید ارشد ہے۔ وہ ریڈیو لاہور

میں لازم ہیں۔ لکھنے کا شوق تھا۔ لیکن اب بہت کم ہے۔ بعض اردو اور انگریزی کے رسائل میں ان کے مضامین شائع ہو چکے ہیں ان کے کام کی نوعیت ادبی نہیں انتظامی ہے۔ اس لیے وہ تحریر مضامین کی کھکھیڑ کیوں اٹھائیں۔ ان کی عمر ۲۶ سال ہے عبدالسلام خورشید کی کوئی چھبیس سال ہو گی دونوں بی اے ہیں۔ والسلام۔ سالک

(۱۲)

دفتر انقلاب لاہور ۔ ۲۰ جنوری

کرمی حضرت شفقت السلام علیکم۔

آپ کا کارڈ ملا۔ مدت دراز کے بعد آپ نے یاد فرمایا۔ سلور جوبلی پر مبارک باد کے لیے شکریہ قبول فرمائیے۔ یہ بھی احباب کی محبت کا ایک کرشمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو خوش رکھے اور مجھے ان کے اعتماد کا زیادہ اہل بنائے۔

مولانا حسرت موہانی کو آپ کانپور کے پتے سے خط لکھیے۔ ہند اسمبلی کا پتہ درست نہیں۔ گزشتہ گرمی کے موسم میں مولانا ایک دن دفعتہً میرے مکان پر آ گئے۔ تین چار احباب ساتھ تھے۔ میں نے پوچھا۔ آپ یہاں کہاں۔ کہنے لگے کہ حافظ محمد صدیق ملک التجار کانپور کے صاحبزادے کی شادی ہے۔ برات ہوائی جہازوں پر کانپور سے آئی ہے۔ میں نے سوچا سالک صاحب سے مل لینا چاہیے۔ چنانچہ دو گھنٹے خوب مزے کی صحبت رہی۔

وہ تو شمشیر برہنہ ہیں۔ ہند اسمبلی میں بہت ٹھاٹھ کی تقریریں کرتے ہیں اور کوئی چوں تک نہیں کرتا۔

کبھی لاہور آنے کا جتن کیجئے۔ ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے۔ عبدالسلام خورشید کی طرف سے سلام نیاز۔ سالک

(۱۳)

۷ مارچ ۱۹۴۹ء کرمی۔ السلام علیکم

کارڈ ملا۔ غزلیں "عالمگیر" میں بھیجدی گئی تھیں۔ ابھی وہ رسالہ نہیں چھپا۔ چھپتا تو آپ کو ضرور بھیجا جاتا۔ میرا خیال ہے کہ غالباً مارچ کے اواخر تک مکمل ہو گا۔ انقلاب کے اجرا کے لیے احباب لمیٹڈ کمپنی تیار کر رہے ہیں۔ اور اب تکمیل کی منزل قریب ہے۔ چند روز تک اس کے اجراء کا اعلان ہو گا انشاء اللہ۔ آپ انقلاب کے متعلق جو احساسات رکھتے ہیں۔ ان کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ عبدالسلام خورشید سلام عرض کرتے ہیں۔ سالک

(۱۴)

دفتر انقلاب لاہور ۲۰ مئی۔ کرمی۔ السلام علیکم۔

آپ کا خط ملا۔ آپ نے "سیکرٹری میونسپل کمیٹی اور اخبارات" کے سلسلے میں جو کچھ لکھا وہ مقام تعجب نہیں۔ ہر جگہ ایسا ہی ہو رہا ہے اور پاکستان میں دین۔ سیاست۔ اخلاق۔ ادب۔ شعر ہر چیز کا مذاق و معیار پست ہو رہا ہے۔

میری "تصانیف" بے حقیقت ہیں۔ ایک زمانے میں چند کتابیں "لائبریری کتب" کے طور پر مجھ سے لکھوا کر دارالاشاعت پنجاب نے چھاپی تھیں۔ یعنی دفتر تہذیب نسواں اور پھول نے۔ لیکن اول تو ان کی حیثیت بالکل معمولی تالیفات کی تھی۔ دوسرے

اب ان میں سے بعض پرانی بھی ہو چکی ہیں - اور نظر ثانی کی محتاج ہیں - اور میں نظر ثانی کی ضرورت نہیں سمجھتا - خودکشی کی انجمن ، قصر صاحل وغیرہ - آر ایل سٹیونسن کی جدید الف لیلہ کے ترجمے تھے - راہ و رسم منزلہا میری بہت پرانی نظموں کا مجموعہ ہے جو زمانہ نوجوانی میں لکھی گئی تھی - ایک " چھاپا اور دیگر افسانے " بھی تھی - یہ سب کتابیں دارالاشاعت ہی سے مل سکتی ہیں - لیکن میں پھر یہی کہوں گا کہ بائیس تئیس سال کی عمر میں میں نے جو افسانے یا نظمیں یا تالیفات لکھیں وہ آج کل کے زمانے میں کچھ معنی نہیں رکھتیں - یہ محض آپ کی محبت ہے کہ آپ ان کتابوں سے شغف کا اظہار فرما رہے ہیں -

" انقلاب لمیٹڈ " کے نام سے ایک کمپنی قائم ہو چکی ہے - مطلوبہ رقم کی تکمیل چند روز میں ہو جائے گی - اور انقلاب ضرور انشاءاللہ ماہ جون میں جاری ہو جائے گا -

میں " عالمگیر " کا ایڈیٹر نہیں ہوں - صرف ایک جوبلی نمبر انہوں نے مجھ سے مرتب کرا لیا تھا - اس کے ایڈیٹر وہی حافظ محمد عالم صاحب ہیں -

مجھے تصنیف و تالیف کی فرصت نہیں ملتی - میں مہر صاحب کی نسبت بہت زیادہ مصروف ہوں - اخبار کی ایڈیٹری - اخبار کی منیجری ریڈیو والوں کی پیہم فرمائشیں غرض بہت ہجوم کار ہے - جو تصنیف و تالیف کا روادار نہیں -

" پطرس " بھی بے حد مصروف ہیں - چند جلدوں سے افکار و حوادث کا انتخاب انہوں نے کیا تھا - پھر وہ کام رک گیا - کہیں وہ آرام سے بیٹھیں تو پھر شروع کریں - باقی خیر و عافیت -

میرا بڑا لڑکا عبدالرشید ارشد ریڈیو میں ملازم ہے - اور آج کل آزاد کشمیر ریڈیو میں کام کر رہا ہے - دوسرا لڑکا عبدالسلام خورشید میرے ساتھ انقلاب میں کام کرتا ہے اور بہت ہونہار اخبار نویس ہے - والسلام

سالک

(۱۵)

دفتر انقلاب لاہور ۱۵ اکتوبر سنہ ۵ء

مکرمی محترمی - سلام مسنون

مدت ہوئی آپ کا ایک کارڈ ملا تھا جس میں آپ نے دارالاشاعت پنجاب والوں کی گراں فروشی کا گلہ کیا تھا - اصل میں دارالاشاعت کا کام بعض وجوہ سے آجکل بے قاعدہ ہو رہا ہے - علاوہ بریں شاید پرانی قیمتوں میں کچھ اضافہ بھی کر دیا گیا ہے - خیر آنچہ گزشت گزشت -

ترک موالات کی تحریک میں میں زمیندار کا ایڈیٹر تھا - ۲۰ء سے ۲۷ء کے اوائل تک زمیندار ہی میں رہا - اس دوران میں ۲۱ء نومبر میں قید ہوا - ۲۲ء میں رہا ہوا - ایک سال محبوس رہا - اسی زمانے میں بعض احباب مثلاً پطرس بخاری - مولانا بیدل مرحوم اور سید امتیاز علی تاج نے میری کہانیوں اور نظموں کے مجموعے چھاپ دیے - ان کی ترتیب میں میرا کوئی مشورہ شامل نہیں - اسی لیے میں نے ان کا دوسرا ایڈیشن چھاپنے کی تحریک نہیں کی - اور نہ اس کا ارادہ ہے -

اخبار نویسی نے افسانہ نگاری ، ادبی ترجمہ اور نظم کے مشاغل کو بالائے طاق کرا دیا - اور اسی خاکبازی میں عمر کا بہترین

حصہ بسر ہو گیا ع وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ بہتیری کوشش کرتا ہوں کہ صحافت سے مخلصی مل جاتے تو جو چند ایام عمرِ گزراں کے باقی ہیں، اُن کو اپنی "محبوبہ اُولیٰ" یعنی ادب کی نذر کر دوں۔ لیکن ابھی مخلصی مقدر میں نہیں۔ اگر اس دفعہ انقلاب جاری ہو گیا تو میرا قصد ہے کہ ایک آدھ سال اس کو چلانے کے بعد عبدالسلام خورشید کے حوالے کر دوں اور خود خانہ نشین ہو جاؤں فعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ باقی خیر و عافیت۔ آج سُنا ہے کہ مولانا حسرت موہانی ایک دو دن کے لیے لاہور آ رہے ہیں۔ دیکھیں کب تک تشریف لاتے ہیں۔

سالک

(۱۶)

دفتر انقلاب لاہور ۱۰ نومبر ۵۰ء

مکرمی حضرت شفقت۔ السلام علیکم۔

آپ کا کارڈ ملا۔ میں پانچ چھ دن کے لیے کراچی چلا گیا تھا۔ اس لیے تحریرِ جواب میں تاخیر ہوئی۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ لاہور تشریف لائے اور پھر بھی ملاقات نہ ہو سکی۔ مولانا حسرت موہانی سے خوب صحبتیں رہیں۔ اگرچہ ان کا قیام بہت مختصر تھا۔ لیکن دو تین ملاقاتیں ہوئیں۔ اور ادب و سیاست کے متعلق بہت گفتگو رہی۔ مولانا اب روز بروز ضعیف ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ انہیں مدتِ دراز تک تندرستی کے ساتھ سلامت رکھے۔ ہندی مسلمانوں کے لیے ان کا وجود بے حد غنیمت ہے۔

میں نے مولانا نصر اللہ خان عزیز سے کہا تھا کہ میں شام کو آپ کے ہاں آ کر شفقت صاحب سے ملوں گا۔ لیکن شام کے وقت ایک شدید مصروفیت میں اُلجھ گیا۔ پھر ریڈیو سٹیشن بھی جانا پڑا۔ اس لیے ملاقات نہ ہو سکی۔

اپنی صحت کے متعلق اطلاع دیجیے۔ کیا اب تو علالت کا کوئی اثر باقی نہیں؟

سالک

(۱۷)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۴ جنوری ۵۲ء

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ عبدالسلام نے بُرا کیا کہ آپ کے خط کا جواب نہ دیا۔ لیکن وہ ان دنوں بچوں کی بیماری کی وجہ سے مضطرب تھے۔ شاید یہی وجہ مانع ہوئی ہو گی۔

مولانا حسرت موہانی اس دَور میں صحابۂ کرام کی زندگی کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ ان کی شخصیت کی عظمت صرف شاعری سے نہیں۔ بلکہ ان کی بے غرضی۔ ایثار پیشگی اور محمدی سادگی کے باعث تھی۔ زمانہ حاضر میں ایسی ہستیاں بالکل ناپید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

"سرگزشت" ابھی تو یونہی الل ٹپ ہر ہفتے لکھی جا رہی ہے۔ غالباً اب پانچ سات قسطوں کے بعد ختم ہو جائے گی، تو اس پر نظرِ ثانی کروں گا۔ ممکن ہے بعض مقامات پر اضافے کرنے پڑیں۔ تبویب بھی ضروری ہو گی۔ اس کے بعد کتابی صورت میں اشاعت کا ارادہ ہے۔

میں اب قطعی طور پر خانہ نشین ہوں۔ اخبار ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔ اور اب اخبار نویسی کی کوئی ہوس باقی نہیں۔ کراچی میں تنخواہ بھی گرانقدر تھی اور عزت و احترام میں بھی وزرائے پاکستان کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ میری ساری عمر لاہور میں گزری ہے۔ اس لیے کراچی میں نہ تو دل لگا نہ صحت اچھی رہی۔ اس لیے لات مار کر وہاں سے بھاگا۔ اب گوشۂ عافیت میں بیٹھا ہوں اور بحمد اللہ بہت سکون و آرام سے بسر ہو رہی ہے۔

۱۷ جنوری کو پانچ چھ روز کے لیے کراچی جا رہا ہوں۔ غالباً ۲۲ کو واپسی ہوگی۔ ایک دن یونیورسٹی میں ملک مسعود احمد ملے تھے اس کے بعد اتفاق ملاقات نہیں ہوا۔ سالک

ملک مسعود احمد ڈیرہ غازی خاں کے ایک نوجوان ہیں۔ ایم۔ اے (عربی) ہیں آجکل کہیں پروفیسر ہیں۔ کاظمی۔

(۱۸)

مسلم ٹاؤن لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۵۴ء

مکرمی۔ السلام علیکم۔ آپ کا کارڈ ملا۔ اس سے پہلے جب آپ کا کارڈ ملا تھا۔ تو میں نے دو تین دن کے بعد آپ کو جواب لکھ دیا تھا کہ اگرچہ میں تین سال کے بعد لاہور آیا ہوں اور یہاں نقشہ بدلا ہوا ہے۔ لیکن آپ آئیں گے تو مریضہ کے داخلہ کی پوری سعی کی جائے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرا یہ جواب آپ کو نہیں پہنچا۔ خدا کرے اب یہ کارڈ پہنچ جائے۔

مریضہ کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا وہ بہت تشویشناک ہے۔ اللہ فضل کرے۔ اب دعا کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔ اللہ آپ کو پریشانیوں سے نجات دلائے۔

افسوس ہے کہ آپ آئے اور میں مل نہ سکا۔ اگر آپ شورش کے ہاں سے ایک فون ہی کر دیتے تو میں حاضر ہو جاتا۔

والسلام سالک

(۱۹)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۲ مئی ۱۹۵۴ء

مکرمی و محترمی۔ سلام مسنون۔

کارڈ ملا۔ آپ کی اہلیہ کے انتقال کی خبر سے بے حد صدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرت کے سائے میں پناہ دے اور آپ کو سکینۃ القلب عطا فرمائے۔ حقیقت میں ایسی رفیقۂ حیات بہت بڑی نعمت ہے ؎

زنِ نیک و فرمانبر و پارسا
کند مرد درویش را پادشا

لیکن مشیت ایزدی کے آگے کسی کا کیا چارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین سالک

(۲۰)

مسلم ٹاؤن لاہور ۲۰ فروری ۱۹۵۵ء ——— محبیّ و مخلصی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ ——— سبکہ کے متعلق حامد علی خاں صاحب

کا خیال درست ہے۔ آپ نے مرزا غالب اور مولانا حسرت کے جو اشعار پیش کیے۔ وہ حامد صاحب کے دعوے کے مصدق ہیں۔ ان دونوں شعروں کے مصرع ہائے ثانی میں "لہٰذا" محذوف ہے۔

میں نے اب تک فارسی اور اردو کا کوئی ایسا شعر نہیں دیکھا جس میں بسکہ صرف بہت کے معنی میں استعمال ہوا ہو۔

آپ کا سابقہ کارڈ مل گیا تھا۔ والسلام۔ عبدالمجید سالک

بسکہ میں نے بہت کے معنی میں استعمال کیا تھا مگر مولانا حامد علی خان کا خیال تھا کہ بسکہ چونکہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
شفقت کاظمی

(۲۱)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

کرم و محترم۔ السلام علیکم۔ کارڈ ملا۔ یہ تو صحیح نہیں کہ ملتان اکاڈمی کوئی مشاعرہ کرا رہی ہے لیکن یہ صحیح ہے کہ اکاڈمی نے مجھے بلایا ہے۔ اور میں ۳۱ر اکتوبر کو ملتان پہنچ رہا ہوں۔ اسی دن رات کے ۸½ بجے چیدہ حضرات کی ایک نشست ہے۔ جس میں کوئی ایک سو کے قریب اہلِ ذوق شامل ہوں گے۔ دوسرے دن میں کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد میں ہونگا جہاں میرے بھائی ڈاکٹر ہیں۔ شام کو وہاں سے روانہ ہو کر ۲ر نومبر کی صبح کو لاہور پہنچ جاؤں گا۔ اگر آپ اور کیفی صاحب ۳۱ر اکتوبر کو پہنچ جائیں تو ملاقات ہو جائے گی۔ اس نشست میں میں ادب و صحافت کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔ بعض لوگ سوالات کریں گے۔ اور اس کے بعد میں اپنی دو تین غزلیں پیش کر دوں گا۔ اور بس۔

آپ کی غزل جہاں کہیں بھی مل جاتی ہے۔ اسے ضرور پڑھتا ہوں۔ کیونکہ تعلقِ خاطر بھی ہے۔ اور آپ کا رنگِ سخن بھی آج کل کے زمانے میں کمیاب ہے۔

"یارانِ کہن" میں مولانا حسرت کا جو شعر درج ہے۔ اس میں مجھے بھی کچھ شک تھا۔ غالباً حافظہ نے ٹھوکر کھائی۔ بہرحال آئندہ ایڈیشن میں درست کر دیا جائے گا۔ خیال تو فرمائیے۔ کوئی پچیس برس ادھر کا واقعہ۔ اور پھر میں نے حسرت کی یہ غزل اس کے بعد کہیں دیکھی بھی نہیں۔ آخر انسانی حافظہ کہاں تک ساتھ دے۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج عالی بخیر ہوگا۔ عبدالمجید سالک

(۲۲)

مسلم ٹاؤن لاہور ۷ار نومبر ۱۹۵۸ء

مکرمی حضرتِ شفقت۔ السلام علیکم

آپ کا کارڈ ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جہاں جاتا ہے بمصداق مردہ بدستِ زندہ اپنے میزبانوں کے قبضے میں ہوتا ہے وہ جس طرف لے جائیں وہاں جانا پڑتا ہے۔ اور جو پروگرام وہ بنالیں اس کی پابندی کرنی پڑتی ہے اور پھر میرا قیام ملتان میں اس قدر مختصر تھا کہ سوائے اپنے میزبانوں اور اکاڈمی کے کارکنوں کے اور کسی دوست سے مل ہی نہ سکا۔

مشاعروں میں میرے لیے کوئی دل کشی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں بے حد اصرار کے باوجود ایک دن مزید کے قیام پر رضامند نہ ہوا۔ انشاء اللہ کسی وقت آپ سے اور کیفی صاحب سے ملاقات ہوگی۔ یار زندہ صحبت باقی۔ سالک

(۲۳)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۱ر جنوری ۵۸ء

مکرمی محترمی۔ السلام علیکم۔

کارڈ ملا۔ میں ستمبر کے اواخر میں بعارضہ قلب بیمار ہوا۔ اب تک ڈاکٹروں کا تختۂ مشق ہوں۔ دوائیں کھا رہا ہوں طبیعت فی الجملہ بہتر ہے۔ کام کاج کرتا ہوں لیکن شکایت ابھی باقی ہے۔ احتیاط و پرہیز پر عمل ہے مگر کا تقاضا ہے کہ صحت کے حصول میں دیر لگے۔ دعا کیجیے کہ شافی مطلق شفائے کامل عطا فرمائیں۔

یقین ہے کہ آپ کا مزاج بہمہ وجوہ بخیر ہوگا۔ سالک

(۲۴)

مسلم ٹاؤن لاہور ۷ راپریل ۵۸ء

مکرمی حضرت شفقت۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپ کا کارڈ ملا۔ پروفیسر فضل الدین قدسی کا کام انشاء اللہ ضرور ہو جائے گا۔ وہ پرسوں اترسوں میرے پاس آئے بھی تھے۔ یعنی دوبارہ۔

حسرتکدہ اور نغمۂ حسرت کے متعلق حالات معلوم ہوئے۔ خدا کرے آپ کے یہ مجموعے جلد سے جلد چھپ کر آپ کے لیے اطمینان قلب کا باعث بنیں۔ کیونکہ اطمینان قلب ہی ہے جس کے لیے آپ یہ تکلیف فرما رہے ہیں۔ ورنہ شعر کے قدر دان اتنے زیادہ تو ہیں نہیں کہ مجموعۂ منظومات سے کوئی مالی فائدہ بھی ہو سکے۔

"صحیفہ" کے مدیر صاحب سے ایک دفعہ آپ کا ذکر ضرور آیا تھا۔ ویسے میں نے ان کو آپ کی کوئی غزل شائع ہونے کے لیے نہیں دی نہ بطور خاص ان کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔

آپ کی تازہ غزل دیکھی۔ خوب ہے۔ سالک

(۲۵)

مسلم ٹاؤن لاہور ۲ر جنوری ۵۸ء

حضرت محترم۔ السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ حسرتکدہ کے متعلق تفصیلات معلوم ہوئیں۔ خدا کرے وہ جلد شائع ہو۔ اور نغمۂ حسرت بھی آپ کی خواہش کے مطابق مرتب ہو جائے۔

آپ کی غزل کے متعلق عابد صاحب سے عرض کروں گا اور ندیم صاحب کو بھی غزل بھجوا دوں گا۔ لیکن یہ طریقہ مجھے

چنداں پسند نہیں۔ کوئی نومشق بچہ ہو تو اس کا ہاتھ پکڑ کر کسی کے پاس لے جانا ٹھیک۔ لیکن آپ جیسے پختہ مشق آدمی کے لیے کسی سے سفارش کرنا مجھے آپ کی توہین معلوم ہوتی ہے۔ خدا کے فضل سے اب آپ کا کلام اچھے اچھے اخباروں میں خود بخود چھپ رہا ہے۔ پھر تکلف کے کیا معنی؟ امید ہے مزاج عالی بخیر ہوگا۔ سالک

(۲۶)

مسلم ٹاؤن لاہور ۶ راگست ۵۸ء

مکرمی شفقت صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا کارڈ ملا۔ "حسرتکدہ" کا نسخہ بھی مل گیا تھا۔ دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حسن قبول روزی کرے۔

اثر صاحب بہت اچھے اور مخلص انسان ہیں۔ وہ ذرا بھی اچھے ہوں گے تو مقدمہ ضرور لکھ دیں گے۔

اب حسرتکدہ کے "نکاس" کا کوئی بندوبست سوچنا چاہیے۔ یہ کتاب نکل گئی تو نغمہ حسرت کا فروخت ہونا آسان ہو جائے گا۔ خدا آپ کو اپنی خواہشوں اور تمناؤں میں کامیاب کرے۔

عبدالسلام خورشید مع عیال و اطفال آج کل مری میں ہیں۔

آجکل تو آپ کے ضلع میں سیلاب کی قیامت آئی ہوئی ہے۔ کیفی صاحب کس حال میں ہیں؟ سب کو اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ سالک

(۲۷)

مسلم ٹاؤن لاہور ۱۰ راکتوبر ۵۸ء

مکرمی۔ السلام علیکم۔

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ بزم اردو ڈیرہ غازی خان کی طرف سے آپ کی اور حسرت کدہ کی جو پذیرائی ہوئی۔ اس کا حال پڑھ کر بے حد مسرور ہوا۔ حقیقی کمال کی قدردانی ضرور ہوتی ہے۔ (دیر یا سویر)

صحیفہ میں عابد صاحب نے جو کچھ لکھا وہ بالکل درست ہے۔ حسرت مغفور نے غزل میں جو راستہ دکھایا تھا۔ اب اس پہ آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ اور آپ میں اس اقدام کی صلاحیت موجود ہے۔ بے لاگ تبصروں پر برا ماننے کی ضرورت نہیں۔ ان کو بغرض استفادہ پڑھنا چاہیے۔

آپ نے جو غزل بھیجی۔ میں نے پسند کی۔ خدا کرے "ماہ نو" اسے چھاپ دے۔ میری صحت بحمد اللہ اب بہتر ہے۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ عبدالمجید سالک

(۲۸)

مسلم ٹاؤن لاہور ۲۰ رفروری ۵۹ء

مکرمی حضرت شفقت۔ السلام علیکم ——— آپ کا ایک کارڈ ملا تھا۔ طبیعت کی کمزوری اور ذہن کی بے توجہی کی

وجہ سے جواب نہ لکھ سکا۔ خدا کرے موجودہ کیفیت جلد سے جلد ختم ہو۔ اور کچھ نوشت خواند کا شغل شروع کیا جا سکے۔ دعا کا طالب ہوں۔

دوسرا مجموعہ مرتب کر کے شائع کرنے کا خیال مبارک ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی مقبول ہوگا۔ حسرتکدہ پر "استقلال" نے ریویو کر دیا۔ غالباً چٹان کے آئندہ پرچے میں بھی ہو جائے گا۔ آفاق میری نظر سے نہیں گزرتا۔ معلوم نہیں اس میں ہوا یا نہیں؟ ۔۔۔ حضرت کیفی[1] کا خط ملا۔ بلکہ اس کے بعد ایک اور بھی موصول ہو چکا ہے۔ اللہ انہیں خوش رکھے۔

سالک

(۲۹)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۲ مارچ ۱۹۵۹ء

مکرمی محترمی۔ السلام علیکم

کارڈ ملا۔ طبیعت تو اب اچھی ہے۔ لیکن ابھی نوشت خواند سے گھبراتی ہے۔ دیکھیں یہ کیفیت کب تک رہے۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ چٹان کے ریویو سے مطمئن ہوئے۔ شورش غافل اور بھلکڑ ضرور ہے۔ لیکن کینہ ور نہیں۔ میں اسے مدۃ العمر سے جانتا ہوں "استقلال" میں ایک نوجوان ہیں فرحت اللہ شاہجہانپوری۔ ان سے میرا تعلق للہ و فی اللہ ہے بہت اچھے آدمی ہیں۔

آپ نغمۂ حسرت کے لیے کسی لاہوری پبلشر سے بات چیت چاہتے ہیں۔ لیکن جس حالت میں مولانا بدر موجود ہیں، آپ کیوں خواہ مخواہ کسی لاہوری پبلشر کے نخروں کا شکار ہونا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ہر وقت شعراء ادبا سے گھرے رہتے ہیں اور من مانی شرائط منظور کرانا چاہتے ہیں۔ پھر ان کی محتاجی اختیار کرنے کی کیا ضرورت؟

میرا مشورہ تو یہی ہے کہ بدر صاحب ہی کو نغمۂ حسرت بھی سپرد کر دیجئے۔ باقی خیریت۔ سالک

(۳۰)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ اپریل ۱۹۵۹ء

مکرمی و محترمی۔ السلام علیکم

خط ملا۔ میری صحت اب روبہ ترقی ہے گو ابھی لکھنے کی طرف طبیعت رجوع نہیں ہوتی۔ خدا جانے یہ کیا کیفیت ہے اور کب تک رہے۔

امروز میں مَیں نے حسرتکدہ کا ریویو پڑھا تھا۔

آپ نغمۂ حسرت کی اشاعت بھی مولانا بدر صاحب ہی کے ذریعے سے کرائیے۔ لاہور کے پبلشروں کو چھوڑیئے۔ لاہور میں بھی بعض ایسے پبلشر ہیں جنہیں پبلسٹی کا سلیقہ نہیں۔ میں تو پبلشروں میں صرف دیانت کو ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ بے حد کمیاب ہے۔ مولانا بدر دیکھے بھالے ہوئے آدمی ہیں، وہ ہی ٹھیک رہیں گے۔

---

[1] کیفی جام پوری

آفت کدہ مجھے پسند نہیں۔ میں اس قسم کے نام مناسب نہیں سمجھتا۔ جن میں فلموں کی پبلسٹی کا انداز پایا جاتے۔ شعر و سخن بڑی نازک و لطیف شے ہے، اس کو آفت کدہ بنا دینا بالکل بے معنی ہے۔

جتنے اخبار رسالے میرے پاس آتے ہیں۔ ان میں جہاں کہیں بھی آپ کی غزل نظر آتی ہے۔ اسے ضرور پڑھتا ہوں۔

جو غزلیں آپ نے ارسال فرمائی ہیں وہ سب کی سب اچھی ہیں۔ آپ کو یہ وہم کیونکر ہو گیا کہ ان میں کوئی خامی رہ گئی ہوگی۔ سب اشعار اچھے ہیں۔ مجھے کسی جگہ کوئی خامی نظر نہیں آئی۔

آپ کے نئے مجموعے کا تعارف لکھنے پر تو آمادہ ہوں۔ لیکن وعدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ معذور رہوں۔ اور خدا جانے کب تک یہ معذوری کی حالت باقی رہے۔

چھ آنے کے ٹکٹ موصول ہوئے۔ یہ تکلف کی انتہا ہے۔ از راہ کرم اس شعار کو چھوڑ دیجئے۔ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

خورشید سلام عرض کرتے ہیں۔ سالک۔

(۲۱)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۱۹ جون ۵۹ء

مکرم و محترم۔ السلام علیکم۔ کوئی ایک ماہ قبل آپ کا ایک خط موصول ہوا تھا۔ جس کے ساتھ دو غزلیں بھی تھیں۔ اور خط میں یہ مژدہ بھی درج تھا کہ "نغمۂ حسرت" کی طباعت و اشاعت کا فیصلہ بھی مولانا یزدانی کے ساتھ ہو گیا ہے۔ میری دلی خواہش یہی تھی کہ آپ لاہوری پبلشروں کے نخروں کا شکار نہ ہوں۔

خط کی تحریر میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ میں بدستور بیمار چلا جاتا ہوں اور بہت ہی کم ایسے لمحات ملتے ہیں کہ میں کسی دوست کو خط لکھ سکوں۔ آپ کی غزلیں پڑھیں۔ آپ کا کلام اب قطعی طور پر استادانہ درجے تک پہنچ چکا ہے۔ اللہ حسن قبول روزی کرے۔

عبدالمجید سالک

(۲۲)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۱۲ اگست ۵۹ء۔

جناب محترم۔ السلام علیکم —— آپ کا خط ملا۔ کیفی صاحب نے صحیح لکھا کہ میں اب روز بروز صحت مند ہو رہا ہوں۔ نقاہت ابھی باقی ہے اور ڈاکٹر فی الحال تقویت کی تدبیر نہیں کر رہے ہیں۔ موسم گرما گزر جانے کے بعد کریں گے اور انشاء اللہ پھر طبیعت چاق چوبند ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نغمۂ حسرت کے لیے سراپا انتظار ہوں۔ خدا کرے التواء کا دور ختم ہو اور اس کی اشاعت میں مزید تاخیر واقع نہ ہو۔

رفیق خاور کے ریویو کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا، وہ صحیح ہوگا کہ انہوں نے ذاتی رنجش کی وجہ سے برا ریویو کیا۔ لیکن آپ کو نہ اچھے ریویو پر بہت زیادہ خوش ہونا چاہیے نہ برے ریویو پر آزردہ ہونے کی ضرورت ہے۔ جو شخص "پبلک" میں آتا ہے

اسے ہر قسم کے نرم و گرم حالات کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور پھر آپ جانتے ہیں کہ آج کل شعر کا ذوق بالکل منقلب ہو چکا ہے۔ ہم آپ پرانے زمانے کے آدمی ہیں۔ نہ زمانۂ حاضر کے شعراء کا کلام ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ نہ زمانۂ حاضر کے نقادوں کی تنقید۔ شعر و سخن کی قدیم اقدار روز بروز نابود ہو رہی ہیں۔ اور ایک دن بالکل ناپید ہو جائیں گی۔

اللہ تعالےٰ آپ کو خوش و خرم رکھے۔ میں دعائے صحت کا طالب ہوں۔

آپ یہ چھ چھ آنے کے ٹکٹ بھیجنے کا کیا تکلف کیا کرتے ہیں۔ مجھے تو ٹکٹ وصول ہونے سے ہمیشہ شرم آتی ہے لیکن کبھی ڈیڑھ آنے کا ٹکٹ آجائے تو خیر۔ یہ اکٹھے ٹکٹ بھیج دینا کیا معنی ؟

عبدالمجید سالک

عبدالمجید سالک

بنام چراغ حسن حسرت

(۱)

۸ رنگار ہوٹل - کراچی

۲۱ اپریل ۱۹۵۱ء

برادر مکرم السلام علیکم

خدا خدا کر کے آخر آپ کا خط بھی آیا۔ تعجب ہے کہ اس سے قبل آپ نے جو دو خط لکھے، وہ کیوں مجھے نہ مل سکے۔ ورنہ مجھے تو پوری ڈاک نہایت حفاظت اور باقاعدگی سے مل جاتی ہے۔

خیر خدا کا شکر ہے کہ ہماری ریڈریں لگ گئیں ، شہرت لگ گئی۔ اب خدا تاریخ اسلام کا مقابلہ بھی درست کر دے تو پیسے مل ہی جائیں گے۔ زیادہ طمع کیوں کریں؟ ایسے بھی تو ہیں جن کو کوئی حصہ نہیں ملا۔ اگر ہمارا پبلشر باہمت ہوتا، تو بہاولپور، آزاد کشمیر اور سرحد میں ضرور انتظام ہو جاتا۔ لیکن چھوڑیے اب اس قصے کو۔ اللہ تعالیٰ منظور شدہ کتابوں میں برکت ڈالے اور وہ زیادہ سے زیادہ فروخت ہو جائیں۔

سرگذشت انیسویں قسط تک آپ کے پاس پہنچ چکی۔ اب انشاءاللہ کل پرسوں دو اور قسطیں لکھ کر بھیج دوں گا۔ مصحفی کے متعلق کام کر رہا ہوں۔ ازراہِ کرم مسدس کے -/۳۰۰ اور سرگذشت کی قسطوں کے جتنے بنتے ہوں۔ جلد بھیج دیجیے۔ ان کا انتظار کر رہا ہوں۔

باقی خیریت ہے۔ ابھی تین چار مہینے تک یہاں سے چھٹکارا نظر نہیں آتا اور چونکہ کام سے سب خوش ہیں۔ اس لیے اس کے بعد بھی توسیع یقینی ہے تاآنکہ میں رتنا تڑا کر بھاگنے کا فیصلہ نہ کر لوں۔ لیکن کسی وقت درمیان میں چند روز کے لیے حاضرِ لاہور ہونے کا ارادہ ضرور ہے۔

سب احباب کو سلام۔ ظہیر اور ننّے صاحب کو دعا۔ سالک

(۲)

بنام چراغ حسن حسرت

مسلم ٹاؤن، لاہور۔ ۲۶ اپریل ۱۹۵۴ء

برادرم السلام علیکم - عین جس دن میں نے آپ کو دیکھنے کے لیے ہسپتال جانے کا ارادہ کیا۔ اسی دن اخبار میں یہ خوشخبری

پڑھی کہ آپ ہسپتال سے رخصت ہو کر گھر پہنچ گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اللہ آپ کو صحت کامل عطا فرمائے اور ضعف و نقاہت سے نجات دے۔

میں ۲۹ کو راولپنڈی جا رہا ہوں۔ ۲ مئی کو واپس آؤں گا۔ کوشش کروں گا کہ اس کے بعد آپ کے دولتکدے کا سراغ لگا کر حاضر ہو جاؤں۔ ۵ سے رمضان المبارک شروع ہو رہے ہیں۔ اور آپ روزوں کے متعلق میری کمزوری سے واقف ہی ہیں۔

امید ہے ظہیر میاں کا امتحان بہت امید افزا ہوگیا ہوگا۔ اللہ انھیں امتیاز کے ساتھ کامیاب کرے۔

واقعیت عامہ فروخت ہو رہی ہے لیکن زیادہ نہیں۔ بہرحال کوشش کروں گا کہ فی الحال علی الحساب آپ کو دو ہزار کی رقم پہنچ جائے تاکہ مصارف علالت کی جزوی تلافی ہی ہو جائے۔

بھابی کو ہم دونوں کی طرف سے آداب۔ ظہیر اور بلو کو دعا۔

سالک

(۴۳)

بنام چراغ حسن حسرت

عقب ریڈیو سٹیشن کراچی - ۸ر فروری

برادرم میں تو دوستوں کے احکام کی تعمیل میں ہمیشہ مخلصانہ سرگرم ہوتا ہوں اور شاید آپ خود بھی محسوس کرتے ہوں گے کہ اگر آپ اپنے کسی ذاتی کام کے لیے مجھے حکم دیتے۔ تو میں ایک دن بھی تعمیل میں توقف نہ کرتا۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ میرے دوست مجھ سے ایسے خلوص و اخلاص کا ثبوت نہیں دیتے۔ آپ سے دیباچے کی فرمائش کی تھی۔ جو بقدر دو سلپ سے زیادہ نہ ہوگا۔ لیکن آپ سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

اب آپ مجھے بواپسی اطلاع دیجئے کہ آیا وہ دو سلپ لکھے جا سکیں گے یا میں خود ہی لکھ لوں۔ کاپیاں بالکل مکمل اور تیار کوئی بارہ تیرہ دن سے پڑی ہیں۔ اور صرف دیباچے کی وجہ سے کتاب نامکمل ہے۔

اگر دیباچہ لکھنے کی نیت ہو تو اس میں یہ واضح کر دیجیے گا کہ یہ کتاب نہ تاریخ ہے نہ سوانح عمری۔ بلکہ ایک شخص نہایت بے تکلفی سے وہ حالات بیان کرتا جاتا ہے۔ جو اسے یاد آتے جاتے ہیں۔ اس لیے اس بیان میں ایک دلفریب تنوع پیدا ہو گیا ہے اور قومی، ملکی، ادبی اور ذاتی واقعات ملے جلے بیان ہوئے ہیں۔ البتہ چونکہ بیان کرنے والا گزشتہ چالیس سال سے پبلک زندگی میں ہے۔ اس لیے اس کے بیان کے بعض پہلو اس اعتبار سے قیمتی ہیں کہ وہ کسی کتاب یا اخبار کے فائل میں نہیں مل سکتے۔ بلکہ محض حافظہ میں محفوظ ہونے کی وجہ سے صفحۂ کاغذ پر آ گئے ہیں۔

بہرحال یہ گذارش محض اُس حالت میں ہے کہ آپ لکھنا چاہیں۔ ورنہ قصہ ختم کیجیے اور مجھے اطلاع دے دیجیے تاکہ میں خود چند سطریں لکھ کر کاتب سے مخلصی حاصل کروں۔

بچوں کو دعا۔

میں مکان کو الگ کرنے کی فکر میں ہوں۔ یہ ہو جائے تو لاہور کا رُخ کروں۔

سالک

سیّد وصی احمد بلگرامی فانیؔ

بنام سیّد مبارک حسین عظیم آبادی

شنبہ ۲۳ ر نومبر ۱۹۳۵ء

محترمی جناب جانشین داغؔ و آبروئے عظیم آباد سیّد مبارک حسین صاحب مبارکؔ عظیم آبادی

سلام و تمنائے زیارت!

ڈالٹن گنج چھوڑے ہوئے ہم کو دو ماہ ہو گئے۔ متعلقین آرہ میں اور کل سامان ڈالٹن گنج میں۔ بہار گورنمنٹ نے کسی ضرورت سے ہم کو یہاں بھیجا ہے۔ خطوط جو آیا کیے ڈرائیور نے ڈالٹن گنج ہی میں روک لیے۔ پھر اوس کے جی میں کیا آئی کہ اخبار اور خطوط ہم کو الہ آباد بھیج دئے۔ اسی انبار میں ایک ہیرے کی انگوٹھی بھی اتفاقیہ مل گئی۔ وہ انگوٹھی آپ کا اعزاز نامہ مورخہ ۲۲ ر ستمبر ہے سہ

صبا کو یہ کیا آج موج آگئی
کہ پھولوں سے تربت مری چھا گئی

الحمد للہ کہ زمانہ اہلِ انصاف سے کبھی خالی نہیں رہتا۔ چنانچہ رئیسانِ گذری و کشمیری کوٹھی و حاجی گنج نے جب صفیرؔ بلگرامی کا ساتھ دیا تھا اور اس ساتھ دینے پر جناب شادؔ نے جب باز پرس کی تھی کہ آپ لوگوں نے باوجود ہم وطنی دستخط کیوں کیے تو رئیسانِ موصوف نے یہی جواب دیا تھا کہ :-

" ایمان کے باب میں کسی کا پاس نہیں کیا جاتا۔ جو ہم جانتے تھے لکھ دیا۔" (ن ش ص صفحہ ۲۲۹)

اب ترسیٹھ برس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں کہ :

"حقیقتِ حال پر امتدادِ زمانہ اور بطلانِ حق کی ظلمتوں کا گہرا پردہ پڑا ہوا تھا مگر حق کا بول بالا منکرین کو بال برابر بھی جادۂ حقیقت سے گریز کا موقع نہیں ...... ہر طرف سے حق حق کی صدائیں آویزۂ گوشش رہی ہیں ......"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج بھی زمانہ اہلِ انصاف سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اس دو ماہ میں آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ منکرین اب تک اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور تردیدی مضامین لکھے جا چکے یا بھیجے جا چکے ہیں۔ ہم اتنی دور نہیں کہ آواز پہونچتے پہونچتے ہم تک پہونچ سکتی ہے۔ آپ سرزمین پر ہیں۔ اس لیے وہاں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے؟ اس کا

حال آپ بہتر جانتے ہوں گے۔

گذارش ہے کہ آج سے دو برس پہلے کا ندیم نمبر صفحہ ۲۵۴ — ۲۵۵ بغور ملاحظہ فرمایا جائے اور دیکھا جائے کہ باوجود اوس کذب اور بدتمیزی کے ہم نے س ش ص میں ضبط و تحمل سے کام لیا ہے یا نہیں؟ مثلاً ص ۲۳۲ میں تنبیہ صفیر بلگرامی مؤلفہ خواجہ فخرالدین سخن کا ذکر آیا ہے تو ہم نے صرف یہ لکھ دیا کہ: "یہ کتاب کسی طرح بھی خواجہ فخرالدین سخن کے شایانِ شان نہ تھی مگر ؎
"اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو"

باوجود اس احتیاط کے اگر کوئی نادان تردیدی مضمون شایع کرے تو منصفینِ عظیم آباد کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ اس قصّہ کو یکسو کر دیں۔

یکسو سے مراد صفیر بلگرامی کی ناجائز طرفداری کرنا نہیں ہے۔ اور منصفین سے مراد عوام الناس نہیں بلکہ صرف وہ لوگ ہیں جو ہنگامہ شاد و صفیر کے چشم دید گواہ ہیں۔ ان چشم دید گواہوں میں تین بزرگ قابلِ ذکر ہیں۔ امداد، آزاد، مبارک۔ جناب امداد اگر کچھ بولنا چاہیں بھی تو بول نہیں سکتے۔ اعتراض یہ ہوگا کہ اپنے اوستاد سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اور خود اپنے خون کا انتقام اس طرح لے رہے ہیں۔ جناب آزاد اگر کچھ بولنا چاہیں تو دنیا یہی کہے گی کہ یہ تو جناب شاد کے پرانے رقیب اور دشمن ہیں۔ البتہ آپ جانشین داغ ہونے کی حیثیت سے انصاف کی ترازو اپنے ہاتھ میں لیں تو یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ یہ باغی ہے یا رقیب ہے۔ یہ ضرور ہے کہ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر کرنا خلافِ مصلحت ہے۔ اگر اس قسم کی مصلحت مانع نہ ہو تو انصاف کی ترازو اپنے ہاتھ میں ضرور لی جائے اور اپنا فیصلہ ندیم کے ذریعہ سے دنیا کو سنایا جائے۔ حضرت آتش فرماتے ہیں ؎ "بہار باغ ہوتی ہے خزاں موسم ہے پت جھڑ کا" اس لیے باغ عظیم آباد میں جب پت جھڑ کا موسم آگیا ہے تو پتوں کو چاہیے کہ بہار کی کہانی وہ سننے والوں کو سنا دیں ورنہ یہ کہانی یوں ہی رہ جائے گی۔ مضمون س ش ص بہت تشنہ ہے، صدہا ضروری باتیں ندیم کی وسعت کا خیال کر کے چھوڑ دی گئیں۔ مکتوبات و قطعات تک پورے نہیں دیے گئے۔ اور باتوں کو کون پوچھتا ہے۔ مرحوم و مغفور کشمیری کوٹھی کا فسانہ، غفران مآب مرزا دبیر کا فسانہ، ناسخ کے ظلم و جور کا فسانہ اور اسی طرح الف لیلہ کے اکثر ابواب گفتنی ناگفتنی ہو کر رہ گئے۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ واقعہ اشخاص سے متعلق ہوتا ہے۔ اور اشخاص کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ نام لیا جائے۔ داستان گو نام نہیں لیتا۔ پھر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ تو نے اس واقعہ کو بیان کیوں کیا؟ اس لیے کہ واقعہ سُن کر نام لوگوں کو خود ہی یاد آگیا — اب داستان گو لاکھ سر ٹپکتا ہے کہ ہم بے قصور ہیں لیکن اوس کی شنوائی نہیں ہوتی — باوجود ان مجبوریوں کے، س ش ص میں کوشش کی گئی تھی کہ یادش بخیر عظیم آباد کی مٹی ہوئی تصویر دنیا پھر دیکھ لے۔

آپ نے دیکھا کہ روحانی وصل کس طرح ہوتا ہے؟ اگر نہ دیکھا ہو تو ندیم کا صفحہ ۲۴۴ دیکھیے جو اس شعر پر ختم ہوتا ہے ؎

سکھی سنیو میری کہانی ۔۔۔ میں تو بھئی ہوں برہا دیوانی

اور پھر اس کے بعد کا صفحہ ۲۲۵ دیکھیے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے ؎

چتون جو قہر کی ہے تو تیور جلال کے — مطلب یہ ہے کہ رکھ دے کلیجہ نکال کے

عرض ہے کہ قہر و جلال کی ضرورت نہیں۔ کلیجہ نکالنے کی ضرورت نہیں۔ وصی احمد سر سے پاؤں تک آپ کا زر خرید غلام ہے، مگر غور طلب ہے یہ روحانی وصال کہ ہم آپ سے کس پردہ میں بغلگیر ہو رہے ہیں۔

آپ کی غزل مرصّع ہے، گر ہاتھ کا کنگن اور ماتھے کا ٹیکا پوچھئے تو ؎

حکمت تو دیکھئے یہ حکومت تو دیکھئے — دل کا سوال ہوتا ہے آنکھیں نکال کے

پھر ڈھونڈتا ہے دل خلشِ خارِ آرزو — پچھتا رہا ہوں دل سے یہ کانٹا نکال کے

حالت یہ ہے کہ پنڈت ماتو یہ کا مسلمان ہو جانا آسان ہے مگر ایک اچھوتا شعر کہہ دینا اب مشکل ہے۔ "اب" کی قید اس لیے کی گئی کہ عہد میر تقی اور عہد مبارک عظیم آبادی میں وہی فرق ہے۔ جو الف لیلہ اور امیر اللغات میں ہے۔ یا صحرائے نجد اور لکھنؤ چوک میں یا ایک ورق سادہ اور ایک چھپے ہیں۔

الف لیلہ میں ڈاکو کہتا ہے کھل رہے سم سم! خزانہ کا دروازہ آپ ہی آپ کھل جاتا ہے۔ امیر مینائی کا قلم کسی لفظ کی سوانح عمری لکھنا چاہتا ہے تو جب تک فرامین شاہان سلف یعنی کلام اساتذہ سے ہر واقعہ کی تصدیق نہ ہو جائے وہ ایک حرف نہیں لکھ سکتا۔ ایک بیراگی یعنی برہ کی آگ کا مارا ہوا، صحرائے نجد میں، ناقۂ لیلیٰ کے پیچھے دوڑا جا رہا ہے۔ کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے لیکن لکھنؤ چوک میں شانہ سے شانہ چھلتا ہے۔ ایک سادہ ورق پر سورۂ بقر جس طرح چاہے پورا کر لیجئے۔ ایک چھپے پر تین آیتوں کی بھی گنجائش نہیں۔

اسی طرح میر تقی نے جو کہا وہی محاورہ ہو گیا۔ جو سکہ چلانا چاہا وہی چل گیا۔ لیکن مبارک عظیم آبادی کا جسم نصف پتھر ہو چکا ہے۔ گویا کسی ساحر نے کچھ پڑھ کر پھونک دیا ہے۔ مروجہ قوانین زبان کے خلاف وہ کچھ بول نہیں سکتا۔ اساتذہ کا میلا لگا ہوا ہے۔ شانہ سے شانہ چھل رہا ہے۔ ایک شعر بھی کہنا ہو تو سب سے بچ کر چلنا ہوگا۔ چوری کر کو توالی کون جائے گا؟ بیت الغزل میں بالفرض وہ لیلیٰ کی جگہ مہاراجہ اندر والی ممتاز بیگم کو بٹھانا چاہے تو شہر میں فوراً بلوہ ہو جائے! ہماری لیلیٰ کے گھر میں یہ چڑیل ممتاز بیگم کہاں سے آ گئی؟ الغرض اسلاف کی آزادیاں اخلاف کو نصیب نہیں۔ نقشہ حسب ذیل ہے:۔

عہد میر تقی میں .... "بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے"

عہد مبارک عظیم آبادی میں ... "وائے قسمت اب تخلص بھی نیا ملتا نہیں"

عہد میر تقی میں .... "مستند ہے میرا فرمایا ہوا"

عہد مبارک عظیم آبادی میں ... "آیت نہیں حدیث نہیں جس کو مانئے"

اسی لیے عرض کیا گیا تھا کہ پنڈت ماتو یہ کا مسلمان ہو جانا آسان ہے مگر ایک اچھوتا شعر کہہ دینا اب مشکل ہے۔ اور اگر کوئی کہہ دے تو وہ یقینی جادوگر ہے۔ مثلاً پروفیسر عبدالمنان کا یہ شعر (ندیم ص ۱۱۳) ؎

پاؤں رکھتا ہے غیر بھی اس پر — سجدۂ سنگِ در کریں کیونکر؟

اور آپ کے یہ دونوں شعر ؎

حکمت تو دیکھیے یہ حکومت تو دیکھیے　　دل کا سوال ہوتا ہے آنکھیں نکال کے
پھر ڈھونڈتا ہے دل خلشِ خارِ آرزو　　پچھتا رہا ہوں دل سے یہ کانٹا نکال کے

اور جمیل مظہری کا یہ شعر (ندیم ص ۴۹) ؎

آزادیٔ معلق لعنت ہے ہونا جو سکونِ آزادی میں
زنجیروں کا خلعت انساں نے خود شوق سے کیوں پہنا ہوتا

معلوم نہیں آپ نے کلام اپنا مرتب فرمایا یا نہیں۔ اگر مرتب ہو چکا ہے تو مطبع میں کیوں نہیں جاتا۔ اگر مرتب نہیں ہوا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جی چاہتا ہے کہ آپ کی زیارت نصیب ہوتی۔ وہ اس طرح کہ اپنے مفصل حالات مع کلام آپ قلمبند فرمائیں اور وہ نوشتہ ہماری آنکھوں کا سرمہ بنے۔ مفصل حالات سے مراد شجرۂ نسب، شجرۂ شاعری، شجرۂ طریقت اور خاندانی اور ذاتی حالات ہیں۔ وہ حالات جو ظاہر کیے جا سکتے ہیں۔ کلام سے مراد نہ صرف مجموعۂ کلام یا انتخابِ کلام ہے بلکہ "شانِ نزول" اکثر ابیات کسی خاص واقعہ یا معرکہ سے تعلق رکھتی ہوں گی۔ اس لیے معرکہ و واقعہ کا اظہار ضروری ہے۔ ورنہ بیت کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں نہیں آئے گا۔

آپ فرمائیں گے کہ جو شاعر نہیں جو فن سے واقف نہیں اوس کو اپنا کلام بھیجنا خود کلام کی توہین ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ؎

گر نیست جمال و رنگ و بویم
آخر نہ گیاہِ باغ اویم؟

بشرطِ فرصت اس عریضہ کا مفصل جواب عنایت ہو اور جلد عنایت ہو۔ کیونکہ الٰہ آباد میں اب زیادہ قیام نہیں رہے گا۔ بخدمت گرامی شاہ سید عبدالرحمٰن صاحب سلام و تمنائی ملاقات!

سید وصی احمد بلگرامی

(۲)

<u>بنام نور محمد انجم</u>

مونگیر سہ شنبہ ۱۰ رجب ۱۳۵۷ھ
۶ ستمبر ۱۹۳۸ء

مکرمی جناب نور محمد صاحب انجم۔ تسلیم۔ آپ کو گیا سے مونگیر۔ مونگیر سے پٹنہ اور پٹنہ سے پھر مونگیر آنا مبارک ہو۔ آپ

کا خط مونگیر سے آیا۔ مونگیر سے بھائی صاحب مدظلہٗ کے پاس پٹنہ پہونچا۔ بھائی صاحب نے اپنے لفافہ میں وہ خط ہم کو بھیج دیا۔ خط میں تاریخ روانگی درج نہیں۔ اس یاد آوری کا شکریہ۔

"ندیم تو غالباً برابر آپ کی نظر سے گذرتا ہوگا۔" جواباً عرض ہے کہ ؎

در راہ میانِ من و عرفی گذر افتاد
باہم نگریستم و گریستم و گذشتیم

بازار دنیا میں ہم ادھر سے جا رہے تھے۔ عرفی ادھر سے آ رہا تھا۔ راستہ میں ملاقات ہوگئی۔ ہم نے عرفی کو دیکھا۔ عرفی نے ہم کو دیکھا۔ ہم عرفی کو دیکھ کر رو دیئے عرفی ہم کو دیکھ کر رو دیا۔ رو دھوکر ہم نے اپنی راہ لی۔ عرفی نے اپنی راہ لی۔

یہ کہانی تھی تو بہت بڑی۔ مگر صرف تین لفظوں میں تمام ہوگئی۔ نگریستن۔ گریستن۔ گذشتن۔

در راہ میانِ من و انجم گزر افتاد
باہم نگریستم و گریستم و گذشتیم

آپ اس قدر دل گرفتہ کیوں ہیں؟ اہلِ قلم کو دنیا کبھی پناہ نہیں دیتی۔ اہلِ قلم کا مرثیہ غالبؔ کے قلم سے سنیئے ؎

بادۂ من مدام خون دل است — از مغان ارمغاں نمی خواہم
بہ زلیخا شباب بخشیدند — بخت خود را جواں نمی خواہم
کس نمی نالہ از فسانۂ من — دردِ دل را بیاں نمی خواہم
ہر یکے دشمن ست دوست نما — یاری از اختراں نمی خواہم
ہیچ کس سود من نمی خواہد — ہیچ کس را زیاں نمی خواہم
بہرِ خویش از زمانۂ غدّار — راحتِ جاوداں نمی خواہم
مور را مار گیر نپذیرم — پشہ را پیل باں نمی خواہم
نتواں شد طرف بمور و مگس — انگبیں در دکاں نمی خواہم

خو بہ بیداد کردہ ام غالبؔ
عہدِ نوشیرواں نمی خواہم

اس مرثیہ کے آخری تین شعر غور طلب ہیں کہنے والا کہتا ہے کہ:

اژدہا آج چیونٹیوں کے نرغہ میں ہے۔ ہاتھی کی گردن پر مچھر بیٹھا فیلبانی کر رہا ہے۔ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو! ہم شہد کی دوکان کیوں کھولیں؟ چیونٹیاں اور مکھیاں اور شوخ ہو جائیں گی۔ نوشیرواں عادل ہے۔ ہُوا کرے۔ آج جشنِ عید ہے۔ ہُوا کرے دربار میں فریادی بن کر کون جائے؟ ہم کو تو ظلم و ستم سہنے کی عادت پڑ گئی ہے۔

"ملفوظات" کی دوسری جلد چھپ کر تیار ہے۔ لیکن اس کے مقدمہ کی صورت اب تک کوئی سمجھ میں نہیں آئی۔ ہماری رائے ہے کہ مقدمہ آپ جناب سید مبارک حسین صاحب مبارک عظیم آبادی سے لکھوائیں۔ اور ملفوظات کی دونوں جلدیں اونکو بھیج دیں۔ وہ راضی نہ ہوں تو ہم کو لکھیے۔ ہم خود اون سے استدعا کریں گے۔

اس خط کی رسید اور اپنی صحت سے مطلع کیجئے۔

سید وصی احمد بلگرامی

سیّد حامد حسن قادری

بنام امتیاز علی عرشی صاحب

شاہ اینڈ کمپنی، حکیم وصی، روڈ۔ آگرہ

۲۰ر جنوری ۴۵ء

محبِ مکرم۔ السلام علیکم

امید ہے مزاجِ گرامی مع الخیر ہوگا۔ پھر میرا رام پور آنا ہی نہ ہوا کہ نیاز حاصل کرتا۔ آپ کتابیں مرتب و شایع فرماتے رہے اور میں کالج کے لیے منگانے کا ارادہ کرتا رہا لیکن یہ نہ معلوم ہُوا کہ آپ خود فروخت کرتے ہیں یا کسی کو ایجنسی دے دی ہے۔ صرف پہلی کتاب (مکاتیبِ غالب) کالج میں موجود ہے۔ اس کے بعد کی پانچ کتابیں منگانی ہیں۔ جن کے نام مجھے اس وقت یاد بھی نہیں۔ کہیں اشتہار بھی ہاتھ نہ آیا۔

اب شاہ کمپنی کی طرف سے لکھتا ہوں کہ مکاتیب کے بعد جو کتابیں انتخابِ غالب۔ اوراقِ گُل وغیرہ شایع ہوئی ہیں اُن کی دو دو کاپیاں اور مکاتیبِ غالب کی پانچ کاپیاں شاہ کمپنی کو ارسال فرما دیجئے اور جو کمیشن معمول ہو وہ عنایت فرمایئے۔ مگر براہِ کرم جلد توجہ فرمایئے گا۔ جواب کے شاہ صاحب اور میں دونوں منتظر رہیں گے۔

داستان تاریخ اُردو کے بعد میری تین کتابیں اور شائع ہوگئی ہیں، نقد و نظر، صید و صیاد، اور ایرانی افسانے۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

پروفیسر سینٹ جانسن کالج آگرہ

کمترین محمد طاہر فاروقی آداب رساں ہے

(۲)

بنام امتیاز علی عرشی صاحب

آگرہ عالم گنج

۲۹ر جون ۴۵ء

جنابِ مکرم۔ السلام علیکم

مولوی فیاض الدین صاحب کے صاحبزادے نے میرا خط پہنچایا ہوگا، آج اتفاق سے مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی صدیقی سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے اُن کا نام سُنا ہوگا، بڑے صاحبِ ذوق اور عاشقِ علم و ادب ہیں۔ احیائے اسلاف

خصوصاً متقدمین آگرہ کی یادگار قایم کرنے کی دُھن میں رہتے ہیں اور اس سلسلے میں متعدد چھوٹی بڑی کتابیں شایع کر چکے ہیں اور مرتب کر رہے ہیں۔ ان سے میر اعظم علی صاحب کا تذکرہ آیا اور میں نے آپ کی فرمایش بیان کی۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ مجھے اُن کا بہت کچھ حال معلوم ہے۔ انشاء اللہ عرشی صاحب کو بھیجوں گا لہٰذا آپ اب براہِ راست اُن کو لکھئے۔ کہتے تھے کہ عودِ ہندی نے تمام مخاطبین غالب کے حالات مرتب کر چکے ہیں اور اُردوئے معلّٰی والوں کے زیرِ ترتیب ہیں۔ اُن کا پتہ یہ ہے:

چڑی مار ٹولہ۔ آگرہ

میں شہر سے کئی میل کے فاصلہ پر رہتا ہوں۔ اپنے کاروبار میں ہفتوں مہینوں شہر جانا نہیں ہوتا۔ شہر والے ہی کرم فرما کر تشریف لاتے رہتے ہیں۔ اس لیے ممکن ہے مفتی صاحب سے میری ملاقات جلد نہ ہو سکے اور آپ کی فرمایش کا تقاضہ نہ کر سکوں۔ آپ میرے حوالے سے اُن کو لکھ دیجئے۔ میں پنج آہنگ کے قلمی نسخہ کو کہنا بھول بھی گیا۔ آپ دریافت کر لیجئے۔ مفتی صاحب کے کتب خانہ میں قلمی و نادر کتابیں بھی بہت ہیں۔

اورانِ گل وغیرہ دو تین کتابیں تو جب ہی منگالی تھیں، انتخاب غالب اور ایک اور کتاب اب تک نہ مل سکی۔ کالج کے لیے ضرورت ہے۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۳)

بنام امتیاز علی عرشی

شاہ اینڈ کمپنی حکیم وصی روڈ۔ آگرہ

۲۴ ر اگست ۱۹۴۵ء

محب مکرم ۔ السلام علیکم

میرا خط مولوی ضیاء الدین فرزند مولوی حاجی فیاض الدین صاحب نے پہونچایا ہوگا، کل آپ کی مطبوعات کی فہرست بھیجی ہوئی پہونچی۔ مندرجہ ذیل کتابیں شاہ اینڈ کمپنی کو بھیج دیجئے۔ اُن سے میں لے لوں گا:۔

انتخاب غالب مجلد قسم اول چمکدار چرمی جلد	(۲ کاپیاں)	ےعہ فی جلد
انتخاب غالب مجلد قسم دوم	(۲ کاپیاں)	عہ فی جلد
اورانِ گل	(دو کاپیاں)	عہ فی جلد
کتاب الاجناس	(دو کاپیاں)	۱۰ر فی جلد

اگر یہ کتابیں آپ کا کتب خانہ فروخت نہ کرتا ہو تو جہاں سے دستیاب ہو سکیں وہاں اس فرمایش کو پہونچا دیجئے — انتخاب غالب کے لیے یہ شرط بہت ضروری ہے کہ محض قسم اوّل و دوم کی مجلد چرمی نرم اور ہاف باؤنڈ چرمی منگائی ہیں۔ اگر حسب اشتہار جلد بندی کی کتابیں موجود نہ ہوں یا تیار نہ ہو سکیں تو فرمایش منسوخ۔ مطلع فرمانے پر دوبارہ غیر مجلد کی فرمایش حسب ضرورت کی جائے گی۔

مکاتیب غالب کا پہلا ایڈیشن تو پہلے سے تھا۔ اب دوسرا بھی شاہ کمپنی سے لیا ہے۔ دستور الفصاحت، نادرات وغیرہ بھی شاہ نے مہیا کر دی ہیں۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۴)

بنام امتیاز علی عرشی

علی پور سیداں (سیالکوٹ)
۲۵ رمئی ۱۹۴۷ء

جناب محترم ۔ السلام علیکم

امید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہو گا۔ جس سال رام پور میں آپ سے نیاز حاصل ہوا تھا اس کے بعد آج تک پھر رام پور جانا نصیب نہ ہوا۔ کتب خانہ کی سیر کا بھی اشتیاق رہ گیا کبھی دیکھا ہی نہیں۔

اس وقت باعثِ تحریر کتب خانہ ہی کے کچھ متعلقات ہیں۔ میرا لڑکا خالد حسن قادری پچھلے دنوں حلیم مسلم کالج کانپور میں ملازم تھا۔ اس نے وہاں سے آپ کو دیوانِ غالب کے متعلق لکھا تھا اور آپ نے جواب بھی دے دیا تھا۔ اب اسی کی فرمایش سے یہ خط لکھتا ہوں۔ احکام عالمگیری مصنفہ حمید الدین نیمچہ عالمگیری کا خالد نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اور ترجمہ مع اصل اپنے حواشی تاریخی و تنقیدی کے ساتھ چھپوانا چاہتا ہے۔ آپ کے ہاں لائبریری میں احکام کا پہلا نسخہ عبد السلام خاں کا ہے۔ اس میں اور جادو ناتھ سرکار کے نسخہ میں کچھ فرق ہے۔ خالد مقابلہ کر کے صحیح کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اعانت فرمائیں اور اجازت دلوا دیں تو خالد رام پور آ جائے۔ ڈیڑھ مہینہ تعطیل کا باقی ہے۔ وہ کام تو دو چار روز ہی کا ہے۔ اسی تعطیل میں ہو جائے تو اچھا ہے۔

دوسری کتاب تذکرۃ الواقعات مصنفہ جوہر آفتابچی (خادم خاص ہمایوں بادشاہ) اس کو میرے بھتیجے مولوی زاہد حسن فریدی ایم اے (لکچرر سینٹ جانس کالج آگرہ) تصحیح و ترجمہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی میں ہے۔ اس کو ایک بار دیکھ لیا ہے۔ دوسرا نسخہ ابو الکلام آزاد کے پاس ہے۔ اس کو دیکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ مشکل یہ ہے کہ آزاد صاحب کانگریس اور سیاست میں ایسے بے ڈھب پھنس گئے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ بہرحال اب آپ بتائیے کہ آپ کے پاس اُس کا کوئی نسخہ ہے یا نہیں۔ میرا قیاس یہ ہے کہ کوئی نیا نسخہ نہ ہو گا۔ اگر ہو تو انھی میں سے کسی کی نقل ہو۔ اور آپ کے علم میں اس کا کہیں اور کوئی نسخہ ہے یا نہیں۔

میں یہاں پنجاب میں دو ہفتے سے آیا ہوا ہوں اور اب آگرہ جانے والا ہوں۔ اس کا جواب آگرہ محلہ عالم گنج کے پتے پر تحریر فرمایئے گا۔ میرے کالج کا نام بالکل نہ لکھیئے گا۔ کالج یونیورسٹی گیا تو کھٹے میں پڑ جائے گا بلکہ کھٹائی میں۔ اگر آپ سیرِ کتب خانہ کا وعدہ فرمائیں تو جون میں میں اور خالد دونوں رام پور آئیں۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۵)

عالم گنج آگرہ
۱۲ر جون ۴۷ء

۶۲/۹۲

حضرت مکرم۔ السلام علیکم

میں پنجاب سے آپ کو خط لکھنے کے بعد اپنے وطن بچھراؤں ضلع مراد آباد چلا گیا۔ وہاں سے کل ۱۱ر جون کو شب میں واپس آیا اور آج آپ کا کرم نامہ دیکھا۔ جواب میں تقریباً دو ہفتے کی دیر ہوئی جاتی ہے، اس لیے احکام عالمگیری اور رام پور آنے کے متعلق تو پھر لکھوں گا۔ پہلے آپ کی ضروری باتوں کا جواب لکھتا ہوں۔

سید امیر حسن صاحب عابدی ہمارے کالج کے پڑھے ہوئے ہیں۔ سینٹ جانسن کالج میں رہ کر انھوں نے فارسی میں ریسرچ کی اور ابھی گذشتہ مہینے میں اُن کو پی ایچ ڈی کی ڈگری دینا منظور ہو گیا ہے۔ گویا ڈاکٹر ہو گئے، اب وہ اُردو میں ڈی لٹ کرنا چاہتے ہیں اور غالباً وہی موضوع تجویز کیا ہے جو آپ نے لکھا۔ مجھے یہ علم نہیں کہ آگرہ یونیورسٹی میں اجازت کی ابتدائی کارروائی ہو چکی ہے یا نہیں۔ بہر حال اب وہی موضوع دوسروں کے لیے منظور ہونا مشکل ہے اور بلا وجہ بھی ہے۔ اس لیے آپ کے دوست اس کو بدل کر یوں کر دیں۔

رام پور کا اسلامی کلچر میں حصہ یا

رام پور اور ثقافت اسلامی

اس میں رامپور کی پوری عظمت و شان آجائے گی۔ مضمون بہت وسیع ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر جزو کو بہت زیادہ طول دیا جائے۔ فلسکیپ کے دو سو (۲۰۰) سے تین سو (۳۰۰) صفحوں تک کافی ہے۔ اس مضمون میں شعر و ادب بھی آجائے گا۔

غالب کے بعض اشعار کی شرح ضمنی طور پر نقد و نظر میں لکھی ہے۔ وہ آپ کے پاس ہو گی، اور کوئی مضمون شرح غالب کے متعلق شائع نہیں ہوا۔ خاندہ کو علم نہ تھا، اس لئے جواب نہ دے سکے، اور میں ابھی آیا ہوں۔

اگر آپ پورے دیوان غالب کی مکمل شرح لکھ رہے ہیں تو یہ بڑا مژدہ ادبی ہے۔ میری تشریحات کو دیکھ کر بعض صاحبوں نے مجھ سے شرح غالب لکھنے کی فرمائش کی۔ ایک صاحب تو مُصر ہو گئے اور طباعت کا ذمہ لیا۔ مگر میں یہ کام نہ کر سکا۔ آپ بلا شبہ اس کے اہل ہیں۔ تمام مطبوعہ شرحوں کو سامنے رکھیے اور تمام بحثیں ملاحظہ فرمائیے۔ ایک زمانے میں "نیرنگِ خیال" میں بیخود موہانی اور آرگس کا مباحثہ چھپا تھا: "غالب بے نقاب" "آرگس بے حجاب" اس کو کہیں سے حاصل کیجیے۔

میں نے جہاں تک شرحیں دیکھی ہیں۔ کہیں نہ کہیں سب نے دھوکا کھایا ہے۔ طباطبائی، حسرت موہانی، بیخود دہلوی وغیرہ سب سے مسامحات ہوئے ہیں۔ آسی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کمال ہی کیا ہے۔

ہاں ہمارے سیماب صاحب نے اپنے رسالہ شاعر میں ابتدائے دیوان غالب سے شرح شائع کرنی شروع کی تھی کچھ

سال کی بات ہے۔ پھر وہ [illegible] کر دیا۔ اُن سے وہ پرچے منگا کر دیکھیے۔

میں آپ کی شرح کا نہایت مشتاق و منتظر رہوں گا۔ آپ نے لکھا ہے کہ لکھنا چاہتا ہوں، لکھنا شروع کر دیجیے اور بہت جلدی ختم کر دیجیے۔ یہ میں خود غرضی کی وجہ سے تقاضہ کر رہا ہوں۔ والسلام مع الاکرام

احقر حامد حسن قادری

(۶)

بنام امتیاز علی عرشی

کٹرہ خانخاناں (آگرہ)

۳۱؍ مئی ۴۹ء

محبّ مکرّم السلام علیکم

ملاقات ہوئے پورا سال گذر گیا اس عرصے میں خط کتابت بھی نہ ہوئی۔ حالانکہ آپ کا اور آپ کے کتاب خانہ کا تذکرہ یہاں بارہا آیا۔ اور ایک آدھ بار کسی استفسار کی ضرورت بھی پیش آئی مگر نہ لکھ سکا۔ یعنی میں نے بیدلؔ عظیم آبادی پر کچھ لکھا ہے، کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ اس کا ایک مکمّل قلمی دیوان دستیاب ہُوا ہے جس میں مطبوعات نولکشور سے بہت زیادہ اضافے ہیں۔ اس کا آپ کے ہاں کے قلمی نسخوں سے مقابلہ چاہتا تھا۔ ان کاموں کے لیے خود ہی رام پور جانے کے ارادے میں رہا۔ مگر نہ جا سکا، ابھی کالج کی تعطیل بہت باقی ہے، ممکن ہے اب بھی رام پور کا پھیرا ہو جائے

بالفعل اس تحریر کا مقصد یہ نہیں اور ہے۔ وہ یہ کہ رضا کالج ڈگری کالج ہونے والا ہے اور اُردو کے پروفیسر کے لیے انتہار نکلا ہے۔ میرے ایک عزیز دوست شاگرد مغیث الدین صاحب فریدی ایم اے درخواست دے رہے ہیں۔ بالفعل ہمارے کالج میں ملازم ہیں۔ مگر رام پور میں یہاں سے زیادہ تنخواہ اور اچھا عہدہ ملنے کی اُمید ہے۔ علی گڑھ سے اُردو میں ایم اے کیا ہے اور پہلے درجے میں سب سے اوّل آئے ہیں۔ بڑے اچھے شاعر، ادیب، نقاد ہیں اور بڑی وسیع نظر اور کثیر مطالعہ ہے اگرچہ بالکل نوجوان ہیں۔

درخواست آج پرنسپل رضا کالج کے نام بھیجتے ہیں، مگر یہ معلوم نہیں کہ درخواست کس کے پاس جانی چاہیے۔ پرنسپل کے نام یا کسی افسر تعلیم یا وزیر تعلیم کے نام۔ اور اس کا بھی اندازہ نہیں کہ وہاں ان درخواستوں کو کن مراحل سے گذرنا ہے۔ ارباب حل و عقد کون ہیں؟ کس تک پہونچ ہو سکتی ہے؟ آپ کی رسائی کہاں تک ہے؟ کچھ آپ کوشش کیجیے کچھ مجھے بتائیے رام پور میں اور کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس سے یہ مشورے ہو سکیں، شکور صاحب کو اس معاملے میں کہاں تک دخل ہوگا۔ زیدی صاحب کا عمل کہاں تک ہے۔ غرض آپ صحیح مشورہ لکھیں گے تو کچھ کیا جائے گا۔ جواب کا منتظر رہوں گا۔

جواب میں خط پر صرف میرے محلہ کا پتہ لکھیے گا کالج کا نام نہ لکھیے گا (وہ) بالفعل بند ہے۔

احقر حامد حسن قادری

(۷)

۷۸۶
۹۲

بنام امتیاز علی عرشی

آگرہ کٹرہ خان خاناں
۲ ستمبر ۵۴ء

جناب مکرم السلام علیکم

مولوی عبدالواحد صاحب نے میرا سلام پونہچایا ہوگا۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میں چند کتابوں کے سلسلے میں ایک عرصہ سے آپ کو لکھنے کی فکر میں تھا مگر نہ لکھ سکا۔ اب ایک بات دریافت طلب پیش آگئی ہے یعنی میرا چھوٹا لڑکا راشد حسن قادری اپنے امتحان ایم کام کے سلسلے میں صنعت زر دوزی کے متعلق ایک طویل مقالہ لکھنا چاہتا ہے۔ اس کام کے لیے اس صنعت کی تاریخ رفتار ترقی و تنزل موجودہ حالت کے متعلق مفصل معلومات درکار ہیں آپ سے یہ سوال ہے کہ:

(۱) صنعت زر دوزی کے متعلق کتابخانہ میں کچھ کتابیں ہیں یا نہیں۔ اگر ہوں تو آپ ایک نظر ڈال کر یہ بتا دیں کہ وہ کس حد تک مفید ہوں گی اور راشد کس طرح ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

(۲) رام پور میں اس صنعت کے کارخانے ہیں یا نہیں۔ صناعوں سے معلومات کس ذریعہ سے حاصل ہوں۔ راشد ان کاموں کے لیے خود رام پور آسکتے ہیں۔ امید ہے کہ جواب و خیریت سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیے گا۔

احقر حامد حسن قادری

(۸)

بنام ظہیر الدین علوی

آگرہ کٹرہ خان خاناں
۱۷ دسمبر ۴۹ء

جناب مکرم السلام علیکم

میگزین کا غالب نمبر پہنچا، بہت خوب ہے، رشید صاحب کے لطیفوں میں بہت لطف آیا، اکثر مضامین اچھے ہیں بعض بالکل نئے اور کام کے سب۔ آگرہ یونیورسٹی کے ایم اے میں غالب کا الگ ایک پرچہ ہے، اس کے نصاب میں آپ کا غالب نمبر بھی شامل کر دیا جائے گا۔ کاپیاں تو بہت سی چھپوائی ہوں گی؟ کالج کیلئے دو کاپیاں منگواؤں گا۔

اتنا لکھنے کے بعد یکایک تاریخ گوئی کی باسی کڑھی میں اُبال آگیا، کارڈ ہاتھ سے رکھ دیا اور اعداد جوڑنے لگا، نتیجہ دیکھئے۔

تاریخ غالب نمبر علی گڑھ میگزین

گلزارِ ادب میں قادری آج ہوا ——— سرسبز نہالِ آرزوئے مختار
تاریخ ہوئی: "جلوۂ غالب نمبر" ——— دیکھا جو کمالِ آرزوئے مختار
۱۳۶۹ھ

اک اور بھی تاریخ اگر ہو درکار — لو: "شمع جہاں آرزوئے مختار"
۱۹ ۶ ۴۹

مختار الدین صاحب آرزو کو تاریخ اور شکریہ لکھتا مگر آپ کو لکھنے میں تاریخ ہوئی ہے اس لیے آپ کو تحریر کی۔
آپ ان تک پہنچا دیں۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۹)

بنام مولوی ظہیر احمد صاحب صدیقی

آگرہ کٹرہ خانخاناں
۱۱ ردسمبر ۱۹۵۲ء

عزیز مکرم السلام علیکم
میں اتفاق سے کل کالج چلا گیا ——— اس لیے کل ہی آپ کا محبت نامہ مل گیا۔ ورنہ خدا جانے ملتا نہ ملتا
اس لیے کہ میں جولائی سے ریٹائر ہو گیا ہوں۔

آپ کا بلا شبہ شکایت کرنے کا حق ہے اور مجھے نہایت شرمندگی ہے۔ آپ سے زیادہ آپ کے والد صاحب سے آپ کے ساتھ انھوں نے بھی لکھا تھا۔ آپ چھوٹے تھے تو وہ تو بڑے تھے۔ اس پر اگر وہ عمر کا تفاوت پیش فرمائیں تو میں عرض کر دوں کہ "بزرگی بعقل است نہ بسال"

بات یہ ہوئی کہ میں جواب لکھنے نہ پایا تھا کہ ایک ضرورت سے وطن کا سفر پیش آ گیا اور وہاں ۲۵ روز صرف ہو گئے۔ وہاں سے آ کر بالکل بھول گیا۔ اب دو تین روز ہوئے جلسہ کے بعد علی گڑھ کے اصحاب ملے اور معلوم ہوا کہ ضیاء احمد صاحب تشریف لائے تھے تو مجھے وہ خط یاد آیا اور میں نے خورشید الاسلام صاحب سے اس کا تذکرہ کیا۔ میں عادتاً جلسوں میں کبھی نہیں جاتا اس لیے باوجود گھر پر بیکار پڑے رہنے کے ان جلسوں میں نہ گیا لیکن ضیاء احمد صاحب سے نہ ملنے کا بہت افسوس ہوا۔ آپ کی مجھے خبر نہ تھی۔ آپ سے ملنے کی مسرت بھی حاصل کرتا۔

اب آپ کی فرمائش کا جواب سید انشا کے الفاظ بدل کر پیش کرتا ہوں کہ ——— تو ہے ہنسوڑا اور میں ہوں مقطع میرا تیرا میل نہیں۔ اگرچہ میں بھی صورت میں سہی، سیرت میں کچھ بہت مقطع نہیں ہوں مگر طنز و ظرافت پر کبھی زیادہ غور نہیں کیا اور مضمون نہیں لکھا، تو اب حیران ہوں کہ آپ کے لیے کیا لکھوں۔ مجھ سے آپ کی فرمائش بے جا ہے، میں اس موضوع پر لکھنے کا اہل نہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ والد صاحب کی خدمت میں سلام کہیے۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۱۰)

۷۸۶
۹۲

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی

آگرہ کٹرہ خانخاناں

۱۱ر مارچ ۱۹۵۴ء

حضرت مخدوم زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عطیۂ تجلیات نے نہایت مسرور وممنون کیا۔ میں پہلے سے آپ کے تبحر علمی اور کمال سخن سنجی کا معترف ہوں۔ ان نظموں نے اور گرویدہ کر لیا۔ کس کمال فکر، کمال سخن، کمال حسن، کمال محبت کے ساتھ آپ نے یہ نظمیں لکھی ہیں۔ تعریف نہیں ہوسکتی۔ اس قسم کی نظموں میں شاعری دیکھنے کی چیز ہوتی ہے۔ علامہ شبلی کا یہی کمال تھا۔ مولوی اسمٰعیل میرٹھی کا یہی کمال تھا۔ اور اس میں یہ دونوں مولانا حالی سے بڑھے ہوئے تھے۔ بلا مبالغہ یہ بات کہ آپ کی نظموں میں بھی وہی کمال موجود ہے۔ مجھے ان نظموں کو پڑھ کر جو مسرت ہوئی ہے، جو شاعری کا مزہ آیا ہے، اس کو بیان کرنا مشکل ہے۔

اس وقت ایک قطعہ تاریخ نظم ہوگیا ہے، بھیجتا ہوں، اگرچہ بے وقت اور بے ضرورت ہے۔

میں نہایت شرمندہ ہوں کہ عزیزی ظہیر احمد صاحب نے میگزین کا طنز وظرافت نمبر بھیجا اور میں نے آج تک اس کی رسید بھی نہ لکھی۔ میں بڑا کاہل و غافل ہوں۔ عزیز مکرم میری بے اعتنائی پر محمول نہ فرمائیں۔ محض کوتاہی و غفلت تھی۔ ورنہ میگزین نہایت اعلیٰ تھا۔ بڑی محنت اور محبت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ بڑے کام کی چیز ہے۔ وقت کی ضرورت تھی۔ طلبہ و اساتذہ دونوں ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے۔ میری طرف سے ظہیر صاحب کو مبارکباد دیجئے گا۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

۷۸۶
۹۲

تاریخِ تجلیات

جو اسوۂ اسلاف ہے نظموں میں ضیاؔ کی
بس ایک یہی راہ صوابِ ابدی ہے
حاصل جو ہدایت ہے اور لطفِ سخن بھی
تاریخ بھی "خرما و ثوابِ ابدی" ہے

حامد حسن قادری

آگرہ ۲۱ $\frac{۳}{۵۴}$ ء

(۱۱)

بنام محمد علی خاں اثر رامپوری

آگرہ۔ کٹرہ خانخاناں
۷ دسمبر ۱۹۵۴ء

جناب مکرم! السلام علیکم

کرم نامہ نے مسرور و ممنون کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سعی کو مشکور فرمائے اور کتاب کے چھپنے کی سبیل پیدا کر دے میں جہاں کہیں ہوں گا، زندہ ہوں تو خدمت سے دریغ نہ کروں گا۔ مگر حسب ارشاد فوراً تعمیل کرتا ہوں۔ کتاب کا نام پہلے سے بہتر نکل آیا۔

خم کدۂ شعر و سخن
۱۹۵۵

اور باسم اللہ الخالق العلیم الخبیر = ۱۹۵۵

رسید لکھیے گا اور میرے لیے دعائے خیر فرماتے رہیے۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

(۱۲)

بنام شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی

ناظم آباد۔ بڑا میدان۔ کراچی ۱۸
۱۶ جون ۵۶ء

جناب مکرم شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، السلام علیکم

نقوش کے دو پرچوں میں آپ کا مضمون پڑھا۔ بہت خوب لکھا ہے۔ میری معلومات میں اس سے بڑا اضافہ ہوا۔ پہلے سے یہ مضمون ہاتھ آتا تو میں داستان تاریخ اُردو کے دوسرے ایڈیشن میں (جو آجکل چھپ رہا ہے) اس سے کام لیتا۔ اور اب آپ کے حوالے سے کچھ اضافہ کر دیتا۔

لیکن 'بندہ نواز' میں نے ترجمۂ قرآن مجید کے نمونے میں رکوع ۱۶ لکھ نہیں مارا۔ سوچ سمجھ کر لکھا ہے اور صحیح لکھا ہے۔ آپ سے ذرا سا سہو ہو گیا۔ غور نہیں فرمایا۔ آپ کو علم ہو گا کہ پارے کے رکوع کا شمار الگ ہوتا ہے اور سورت کا الگ۔ "حیات النذیر" میں پارے کا رکوع ۳ درج ہے۔ میں نے سورۂ انعام کا رکوع ۱۶ لکھا ہے۔ قرآن مجید میں اس سے پہلے رکوع کا اختتام اس طرح ظاہر کیا گیا ہے —— ع ۱۵/۲۔ یعنی اُوپر سورۂ انعام کا رکوع۔ نیچے پارہ ۸ کا۔

میں نے "داستان" کے صفحہ ۵۶ پر اس طرح حوالہ لکھا ہے: —

پارۂ ۸ ولو اننا سورہ انعام رکوع ۱۶

اگر "سورۂ انعام" نہ لکھا ہوتا اور پارے کے نام کے بعد رکوع ہوتا تو پارے کا رکوع سمجھا جاتا۔ اب سورت کا رکوع ہُوا۔
آپ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ اپنا پتہ لکھیے۔ اگر کراچی میں قیام ہو تو ملنے کی کوشش کروں۔ والسلام
اعفر حامد حسن قادری

(۱۳)

بنام محسن اثر صاحب

ناظم آباد۔ بڑا میدان کراچی
۲۵ رجون ۱۹۵۶ء

برادر مکرم جناب محسن اثر صاحب

السلام علیکم۔ میں نے آپ کے استفسار (جیب و دامن) کا جواب بواپسی ڈاک رمضان شریف میں بعد تراویح بارہ ایک بجے تک لکھ کر آپ کے صحیح پتہ پر بھیج دیا تھا۔

اس کی رسید نہ ملی تو نوشہ میاں کو لکھا۔ انھوں نے بھی نہ لکھا کہ وہ خط نہیں پہنچا۔ اب پرسوں حنا میاں سے معلوم ہُوا، آپ کی تگ و دو اور اشتیاق بھی انھوں نے بیان کیا۔ مجھے بڑا افسوس ہُوا اس لیے اور زیادہ کہ ایک بات پہلی مرتبہ جس شوق اور جوش سے لکھی جاتی ہے۔ دوبارہ اسی طرح لکھنا ذرا دشوار ہوجاتا ہے۔ مگر کوشش کرتا ہوں۔ اس زمانے کے اکثر شعرا فانی جگر وغیرہ کی کوئی سند نہیں۔ یہ لوگ شاعر ہیں محقق نہیں کبھی بے سوچے سمجھے لکھ دیتے ہیں۔ جگر صاحب کے اس شعر میں ع

جنوں میں سینے کو بیٹھے ہیں جیب کے ٹکڑے
خبر نہ تھی کہ گریباں بھی تار تار ہُوا

ان سے پوچھا جائے کہ کس جیب کے ٹکڑے سینے بیٹھے تھے۔ قمیص کی یا کوٹ کی یا پتلون کی؟ پہلو کی یا پیچھے کی؟ تو جواب نہیں دے سکتے بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ شاعری اور غزل میں پاکٹ کو چاک کرنے کی کوئی سند نہیں۔ کبھی کسی نے فارسی واُردو میں جیب کو پاکٹ کے معنوں میں نظم نہیں کیا۔ اس لیے جیب اور گریبان کو اس طرح لکھنا کہ الگ الگ چیزیں معلوم ہوں قطعاً غلط اور ناجائز ہے۔ اس لیے کہ یہ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جیب عربی لفظ ہے اور اس کے معنی گریبان کے ہیں۔ اس کی جمع جیوب ہے اور یہ لفظ قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ قدیم عربی زبان میں پاکٹ کے لیے کوئی لفظ نہ تھا۔ اس لیے کہ دو چار ہزار سال پہلے عربوں کے لباس میں پاکٹ کا وجود ہی نہ تھا۔ وہ روپیہ کو یا تھیلی میں رکھتے تھے یا چادر میں باندھتے تھے یا ہمیانی میں کمر پر کستے تھے جیب میں نہیں ڈالتے تھے۔ بعد کو جب لباس میں جیب لگی تو اس کے لیے بھی جیب کا لفظ استعمال کر لیا گیا۔ جیسے پاکٹ ڈکشنری کو قاموس الجیب کہتے ہیں۔ چاک میں گریبان اور جیب مشابہ ہیں اس لیے پاکٹ کے لیے جیب کا لفظ ناموزوں نہ تھا۔

جیب و گریباں کی ترکیب بھی فارسی واُردو میں میری نظر سے نہیں گزری۔ اور مترادف الفاظ کی اس طرح ترکیب اصولاً بھی خلاف ہے۔ زبان و لسان، خامہ و قلم، خمر و بادہ کہنا مہمل بات ہے اس لیے کہ یہ اسم ہیں ایک ہی شے کے لیے دو ہم معنی

الفاظ ہیں۔ ان کا جوڑ ملانے سے کوئی معنویت کوئی تاکید کوئی زور پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس حسن و جمال، عشق و محبت، ظلم و ستم کا ترادف و تکرار جائز ہے، اس لیے کہ اوّل تو ان کے مفہوم میں کچھ فرق بھی ہے۔ لیکن فرق نہ بھی ہو، تب بھی یہ صفت ہیں ایک کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے تاثیر تاکید زور پیدا ہو سکتا ہے۔ صفات کو مکرر و مترادف استعمال کرنا ہر زبان و ادب میں جائز رکھا گیا ہے۔

یہ تو شعر و غزل کی بات ہوئی۔ اب جنون کی طرف آئیے۔ اگر کوئی بات بنانے کو کہے کہ اس نے جنون میں پاکٹ ہی چاک کی تھی تو غلط کہتا ہے۔ پاکٹ کو چاک نہیں کر سکتا۔ جنون کی کیفیت پر غور کیجئے۔ جنون سے دل و دماغ پر جو اثر ہوتا ہے۔ اس کا پہلا معمول یہ ہوتا ہے کہ انسان کو بدن کے کپڑے ناگوار ہونے لگتے ہیں اور بے اختیار اس کا ہاتھ گریبان پر پڑتا ہے' بالفرض کوئی کوٹ پتلون والا عقل مند یکایک پاگل ہو جائے تو وہ پہلے کوٹ پتلون کی جیب کو نہ پھاڑے گا اس کا ہاتھ بھی کوٹ کے گریبان پر ہی پڑے گا اور ایک جھٹکے میں کوٹ یا اچکن کے بٹن چٹ چٹ ٹوٹتے چلے جائیں گے۔ جنون کا اثر سب سے پہلے ماتھے گلے اور سینے پر ہوتا ہے، اسی لیے ماتھا پیٹنا اور سینہ کوٹنا، زبان اور واقعات دونوں کا روزمرہ ہے۔ غرض میری رائے میں "جیب و گریبان" کی ترکیب میں اگر مترادفات لیے جائیں تو مکروہ تحریمی' اور اگر جیب کو پاکٹ مانا جائے تو حرام قطعی' اور بغیر ترکیب کے جیب کو پاکٹ کے معنوں میں الگ لکھنا جیسا کہ جگر کے شعر میں ہے مکروہ و حرام سب سے بڑھ کر۔ بلکہ میری تو یہ رائے ہے کہ اب جب کہ اردو میں جیب کا لفظ پاکٹ کے لیے زبان زد ہو گیا ہے' اس کو گریبان کے معنوں میں صرف مرکبات میں لکھنا چاہیے۔ جیسے چاک جیب۔ جیب و دامن۔ جیب و آستین۔ تنہا جیب کا لفظ گریبان کے معنوں میں' اب نامانوس معلوم ہوگا۔ غالبؔ نے خیر لکھ دیا ہے

چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

امید ہے کہ یہ تحریر آپ کی تسلی کے لیے کافی ہو گی۔ والسلام

احقر حامد حسن قادری

محمد امین زبیری

— (۱) —

بنام ڈاکٹر وحید قریشی

مکرمی تسلیم

آپ کا محبت نامہ مجھے آج موصول ہوا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے "مقدمہ شعر و شاعری" پر ریسرچ کر کے اُسے اور زیادہ مفید بنایا ہے۔ "یادِ ایام" کی طرح مجھے اپنے متعلق کچھ لکھنا ناممکن ہے۔ کیونکہ میری اور مولوی عبدالرزاق کی زندگی میں نمایاں فرق رہا ہے۔ آپ یہ سُن کر تعجب کریں گے کہ وہ بھوپال میں میرے ماتحت افسر تھے اور انھوں نے میرے خلاف بڑی سازشیں کی تھیں۔ لیکن خدا کا فضل ہے کہ وہ ہر نوبت پر ناکام رہے اور میں نے کبھی ان کو علم نہیں ہونے دیا کہ مجھے ان سازشوں کی اطلاع ہے اور ہر موقعہ پر ان کی مدد کی۔ آپ نے شبلی کی رنگین زندگی میں وہ خط دیکھا ہوگا جو سید سلیمان نے انھیں لکھا تھا یہ خط ۱۹۲۲ء میں مجھے حاصل ہوا۔ جبکہ ہز ہائی نس نواب صاحب نے مجھے اپنی لائف لکھنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ میں نے اُن سے ہمیشہ تعلقات شگفتہ رکھے۔ شبلی اور حالی کا کوئی موازنہ نہیں ہے۔ شبلی کی کوئی چیز اوریجنل نہیں۔ مسلم لیگ کی تشکیل کے وقت جہاں تک میری تحقیقات ہیں اور میں نے سیاسیات ملیہ لکھنے میں جو کچھ مواد جمع کیا اور جو کچھ کہ بانیانِ لیگ سے میرا پرسنل ٹچ رہا۔ اس کے لحاظ سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی گروہ بندی نہیں تھی۔

شبلی جس زمانہ میں علی گڑھ کالج میں ملازم تھے۔ اُسی وقت سے طلبا کا ایک گروہ ان کا مخالف تھا اور یہ مخالفت شبلی کے غرور اور اکل کھرے پن کی وجہ سے تھی۔ عبدالحق بھی انھیں طلبا میں شامل تھے اور وحیدالدین سلیم سرسید کے لٹریری اسسٹنٹ تھے۔ شبلی پسِ پُشت سرسید کی بُرائی بھی کیا کرتے تھے۔ وحیدالدین سلیم کو بھی یہ بات معلوم تھی۔ مجھ سے یہ واقعہ میر ولایت حسین مرحوم نے بیان کیا تھا جو کالج کے سب سے پُرانے اولڈ بوائے تھے۔

میرے نام مشاہیر کے جتنے خطوط تھے وہ سب ضائع ہو گئے۔ مکاتیب شبلی میں کچھ شائع ہوئے ہیں۔ میں یادِ ایام جیسی چیز اپنی زندگی میں شائع ہی نہیں کر سکتا۔ مجھے بھوپال کی چھبیس[۲۶] سالہ ملازمت میں ان لیڈروں اور علما کے جو تجربے ہوئے ہیں ان میں بہت سی راز کی باتیں ہیں جو بحیثیت ایک معتمد کے مجھے کبھی ظاہر نہیں کرنی چاہئیں۔ اس خیال کو آپ چھوڑ دیجیے۔

واقعی آپ کی کتاب اپنی نوعیت میں منفرد ہوگی اور اُردو لٹریچر میں ایک بڑا اضافہ ہوگا۔ تذکرۂ حالی سے آپ نے جو

کچھ حاصل کیا ہے۔ وہ میرے لیے مسرت اور عزت کا سبب ہے مولانا حالی کی کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے بجز اس کے کہ میں نے حیاتِ جاوید پر ایک تنقید لکھی ہے اور مولانا نے جو غلطیاں اور فروگزاشتیں کی ہیں میں نے اُن سب کو ظاہر کیا ہے۔ یہ تنقید بجائے خود ایک رسالہ ہے۔ مجھے اس کے لکھنے میں اس وجہ سے کامیابی ہوئی کہ میں علیگڑھ کی تاریخ لکھ چکا تھا۔ اور سرسید کا میں نے بے حد مطالعہ کیا اور اُن کے کام کو پڑھا اور قابلِ اعتماد راویوں سے سُنا۔ مولینا نے بڑی فروگذاشتیں کی ہیں۔

۱۹۲۵ء میں جو تذکرہ میں نے لکھا تھا اس پر جمیل احمد نقوی صاحب نے مزید کام کیا ہے۔ اور بہت سے اضافے کیے ہیں اگر مکتبہ جدید اس کو طبع کرے تو حالی کی زندگی پر اس سے زیادہ تفصیلی چیز کوئی نہیں ہے۔ حالی کا فوٹو اور اچھا فوٹو انجمن ترقی اردو میں ہے۔ آپ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کو جو انجمن میں نائب معتمد ہیں۔ لکھیے وہ اس فوٹو کی کاپی کرا کے آپ کو بھیج دیں گے۔

مقدمہ کے بارے میں مشورہ دینے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ اس لیے شعر و شاعری کے مناسب میری طبیعت ہی نہیں۔ افسوس ہے کہ میرے اور انجمن کے تعلقات اچھے نہیں ہیں ورنہ فوٹو کی کاپی میں خود حاصل کر کے آپ کو بھیجتا لیکن انجمن والے بخل نہیں کریں گے۔ آپ اختر صاحب کو فوراً خط لکھیں۔ وہاں مولانا حالی کی تصویر کا بلاک بنا ہوا بھی موجود ہے۔ بجائے فوٹو کے بلاک مستعار طور پر منگوا لیجیے۔

آپ نے میری کتاب ذکرِ شبلی بھی ملاحظہ کی ہے جو حیاتِ شبلی کی تنقید ہے۔ شبلی کی زندگی پر اس سے عجیب عجیب شعاعیں پڑتی ہیں اور سید سلیمان جیسے عالم کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ کتاب آپ کو اسلامیہ کالج کی لائبریری سے مل جائے گی۔ میرے پاس چند ہی نسخے تھے وہ میں نے لائبریریوں میں محفوظ کر دیے۔ آنکھیں بہ اقتضائے عمر کمزور ضرور ہیں لیکن شکر ہے ابھی خراب نہیں ہوئیں۔ البتہ دمہ کا مریض ہوں اور دس سال سے یہاں تکالیف بہت بڑھ گئی ہیں۔ آج کل دورہ کی حالت ہے۔ خط جمیل احمد صاحب نقوی سے لکھوا رہا ہوں۔ آپ ان سے بھی مراسلت کیجیے۔ بہت مدد ملے گی۔ ان کا پتہ حسب ذیل ہے :- جمیل احمد نقوی۔ لائبریرین، کمرشل لائبریری، محکمہ کمرشل انٹیلی جنس، گورنمنٹ پاکستان بلاک ۵۱ کراچی

ایک کتاب ارسالِ خدمت ہے اس کی رسید سے مطلع کیجیے۔ والسلام۔ میرا پتہ تبدیل ہو گیا ہے حسب ذیل ہے :- ۱۸۰ - لیاقت بازار، بولٹن مارکیٹ۔ کراچی

شبلی کی رنگین زندگی کا دوسرا ایڈیشن زیرِ طبع ہے فاروقی عمر، مال روڈ لاہور سے مل سکتا ہے۔ میں نے اس کے مقدمہ کو دلچسپ بنا لیا ہے اور اصولِ سوانح نگاری سے بحث کی ہے۔

آپ کا مخلص : محمد امین زبیری، کراچی ۱۴ فروری ۵۲ء

—(۲)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

عزیز مکرم! تسلیم و دعا

آپ کے محبت نامہ کا بہت بہت شکریہ۔ یہ سُن کر اور اخباروں میں دیکھ کر کہ لائبریری کے مخطوطات کی آپ نے ایسی اچھی تنظیم کی ہے بہت خوشی ہوئی۔ سید زین الدین صاحب کے داماد محمد احمد صاحب جج غالباً بھوپال یا علی گڈھ میں ہیں۔ ان کے یہاں سرسید کی قلمی چیزیں بھی ہیں اور تصاویر بھی ان کو وائس چانسلر صاحب اور مولوی حاجی حبیب اللہ خاں صاحب اگر کہیں گے تو بہت ممکن ہے کہ وہ دے دیں۔ سرسید پر مولانا حالی نے سب کچھ لکھا ہے لیکن آخری زمانہ اور اُن کے سیاسی حالات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی۔ میں نے اپنے تذکرہ میں یہ دکھایا ہے کہ مسلم سیاست کی جو بُنیاد اُنھوں نے قائم کی اسی پر ساری عمارت تعمیر ہوئی۔ دُوسری چیز جو میں دکھانا چاہتا ہُوں وہ یہ ہے کہ سرسید کے مذہبی کام اور مضامین کا اثر تعلیم یافتہ طبقہ پر کیا ہوا! ابھی تک مجھے ایسے مضامین حاصل کرنے میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ کی نظر سے اگر کوئی مضمون گزرا ہو تو اس کی بھی اطلاع دیجیے۔ دُوسری تکلیف یہ دیتا ہوں کہ ان خطوط کے علاوہ جو شایع ہو چکے ہیں اور ایسے خط ہوں جن سے کوئی واقعہ معلوم ہوتا ہو تو اُن کی نقول بھیج دیجیے مثلاً آپ نے "علی گڈھ" میں جو خط شایع کیے ہیں ان میں ایک خط مولوی عبدالحیٔ صاحب کا بھی ہے اس سے ایک واقعہ متعلق ہے اور میں نے اس کو تذکرہ میں لے لیا ہے چونکہ میں نے سرسید اور علی گڑھ پر بہت مطالعہ کیا ہے اس لیے میرا خیال ہے کہ اگر سب خط مجھ کو مل جائیں تو میں ان پر روشنی ڈال سکوں گا۔ آپ نقل کرا دیں اور اگر اس میں کچھ صرف ہو تو وہ مجھے لکھ دیں وہیں آپ کو مل جائے گا۔ ۱۹۱۰ء میں بیرونی اصحاب کے متعدد لیکچر علی گڈھ میں ہوئے تھے ان میں ڈاکٹر اقبال بھی تھے اور اُنھوں نے بھی دو یا تین لیکچر دیئے تھے۔ اُمید تو یہ ہے کہ اگر سب نہیں تو خلاصہ ضرور انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں شائع ہوا ہوگا اس کی تلاش ضرور کرائیے۔ جس تصویر کا فوٹوگراف میگزین سے لے کر بھیجا ہے مجھے خوب یاد ہے کہ عرصہ تک بڑے سائز میں ایک فریم میں لائبریری کی بیچ کی محراب میں آویزاں تھی میرا خیال ہے کہ وہ یونین میں ہوگی۔ کیونکہ اس کو اُتارے بغیر اس کا فوٹو نہیں لیا جا سکتا تھا اور پھر وہ لائبریری میں واپس نہیں آئی۔ مخطوطات کے سلسلہ میں مجھے یہ بتلائیے کہ آپ سرکار بھوپال نواب سلطان جہاں بیگم کا بھی کوئی مخطوطہ رکھنا پسند کریں گے وہ علی گڈھ کی بڑی سرپرست تھیں اور دس سال تک چانسلر بھی رہی ہیں ان کی پُوری ایک کاپی مگر پنسل کی لکھی ہوئی میرے پاس ہے وہ ایک کتاب کا مسودہ ہے بعض خطوط بھی ہیں جو میرے عرائض کی پیشانی پر لکھے ہوئے ہیں اگر یہ پسند ہو تو میں اس کو بھیج دوں۔ کیونکہ میرے نزدیک سب سے حفاظت کی جگہ لٹن لائبریری ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنی مد دفینوں میں سے وقت نکال کر جلد جواب دیں گے۔

آپ کا مخلص: محمد امین زبیری ۱۲/۱۲ اِک اِک سکول۔ کلفٹن، کراچی، ۲۷ مئی ۵۳

مکرر: "ادبی دُنیا لاہور کے مدیر مولوی صلاح الدین صاحب بھی کچھ کام کر رہے ہیں میں نے آپ کا تعارف ان سے کرا

دیا ہے امید ہے کہ آپ ان کی مدد ضرور کریں گے اس میں جو خرچ ہوگا وہ آپ کو دیں گے۔

—(۳)—

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرم و محترم۔ تسلیم شوق۔

"عہد آصفی کی قدیم تعلیم" کے ہدیہ کا شکریہ قبول فرمائیے۔

آپ کے سلسلہ تصنیف و تالیف میں یہ ایک نہایت بیش قیمت اضافہ ہے۔ سرکاری ملازمت کی مصروفیتوں میں آپ کی یہ ہمت اور علمی شغف اور مشغلہ تصنیف و تالیف ایک مثال ہے۔ ہمارے قابل نوجوان جو بہت کچھ علمی کام کر سکتے ہیں ہمیشہ کاموں کی مصروفیت اور وقت کی کمی کا رونا رویا کرتے ہیں مگر کام کرنے والے جواں ہمت یوں کرتے ہیں۔

تمام کتاب سلاست و اسلوب بیان کے لحاظ سے ایک دلچسپ علمی افسانہ ہے اور شروع کرنے کے بعد جب تک ختم نہ کر لی جائے ہاتھ سے چھوڑنے کو دل گوارا نہیں کرتا۔ میں آپ کو اس تصنیف پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

بہمنی اور قطب شاہی دور کو جس عمدگی سے عہد آصفی کے ساتھ مربوط کر کے آپ نے یہ تاریخی واقعات لکھے ہیں اس سے اس ملک کی قدیم علمی عظمت کا نقش قائم ہو جاتا ہے۔

گزشتہ عہد آصفی اگرچہ سرکاری طور پر اتنا نمایاں نہیں لیکن اس عہد کی جد و جہد پر جو علمی ترقیوں کی بنیاد ہے آپ نے قابل تعریف روشنی ڈالی ہے۔ اس زمانہ کے خانگی مدارس اور مخصوص علما کی درسگاہوں کا حال لکھ کر بہت بڑی علمی خدمت انجام دی ہے جس سے نہ صرف ان قدیم تعلیمی اداروں اور علما کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کے لیے دعائے خیر منہ سے نکلتی ہے بلکہ موجودہ عہد کے امرا اور اہل علم کے سامنے ان کے اسلاف کرام کے علمی فیوض و برکات کا مرقع پیش ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ کا مورخ جب اس زمانہ کی تاریخ لکھے تو ان میں بھی ایسی معارف پرور اور عظیم الشان شخصیتوں اور علمی اداروں کا بیان ہو۔

تعلیم نسواں کا حصہ ذرا اور وسعت کا مستحق تھا مگر آپ نے صرف حصہ شرعی ۱/۲ پر اکتفا کیا۔ اب تو ضرورت ہے کہ جو حق تلفی ہو چکی ہے اس کی تلافی کی جائے۔ تاہم جو کچھ ہے وہ بھی بہت کچھ شکریہ و تعریف کے قابل ہے۔ زیادہ اشتیاق ملاقات۔

آپ کا مخلص، محمد امین زبیری، موتیا پارک، بھوپال، ۲۹ مئی ۴۶ء

—(۴)—

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرم من۔ تسلیم

آج "نوائے ادب" بمبئی میں آپ کا مضمون پڑھ کر گزشتہ صحبتوں کی یاد نے تڑپا دیا۔ ۱۹ ماہ مسلسل گزرے ہیں

کہ مہینہ میں دو تین مرتبہ دمہ کا دورہ پڑتا ہے۔ بہت مضمحل ہوگیا ہوں زندگی بے کیف ہے۔

میں نے یہاں حیاتِ جاوید کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا مولانا حالی کی عظمت کے باوجود یہ کہہ سکتا ہوں کہ انھوں نے واقعات پر پردہ ڈالا۔ سرسید کے مخالفین پر ناروا حملے کیے۔ اسٹاف کی خودداری چھوڑ کر ایسی خوشامد کی کہ سرسید کو بھی اس کے قدموں پر جھکا دیا۔ کچھ قلم بند کیا ہے اور کچھ باقی ہے نوائے ادب کو بھیج رہا ہوں کہ وہ شایع کریں گے۔ ضیاء الدین کی لائف اور مسلم یونیورسٹی کی تاریخ کی اشاعت کا ہنوز سروسامان نہیں۔ ہز ہائی نس آغا خان کا تذکرہ بھی مرتب کیا ہے غالباً جلد شایع ہو۔

مخلص: محمد امین زبیری، ملتان بلڈنگ فلیٹ نمبر ۲ ۵/۱۱ اسمٰعیلین اسٹریٹ

شعیب قریشی

—(۱)—

بنام مولانا محمد عرفان صاحب

انقلاب زمانہ ہندوستان کی سیاست کا مار اپیٹ کی بدولت یورپ میں پیری لگا رہا ہے۔ روزی کا جھگڑا نہ ہوتا تو یہاں کی سیر کا کچھ لطف آتا۔ طبقہ زمہریر سہی مگر علمائے قدیم نے اس میں بھی گرمی پیدا کر دی تھی۔ مگر یہاں تو بقول شخصے ایک اور ایک دو روٹی کا سوال ہے۔ مگر اس میں بھی خوش اور بے فکر ہیں ؎ ہر چہ آید بر سر فرزند آدم بگذرد۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ بہت بہت سلام شوق و محبت۔

شعیب، پراگو، ۱۸ر فروری ۲۹ء

—(۲)—

بنام مولانا محمد عرفان صاحب

عزیز محترم و برادر گرامی۔ سلام مسنون۔

ہم تو سمجھے تھے کہ آپ اس قدر مشغول اور مصروف ہیں کہ خط لکھنے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ بارے خدا کا شکر ہے کہ آپ کا عنایت نامہ ملا جس سے آپ کی خیریت معلوم ہو کر خوشی لیکن آپ کی پریشانی سے تکلیف ہوئی۔

انشاءاللہ میں آیا تو آپ سے مفصل گفتگو ہوگی۔ کیا معلوم خدا کوئی صورت نکال دے۔ بہرحال کوشش کریں گے۔

باقی حالات شوکت صاحب کے خط سے معلوم ہوں گے۔ سیاسی تغیرات سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بھی ہونے والا تھا مگر شاعر لکھ گیا ہے ؎ چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند۔ یہ بھی گزر جائے گا۔

عبدالرحمٰن کی طبیعت ابھی تک خراب ہے۔ اسی وجہ سے میں ابھی تک یہیں موجود ہوں۔ شاید اس میں بھی اس کی مشیت شامل ہے۔ عبدالرحمٰن بہت بہت سلام کہتے ہیں اور سلام نیاز اگر قمر موجود ہوں تو میرا اور رحمٰن کا بہت بہت سلام۔

نیاز مند: شعیب، لندن۔ ۲۷ر جون ۲۹ء

—(۳)—

بنام مولانا محمد عرفان صاحب

محب صادق و عزیز گرامی۔ سلام مسنون۔ عنایت نامہ مورخہ ۱۹ر جولائی ملا۔ مہربانی کا بہت بہت شکریہ۔ آپ

کی پریشانیوں کا حال پڑھ کر افسوس ہوا۔ چونکہ خاصی حد تک میں خود ان تمام چیزوں کو بھگت چکا ہوں لہٰذا آپ کی حالت کا اندازہ کر سکتا ہوں۔ مجھے آپ سے بے انتہا ہمدردی ہے مگر میں واقعات سے اس قدر مایوس ہوں کہ کوئی نتیجہ نہیں نکالتا جتنا کہ آپ۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ میں سب پہلے ہی دیکھ رہا تھا اسی لیے ان سب حضرات کو سمجھایا مگر ضد، ہٹ، کم عقلی، سادہ لوحی، تنگ نظری (اور بعض حضرات کے تو خباثتِ نفس بھی) کے آگے کچھ چل نہ سکا۔ جو بویا تھا اس کا پھل آ رہا ہے۔ اب بھی اگر عقل سے کام لیا جائے اور تنگ نظری کو چھوڑ دیا جائے تو مسئلہ کا حل دس منٹ میں ہو سکتا ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ بہت کم آدمی اپنے توازن کو قائم رکھ سکے اور سلامت روی کی راہ پر رہ سکے۔ ارادہ کی قوت، اپنی حفاظت اور جائز مطالبات پر قائم رہتے ہوئے بھی پس و پیش کا خیال ممکن ہے۔ سب سے زیادہ مظلوم اور بے کس مسلمان ہیں۔ شاید تاریخ میں اس سے پہلے کبھی ان کی حالت ایسی خراب نہ ہوئی ہوگی۔ کوئی شیرازہ ہی نہیں۔ پراگندہ اور منتشر بے بس پڑے ہوئے ہیں۔ خدا ان پر رحم کرے۔ ہندوؤں کی حالت تو وہ ہی ہے، چت بھی میری پٹ بھی میری۔ ان کا اس وقت کوئی نقصان نہیں ہے۔ اگر مسلمان ملک کی اقتصادی حالت میں کما حقہٗ حصہ لینے لگیں تو البتہ ان پر کچھ اثر پڑے گا۔ موتی لال اینڈ کمپنی کی سیاست کا اثر جو کچھ ہوا وہ یہ کہ دونوں طرف کے انتہاپسندوں نے قوم اور قومیت کا بیڑا غرق کر دیا۔ خیر یہ تو قومیات رہیں جن سے میں علیحدہ ہوں اور آپ علیحدہ ہونے کی کوشش کر رہے ہیں یہ سب باتیں وقتِ ملاقات ہو سکتی ہیں۔ میں یہاں سے انشاء اللہ اس ہفتہ روانہ ہو جاؤں گا۔ جہاز کا نام اور دیگر اطلاع وغیرہ کسی کو نہیں دوں گا مگر بمبئی پہنچ کر آپ کو ٹیلیفون کروں گا۔ اگر ایک آدھ دن ٹھہرا تو عثمان کے ہاں ٹھہروں گا۔

اِس ہفتہ باسط کے خط سے بیچاری حمیدہ کے انتقال کا حال معلوم ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ کس قدر افسوسناک موت ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے خداوند تعالےٰ بے چارے محمد علی کو ہر طرح سے آزما رہا ہے۔ اب حد ہو گئی ہے۔ اس ابتلا کو اب ختم کرنا چاہیے اور نظرِ رحم سے کام لینا چاہیے۔ عبدالرحمٰن سلام کہتے ہیں۔

نیاز مند: شعیب، لندن، ۲۱ر اگست ۲۹ء

—(۴)—

بنام مولانا عرفان صاحب

محبِ صادق سلام مسنون۔

میں ایک خط کی وجہ سے شرمندہ اور نادم ہو رہا تھا کہ کب جواب دوں اور کیوں کر اور کس منہ سے آپ سے معافی مانگوں اور کس طرح صورتِ حالات بیان کروں جو اس تاخیر کے ذمہ دار ہیں کہ آپ کا دوسرا محبت نامہ پہنچا اور خوشی کے ساتھ میرے لیے خجالت کے دریا بھر کر لایا۔ اب بھی میں ان صورتِ حالات کی توضیح نہیں کر سکتا جو میرے اب تک خط نہ بھیجنے کے ذمہ دار ہیں۔ اگر باسط سے ملاقات ہو تو وہ کچھ اشارتاً بتا سکیں۔ یقین جانیئے کہ جس زمانہ میں میں آپ کو خط نہیں لکھ سکا میں اس قدر کرب و بلا میں مبتلا تھا کہ دشمن بھی رحم کھاتا۔ نہیں معلوم اب بھی وہ زمانہ گزر گیا ہے یا ابھی تک ستارہ برج منحوس سے نہیں

نکلا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ میں نادم اور شرمندہ نہیں یا اپنے قصور سے منکر ہوں۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ صورتِ واقعات بتا کر آپ سے عفو کا طالب ہوں اور آپ کی محبت اور فراخدلی سے توقع کامل ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ آپکا شعیب کے متعلق خیال صحیح ہے اس کو جس سے عقیدت اور محبت ہو جاتی ہے اس کا وہ ہمیشہ نیاز مند رہتا ہے اور اس کی محبت کو ہمیشہ ایک گرانقدر بلکہ انمول شے کی طرح اپنے دل میں محفوظ رکھتا ہے۔ خیر یہ تو ایک ایسی چیز ہے کہ کم از کم آپ کو اور خاص کر اتنے زمانہ کے بعد یقین دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ پہلے مجھے آپکے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیے کہ تھوڑی سی آس جو لگی ہوئی تھی وہ بھی کسی بے رحم مگر کامیاب رقیب نے توڑ دی۔ برج سنبلہ زحل کے قبضہ میں ہے لیکن ہر مصیبت کا ایک روشن پہلو بھی ہوتا ہے اور ہر رنج کے ساتھ کچھ خوشی بھی آہی جاتی ہے۔ میں خوش ہوں کہ اب آپ کو نجات ملی اور کچھ سکون اور اطمینان نصیب ہوگا۔ رہا سامانِ محبت تو خدا کی مخلوق محدود نہیں اور اس کی قدرت اور اس قدرت کے کرشموں کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ مسبّب الاسباب بہت جلد آپ کو اس کا نعم البدل دے گا جو آپ کے دل اور آپکے گھر دونوں کو خوشی سے بھر دے گی اور آپکے دوست بھی مسرور ہوں گے۔ سنا ہے دس لاکھ کا مہر بندھا ہے مگر متجسّس دل اس امر کے معلوم کرنے کے خواہشمند ہیں کہ وہ ستارۂ نُور اب بھی مثلِ سابق اسٹیج پہ ضو افشانی کرے گا یا ہمیشہ کے لیے اپنے پرستاروں کو داغِ جدائی دے گیا۔

اُمید ہے آپ بخیریت ہیں۔ کہئے بھوپال کب تک آئیں گے۔ میرا بمبئی آنا تو سرکاری کام پر منحصر ہے جس کی کوئی صورت مستقبلِ قریب میں نظر نہیں آتی۔ مگر آپ کیوں نہیں آتے۔ خرچ کی پروا نہ کیجیے۔ گلنار سلام کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ خط نہ لکھیں آپکے دوست، اور بدنام کرتے ہیں آپ ہمیں۔ میری ذمہ داری اس میں کیا ہے جو کچھ کہنا ہو، اپنے دوست سے کہیے۔

نیاز مند: شعیب، بھوپال۔ ۳؍ اگست ۳۰ء

پروفیسر محمد شفیع

(۱)

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

عزیزم وعلیکم السلام

حماسۃ البصریہ کے مصنف کا مختصر سا حال کشف الظنون میں ہے (بذیل حماسہ) اور براکلمن نے بھی مختصر سا حال GAL ۲۰۷ : ۱ میں دیا ہے اور اس کے متعدد نسخے GAL. SI ۴۵۷ مختلف فہرستوں کے حوالے سے گنائے ہیں۔ شاید ان مواضع میں جامع کی کتاب کا بھی کچھ حال دیا ہو۔

GAL محل مذکور میں اسی مصنف کی تاریخ کتاب المناقب العباسیہ والمفاخر المستنصریہ کا بھی ذکر ہے۔ S III 1209 .
GAL سے معلوم ہوتا ہے۔ مناقب پہ REI بابت ۱۹۳۸ صـ۲۸ پر کچھ لکھا ہے۔ REI غالباً Revue des études Islamique ہے۔

(۲) ابو الطیب کا حال سیوطی کی بغیہ میں دیا ہے۔ نیز دیکھیں GAL. SI 190 اس کی کتاب المثنیٰ کا نسخہ عز الدین تنوخی کے پاس ہے۔ پروفیسر کرنکو سے تفصیل دریافت ہو سکتی ہے۔

مراتب النحویین کا کوئی نسخہ مجھ کو معلوم نہیں۔ البتہ اقتباسات المزہر السیوطی میں اور معجم الادبا میں ہیں۔ والسلام۔

محمد شفیع ۱۴ مین روڈ لاہور۔ ۹ جون ۵۰ء

—(۲)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی السلام علیکم۔

عنایت نامہ کا بہت بہت شکریہ! اگر ممکن ہو سکے تو آپ کتاب ذیل کے ابتدائی دس ورق کی نقل مجھ کو ارسال فرما دیں۔ کتاب کا نام حال نامہ بایزید انصاری ہے اور مصنف کا نام علی محمد بن ابو بکر قندھاری۔ قلمی نسخہ سبحان اللہ خاں کے مخطوطات میں شامل ہے اور مسلم یونیورسٹی کے کتاب خانے میں موجود ہے . . . . براہِ کرم مطلع فرما دیں کہ یہ نقل کب تک میرے پاس پہنچ سکے گی۔

مجھ کو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ نے البعثہ کو کئی مرتبہ پڑھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا آخری ایڈیشن جو مصر میں چھپا نسبتاً بہتر ہے۔ انھوں نے جلد اوّل کے ساتھ میری تلخیص و تصیحات بھی عربی میں طبع کیں مگر غالباً کاغذ کی گرانی کی وجہ سے دوسری اور تیسری جلد میں یہ نہ کر سکے۔

ضمیمہ اورنٹیل کالج میگزین ابھی تک میری ادارت میں شائع ہوتا ہے، شیرانی مرحوم کے شاید دو تین خط میرے پاس ہوں۔

شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ لائیڈن انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میری زیر ادارت اُردو میں منتقل ہو رہا ہے

والسلام۔

محمد شفیع ۴۴ ہمیلٹن روڈ لاہور، یکم جولائی ۵۲ء

— (۳) —

بنام ڈاکٹر وحید قریشی

عزیزم وعلیکم السلام

خط ملا۔ چندر بھان ماہیار کا کوئی نسخہ میرے علم میں نہیں ہے۔ اگر اس کے ابتدائی دو چار شعر اور خاتمے کے دو چار شعر لکھ بھیجیں تو تلاش میں مدد ملے۔ Oudh Catalogue کو آپ دیکھ چکے ہیں؟ مصنف کا تخلص سیف اللہ ہی ہے۔ والسلام۔

محمد شفیع : ہیملٹن روڈ، لاہور۔ ۵ ستمبر ۵۲ء

— (۴) —

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی!

۱۰ جنوری کا مکتوب ابھی موصول ہوا۔ مہربانی سے حالنامہ کی نقل فوراً شروع کرا دیں۔ اگر شیخ عبد الرشید سے آپ اُجرت لے لیں تو میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے ان کے اعزّہ کو روپیہ دلوا دوں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ ذکر ہوا تھا کہ ۲ر آنے چھ پائی فی صفحہ (حالنامہ کے قلمی نسخہ کے صفحوں کے لحاظ سے) اُجرت دی جائے۔ کیا میں سمجھوں کہ یہ منظور ہے؟

۲۔ علی گڑھ کے قلمی نسخوں کے متعلق جونہی کہ آپ کا مسودہ موصول ہوا میں اس کو ضمیمہ اورنٹیل کالج میں شایع ہونے کے لیے پریس کے حوالہ کر دوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دس پندرہ دن میں مجھ کو مسودہ مل جائے گا۔

۳۔ طاہر وحید کی تصنیف سے کوئی تذکرہ مجھ کو معلوم نہیں۔

مخلص، محمد شفیع، یونیورسٹی آف دی پنجاب۔ لاہور ۱۴ جنوری ۵۲ء

(۵)

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی: سلام مسنون

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ را پریل ۱۹۵۳ء پہنچا۔
حالات مرقومہ سے اطلاع ملی۔ حالنامہ کی نقل کے متعلق آپ کا مکتوب موصول ہوا تھا جس کو میں نے مورخہ ۱۴ را پریل ۱۹۵۳ء کو لائبریرین پنجاب یونیورسٹی کو یہ لکھ کر بھیج دیا تھا کہ حالنامہ کے پانچ سو صفحے موصول ہونے پر کاتب کا بل ان صفحات کے متعلق پاس کر کے اُن کی اُجرت بھیج دینی چاہیے۔ اور آپ کو بھی جواباً تحریر کیا تھا کہ "میرے خیال میں لائبریری قسط وار معاوضہ چکانے کے لیے راضی ہو جائے گی۔" اس مکتوب کی نقل دوبارہ ارسالِ خدمت ہے۔ والسلام

مخلص، محمد شفیع ۔ لاہور۔ ۲۵ر اپریل ۵۳ء

(۶)

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی سلام مسنون

حالنامہ کی نقل (۰۰، صفحات) تاحال مجھ کو یا پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موصول نہیں ہوئی ہے۔ بل بھی نہیں پہنچا نقل موصول ہونے پر بل کی ادائیگی کے متعلق ضروری کارروائی فوراً کی جائے گی۔
ضمیمہ کے لیے مضمون بھی اس وقت تک موصول نہیں ہوا۔ شاید امروز فردا میں موصول ہو جائے۔

مخلص، محمد شفیع، لاہور۔ ۱۹ر مئی ۵۳ء

(۷)

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی!

آپ کا مضمون کل موصول ہوا۔ میں نے اس کو سرسری نظر سے بعض مقامات سے دیکھا۔ آپ نے اس کو بہت محنت سے مرتب کیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں شائع ہونے سے پہلے اس کو ذرا غور سے دیکھ لوں۔ فوٹو جو آپ نے بھیجے ہیں ان کا چھپوانا بہت خرچ بکار رکھتا ہے اور افسوس ہے کہ ہمارے یہاں فنڈ میں گنجائش نہیں کیا آپ کے یہاں کوئی ایسی مد ہے جس سے ان کے بلاک بنوا کر آپ بھجوا سکیں؟
یہ ممکن ہے ایک دو بلاک ہم بنوا دیں اور حقیقت میں ندرت صرف چند ہی تصویروں کو حاصل ہے۔ جہانگیر کے خط کے فوٹو عام ہیں۔ متعدد مقامات پر چھپ چکے ہیں۔ صاحب کا فوٹو براؤن نے چھاپا تھا اور دوسری جگہ بھی ملتا ہے۔ عبدالرشید کا تب اور سلطان بایزید دوری، امام ویردی اور حافظ نوراللہ کی تحریروں کے عکس میں خود اسی

میگزین میں چھاپ چکا ہوں۔ درو.یش سمرقندی کا فوٹو اچھا ہے مگر ناقص ہے۔ سر بب سکھ راے نے محمد امیر اور جواہر رقم یہ سب چھپ چکے ہیں۔ ناسخ کے خط کو البتہ میں نے پہلے نہیں دیکھا اور "دوست شاہی" کو بھی میں پہلے سے نہیں جانتا۔ مختصر یہ کہ مضمون بغیر عکسوں کے چھپے گا۔ بعد دریافت اگر گنجائش ہوئی تو شاید ایک دو بلاک بنوائے جا سکیں۔ ہاں آپ خود بلاکوں کے مصارف برداشت کر سکیں یا ان کے بلاک بنوا کر بھیج دیں تو بہت خوشی سے ان کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

براہِ کرم اس خط کے ملتے ہی اطلاع بخشیں کہ مضمون کے عکسوں کے بغیر چھپنے پر آپ کو اعتراض تو نہیں؟

مخلص: محمد شفیع، لاہور۔ ۲۲ مئی ۵۳ء

—(۸)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی۔ السلام علیکم۔

آپ کے دو کارڈ جون کے لکھے ہوئے مجھ کو جولائی کے آخر میں ایران سے واپس آنے کے بعد ملے۔ آپ کے مضمون کے پروف میں ابھی پڑھ رہا ہوں۔ کاغذ کی وجہ سے سخت دقت پیدا ہے، ہمارے پاس نہ چھاپنے کا کاغذ ہے اور نہ آرٹ پیپر، دونوں سخت گراں ہیں، کیا آپ نے اس عرصہ میں دریافت کر لیا ہے کہ آپ طباعت کا کاغذ تقریباً دو ریم اور آرٹ پیپر تقریباً ایک ریم یہاں پہنچا سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ موجودہ حالات میں وہ کاغذ اگر آ بھی جائے تو میں اسے وصول کر سکتا ہوں یا نہیں۔ مضمون کی تمہید آپ نے نہیں لکھی تھی میں نے چند سطریں بطور دیباچہ بڑھا دی ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ کانفرنس ہال میں نوادر جمع کر دیے گئے ہیں اور آپ انچارج ہیں اور یہ مضمون آپ نے لکھا ہے۔ (یہ خط میں احتیاطاً علی گڑھ کے پتہ پر لکھ رہا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یونی ورسٹی اس وقت کھل گئی ہوگی)۔ اگر کسی آنے جانے کے ہاتھ یا پاکستان کے سفارت خانہ دہلی کی معرفت آپ دونوں قسم کے کاغذ فوراً بھجوا سکیں تو بڑی نوازش ہوگی، ورنہ پریس زیادہ دیر تک کام کو معلق نہ رکھ سکے گا اور ناچار بغیر زائد کاپیوں کے مضمون چھپ جائے گا، ابھی یہ اندازہ نہیں ہو سکا ہے کہ کتنی کاپیوں پر آئے گا۔ گیلی پروف سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید چار کاپیاں ہو جائیں۔

میرے خیال میں ابن المفضل کی کتاب المحمدون من الشعراء واخبارھم ٹھیک رہے گی اس کو ایڈیٹ کیجیے۔ مشکل یہ ہے کہ مجھ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ کیمبرج یا آکسفورڈ میں اس وقت عربی کتابوں کے ایڈیٹ کرنے کو کوئی اہمیت دی جا رہی ہے یا نہیں؟ پروفیسر محمد اقبال مرحوم کے صاحبزادے میاں داؤد ابھی کیمبرج سے ڈاکٹریٹ لے کر آئے ہیں کہتے ہیں کہ موجودہ اساتذہ نے ان کو کوئی مدد نہیں دی، اور عربی فارسی وغیرہ سے اساتذہ قدرے رو گرداں ہیں، بہرحال آپ کو جانے سے پہلے جس پروفیسر کی نگرانی میں آپ کام کرنا چاہتے ہیں اس سے مشورہ طلب

کرنا چاہیے اور اُس کی رائے سے کام کرنا چاہیے۔ میں المحمدون سے واقف نہیں ہوں لیکن اس کے مضمون اور مصنف کے بھروسے پر کہہ رہا ہوں کہ کتاب ضرور مفید ہوگی۔ والسلام

منتظر جواب: محمد شفیع، لاہور۔ ۱۰ر اگست ۵۳ء

—(۹)—

بنام ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزو

مکرمی! السلام علیکم۔

۱۰ر نومبر کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ آپ نے اچھے خاصے لمبے راستے سے سفر کیا۔ گب صاحب کی رہنمائی میں جو کام آپ کر رہے ہیں مفید معلوم ہوتا ہے۔ کسی مخطوطے کے ایڈیٹ کرنے کا خیال اگر ہے تو اس کے لیے بعد میں شاید موقع مل سکے گا یعنی جب تھیسس ختم ہو جائے گا۔

افسوس ہے کہ کاتب نے اب تک حالی نامہ مکمل کرکے نہیں بھیجا۔ شاید آپ کے خط پہنچنے کے بعد وہاں والے کام کو مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ مخزن الاسلام میں بایزید انصاری کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ مدتوں پہلے ہو چکا ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں آج سے قریباً ۷۰، ۸۰ برس پہلے ایک انگریز نے روشنائیوں پر مفصل مضمون لکھا تھا۔ مجھ کو افسوس ہے کہ ضمیمہ اورینٹل کالج میں آپ کے مضمون کے اوف پرنٹ اچھے کاغذ پر شائع نہیں ہو سکے۔ یہاں کاغذ کی انتہائی قلت ہے۔ میرے پاس کچھ حنائی کاغذ رکھا تھا اس کو شامل کرکے اوف پرنٹ تیار کیے گئے ہیں۔ میں مجبور تھا کیونکہ ہمارے ذخیرے میں زائد کاغذ بالکل نہ تھا اور بازار میں آدھا رِیم کاغذ بھی نہیں ملتا۔ ۵۰ اوف پرنٹ آپ کو روانہ کرنے کے لیے میں نے کالج کے دفتر کے سپرد کر دیے ہیں۔

اصمعی کی کتاب الاشتقاق آپ بیشک بھیج دیں۔ اورینٹل کالج میگزین کی خریداری کے لیے پرنسپل اورینٹل کالج کو لکھنا چاہیے۔ دو روپیہ سالانہ چندہ ہے مگر انگلستان بھیجنے کے لیے ڈاک کا خرچ عہ اس کے علاوہ ہوگا۔ ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین کے لیے آپ مجھے لکھیں۔ اس کا چندہ بھی دو روپیہ سالانہ ہے اور محصول ڈاک عہ علاوہ۔ آپ پوسٹل آرڈر کے ذریعے بھیج دیں تو غالباً ٹھیک رہے گا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ یہ دونوں رسالے سہ ماہی ہیں۔

جن نئی کتابوں کی طباعت کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ خاصی دلچسپ ہیں۔ خصوصاً التنبیہات کہ اس کا وہ حصہ جو کامل مبرد سے تعلق رکھتا ہے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے ایڈیٹ کیا تھا۔ معلوم نہیں مکمل کتاب کب تک شائع ہوگی؟ میں اس کو بہت دلچسپ کتاب سمجھتا ہوں۔ والسلام۔

مخلص: محمد شفیع، لاہور۔ ۲۸ر نومبر ۵۲ء

—(۱۰)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی۔ السلام علیکم۔

آپ کا عنایت نامہ کیمبرج سے واپسی پر ملا۔ افسوس ہے کہ کیمبرج میں آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ پروفیسر آربری نے مجھے بتایا تھا کہ آپ لائیڈن میں ہیں۔ آپ نے ٹھیک کیا کہ آپ لائیڈن میں تعطیل گزار رہے ہیں۔ وہاں کافی مفید کام ہو سکتا ہے۔ الشیزری کے متعلق جو سوالات آپ نے بھیجے ہیں ان کے حل کرنے کے لیے یہاں سامان نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کا جواب ڈھونڈنا چاہیے۔ شیزری کا ایک مخطوطہ میں نے کچھ عرصہ ہوا اسلامیہ کالج پشاور میں دیکھا تھا۔ بروکلمان نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے مصنف نے بعض چیزیں اس میں دہرائی ہوں لیکن وہ مخطوطہ بھی لاہور نہیں آ سکتا۔ اگر کبھی اتفاق سے پشاور گیا تو دیکھوں گا کہ اس میں سے کوئی مطلوبہ چیز ہے یا نہیں۔ الحصکفی یعنی ابوالفضل یحییٰ بن سلامۃ بن الحسین کا دیوان موصل میں ہے۔ وہاں کسی کو کہیے کہ وہ نقل کر کے بھیجے۔ سفیر پاکستان متعینہ دمشق سے شاید کچھ مدد مل سکے۔ ابن الحجاج اور واسانی کا کلام یتیمہ میں دیا ہے مگر آپ کی مطلوب چیزیں اس میں نہیں۔ ابن الصائغ کے دیوان کے انتخاب کا آپ کو پتہ ہے۔ اس میں اپنے مطلوب قطعہ کو تلاش کریں۔ خریدۃ القصر ہمارے یہاں مکمل نہیں ہے۔ صرف اس کے چند صفحوں کے فوٹوگراف ہیں۔ رسالۃ الکندی فی جواہر المنثور کا حوالہ بیرونی کی الجماہر ۲۵۶ پر دیا ہے۔ اس پر نظر ڈال لیں۔ امید ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ آپ کے پتہ پر ڈاکخانہ نے مہر بری طرح سے لگائی کہ پتہ اچھی طرح سے پڑھا نہیں گیا۔

مخلص، محمد شفیع۔ لاہور۔ ۲۸ ستمبر ۵۴ء

—(۱۱)—

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو

مکرمی!

عنایت نامہ مورخہ ۲۲ دسمبر ملا۔ ابن القوطی نے پہلے معجم الآداب کو مفصل لکھا۔ یہ مفصل ایڈیشن اب ناپید ہے، پھر اس کو مجمل لکھا۔ اس مجمل ایڈیشن کی اب تک صرف دو جلدیں ملی ہیں۔ ان میں سے ایک میرے پاس ہے جس کو اورینٹل کالج میگزین میں شائع کر دیا گیا ہے۔ غرض جو ترجمہ آپ کو کسی نے نقل کر کے بھیجا ہے اس سے زیادہ موجود نہیں۔

یونیورسٹی کی شائع کردہ عربی فارسی کی کتابوں کی فہرست اور ان کی قیمتوں کی اطلاع دفتر کھلنے پر آپ کو بھجوا دوں گا۔

احسن مارہروی مرحوم کی کتابوں کی فہرست آپ شوق سے بھیجیں اس کو میگزین میں طبع کر دیا جائے گا۔

بہت اچھا ہوا کہ آپ لائیڈن، پیرس اور جرمنی کے کتابخانوں کی سیر کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں۔ لاہور میں

۱۱ویں صدی میں اصطرلاب بنتے تھے۔ یہاں بھی میں کسی کے پاس ایک اصطرلاب جو ہمایوں کے زمانے میں لاہور میں بنا تھا دیکھ چکا ہوں، ایک اصطرلاب میرے پاس بھی ہے مگر اس پر مقام کا نام درج نہیں ہے، البتہ ایک اور اصطرلاب میرے پاس ہے جو کپورتھلہ میں ۱۳ویں صدی میں بنا تھا۔ یورپ کے کتابخانوں کی اہم کتابیں جو آپ نے دیکھی ہیں ان پر اگر نوٹ لکھ کر آپ بھیج دیںگے تو وہ ضرور چھاپ دیا جائے گا۔

شیزری والا مضمون ۱۹۲۵ء اور ۱۹۴۱ء کے درمیان تو نہیں چھپا۔ ۱۹۴۱ء کے بعد چھپا ہوگا اسکے متعلق بعد میں اطلاع دے سکوں گا۔

مخلص: محمد شفیع، لاہور۔ ۳۱ر دسمبر ۵۴ء

—(۱۲)—

بنام ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزو

مکرمی، تسلیم

صائب کی تاریخ وفات کے متعلق بہت اختلاف ہے۔ ریو نے برٹش میوزیم کی فہرست میں ۱۰۸۰ھ کو اختیار کیا ہے۔ اس بنا پر کہ اس کے معاصر واعظ نے اس کی تاریخ وفات اس مصراع سے پیدا کی تھی:

اے حیف ازاں خسرا، داستان صد حیف

۱۰۸۸ھ

یہ تاریخ حاجی خلیفہ کی تاریخ سے قریب ہے یعنی ۱۰۸۷ھ سے صاحب مراۃ العالم نے ۱۰۸۹ھ تاریخ دی ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ ۱۰۸۵ھ والے جس دیوان کا آپ نے اپنے گرامی نامے میں ذکر فرمایا ہے وہ شاعر کی زندگی میں نقل ہوا ہے اور غالباً خود صائب نے اسے دیکھ کر 'بلغ سماعاً' اس پر لکھا ہے۔ اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک نسخہ دیوان صائب کے انتخاب کا ہے جس کے آخر میں صائب نے لکھا ہے۔ 'بلغ صائب' یہ نسخہ ۱۰۷۳ھ میں نقل ہوا۔ اور اس کے حاشیوں پر تو جگہ صائب نے خود اپنے قلم سے غزلیں نقل کی ہیں۔ اس کتاب سے 'بلغ صائب' کے الفاظ الگ کاغذ پر نقل کرکے آپ کو بھیجتا ہوں۔

پروفیسر براؤن نے تاریخ ادبیات ایران کی چوتھی جلد کے صفحہ ۲۶۶ پر صائب کی تحریر کا عکس دیا ہے۔ اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اسسٹنٹ لائبریرین نے کل آپ کو اسٹیمیٹ خرچ کا روانہ کیا ہے۔ اب آپ کے جواب موصول ہونے پر وہ روٹو گراف بنوائے گا۔ والسلام۔

مخلص: محمد شفیع، لاہور۔ ۹ر مارچ ۵۵ء

غلام یزدانی

—— (۱) ——

بنام نصیر الدین ہاشمی

کرم فرمائے بندہ تسلیم۔

"تذکرہ دارالعلوم" اور آپ کا گرامی نامہ دونو وصول ہوئے۔ عنایت اور مہربانی کا دلی شکریہ۔ میری عمر کا بیشتر حصہ، اینٹ، پتھر کی دیکھ بھال اور تحقیق میں گزرا ہے۔ اُردو ادب کی کتابوں کے پڑھنے کا بہت کم موقع ملا۔ اس لیے اگر کوئی فروگزاشت ہو جائے تو اس کو میرے جہل اور لاعلمی پر محمول کر لینا چاہیے۔ میں کام کرنے والوں کا ہمیشہ مداح رہا ہوں۔ آپ نے اچھا کیا کہ اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔ شرافت کا یہی تقاضا تھا۔ کسی موقع پر انشاء اللہ آئندہ اپنی رائے کا صراحت سے اظہار کر دوں گا۔ خدا کا شکر ہے علمی بُخل سے میری طبیعت پاک ہے زیادہ سلام و نیاز۔

مخلص: غلام یزدانی سابق ناظم آثارِ قدیمہ حیدر آباد۔ ۱۱ر نومبر ۴۶ء

—— (۲) ——

بنام نصیر الدین ہاشمی

کرم فرمائے بندہ تسلیم

مجھے مریار چندر بدن کی مثنوی کا بانصویر نسخہ پنجاب کے ایک علم دوست صاحب کے توسط سے ملا ہے۔ اس مثنوی کو سیف اللہ نامی ایک شخص نے ۱۱۹۹ھ میں مضافات دہلی میں کسی مقام پر منظوم کیا۔ زبان میں ہندی الفاظ کی بہت آمیزش ہے اور پوربی زبان کا بھی اثر ہے۔ میں اس نسخہ کو شایع کرنا چاہتا ہوں۔ اور فی الحال ایک مضمون لکھ رہا ہوں۔ جس میں ان تمام مثنویوں کا ذکر ہوگا جو مختلف مقامات پر اس قصے کے متعلق لکھی گئیں۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا تو شاید سب سے پہلے آپ نے یورپ کے سفر کے بعد مقیمی بیجاپوری کی مثنوی کا جو دکنی زبان میں اسی قصے کے متعلق ہے اپنے کسی مضمون یا کتاب میں تذکرہ کیا تھا۔ اگر وہ مضمون یا کتاب چند روز کے لیے مجھے مستعار دیدیں تو میں ممنون ہوں گا۔ زور صاحب نے تذکرہ اُردو مخطوطات میں جو اس قصے کے متعلق لکھا ہے وہ میرے پیش نظر ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں جو مثنوی اس نام کی ہے اس کا بھی مجھے علم ہے۔

اُمید ہے اس خط کا جواب جلد روانہ فرمائیں گے۔

مخلص: غلام یزدانی، ۱۳ر جون ۴۶ء

—(۳)—

بنام نصیر الدین ہاشمی

میرے مکرم دوست. السلام علیکم.

حیدر آباد کے غزل نویسوں پر آپ کا عالمانہ مضمون مجھے آپ کی عنایت سے ملا۔ دلی شکریہ۔ خدا آپکے معلومات میں وسعت اور قلم میں زیادہ زور دے۔ آپ دکن کی ادبی تاریخ کی تکمیل کے لیے بہت مفید کام کر رہے ہیں۔

میرزا فرحت اللہ بیگ کے متعلق ریڈیو پر جو تقریر میں نے کی تھی۔ وہ ہمایوں میں چھپ گئی ہے۔ ایک کاپی آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔

مخلص : غلام یزدانی

—(۴)—

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرمی.

آپ کو ایک تکلیف دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ مفصلہ ذیل تین کتابیں آپ کے پاس ہوں تو اپنے پاس سے یا زورؔ صاحب کے پاس ہوں تو ان کے پاس سے یا اگر کسی اور جگہ ہوں تو وہاں سے مجھے تین چار دن کے لیے مستعار مل جانے کا انتظام کر دیجیے۔ بیحد شکر گزار ہوں گا۔

۱۔ حیات بے نظیر مؤلفہ پروفیسر شہباز

۲۔ کلیاتِ نظیر مصحح شہباز مطبوعہ نول کشور پریس ۱۹۰۰ء

۳۔ رُوحِ نظیر (مؤلف کا نام مجھے معلوم نہیں)

راحت اللہ خاں سے میں نے پوچھا تھا کتب خانہ آصفیہ میں نہیں ہیں۔

مخلص : غلام یزدانی ۱۲ر نومبر ۱۹۵۲ء

—(۵)—

بنام سجاد مرزا صاحب

میرے نہایت مہربان دوست۔

آپ کا خط استنبول کے حالات کے متعلق ملا۔ نواب سعید جنگ نے پڑھا۔ بہت پسند کیا۔ اور سیاست کی سنڈے ایڈیشن میں چھپوا بھی دیا۔ لوگ ترکی کے حالات خصوصاً جس میں کچھ مذہبی چاشنی بھی ہو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ترکی کبھی اسلامی خلافت کا مرکز تھا۔ اور اب تک ترکوں کی شجاعت دُنیا میں مشہور ہے۔ عصمت انوار کو آئے تھے۔ آپ کو جو خط لکھا ہے وہ سُنایا۔ میں نے کہا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے' نہیں لکھتے۔ "سمندر لہریں مار رہا ہے" لکھتے ہیں۔ کہنے لگے۔ یہ 'ٹھاٹھ' سے بنا ہوا ہے۔

جدید محاورہ ہے سجاد میرزا بہت پسند کریں گے۔ اب عصمت کی روش پختہ ہوتی جاتی ہے اور روانی اور برجستگی غضب کی ہے۔ کہنے مجھے اب میں کہیں اور کم جاتا ہوں۔ آپ کے ہاں البتہ پھیرا لگا لیتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ رکشا کا کرایہ بار ہو جاتا ہے اس سے دل کھٹک گیا۔ پنشن ہونے کے بعد آپ کی وجہ سے کچھ کام مل جاتا تھا اب وہ گیا۔ اطلاعات اور ریڈیو والوں کا سہارا ہے۔ پچاس روپے سے زیادہ مہینے میں کیا ملتے ہوں گے۔ بہرحال یہ مضمون لکھنے کے مشغلے کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ مضمون لکھ کر ان کے دل کو بھی تازگی ہوتی ہے۔ طبیعت قلندرانہ ہے۔ معاوضہ جزئی ہوا تو کیا؟ بیٹی جوان ہوتی جاتی ہے۔ بیٹے سب آوارہ نکلے۔ اب ان کو راحت ہے تو مضمون سے۔ گھنا تفرل کے مرجانے سے اور آپ کے لیبیا چلے جانے سے ان کی زندگی میں بہت تغیر ہوا۔ لیکن بڑا باہمت اور غیور شخص ہے۔ کہتے تھے پچھلے دنوں میں خون کے دباؤ نے بھی ستایا۔ لیکن اب طبیعت ٹھیک ہے۔ آپ کے سب بھائی اچھی طرح ہیں۔ ابو سعید انسداد رشوت ستانی کی کمیشن کے رکن ہوگئے ہیں۔ اچھا مشغلہ ہے۔ ۵۰۰ روپیہ مہینہ معاوضہ بھی مل جائے گا یہ کمیشن چھ مہینے تو چلے گا۔ تجارت میں انھوں نے زیادہ روپیہ نہیں لگایا۔ پانچ چھ ہزار لگایا ہے۔ لیکن یہ رقم منضبط میں ہے ملکی تاجروں کی عیاریوں سے یہ واقف نہیں۔ حامد علی آتے رہتے ہیں۔ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ احمد میرزا صاحب کے ہاں پھر چوری ہوئی۔ باہر کے تخت کی چادر تکیے پاندان تھالی وغیرہ سب غائب، وہ چوری کے عادی ہوگئے ہیں۔ گھر کا ہی کوئی آدمی معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بُرا ہوا کہ اب جلد جلد چوریاں ہو رہی ہیں۔ ان کی صحت ماشاءاللہ اچھی ہے۔ بلقیس کو کبھی کبھی جھٹکا لگ جاتا ہے۔ لیکن جب سے باقاعدہ علاج شروع ہوا ہے طبیعت بہتر رہنے لگی ہے۔ محمد میرزا کی ریڑھ کی ہڈی جوڑ کے قریب بڑھ گئی ہے۔ بجلی کے عمل سے فائدہ ہوتا ہے اور کچھ سال کے بعد یہ شکایت خود بخود بھی چلی جاتی ہے۔ لیکن سکون ہونا چاہیے اور زندگی محتاط۔ حامد میرزا کی بیوی ان کی زندگی کو تلخ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔ یہ جتنے حلیم الطبع، بُردبار اور شریف ہیں، وہ اتنی ہی بے باک اور آزاد اب آپ امریکہ نہ جائیے۔ آئندہ سال جائیے اور حیدرآباد آجائیے۔ اب ہم بڈھے ہوتے جاتے ہیں اور خبر نہیں کب کون چل دے۔ اس لیے ملنے کے موقع کو ضایع نہ ہونے دیجیے۔ یہ خط تو میں نے خانگی باتوں ہی سے بھر دیا۔ اچھا خدا حافظ۔

مخلص: غلام یزدانی ۱۳، جولائی ۵۲ء

——— (۶) ———

بنام سجاد میرزا صاحب

میرے نہایت عزیز دوست!

عصمت پیش قدمی کر گئے۔ ان کا واقعہ بھی فرحت جیسا ہی ہوا۔ بدھ کے دن دس بجے میرے پاس آئے۔ 'تماشا' کے لیے جو مضمون لکھے تھے، وہ سنائے۔ اس روز میرا ٹائپسٹ نہیں آیا۔ ورنہ یہ قرار پایا تھا کہ میں گپت کو لکھوں کہ گورنمنٹ انڈیا جو ایسے شعرا اور ادیبوں کی مدد کر رہی ہے جو اب افلاس کی لپیٹ میں آگئے ہیں عصمت کے لیے بھی سفارش کر دے کہ سو روپیہ بطور مدد معاش مقرر ہو جائیں۔ اگر لکھتا بھی تو کیا ہوتا؟ البتہ 'تماشا' کے پچھلے نمبر میں سالار جنگ میوزیم پر جو

اُنھوں نے نظم لکھی تھی اس کے صلے میں مہدی نے سو روپے منظور کر دیے۔ یہ خبر نہ تھی کہ یہ رقم ان کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہوگی۔ رات کو تندرست سوئے۔ پچھلی شب رُخصت ہوگئے۔ ڈاکٹر منان کہتے تھے انجائینا کا دورہ تھا۔ ان کے سب ملنے والوں کو بے حد رنج ہے اور آپ کے صدمے کا اندازہ کرنا تو مشکل ہے۔ ایک چہکتا ہوا بلبل تھا۔ سب کو ہنسانا اور خوش رکھنا شیوہ تھا۔ زندگی کی کلفتوں میں گھرا ہوا تھا۔ لیکن اپنی ہمت اور جوانمردی سے کبھی افسردہ خاطر اور ملول نہ ہوتا تھا۔ اللہ مغفرت کرے آج شام کو سوم ہے۔ جاؤں گا۔ مجھے جمعرات کو بارہ بجے کے قریب خبر ہوئی اسی وقت گیا۔ میت گھر سے جا چکی تھی۔ وہاں سے ٹھلی تہ بل کی مسجد گیا اور میت کو دیکھا۔

اُردو ہال کے لیے اب یونس نقشہ بنا رہے ہیں۔ حبیب الرحمان نے دُوسری جانب ایک قطعہ دے دیا ہے۔ پہلا قطعہ بے ڈھنگا تھا۔ سردست ایک ہال ۳۰ × ۸۰ فٹ بنا دیا جائے گا۔ بعد میں اس میں اضافہ ہو سکے گا۔ اس ہال پر سردست اسبسٹوز کی چھت ہوگی بعد میں پُختہ کی جا سکے گی۔ بجلی وغیرہ کو شامل کرکے اکیس بائیس ہزار کا اندازہ ہے۔ ٹرسٹ کا مسودہ تیار ہو رہا ہے جو آپ کی منظوری کے لیے بھیج دیا جائے گا۔

آپکے سب بھائی اور اُن کے اہل و عیال اچھی طرح ہیں۔ میڈم کا خط جرمنی سے آگیا کہ اس کو دو سو مارک وصول ہوگئے۔ نومبر سے احمد مرزا صاحب کو ڈھائی سو ماہانہ کی قسط ادا کرنی ہے۔

دُعاگو، غلام یزدانی ۳۰ راکتوبر ۴۵ء

دل شاہجہاں پوری

(۱)

بنام سید دِل محمد فضاؔ جالندھری

دِل نواز۔ سلام نیاز۔

مشاعرۂ نمائش اعلیٰ پیمانے پر ہوا جس کے حالات غالباً عابد صاحب کے خط سے آپ کو معلوم ہوئے ہوں گے۔ مجھ کو اس دوران میں دو مشاعروں کی صدارت کرنی پڑی۔ ایک ہائی سکول سیتاپور اور دُوسرے معرکہ ضلع سیتاپور کی۔ بجاوجہ صاحب سے جو معاملات تصفیہ طلب تھے وہ طے ہو کر فیصلہ ثالثی غالباً دو ایک روز میں مرتب ہو جائے گا۔ پھر انشاء اللہ میری دُنیا سکون پذیر ہو جائے گی۔ مرزا جعفر علی خاں اثر لکھنوی کا مضمون اور ایک بلکہ دو مضمون اور ارسال ہیں۔ آخرالذکر دونوں مضمون میں باطمینان نہ دیکھ سکا۔ کتابت کی غلطی پر نظر فرمائیے گا۔ جناب احسان صاحب کا مضمون "نگار" میں موجود ہے۔ اگر نقل میں طوالت ہو تو میں نقل کرا کر بھیج دوں۔ میری رائے میں احسان صاحب کے مضمون کے بعد اثر صاحب کا مضمون شائع ہو۔ احسان صاحب کے مضمون پر کوئی نوٹ نہ ہونا چاہیے۔ اثرؔ صاحب کا مضمون تفصیلی نوٹ ہے۔

مجھ کو اس امر سے بھی اختلاف ہے کہ شعرائے دورِ حاضر سے میری شاعری کا تقابل کیا جائے۔ آئندہ جو مضامین وصول ہوں گے، روانہ کرتا رہوں گا۔ سہیل صاحب کو آج پھر عریضہ لکھوں گا۔ ناطق صاحب سے آپ تقاضا فرمائیے۔ عابد صاحب بہت سُست ہیں اُن کو بھی چھیڑتے رہیے۔ میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ بتوسط جناب ناطق صاحب، عابد صاحب و . . . . . میں صُلح ہو گئی۔

آپ کا پہلو نشین دل، شاہ جہاں پوری ۶ را پریل ۳۰ ء

(۲)

بنام سید دِل محمد صاحب فضاؔ جالندھری

دل نواز، سلام نیاز

عنایت نامہ پہنچا۔ شکریہ۔ آپ کی غزل ترمیم کے بعد ارسال ہے۔ بوجہ علالت جناب بھائی صاحب آج کل طبیعت کو سکون نہیں۔ ایسی حالت میں احباب کا کلام بگڑتا ہے بنتا نہیں۔ بہرحال تعمیلِ حکم میرا اخلاقی فرض ہے۔ مجھ

کہ افسوس ہے کہ شاہجہاں پور میں آپ کا تشریف لانا اس حالت میں ہوا جب کہ میں مجسم انتشار تھا۔ حواس پراگندہ، دل مضمحل، طبیعت متردد، پھر احباب نوازی اور کسی بحث پر اطمینانی گفتگو کیوں کر ہو سکتی تھی، جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ تحریر میں کچھ مزاحیہ انداز بھی ہو۔ میرے اخلاق مجسم و دست آپ کے حکم کی تعمیل سر آنکھوں پر، مگر طبیعت پر جو انتشار کا اثر ہے اُس کی وجہ سے لب بھی تبسم سے آشنا نہ رہے۔ گو میں جناب سے بہت دُور رہتا ہوں مگر بوجہ اتحاد و خلوص قریب تر ہوں۔ ذرا بائیں پہلو کی طرف غور کیجیے۔ کوئی چیز دھڑکتی ہوئی محسوس ہوگی وُہی میں ہوں۔ قدر انداز نگاہوں کا مجروح، شکوہ سنج گردشِ تقدیر، عشاق کی نظروں میں لاشئے، جو ہزاروں مرتبہ پامال ہوا مگر پھر بھی موجود ہوں یعنی دل۔ جناب کا مرسلہ عالمگیر بھی پہنچا۔ مزید شکریہ۔ مجھ کو آج کل رُلانا آتا ہے ہنسانا نہیں۔ دُعا کیجیے کہ انتشار رفع ہو پھر آپکے دربار کا ——— انشاء اللہ خاں بن جاؤں گا یا نیو الفریڈ کمپنی کا سہراب جی۔ سب سبہا اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب میرے خاص عنایت فرما ہیں، بہت شکوہ کرتے رہے فرمایا کہ جس وقت شبیر حسن سارٹیفکیٹ لینے آیا تھا میرے آنسو نکل آئے مگر قواعد سے مجبور تھا۔ یہاں بھی تعداد طلباء پوری ہو چکی ہے۔ انسپکٹر صاحب کو ہیڈ ماسٹر صاحب نے داخلے کے متعلق مناسب سفارش کی ہے۔ غالباً سہ شنبہ تک جواب آجائے گا۔ جناب ریاض خیر آبادی کا خط آیا ہے خیریت ہے۔ یہاں بھی دو ایک مرتبہ بارش ہوئی مگر قلت کے ساتھ۔ مثنوی کے متعلق جواباً گزارش ہے کہ مثنوی کی تنظیم واقعہ نگاری پر مبنی ہے۔ کسی بحر کی تخصیص نہیں۔ ہر شعر ایک بحر میں جُدا جُدا قوافی کے ساتھ نظم کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں باعتبار فصاحت بیان میر حسن دہلوی کو فضیلت ہے۔ اس کے بعد گلزار نسیم۔ شبیر حسن سلمہ سلام عرض کرتا ہے۔

دلؔ شاہجہان پوری۔ ۲۴ر جولائی ۳۲ء

—(۳)—

بنام سیّد دل محمّد فضا جالندھری

دل نواز۔ سلام اشتیاق انضمام

نوازش نامے پہنچے۔ شکریہ۔ کل بتاریخ ۲ر اگست برخوردار شفیق حسن سلمہ کی تقریب مکتب ہے۔ گو بوجہ علالت جناب بھائی صاحب کوئی خاص انتظام نہیں تاہم مصروفِ کار ہوں۔ جناب جلیل و حضرت ریاض و مرزا یگانہ وغیرہم کو ابھی نغمۂ دل کی رائے کی بابت خطوط نہیں لکھے ہیں، انشاء اللہ تعالےٰ جلد از جلد اظہار رائے کی استدعا کروں گا۔ عابد صاحب کو آپ کا ملفوف دے دیا، وہ براہِ راست جواب لکھیں گے۔ برخوردار شبیر حسن سلمہ کو مضمونِ خط سُنا دیا۔ برخوردار سلام عرض کرتا ہے۔ مکرمی جناب عزیز لکھنوی کا خط ارسال ہے۔ اس پتہ سے جناب آں موصوف کو خط لکھ سکتے ہیں۔ شامی صاحب سے ضرور تحریک کیجیے۔ پیشتر علالت کا عذر تھا اب دیکھیے بہ حالتِ صحت یہ نتیجہ حاصل ہو۔

فغانِ شوق کو مانع نہیں وصّل یہ نکتۂ عندلیب زار سے پوچھ

اس شعر کا مفہوم اوق نہیں ہے۔ مصرعہ ثانی مبنی بر واقعہ ہے۔ شاعر نے فغانِ شوق کہا ہے، فغانِ غم نہیں۔ اس کی نثر یوں کیجیے۔ وصل کی لذّت مشغلہ فغانِ شوق کو مانع نہیں۔ بحالتِ وصل فغانِ شوق کیا بلکہ خلوصِ عشق کی دلیل ہے عاشقِ صادق معشوق سے ہم آغوش ہو کر بھی فغاں کر سکتا ہے مگر وہ فغاں، شوق کی فغاں ہوگی غم کی نہیں۔ اس نکتہ کو عندلیب زار سے پوچھا گیا ہے۔ یعنی تصدیق کی گئی ہے۔ عندلیب شاخِ گل پر بیٹھ کر جب رنگ و بوئے گل سے لطف اندوز ہوتی ہے تو بیگانۂ ہوش ہو کر فریادِ شوق میں فرشِ خاک پر گر جاتی ہے۔ یہ واقعہ ہے۔ شبہ یہ تھا کہ بحالتِ ہجر فغاں کی ضرورت تھی۔ بحالتِ وصل جائے تعجب ہے مگر فغانِ شوق پر نظر کرتے ہوئے اور عندلیب کی فطرت سے باخبر ہو کر کہ وہ بحالتِ وصل فرطِ شوق میں ضبطِ عشق نہیں کر سکتی۔ مفہوم کے متعلق غالباً کوئی شبہ نہیں رہ سکتا۔ انتہائی عشق کی دلیل ہے کہ بحالتِ وصل بھی عاشق فغانِ شوق کرنے لگے۔ میری اس نثر کو پیشِ نظر رکھ کر آپ شعر پڑھیے، مطلب واضح ہو جائے گا۔ آپ کے مصرعوں پر دو مصرعے نظم کر دیے ہیں اگر پسند ہوں تو بحالتِ اطمینان مکرّر نظر کی جائے گی۔ اس وقت قلم برداشتہ لکھ دیے ہیں۔ نظم برشگال کی فرمائش جلد از جلد مکمل کر کے ارسال کروں گا۔ داستانِ زندگی پر ابھی توجہ نہیں کی ہے آج کل بیگانۂ شاعری ہوں۔ آپ کے مرسلہ کارڈ میں ایک فقرہ ہے۔ نیچرل شاعری کے عاشقوں نے ایک مشاعرہ موسمِ برشگال پر (دُنیائے ادب میں عدیم المثال منعقد کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے اہلِ زبان اس محل پر تہیہ کیا ہے لکھتے ہیں۔ تہیہ کیا ہوا۔ پنجابی زبان ہے۔ یہ نظرِ اخلاص یہ نوٹ لکھتا ہوں۔ تخمِ تربوز جڑ کالی کا انتظار ہے۔

نیاز کیش: دلِ شاہجہاں پوری۔ ۶ر اگست ۳۳ء

—(۴)—

بنام سید ولی محمد فضا جالندھری

دل نواز بسلام نیاز۔

یاد فرمائی کا شکریہ۔ میرا اضطراب ابھی تک مائل بہ سکون نہیں ہوا۔ ۲۳ر ستمبر سے جناب بھائی صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ کثرتِ اسہال اور تپ شدید نے بے حد مضمحل کر دیا۔ خطرناک حالت تھی لیکن آج کچھ سکون ہے۔ مرض میں کوئی صورتِ افاقہ نہیں۔ واللہ اعلم غزل مُرسلہ بگڑی یا بنی۔ صرف تعمیلِ حُکم کی گئی۔ جناب نے میرے ایک شعر پر استفسار فرمایا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ نے ایک اسکول کے ٹیچر کی حیثیت سے الفاظ پر نظر نہیں کی۔ ورنہ یہ خطرہ پیدا نہ ہوتا۔ میں بشر ہوں اور غلطی سرشتِ بشر ہے۔ مگر میں بوقتِ نظم شعر کے ہر پہلو پر غور کر لیتا ہوں۔ اسکول کے طلبہ کو علمِ ہندسہ کی جب تعلیم دی جاتی ہے تو وہ اکثر سطح کی تعریف یوں یاد کرتے ہیں۔ سطح اس کو کہتے ہیں جس میں طول اور عرض ہو گہرائی نہ ہو۔ اب میرے شعر کو پیشِ نظر رکھیے ؎ دیکھا تو سطحِ بحر کی حد میں حیات ہے قطرہ حباب بن کے جو اُبھرا فنا ہوا اگر حد کی جگہ تہ کہا جائے تو سطح بیکار ہو گیا۔ سطح کے لیے تہ کہاں؛ تہ گہرائی کو کہتے ہیں۔ اگر سطح کی جگہ کوئی اور مناسب

لہٰذا بحر کے ساتھ نظم کیا جائے تو یہ اعتراض وارد ہوگا کہ قطرہ کی حیات مجرد تہ میں نہیں۔ بحر کی تہ اور سطح آب تک حباب کہ شاملِ آب ہے ذی حیات کہلائے گا۔ جب سطح آب سے بحالتِ حباب اُبھرے گا فنا ہو جائے گا۔ غالباً مذکورہ شرح سے بعد سطح اور حد کی ضرورتِ نظم سے آپ کو وہ خطرہ رفع ہو جائے گا۔ میں نے سنیہ سبھا اسکول کے لیے ۲۲ شعر نظم کیے تھے چودہ اپنی غزل میں شامل کر لیے باقی نذرِ احباب ہو گئے جو میرے نہیں رہے لہٰذا بلحاظِ مصلحت ان کی نقل کیا پیش کر سکتا ہوں۔ اس مشاعرہ کا پرچہ چھپے گا ایک پرچہ جناب کی خدمت میں بھی بھجوا دوں گا۔ جناب نے ایک مرتبہ مسدس سے متعلق استفسار فرمایا تھا اس کے لیے تناسب و شکوہ الفاظ اور ترتیب اور بند مربوط ہونے کی ضرورت ہے ٹیپ کا شعر زیادہ بلند ہونا چاہیے۔ ہر صنفِ کلام کے لیے کوئی قانون نہیں۔ شاعر کی طبیعت خود مصلح ہے۔ اساتذہ کے واسوخت اور دبیر اور انیس کے مراثی مطالعہ کرنے سے شاعر کو احساسِ مسدس ہو جاتا ہے۔ جناب صفی اور مرزا یگانہ کے خطوط کی نقل ارسال ہے۔

مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم۔ اے۔ ایل ایل بی ایک مقدمے کی پیروی میں شاہجہان پور تشریف لائے تھے۔ غریب خانہ پر تشریف لائے، کلام سنا۔ سہیل صاحب وُہی ہیں جنھوں نے نشاطِ روح دیوانِ اصغر پر بسیط تبصرہ لکھا ہے۔ نقادِ سخن ہیں۔ فرمایا کہ نشاطِ رُوح کے بعد اکثر نکاتِ ادب میرے پیشِ نظر تھے اب آپکے کلام کی تنقید میں ان کو پیش کروں گا۔ وعدہ فرما گئے ہیں کہ نغمۂ دل پر بسیط مضمون لکھوں گا۔ مرزا احسان احمد صاحب بھی مضمون لکھ رہے ہیں۔ یہ دونوں تحریریں آنے پر نقل ارسال کروں گا۔ ریاض صاحب کا محبت نامہ آیا ہے وہ بھی رائے جلد ارسال فرمائیں گے۔

نیاز کیش: دِلؔ شاہجہاں پوری۔ ۳۰ ستمبر ۴۳ء

—(۵)—

بنام سیّد دِل محمد فضاؔ جالندھری

مخلصِ اربابِ وفا جناب فضاؔ سلام و دُعا۔

میری زندگی جس دور میں گزر رہی ہے سراپا دردِ مجسم امراض گویا پیکرِ آلام اور افکار ہوں۔ ایک شکایت ہو تو بیان کی جائے۔ جنوری کا مہینہ، شدّت کی سردی، ایسی حالت میں خفقانی کیفیت تکلیف دہ توہمات ہر وقت سوہانِ رُوح۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا تھا اور اب کیا ہُوں! اس پیرانہ سالی میں رفیقۂ حیات کی دائمی مفارقت ناقابلِ برداشت صدمہ ہے مگر بجز صبر و شکر کوئی چارہ نہیں۔ صبر مجبوری کا نام ہے۔ صفحۂ ہستی پہ ہر نقش مجھ کو نقشِ حسرت نظر آتا ہے۔ کوئی مسرّت کی صُورت نہیں۔ بہر حال آپکے اخلاص اور محبت کا منت پذیر ہُوں۔ علامہ سر اقبال مرحوم کی فاضلانہ اور فلسفیانہ شاعری پر تبصرہ بحالتِ ضعفِ دماغ و اختلاجِ قلب میرے لیے دُشوار ہے۔ اگر طبیعت کو کچھ سکون ہوا اور مادۂ تاریخ کہہ سکا تو اس ادبی خدمت پر اظہارِ خیال کروں گا۔ مرحوم کی شاعرانہ عظمت تسلیم، ہر شعر اخلاقی درس اور ہر مصرعہ

ادب آموز ہے۔

میں اول مرتبہ جب بغرض شرفِ زیارت حضرت امیر علیہ الرحمۃ رامپور حاضر ہوا تھا تو فصیح الملک داغ مرحوم حیدرآباد جا چکے تھے۔ حضرتِ پاک ۷۰ سال سے متجاوز ہو کر انتقال فرما گئے۔ سید حسین احمد نام تھا۔ حضرت غوثِ پاک کی اولاد سے تھے۔ اپنے والد کے خلیفہ اور سجادہ نشین سلک طریقت میں تھے۔ کہنہ مشق اور خوش فکر شاعر تھے۔ میرے مخلص تھے۔ اکثر باہر کے مشاعروں میں ساتھ رہا۔ برخوردار شبیر حسن و شفیق حسن سلمہما سلام کہتے ہیں۔ مشاہیر کے خطوط کی نقل برخوردار شفیق حسن سلمہٗ کے ذمہ ہے۔

نیازمند: دل شاہجہان پوری۔ ۲۱ جنوری ۵۲ء

—— (۶) ——

بنام سید دل محمد فضا جالندھری

عزیزی۔ السلام علیکم۔

امراض، افکار، آلام، میری فطرتِ ثانیہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا بار بار شکوہ بے کار ہے۔ بہرحال تاخیر جواب کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ ہمایوں مرسلہ رجسٹرڈ پہنچا۔ شکریہ۔ بواسیر نواسیر تکلیف دہ امراض ہیں۔ اسباب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ مقامی ڈاکٹر یا طبیب سے رجوع کرنا بہتر ہے۔ میں دیگر مجربات بھیج سکتا ہوں مگر طریقہ مذکورہ بالا بہتر ہے۔ سسرال مونث ہے۔ ہجر مرحوم کی اولاد ذکور میں غالباً ایک پسر ہے، نام معلوم نہیں۔ پتہ یہ ہے: بالائے قلعہ شاہجہان پور۔ عابد صاحب کا محلہ بارہ دری اوّل ہے۔ آپ کے خطوط ضرور پہنچے مگر جواب دینے میں وہ بہت کاہل واقع ہوئے ہیں۔ پھر ان کو لکھ چکا ہوں۔ برخورداران کو میری طرف سے دعا کہیے۔ برخوردار شبیر حسن اور شفیق حسن سلام کہتے ہیں۔ علاوہ شکایات قدیم کے تنہائی میرے لیے بہت مصیبت ہے۔ خدا رحم فرمائے۔

مرسلہ: دل شاہجہان پوری۔ یکم اکتوبر ۵۲ء

—— (۷) ——

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی

دل نواز محترم۔ السلام علیکم۔

گرامی نامہ باصرہ نواز ہوا۔ پُرخلوص تحریر کا شکریہ۔ جو ہر کامل کے آئینۂ دل میں ہر عزیز تصویر خوش نما نظر آتی ہے یہ آئینہ کی خوش قسمتی ہے نہ تصویر کی؟ ؎ من آنم کہ من دانم۔ مدت سے جناب کی خاندانی قابلیت اور ادب نوازی کا معترف ہوں گو شرفِ نیاز اب تک حاصل نہ ہوا تھا۔ مخدوم آفتاب احمد صاحب کے زمانہ قیام شاہجہان پور تک اکثر نیاز حاصل ہونے کی امید سے دنیا بدل گئی۔ دنیا کے نقش و نگار بدل گئے۔ وہ پُرسکون زندگی اب کہاں؟ خصوصاً ہم لوگوں کے لیے ؎

کچھ تھے دل پہ جو نقشے مقدر نے مٹا ڈالے   فقط ان واقعاتِ زندگی کی یاد باقی ہے

ضعفِ بصارت نے تحریر سے بھی معذور کر دیا ہے۔

نیاز کیش : دلؔ شاہ جہاں پوری ۱۰ر جنوری ۵۳ء

—(۸)—

بنام سیّد دل محمد فضا جالندھری

عزیزی جناب فضاؔ تسلیم۔

رجسٹر ڈ پہنچا، شکریہ۔ میرے پاس جو مسودے موجود ہیں ان میں سے ضروری اضافہ کر لوں گا۔ یہ عریضہ آپ کے نام سے شامل ہوگا۔ سر سلیمان صاحب مرحوم کی اصلی تحریر میرے پاس سے گم ہو گئی، نقل جلد ارسال کیجیے۔ جوشؔ صاحب کی تحریر آپ کی مرسلہ کافی ہے۔ موقع ہوا تو جانشینی سے متعلق بھی لکھا لیا جائے گا۔ میں آخر اکتوبر تک لکھنؤ جاؤں گا۔ اثرؔ صاحب کا خط آیا ہے کہ میرے یہاں قیام کیجیے، وقت اطلاع اسٹیشن پر ملوں گا۔

مرکزی حکومت نے جناب بھائی نوحؔ صاحب کے لیے ایک سو پچیس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کیا ہے۔ میں نے مبارکباد لکھی ہے۔ سردار جگت سنگھ کو ایک سو ماہوار۔ اس طرف بھی ضروری خط و کتابت قائم رہے گی۔ واپسی لکھنؤ پر متعلق طباعت نغمۂ دل مطلع کر دوں گا۔ برخورداران سلام کہتے ہیں۔ برخوردار اعجاز سلمہ کو دعا۔ آپ کا نعتیہ کلام کچھ سردی پڑنے لگے تو دیکھوں گا۔ بالفعل بوجہ شدتِ موسم گرما طبیعت بے کیف رہتی ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ نغمۂ دل اور ترانۂ دل آپ اچھا پائیں گے۔

دلؔ شاہ جہاں پوری - ۱۲ر ستمبر ۵۴ء

اثر لکھنوی

بنام احراز نقوی
کشمیری محلہ۔ لکھنو
۲۴ نومبر ۵۱ء

عزیزی سلمہ۔ تمھارے استفسارات کے جوابات حاضر ہیں۔ پرسوں اس سے قبل کے خط کا جواب دے چکا ہوں:

۱۔ صحیح لفظ سنتو انسا ہے نہ کہ سنتوانسا۔ جو بچہ حمل کے ساتویں مہینے پیدا ہوا اسی طرح اٹھوانسا جو آٹھویں مہینے پیدا ہو۔ نجوانسا کوئی لفظ نہیں نہ اتنی مدت میں زندہ بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔

۲۔ ہم گھنوا[۱] نہیں بلکہ گھنایا ہوا کہتے ہیں

۳۔ STILL BORN CHILD کے لیے کوئی لفظ نہیں یہی کہیں گے کہ مرا ہوا بچہ پیدا ہوا۔ بے جان بچہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ سونر زچہ خانہ ہے۔

۵۔ پنجیری کے اجزا گوند تال مکھانا۔ پستے، بادام اور سونٹھ کے علاوہ روا اور شکر بھی ہیں اور گھی جس میں پنجیری بھونی جاتی ہے اس کے قریب قریب سٹورا بھی ہے پنجیری بھربھری ہوتی ہے اور سٹورا لچلچا۔ زچہ خانہ کی اور اغذیہ بچے کی گھٹی کے علاوہ اچھوانی اور کاڑھا ہیں۔ اچھوانی ایک قسم کی یخنی ہے۔ کاڑھے میں مقوی اور رافع قبض جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں۔ نسخہ معلوم نہیں۔

۶۔ صحیح لفظ چھٹی بلا تشدید ہے اسی طرح چھلّے نہیں بلکہ چلّے ہے۔ چھٹی ولادت کے بعد چھٹے دن کے رسوم اور چلّے چالیسویں دن کے رسوم کو کہتے ہیں۔

۷۔ "چھوچھک" ہم میں رائج نہیں۔ "چھٹی آنا"[۲] کہتے ہیں۔

۸۔ عوں[۳] غطّے ...... گھونسے کھاؤ" کی جگہ ہم لوگ اغوں غطّے میاں مارے میرے ٹھٹّے کہتے ہیں۔

---

[۱] گھنوا ــــ اطرافِ لکھنو میں بولا جاتا ہے۔ پاؤں ذرا ٹیڑھا ہو جاتا ہے اس کو گھنوا کہتے ہیں۔ (احراز)

[۲] پہلوٹھی (یعنی پہلا بچہ) کا بچہ جب چھ دن کا ہو جاتا ہے تو عزیز و اقارب بچے کے لیے کپڑے اور کھلونے اور مٹھائی لاتے ہیں۔ (احراز)

[۳] بچہ کا جب بولنا شروع ہوتا ہے اور آغوں آغوں کرنا شروع کرتا ہے تو اس وقت بچے کو مخاطب کر کے بڑے لہک سے یہ بول ادا کیے جاتے ہیں:
آغوں غطّے ممبو انار کھٹّے۔

لوری " آجا ری[1] نندیا . . . . . " ہم میں بھی ہے۔
ماں روتے بچے کو بہلانے میں —— اگلا جھوٹے[2] —— الخ نہیں کہتی بلکہ دو بچے ایک دوسرے کے کان آہستہ سے پکڑ کے جھومتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں اگلا جھولے بگلا جھولے ساون ماس (مانس[3] نہیں جیسا کہ تم نے لکھا ہے۔)
کریلا پھولے۔
گود بچھیڑے کو دے[4] —— الخ ہم میں بھی ہے۔
جو بنوا اڑا کنا منا —— الخ تم نے لکھا ہے میں نے نہیں سنا۔ اس کی جگہ ماں بچے کو گھٹنوں پر رکھ کر کہتی ہے جھوم رہے ہاتھی جھوم مورا منا ہاتھی جھوم۔ پھر دھن بدلی ہے۔ ہاتھی جھومتا بھلا کھاتا قند کا ڈلا۔ پیتا دودھ کا کٹورا۔
دوسری صورت یہ ہے کہ بچے کی بغل میں پنجے جما کر اس کو اونچا کرتے وقت کہتے ہیں کہ پردے کے لوگو پرے ہو جاؤ کوٹھے پر مزدور چڑھتے ہیں۔ پھر پرانی دیوار گرتی ہے اڑا اڑا دھڑام کہہ کر بچے کو فرش پر لٹا دیتے ہیں[5]۔
۹۔ بچے کا منہ دھلاتے وقت اکثر کہتے ہیں۔ " کچی کچی کوا کھائے دودھ بھات منا کھائے۔
۱۰۔ ہم چیل چلو چیل چلو" نہیں کہتے بلکہ انڈے بچے والی چیل چلہو رکھتے ہیں۔

---

[1] لوری کے ابتدائی بول یوں ہیں ——" آجا ری نندیا تو آکیوں نہ جا۔ میرے بھیا کی آنکھوں میں گھل مل جا "۔ یہ ہر لوری گانے سے پہلے "مکھڑے" کے طور پر ادا کیے جاتے ہیں۔

[2] اگلا جھولے بگلا جھولا ساون ماس کریلا پھولے۔

[3] صحیح لفظ "مانس" (मांस) ہے جو ہندی سے لیا گیا۔

[4] بچہ جب کسی کے سہارے سے ہمکنا شروع کرتا ہے تو پھر بول بڑی جلدی جلدی نیم ترنم سے ادا کیے جاتے ہیں —— گود بچھیڑے گود تری نبلوں پیں دودھ۔

[5] بچے کے ہاتھ پیر جب مضبوط ہو جاتے ہیں تو اس وقت گھٹنے سمیٹ کر اس پر بچے کو اوندھا لٹا دیتے ہیں۔ اور پھر گھٹنے ہلا ہلا کر ایک ٹپے کے ساتھ یہ بول ادا کرتے ہیں —— کھنتا منتا —— کوڑی پینا —— کوڑی لے میں نے گھسیارے کو دی۔ گھسیارے نے مجھے گھاس دی۔ گھاس لے میں نے گیا کو دی۔ گیا نے مجھے دودھ دیا۔ دودھ کی بنائے کھیری پکائی۔ کھیری لے میں نے بھیا کو کھلائی (پھر پورے کنبے کا ایک ایک نام لے کر کہتے ہیں کہ —— کو کھلائی) اور بچی کھچی کتا آیا سونگھ گیا بلی آئی چاٹ گئی —— اس کے بعد گھٹنوں کے ذریعے بچے کو اونچا کرتے ہیں اور یہ بول اونچی آواز کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ راجا کی برات جاتی ہے دھنو تو دھنو تو، پھر بول کا رخ بدل کر کہتے ہیں۔ بڑھیا اپنے بال بچے سنبھال، نیا محل بنتا ہے —— اور پرانا گرتا ہے اڑا اڑا اڑا دھڑام اور یہ کہہ کر گھٹنوں کو نیچا کر کے ایک بار گھٹنوں کو داہنے جانب جھکاتے ہیں اور دوسری بار بائیں جانب جھکاتے ہیں۔ بچہ اس کھیل سے بہت ہی خوش ہوتا ہے۔

۱۱- کھیر چٹائی[1] کی رسم اس وقت ہوتی ہے جب بچہ سال بھر کا ہو جاتا ہے۔ یہ دودھ بڑھائی کا پیش خیمہ ہے۔ تین چار برس کی عمر تک انتظار نہیں کیا جاتا۔ کنیو[2] اور نکیو[3] سے میرے کان آشنا نہیں۔ یہ ہندوانی رسمیں معلوم ہوتی ہیں۔ روزہ کشائی درست ہے۔

۱۲- عیدی درست ہے۔

۱۳- تیوہاری عید کا ہندوی مرادف ہے (صحیح لفظ تیوہاری[4] ہی ہے۔ عام تہواری)

۱۴- تمھارے متذکرہ رشتوں پر موقوف نہیں۔ ہر دلہن یا بیوی اپنے شوہر کے اعزہ کو اسی رشتے سے مخاطب کرتی ہے جو کہ کر اس کے سسرال والے پکارتے ہیں۔

۱۵- سیل کے کونڈوں کا وہی مطلب ہے جو تم نے لکھا ہے باقی کونڈوں میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی قید نہیں۔ ہر امام یا پیر کے کونڈے مانے جا سکتے اور کیے جا سکتے ہیں۔

۱۶- تمھارا بیان کردہ مفہوم صحیح ہے۔ گور کی جگہ قبر زیادہ مستعمل ہے۔

۱۷- ہم اول منزل اتارنا نہیں بلکہ اول منزل بھیجنا یا پہنچانا یا کرنا کہتے ہیں[5]

اثر

بنام احراز نقوی

(۲)

کشمیری محلہ۔ لکھنو

۲۵ رمئی ۱۹۵۹ء

عزیزی احراز سلمہ۔ دعا

تمھارا خط ملا۔ بہت خوشی ہوئی۔

میری صحت بدستور خراب ہے مگر میر کے خلاف جب کچھ سنتا ہوں تو میرا قلم نہیں مانتا اور کچھ نہ کچھ لکھ مارتا۔ ڈاکٹر صاحب[6]

---

[1] اثر صاحب کو شاید تسامح ہوا بچے کی کھیر چٹائی کی رسم پانچویں ہی مہینے ہوتی ہے۔ ایک سال کے بعد تو ماشا راللہ بچہ اچھا خاصا ٹونگنے لگتا ہے۔ کھیر چٹائی کی رسم کا مطلب بچے کا منہ جھٹالنا ہوتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ بچے کو چیزیں چکھانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ایسی رسم کو "شُرودے" کی رسم بھی کہتے ہیں۔ (احراز)

[2] [3] کنیو کان چھیدنے کی رسم نکیو۔ ناک چھیدنے کی تقریب ہندووں میں ان رسموں کا رواج سنا نہیں۔ (احراز)

[4] تیوری کا عیدی سے کوئی تعلق نہیں یہ عیدی سے مختلف ہے۔ وہ رقم جو عید کے موقع پر تقسیم کی جاتی ہے اس کو "عیدی" کہتے ہیں۔ اور تیوری کھانے کی شکل میں بیاہی لڑکیوں کو اور پرجا پچھاروں (نوکر ملازمین) کو دی جاتی ہے۔ (احراز)

[5] یعنی مردے کو دفن کرنا۔ (احراز) [6] ڈاکٹر سید عبداللہ (احراز)

کی کتاب دلّی سے اقبالؔ تک پڑھی۔ اس میں بھی میرؔ کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ میں نے جواب دیا ہے مگر مضمون بہت طویل ہوگیا ہے اندازاً بیس صفحوں پر ختم ہوا ہے۔ چاہتا ہوں کہ پورا مضمون یک لخت شایع ہو نیرنگِ خیال میں ایک صاحب کا مضمون میری شاعری پر باقساط نکل رہا ہے۔ اس میں بھیجنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور کوئی رسالہ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم کوئی تجویز کرو تو اس میں بھیج دوں یا مضمون تمھارے پاس بھیج دوں تم کسی رسالے کے سپرد کر دو۔

تمھارے مضمون اکثر رسائل میں پڑھتا رہتا ہوں اور تمھارے تنقیدی شعور کی داد دیتا رہتا ہوں۔ شکیبؔ کبھی کبھی آتے ہیں اور تمھارا تذکرہ رہتا ہے۔

خدا تم کو بصحت و عافیت اور فائز المرام رکھے۔ تقیؔ کو دعا۔

اثرؔ

(۳)

بنام احراز نقوی

کشمیری محلہ۔ لکھنؤ

۸ مارچ سنہ ۶۰ء

عزیزی احراز سلمہ۔ دعا

تمھارا خط ملا۔ ادھر دراصل میری طبیعت زیادہ خراب رہی اور خراب ہے۔

تمھارے استفسارات کا جواب تحریر کرتا ہوں۔ سہولت کے لیے تمھارا خط بھی واپس کرتا ہوں۔

۱۔ خیال نہیں کہ پہلی غزل[۱] کب کہی اور وہ کہیں چھپی بھی یا نہیں۔

۲۔ یہی حال پہلے مضمون[۲] کا ہے۔

۳۔ بہت سا کلام[۳] اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

۴۔ میرؔ کے علاوہ[۴] سوداؔ۔ انشاؔ۔ جرأتؔ۔ آتشؔ۔ تعشقؔ اور نہ معلوم کتنے شاعروں نے مجھے متاثر کیا۔

۵۔ ۶۔ میرؔ کے یہاں معائب بھی ہیں مزامیر (انتخاب کلامِ میر) کے مقدمے میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ میرؔ کے کلام کا ایک

---

[۱] آپ نے پہلی غزل کب کہی؟ (احراز)

[۲] پہلا مضمون کب لکھا اور کہاں چھپا؟ (احراز)

[۳] آپ کے غیر مطبوعہ کلام کی کیا تفصیل ہے؟ (احراز)

[۴] میرؔ کے بعد کوئی اور بھی شاعر ہے جس نے آپ کو متاثر کیا؟ (احراز)

[۵] میرؔ کے محاسن کے علاوہ کیا میرؔ کے معائب بھی آپ کو کہیں نظر آتے ہیں؟ (احراز)

[۶] کیا کبھی آپ نے میرؔ کے معائب پر بھی کچھ روشنی ڈالی ہے؟ (احراز)

قلیل حصہ پست و مبتذل ہے جس میں لڑکوں کی تعریف بھی شامل ہے۔ میں نے اس کی جرح و قدح کو ایک خاص قسم کے ناقدین ادب و ماہرین فن کے لیے چھوڑ دیا ہے اور خذ ما صفا و دع ما کدر پر عمل کیا۔

۷۔ میر اور غالب دونوں مشہور ہیں کون زیادہ مشہور ہے اس کا انحصار مردم شماری پر ہے۔ ایک بدیہی امر یہ ہے کہ کوئی سربرآوردہ شاعر (غالب سمیت) ایسا نہیں جس نے میر کو نہ سراہا ہو۔ کیا غالب کے متعلق یہ بات کہی جا سکتی ہے؟[1]

۸۔ کوئی شاعر ایسا نہیں جس کے کلام پر تنقید کی ہو اور معائب کے ساتھ اس کے محاسن بھی نہ گنوائے ہوں یہ بیان غلط ہے کہ میں نے ہمیشہ نزاعی امور پر تنقید کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ میری تنقیدوں کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں ان کو دیکھنے سے میرا ادعا پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے گا۔ تمہاری سہولت کے لیے عنوانات درج کیے دیتا ہوں

(۱) ظرافت نگاری (۲) دیوانِ نوشاد (۳) شاعر کی راتیں (۴) نظیر اکبرآبادی پر ایک سرسری نظر۔
(۵) بالِ جبریل اور معترضین (۶) اقبال کے نظریۂ خودی کا ارتقا (۷) مومن کے بعض اشعار۔
(۸) نقش و نگار (اثر کے تنقیدی مضامین)

(۱) چکبست کی شاعری (۲) ایک خط کا بازیافتہ مسودہ (۳) اقبال اور انداز بیان (۴) رم جھم (۵) روحِ نشاط پر ایک نظر (۶) ناسخ اور آتش سے پیشتر کا ایک لکھنوی شاعر (۷) غالب کے بعض اشعار کے مطالب ——— (چھان بین)

ایک پشتارہ غیر مطبوعہ (یعنی کتابی صورت میں نہیں) روا روی میں جو نام یاد آتے ہیں لکھے دیتا ہوں۔ سرور جعفری فیض۔ آنند نرائن ملا۔ ندیم قاسمی۔ یوسف ظفر۔ علی اختر حیدرآبادی وغیرہم۔

بات یہ ہے کہ انسان کی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنے خلاف کچھ سننا نہیں چاہتا جو تعریف کی گئی وہ تو بھول جاتا ہے اور جو نکتہ چینی کی گئی وہ یاد رکھتا ہے۔ نقی سلمہ کو دعا

خیر طلب اثر

(۴)

بنام احرار نقوی

کشمیری محلہ۔ لکھنؤ
۲۹ نومبر ۱۹۶۱ء

پیارے احرار

تمہارا خط کیا ملا گویا کثیر دولت مل گئی۔ میں تمہاری خیریت دریافت کرنے کے لیے بیتاب تھا مگر تمہارا پتہ یاد نہیں رہا تھا۔ اور ہاتھ مل کے رہ جاتا تھا۔ الحمد للہ تمہارا خط ملا اور شکرِ خدا بجا لایا۔

---

[1] کیا یہ درست نہیں ہے کہ غالب میر سے زیادہ مشہور ہوا اور اس کے اثرات شاعری میں بہت دور رس ثابت ہوئے۔ (احرار)

[2] لوگوں کا خیال ہے کہ آپ اور مولانا اختر علی تلہری نزاعی تنقید کے قائل ہیں۔ آپ لوگوں کا تنقیدی سرمایہ اسی میلان کا مظہر ہے۔ (احرار)

میری حالت بدستور ہے۔ نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں، بصارت بھی جواب دے رہی ہے۔ خیر بہرحال خدا کا شکر ہے، یہی کیا کم ہے کہ تمہاری اور بعض دیگر حضرات کی یاد میں زندہ رہوں گا؛

تمہارے استفسار سے خوش ہوا لکھنو میں عام طور سے "پاؤں کے نیچے سے زمین نکلی جاتی ہے" بولتے ہیں۔ یوں بھی بولتے سنا ہے "پاؤں تلے سے زمین سرکی یا نکلی جاتی ہے۔ بعض لوگ پاؤں کی جگہ پیروں بولتے ہیں۔ "پاؤں تلے سے مٹی نکل جانا[1] بھی بعض عورتیں بولتی ہیں۔ عام محاورہ ہے "پاؤں کے نیچے سے زمین نکلی جاتی ہے" خواجہ وزیر کا شعر بھی ہے ؎

زمیں بھی نکلی جاتی ہے میرے پاؤں کے نیچے سے
مجھے مشکل ہوا ہے ساتھ دینا اپنی منزل کا!

خدا تمھیں سلامت رکھے اور اپنے مقاصد میں کامیاب رہو۔ آمین۔

تمہارا دور افتادہ اثر

---

[1] فسانۂ آزاد میں اسی طرح سے سرشار نے متعدد بار استعمال کیا ہے۔ (اعجاز)

نوح ناروی

بنام احسن مارہروی

بھائی سید احسن صاحب۔ سلام شوق۔ آپ کا کارڈ مجھے ملا۔ حالات معلوم ہوئے بہارِ سخن کے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا ہے بہت بجا ہے کہ جو کام دنیا میں شروع کیا جاتا ہے اوّل وہ ایک چھوٹے پیمانے پر ہوتا ہے پھر وہ روز بروز ترقی کرکے ایسا ہو جاتا ہے کہ لوگ اُس کو بڑے کاموں سے مناسبت دینے لگتے ہیں۔ یہی حال بہارِ سخن کا بھی ہے۔ صرف پہلا نمبر دیکھ کر آپ کو یہ خیال نہ کرلینا چاہیے کہ اس کی حالت یہی رہے گی آپ لوگوں کی عنایت اور میری محنت سے کیا عجب کبھی دنیا کے اچھے اچھے گلدستوں میں یہ شمار ہونے لگے۔ آپ نے خریدار دینے میں جو یہ پخ لگائی ہے کہ اگر میرے اہتمام سے اور میرے مطبع میں یہ گلدستہ طبع ہوا کرے گا تو البتہ میں اس کی اشاعت کی کوشش کروں گا ابھی اس گلدستے کا سرمایہ اس قدر نہیں ہے کہ وہ آپ کے مطبع کا بار اُٹھا سکے۔ آپ خواہ مخواہ بہ نسبت اور مطبعوں کے اپنے مطبع کی چھپائی کی شرح زیادہ رکھیں گے ہاں اگر رعایت کے ساتھ آپ اس کام کو انجام دیں تو میں بسر و چشم حاضر ہوں۔ اپریل کا پرچہ جس مطبع میں چھپ رہا ہے اُس میں میں نے حصہ لیا ہے اور نصف نقصان اور نفع کا ذمہ دار ہوں۔ بہرحال اس پر بھی جو آپ فرمائیں گے میں اُس سے باہر نہیں ہو سکتا سفینۂ نوح کی چھپائی کے لیے تحریر فرمایئے یہ میرا ذاتی کام ہے اگر بہ نسبت اور مطبعوں کے آپ کے ہاں کچھ زیادہ بھی دینا پڑے گا تو میں اُسے شوق سے منظور کر سکتا ہوں کیوں کہ میرے آپ کے ایسے تعلقات نہیں جو نظر انداز کیے جائیں۔ آج ۲۹ راپریل ہے آپ نے یقینی میری طرح پر غزل کہی ہوگی اگر نہ کہی ہو تو کہہ کر اس طرح میں جلد روانہ فرمایئے بلا تحصیص کسی کی مروّت ذرا نہیں آتی۔ ہوا قافیہ۔ نہیں آتی ردیف۔ یادگارِ داغ کے دوسرے ایڈیشن کی نسبت میری رائے ہے کہ اگر اسی قدر غزلیں جو اس دیوان میں ہیں پھر سے طبع کی جائیں تو وقت کو ضائع کرنا ہے کیونکہ اس سے کسی قسم کا نفع نہیں اول تو مفت کی زیر باری ہوگی دوسرے اب خریدار کہاں سے آئیں گے آپ اس بات کی کوشش کیجیے کہ مکمل دیوان کسی طرح سے ہاتھ آجائے تو اُس کا چھپوانا بھی اچھا ہے۔ تاریخ کی نسبت جو آپ نے تحریر فرمایا ہے اُس کی صورت یہ ہے کہ جب میں نے اُستاد کو خط لکھا اور تاریخ کی خواہش کی تو اُنھوں نے یہ قطعہ بھیجا جس میں وہ شعر بھی تھا اس کی تصدیق آپ نواب میر حسن علی خاں صاحب سے کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ خط اُنھیں کے ہاتھوں کا لکھا ہوا تھا۔ جب یہ تاریخ آئی تو میں نے ذخیرے میں رکھ لی کچھ دنوں کے بعد جب میں حیدرآباد گیا تو اُستاد نے پوچھا کہ کس کس کی تاریخیں ہیں میں نے سب تاریخیں سنائیں جب اپنی تاریخ سنی تو فرمایا اس شعر کو یوں درست کر دیا میں نے زبانی یاد کرلیا اور اُس جگہ جہاں وہ شعر لکھا تھا کچھ نہ لکھا جب آپ نے غیر مطبوعہ کلام اُستاد کا طلب کیا تو میں نے ایک صاحب کو دیا کہ وہ نقل لکھ کر آپکے پاس بھیجدیں اُسی میں وہ قطعہ بھی

تھا انھوں نے وہی پہلا شعر لکھ دیا مگر دو شعر یہ ہے آپ یوں درج کر دیجیے

میرے پیارے نوح کا دیواں مرتب ہو گیا — لکھتے ہیں مضموں اور اشعار کیا کیا نوح نے
ایک سے ہوتا ہے حاصل ایک کو فیض سخن — ذوق سے سیکھا ہے ہیں مجھ سے سیکھا نوح نے
نوح نے غرقابِ خجلت حاسدوں کو یوں کیا — کافروں کو جس طرح پہلے ڈبویا نوح نے
داغ نے یہ مصرعِ تاریخ برجستہ کہا — آب مضموں کا بہایا آج دریا نوح نے

۲۹ را پریل ۱۹۰۶ء

الراقم محمد نوح نوح از نارہ ضلع الہ آباد

(۲)

بنام نواب میر حسن علی خاں

جناب بھائی صاحب

آداب عرض ہے کیا آپ مجھ سے ناخوش ہیں۔ ہیں اور دہیں۔ مدت سے نہ کوئی خط آپ کا آیا نہ خیریت معلوم ہوئی آخر اس کا سبب کیا ہے استاد کے خاص خاص لوگوں میں ایک آپ ہی باقی رہ گئے ہیں۔ آپ کی یہ حالت ہے کہ برسوں میں بھی نہیں یاد فرماتے۔

سائل صاحب سے مشاعروں میں اکثر ملاقات ہو جایا کرتی ہے۔ جناب مرزا خورشید عالم صاحب بھی ایک بار رامپور میں ملے تھے پھر نہیں ملے پارسال بیدل صاحب ہاپوڑ ضلع میرٹھ کے مشاعرے میں نظر آئے انھوں نے تو مجھے پہچان لیا۔ چونکہ رات کا وقت تھا مجھ کو پہچاننے میں تامل ہوا۔ کبھی مدت کے جو بچھڑے ہوئے مل جاتے ہیں کیا کہوں کیا دل کا عالم ہوتا ہے۔ اگلی صحبتیں نظر کے سامنے پھر جاتی ہیں اب چند مطلعے مختلف زمینوں کے لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیے اور نوح کو دعا فرمائیے۔

لوگ کہتے تھے . . (ورق پھٹا ہوا ہے) . . . — دل کسی ظالم کو دے کر ہم بھی دل والے ہوئے
جو تیغِ ناز کا بسمل نہیں ہے — ہماری رائے میں وہ دل نہیں ہے
جو سنتے ہیں کبھی وہ گوشِ دل سے داستاں میری — بہت بھرتی ہے چٹخارے مرے منہ میں زباں میری
لاغر و ناتوانِ غم تابِ جفا کی لائے کیا — جو نہ جگہ سے اٹھ سکے ظلم و ستم اٹھائے کیا
جو بندۂ حق دل سے رہِ حق پہ چلے ہیں — دنیا میں وہ پھولے ہیں وہ عقبیٰ میں پھلے ہیں
چین پائے دردمندِ غم ذرا دو چار دن — گر جفا دس بیس دن ہو تو وفا دو چار دن
شکوۂ آزار یہ کیوں اسے دلِ ناکام ہے! — خوگرِ تکلیف کو تکلیف بھی آرام ہے
ادھر پھرنا ادھر اٹھنا ادھر رہنا ادھر ہونا — مصیبت ہے نظر کا خوگرِ ذوقِ نظر ہونا
کیوں عذرِ ستم ہے آہوں پر کیوں گرد وہ میرے پھرتے ہیں — یہ تیر کماں سے چھوٹ کے اب کس کس کے پھیرے پھرتے ہیں

شب فرقت الٰہی کس طرح اپنی بسر ہوگی | جب اس کی شام ہے ایسی تو کیا اس کی سحر ہوگی
ماتمِ عاشق ناشاد دیکھے جاتے ہیں | سنگ ریزے غم فزا دیکھے جاتے ہیں

۱۲ ستمبر ۱۹۱۱ء
آپ کا چھوٹا بھائی محمد نوح نوح
ڈاک خانہ نارہ ضلع الہ آباد

(۳)

بنام دلؔ شاہجہانپوری

بھائی صاحب زاد لطفہٗ آداب نیاز مدت کے بعد یاد کیا اور ایسا یاد کیا کہ روح تازہ ہوگئی۔ آپ کا دیوان چھپ گیا شاعر کے لئے اس سے زیادہ اور کیا مسرت ہوسکتی ہے کہ اس کا کلام اس کی زندگی میں شایع ہوجائے میں آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور اس کو مقبول خلق کرے آپ کے محاسن شاعری اور کمالِ سخن کا تو میں ہمیشہ سے مداح رہا ہوں بخدا جو خوبیاں آپ میں ہیں کہیں بھی نظر نہیں آتیں۔ اس خوبیٔ کلام کے ساتھ ماشاء اللہ لکھائی چھپائی بھی بہت خوب ہے جیسے جیسے مجھے وقت ملتا ہے ویسے ویسے میں دیوان کو دیکھتا ہوں یہ چیز سرسری نظر ڈالنے کی نہیں بلکہ غور سے پڑھ کر لطف اٹھانے کی ہے زیادہ نیاز فقط

۱۲ اگست ۳۲ء
نوح از نارہ ضلع الہ آباد

(۴)

بنام دلؔ شاہجہانپوری

برادر مکرم زاد لطفہٗ آداب نیاز۔ عنایت نامہ ملا۔ طرح معلوم ہوئی ہیں تو شرکت کا وعدہ بھی آپ سے کرچکا ہوں ویسی ہی کوئی بات پیش آگئی تو مجبوری ہے ورنہ ضرور حاضرِ خدمت ہوں گا۔

اب کچھ ایسا رواج ہوگیا ہے کہ بھائی ساحلؔ واحقؔ بغیر سفر خرچ لئے ہوئے آنے کو تیار نہوں گے میں لکھوں یا بھائی بیباک لکھیں دونوں کا لکھنا نہ لکھنا برابر ہے اگر ان لوگوں کو آپ بلانا چاہتے ہیں تو نمائش سے مصارف بھجوا دیجئے شاید چلے آئیں۔

دل نمبر کے لئے میں نے نظم ماسٹر جگت سنگھ صاحب کے پاس لکھ کر بھیج دی پہلے بھی اطلاع آپ کو دے چکا ہوں اور پھر عرض کرتا ہوں میرے لئے کبوتروں کا انتظام رکھئے گا سب کے وعدہ دیکھ چکا ہوں معاف فرمائیے۔ اب آپ کا وعدہ دیکھنا ہے۔

گورکھپور کے مشاعرے کے لئے ابھی بسملؔ صاحب کو رخصت نہ ملی شاید شاہجہاں پور کے لئے مل جائے ان کو براہ راست دعوتی کارڈ بھیج دیجئے پتہ یہ ہے الہ آباد محلہ تکیئے پور منشی سکھ دیو پرشاد صاحب بسملؔ۔ بھائی بیباک صاحب کی خدمت میں آداب۔

۳۱ جنوری ۳۵ء
نیاز مند نوح از نارہ ضلع الہ آباد

(۵)

بنام میر یٰسین علی خاں

لختِ جگر سلمہٗ بہت بہت دعائیں :

اس بار انتظار میں تمھیں بہت تکلیف ہوئی ہوگی کیونکہ تمھارے خط کا جواب تاخیر سے لکھ رہا ہوں۔ ان دنوں میں خود بھی زیادہ تر بیمار رہا علاوہ اس کے کچھ افکار نے بھی سر اٹھانے نہ دیا یہی وجہ تاخیر جواب کی ہے۔ امید ہے کہ تم اس اتفاقی فردگزاشت کو معاف کرکے مجھے مطمئن کر دیگے۔

میں اپنے خیال میں تمھیں بھی اپنا بچہ جانتا ہوں واللہ اس تعلق کا کسی کو احساس نہیں جو میرے اور تمھارے دادا کے درمیان میں تھا داغ صاحب کے بہت سے شاگرد تھے مگر یہ خصوصیت اور کسی میں نظر نہیں آتی تمھیں اختیار ہے جو کچھ چاہتے ہو مجھے لکھو۔ مجھے کہو تم سے پہلے تو میں ہی سرنامے پر تمھیں لختِ جگر لکھ رہا ہوں یہ لفظ خاص اپنے بچہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

جب تم کو خط لکھنے کے لیے میں بیٹھتا ہوں تو حیدرآباد کے سارے واقعات یاد آجاتے ہیں اور اس کا اثر یہاں تک ہوتا ہے کہ پہروں طبیعت قابو میں نہیں رہتی ہائے کیا شیرازہ بکھرا کہ پھر ایک سے دوسرا دوبارہ زندگی میں نہ مل سکا اُس وقت کے سب لوگ اُٹھ گئے صرف نواب عزیز یار جنگ باقی ہیں۔ ابو الحمید صاحب وکیل کا حال معلوم نہیں زندہ ہیں کہ وہ بھی چل بسے عبد الغنی کو سنا تھا کہ کسی سرکار میں ملازم ہیں کس کس کو روؤں کس کس کا غم کروں اس سال تین بڑی ہستیاں دنیائے شاعری سے ہمیشہ کے لئے اُٹھ گئیں۔ عزیز لکھنوی مولوی فضلِ رب صاحب باغ مرادآبادی نواب میر حسن علی خاں صاحب عزیز صاحب سے تو دور کے تعلقات تھے لیکن باغ اور جناب امیر دونوں استاد کے شاگرد تھے ایک بار نواب صاحب نے مجھ سے کچھ ذکر اپنی جاگیر کے متعلق کیا تھا لیکن اب یاد نہیں کہ وہ کس قسم کی گفتگو تھی لہٰذا کوئی تامل نہ ہو تو مجھے لکھو کہ سالانہ آمدنی تمھاری کیا ہے اور آیندہ کے لئے ملازمت کی بابت تمھارا کیا خیال ہے اگرچہ بادی النظر میں یہ بے لگاؤ باتیں ہیں مگر میں معلوم کرکے مطمئن ہونا چاہتا ہوں میں علی گڑھ مشاعروں کے سلسلے میں تین بار گیا ہوں اگر اُس درمیان میں تم وہاں تنہا ہوگے تو تم نے مجھے دیکھا ہوگا مجھے معلوم ہوتا تو میں کوشش کرکے تمھارے دیدار سے محظوظ ہوتا مجھ سے احسن صاحب نے ذرا بھی تمھارا ذکر نہیں کیا غالباً اُس زمانے میں تم وہاں نہ تھے ورنہ کسی نہ کسی موقع پر ذکر آہی جاتا۔

بھائی سائل صاحب بھی دو چار سال سے زیادہ بیمار رہتے ہیں مجھ سے تو کہیں نہ کہیں مشاعروں میں ملاقات ہو جاتی ہے قدسیہ کی شادی میں مجھے انھوں نے بلایا تھا قریب ایک مہینے کے دلّی میں خوب خوب شعر خوانیاں رہیں۔

جلیل صاحب کا قطعۂ تاریخ[1] ذرا مجھے بھی دکھانا اُس وقت تو بظاہر نہیں مگر باطن میں وہ نواب صاحب اور داغ صاحب

---

[1] جلیل صاحب کے قطعۂ تاریخ سے مراد وہ قطعہ تاریخ ہے جو نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل نے نواب حسن علی خاں امیر کے انتقال کے بعد لوحِ مزار کے لیے مجھ کو بھیجا تھا۔ اور ان کا ارشاد یہ تھا کہ یہ آخری خدمت میرے ذمہ ہے۔

قطعۂ تاریخ رحلت :

بلند رتبہ سخن سنج ذی حشم نواب ‏ جہاں سے آہ گئے بخش دے انھیں قیوم
جلیل فکر سے نکلا ہے ایک سالِ وفات ‏ کہ خلدِ پاک میں پہنچے حسن علی مرحوم

۱۳۵۴ھ

سے کھلتے تھے حالاں کہ ان کی مخالفت کا کسی کو بھی خیال نہ تھا جلیل صاحب میرے قریب کے رہنے والے ہیں میں اُن سے بخوبی واقف ہوں ۔

جی تو یہی چاہتا ہے کہ میں کبھی نہ کبھی تم تک ضرور پہنچوں لیکن یہ اختیار مشیّت کو ہے میں بھی بوڑھا ہوا خواہش ہے کہ نواب صاحب نہیں تو تم سے مل کر اپنے غم زدہ دل کو شاد کام کروں مگر یہ کہتے ہوئے رنج ہوتا ہے کہ شاید یہ تمنا نہ نکلے گی اور یہ ارمان میں اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا ۔

فقیر کو نواب صاحب کی ترقیوں سے بے حد خوشی ہوئی اللہ تعالےٰ انھیں خوش رکھے اور اعلےٰ مراتب پر پہنچائے ۔

بھائی صاحب کو بعد وفات کے اگر داغ صاحب نے اصلاح دی تو تعجب نہیں میرے ساتھ بھی ایک اتفاق ایسا گذرا ہے

اپنی دادی صاحبہ کی خدمت میں بہت بہت آداب اور بچوں کو دعائیں کہنا ۔ فقط ۱۵ ستمبر ۳۵ء

دعاگو نوح

قصبہ ڈاک خانہ نارہ ضلع الہ آباد

(۶)

بنام دل شاہجہانپوری

بھائی صاحب آداب نیاز ۔ آپ کا وہ محبت نامہ جس کے فقرہ فقرہ اور ایک ایک لفظ سے اظہارِ محبت ہوتا ہے ملا ۔ مدت کے بعد یاد فرمائی کا شکریہ قبول فرمائیے میں نے دل نمبر میں جو کچھ لکھا وہ کسی تحریک سے نہیں لکھا بلکہ دل میں جو الفاظ تھے وہ بے ساختہ زبان سے نکل گئے رہ گیا آپ کا پسند کر لینا البتہ بڑی بات ہے داد ملی جی خوش ہو گیا ۔ میں سمجھا کہ محنت ٹھکانے لگی آپ کی طرح میں بھی بے چین ہوں لیکن ملاقات کی صورت نہیں نکلتی ایک موقع پر آپ نے یاد فرمایا تو حاضری سے معذوری رہی اس درمیان میں معمول سے زیادہ افکار رہے اللہ تعالیٰ طبیعت کو سکون دے ۔ بچوں کو دعائیں ۱۱ مئی ۳۶ء

نیازمند نوح از نارہ

(۷)

بنام دل شاہجہانپوری

بھائی صاحب آداب ۔ آخر کیا بات ہوئی کہ آپ نے خط و کتابت ہی بند کر دی ایک خط بھی آپ کو لکھا اس کا بھی جواب نہیں ملا ۔ معلوم نہیں آپ لکھنؤ جا کر لے این سپرو صاحب سے ملے یا نہ ملے ۔ آپ کی خیریت بہت دنوں نہیں معلوم ہوتی تو میں متردد ہو جاتا ہوں میرٹھ بھی آپ نہ پہنچے بنارس بھی نہ آئے پیلی بھیت کا کیا قصد ہے یہ مقام تو شاہجہاں پور سے دور نہیں غالباً دعوت نامہ تو ۱۴ رمئی کے متعلق آپ کو ملا ہو گا ۔ میرا بھی قصد شرکت ہے خدا کرے آپ سے وہاں ملاقات ہو ۔

شبیر میاں وغیرہ کو دعائیں ۴ رمئی ۴۵ء

نوح از نارہ ضلع الہ آباد

(۸)

بنام دلؔ شاہجہانپوری

بھائی صاحب آداب نیاز۔ آپ کے جتنے خطوط ملے سب کا میں نے جواب دیا لیکن سخت حیرت ہے کہ آپ کو میرا ایک خط بھی نہیں ملا میں اس درمیان میں زیادہ تر پنجاب میں رہا وہاں کے احباب معقول معاوضہ دیتے ہیں انھیں وجوہ سے لکھنؤ کے مشاعرہ میں پہنچنے سے معذوری رہی۔ پرسوں سترہ روز کے بعد دلی سے واپس ہوا ہوں۔ بھائی سائلؔ صاحب کے کلام کا انتخاب کر رہا تھا فی الحال ۲۰۰ غزلیں شایع ہوں گی انھوں نے چھ دیوان چھوڑے ہیں۔ ان سب کا بیک وقت طبع ہونا محال تھا۔ اس کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ آپ کا وقار میرے دل میں کس قدر ہے کوئی جانے نہ جانے میں خوب آپ کو جانتا ہوں اور یہی حال آپ کا بھی میرے ساتھ ہے۔ حافظ جلیل حسن صاحب جلیؔ بسے خدا آپ کو قائم رکھے اب منشی صاحب[ؔ۱] مرحوم کے شاگردوں میں آپ کا دم غنیمت ہے ممکن ہے کوئی صاحب اور آپ کے استاد بھائیوں میں ہوں لیکن میں تو مشہور نہیں جناب سرسپتر و صاحب سے جب ملنے کا ارادہ ہو تو میں دریافت کر کے لکھوں کیوں کہ موصوف بیش تر ہفتوں باہر آتے جاتے رہتے ہیں مجھ کو خبر بدسہارن پور کے مشاعرے میں ملی تھی جس پر بدریافت خیریت میں نے شبیر میاں کو خط لکھا تھا شفیقؔ نے آپ سے سچ کہا تھا باقی خیریت ہے بچوں کو بہت بہت دعا اگر پہلی بھیت میں مشاعرہ ہوا تو ملاقات کا امکان ہے فقط ۵ رمارچ ۱۹۴۶ء

خیر طلب نوحؔ ناروی از نارہ ضلع الہ آباد

(۹)

بنام دلؔ شاہجہانپوری

نارا ضلع الہ آباد
۵ ستمبر ۱۹۴۸ء

مکرمی زاد لطفہٗ آداب نیاز

مدت سے آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوئی خدا کرے مزاج آپ کا بخیر ہو۔ علی گڈھ میں ایک بار آپ سے سرسری ملاقات بھی ہوئی تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔

میں سمجھتا تھا کہ علی گڈھ میگزین کا نکلنا بھائی احسن صاحب مرحوم کے بعد بند ہو گیا لیکن عزیزی رئیس احمد کے پاس دیکھ کر حیرت ہوئی کہ آپ کے اہتمام سے یہ رسالہ نکلے اور میں اس کے دیکھنے سے محروم رکھا جاؤں۔ میرے آپ کے معمولی مراسم نہیں اگر آپ نے میرے اس عریضے کا جواب عنایت فرمایا تو میں اپنا کلام رسالے کے لیے ارسال خدمت کروں گا۔ زیادہ تسلیم فقط

خیر طلب قدیم نوحؔ ناروی

---

[۱] منشی امیر احمد صاحب امیرؔ مینائی

(۱۰)

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی

۲۵ ستمبر ۱۹۵۰ء

مکرم و محترم زاد لطفہٗ آداب و نیاز۔ لمعات کے سلسلے میں آپ سے اور مجھ سے پہلے کچھ خط وکتابت رہی اُس کے بعد یہ سلسلہ اس وجہ سے ملتوی ہو گیا کہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں تعطیل کا زمانہ آگیا پھر ادھر مجھے کچھ ایسی پریشانیاں رہیں کہ میں کوئی خط آپ کو نہ لکھ سکا۔ مجھے اُسی وقت سے اس دیوان مومن کی تلاش رہی جس کی شرح آپ نے تحریر فرمائی تھی۔ خدا خدا کر کے شانتی پریس کا مطبوعہ دیوان کتابستان الہ آباد سے ملا۔ میں آج کل اُسے دیکھ رہا ہوں۔ شرح میں جو آپ نے معنی و مطالب لکھے ہیں وہ ہر طور سے قابل مدح و ستائش ہیں۔ فی الحقیقت آپ نے شرح لکھ کر محض مومن پر نہیں بلکہ دنیائے ادب پر ایک عظیم الشان احسان کیا ہے شعر پڑھ کر شرح دیکھتا ہوں تو بے ساختہ آپ کی محنت اور وسعت معلومات کی داد دینی پڑتی ہے۔ لوگ غالب کو اس زمانے میں سب سے بہتر شاعر سمجھتے اور جانتے ہیں لیکن مومن کا کلام ان کے کلام سے بدرجہا بلند اور بہتر ہے۔ اب یہ فرمائیے کہ کیا مومن کا اتنا ہی کلام ہے اور اس دیوان کو محض دیوان ہی کہہ سکتے ہیں یا کلیات بھی۔ کہیں یہ صرف غزلوں کا انتخاب تو نہیں ہے اور بقیہ کلام اس کے علاوہ ہو امید کہ جواب خط سے آپ مجھے محروم نہ رکھیں گے۔ میں جس حال میں ہوں شکر ہے خدا کرے آپ بھی بخیریت ہوں۔ فقط

خیر طلب نوح ناروی از نارہ ضلع الہ آباد

(۱۱)

بنام دلؔ شاہجہانپوری

برادر محترم زاد لطفہٗ آداب نیاز

میں آپ سے رخصت ہو کر کانپور ہوتا ہوا بخیریت مکان پہنچ گیا آپ نے اس بار جو میری خاطر مدارات کی اگرچہ وہ نئی نہ تھی پھر بھی مجھے اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے میں بے حد ممنون ہوں اس قدر اس زمانے میں کون کس کا خیال کرتا ہے دیکھوں اب میرا آخری وقت ہے پھر آپ سے ملاقات ہوتی ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو بہت دنوں تک زندہ رکھے کیونکہ ادب اور قوم کی ایک خاص یادگار آپ ہیں۔ شفیق میاں شبیر میاں ان کے بچے کو بہت بہت دعائیں سہیلؔ آداب عرض کرتے ہیں۔ ۱۸ اپریل ۱۹۵۲ء

آپ کا بھائی نوحؔ ناروی
از نارہ ضلع الہ آباد

بنام دلؔ شاہجہانپوری

(۱۲)

بھائی صاحب آداب آپ نے تو ستم کیا کہ میرٹھ نہ تشریف لائے خدا جانے ممبر مشاعرہ نے آپ کا مطالبہ نہ بھیجا یا آپ کے نہ آنے میں کوئی خاص وجہ آپ ہی کی طرف سے ہوئی۔ مشاعرہ دو دن میں ختم ہوا میں بھی منتظر رہا میرے احباب بھی ملنے کے مشتاق رہے انھیں تاریخوں میں پٹنہ میں بھی مشاعرہ زیر صدارت سر تیج بہادر سپرو تھا وہ مجھے اپنے ساتھ پٹنہ لئے جا رہے تھے مگر میں آپ کے خیال سے معذرت کر کے ان کے ساتھ نہ جا سکا میں آج تک تو یہاں ہوں غالباً کل دلی روانہ ہو جاؤں گا آپ کے نہ آنے سے مجھے تردد ہے خدا کرے آپ کا مزاج اچھا ہو بشرط ممکن جلد اپنی خیریت سے اطلاع دیجئے کہ تردد رفع ہو غالباً پانچ چھ روز میں وہاں رہوں گا دلی کا پتہ یہ ہے:

دہلی حوض قاضی لال دروازہ بر دولت خانہ حضرت سائلؔ دہلوی

نوح ناروی

نیاز مند نوح از میرٹھ حیات بلڈنگ

بیگم پطرس بخاری

جہانگیر پورہ پشاور
۶ دسمبر ۱۹۶۷ء

مکرمی طفیل صاحب۔ سلام مسنون: سید احمد شاہ پطرس بخاری کے انتقال کے فوراً ہی بعد جو خطوط مجھے ان کی رفیقۂ حیات یعنی چچی جان سے یہاں پشاور میں موصول ہوئے۔ ان میں تین عدد خطوط کی دستی اور فوٹو سٹیٹ کاپیاں ارسالِ خدمت ہیں۔ نفسِ مضمون چچا جان کی اچانک موت اور رسم چہلم کے انتظام و اہتمام سے تعلق رکھتا ہے۔

چند حوالوں اور اشاروں کی تشریح اس موقع پر مناسب معلوم ہوتی ہے۔ جن کا منسلکہ خطوط میں ذکر آیا ہے۔

(۱) بیگم پطرس بخاری کا نام زبیدہ بیگم تھا۔ اور اس کا ذکر حضرتِ سالک مرحوم کے نام پطرس کے خطوط میں اکثر آیا ہے۔ ملاحظہ ہو نقوش کا پطرس نمبر۔ مرحوم بخاری اپنی رفیقۂ حیات کو BOBBY (بوبی) کے نام سے یاد کرتے تھے۔ حوالہ مندرجہ بالا۔

(۲) میں پطرس مرحوم کا بھتیجا یعنی سید محمد شاہ رفعت بخاری کا بیٹا ہوں۔ جس کا ذکر حضرتِ سالک مرحوم نے اپنی سوانح حیات میں یوں کیا ہے کہ رفعت صاحب سے میرا تعارف ان دنوں ہوا تھا جب احمد شاہ بخاری سے مجھے شناسائی حاصل نہ تھی۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ کالج لاہور میں ان کا شاگرد بھی رہ چکا ہوں جہاں سے میں نے ۱۹۳۱ء میں ڈگری حاصل کی تھی۔ عرصہ ہوا رفعت مرحوم کی غزلیں "زمیندار" کے پورے سرورق پر چھپ چکی ہیں۔

(۳) منصور اور ہارون پطرس صاحب کے لڑکوں کے نام ہیں۔ ان کی لڑکی کوئی نہ تھی۔ محمود میرے چھوٹے بھائی کا نام ہے۔ زرینہ منصور میاں کی اور روش ہارون میاں کی بیگم ہیں۔

(۴) میری والدہ بیگم بخاری کی رشتہ میں پھوپھی ہوتی تھیں۔ اور شادی کے بعد بھی بیگم پطرس بخاری انہیں پھوپھی ہی کے نام سے یاد کرتی تھیں۔ نہ کہ بھابی کے نام سے۔

(۵) رسم قل کے فوراً بعد بیگم پطرس بخاری کو ان کے بڑے لڑکے سید منصور بخاری اپنے ساتھ چٹاگانگ لے گئے تھے۔ جہاں وہ پاکستان تمباکو کمپنی میں ملازم تھے۔ اور ان کی نگرانی ہی میں امریکہ والوں سے خط و کتابت ہوئی۔

(۶) چچی جان پطرس صاحب کے والد بزرگوار کو "باجی" کے نام سے یاد کرتی تھیں۔ ملاحظہ ہو۔ خط نمبر ۱:

"میں انشاء اللہ سب کام طے کرنے کے بعد سیدھی یہاں سے پشاور آؤں گی اور "باجی" کی قبر پر جا کر ان سے کہوں گی کہ ان کا چاند احمد شاہ ہم سب کو داغِ مفارقت دے کر ان سے جا ملا۔ (پطرس صاحب کے والد صاحب پشاور میں دفن ہیں، ملازمت

سے پہلے پطرس مرحوم اسی مکان میں رہتے تھے۔ جہاں سے میں خط لکھ رہا ہوں۔

(۷) خط نمبر ۲ میں نقوش کے پطرس نمبر کا ذکر ہے۔ جس کے چھپنے کی اطلاع میں نے ان کو دی تھی۔ مرحومہ اس نمبر کے لیے آپ کی اور قبلہ سالک صاحب مرحوم کی بے حد ممنون تھیں جس کا ذکر انہوں نے مجھ سے کئی بار کیا۔ تفصیل آپ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ پطرس نمبر نکال کر آپ نے ہم سب پر احسان کیا۔

(۸) جب آخری بار بیگم پطرس بخاری کراچی سے پشاور کے لیے روانہ ہوئیں۔ تو راستے میں پہلے چند دن لاہور قیام کیا۔ پھر پطرس بخاری مرحوم کی ہمشیرہ رشیدہ بیگم کے پاس راولپنڈی میں ٹھہریں اور پیشتر اس کے کہ وہ پشاور پہنچ سکیں انہوں نے ۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۶۰ء بروز جمعۃ المبارک انتقال فرمایا اور انہیں وہیں راولپنڈی میں دفن کیا گیا۔ اتفاق کی بات ہے پطرس صاحب نیویارک اور بیگم راولپنڈی میں دفن ہوئیں۔ نہ پشاور نہ لاہور نہ کراچی ؎

مارا دیارِ غیر میں اپنے وطن سے دُور

رکھ لی ہے خدا نے مری بیکسی کی شرم

(۹) رسم چہلم یہاں پشاور میں ۱۱ جنوری ۱۹۵۹ء کو ادا کی گئی تھی (ختم قرآن مجید۔ فاتحہ۔ درود)

(۱۰) پطرس صاحب مرحوم کے دونوں لڑکے نیویارک اپنے والد مرحوم کی قبر پر فاتحہ کے لیے گئے تھے۔ پہلے چھوٹا لڑکا ہارون گیا تھا۔ بعد میں موقعہ پاکر بڑا لڑکا منصور گیا تھا۔ اس کا ذکر منسلکہ ایک آدھ خط میں ہے۔

(۱۱) خطوط کا مضمون شستہ۔ بامحاورہ اور تملق و تصنع سے پاک ہے اور ان جذبات کی پوری ترجمانی کرتا ہے جو مرحومہ کو مرحوم پطرس اور ان کے چاہنے والے اور خاندان کے دیگر افراد سے تھی۔

خاکسار

(شیر احمد شاہ بخاری) ایس اے۔ بخاری

(۱)

عزیزم شیر احمد شاہ دعائے عمر درازی۔ عزیزم چہلم گیارہ کو کر رہے ہیں! میرا دل یہاں مضطرب ہے۔ میں چاہتی تھی کہ میں خود آکر کروں۔ مگر منصور کہتا ہے۔ کہ آپ چلی گئیں تو جو خط وکتابت امریکہ سے چیزوں وغیرہ کے متعلق ہو رہی ہے۔ وہ سب التوا میں پڑ جائے گی کہاں پشاور اور کہاں ہانگ کانگ۔ کیا کروں عجیب کش مکش میں پڑ گئی۔ ذہن کا راستہ ہوتا۔ تو پاندہ پوچھتی۔ لڑکوں کی نہ مانوں تو مشکل۔ منصور کہتا ہے۔ کہ کوئی آپ نے دکھاوا تو کرنا نہیں۔ شیر بھائی جان اتنے دور اندیش ہیں جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ سب کچھ مان جائیں گے کہ اس وقت آپ کے یہاں سے چلے جانے سے کتنا نقصان ہو جائے گا۔ کوئی ضروری جواب امریکہ دینا پڑ جائے تو کون خط پر سائن کرے گا۔ کس سے صلاح لیں گے یہاں آپ کے ہوتے ہوئے سب کام آسانی سے ہو جائیں گے۔ کراچی سے امریکہ جو موٹر ہے۔ اس کے لئے پرمٹ کی درخواست میری طرف سے کی ہوئی ہے۔ اس کا بھی جواب نہیں آیا۔ بنک سے حساب پوچھا ہوا ہے۔ امریکہ سے ابھی جواب نہیں آیا سامان کی اُن لوگوں نے فہرست بھیجی ہوئی ہے۔ اس کا مضمون وکیل سے لکھوایا ہوا ہے۔ کہ وہاں سے سامان بھیجنے کا اختیار کس کو دیا جائے اُن سب پر میرے دستخط ضروری ہیں۔

میں تو ضد کر کے بھی پہنچ جاتی مگر سب باتیں جو میرے سامنے ہیں ان کو نظر انداز کر کے کیسے بھاگ نکلوں۔ مگر دل ہے کہ پارہ

پارہ ہوا جاتا ہے مجھے آپ سب پر بھروسہ ہے۔ میری غیر موجودگی بھی آپ سب کی محبت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی کیا کروں کیا نہ کروں؟ دل دن رات روتا ہے۔ کہ یہ ہوا تو کیا ہوا میں تو اتنی جلدی یہ منحوس خبر سننے کو تیار بھی نہیں تھی کہ میرا چاند احمد شاہ اتنی جلدی چھپ جائے گا اور ہم سب کو آناً فاناً داغ مفارقت دے کر سو من مٹی کے نیچے پردیس میں رہ جائے گا۔ کاش خدا ایک دفعہ ان کو مہلت دیتا کہ اپنی پیاری صورت ہمیں پھر دکھاتے مگر اس کو یہی منظور تھا۔ یہ میرا زخم تو بھرتا ہی بھرنے گا۔

دُنیا میں اس کمی کو کبھی کوئی پُورا نہیں کر سکتا آنکھیں کیا دل روتا ہے۔ میں انشاء اللہ سب کام طے پانے کے بعد سیدھی یہاں سے پشاور آؤں گی اور باجی کی قبر پر جا کر ان سے کہوں گی کہ اُن کا چاند احمد شاہ ہم سب کو داغِ مفارقت دے کر اُن سے جا ملا۔

سب کو میرا سلام و پیار۔ خیر طلب چچی۔ (چٹاگانگ)

(۲)

عزیزم شیر احمد شاہ سلمہ ربہٗ۔ دعا۔ تمہارا خط ملا۔ جس کو پڑھ کر دل کو بے حد تسلی ہوئی۔ مجھے آپ سب سے یہی امید تھی کہ سب کام جس خلوص اور محبت سے آپ سب کر سکتے ہیں وہ آپ ہی کو خدا نے یہ نعمت ودیعت کی ہوئی ہے اتوار کا دن میرے لئے بہت ہی اُداس دن تھا۔ مگر میں کیا کرتی نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ میرے ابھی بہت سے کام ادھورے ہیں۔ جن کے لئے میری موجودگی یہاں بہت ضروری ہے۔ ابھی امریکہ کے بنک سے حساب کتاب و پنشن کے کاغذات کچھ آ گئے ہیں کچھ تفصیل معلوم کرنے کے لئے خط و کتابت کر رہے ہیں جونہی یہ کام سب پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے تو میں کراچی جاؤں گی اُس کے بعد پشاور آؤں گی جیسا کہ تمہیں معلوم ہی ہے۔ کہ اپنے پیارے احمد شاہ کا ماتم کرنے کا مجھے موقع ہی کہاں ملا آپ سب میں جب تک مل کر نہیں بیٹھوں گی کہاں دل کو تسکین مل سکتی ہے۔ میں نے ہمیشہ پشاور والے گھر کو اپنا ہیڈ کوارٹر سمجھا اور انشاء اللہ ہمیشہ ہی سمجھوں گی آپ لوگوں سے میری اُمیدیں اور پیار ہمیشہ وابستہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا دنیا کی کوئی طاقت مجھے موت کے سوا آپ سب کے پیار اور عزت سے الگ نہیں کر سکتی۔ احمد شاہ پیارے چلے گئے مگر ان کے چاہنے والے ابھی ہیں اور خدا ان کو رکھے کاش مجھے کچھ پہلے سے ان کے دُنیا سے رخصت ہونے کی آگاہی ہوتی۔ تو میں سربسجود ہو کر ان کی زندگی کی خدا سے جھولی پھیلا کر دعا کرتی۔ مگر امریکہ کے ڈاکٹروں کے علاج کا ایسا بھوت سوار تھا۔ کہ میں موت کے خیال کو کبھی تصوّر میں بھی نہیں لا سکی، ایک لمحہ کے اندر سب کھیل ختم ہو کر رہ گیا۔ بعض اوقات دل اب بھی یہ بھیانک سین ماننے کو تیار نہیں ہوتا دل کو آمادہ کرنا پڑتا ہے کہ بدقسمتی سے ایسا ہی ہوا ہے۔ خط مجھے ضرور لکھتے رہا کریں۔ شاید اس سے دل بہلا رہے ایک تانگ سی لگی رہتی ہے۔ پھوپھی صاحبہ اور سب کو بہت بہت سلام دو۔ انجمن آرا اور سب کو دعا پیار۔ ایبٹ آباد سے مولوی صاحب کا بہت ہی اچھا خط افسوس کا آیا تھا۔ ان کو بھی شکریے کا خط لکھوں گی۔

پطرس نمبر ابھی تک نہیں ملا۔ منتظر ہوں۔ تصویر جو ہارون کے پاس راولپنڈی میں آپ نے دیکھی تھی۔ اس طرح کی منصور کے پاس بھی ہے۔ ہارون آیا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ لاہور زیدی فوٹوگرافر کو لکھ کر کاپیاں بنواؤں گا۔ پھر انشاء اللہ آپ کو اور محمود کو بھیج دیں گے۔ سامان کی فہرست نیویارک سے آ گئی ہے۔ ان کو قانونی طور پر میں نے اختیار لکھوا کر بھیج دیا ہے کہ وہ کراچی مجھے

بھیج دیا موٹر کے متعلق بھی انہوں نے پوچھا تھا۔ اس کی اجازت یہاں منگوانے کی پاکستان گورنمنٹ سے لے لی ہے۔ اور معلومات جتنی ملیں گی اطلاع دیتی رہوں گی۔ سٹیٹ بنک کو لکھ دیا ہے۔ روپے کے متعلق جب پوری اطلاع ہمیں ملے گی۔ وہاں کے بل وغیرہ چکانے کے بعد سب حساب مفصل لکھیں گے۔ لہٰذا یہ کام بھی بہت حد تک پورا ہو گیا ہے۔ ہر کاغذ ہر خط پر میرے دستخط چاہیئے ہوتے ہیں۔ یہ اچھا ہوا جو میں یہاں آ گئی ورنہ سب چیزیں التوا میں پڑ جاتیں۔ چٹا گانگ ڈھاکہ کی دوری بہت ہے۔

سب کی خیریت کی طالب تمہاری چچی جان ۱۸ر جنوری۔ (چٹاگانگ)

(۳)

مورخہ ۱۲ر فروری۔

عزیزم شیر احمد شاہ۔ دعا۔ عرصہ سے تمہارا خط نہیں آیا جس سے آپ لوگوں کی خیریت معلوم ہوتی۔ میرا خیال ہر وقت تم سب کی طرف لگا رہتا ہے۔ میرا یہاں کا کام تقریباً ختم ہی ہو رہا ہے۔ میں فروری کے آخر یا مارچ کے شروع میں کراچی چلی جاؤں گی۔ ہارون اپریل کی ستائیس تاریخ لندن جا رہا ہے۔ روشن کو ساتھ جانے کی اجازت کمپنی نے تو دے دی ہے مگر ابھی سٹیٹ بنک سے جانے کی اجازت مل جائے تو جب بات ہو۔ میرا پروگرام یہ ہے کہ میں شروع مئی میں پشاور آؤں۔ جولائی کے آخر میں منصور کراچی تبدیل ہو کر آئے تو میں کراچی اس وقت آ جاؤں۔ واپسی پر ایک ہفتہ کے لیے لاہور ٹھہروں گی۔ ابھی تک تو یہ پروگرام ذہن میں بنائے بیٹھی ہوں۔ اب جو خدا کو منظور ہوگا ہو جائیگا۔

پھوپھی صاحبہ کیسی ہیں۔ ان کو میرا اسلام۔ انجم کو دعا پیار، حسینہ کو پیار۔ کوئی نئی تازی خبر ہو تو لکھیں۔ محمود کی کیا خبر آتی ہے۔ میں بھی آج اس کو خط لکھ رہی ہوں۔ ہارون اٹھارہ مارچ کو ڈھاکہ سے چلے گا۔ اپریل کے پہلے ہفتے تک جہلم نوشہرہ۔ راولپنڈی کام کرے گا۔ اس کے بعد کراچی ہیڈ آفس میں کام کرے گا۔ پھر ستائیس کو لندن ایک ماہ کے لئے روانہ ہو جائے گا۔ اگر روشن ساتھ گئیں تو دو ماہ کی چھٹی لے کر اِدھر اُدھر گھومیں گے۔ ایک ہفتہ کے لیے ہارون اکیلا امریکہ بھی باپ کی قبر دیکھنے جائے گا۔ دونوں بچوں کو روشن اپنی ماں کے پاس رکھ کر جائے گی۔

منصور، زرینہ آداب کہتے ہیں۔ خیر طلب محبت سے یاد کرنے والی چچی۔ (چٹاگانگ)

شوکت تھانوی

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

بزرگ محترم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

میں وکیل ہوں۔ حالانکہ مقدمہ آپ کو لکھنا ہے۔ موکل کا اصرار یہ ہے کہ عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی کے مجموعۂ کلام گلرنگ پر دریابادی صوفی کا مقدمہ ہونا چاہیے۔ یہ انتخاب درحصل میرا تھا اس لیے کہ رؤف صاحب کے کلام میں تصوف کی جھلک ہے۔ بہرحال سرسری ورق گردانی کے بعد آپ کے چند صفحے اس مجموعہ کو بہت کچھ بنا سکتے ہیں۔ اور میری وکالت کا بھرم قائم رہ سکتا ہے۔ سفارش ختم۔ تقاضہ شروع ــــ تو اب کب تک یہ مقدمہ مل جائے گا۔

عقیدت کیش: شوکت تھانوی

(اس کا جواب یہ گیا تھا):۔

بندہ نواز۔ وعلیکم السلام۔

میں متوقع تو خود "منشی جی" کی آمد کا تھا۔ بہ نفسِ نفیس، اصالتاً، بلا شرکتِ غیرے ــــ وہ آئے تو سہی، مگر اس سج دھج سے کہ کسی کا ہاتھ پکڑے ہوئے، مٹکاتے ہوئے لا رہے ہیں، اور کسی کا عصائے پیری لیے ہوئے ہیں! ــــ یہ منشی جی وکیل کب سے ہو گئے؟ "خود مختار" تو ہمیشہ سے تھے، یہ "مختار" کا چغہ کب سے پہن لیا؟

"ملاحظہ" سونگھ لیا۔ "گلرنگ" کے رنگ و بو کی سیر کر لی۔ آپ کے شاعر صاحب تضمین کے لیے کلام کا انتخاب خوب اور بہت خوب کرتے ہیں۔ یہ دلیل ہے اُن کی سخن سنجی کی۔ رہی سخن گوئی، تو ــــ تو بہتر تو یہی ہے کہ آپ اور مجمل صاحب دونوں اپنی فرمایش کو سرِ دست امانت رہنے دیں، اور آیندہ کسی موقع پر مجھ سے خدمت لے لیں۔

یہ نہ قبول ہو تو پھر یہ کیجیے کہ آپ خود ہی میری طرف سے کچھ لکھ لکھا دیجیے، اور میں اسے پڑھے بغیر آنکھ بند کر کے اُس پہ دستخط کر دوں ــــ اور دوسرے دن لکھنؤ ریڈیو کو ایک نیا عنوان ہاتھ آ جائے ــــ "منشی جی نے تقریظ لکھی"

(عبدالماجد) ۲۲ مارچ ۱۹۴۱ء

(۲)

<u>بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی</u>

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ
۱۴ رمارچ ۱۹۴۱ء

بزرگِ محترم - گرامی نامہ موصول ہو کر باعثِ اعزاز ہوا۔
یہ بالکل طے شدہ مسئلہ ہے کہ مقدمہ خواہ وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو آپ ہی کو بہت جلد لکھنا ہے۔ میں وعدہ کر چکا ہوں کہ علامہ دریا بادی کا مقدمہ بہت جلد حاصل کر لوں گا۔ اگر میں خود لکھ سکتا تو اس وقت ریڈیو میں ملازم نہ ہوتا بلکہ دریا باد کی طرح تھانہ بھون میں بیٹھا ہوا ہندوستان بھر کو اپنا معتقد بنا رہا ہوتا۔
آپ کی مصروفیتیں معلوم۔ آپ کے وقت کی قیمت کا احساس اور آپ کے پروگرام کے بھرپور ہونے کا بھی اندازہ مگر ایک گناہ نیاز فتحپوری کے لیے نہ سہی رؤف صاحب کے لیے سہی۔ بہرحال اس عریضہ کے جواب میں آپ کے مقدمہ کا انتظار رہے گا۔

عقیدت کیش : شوکت

(۳)

<u>بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی</u>

پنجولی آرٹ پکچرس مسلم ٹاؤن
لاہور - ۲۷ رجولائی ۱۹۴۳ء

بزرگ محترم - السّلام علیکم - میں تھانوی ہوں حضرت مولانا علیہ الرحمۃ سے یوں بھی کچھ نسبت رکھتا ہوں مگر تعزیت کر رہا ہوں ایک دریا بادی سے ــــ اس کی بھی کوئی وجہ ہو گی۔ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی۔ میں نے مظہر صاحب کو تعزیت نامہ نہیں لکھا۔ اور نہ کسی دوسرے تھانوی عزیز کو۔ دل چاہتا ہے کہ صرف دو بزرگوں سے تعزیت کروں۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری سے اور آپ سے - ان کا پتہ نہیں معلوم اور آپ کو لکھ رہا ہوں۔ اس قسم کے موقعوں پر جو کچھ کہنے کو دل چاہتا ہے وہ کہا نہیں جا سکتا۔ پھر یہ بھی تو فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ میں کسی سے ہمدردی کیوں کروں جبکہ خود ہمدردی کا مستحق ہوں۔ آپ کی طرف ذہن منتقل ہوا۔ دل چاہا کہ لکھ دوں کہ ؏

تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

مگر اس "چیخ پکار" کی کیا ضرورت ہے۔ غم ہم دونوں کو چپکے چپکے وہیں لے جا رہی ہے۔ پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کھو گیا ہے۔ کچھ ڈھونڈھنا چاہتے ہیں۔
آج کل آپ مجھ سے بہت قریب ہو گئے ہیں۔ یہ بُعد اور یہ قرب۔ لکھنؤ دریا باد سے اتنا قریب نہ تھا جتنا لاہور ثابت ہوا ہے۔ آپ کی دو کتابیں ابھی پڑھی ہیں۔ مضامین عبدالماجد اور محمد علیؒ کی ذاتی ڈائری۔ تیسری کتاب مُردوں کی مسیحائی،

منگا رہا ہوں۔

مضامین عبدالماجد میں بہت سی پڑھی ہوئی چیزیں پھر پڑھیں اور چند پڑھ کر دوسروں کو بھی سُنائیں۔ مگر محمد علیؒ کی ذاتی ڈائری کے مطالعہ میں تو اتنا خود غرض بن گیا تھا کہ کسی اور کو سُنانا کیا معنی؟ اگر کسی کو اپنی طرف آتا ہُوا دیکھتا تھا تو بھی کتاب کے ساتھ کہیں چھپ جانا چاہتا تھا تاکہ وہ ماحول جو اس کتاب نے طاری کیا ہے مجھ کو پھر اسی سینچی میں نہ پھینک دے جہاں کا میں رہنے والا ہوں۔ اس قسم کا ماحول ناولوں کو طاری کرتے تو دیکھا تھا۔ افسانوں سے پیدا ہوتے تو سُنا تھا۔ اس قسم کے ماحول کا تجربہ نیلی چھتری اور امراؤ جان ادا کے سلسلہ میں تو ہوا تھا۔ مگر کسی کے حالاتِ زندگی اور یہ انہماک؟ مگر مجھے تعجب نہیں اس لیے کہ محبوب کا بیان ہے اور جادوگر کی زبان۔ افسانوں پر واقعات کا گمان تو بارہا ہوا تھا۔ مگر اس واقعہ پر افسانے کا گمان پہلی مرتبہ ہُوا۔ محمد علی سے کس کو محبت نہ ہوگی اور کون نہ سمجھتا ہوگا کہ ہم ہی سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ مگر اس کتاب کو پڑھ کر یہ ہُوا کہ زندہ محمد علیؒ سے جتنی محبت نہیں تھی اتنی زندۂ جاوید محمد علیؒ سے آپ نے کرا دی۔

آپ کو محمد علیؒ سے جو تعلق تھا وہ اِس کتاب کے ایک ایک لفظ سے پھوٹا پڑتا ہے۔ محمد علیؒ ہر سطر میں مسکراتے، جھومتے اور سانسیں لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں نے آپ کو بہت پڑھا ہے مگر اس کتاب میں تو حال بھی ہے اور قال بھی۔ ادب بھی ہے اور جذب بھی۔ محض رنگ ہی نہیں بو بھی ہے۔ میں نے مولانا رئیس احمد جعفری کی سیرت محمد علیؒ پہلے ہی پڑھ لی تھی۔ مگر محمد علیؒ سے اب متعارف ہُوا اور سچ تو یہ ہے کہ آپ سے بھی اسی کتاب کے بعد تعارف حاصل ہُوا ہے ہاتھ اکثر ملے ہوں گے مگر ہاتھ چومنے کو اب دل چاہتا ہے۔ چُوموں گا۔ جی بھر کر چوموں گا۔

میں ریڈیو میں گاتے گاتے فلم میں ناچنے یہاں آگیا ہوں۔ زندگی عجیب تاریک وادیوں سے نور کی طرف لے جا رہی ہے۔ دعا کیجیے کہ نور کے بجائے نار منزل نہ بن جائے۔

احقر شوکت تھانوی

(۴)

<u>بنام مولانا عبدالماجد دریابادی</u>

مولانائے محترم! السلام علیکم

کتاب شیش محل حاضر ہے۔ اس کا صفحہ ۱۸۳ ملاحظہ فرمایئے اور اس پر صدق میں تبصرہ بھی کر دیجیے۔

کلام پاک کا پارہ کلیجہ سے لگا لگا کر پڑھ رہا ہوں۔ پڑھ لوں تو کچھ عرض کروں۔

آپ کا

شوکت تھانوی

(۵)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

دفتر سانگ پبلسٹی ۔ ممتاز منزل ۔ امین الدولہ پارک لکھنؤ

۲؍ دسمبر ۴۴ء

بزرگ محترم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

والدہ محترمہ کی زندگی سے تو خیر میں نے بہت کچھ حاصل کیا ۔ مگر موت بھی بہت کچھ دے گئی ۔ غم ہی نہیں بلکہ غم کی بے ثباتِ حقیقت کا عرفان بھی یعنی بقر عید کے دن مجھ کو بلا کر متعدد مرتبہ فرمایا کہ گواہ رہنا میں کلمہ پڑھ رہی ہوں مسلمان پیدا ہوئی تھی اور اپنے نزدیک ایمانداری کے ساتھ اب تک مسلمان ہوں اور میری روح تم سے وابستہ رہے گی جب تک تم مسلمان ہو ۔

آپ مطمئن رہیں میں نے ایک مسلمان کی حیثیت سے مشیّتِ ایزدی کے حضور سرِ تسلیم خم کر رکھا ہے ۔

بزمِ رفیع کی طرف سے بھی آپ مطمئن رہیں اس ادارہ کا مقصد اس لٹریچر کی اشاعت نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں بلکہ رفیع احمد خاں مرحوم کے متعدد تنقیدی مضامین، ریڈیو کی تقریریں، کتابوں پر مقدمے وغیرہ بکھرے پڑے تھے ان کو یکجا کر لیا جائے گا ۔ دوسرے ایک مرحوم دوست کے نام سے ایک ادارہ کچھ ادبی سرگرمیاں دکھاتا رہے گا ۔ اُس کلام کی اشاعت کا سوال اگر ہوتا تو ظاہر ہے کہ میں خود اشتراکِ عمل نہ کر سکتا ۔ اگر اس کے باوجود آپ میرے لیے مناسب نہ سمجھیں تو مجھے لکھ دیجیے میں وجہ دریافت کیے بغیر کنارہ کش ہو جاؤں ۔ آپ کا شوکت

(۶)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

دفتر سانگ پبلسٹی ارگنائزر یو ۔ پی

ممتاز منزل ۔ امین الدولہ پارک لکھنؤ ۱۰؍ مئی ۴۴ء

بزرگ محترم' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خوب، بہت خوب ۔ "حقیقت" میں غالباً صدق سے ماخوذ نئی آواز پر آپ کا تبصرہ ابھی دیکھا ۔ جی خوش ہو گیا ۔ میرا نام بلاوجہ اِس فہرست میں دیا گیا تھا ۔ چنانچہ آپ نے اِس پروگرام کو سُنا ہو گا اور آپ خوش ہوئے ہوں گے کہ میں اپنے سینگ لیے الگ بیٹھا رہا ۔ بکھیڑوں میں شامل نہ ہُوا ۔ اس نئے ادب سے تو بے ادبی معاف گھامڑ ہونا اچھا ہے ۔ ادیب نہ سمجھے جائیں گے بلا سے مگر شریف تو رہیں گے ۔ خدا کو منہ تو دکھا سکیں گے ۔ انجمن بہارِ ادب کے مشاعرہ میں غزل پڑھی تو اس سلسلہ میں بھی ایک شعر ہو گیا تھا ؎

اب نیا رخ ہے نئی دنیا نئے علم و ادب   ان نئی تاریکیوں کو روشنی کہہ لیجیے

خیر یہ تو سب کچھ ہے مگر انیس احمد صاحب عباسی نے جو شذرہ "نئی آواز کا اجرا" کے زیرِ عنوان آپ کے تبصرہ کے ساتھ ہی ۱۱ رمئی کی اشاعت میں پیش کیا ہے وہ بجائے خود ایک عجیب چیز ہے۔ غالباً ہمارے بھائی صاحب نے از رہ شفقت بزرگانہ یہ سمجھ لیا ہے کہ کوئی رسالہ کاغذ پر چھپا ہوا روشنائی کے سیاہ حروف کے ساتھ ان کے سامنے پیش ہونے والا ہے۔ اگر آپ کے ملاحظہ سے یہ شذرہ نہ گذرا ہو تو میں ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ انیس بھائی کو سمجھایے کہ خدا کے لیے ہنسنے والوں کی جماعت میں رہ کر ہنسانے کے سامان مہیا نہ کریں۔ ان کی طرف سے ریڈیو کی مخالفت اس قدر غلط اور دھواں دھار ہو رہی ہے کہ "اندھے کی داد نہ فریاد اندھا مار بیٹھے گا" یہ طریقہ ذرا غلط ہے۔ میں ان سے کہنا نہیں چاہتا مگر مخالفت کو وزنی بنانے کی ضرورت ہے اور ذاتی اغراض سے اس کو بالا رکھنا ہی پڑے گا۔

اُمید ہے کہ مزاجِ عالی بخیر ہوگا۔ اطلاع ملی تھی کہ آپ چپکے سے لکھنؤ آکر چلے گئے، خدا کرے یہ خبر غلط ہو۔

آپ کا شوکت

(۷)

<u>بنام مولانا عبدالماجد دریابادی</u>

ممتاز منزل۔ امین الدولہ پارک

لکھنؤ۔ ۱۷ رمئی ۱۹۴۴ء

بزرگ محترم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

گرامی نامہ موصول ہوا۔ سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا ہے کہ عبدالرؤف صاحب عبّاسی کو ٹیلیفون کر کے ان سے عرض کیا ہے کہ مجھ کو صدق کا جنوری سے خریدار بنا لیں اور جنوری سے اب تک کا فایل بھیجدیں۔

کل ریڈیو کے نئے اسٹیشن ڈائرکٹر جگل کشور صاحب مہرا سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ صاحب نہایت معقول آدمی ہیں آپ کے شذرہ کے حامی ہیں اور ان کو حامی بنایا گیا ہے۔ آپ جب لکھنؤ تشریف لائیں گے تو وہ آپ سے خود مل کر آپ کو مطمئن کر دیں گے اور غالباً یہ تمام لغویتیں جو اب تک ہوتی رہی ہیں مہرا صاحب کے زمانہ میں نہ ہوں گی —
مہرا صاحب اُس زمانے میں اسٹیشن ڈائرکٹر رہ چکے ہیں جب لکھنؤ عروج پر تھا اور یہ شکایات دور تک نظر نہ آتی تھیں۔ اُمید ہے کہ اب ریڈیو اسٹیشن کے حالات اب درست ہو جائیں گے۔

لیجیے عبدالرؤف صاحب عباسی کا ٹیلیفون آگیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پُورا فایل جنوری سے اب تک کا موجود ہے صرف دو پرچے غائب ہیں — ۷ر فروری — ۱۰ ر اپریل

میں نے اُن سے فایل منگا لیا ہے اور ان دو پرچوں کی کمی کے متعلق آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کچھ مدد کر سکیں گے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا — لکھنؤ کب تشریف لا رہے ہیں؟

آپ کا شوکت

(۸)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

محترمی۔ السلام علیکم

انگریزی خط دفتری ہے اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

ایک خطبۂ صدارت کل تک ارسالِ خدمت کروں گا۔ اگر پسند آئے تو صدق میں دے دیجیے گا۔ ورنہ پڑھ کر خوش ہو لیجیے گا۔

آپ کا شوکت

(۹)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

بزرگ محترم! السّلام علیکم

یہ ہے وہ خطبہ۔ مقصد یہ ہے کہ آپ صرف پڑھ لیں۔ صدق کے کام آسکے تو کیا کہنا ورنہ میں تو اسی سے مطمئن ہو جاؤں گا کہ آپ کی نظر سے گذر گیا۔

آپ کا شوکت

(۱۰)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

ممتاز منزل۔ امین الدولہ پارک لکھنؤ

۴ر فروری ۱۹۴۶ء

بزرگ محترم۔ السلام علیکم۔

"ما بدولت" کے متعلق آپ کا تار نما خط موصول ہُوا۔ آپ کو مجھ سے جو محبّت ہے یہ اُسی کا اظہار تھا ورنہ کتابیں تو بہت سی چھپا کرتی ہیں۔ مجھے ابھی پبلشر نے کتابیں نہیں بھیجیں ورنہ میں خود حاضر خدمت کرتا۔ آتے ہی روانہ کروں گا۔ انقلاب نے کیا لکھا ہے؟ اگر اس کا تراشا آپ بھیج سکیں تو بے حد ممنون ہوں گا۔

آپ کا شوکت

(۱۱)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

ریڈیو پاکستان لاہور

۲۰ مئی ۱۹۴۸ء

محترم و معظم، السلام علیکم

معلوم نہیں یہ ڈاک کی خرابی ہے یا قسمت کی۔ آپ کے والا نامہ مورخہ ۲۸ر دسمبر کا جواب دیا تھا مگر آپ کے والا نامہ مورخہ ۲۸ر اپریل سے معلوم ہُوا کہ آپ کو وہ عریضہ نہیں پہنچا۔ خدا کرے یہ خط مل جائے۔

اس گرامی نامے کے جواب میں دانستہ تاخیر کی ہے کہ شرکتِ علیہ والوں سے اور طفیل صاحب سے مل کر آپ کو

پہلے نانوے کے پھیر سے نکلواؤں پھر جواب دوں۔ جب مسودہ کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ وہ آپ کو بھیج دیا گیا ہے تو اب عریضہ لکھ رہا ہوں۔ اب فرمایئے کہ مل گیا یا یہ بھی "چور کہ تھا جو مجھ کو دیا گیا۔"

آپ کے خط کے حوالے سے میں نے پنڈت آنند نرائن مُلّا کا شکریہ ادا کیا ہے۔ صاحب یہ بُت کافروں ہی مسلمانوں کا ایمان لیا کرتا ہے۔ یہ تعصب ہے اس شخص کا مطلب یہ کہ دل پوجا شروع کر دے۔ شرافت کسی کا ٹھیکہ نہیں اور یہ شخص تو عجیب و غریب شریف دل رکھتا ہے اپنے سینے میں۔

اب تو جب آپ لوگوں کا خط آتا ہے۔ پڑھ کر ایک آہ نکلتی ہے ——— ہائے لکھنؤ ——— اور پھر دن بھر کچھ اس قسم کے گانے گنگنانے کو دل چاہتا ہے:

"بہت دن بیتے ساجن کو دیکھے"

"مل کے بچھڑ گئیں انکھیاں ۔ ہائے راما"

ایک شعر جگر کا اکثر پڑھا کرتا ہوں ؎

ہزاروں قربتوں پر یوں مرا مہجور ہو جانا ۔۔۔ جہاں سے چاہنا اُن کا وہیں سے دور ہو جانا

خدا مبارک کرے کھایئے خوب خربوزے۔ آم بھی حاضر ہیں۔ رہ گئے ہم تو ہمارا بھی اللہ مالک ہے۔ آموں کے فراق میں لسّی پی پی کر زندگی کو طویل کر رہے ہیں کہ شاید یہ فاصلہ سکڑنا پھر سیکھ لے۔

اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہیے اور مسوّدے کے متعلق ضرور لکھیے کہ مل گیا یا نہیں؟

آپ کا شوکت

(۱۲)

بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی

بزرگ محترم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ

"صدق جدید" دو ہفتے سے مل رہا ہے۔ اِس مرتبہ تو ایسا ملا کہ مجھے گم کر گیا، "شوکتیات" پر آپ کا تبصرہ آپ کی اُس محبت کی چغلی کھا رہا ہے جس کا مستحق میں ہرگز نہیں مگر جس پر مجھے ناز بیشک ہے۔ یہ کوئی رسمی بات نہیں اور نہیں آپ سے غلط بیانی کی جرأت کر سکتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ آپ میری حوصلہ افزائی کے لیے واقعی جیتے رہیں اور خیریت ماضی کے ساتھ جیتے رہیں۔

اس تبصرے میں آپ نے یہ چور خوب پکڑا ہے کہ "جس کے نتیجے کے طور پر" نتیجہ ہے انگریزی خبروں کے ترجموں کے مطالعہ کا۔ بارہ سال تک ایک دہلوی کی شاگردی میں یہ بھاڑ بھی جھونکا ہے نا۔ وہی سید جالب مرحوم جن کا ذکر آپ خود اسی تبصرے میں کر گئے ہیں۔ میں اس مشورے پر ہمیشہ ناز کروں گا اور آئندہ اس کا خیال رکھوں گا۔

آپ نے ایک تراشہ بھیجا تھا۔ "شوکت تھانوی ایکٹر بن گیا" خداوند کریم اسی گناہ کو معاف کر دے کہ فلموں

کی کہانیاں اور مکالمے لکھتا ہوں۔ مگر باپ دادا کی عزت کا اب ایسا دشمن بھی نہیں کہ ایکٹنگ شروع کر دوں ؎

فعلی ہائے کتابت مت پوچھ   لوگ شوکت کو لتا باندھتے ہیں

مجھ کو والدِ مرحوم یا تھانہ بھون سے اب ایسی شکایت بھی نہیں کہ ان کا نام ڈبونے کے لیے بھانڈ بن جاؤں۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا خادم : شوکت

۲۰ / مارچ ۱۹۵۲ء ۔ لاہور

(۱۴)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

ریڈیو پاکستان، لاہور

۱۶ / فروری ۱۹۵۵ء

مولانائے محترم، السلام علیکم

گرامی نامہ موصول ہوا۔ دونوں خطوں کی رسید مل گئی۔ واقعی یہ بات اصولاً غلط تھی کہ آپ پر قوی صاحب کا مضمون نکلا۔ میں نے طفیل صاحب کو بھی آپ کا خط دکھا دیا وہ اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ مضمون آپ کے ایما سے لکھا گیا ہے۔ اسی لیے انھوں نے میرا مضمون روک کر یہ مضمون دے دیا۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔ ایسے حادثے بھی ہو جاتے ہیں۔

آج ہی "محمد علی ۔۔ ڈائری" کا دوسرا نسخہ مل گیا جو ارباب ریڈیو کے سپرد کر دیا گیا۔ تبصرے کی تاریخ اور وقت سے اطلاع دوں گا۔ مگر یہ نسخہ جس طرح پیک ہو کر آیا ہے اُس سے سخت تکلیف پہنچی۔ مجھ سے زیادہ شاید آپ کو تکلیف ہو میں اُس پیکنگ کے وہ کاغذ سب تو نہیں بھیج سکتا چند ملفوف کر رہا ہوں۔ قرآنِ پاک کے اوراق اور ان کا یہ استعمال ۔۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ میں تو دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔

آپ مارچ یا اپریل میں جب بھی کراچی جاتے ہوئے لاہور سے گذریں اگر اپنے قیام کا شرف مجھ کو عطا فرمائیں تو میں کہہ سکوں گا کہ ؎

زقدر و شوکتِ ماجد نہ گشت چیزے کم   کلاہِ گوشۂ شوکت بہ آفتاب رسید

یہ دوسری بات ہے کہ پہلے مصرعے میں بھی شوکت آگیا ہے

آپ کا خط مجھے ۱۴/ کی صبح ملا اور دہلی سے براڈکاسٹ ۱۲/ کی شام کو تھا محروم ہی رہنا پڑا۔ کم سے کم یہی بتا دیجیے کہ بات کیا تھی۔

امید ہے کہ مزاجِ عالی بخیر ہوگا۔

عقیدت کیش : شوکت تھانوی

۲۷ / فروری

یہ خط ۱۶/ کو لکھا اور پھر صدر جمہوریہ ترکیہ کی آمد کے سلسلے میں نہ جانے کتنا کام آپڑا کہ بہت کچھ بھول جانا پڑا بہرحال آج یہ خط پوسٹ کر رہا ہوں اور آج ہی یہ خیال بھی آیا کہ قرآن مجید کے وہ اوراق اس خط میں آپ کو بھیج کر بے ادبی کا اعادہ میں آخر کیوں کروں لہٰذا وہ اوراق نہیں بھیجتا۔

شوکت

(۱۴)

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی

ریڈیو پاکستان لاہور
۲۷ جنوری ۵۵ء

سیّدی و مولائی - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

"محمد علی" کا ایک نسخہ ناشرین کی طرف سے موصول ہُوا۔ ظاہر ہے کہ یہ کس کے اشارے پر بھیجا گیا ہوگا۔ جو ناراض ہوکر بھی ناراض نہیں رہ سکتا۔ جو غیر متعلق بنکر بھی متعلق ہے۔ بہرحال میں نے کتاب وصول کی اور دل ہی دل میں کہا کہ ؎

پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں

اُس فلم والی لغویت کے بعد، خط لکھتا تو کس منہ سے لکھتا۔ البتہ آپ کی ناراضگی پر نازاں ضرور رہا کہ کوئی تو ہے جس کو میری اس پستی پہ دُکھ ہُوا۔ اور یہ دُکھ ہر ایک کو نہیں ہو سکتا کسی اپنے ہی کو ہو سکتا ہے۔ بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا کہ اپنی صفائی پیش کروں کہ رسالہ نقوش کے شخصیات نمبر میں مجھ سے لکھنے کو کہا گیا۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ۔۔۔۔ ۔۔ رسالہ نکلنے کے بعد آپ خود ملاحظہ فرمالیں گے اور اسی مضمون میں اُس فلم والی لغویت کی تفصیل بھی اقبالِ جرم[1] کے انداز سے دیکھ لیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں بخشش کا مستحق ہوں مگر اعتراف، جرم کو ہلکا ضرور کر دیتا ہے۔ پھر دریا بادی کی دریا دلی سے اُمیدیں تو بہت ہیں۔ ورنہ ڈوبنے کے لیے بھی کہیں اور نہیں جانا۔

"محمد علیؒ" کا مطالعہ کتاب ملتے ہی شروع ہو چکا ہے اور بڑی تقویت ہو رہی ہے کہ محمد علیؒ کو بھی عبدالماجد ویسے ہی ملے تھے جیسا عبدالماجد کو شوکت ملا ہے۔ محمد علیؒ نے اگر ملحد عبدالماجد کو مسلمان بنا دیا تو کیا عبدالماجد بے حیا شوکت کو باحیا بھی نہ بنا سکیں گے۔ اللہ ری بے حیائی کہ اتنے بڑے جُرم کے بعد یہ خط بھی لکھ رہا ہوں اور اس بیباکی سے لکھ رہا ہوں اور اس سے زیادہ بیباک وہ نقوش کے شخصیات نمبر والا مضمون ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔ مگر میں کس مُنہ سے خیریت پوچھ سکتا ہوں۔

شرمسار شوکت تھانوی

---

[1] اقبالِ جرم پر خیال آیا کہ آج کل نظموں کا ایک مجموعہ مرتب کر رہا ہوں جس میں علامہ اقبال کا کلام پیشِ نظر ہے اور اُسی کی روشنی میں مومن مسلمان، مردِ حُر کو ڈھونڈھنے کی کوشش میں ناکامی کا اظہار ہے۔ کتاب کا نام ہوگا "اقبالِ جرم" ایک نظم کی پیروڈی حاضر ہے۔ یہ وہی نظم ہے ؎ ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
جس میں تین شعر ہیں مومن دنیا میں اور آخری شعر ہے مومن جنت میں اب ملاحظہ ہو پیروڈی:

مومن

کمزور مقابل ہو تو فولاد ہے مومن انگریز ہو سرکار تو اولاد ہے مومن

"قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت" اس قسم کی ہر قید سے آزاد ہے مومن
ہو جنگ کا میداں تو اک طفلِ دبستاں کالج میں اگر ہے تو پریزاد ہے مومن

مومن جنت میں

شکوہ ہے فرشتوں کو کم آمیز ہے مومن
حوروں کو شکایت کہ بہت تیز ہے مومن

بنام مولانا عبدالماجد دریابادی (۱۵)

ریڈیو پاکستان لاہور
۲۹ رجون ۱۹۵۶ء

سیدی و مولائی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

ابھی آپ کا کارڈ ملا۔ اگر یہ نہ بھی ملتا تو بھی میں یہ خط ضرور لکھتا۔ میں یہ عریضہ کیوں لکھتا۔ یہ تو بعد میں عرض کروں گا۔ پہلے آپ کے صحیفۂ گرامی کا جواب عرض کر دوں۔

"ہم سے پردہ رہا" تک تو درست ہے مگر "غیروں سے ملاقات رہی" والی بات اس لیے درست نہیں ہے کہ امین بھی آخر دریابادی ہی تو ہیں یہ دوسری بات ہے کہ آپ کے پاس پہنچ جاتا تو بیڑہ پار ہو جاتا اور اُن کے پاس پہنچ کر "دریابُرد" ہو کر رہ گیا۔ لکھنؤ سے دریاباد کا فاصلہ واقعی کچھ بہت نہ تھا مگر پاؤں میں مہندی نہ سہی بیڑی ضرور تھی۔ بیوی بچے سب ساتھ تھے اور ان سب کے ساتھ سفر انگریزی کا SUFFER بن جاتا ہے۔ بیگم صاحبہ کا عالم یہ ہے کہ لاہور میں رہ کر جب میرے منہ سے بیساختہ "ہائے لکھنؤ" نکلتا ہے وہ بڑے طنز سے فرماتی ہیں کہ ع وہ گلیاں یاد آتی ہیں جوانی جن میں کھوئی ہے
اور جب میں لکھنؤ کے لیے رختِ سفر باندھتا ہوں وہ بھی اس ڈر سے ساتھ ہو جاتی ہیں کہ کہیں یہ نامراد وہ جوانی پھر نہ ڈھونڈھ لائے۔ اب آپ ہی فرمایئے کہ اس پورے قافلے کو لے کر میں کیا دریاباد آتا۔ آپ سے کونسا باپ مارے کا بیر ہے کہ یہ غدر آپ پر نازل کرتا۔ امین صاحب سے تو خیر یہ تکلیف وہ مذاق ہو سکتا ہے مگر زیادہ حدِ ادب۔

اب وہ بات عرض کروں جو مجھ سے یہ خط لکھوانے والی تھی۔ لکھنؤ میں عزیز محترم حکیم عبدالقوی صاحب نے ازرہِ کرم محمد علیؒ کا دفترِ دوم عنایت فرمایا۔ میں نے اس کے مطالعے میں وہی بے صبری دکھائی جو روزہ دار افطار کے وقت دکھاتے ہیں۔ اس حصے کی آن بان ہی دوسری ہے۔ میں نے زندگی بھر آپ کو اتنا نہ ہنسایا ہوگا جتنا آپ نے مجھ کو رُلایا جی چاہتا تھا کہ محمد علیؒ زندہ ہوتے اور میں اپنے یہ آنسو اُن کے قدموں پر نچھاور کرتا۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۸۵ تک ایک عجیب محویت طاری رہی اس کے بعد یہ دیکھ کر طبیعت سخت بے مزہ ہو گئی کہ بجائے صفحہ ۱۸۶ کے پھر ۱۸۲۔

اور ۱۸۳ شروع ہوگیا اور ۱۸۳ کے بعد پھر ۱۸۸۔ گویا دو صفحے ۱۸۶، اور ۱۸۷ غائب ہیں۔ معلوم نہیں یہ صرف اسی نسخہ میں ہُوا ہے یا سب میں یہ ظلم ہُوا ہے۔ بہرحال جلد ساز کو ابھی میں نے یہ کتاب نہیں دی ہے۔

اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا اور یہ بھی امید ہے کہ میرے دریا باد نہ پہنچنے کی شکایت بھی اب باقی نہ ہوگی — انشاء اللہ اگلے سفر میں تلافی ہو جائے گی۔

آپ کا شوکت تھانوی

شاد عارفی

بنام جاوید کمال صاحب

۷ ر جولائی ۱۹۵۶ء

میرا حقیقی نام احمد علی خاں اور گھریلو لڈن ہے۔ میرے والد مولوی عارف اللہ خاں افغانستان سے تعلیم حاصل کرنے رامپور آئے (یہ نواب کلب علی خاں کا زمانہ تھا) میرے نانا مولوی سید ولی خاں صاحب جو میرے والد کے دور کے عزیز اور قریب کے کسی موضع میں رہتے تھے وہ ان سے بہت پہلے رامپور آکر مدرسۃ العالیہ کے فارغ التحصیل ہو کر مدرسۃ العالیہ ہی میں ملازم ہو چکے تھے اور یہاں کے مشہور پٹھان عثمان خاں صاحب کی لڑکی سے شادی کر لی۔ پہلی اولاد میری والدہ تھیں جو رامپور ہی میں پیدا ہوئیں۔ بعد ازاں نواب علاؤالدین خاں صاحب والیٔ لوہارو میرے نانا کو ملازم رکھ کر (ایک بہت بڑے مباحثہ کے بعد) ریاست لوہارو لے گئے اور اپنے لڑکوں کی عربی تعلیم پر مقرر کیا۔ میرے والد ساتھ گئے اور دو سال تعلیم سے فارغ ہو کر نواب صاحب کے ایما سے پولیس لوہارو میں پہلے ہیڈ کانسٹیبل اور پھر حسن کارکردگی کی بنا پر سب انسپکٹر ہوئے اس کے بعد میرے نانا نے اپنی لڑکی سے ان کی شادی کر دی۔ میں وہیں ریاست لوہارو میں پیدا ہوا۔ میری پیدائش کا صحیح سن میری والدہ کو یاد نہیں رہا تھا والد صاحب نے کوئی یادداشت نہیں رکھی تھی۔ والدہ کہتی تھیں کہ سنہ ۱۹۰۰ء سے لے کر ۱۹۰۳ء تک کسی سنہ میں میری پیدائش ہوئی۔ واللہ اعلم — میری ددھیال ساری کی ساری افغانستان میں ہے۔ اسی طرح ددھیال ننھیال بھی افغانستان ہی کی ہے۔ لوہارو سے پنشنر ہونے کے بعد میرے والد اور نانا دونوں رامپور چلے آئے۔ میں نے عربی تعلیم صرف و نحو کلام پاک والد سے گھر پر پڑھا فارسی اور اُردو کی تعلیم حکیم غلام حیدر عرف عمی میاں صاحب سے حاصل کی اور پھر والد صاحب کی مرضی کے خلاف اپنے ماموں کے ذریعہ انگریزی اسکول (حامد اسکول) میں داخلہ لے لیا۔ ابھی نواں پاس کر کے دسویں جماعت میں پہونچا ہی تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا — اور مجھے پورے گھر کا بوجھ سنبھالنا پڑا۔ ٹیوشنیں شروع کر دیں خود بھی پڑھتا رہا، مگر افکار و حوادث نے اتنی مہلت نہ دی کہ فارسی کے امتحانات ایڈوانس اُردو کے بعد منشی الہ آباد اور کامل کر کے بیک تیج میں بی اے کر سکتا۔ فاضل کا امتحان بھی پیسہ نہ ہونے کی بنا پر پاس نہ کر سکا اس لیے کہ اس میں لاہور جانا پڑتا تھا جو میرے لیے ناممکن تھا — کارخانوں میں ملازمتیں کرتا رہا، دو سال شوگر فیکٹری میں اکاؤنٹنٹ رہا۔ پھر منیر پروڈکٹس میں سپروائزر رہا۔ پھر "سی اوڈی" میں پیمر چیکر ہوا متعدد ملازمتیں کیں اور چھوڑ دیں۔ آخر میں ریاست ختم ہونے سے پانچ سال پہلے یہاں رامپور میں ناصر مسعود صاحب جو آج کل انڈونیشیا میں بھارت کی طرف سے انڈر سیکرٹری ہیں یہ رامپور میں پبلک انفارمیشن آفیسر ہو کر

آئے اور موصوف نے بطورِ خود مجھے بلا کر بڑے اخلاق سے گفتگو کی اور کہا کہ ہم ایک نیم سرکاری پرچہ نکال رہے ہیں تم اس کی ایڈیٹری کر لو۔ چنانچہ میں نے وہ ایڈیٹری ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر منظور کر لی۔ پھر انھیں کی کوشش سے اسٹیٹ پریس میں انگلش پروف ریڈر ہُوا۔ جب ریاست کا پریس ختم ہو گیا تو مجھے بجٹ اکاؤنٹنٹ کی جگہ بدل دیا گیا جہاں ڈیڑھ سال رہا۔ پھر ریاست ہو گئی۔ اور نئی حکومت نے ہندی کا امتحان لیا جس میں بہت اچھے نمبروں سے اس لیے پاس ہُوا کہ میں تقسیمِ ہند سے بہت پہلے کافی ہندی پڑھ چکا تھا کیونکہ میری مدِ نظر ہندی عروض (چھنگل) حاصل کرنی تھی اور پھر گیتوں کا سلسلہ جاری کرنا تھا ادھر سنسکرت کے دوہوں سے (عرب شعرائے جاہلیت کے بعد) خاصی دلچسپی تھی چنانچہ میں نے ہندی پہلے ہی سیکھ رکھی تھی۔ مگر کلکٹر آفس کے سپرنٹنڈنٹ شرما کے مدِ نظر کچھ اور ہی تھا انھیں بتایا گیا تھا کہ میں ایک خطرناک شاعر ہوں۔ لطیفہ یہ ہے کہ ریاست کے حکام مجھے ففتھ کالومسٹ سمجھتے تھے اور بھارت کے حکام نے مجھے دوسروں کے کہنے سننے سے کامونسٹ سمجھا حالانکہ خدا شاہد ہے مجھے ان دونوں سے دلچسپی نہیں اور نہ لگاؤ۔ میں تو محض شاعری میں خیانت سے بچتا رہا۔ اور شعر کے تقاضے پورے کرنے کے لیے دنیا کا تماشا جو دیکھتا رہا۔ یہ بات آسمان میں تھگلی لگانے والے شعرا کو جن کی چکی میں حکام رامپور بھی تھے۔ کھلتی تھی چنانچہ وہ لگائی بجھائی کرتے رہتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شرما صاحب نے مجھے رامپور کے (سائبیریا) تحصیل سوار میں ––– ڈگریڈ کر کے ناظر کے عہدے پر جانے کو مجبور کیا اور کہا کہ اگر تم نہیں جاؤ گے تو موقوف کر دیئے جاؤ گے۔ مجبوراً جانا پڑا اور وہاں جاتے ہی ملیریا میں مبتلا ہُوا اس ملیریا کا بھگتواں آج تک بھگت رہا ہوں۔ صحت قطعاً خراب ہو چکی ہے اور یہاں میں نے چالیس سال کی عمر میں گھریلو دشواریوں اور والدہ کی بصارت جاتے رہنے کی وجہ سے شادی بھی کی۔ بیوی ڈیڑھ سال زندہ رہی اور پھر وہی زندگی کی دشواریوں کا سامنا۔ اس کے بعد تقسیمِ ہند واقع ہُوئی۔ میں نے بیماری سے تنگ آ کر نوکری چھوڑ دی۔ تھوڑے بہت حقوق مل گئے۔ پراویڈنٹ فنڈ آج ۶ برس ہونے کو آئے نہیں ملا ہے۔ ہزاروں درخواستیں دیں مگر کسی نے ایک نہ سنی۔ ادھر والدہ کی پنشن جو بارہ سے تھی وہ بھی بھارت نے ڈیڑھ سال بھیجنے کے بعد ایسی بند کی ان کے انتقال تک نہ ملی۔ اور نہ کوئی جواب ملا کہ کیوں بند کی گئی۔ اب اپنے بھتیجے ماسٹر فدا احمد کے ہاں محلہ بریاں میں رہتا ہوں۔ گھر کا ٹھیکرا بھی والدہ کے انتقال پر فروخت کر دیا۔ اور اب بقولِ غالبؔ یہ سوچتا رہتا ہوں۔ ع بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیے ––– میری شاعری کی ابتدا یوں تو انگریزی کے پانچویں کلاس سے ہوتی ہے۔ مگر اس میں شدّت ساتویں کلاس سے پیدا ہوئی جبکہ مجھے ایک لڑکی (جس کا نام نہیں بتاؤں گا) سے محبت ہوئی اور ایک دوست علی حسن خاں ماہرؔ اور مولوی منہاج الدین مینائی کی صحبتوں نے میری شاعری کو چمکنے میں بڑی مدد دی مولوی منہاج الدین صاحب عربی کے فاضل اور ادب سے خاصی دلچسپی رکھنے والے دوست تھے۔ مینائی خاندان کا قرب بھی میری شاعری میں شامل ہے۔ امیرؔ مینائی کے پوتوں سے دوستی اور یکجائی نے شاعری پر کافی اثر ڈالا۔ اس کے بعد میں مولانا مولوی محمود صاحب شفقؔ رامپوری کا شاگرد ہُوا دس سال تک اُن سے غزلوں میں اصلاح لی۔ نظمیں مولوی منہاج صاحب کی فرمائش سے خود لکھیں اور اصلاح نہ لی۔ سب سے پہلے نظم "اضطرار" ۱۹۳۰ء میں رسالہ ہمایوں میں شائع ہُوئی اور پھر یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ نظم کے اندر طنز میرا خاص موضوع رہا اور اب غزل میں بھی یہی چیز پسند کرتا ہوں۔ آخر میں

جبکہ مولانا شفق لاہور چلے گئے تو ایک صاحب کی ضد میں فصاحت جنگ حضرت جلیل کا بہ ذریعہ خط و کتابت شاگرد ہُوا۔ آٹھ دس غزلوں کے بعد انھوں نے مجھے تاریخ اصلاح لکھ دیا اور پھر یہ بھی ہُوا کہ نظام حیدر آباد کی طرف سے ایک سرکلر جاری ہوا کہ آپ ہمارے استاد بہت بوڑھے ہو گئے ہیں لیکن ان کے شاگردوں کو اصلاح بند کر دینی چاہیئے۔ چونکہ میں ریاست کے زمانے میں ریاست کے خلاف لکھتا رہا اس لیے حکومت نے مجھے کوئی سپورٹ نہیں دی۔ تیسرے درجہ کے شعرا پر نظرِ عنایت رہی۔ جس کی مجھے کبھی پروا نہیں رہی۔ میں اپنا کمال میں مست تھا اور آج بھی ہوں۔ ریاست کے عہد میں ایک مرتبہ حکیمہ شرکت کی تھی اور ایک مرتبہ نامر مسعود صاحب کے حکم سے رضاکاروں کے مشاعرہ میں شریک ہُوا تھا اور بس۔ لیکن ان حالات میں بھی وہ چیزیں پڑھیں کہ سامعین مع صدر کے دھپ رہ گئے۔ اور پھر مجھے کبھی نہیں بلایا اور میں یہی چاہتا بھی تھا —— اس وقت میرے پاس سات مجموعہ کا مسالہ تیار ہے۔ ایک غزلوں ایک رباعیات و قطعات اور پانچ نظموں کا۔ ناشرین سے میزان اس لیے نہیں پٹی کہ وہ آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے تھے۔ میرے دو شاگردوں رشید احمد خاں محمود اور رفعت علیخاں مضطر نے اپنی رقم لگا کر رامپور سے ایک مجموعہ "سماج" شائع کیا تھا۔ جس کے چھپتے ہی تقسیم ہند کا واقعہ ہُوا اِدھر مجموعہ بھی ایسا نہ چھپ سکا جیسا کہ میں چاہتا تھا کہ بہرحال وہ ایک مجموعہ بازار میں نہ آنے کے برابر رہا ——

نوٹ۔ عزیزم جاوید۔ میں نے قلم برداشتہ یہ سب کچھ لکھ دیا ہے۔ تم جہاں چاہو کانٹ چھانٹ کر سکتے ہو۔

شاد عارفی

(۲)

بنام خلیل الرحمٰن اعظمی صاحب

رامپور

محلہ بیریاں

۱۹، جولائی ۱۹۵۶ء

(صبح عید اضحیٰ)

عزیزم و مشفقم اعظمی "صاحب"۔ السلام علیکم

عزیزم و مشفقم کے ساتھ "صاحب" مجھے نہیں لکھنا چاہیئے تھا مگر دل نہیں مانا۔

عید مبارک۔ تمھارا لفافہ جاوید کمال کے ہاتھ ملا۔ اس مرتبہ تم نے جس خلوص اور محبت کے ساتھ خط لکھا ہے وہ کافی متاثر کر دینے والا ہے۔ تم لوگوں کے دلوں میں اگر میری قدر ہے تو یہ تمھارے اپنے مزاج کا حسن ہے نہ کہ میرا فن بیان و زبان —— میں خطوں کے جوابوں میں کبھی کوتاہی اور تساہل نہیں برتتا —— دراصل اُدھر تم مصروف رہے اِدھر میں بھی اپنی مشکلات میں گھرا رہا۔ علیگڑھ میں ہونے کے باوجود اس بار تفصیلی ملاقاتیں نہ ہو سکیں۔ میں بے تکلفی کے ساتھ اپنی فطرۃ کی یہ کمزوری (اگر وہ ہو) بیان کر دوں کہ جہاں مجھے کسی شخص کے اندازِ سلوک اور طرزِ گفتگو میں کچھ مغائرت کی جھلک نظر آئی وہیں میں نے اس سے تعلقات منقطع کر لیے۔ اس سلسلے میں کئی اچھے دوست بلکہ پہلی محبت میں ناکامی خرید لی۔ تو ہاں اس مرتبہ اور اس سے پہلے بھی علیگڑھ کے قیام میں مجھے تمھارے اندر کچھ رُوکھا پن جس کو اب میں "جذبی پن" کہتا ہوں نظر آیا تو میں نے اس کا اظہار جاوید سے کیا اور کہا کہ اب خلیل الرحمٰن اپنے آپ کو "والا مرتبت" قسم کا آدمی سمجھنے لگا ہے لہذا = الفقط —— لیکن

اس حالت کو "شکر رنجی" کہتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی سی "مزید شکر" میٹھا سا رنگ لائی اور ہم پھر وہیں آگئے۔ جہاں دوستی میں کوئی تکلف روا نہیں رہتا ـــ طبیعت کے اضمحلال اور کمزوری کی وجہ سے تمہاری بعض چیزیں دیکھیں پھر آنکھ سے پانی جاری ہو گیا۔ اس سلسلہ کسی آیندہ وقت کے لئے رکھ چھوڑیں (میری رائے ہے) (بہ اعتبارِ فن) کلیتہً نہ سہی لیکن وہ نوجوان جنہیں تم بھی ایک حد تک شامل ہو آخر میں محسوس کریں گے کہ انھوں نے فن سے بغاوت کر کے کچھ دانشمندی نہیں کی۔ یہ محبوبانِ میر و میرزا "جو شوخ رنگ کا لباس اور تیر تلوار باندھ کر چلتے تھے۔ یہ سب کیا تھا۔ یہی کہ پہلے "عاشقانِ آشفتہ سر" لباس سے متاثر ہوتے ہیں اور پھر عشق وادا سے "گدڑی میں لعل" پہچاننے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ لوگ (تم بھی) نہیں آؤ گے کہ کسی "حسین خیال" کو ادا کرنے کے لیئے سب سے پہلے الفاظ کی خوبصورتی "مرصع سازی" ملحوظ رکھنی پڑے گی ورنہ ناظر آنکھ بھی اُٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ چالیس برس کی فنی مشق کے باوجود بلا مبالغہ ہر روز پچاس ساٹھ نادر تخیلات ذہن میں آتے ہیں۔ لیکن مشکل سے پانچ چھ فنی گرفت میں آتے ہیں اور باقی کو ترک کر دینا پڑتا ہے اور صرف اس لئے کہ ان کے ادا کرنے کے لیے موزوں الفاظ دستیاب نہیں ہوتے۔ روکھے پھیکے لفظوں میں ان سب کی گرفتاری ممکن ہے مگر بے سُود۔ ایک ہی مثال لو۔ مرے پڑوس میں شراب بکتی ہے۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں ایک ذہنی کوفت اس وجہ سے رہتی ہے کہ جب وہ شخص (شراب فروش) خم سے بوتلوں میں بھرتا ہے تو تمام کمرہ اور گھر گندگی سے بھر جاتا ہے۔ دماغ پریشان ہو کر اُبکائیاں لینے لگتا ہے۔ تو میں اس خیال کو نظم کرنے کے لیے ڈیڑھ سال سے کوشاں تھا کہ یہ محسوسات کاغذ پر آجائیں مگر ممکن نہ ہوا (موزوں الفاظ کی عدم موجودگی کی بنا پر) مگر پرسوں ایک قطعہ ہُوا اور میں نے قلم برداشتہ لکھ ڈالا ـــ تم بھی اس پس منظر میں اس قطعہ کو دیکھو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ ڈیڑھ سال کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ یہیں سے ہم "شعرا" ناقدین کو بُرا سمجھنے لگتے ہیں کیونکہ وہ شعر کے پس منظر میں نہیں جاتے اور نہ اُن کے پاس کوئی ایسا مقیاس الشعر ہوتا ہے جس سے اُن کو پتہ چلے کہ اس شعر کے کہنے میں کتنا وقت صرف ہُوا اور کیوں ؟

ایک تانتا بندھا ہے رندوں کا
بوتلوں کی صفیں، بجوم ایاغ
خشتِ خم بار بار اُٹھتی ہے
چوٹ پر چوٹ کھا رہا ہے دماغ

مختصر یہ کہ تم کسی خیال کو نظم کرنے میں اگر تھوڑے تامّل سے کام لو تو بات بن جائے۔ بھرتی کے الفاظ ترک کر دو مثلاً "اس دل" "یہ دل" "پھر" "یہ" "تو" "بھی" وہاں جہاں ان کی ضرورت ہو تو یہ لفظ ذات کے باہر بھی نہیں ہیں۔ مگر۔ صرفِ نظر سے نکال کر ـــ اس میں شک نہیں ادھر تم نے بہت ترقی کی ہے (میری رائے میں) ابھی کئی کام کی چیزیں نظر آئیں اور یہ غزلیں مزید اضافہ کی نشاندہی کر رہی ہیں۔ پہلی غزل کا پہلا مطلع ہی لو :

تجھ سے بچھڑ کے دل کی صدا کو بکو گئی   لے آج دردِ عشق کی بھی آبرو گئی

سب سے پہلی کھٹک - کس سے بچھڑ کے - محبوب سے - دل سے - درد سے — دوسری کھٹک دوسرے مصرع کا تخاطب کس سے ہے - محبوب سے - دل سے یا درد سے — اور "کی بھی" بڑا گڑ بڑ جھالا کر رہی ہے — بندش ڈھیلی - جیسے بڑھیا عورت کی انگیا کا بند — مطلب یہ کہ مفہوم در بطن شاعر کا انداز قطعاً ترک کر دو - اگر میری رائے مانو — اب اسی خیال کو اس چوکھٹے میں فٹ کرکے دیکھو :

تجھ سے بچھڑ کے دل کی صدا کُو بکُو گئی
اے دردِ عشق آج تری آبرو گئی

اب یہ شعر لو :

اے کاش میں نہ سازِ محبت کو چھیڑتا
وہ دلنواز اک خلشِ جستجو گئی!

اس میں "کو" مکمل بھرتی کا - "وہ دلنواز" تعقیدِ مطلق — "اک" اور "خلش" بھی بھرتی — مجموعی طور پر مصرع پھس پھسا اور ناپسندیدہ - یہاں اگر تم تاویلیں کرو گے تو میں خاموش ہو جاؤں گا اس لئے کہ میں جہاں سے شعر کو دیکھتا ہوں جب تک تم وہاں سے دیکھنے کی عادت نہ ڈالو تو پھر معاملہ ہی ختم ہے - اب اس مصرع کو یوں کہو :

وہ دلنوازیٔ خلشِ جستجو گئی

اگر تم اس مشورے سے مطمئن ہو جاؤ تو بے شک مجھ سے مشورہ لے سکتے ہو ورنہ تم اپنا اور میرا وقت ضائع کرو گے - ہاں ایک بات اور - صرف ایک غزل بھیجا کرو تاکہ میں ایک ہی وقت میں دیکھ سکوں - بیماری کی وجہ سے زیادہ دیر تک دماغ سوزی اب میرے بس کا روگ نہیں رہی ہے —

ایک اور شعر

سر سے کبھی نہ اُترے گا یہ نشۂ حیات
کہنے کو یوں تو مستیٔ جام و سبو گئی

اولیں نظر میں یہ "نشۂ حیات میں "یہ" فضول ہے - دوسری نظر میں — "محض نشہ اترتا ہے" سر سے نشہ اترنا بھرتی کا ہے - بادی النظر میں یہ معمولی باتیں ہیں - مگر انھیں سے "صاحبِ نظر" نتیجہ نکال لیتا ہے کہ شاعر "بے پروا" اور فن سے کورا ہے - تمہارے اندر سب سے بڑی ایک شاعرانہ کمزوری یہی ہے جو تمھیں کافی نقصان پہونچا رہی ہے - فنی شاعری "کلاسیکل" کو اتنا رجعت پسند کیوں سمجھتے ہو - ہم فن پرست بھی اتنے ترقی پسند ہوتے ہیں کہ ہم نے صنائع و بدائع کو مہمل سمجھ کر ترک کر دیا مثلاً طباق - مشاکلہ - توریہ - رقطاً - خیفا - تجنیس - منقوطہ غیر منقوطہ - ترصیع و اصل و انفصین تعلیل مقطع وغیرہ واقعی طور پر شعر میں کھنگ پیدا کرتے ہیں - ادھر بحریں بھی ہم نے ایک حد تک بدلنے میں مضائقہ نہیں سمجھا ہے - خصوصاً میرے ہاں تو رباعی تک میں تصرف ملے گا - تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم فن سے اس درجہ بے پروا رہ کر آگے نہ جا سکو گے -

اب وہ شعر لو جس میں یقین کی بیشی کا ذکر ہے - یعنی "امید کا" تو اگر یہ شعر اس لئے کہا گیا ہو کہ زبان میں ایک لفظ کا اضافہ

مقصود تھا تو بھی ناکامی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ اس کا حشر بھی جہانگیر کی "رام رنگی" (شراب) جیسا ہُوا کہ لوگوں نے اسے نہیں اپنایا اور یہ لفظ کتابوں میں سو کر رہ گیا۔ اس "بیٹی" کا حال بھی یہی ہوا تھا چنانچہ زبان اُسے اپنا نہ سکی تھی اب اگر تم "سرد مستاں یاد دہانیدن" کے طور پر اسے دوبارہ نظم کرتے تو یہ کوئی اپج نہ ہوتی۔ یوں بھی تو اس میں کوئی جاذبیت نہیں اور نہ فطرت ہے۔ کئی آدمی اسے کئی طرح تصور کر سکتے ہیں۔ مثلاً بدر چاچی نے آہوئے مادہ سے آفتاب کو استعارہ کیا ہے۔ برگ بنفشہ سے حرف مراد لیتے ہیں جو قطعاً بعید از فہم ہیں۔ "یقین کی ناپسندیدہ بیٹی" ناامیدی ہو سکتی ہے۔ یقین کی بیٹی عمل سرگرمی بھی ہو سکتی ہے یقین کی بیٹی وفا بھی ہو سکتی ہے۔ بُرے رُخوں پر۔ کم ہمتی۔ بے اعتمادی وغیرہ۔ اس لیے کہ ان سب کا تعلق "یقین" سے ہے۔

باقی پھر اگر تم پسند کرو گے ——— رشید احمد خاں، مجموعہ کا شکریہ ادا کر رہے تھے ——— آنکھیں ہنوز تکلیف دے رہی ہیں ——— جاوید کمال سے اپنے انتخاب کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا ——— اطہر پرویز صاحب کا خط بھی آیا تھا۔ کل انھیں بھی جواب دے دیا ہے ——— خیر تم لوگوں نے بیچ میں پڑ کر معاملہ طے کرا دیا اچھا ہُوا۔ ورنہ میں آل احمد صاحب سرور کے خلاف بہت زہر اُگلنے والا تھا جو بہت بُرا چنیا پا ہوتا ——— تم نے پاؤں میں گرم پانی کا ذکر کیا ہے۔ مگر میرے دل میں تو اس قسم کے حادثوں سے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں اور پھر میرے خامہ بسم اللہ کہہ کر لکھنے بیٹھ جاتا ہوں۔

شاد عارفی

۳

بنام محترمی و عزیزی حماد صاحب

محلہ بیریاں۔ رام پور ۲۳ر دسمبر ۱۹۵۶ء

السّلام علیکم

کل جاوید کا خط علیگڑھ سے آیا تھا اُس میں آپ کے = (آپ کے" میں بہت تکلّف ہے) اس لیے۔ اس میں تمھارے علیگڑھ جانے کا حال بھی تھا اور کچھ اس طرف بھی اشارہ کہ تم مجھ سے انتہائی ناراض ہونے کے باوجود مجھ پر کوئی اور مضمون لکھنے کی فکر میں ہو۔ یوں تو یہ فکر تمھیں علیگڑھ کے زمانے سے تھی۔ مگر اس کو کاغذ پر آنے کا موقع نہیں ملا۔

اب بات یہاں سے شروع کروں گا کہ تمھیں مجھ سے یہ شکایت تو واقعی بجا ہے کہ میں نے تمھارے خطوں کے جواب نہیں دئے مگر اس کا کوئی سوال نہیں کہ میں نے جو جوابات بھیجے وہ تمھیں کیوں نہیں پہونچے۔ گزشتہ سال نمونیہ کے اٹیک کے نتیجہ میں جب میں زندگی اور موت کے مسئلہ میں مبتلا تھا جب بھی میں نے دوسرے لوگوں سے خطوں کے جوابات لکھوائے ہیں۔ اور اس سال جبکہ مارچ سے لے کر ابھی تک آنکھ کی سخت تکلیف میں بھی میں نے خط و کتابت املا کرائی ہے اب نومبر کے آخر سے اس قابل ہُوا ہوں خود خط پڑھ لکھ سکوں ——— چنانچہ یہ خط میں خود لکھ رہا ہوں اور آیندہ کی شکایات رفع کرنے کے سلسلے میں یہی کافی ہوگا کہ نہ میں تمھیں دوش دوں نہ تم مجھے ——— جاوید اور خلیل اعظمی اب علیگڑھ بلا رہے ہیں مگر میں نے لکھ دیا ہے کہ موسم شدید قسم کا ہے اس لیے اس وقت نہیں مارچ تک آسکوں گا ——— پچھلی دفعہ جب گیا تھا تو معلوم ہُوا تھا کہ تم تین روز قبل

علیگڑھ سے اعظم گڑھ جا چکے تھے ـــ اب علیگڑھ میں وہ لطف نہیں رہا۔ اس سے پہلے جاوید کے ساتھ کچھ بہاری تھے اُن سے دلچسپی رہی تھی مگر اب وہ بھی نہیں۔ گزشتہ سال P.W.A کی نئی میٹنگیں کیں۔ ایک مرتبہ شہناز بھی تھی۔ مگر خاموش اور کھوئی کھوئی جیسے کسی ناگفتہ بہ بیماری میں مبتلا ہو۔ کچھ بولی بھی نہیں تھی۔ زینتِ بزم بنی بیٹھی رہی۔ مگر اب وہ اس قابل نہیں رہی کہ اس پر نظم کہی جائے۔ اس لئے امید ہے کہ تم اپنا وہ تقاضا واپس لے لو گے جو اس کے بارے میں نظم سے متعلق تھا اور میں جس کی تکمیل میں ہنوز قاصر رہا ـــ اس مرتبہ گیا تو ہلکی سی اطلاع یہ تھی کہ خلیل اعظمی اس سے شادی کرنی چاہتے ہیں مگر بات کچھ کھٹائی میں پڑ گئی ـــ اب مطلب کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ کہ مضمون کے سلسلہ میں جو کچھ پُوچھنا چاہو مجھے (بیرپلی رامپور) کے پتہ پر لکھ بھیجو میں تفصیل سے لکھ بھیجوں گا۔ اور یہیں بات بھی صاف ہو جانی چاہیئے کہ اب ہمارے درمیان خط کتابت مستقلاً جاری رہے گی ـــ ہاں کبھی رامپور آؤ۔ ہفتہ عشرہ کے لئے چھٹیاں ہوں تو ادھر آنے کا پروگرام بناؤ۔ یہ "بیرپلی محلہ" بڑے پُرفضا مقام پر واقع ہے جہاں پہلی بیماری پر تبدیلی آب و ہوا کے سلسلہ میں یہاں آ گیا تھا۔ پورا مکان میرے قبضہ میں ہے مردانہ ہے۔ ہر وقت ادبی اور غیر ادبی صحبتیں رہتی ہیں۔ غیر ادبی سے کچھ شبہ ہوتا ہے کہ تم خلیل اعظمی والے مشغلے کی طرف نہ چلے جاؤ اس لئے اسے صاف کر دوں کہ یہاں پچیسی شطرنج۔ تاش کی صحبتیں بھی جمتی ہیں اور رات کے دو دو بجے تک یہ شغل جاری رہتا ہے۔ مگر تمھیں ان میں سے کسی میں ڈھب نہیں اس لئے یہ ذکر فضول رہا ہوگا ـــ یا ایسا ہو کہ جاوید سے طے کر لیا جائے۔ تم بھی علیگڑھ پہونچو اور میں بھی جا دھمکوں اور پھر وہاں سے رامپور آیا جائے ـــ اب تک قطعاً غیر شاعرانہ گفتگو رہی ہے۔ معلوم نہیں تم پاکستانی رسائل دیکھ رہے ہو یا نہیں۔ آج کل مری نظمیں وہاں سے قیمتاً شائع ہو رہی ہیں۔ ادھر کچھ طویل نظمیں بھی کہی تھیں۔ مثلاً ـــ ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے ـــ اس میں ماسٹرنی کا خاکہ ہے ـــ ان اونچے اونچے محلوں میں او۔ بتائیں کیا ہوتا ہے ـــ اس میں بھی بڑے لوگوں کے لتے لئے گئے ہیں۔ کاش تم یہ نظمیں دیکھ سکتے ـــ ابھی حال میں ایک نظم ـــ مرے پڑوس میں کچی شراب بکتی ہے ـــ کے عنواں سے اور ایک نظم بہ عنوان ؎

مرے محلے کے دو گھرانوں سے ہے گناہوں کا فیض جاری

یہ بھی کافی طویل نظمیں ہیں۔ غزلیں تو بے شمار کہی ہیں ـــ وہ بھی تم نے کہاں دیکھی ہوں گی۔ اب خط ختم کرنے جا رہا ہوں اس لئے ایک بالکل تازہ غزل کے صرف مطلعے سنو:

جگمگھٹے بیچ کے گزرتے ہوئے انسانوں کے ــــ قہقہے اور بڑھا دیتے ہیں دیوانوں کے
کھل گئے بھید جو رندوں پہ جہانبانوں کے ــــ ڈھیر لگ جائیں گے ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے
کہہ رہے ہیں کہ پڑو پاؤں نگہبانوں کے ــــ آپ ہمدرد ہیں ہم سوختہ سامانوں کے
تجربے جن کو جنوں کے نہ گریبانوں کے ــــ طنز کرتے ہیں وہ حالات پہ دیوانوں کے!

"مرنے میں ہوں" "بتانِ فتنہ گر سے کہہ رہا ہوں میں ــــ "بتانِ فتنہ گر ہیں" اس نظر سے کہہ رہا ہوں میں

فسانۂ ستم بُت بے ہنر سے کہہ رہا ہُوں میں   ٹھاں چنیں کے ساتھ "اگر مگر" سے کہہ رہا ہوں میں
یہ جانتے ہُوئے کہ طاق و در سے کہہ رہا ہُوں میں   پتے کی بات بزم بے خبر سے کہہ رہا ہوں میں

سلیقۂ چمن یہ تم سے بات کیا کروں کہ تم
کھوگئے باغباں کے اثر سے کہہ رہا ہوں میں

اب گھوڑا ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے۔ السلام علیکم۔

شاؔد عارفی

(۴)

بنام جناب نشتر بریلوی

بیریاں۔ رامپور   ۲۴ ردسمبر ۱۹۶۱ء

عزیزم نشتر۔ دعائیں

کل ۲۳ ردسمبر کی شام کو تمہارا ۱۵ ردسمبر کا لکھا ہُوا کارڈ ملا۔ اگر یہ کارڈ سمس پور سے پیدل بھی آتا تو بہت سے بہت چار دن میں آجاتا مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ پیٹ کے بل رینگتا ہوا مجھ تک پہونچا۔ وہ بھی سیدھا نہیں بلکہ جگہ جگہ سینما دیکھتا، ہوائلوں کے کمروں پر ٹھہرتا ہر پڑاؤ پر حُقہ اور کہیں کہیں سلفہ پیتا ہوا۔ خیریت یہی گذری کہ پہونچ گیا۔ اگر نہ پہونچتا تو تم کیا بنا لیتے۔ تم نے سُنا ہوگا کہ ایک ریاست کا فائر بریگیڈ دو سال بعد آگ بجھانے پہونچا تھا۔ یہ کارڈ اس سے تیز رہا۔ میرے لفافے کا جو تم نے حال لکھا۔ "پتلا حال" وہ بھی اسی طرح کی کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ تمہارا یہ خیال کہ وہ سنسر ہوا ہوگا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ سنسر کا محکمہ کافی سنجیدہ اور سلیقہ مند ہے وہ ایسے بیہودہ طریقہ سے سلوک نہیں کرتا وہ بڑی چابکدستی سے لفافے کھولتا اور بند کرتا ہے اس لئے یہ تو صرف گمان ہے کہ وہ سنسر ہوا۔ بلکہ یہ کسی ڈاکیہ کی حرکت ہوئی وہ سمجھا ہوگا کہ لفافہ بھاری ہے نوٹ ہوں گے اس میں۔ وہ اُسے اپنے گھر لے گیا ہوگا مگر جب اطمینان سے بیٹھ کر کھولا ہوگا تو طبیعت خوش ہو گئی ہوگی کہ یہ تو "شاعری نکلی" اور شاگرد کو اُستاد نے لکھا ہے پہلے تو یہ مصرع پڑھا ہوگا کہ "چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں"۔۔۔ اور پھر کسی کونے میں غصہ کے ساتھ پھینک دیا ہوگا۔ مگر کچھ دنوں بعد خیال آیا ہوگا کہ غریب شاعروں کا معاملہ ہے جوڑ جاڑ کر بھیج بھی دو چنانچہ چیپیاں لگا کر بھیج دیا اور بس اور اگر وہ واقعی سنسر والوں کی زیادتی تھی تو انھیں یہ کیا معلوم کہ ہم (یعنی میں خود) "LEFT WING" کے شعرا میں ہوں۔ اس لئے فاقے مر رہا ہوں اور مزید براں یہ کہ بہ اعتبار صحت بھی دل برداشتہ۔ ہمارے مذہب میں خودکشی قطعاً حرام ہے۔ یہی نہیں بلکہ موت کی دُعا مانگنا بھی گناہ ہے ورنہ میں اب تک خودکشی کر چکا ہوتا۔۔۔ ادب نوازی اور ماحول دو متضاد چیزیں ہیں۔ خوشامدی مزے کر رہے ہیں اور سچی بات کہنے والے، وطن سے محبت کرنے والے، ترک وطن کرنے والوں پر چار حرف بھیجنے والوں کی کون سنتا ہے۔ مگر۔ کب تک۔ ایک دن

آئے گا کہ ہم LEFT WING والوں کی قدر ہوگی (ہم ہوں یا نہ ہوں) جوشؔ پاکستان گیا تو سب سے پہلے میں نے اُسے لتاڑا اب بھی اس کو معاف نہیں کر رہا ہوں۔ کمبخت نمک حرام اور وطن دشمن تھا —— دُم دبا کر نکل بھاگا —— اور اپنی ایک حالیہ رباعی میں کہتا ہے کہ کسی سے میرا بال بیکا نہ ہوا —— بیوقوف کو یہ خبر نہیں کہ دُم اور ناک کٹ کر یہیں رہ گئی۔ میں یہاں فاقے کر رہا ہوں تو کیا ہُوا؟ کیا پاکستان میں میرے لئے "مرغ و ماہی" کے امکانات ہیں کہ جو میں اُدھر جانے کا خیال کروں۔ اگر ہوں بھی تب بھی عمدؔ کون جائے اسے ظفرؔ دلّی کی گلیاں چھوڑ کر = جہاں نال گڑی ہو وہاں سے دوسری جگہ جا کر آدمی کس طرح مطمئن ہو سکتا ہے۔ مجھے خبر نہیں اور نہ میں یقین کرتا ہوں کہ فلاں آدمی ترک وطن کے بعد اطمینان سے ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہزاروں مہاجر ٹھوکریں کھا کر پھر کیوں ہندوستان آ رہے ہیں؟ —— وہیں مرے کرتے —— یوں بھی وہاں روز بروز بد نظمی اور خود غرضی بڑھتی جا رہی ہے —— اونٹ کس کل بیٹھے گا یہ وقت بتائے گا —— تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ مجھ ایسے شاعر کی ڈاک سنسر کر کے کیا حاصل ہوگا زیادہ سے زیادہ جیل بھیج دیا جاؤں گا۔ تو تم یقین کر و میں اس کے لئے چشم براہ ہوں کہ حکومت مجھے جیل بھیجدے اور میں جیل میں ہی مروں تاکہ میری وطن دوستی پر مہر لگ جائے اور یہ بھی کہ وہاں دونوں وقت کھانے کو تو ملے گا کسی کی خوشامد تو نہیں کرنی پڑے گی۔

تم اپنے قطعات اصلاح کے لئے بھیج دو میں منتظر رہوں گا۔

دعاگو۔ شادؔ عارفی

(۵)

بنام حمّاد صاحب

بیریاں۔ رامپور ۱۴ فروری ۱۹۵۷ء

عزیزم حمّاد صاحب (صاحب زیادہ ہے)

وعلیکم السلام۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم میرا کارڈ پی گئے۔ اور بہت دنوں بعد لکھو گے کہ شاد صاحب (یہ بھی زیادہ ہے) نے جواب نہیں دیا اور یہ شکایت جاوید تک پہونچا دوگے۔ مگر شکر ہے کہ آج جب کہ میں صبح سے کوئی دس نظمیں اور پانچ غزلیں رسائل کو بھیج کر تھک چکا تھا کہ تمہارا مفصل لفافہ ملا۔ اور بجٹ کے خلاف۔ رنگیں لفافہ اور خصوصی پیڈ —— چلو تمہارے "ہوم سکرٹری" میں میرے لئے اتنی وسعتِ خیال تو پیدا ہُوئی۔ رہا عمر کا سوال تو یہ عورتیں ہمیشہ اپنی عمر کم اور دوسروں کی زیادہ ہی سمجھتی ہیں۔ یہ اُن کی فطرت ہے جس کو بدلنے کی حماقت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ مرد کی پسلی سے پیدا ہُوئی ہیں اس لئے ان کے ٹوٹ جانے کا لحاظ بھی رکھنا ہوگا —— انھیں سمجھا دو کہ آدمی (مرد) کی عمر اُس کے دل کی کالک پر منحصر ہے۔ بالوں کی سفیدی پر نہیں اور یہ قطعہ بھی سُنا دو جو میں نے ایک صاحبہ کے عمر پوچھنے پر لکھ بھیجا تھا —— موصوف نے میرے رنگیں اشعار سے میری عمر کا تخمینہ غلط لگا لیا تھا۔

قطعہ

صرف چالیس برس کا ہیں جواں شاعر ہوں

یہ تو نزلے کی عنایت سے ہیں کچھ بال سپید

نوجوانی کی ضمانت ہے کنوارا رہنا

لڑکیاں ورنہ زمانے میں نہیں ہیں نا پید

میرا دیوان تو نہیں انتخاب انجمن ترقی اردو علیگڑھ سے شائع ہو گیا ہے اس میں کئی نظمیں تو سماج والی شامل ہیں مگر بین یا چار نئی ہیں اور غزلیں بھی قریب قریب نئی ہیں۔ جاوید کو لکھ کر منگوا لو ——— ادھر میں نے بھی بہت نظمیں لکھی ہیں اور غزلیں بھی کوشش کروں گا کہ ایک ایک نظم اور غزل تمھیں نقل کرا کے بھیجتا رہوں مگر مصیبت یہ ہے کہ نظمیں طویل ہیں۔ مثلاً تعارف۔ یہ نظم تو لامتناہی ہے ——— اور دوسری بھی کچھ کم طویل نہیں۔ ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے۔ یہ ایک ماسٹرنی پر ہے (جس کو رستہ تصور کیا گیا ہے) وہ انکار کرتی ہے کہ رات کو اس کے کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ مگر آثار و قرائن۔ جلے ہوئے سگرٹ۔ بستر کی شکنیں۔ چہرے کی اداسی پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ اس راہ سے ابھی کوئی گیا ہے۔ دوسری نظم۔ مرے پڑوس میں کچی شراب بکتی ہے ——— تیسری نظم (مرے محلے کے دو گھرانوں سے ہے گناہوں کا فیض جاری) = ان اونچے اونچے محلوں میں اور بتائیں کیا ہوتا ہے؟

جاوید کمال بیمار تھا ——— اب اچھا ہے ——— مجھے بار بار علیگڑھ بلا رہا ہے۔ مگر موسم کی شدت کی وجہ سے نہیں جا رہا ہوں مارچ کے آخر تک جانے کا ارادہ ہے ——— جاوید کی شادی سے متعلق تمھاری اطلاع درست ہے۔ منگنی ہو چکی ہے لڑکی ——— پھڑکتے ہوئے مصرع کی سی حیثیت رکھتی ہے ——— برابر کے مصرع ہیں ——— رشید خاں نے شکر کی مشین علاقے میں لگائی ہے بہت مصروف ہیں۔ کل آئے تھے تمھارا ذکر بھی ہوا تھا ——— خلیل الرحمٰن اعظمی کی شاعری آج کل بڑی تیز ہے ——— بے چارے نے تخیلی طور پر صبا حیدر آبادی میں ایک نظم "سہاگ رات" کے عنوان سے لکھی ہے، کہتا ہے:

ناز کر ناز کر اے "جان" کہ تیرے آگے

آج اک شاعر خود کام کا سر جھکتا ہے

پیرو مسلک خیام کا سر جھکتا ہے

وہی ذہنی عیاشی اور یہ "جان" کا مصرف بھی عجیب مضحکہ ہو کر رہ گیا ہے۔

صفحہ سادہ رہا جا رہا تھا اس لئے کچھ قطعے ہی لکھ دوں۔

بلند و پست میں نسبت ہے غیر قانونی

غرور و عجز میں "رشتہ" سماج بکتی ہے

کسی رئیس کی لڑکی کسی غریب کے ساتھ
امیر

نکاح عیب سمجھتی ہے ـ بھاگ سکتی ہے

بستے بغلوں میں ہاتھ میں ٹاٹ
راہ میں کھیلتے ہوئے لڑکے
ان کے تیور بتا رہے ہیں شاد
یہ بنیں گے وطن کے "ایم ال اے"

———

مرغیاں ہی مرغیاں دیکھیں جو کل اک گاؤں میں
میں نے پوچھا مرغ کیوں غائب ہیں یہ کیا گھات ہے
رازدارانہ طریقہ پر یہ بولا میزبان
کیا کہا جائے یہ نیتاؤں کی "شیکھی بات" ہے

گھر میں دعائیں اور کرن کو پیار۔

شاد عارفی

(۶)

بنام حماد صاحب

۱۸ فروری ۱۹۵۷ء

بیریاں۔ رامپور

عزیزم حماد۔ دعائیں
(القاب میں اس بے تکلفی کا سبب آگے آئے گا)

میں نے ۳۸ سال کی عمر میں شادی کی تھی تمہیں معلوم ہوگا اگر نہیں تو اب سہی —— یہ شادی کی زندگی ڈیڑھ سال چلی اور پھر وہ جس پر میں نے "نصف بہتر" نظم کہی تھی۔ اسقاطِ حمل کے سلسلے میں اللہ کو پیاری ہوگئی —— یقین کرو کہ شادی سے قبل میں جس کو آزادی کی زندگی سمجھتا تھا —— وہ سراسر غلط فہمی ثابت ہوئی۔ ۱½ سال میں وہ طمانیت و سکون حاصل رہا جو دو معاشقوں کی زندگی پر گہرا طنز تھا —— بہرحال اس تفصیل میں جانے کا یہ وقت نہیں اب تو صرف یہ کہنا تھا کہ میری بیوی جس کا نام پری بیگم تھا جو تحصیل شاہ آباد رامپور کے خالص پٹھان منور شیر خاں کی لڑکی تھی اور معمولی پڑھی لکھی۔ بہشتی زیور اور نور نامہ تک۔ شادی سے کچھ دنوں بعد میں نے اُسے "پریا" کہہ کر مخاطب بنانا شروع کیا۔ پہلے پہلے تو وہ شوہر کی خوشنودی میں بیوی —— جنت کے تصور سے متأثر ہو کر کچھ نہ بولی۔ لیکن ایک دن مجھے موڈ میں دیکھ کر کہنے لگی کہ میری بڑی بہن کے شوہر تو اُن کا نام بڑے ادب سے لیتے ہیں۔ مگر آپ شاعر ہو کر میرا نام اس طرح لیتے ہیں جیسے میں کوئی ملازمہ ہوں —— یہ بات ہے ..... میں نے کہا۔ اچھا آج سے "پریا بیگم" کہا کروں گا —— وہ خوش ہوگئی —— لیکن ہوا یہ کہ شام تک تنگ آگئی —— میں نے کہنا شروع کیا۔ "محترمہ پریا بیگم صاحبہ اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو یہاں تشریف لا کر مجھے تھوڑا پانی

پلا دیجئے۔ اسی طرح جب چھ سات مرتبہ کہا تو ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی اور کہا میں اس ادب سے باز آئی آپ ادھی طرح پکارا کریں۔ تب میں نے اسے بتایا کہ خلوص اور بناوٹ میں یہی فرق ہے۔۔۔ اس "تشبیہ کا یہ محل" ہے تو لازماً غلط مگر حقیقت یہی ہے کہ تمہارے القاب میں بے تکلفی اسی لئے اختیار کر رہا ہوں کہ خلوص کا خون نہ ہو۔ چونکہ تم مجھ پر مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتے ہو اس لئے اب میں تفصیل سے یہ بیان کروں گا کہ میں نے اس عمر میں شادی کیوں کی تھی؟ اس سے پہلے کیوں نہ کی! بات یہ ہوئی تھی کہ مجھے اپنے دور کے خاندان میں سے (جہاں ہماری بیاہ شادی ممنوع تھی (بہ اعتبار "قومیت" وہ گڈیا قوم کی لڑکی تھی) اور ہم لوگ خالص افغانی۔ رزڑ۔ ڈوڈوال اور آفریدی۔۔۔ ایک لڑکی سے "نام نہیں بتاؤں گا" بچپن ہی سے محبت ہو گئی جو ساتھ کھیلنے کا نتیجہ تھی۔ اسی پر میں نے ایک غزل میں مقطع یوں کہا تھا۔

ساتھ کھیلے کی محبت بڑھ کے بن جاتی ہے عشق
اس سے زائد عشق کلۓ شاد میں قائل نہیں

نتیجہ تو وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا یعنی وہی جو میری نظم "فسانۂ ناتمام" سے ظاہر ہے۔ جس کو میں نے تفصیل سے اپنی نظم "سماج" میں بیان کر دیا ہے۔ اس محبت نے مجھے۔ جو نظمیں دیں وہ یہ ہیں۔ فسانۂ ناتمام۔۔۔ "خط کی چوری"۔ "سماج"۔ غمازہ۔ مفارقت۔۔۔ اور ایک آدھ نظم جواب یاد نہیں آ رہی ہے۔ غزلوں میں بھی کچھ زیادہ مواد فراہم اس لئے نہ ہو سکا اس محبت میں نہ تو فراق کا سوال تھا نہ رقیب کا ڈر۔۔۔ وہ لوگ "لڑکی والے" خدا سے چاہتے تھے کہ میں پھنس کر شادی کر لوں تاکہ میرے خاندانی غرور کا سر نیچا ہو۔ اس لئے وہ (اس کے ماں باپ) مجھے زیادہ سے زیادہ موقع دیتے رہتے کہ میں خوب گھل مل جاؤں۔۔۔ اب ہم جوان تھے۔ کہ ایک روز مجھے "اُدمات" لگا۔ اُدمات کو سمجھے۔ جوشِ جوانی میں آپے سے باہر ہو جانا۔۔۔ مگر ایمان کی بات یہ ہے کہ وہ لڑکی آڑے آ گئی۔ کہنے لگی میں تم سے باہر نہیں ہوں مگر۔۔۔۔ اس کے بعد عزت ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں۔۔۔۔ مجھے فوراً ہوش آ گیا۔ عرب معشوقہ بثینہ اور اس کے عاشق جمیل کا واقعہ یاد آ گیا۔ یہ قصہ بھی سن لو۔ یہ قبیلے بھی آپس میں بیر رکھتے تھے مگر ان دونوں میں محبت ہو گئی۔ چھپ چھپ کر ملتے رہتے ایک دن جبکہ یہ قبیلے تلاشِ آب و سبزہ میں اپنے اپنے گلے لے کر مختلف سمتوں میں جانے والے تھے گویا صبح کو روانہ ہوں گے تو بثینہ نے جمیل سے کہلا بھیجا کہ رات کو میں خیموں کے پیچھے آگ روشن کر دوں گی تم اسے دیکھ کر چلے آنا میں وہیں ملوں گی چنانچہ اس نے یہی کیا اور جمیل وہاں پہونچ گیا۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد جمیل نے اظہارِ مطلب "خواہشِ وصل" کا اظہار کیا تو بثینہ نے اپنی کمر سے خنجر نکال لیا اور کہا کیا تم ایسا ارادہ کر کے یہاں آئے تھے۔ کیا اسی کو عفتِ عشق کہتے ہیں چلے جاؤ میرے سامنے سے ورنہ ابھی خنجر سے تمہارا کام تمام کر دوں گی۔۔۔ جمیل اس پر بجائے بگڑنے کے مسکرایا اور اپنا پیش قبض (خاص قسم کا خنجر) کھینچ لیا۔ اور کہا اگر تو وصل کا اقرار کر لیتی تو اسی خنجر سے تیرا کام تمام کر دیتا۔۔۔ خاندانی اختلاف کی بنا پر ان میں شادی تو نہ ہو سکی مگر جب بثینہ دوسری جگہ بیاہ کر چلی گئی تو وہ فقیر کے بھیس میں وہاں پہنچا اور آخر دم تک اُس کے دروازہ پر فقیر بن کر پڑا رہا اور مر گیا۔۔۔ ہاں تو اُس کے سمجھانے سے میں سنبھل گیا۔ یہ محبت ۱۱ سال رہی پھر اس کی

شادی ہوگئی۔ اب میرے اُوپر یہ جدائی کے تین سال قیامت بن کر گزر گئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دیوانہ ہو جاؤں گا — مجبوراً میرے اُستاد حکیم غلام حیدر صاحب جن سے میں نے فارسی اردو وغیرہ پڑھی جو جیّد طبیب بھی تھے۔ ان کے پاس پہونچا اور پوری حقیقت بیان کی انھوں نے کہا اس کا علاج یہی ہے کہ کہیں اور محبت کرو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ میں نے عرض کیا۔ "محبت آپ ہوتی ہے محبّت کی نہیں جاتی۔" تو پھر انھوں نے کہا کہ تم پتنگ اڑایا کرتے تھے میں نے کہا ہاں۔ کہا پتنگ بازی شروع کردو اور اپنے آپ کو اس میں کھو دو۔ — چنانچہ بقیئے حمّاد۔ میں نے ساڑھے پانچ برس تک اس بُری طرح پتنگ بازی کی کہ شہر بھر میں میرا شہرہ ہوگیا۔ لوگ مجھے دیکھنے کو آنے لگے کہ کون ماسٹر ہے (میں شہر میں ٹیوشنیں کرنے کی وجہ سے ماسٹر بھی مشہور تھا اور اب بھی ہوں) جو اتنا بہتر پتنگ لڑاتا ہے۔ حکیم صاحب کا یہ علاج کارگر پڑا۔ اب میں اُسے ایک حد تک بھلا چکا تھا مگر مکمل طور پر تو آج بھی نہیں (ابھی وہ زندہ ہے) پھر میں ایک جگہ ٹیوشن پڑھاتا تھا اس مکان سے سڑک پار کرکے ایک مکان میں ایک لڑکی "تارا" نامی رہتی تھی۔ وہ اسکول جا رہی تھی اور میں پڑھا کر پلٹ رہا تھا کہ اس کا سامنا ہُوا اور وہی کہ انگاشتہ نہ لگے اور بجھائے نہ بنے۔ عجیب اُلجھن اور دشواریوں کا سامنا رہا۔ میں مسلمان وہ ہندو مگر زیادہ تر اُس طرف سے، کچھ اس طرف سے ایسے حالات بنتے یا بنائے گئے کہ خط وکتابت اور ملاقاتیں آسان ہوگئیں۔ یہ محبت پانچ برس رہی اور پھر سماج اور اختلاف مذہب کی بھینٹ چڑھ گئی۔ اس کی تفصیل کافی دلچسپ ہے مگر پھر یہ فسانہ طویل ہو جائے گا خط نہیں رہے گا — رامپور آؤں تو زبانی کہوں گا)

اب میری عمر کافی زائد ہو چکی تھی۔ اس محبت نے کئی اچھی نظمیں دیں۔ "جہاں میں تھا" — ہولی۔ دیوالی۔ دسہرا اشنان وغیرہ۔ ادھر گھریلو حالات یہ تھے کہ میرے جس بھائی نے شادی کی وہ والدہ کو چھوڑ کر الگ ہوگیا۔ (ہم تین بھائی تھے) دوسرے بھائی کی شادی ہوئی وہ بھی (جو رو کے غلام نکلے) زن مرید کہیں گے! بڑے بھائی نے دو شادیاں کیں اور دونوں ناکام یعنی والدہ سے متنفر — اب ۳۸ سال کی عمر میں جب والدہ نے مجھے شادی کرنے کو کہا تو میں نے عرض کیا کہ دو بھابیوں نے آپ کی کون سی خدمت کی جو آپ مجھ سے اتنی توقع رکھتی ہیں کہ میں آپ کا فرمانبردار رہوں گا۔ انھوں نے مجھے سینے لگا لیا اور کہا نہیں مجھے تجھ پر بھروسہ ہے۔ پھر بھی میں ٹالتا رہا — مگر ایک دن — (ہونے والی بات) والدہ صاحبہ نے جن کی عمر ۸۰ سال تھی اس وقت (موصوفہ نے ۱۰۸ سال کی عمر میں وفات پائی) ایک روز بھنڈیاں پکائیں۔ بھنڈیاں بنانے کے بعد چاقو بھی بند کر کے چنگیر میں رکھ دیا۔ اور پکاتے وقت نہ تو انھیں یاد رہا اور نہ سوجھا چنانچہ چاقو بھی بھنڈیوں کے ساتھ پک گیا۔ میں عموماً ٹیوشنیں کرنے کے بعد ۱۰ بجے رات کو گھر پلٹتا تھا۔ خود ہی کھانا نکالنا اور خود ہی کھانا — بھنڈیاں جب نکالیں تو چاقو نے رکابی میں گر کر کھٹ کا دیا۔ میں نے چونک کر دیکھا کہ یہ کس قسم کی بھنڈی ہو سکتی ہے۔ لالٹین کی بتّی اونچی کی تو پتہ چلا کہ راجرس چاقو بھی بھنگر اگیا تھا۔ اس واقعہ سے میری خالائیں وغیرہ بہت متأثر ہوئیں اور میں نے بھی سوچا کہ والدہ کی خدمت کے لئے کوئی نہ کوئی ضروری ہے۔ نوکرانی کو نہ تو محبت ہوگی اور نہ ضرورت کہ وہ میرے پیچھے ان کی حسبِ منشا کام کرے — اور نہ ساز و سامان سے ہمدردی چنانچہ مجبوراً یہ شادی کی — یقین کرو کہ اب جنسی بھوک کا کوئی سوال نہیں تھا، صرف والدہ کی خدمت مدِّ نظر تھی۔ چنانچہ

وہ شادی رچا دی گئی ۔ مرنے والے میں عموماً اچھائیاں دیکھی گئی ہیں اس لئے وہ بھی بڑی شوہر پرست اور خدمت گزار ثابت ہوئی میری والدہ کی خدمت اپنا فرض سمجھتی رہی ۔ کچھ بھی تھا کہ وہ میرا منشا پا گئی تھی ۔ اس معاملہ میں عورت بہت چالاک ہوتی ہے اُس نے ایک آدھ مرتبہ والدہ کے سلسلے میں مجھے ٹٹولا مگر میرا اثر نہ لینا اُسے "پیندنا مۂ شوہر ثابت ہُوا اور پھر کبھی کوئی ایسی بات نہ کی جس سے میری والدہ کو تکلیف کا احساس ہوتا۔

اس کے مرنے کے بعد ۔ ۳ سال تک میں بیان نہیں کرسکتا کہ زندگی میں کیا خلا اور بے کیفی محسوس کرتا رہا ۔ اور آج بھی جب اس زندگی کا خیال آجاتا ہے شدید انقباض پیدا ہوجاتا ہے ۔ اُس کی موت کے سلسلے میں سب سے بڑی ٹریجڈی یہ تھی کہ اس زمانہ میں "ماہنامہ ادب لطیف" حکومت نے بند کر دیا تھا ۔ اس کے بعد پھر اجازت مل گئی تو میں نے ایک نظم (التوا سے اجرا تک) لکھ کر چھپنے کو بھیج دی تھی اُس میں میرا اور بیوی کا مکالمہ بھی تھا ۔ اور کافی دلچسپ (معلوم نہیں تم نے یہ نظم دیکھی ہے یا نہیں) ادھر وہ دفن ہو رہی تھی اور ادھر پوسٹ مین نے وہ رسالہ مجھے دیا جس میں یہ نظم چھپی تھی ۔ میں نے یونہی کھڑے کھڑے اُسے کھولا اور سب سے پہلے اس نظم پر نظر پڑی ۔ زخم چوپارہ ہوگیا ۔ رسالہ ہاتھ سے گر گیا اور میرا دماغ گھومنے لگا۔ رشید احمد خاں محمود نے مجھے سنبھالا اور رسالہ بھی اُٹھایا ۔ آج پھر دہی آزادانہ زندگی ہے اور میں جس کو میں نے بڑی پرلطف زندگی تصور کیا تھا ۔ آخر میں ایک لطیفہ اور سنو ۔ خط کافی طویل ہوگیا ہے اس کے بعد ختم ۔ "سرخ آنچل" ایک مجموعہ میری عدم موجودگی میں پوسٹ مین گھر پر دے گیا ۔ میری بیوی نے اُسے کھول کر دیکھا تو اس میں عورتوں کے فوٹو اور محبت بھرے افسانے موجود تھے اسی سلسلے میں ممتاز شیریں نے مجھے ایک خط اپنے رسالے کے لئے لکھا تھا وہ بھی اسی دن پہونچا تھا اس نے اوسے بھی کھول کر پڑھا ۔ ممتاز شیریں نام دیکھ کر اُچھل پڑی اور میری والدہ سے کہا دیکھئے آپ کے لڑکے پرائی عورتوں سے خط و کتابت کرتے ہیں ۔ والدہ صاحبہ ایک ہی پٹھانی ٹھہریں میں جب آیا تو مجھ پر برس پڑیں کہ یہ کیا نالائقی ہے ۔۔۔ میں نے ہر چند سمجھایا کہ ادب و شعر میں یہ چیز بُری نہیں یہ سب ادبی خدمت کے سلسلے میں مجھے خط لکھا کرتی ہیں ۔ مگر وہ اسے تسلیم کرنے پر نیار تھی اور نہ والدہ صاحبہ ۔ مگر پھر رفتہ رفتہ یہ بات صاف ہوگئی تھی ۔۔۔

اس طویل خط سے کم سے کم تمھیں مجھ پہ مضمون لکھنے میں کافی مدد ملے گی ۔ اور یہ اندازہ ہوگا کہ میری کوئی نظم اندھیرے کا تیر نہیں ۔ فقط

شاد عارفی

(۶)

بنام محمد ارشاد خاں لائبریرین

بیریاں ۔ رامپور

۱۵ر مارچ ۱۹۵۷ء

عزیزم جوان العمر لائبریرین فروغ لائبریری بنگلہ آزاد صاحب ۔ رام پور

دُعا ۔ لفافے ملے مگر تم نے اپنی عمر، طالب علمی اور شباب انگیز ولولوں کے تحت جس پسند کا اظہار کیا وہ فطرتی تھا۔ لیکن تم نے اپنے جذبات کے سلسلے میں یہ نہیں سوچا کہ یہ "عاشقانہ" "FOR GET ME NOT" قسم کے لفافے

تمہارے چہرے پر تو زیب دیتے ہیں مگر مجھ ایسے پچاس سالہ شخص کے لئے قطعاً بوڑھے منہ مہاسوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔
معلوم نہیں ایف سلے میں تمہارے پاس "سائی کالوجی" نفسیات بھی ہے یا نہیں۔ غالباً نہیں۔ اس لئے بتانا پڑے گا۔
کہ اب جب بھی میرے لئے کوئی چیز خریدو تو اپنے آپ کو تیس ۳۰ سال مستقبل میں پہونچا کر سوچا کرو کہ کیا چیز مناسب رہے گی۔ لیکن
تم اس امتحان کے زمانے میں اتنی لمبی چھلانگ کہاں لگاؤ گے اس لئے میں خود ہی بتاؤں۔ —کہ اس عمر میں ہلکے رنگ کے پھول،
بھینی بھینی خوشبو (تیز قسم کے پونڈر نہیں) نازک محبوب۔ سپید لباس خود بھی اور حسن کے زیب جسم بھی۔ نرم بستر، پچیلے تکیے
اور اسی قسم کی غذائیں۔ پسندِ خاطر ہو جاتی ہیں۔ بات ابھی ختم نہیں ہوئی — تاروں والے ساز مثلاً ستار اور سِتلا — رسیلی آواز
مثلاً تان سین میں جس نے کام کیا تھا (تانی) خورشید ایسی آواز — شیریں نغمے اور دھانی شراب "

تو اس عمر میں یہ تقاضے پیدا ہو جاتے ہیں جو متانت، اور سنجیدگی کی نشان دہی بھی کرتے ہیں۔ اور پختہ عمری پر بھی دلیل لاتے ہیں
اب ان لفافوں کے بدلے میں امید ہے کہ حاملِ رقعہ ہذا کو سادے (ہلکے رنگ کے) لفافے دلا دو گے ———
مسرت خاں صاحب اور جمیل اختر صاحب کو بھی دعائیں۔

دعاگو۔ شاد عارفی

میراجی

(۱)

بنام الطاف گوہر (جو بندھ گیا سو موتی ہے)

دو ایک دن کی بات ہے میں ریڈیو اسٹیشن پر گیا، محمود حسب معمول میں ایک منٹ میں آیا کہ کر سٹوڈیو کی طرف چلا دیا۔ میرے ذہن پر برندابن کے اثرات تھے اس لیے بھی اور یوں بھی کہ رستے ہی آتے آتے ایک گیت لکھ چکا تھا۔ اب سوائے سوچنے کے اور کوئی ذریعہ مصروفیت کا نہ تھا، سوچنے لگا۔ سامنے بڑی دل کے اوپر پھیلا ہوا آسمان دکھائی دے رہا تھا، ذہنی پس منظر میں اس وقت ایک دھند میں لپٹے ہوئے تین شہروں کے خیال تھے کلکتہ، لاہور اور دہلی ان خیالوں کے سائے میں ذہن ۱۶ اکتوبر کو ہونے والی تقریر (نئی شاعری کی بنیادیں) کے لیے نکات سوچنے لگا، ایک، دو، تین۔ کچھ باتیں سوجھیں، ان کے نوٹس لئے اتنے میں دل ذہن پر حاوی ہونے لگا تخیل کی موج ایک اور ہی جانب چل نکلی۔ زمین کے اوپر یہ پیڑ ہے اور پیڑ کے اوپر کھلا آسمان، جس میں سب چیزیں سما سکتی ہیں، جنگ کرنے والوں کے ہوائی جہاز —— اور مرنے والوں کی روحیں، اس کھلے آسمان میں ہر چیز اڑ سکتی ہے، زندگی میں۔ ہست کی اضطراری کیفیت میں ہر وہ چیز جس پر دباؤ پڑا ہوا اس کھلے آسمان میں سبکدوش ہو کر، ایک لاانتہائی عمل کے گھیرے میں تیر سکتی ہے۔ گھیرا اس لئے کہ ہست کی طرح نیست بھی محدود ہے کیونکہ نیست سے آگے کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں، مختلف گھیروں کا یہ سفر جب ایک ایسے نقطے پر جا کر ختم ہو جاتا ہے جس کے آس پاس صرف ایک ہی دائرہ ہے تو وہ دائرہ بھی ایک نقطہ بن کر رہ جاتا ہے اور اس نقطے پہ پہنچ کر صرف یادیں ہی ایک سہارا ہوتی ہیں — رفتہ رفتہ سانس کے دھندلکے کا احساس مٹا دینے والا سہلا — لیکن سوچ یہ آتی ہے کہ ہم پیڑ ہی کو ایک نقطہ کیوں نہیں بنا لیتے۔

لاہور کی زندگی، چھوڑیے رات گئی بات گئی —— لیکن بات تب جاتی کہ صرف یہی خیال آتا، اب جیون اور ہے اور جسم اب جوت نئی ہے، زندگی کو متوازن رکھنے کے لیے ذہن اور جسم کو جو تگ و دو کرنا پڑتی تھی وہ اگر اس نئے ماحول میں بھی پہلے ہی کی طرح موجود نہ ہوتی تو شاید میں سمجھتا کہ اب وہ ہر سانس پر رات کا مٹ چکا، اب ایک ابدی آخری انتظار ہے۔

یہاں کا ریڈیو سٹیشن عجب چوپایا قسم کا انسان ہے، لیکن انسان غلطی سے کہہ دیا، انسان میں حرکت ہوتی ہے، زندگی کی الجھی ہوئی حرکت، یہاں صرف اینٹ پتھر کی سی جامد کیفیت ہے، بے حسی، ہمیں اپنے کام سے کام، عجیٹکل کام اب تک کافی مل چکا ہے اور ملتا جائے گا تاوقتیکہ کوئی مستقل صورت بن جائے۔ اور وہ بھی ذرا سی کوشش سے بن جائے گی کم سے کم خیال یہی ہے۔

محمود کو جس کام پر لگایا گیا ہے اسے کشتہ فولاد کھلانے کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ محمود بھی کشتۂ دوگرفتار ہے اور ہماری تو خیر بات ہی نہ کیجئے، لیکن فوجی پروگرام کے علاج کے لیے ملامت کی ضرورت ہے جب بھی موقعہ بنے گا دکھا دیا جائے گا کہ لاہور سے آنے والے دماغ سپاہیوں کی تفریح کے لیے ہوائی لہروں میں کیا کچھ تموج برپا کر سکتے ہیں۔ پہلے پروگرام کے لیے ایک گیت لکھا تھا، مارچنگ سونگ ہے:-

کھستال .. جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے —— دشمن بھاگے،

ایک آواز :- گھمسان کے رن میں جان لڑے

دوسری آواز :- جو بیر بڑھے

تیسری آواز :- وہ ایسے اڑے

پہلی آواز :- جیسے پربت جو ہٹے نہ گرے

دوسری آواز :- پیچھے نہ پھرے

کھتال :- جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ——— دشمن بھاگے

ایک آواز :- گر سامنے کوئی آئے گا وہ آگر منہ کی کھائے گا

ہم ایک ہی ہلّہ بولیں گے پھر کیسے جان بچائے گا

دوسری آواز (تحت اللفظ) ——————— وہ لوٹ کے گھر نہیں جائے گا۔

کھتال :- جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ——— دشمن بھاگے!

ایک اور آواز :- ہم اپنے وطن کے سپاہی ہیں ظالم کے رُخ پہ سیاہی ہیں

وہ باتیں ہونے نہ دیں گے ہم جو اس کے دل نے چاہی ہیں

دوسری آواز (تحت اللفظ) ——————— دشمن کے حق میں تباہی ہیں

کھتال :- جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ——— دشمن بھاگے!

ایک اور آواز :- ہم جیتے ہیں جب تک آن ہے اور اپنے وطن کی شان رہے

ہم جوہر اپنے دکھا دیں گے دشمن من مانی ٹھان رہے

دوسری آواز (تحت اللفظ) ——————— جانباز ہیں جب تک جان رہے!

جم جم کے بڑھاؤ قدم آگے ——— دشمن بھاگے

FADE OUT

کیا بات ہے حلقۂ اربابِ ذوق کی! حلقۂ اربابِ ذوق کی جے! — دلّی میں بھی حلقے کی شاخ قائم ہوا چاہتی ہے۔ اخترالایمان آج کل یہاں آگیا ہے، راشد اور میں، ہم تینوں نے مل کر امکانی ارکان کی فہرست بنائی ہے، اگلے ماہ کا پروگرام ترتیب دیا جا رہا ہے، کام چونکہ حلقہ کی اجازت سے اور اپنی خطوط پر ہونا ہے، اس لئے قیوم نظر کو بعد سلام کے واضح ہو کہ جلد از جلد دو تین کاپیاں قواعد و ضوابط کی، دس بارہ مختلف کاغذات (فارم درخواست، اجازت نامہ مضمون نگار و صدر وغیرہ، اعزازی رکنیت کی اجازت کا فارم، اور دو چار حالیہ پروگرام کی نقلیں — یہ سب چیزیں ذیل کے پتے پر روانہ کر دے، یہاں تجویز مکمل کر کے باقاعدہ درخواست شاخ جاری کرنے کی بھیج دی جائے گی جو انتظامی کمیٹی حلقہ کھلی ہفتہ وار مجلس میں منظور کرا کے اجازت دے۔

گوہر کو واضح ہو کہ ہمارے گھر جا کر نانی، کامی یا کاکے سے کہہ آئے کہ کتابوں والی الماری کے نچلے خانوں میں ادبی دنیا کے تین جلد بندھے فائل موجود ہیں اور دو اور دراؤں والی صندوقچی — یہ ہر دو اشیا اماں جان کی موجودگی میں نکلوا کر اماں جان کے پاس رکھوا دی جائیں، اور ظہیر اور عنایت کو دے دی جائیں — عنایت سے پتہ چلاؤ کہ اس نے لکھنے کا کیا انتظام کیا نیز کب وہ اور ظہیر یہاں آ رہے ہیں۔ گوہر کو یہ بھی واضح ہو کہ حلقے کی ہر اتوار کی خاص خاص باتیں گاہے گاہے

لکھا بھیجا کرے تاکہ میراجی کو یاد رہے کہ کہاں کی راہ نکلی ہے کہاں سے ریڈیو پر آنا جانا جاری رکھا جائے اور کام بھی کیا جائے اغیار کے مقابلے میں ہمیشہ اپنا تاثر بہتر رکھا جائے۔

گوہر اور تیورم کو یہ بھی واضح ہو کہ میراجی نے ٹوپی نئی خرید کر لی ہے۔

ہاں سیمیر سلطانہ ریڈیو میں اناؤنسر کے لیے کوشش کر رہی ہیں اب مولانا صلاح الدین اور مختار صدیقی ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کریں۔

گوہر کے لیے ایک انگریزی نظم :- جس کا ترجمہ وہ مختار تک پہنچا دے۔

DISCIPLE

by Paul Tanaquil

I strove my utmost to discourage him. He was too finely - tuned an instrument which careful I would foster and protect from those who sought to tear him, limb from limb, I dared to brand his ardor a vain whim, I mocked his argument, worked to reject. A cause ' held in most profound respect ; I stormed, I prayed ; he only grew more grim.

He was so firm in his erroneous ends that, fearing lest we be no longer friends, I yeilded beaten. But my heart was sad, Because I knew there burned within this lad that flame for truth by which he who believes Is crucified between a pair of thieves.

ہمارا انگریزی ریکارڈوں کا پروگرام ختم ہوتا ہے' اب آپ آخر میں میراجی سے دو گیت سنیے، پہلے گیت کے بول ہیں" ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے"

جب جانیں، جب آؤ
سانس کی ڈوری جھول رہی ہے دھیان سہارے
ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے
سونے سونے دن کے برہن کے سپنے سارے
ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے
سپنے میں کوئی جال بچھا ہے ! جب چاہو تب جاؤ آکر پاس ہمارے
ہم جانیں جب آؤ
جس نے اپنا آپ تجا ہے اس کو اپنا بناؤ آکر
ہم جانیں جب آؤ
اِس کے دوارے، اُس کے دوارے
آنکھ کے دل کے دھوکے سارے

اِن کو اب تو مناؤ آ کر، ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے!
تم سمجھو — کیا ہم ہیں شکاری،
راج بھون کے دوار پہ آ کر دکھ سے پکار اُٹھے یہ بھکاری
جھجک جھجک کر، دھیرے دھیرے پاؤں نہ اب تو بڑھاؤ پیتم
ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے!
آشا تھک کر ہار چکی ہے
پیسے کہیں کر سنوار چکی ہے
بگڑی بات بناؤ آ کر، ہم جانیں جب آؤ پیتم پاس ہمارے
سانس کی ڈوری کس کے سہارے
کون کہے ہے — آنکھوں میں جھلکیں پہلے اجالے ہیں بدل کر بن کر بیری گھور اندھیارے
اب تو جوت جگاؤ آ کر
ہم جانیں جب آؤ پیتم، پاس ہمارے!

اب میراجی سے دوسرا گیت سُنیئے:

جیون چور انوکھا، پیارے، جیون چور انوکھا
آنکھ کھلی کی کھلی رہے اور قدم قدم پر دیوے دھوکا، جیون چور انوکھا
رات کا اس کو دھیان نہیں ہے دن میں اپنا کام بنا دے
جب اُلجھے تو بھیر کرا دے
جب اُلجھے تو بھیر کرا دے، اننت ناگ ہے
اس کی لگائی کون بجھا دے ایسی آگ ہے
اندھا ساگر کس نے روکا، جیون چور انوکھا پیارے
تو بولے سب میرا خزانہ، میں راجا جگ پر چھا
یہ بولے گھر گھاٹ نہ تیرا اُٹھ کر اپنے گھر جا
تجھ کو راہ میں کس نے روکا، پیارے جیون چور انوکھا
گھات لگا کے ہیرا ئیرہ شکتی
کام آئے کچھ نام نہ بھگتی

بجھے نہ دل میں آگ سُلگتی
بھڑک بھڑک اُٹھے چنگاری
ہے سنساری!
اندھا ساگر جس نے روکا، جیون چور انوکھا!
نیان نہیں تو دھیان یہ رکھنا
رستے میں پہچان یہ رکھنا
پل پل بھر کر بھیس نرالا دیتا ہے یہ دھوکا پیارے جیون چور انوکھا!
جگ میں مایا محل بنا ہے
تو سمجھا دل میں اپنا ہے
سانس رُکا تو دوار کھلے گا
کام کا دل سے داغ دھلے گا
جب اپنے دل کو دھوئے گا
تو بولے
آئے جو آئے دُکھ سے بھوکا
ہم نے جانا
جیون چور انوکھا پیارے جیون چور انوکھا!

اب اور کام کرنا ہے اس لیے ہمارا آج کا پروگرام ختم ہوتا ہے۔
دادوستہ نو نکتہ چینی کے لیے تمام خط وکتابت ذیل کے پتے پر کی جائے۔
میراجی بوساطت عبدالرشید ڈار

Mand M. Section
Sadar Building
R. C. A. O. Delhi
Railway Clearing Account Office.

گوہر کو واضح ہو کہ مختار کے پاس میرا ایک گیتوں کا پروگرام (چاندنی رات میں راوی کی سیر) پڑا ہے۔ خواہ مختار کو میرا پتہ لکھ دیا جائے خواہ منظور سے مل کر انتظام کیا جائے، خواہ کچھ کیا جائے۔ جلد یہ پروگرام مجھ تک پہنچنا چاہیے۔ تاکہ جلد اس کے پیسے کھرے کیئے جائیں۔ یہ پروگرام سب سے پہلے پہنچے۔ اشد ضروری ہے۔ ارکان حلقہ سے کہہ دیں کہ میں کسی کو بھی نہیں بھولا، حالانکہ حافظہ کمزور رکھتا ہوں۔

۷ راکتوبر ۴۲ء — میراجی

(۲)

بنام قیوم نظر

۲۹ دسمبر ۴۴ء

قیوم!

کارڈ ملا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مختار والا کارڈ بھی ملا۔ معلوم نہیں آپ کی طبیعت ذرا ذرا سی باتوں سے کیونکر اداس ہو جاتی ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ حقیقت پرست بننے کی کوشش کرنی چاہیے پھر نہ کوئی مصیبت ہے نہ راحت۔ ہاں، مندرجہ ذیل مضامین جلد سے جلد درکار ہیں:

۱۔ گیتاؤں کے گیت، ۲۔ چین کی جدید شاعری۔

پچھلے دنوں غزل کی طرف رجحان ہو گیا دو چار غزلیں لکھیں۔ ایک کے دو ایک شعر سنو۔

پہلے بھی مصیبتیں تو آئیں   پر اب کے کمال ہو گیا ہے

اپنی تو وہ دل لگی تھی ان کو   کچھ اور خیال ہو گیا ہے

وہ درد جو لمحہ بھر رُکا تھا   مژدہ کہ بحال ہو گیا ہے

چاہت میں ہمارا جینا مرنا   آپ اپنی مثال ہو گیا ہے

خیر۔ ہاں اُمید کہ آپ نے انجم رومانی کو میری نظموں کے بارے میں لکھ دیا ہو گا۔ اس سے کچھ اطلاع ملے تو اطلاع دو۔ بہتر یہ ہو کہ اسے آپ لکھ دیں کہ جتنی نظموں کی نقلیں اس کے پاس ہیں، ان کے عنوانات یا پہلی سطریں لکھ بھیجیے۔ پھر جن کی ضرورت ہوگی وہ منگوا لیں گے۔

اور کیا لکھوں۔ جگہ باقی ہے اس لیے ایک اور غزل کے دو شعر۔

گیسوئے عکسِ شبِ فرقت پریشاں اب بھی ہیں

ہم بھی تو دیکھیں کہ یوں کیسے سحر ہو جائے گی!

دوسرا شعر یاد نہیں آ رہا۔ اس لیے ایک اور غزل کا ایک شعر ہے

ہم تو کچھ اور تھے مگر تُو نے   اور ہی کچھ بنا دیا ہم کو

میرا جی

(۳)

۵ جنوری ۴۵ء

قیوم!

نیا سال مبارک ہو۔ جی میں شاید کہو کہ خطوں میں بہت چُستی دکھانے لگا ہے، ہاں، بہت چُستی دکھانے لگا ہے اپنی شامتِ اعمال کو کم کرنے کے لیے مگر بھی آج کل دوسرے تیسرے ایک عدد کارڈ بھیج رہا ہوں، آپ نے پچھلے کارڈ میں میری باتوں کا جواب نہیں لکھا۔ غزل کے شعر کیسے رہے؟ انجم رومانی کو خط لکھا کہ نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے اپنے آنے کا نہیں لکھا کہ کب آئیں گے۔ بہر حال جب بھی آئیں آنے سے پہلے اطلاع دے کر تصدیق کرا لیں کیونکہ مختار مسز ظفر اور مسٹر ظفر کے ساتھ بمبئی گیا ہے۔ اور میں نے پرانا گھر بوجوہ بدل لیا ہے میں آج کل لطیف والے مکان میں رہتا ہوں۔ آپ آئیں تو سیدھے وہیں پہنچیں۔ پھر بھی پہلے لکھ بھیجیں تو بہتر ہو، ناسی یہاں آیا ہوا ہے۔ اپنی کلیم کے ساتھ اس سے معلوم ہوا کہ تم فائل اور ودیاپتی کے گیت لے گئے ہو۔ گیتوں کی فوری ضرورت نہیں ہے، فوری ضرورت تو صرف ان مضامین کی ہے جن کے بارے میں میں نے لکھا تھا۔ تمہارے سیکشن میں ۱۵ پر ایک مترجم

افاد نسرکی جگہ نکلی ہے اس کے لیے کوشش کر رہا ہوں تاکہ لطیف کے محکمے میں جانے تک یہی کام کروں دو چار ماہ کے لیے اُمید کہ کام بن جائے گا۔ لو اب تو خوش ہو جاؤ اور مفصل اور شگفتہ جواب لکھو۔ ہاں آل قیوم میں کس قدر اضافہ اور کیا ہے۔ ا۔ ا۔ با۔ کتاب کا پرچہ ملا تھا۔ میراجی

(۴)

آل انڈیا ریڈیو۔ نئی دلی
۵ جنوری ۱۹۴۵ء قیوم!

عجب چمپت الدین ہو، مختار نے اسلام کے لیے ایف اے کا فارم داخلہ بھجوانے کے لیے لکھا اور اب تک نہ پہنچا۔ اسے ساڑھے نال کی چار سو یاں ہو رہیاں نے ؟ کیا جب تک ڈی۔ جی نہ لکھے ڈپٹی ڈی جی کا آفس آرڈر کارآمد نہیں ہو سکتا ؟ — بہرحال ! دس تاریخ آخری ہے اس لیے جلد از جلد، کسی نہ کسی طرح، خود یونیورسٹی کے آفس میں جاکر، اگر کوئی واقفیت نہ ہو تو جنرل پوسٹ آفس سے عظیم قریشی کو لو اس کا ایک واقف محمد حسین نام کا یونیورسٹی کے آفس میں ہے بطلب یہ کہ فارم بھجواؤ اور جلد بھجواؤ۔ رجسٹرڈ نمبر 6202 - Z. 43 ہے۔ اسلام کے گھر کا پتہ فارم کی درخواست کے ساتھ ہے وہیں فارم بھیجا جائے گا۔ نیز فارم کا انتظام کرنے کے بعد ایک کارڈ بھی اسلام کے نام ڈال دینا۔ پتہ۔ اسلام الدین معرفت عاشق حسین - ۱۰۹۶ - گلی قاسم جان بلی ماران - دہلی۔ یہ کام ضروری ہے

اس کے علاوہ آج کل میں مختار صدیقی کے ساتھ رہ رہا ہوں۔ ۱۴ - راؤنس ایونیو، نئی دہلی۔ خدا مختار صدیقی کا بھلا کرے کہ اس نے گھر کے نہ گھاٹ کے سے نجات دلوائی۔ اُمید ہے کہ یہ نجات استقلال انگیز ہوئی کیونکہ اعجاز اور ضیا جالندھری یہاں آن پہنچے ہیں۔ ظہیر کا بھائی ظہور بھی یہیں آیا ہے۔ ضیا جالندھری ڈرامے میں اعجاز ہندوستانی ٹاکس میں اور ظہور انگریزی ٹاکس میں۔ ظہور کا افسوس ہے کہ نہ صرف وہ لاہور میں نہ ہوا بلکہ دہلی کی بجائے پشاور ارسال کر دیا گیا۔ سچ ہے تن آسانی اور لالچ کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ اگر دلی آتا تو نہ صرف کام سیکھتا اور کرتا بلکہ سید انشا کے آنوی دور کو بھی بچشم عینک دیکھ لیتا۔ باقی دی وے اعجاز حسین اعجاز مختار صدیقی کے رنگ محل میں ہمارے ساتھ رہتا ہے اور ضیا جالندھری اپنے پھوپھا کے ہاں ٹیگور روڈ نئی دلی میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے (DRAINAGE) کے لاہور ڈویژن میں ہی وقت ضائع کیا اگر (DRAINAGE) کے جالندھر ڈویژن میں کام کرتے تو شاید ضیا جالندھری کے (SENTIMENTAL SEWARGE) کی صفائی ہو جاتی۔ خیر۔ اس وقت ایک عورت مجھ سے بڑی (INTNRACY) سے باتیں کرکے گئی ہے اس لئے (AGAIN BY THE WAY) آج کل مختار صدیقی اسی عورت سے دلچسپی لے رہا ہے۔

(ذاتی پروگرام یہ ہے کہ اس خط کو پڑھ کر تم روؤ، میں تو رو ہی رہا ہوں ——— میراجی

مکرر۔ حلقہ ارباب ذوق کی شاخ قائم کرنے کے لیے جو خط سرکاری طور پر لکھا گیا ہے۔ اس کی اجازت جلد بھجواؤ م

(۵)

۲۰ فروری ۱۹۴۵ء قیوم!

تم بھی صاحب کمالات بنتے جاتے ہو۔ مشاعرے سے انکار کرنا غلط تھا۔ وجہ ملاقات پر سمجھاؤں گا۔ غالباً مختار نے تمہیں لکھا ہوگا کہ وہ ۵۴ والی بات ہی مان جاؤ۔ آخر دلی میں آنا صرف مشاعرے ہی کے لیے تو نہ تھا۔ میری غلط فہمی تو یہ تھی کہ مشاعرے کو ملاقات کا بہانہ سمجھو گے اور میری زندگی کے آخری باب کا مواد مہیا کرنے ہی کے لیے آجاؤ گے۔ خیر اب اگرچہ ریڈیو والوں نے ان شاعروں کی بجائے جنہوں نے انکار کیا تھا دوسرے شاعر

ایمک کر بلئے ہیں مگر میں نے محمود سے کہا ہے کہ قیوم پہلے پیش کردہ کنٹریکٹ پر راضی ہے وہ انتظام کر دے۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں اپنا نام واپس لے لوں گا تاکہ ایک شاعر کی جگہ نکل آئے۔ تم آنے کے لیے تیار رہو۔ اور کیا لکھوں۔

میرا جی

(۶)

آگرہ - ۲۸ فروری ۱۹۴۶ء

قیوم! آج ایک عجیب مضمون کا خط لکھ رہا ہوں۔ ستاروں کی گردش تو خیر نجومیوں اور شاعروں ہی سے تعلق رکھتی ہے مگر قسمت کے جوتے ہر ایک کو پٹا کرتے ہیں، مطلب یہ کہ ادبی دنیا کی جائنٹ ایڈیٹری اور ریڈیو کی غلامی کے بعد اب جوتوں سے سابقہ پڑا ہے۔ یعنی جوتوں کی تجارت سے۔ لیکن یہ جوتے آگرے سے جو جوتوں کی منڈی ہے (دیال باغ کا نام تم نے سنا ہوگا) لاہور پہنچ کر بکنے پر ۵۰٪ پچاس فیصدی نفع دے سکتے ہیں آگرے میں ایک ذریعہ ایسا مہیا ہوا ہے جو اس تجارت میں آسانیاں پیدا کر دے لیکن سب سے بڑی مشکل لاہور میں ایک ایسی چھوٹی سے چھوٹی دکان کا مہیا کرنا ہے جہاں سے فی الحال مرکز جوتا فروشی قائم کیا جا سکے۔ اگر انارکلی میں ہو تو سب سے اچھا ورنہ ڈبی بازار یا کشمیری بازار دوسرا چانس (CHOICE) ہیں کام چاہیے صرف اتنی ہو کہ کھڑے رہنے کی جگہ مل جائے۔ بیٹھنے بلکہ لیٹنے کی جگہ نہ صرف ہمارے بلکہ تمہارے لئے بھی، آپ سے آپ بن جائے گی۔ اس سلسلے میں تم پوری تحقیق کر کے یعنی دلّی دروازے سے لے کر پانی والے تالاب اور لوہاری دروازے سے لے کر نیلے گنبد تک در بدر خاک بسر پھر و لیکن کوشش اس بات کی کرو کہ خاک اکسیر کا حکم رکھے۔

نیز۔ بشیر قریشی آج کل لاہور میں ہے؟ اگر ہے تو کس محکمے میں اور کس عہدے پر؟

کتاب کی ایڈیٹری اور جالندھر میں ادبی مشیر والا خط میں نے پڑھا تھا لیکن تب حالات اور تھے اور اب دہلی میں الطاف گوہر کے آنے کے بعد اور —— اس کا اظہار منسلکہ نظم سے ہوگا —— اس کے مدنظر ہی جلد سے جلد اوپر کی لکھی ہوئی ہدایات پر عمل کر کے بواپسی ڈاک دلّی کے پتے پر اطلاع دو۔

دیکھا! آخر حلقۂ ارباب ذوق کی شاخ دلّی قائم کر ہی لی۔ خدا اسے دائم رکھے۔ مگر سنتا ہوں کہ لاہور میں حلقے کا کام سست پڑ رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو دلّی کی شاخ بند کر دی جائے؟

میرا جی

(۷)

آل انڈیا ریڈیو، نئی دہلی

یکم اپریل ۱۹۴۶ء

قیوم نظر!

ادیب عالم کے لیے اس سال جو لوگ بیرون پنجاب سے شامل ہو رہے ہیں ان پر یونیورسٹی والوں نے عین وقت پر بہت تھوڑی مہلت دے کر یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ فیس داخلہ کے علاوہ فی کس دس روپیہ زائد ادا کریں۔ محمد یونس ٹائپسٹ جو یہاں ڈرامہ سیکشن میں کام کرتے ہیں اور غالباً تم سے بھی تعارف ہو چکا ہے اس امتحان میں گذشتہ سال دہلی سے ظاہر ہوئے تھے مگر ناکام رہے اس سال وہ پھر داخل ہوئے فیس داخلہ بھیج دی گئی مگر اب یہ نئی پخ لگا کر اس میں ستم ظریفی یہ کی ہے کہ اگر معینہ مدت میں یہ فالتو دس روپے نہ ادا کئے گئے تو دس کی بجائے پندرہ دینے پڑیں گے۔ آپ پوری معلومات حاصل کر کے جلد از جلد اس سلسلے میں مناسب کارروائی کریں اور خط کے ملنے کے ایک آدھ دن کے بعد ہی اطلاع دیں تاکہ اگر چارہ دس ملنے کچھ ہو سکے تو دس کے پندرہ بھی نہ دینے پڑیں۔ گذشتہ سال رول نمبر 7052 تھا۔ اس سال کا ابھی نہیں آیا۔

سید نثار احمد ضیا جالندھری آج صبح دلی آئے اُن سے معلوم ہوا کہ بازگشت پر تمہیں کچھ اعتراضات ہیں۔ اصلاح اور کانٹ چھانٹ کے تم مجاز ہو۔ جو نظمیں شامل نہ کرنا چاہو نہ کرو ان کی جگہ ادبی دنیا کے فائل سے دوسری نظمیں جو بہتر سمجھو شامل کرو۔ میں نے تو صرف اُنہی نظموں میں سے یہ انتخاب کیا تھا جو میرے پاس موجود تھیں اور موجود میرے پاس بہت کم تھیں۔ مسودہ دلی بھیجنے اور دلی سے پھر لاہور بھیجنے میں وقت لگے گا۔ اور وقت ہی اس وقت کم سے کم صرف ہونا چاہیئے۔ اختر سے میں نے سب کچھ مفصل کہہ دیا تھا۔ معلوم نہیں اس نے تم کو کیا کچھ کہا۔ میرا مقصد اس کتاب کو فوراً سے پیشتر فروخت کرنے سے یہ ہے کہ صرف یکصد روپیہ (یہ رقم لاہور آنے کے لیے ہے) مجھے بھیج دیا جائے اور باقی تمام رقم تم براہِ راست مزنگ گھر میں ناتی یا اماں جان تک پہنچا دو اُمید کہ تم زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے اندر اندر کتاب کو (AT ANY CASH) مناسب طریق سے فروخت کر سکو گے۔ میں نے اپنی طبع زاد نظموں کے ایک اور مجموعے کا مسودہ بھی تیار کر لیا ہے جو کل پرسوں تک تمہیں روانہ کر دیا جائے گا۔ اس کا نام "پابند نظمیں" از میراجی ہے اور یہ مختار صدیقی کے نام منسوب ہے۔ خیر۔ کل شام اختر یہاں پہنچے گا اس سے نبٹا جائے گا۔ اس وقت دماغ سخت پریشان ہے۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ تازہ ترین پریشانی یہ ہے کہ آج سے دیسی شراب کی قیمت میں مزید اضافے کا اعلان ہو گیا ہے۔ کیا کیا نہ سہا عشق میں، کیا کیا نہ سہیں گے۔

کہہ دیا گیا ہے تفصیلاً۔ نیز راشد نہیں آسکے گا۔ آج کل چھٹی نہیں مل سکتی۔ میراجی

(۸)

قیوم۔ سلام۔

تین مسودے بھیجے جاتے ہیں۔ دو مختار کے ریڈیو ڈراموں کے مجموعے اور ایک میراجی کا نظموں کے ترجمے کا مجموعہ، جس کا نام "بازگشت" ہے۔ بازگشت میں کچھ نظمیں اپنے ادبی دنیا کے فائل سے اور شامل کر لو۔ ان کی فہرست اختر ہوشیارپوری تمہیں دے دے گا۔ مختار کے مجموعوں کو جلد سے جلد بیچنے کی دو تین وجہیں ہیں۔ ایک اس کی طبیعت کا ٹھیک نہ رہنا۔ آخر علاج معالجے پر روپیہ صرف ہوتا ہے۔ دوسرے اسے گرمیوں کے لیے دو تین سوٹ سلوانے ہیں۔ تیسرے اُسے بمبئی جانے سے پہلے گوجرانوالے بھی جانا ہے اور ظاہر ہے کہ ماں باپ کے پاس وہ ایک سینکڑے ہاتھ میں لئے بغیر نہیں جایا جا سکتا اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ گھر سے تقاضہ بھی آیا ہے۔ اور بمبئی کا سفر خرچ تم خود سمجھ لو۔ یہ مختار کی بات ہوئی۔

بازگشت کے بیچنے کی اس لیے ضرورت ہے کہ منشی مہتاب الدین کا ناخلف بیٹا ایک بار پھر اپنے ماں باپ کی صورت دیکھنا چاہتا ہے اس مجموعے کی فروخت سے جو روپیہ تم وصول کرو اس میں سے صرف ایک صد روپیہ مختار کے نام بھیج دو۔ باقی ناتی کو دے دو۔ مختار کے نام وہ روپیہ وصول ہونے پر میں پانچ چھ دن کے لیے لاہور آؤں گا اور سب لوگوں سے مل جل کر دلی سے ہوتا ہوا لطیف کے ساتھ بمبئی چلا جاؤں گا۔ وہاں عادل نے میرے لیے کم سے کم ۵۰۰/۶۰۰ روپے کی ایک ملازمت کا انتظام کیا ہے۔ ۲۰ اپریل سے لطیف کا محکمہ بھی ختم ہو رہا ہے۔ لطیف اور میں اکٹھے ہی بمبئی جائیں گے۔ مختار اگر ہمارے ساتھ نہ گیا تو ہمارے وہاں جمتے ہی چل پڑے گا۔ تمہیں بمبئی نہیں بلایا جائے گا۔ جب تک کہ اپنی کمپنی قائم نہ ہو جائے

مجموعوں کے بارے میں ———

۱۔ ہر مجموعے کو صرف ایک ایڈیشن کے لیے بیچنے کی کوشش کرو اور زیادہ سے زیادہ وصولی کی کوشش بھی۔

۲۔ اگر کافی سے زیادہ پیسے نظر آتے ہوں تو اس صورت میں کسی ایک مجموعے کے لیے جملہ حقوق دے سکتے ہو۔

۳۔ اُردو بک سٹال۔ سنگم اور جالندھر والوں سے اگر بات ہو جائے تو اسے ہم ترجیح دیں گے۔

۴ - اُردو بک اسٹال اور سنگم سے مختار نے پہلے کچھ باتیں طے کر رکھی ہیں۔ جن کا تمہیں حال معلوم ہے۔

۵ - یہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ جس نئے جوئے میں حصہ لینے کے لیے میں اور مختار اس وقت پر تولے ہوئے ہیں اس کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ان تینوں مجموعوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں پر جلد سے جلد بیچ دیا جائے۔

باقی سب تم خود سمجھ سکتے ہو۔ ۱۵ ریا ۲۰ راپریل تک یہ کام نہ صرف مکمل ہو جانا چاہیے بلکہ رقم مختار تک پہنچ جانی چاہیے تاکہ بمبئی کے سلسلے میں جو گڑبڑ ہو رہی ہے اس کے پروگرام میں رکاوٹ نہ پیدا ہونے پائے۔ کیونکہ میرا جی کا آوّلین اور مختار کا پیشین پروگرام صرف انہی پر منحصر ہے۔

مختار کہتا ہے کہ تمہارے دیباچے کا ابتدائی کام کر لیا ہے تھوڑا کام باقی ہے۔

یہ تم نے کیا لکھا تھا کہ میرا جی کو کھلی اجازت ہے پینے کی وہ تو بغیر اجازت کے بھی پیے جا رہا ہے۔

پرسوں بیس مارچ تھی میرا سین کی سروس میں ۱۴ - سال ہو گئے۔

۲۲ مارچ ۱۹۴۶ء - دہلی   میرا جی —— مختار

(۹)

آل انڈیا ریڈیو دہلی۔

۲ راپریل ۱۹۴۶ء   قیوم نظر!

کل ایک خط لکھا تھا اس میں مرزا محمد یونس کے امتحان کے بارے میں ایک بات لکھی تھی۔ ایک بات رہ گئی تھی۔ سنا گیا ہے کہ وہ اُمیدوار جن کی مستقل رہائش پنجاب کی ظاہر کی گئی ہے (محمد یونس نے مستقل پتہ پانی پت پنجاب کا لکھا ہے) اُن پر زاید دس روپے والا اصول عائد نہیں ہوتا۔ اس کی تحقیق بھی آپ ساتھ ہی ساتھ کر لیجیے۔ محمد یونس کے حق میں ایک نکتہ تو یہ ہے کہ وہ گذشتہ سال امتحان دے چکے ہیں۔ ایسے افراد کے بارے میں یونیورسٹی کو استثنا کا خیال کرنا چاہیے۔ دوسرا نکتہ پانی پت کی مستقل رہائش کا ہے کیونکہ دہلی میں وہ محض برسبیل روزگار آئے ہوئے ہیں۔

رول نمبر جیسے کہ کل لکھا تھا، ۷۵۵ ہے۔ یہ نمبر پچھلے سال کا ہے۔ اس دفعہ کا رول نمبر ابھی نہیں آیا۔ اس دفعہ بھی وہ پچھلی بار کی طرح ادیب عالم کا امتحان دے رہے ہیں۔

مختار کے مسوّدوں کے بارے میں بھی کل نہیں خط لکھنے کے بعد ضیاء جالندھری صاحب سے معلوم ہوا۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ مسوّدے کسی قابل ہیں یا نہیں ہمیں صرف اس سے غرض ہے کہ مسوّدے بک جائیں، کیونکہ انہیں کے بکنے سے مختار کی (شادی) ہو جائے گی اور میں ایک بار (اپنی پابندی کے باوجود لاہور ہو آؤں گا اور) اماں جان کی قدمبوسی حاصل کر سکوں گا۔

معاف کرنا اس وقت پیے ہوتے ہوں لیکن پھر بھی صوفی (SOBER) ہوں (کیونکہ صوفیوں کے خاندان میں میری بھی شادی ہو گی شاید تم صوفیوں کے خاندان کو نہ جانتے ہو۔ اُن کے خاندان کا نمائندہ ایم لطیف آف جبل پور ہے۔

تمہارا   میرا جی

(۱۰)

قیوم! وہ بہترین انعاموں کا اعلان اغلباً سالانہ اجلاس پر ہو گا۔ کیا انعام حاصل کرنے والوں کو اس سے پہلے اطلاع نہ دی جائے گی کہ وہ وہاں

پہنچ کر انعام حاصل کریں، وقت پر۔ اور اس میں سے اگر انعام لینے والا چاہے تو کچھ رقم حلقے کو دے سکے۔ اور ؟

ڈرامے جلد بھیجو اور بھجواؤ۔ ضیا

مکرر :- اگر اس سے پہلے نہیں تو OFFICIAL اطلاع کب ملے گی ضیا

(۱۱)

آل انڈیا ریڈیو۔ نئی دہلی

۱۰ مئی سنہ ۴۶ء

قیوم !

لطیف کو ایک اشد ضرورت در پیش آئی۔ یعنی آگرے کا دفتر بند کر کے کلکتے جاتے ہوئے ایک تو دفتر کے حساب میں کچھ کمی نکلی دوسرے ایک حضرت نے دھوکے بازی سے تین سو روپے اینٹھ لئے۔ سو روپے تم نے جو بھیجے تھے وہ کلکتے بھیج دیئے گئے۔ گھر سے کچھ اور جو منگاتے ان سے اتنے دنوں گزارہ کیا گیا۔ نتیجہ۔ اب تک لاہور نہ پہنچ سکا۔ اگر تم فوراً پچاس روپے کا انتظام کر کے بذریعہ تار روانہ کر دو تو لاہور آ کر کتابوں وغیرہ کا قضیہ طے کر کے گھر والوں سے مل کے اور پھر دلی سے ہوتے ہوئے بمبئی جایا جا سکتا ہے۔ یہ ضروری اس لیے بھی ہے کہ لطیف سے بھی اگلے مہینے کے شروع تک بمبئی میں ملنے کا پروگرام ہے تاکہ فلموں میں قسمت آزمائی کی جا سکے۔ اس وقت طبیعت کچھ بے چین سی ہے۔ مفصل حال ملاقات پر ہی بتایا جا سکتا ہے۔ میراجی

(۱۲)

۲۱ جون سنہ ۴۶ء۔

قیوم ! جیسے کہ لطیف کو بھی لکھا ہے گردشِ دوراں، گردشِ روزگار اور گردشِ جام آخر بمبئی میں لے ہی آئی۔ ۷ ماہ حال کی صبح سے بمبئی میں ہوں، منٹو فلمستان میں میرے لیے مستقل ملازمت کی کوشش کر رہا ہے۔ قوی امید ہے، بات بنتے ہی اطلاع دوں گا۔

معلوم نہیں تم نے "پابند نظمیں" از میراجی، کا کیا کیا۔ اگر بات رہی ہو تو کچھ روپیہ بھیجو، اگر نہیں تو جلد سے جلد مسودہ بھیج دو۔ رجسٹری کر کے کیونکہ نخشب کے ذریعے سے یہاں تاج کمپنی والوں کے ہاں فروخت ہو سکتی ہے اور روپے کی تم جانو یہاں مستقل سلسلہ بننے سے پہلے اشد ضرورت ہے۔

(دلی چھوڑنے سے پہلے شاہد صاحب سے "مشرق کے شاعر اور "مغرب کے شاعر" کے بارے میں بات کی تھی۔ "مغرب کے شاعر" کا مسودہ ان کے پاس ہے اور "مشرق کے شاعر" کا یہاں میرے پاس، بمبئی میں شاہد صاحب ۶۶۶ روپے دونوں کتابوں کی قیمت لے کر مسودوں کو رہا کرنے پر راضی ہیں مگر "مغرب" کا مسودہ یہ رقم وصول ہونے پر دیں گے۔ جالندھر والوں سے ۵۰۰ والی بات اگر اب بھی ہوتی ہو تو "مشرق" کا مسودہ میں بھیجوں۔ اس صورت میں "پابند نظموں" کو یہاں بھیج دو۔ ایسے میں بیچتا ہوں اور "مشرق" کا مسودہ ان کے حوالے کر کے ۶۵۰ روپے پیشگی لے کر شاہد صاحب کو بھیج دو۔ وہ "مغرب کے شاعر" کا مسودہ تمہیں بھیج دیں گے۔ اور پھر پوری رقم وصول کر کے ایک ہزار اماں جان کو دے دو اور باقی رقم مجھے بھیج دو۔ اور ہاں "دیس دیس کی نظموں" کے مسودے کا کیا ہوا؟ اس کی جو رقم وصول کی تھی اس کی رسید اور کنٹریکٹ دونوں پر میرے دستخط اب ہوں گے وغیرہ وغیرہ

معاملہ اہم ہے امید ہے کہ اولین فرصت میں سب کام ٹھیک طرح سے کر دگے۔ بمبئی میں نئی دنیا اور اپنی کارگزاریوں کی تفصیل پھر لکھوں گا

خط کا جواب جلد دینا۔ معرفت ایم اے قریشی میراجی

(۱۴)

۱۳ اے، تلک روڈ۔ پونا

۲۴ دسمبر ۱۹۴۶ء

قیوم

ایک پونا آیا تو آپ کا اور وشوا مندن کا خط ملا۔ سب سے پہلے تو آپ کو صحیح اور واضح طور پر یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شلِ سے نوشی AS SUCH تین ماہ سے ترک کی جا چکی ہے، ہاں، غالب تھیتی شراب ۔ ۔۔ ' سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مختار نے آپ تک مسودہ نہ پہنچانے میں جو کمال کیا ہے، اس کا نتیجہ وشوا مندن اور میراجی تو جس حد تک جانتے ہیں اسے اب مختار بھی میراجی کی آپ بیتی ہی میں معلوم کرے گا (ابھی تک دو باب لکھے جا چکے ہیں) ہاں مختار کے حق میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اسے خدا جزائے خیر دے اور نیک رستے پر چلنے کی ہدایت۔ لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ احساس کمتری سے چھٹکارا حاصل کرے۔ فی الحال اسے مختصراً ایک کارڈ لکھ رہا ہوں کہ وہ جلد سے جلد مسودہ اب بھی آپ تک پہنچا دے۔ وشوا مندن آج کل دلی میں ہے۔ ظاہر ہے کہ پٹھان اس کے درپے ہیں اور اس لئے بیکاری کے روگ کے علاوہ بھی اس کی زندگی اجیرن، لیکن اس کا علاج اسی طرح ہو سکتا ہے کہ آپ مختار سے مسودہ موصول ہونے پر اسے ٹھکانے لگائیں۔ اگر اب بھی مختار مسودہ نہ بھیجے تو آپ لکھیں تاکہ میں کوئی اور کتاب جلد سے جلد مکمل کرکے روانہ کر دوں۔

اب اختر کی سنو۔ شالی مار مسلمانوں کا ادارہ ہے اور جس طرح مسلمانوں کے بارے میں مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کا خدا ہی حافظ ہے۔ اسی طرح ان کے ادارے کے متعلق بھی یہ دعا ہے کہ انہیں بھی خدا ہی سنبھالے تو ملک اور قوم کی بہتری ہو۔ اختر جوں توں سفید پوش اور دو وقت کے کھانے کی زندگی گزار رہا تھا لیکن اب وہ نقطہ قریب دکھائی دے رہا ہے جب شالی مار کے علاوہ توکل سے بھی قطع نظر کرکے عمل سے زندگی کو اگر جنت نہ بنایا جا سکے تو جہنم بننے سے بچانا بھی ضروری ہو گا۔ پونا سے اختر اور ہم دونوں مل کر ایک ادبی دوماہی رسالہ نکالنا چاہتے تھے۔ مگر اس میں ابھی سرمائے کے علاوہ بعض دوسری ٹیکنیکل رکاوٹیں ہیں۔ مثلاً (کاغذ اور ڈکلریشن وغیرہ کا مسئلہ) ان تمام حالات کے باوجود اختر (اور میں بھی) اپنی فلم کمپنی قائم کرنے کے چکر میں بھی ہیں جو بشرطِ حیات بن ہی سکتی ہے باوجود کوششوں کے۔ مختصر یہ کہ آج شام پانچ بجے کی گاڑی سے اختر اور میں حیدر آباد (دکن) جا رہے ہیں۔ وہاں فلم کے لیے سرمایہ داروں کا جائزہ لیں گے (۲) رسالے کے سلسلے میں کاغذ وغیرہ کے مسئلے کی تگ و دو کی جائے گی (۳) وہاں کے ناشروں کو دو ایک کتابوں کے لیے پھانس کر پیسہ مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ سب کچھ اور اس کا نتیجہ یکم جنوری تک معلوم ہو جائے گا یعنی اس روز ہم لوگ پونا میں ہوں گے۔ اگر کوئی کام بن گیا تو اچھی بات لیکن اس کے مدِنظر کہ حالات جوں کے توں رہتے ہیں۔ کچھ روپے کی ضرورت ہو گی۔ سو پچاس جتنے بھی روپے کا انتظام آپ جلد سے جلد کر سکتے ہوں اختر کے پونا کے پتے پر روانہ کرنے کا انتظام کریں۔ اگر یکم جنوری کو بذریعہ تار بھجوائیں تو بہتر ہو۔ اس وقت تک مختار کو چاہیے کہ وہ بھی عقل کو استعمال میں لاتے ہوئے مسودہ آپ تک پہنچا دے ورنہ آپ مجھے لکھیں تاکہ میں نیا مسودہ (کوئی نہ کوئی) آپ کو بھجوا دوں (تیار کرکے ۔ جس میں کہ ہفتہ بھر لگے گا)

ادبِ لطیف وغیرہ کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ کیا ٹھیک ہے۔ صرف احتیاط اور سوچ سمجھ کی ضرورت ہے۔ آئندہ کے لیے۔ ہاں فضلی برادرز سے اگر کوئی سلسلہ آپ بنائیں تو قانونی لحاظ سے مضبوط زمین پر بنائیں کیونکہ فلمی دنیا کے بکھیڑے ناشروں کی دنیا سے بھی زیادہ گھپلے والے ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں پیسے کے لحاظ سے جب تک یقینی صورت نہ ہو۔ آپ کو اپنی پوزیشن کو جوئے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہی بہتر ہے کہ اپنی سرکاری نوکری کے ساتھ ساتھ ادبِ لطیف سے سودو سو کا معاملہ جاری رکھنے کی کوشش کریں۔

گیتوں کے مجموعے کا نام "پریت جھکورے" ہی ٹھیک رہے گا۔ اس سلسلے میں اور راہ دکھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سوائے اس کے کہ کتاب کے چھپنے پر چار پانچ جلدیں (پروپاگنڈا مقصد سے یعنی فلموں میں) ادھر اختر کے نام بھجوا دیں۔

ہاں، میرا لاہور آکر کام کرنا تو آپ خود سمجھیں کہ میری موجودہ نفسی کیفیت کے مدِ نظر انفرادی خودکشی کے مترادف ہوگا۔

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ حلقے کی پوزیشن اب انتظامی کمیٹی کے فیصلے کے لحاظ سے چودھری نذیر (سویرا۔ نیا ادارہ) اور برکت علی (ادبِ لطیف مکتبۂ اردو) کے سلسلے میں کیا ہے۔ یعنی ہم لوگوں کا حلقے کے اصولوں کے مطابق کس سے کیا تعلق ہونا چاہیے؟ اور فی الحال کیا لکھوں سوائے بسنت سہائے کے اس شعر کے کہ

عمر اس سوچ میں تمام ہوئی کیا ہوا اور ہائے کیا نہ ہوا

وہی۔ میراجی

(۱۴)

۴۔ سمیٰ سائیڈ۔ بھنڈار روڈ
ماٹنگا۔ بمبئی۔ قیوم!

حیرانی تو ہوئی ہوگی کہ یہ مردہ آج زندہ کیونکر ہوا، لیکن ملک کی سیاسی زقند نے جہاں اور حیران کن باتوں سے دوچار کیا ہے وہاں یہ دلچسپی بھی نذرِ اہلِ وطن ہے کہ میراجی اس آتشیں ہنگامے سے سمندر کی مانند حیاتِ تازہ لے کر ایک بار پھر زندگی کی کش مکش کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوا ہے، اس نئی زندگی کے قریب لانے میں جن دوستوں کا ہاتھ ہے۔ ان میں سے دو حضرات وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ آج کل میرا قیام ہے۔ اس وقت ان میں سے ایک کا تعارف کراتا ہوں۔ ان کا نام ملک سردار ہے، یہ گِٹ گوردھن کے رہنے والے ہیں۔ ان کے عزیز و اقارب یعنی والدہ، والد اور بہن بھائی مجبوری کی سیاسی نقل مکانی کے باعث آج کل لاہور میں ہیں، حال ہی میں ان کی خیریت کی اطلاع پہنچی ہے۔ یہ خط انہی کیلئے لکھ رہا ہوں، ایک خط ملک سردار کے خط میں ان کو بھی بھجوا رہا ہوں۔ والد کا نام مستری عبداللہ ہے، اور بھائی کا نام گلزار نادم۔ ان دونوں صاحبوں میں سے کوئی صاحب میرا خط لے کر آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ خود اور اس کے علاوہ محمود کے ذریعے سے (معلوم ہوا ہے کہ محمود لاہور ریڈیو پاکستان میں ہے) ان لوگوں کے لیے جو کچھ بھی کر سکتے ہوں وہ کریں۔ یہ کام آپ میراجی کے لیے کریں گے۔ محمود کو بھی یہ بتا دیں اور یہ بھی کہہ دیں کہ میں آج کل ملک سردار میوزک ڈائریکٹر کے ساتھ شری ساؤنڈ سٹوڈیوز میں گانے لکھ رہا ہوں اور یہ کام انہی کے ذریعے سے کر رہا ہوں۔ محمود اپنے ذرائع سے مستری عبداللہ کو کام دلوانے میں بھی مدد کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ بھی تگ و دو کریں اور محمود سے بھی تاکیداً کہیں۔

"ہندوستان" والے حسن احمد سے ابھی تک صرف الطاف گوہر کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ کراچی میں ہے۔ باقی کسی کی کوئی خبر نہیں ہے۔ بشیر قریشی کا پتا اگر مل سکے تو بہت خوب ہو کیونکہ اگر وہ کسی اچھے عہدے پر (اس نئے نظام کے باعث) لگ گیا ہو تو کامی نامی اور کام کے صاحب کے لیے میں اسے لکھنا چاہتا ہوں کہ ان کے لیے جو کچھ کر سکتا ہو کرے۔ اباجان کے علاوہ گھر کی کوئی اور (DEPRESSING) خبر ہو تو نہ لکھئے گا کہ وہ میرے نئے سرے سے زندگی کو سنوارنے میں حارج ہوگی۔ اور کیا لکھوں، سوچتا ہوں کہ آپ اور ہی قسم کی تفصیلات کے متوقع ہوں گے اور میں یکسر اور باتیں لکھ گیا۔

——— خیر پھر سہی، جو کام اس خط میں کہا ہے وہ ضرور کرنا ہے اور اس کے بارے میں اطلاع بھی دینا ہے۔

۱۱؍ دسمبر ۴۷ء۔ میراجی

معلوم ہوا ہے کہ ملک سردار کی والدہ (SERIOUSLY) بیمار ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر شاہ محمد کے علاوہ دو مناسب حضرات (یعنی ڈاکٹروں سے) انہیں ملا دیں، پیسے روپے کا خیال نہ کیا جائے کہ ملک سردار جس قدر روپے کی ضرورت ہو انہیں تار کے ذریعے سے بھجوا دیں گے۔ سو روپیہ دو تین دن ہوئے انہیں بھجوا بھی دیا گیا ہے جو امید ہے کہ اس خط سے پہلے مل چکا ہوگا۔

(۱۵)

MIRAJEE C/O NAKHSNABJARCHAVI

4, CUSTOMSCLUB. MATUNGADADAR

BOMBAY

قیوم

ڈاک کے جھمیلے کی وجہ سے تمہارا خط نہ جانے کب کا چلا ہوا اب تک کہاں پڑا رہا! اب قریباً پانچ چھ روز پہلے ڈاک کھلنے پر ملا۔ اس وقت زیادہ وقت نہیں ہے۔ مفصل خط پھر لکھوں گا۔ صرف اتنا کام ضروری ہے کہ جلد از جلد اپنی پہلی فرصت میں "پابند نظمیں" کا مسودہ مندرجہ بالا پتے پر بذریعہ رجسٹری روانہ کر دو۔ اس نئے پتے پر میرا نام نہ لکھنا۔ نخشب کا لکھنا۔ کیونکہ ڈاک کے وقت وہی گھر پر ہوگا۔ آئندہ خط بھی اس پتے پر لکھنا۔ لیکن عنوانوں پر میرا نام لکھ دینا۔

دیگر لاہور کے حالات تفصیل سے لکھو۔ "پابند نظمیں" کا سودا یہاں کرشن چندر کے ذریعے سے ہو رہا ہے۔ روپے کی وصولی مسودے کی وصولی کے بعد ہوگی۔ اس لیے مسودہ جلد سے جلد آنا چاہیے کیونکہ روپے کی سخت ضرورت ہے۔ میں بعض الجھنوں بعض مصروفیتوں اور بعض اندیشوں میں نہایت شدت کے ساتھ گھرا ہوا ہوں۔ مسودے کی موصولی ہی ان سے نجات کا باعث بن سکتی ہے۔ امید ہے کہ سب کام ٹھیک چل رہے ہوں گے۔ کیا کتاب آج کل نہیں چھپ رہی؟ بمبئی کے پتے پر بھیجو۔ گذشتہ پرچے بھی۔

میرا جی

انگریزی کے دستخط میرے تھے کیونکہ ان کی تصدیق کی ضرورت نہ تھی۔ اور اردو دستخط کی تصدیق درکار ہوتی۔

(۱۶)

قیوم!

اچھا ہوا جو شاہد کے ہاں جانے کا پروگرام اس روز ملتوی کر دیا کیونکہ وہ ڈیرہ دون میں ہے اور اب تک وہیں — اس کے آتے ہی میں سب بات چیت کروں گا۔

یہ خط اس لیے لکھا جا رہا ہے کہ محمود نظامی آج یعنی ہفتے کی شام کو لاہور آ رہا ہے۔ بدھ تک وہاں رہے گا۔ آپ گھر سے میرے دو تین جوڑے کپڑے لے کر اور بنڈل بنا کر اسے اسٹیشن پر پہنچا دیں۔ اسٹیشن پر ہی جائیں۔ اتوار کو وہ حلقے میں آپ سے ملے گا۔ اگر نہ بھی ملے تو آپ پتہ چلائیں اور اس سے ریڈیو پر ملیں، اسٹیشن پر ملنا بھی بہتر ہے۔ معلوم نہیں آپ نے یہاں اس سے اپنے بارے میں ریڈیو ملازمت کی کوئی بات کی تھی کہ نہیں؛ یہی گفتگو پھر اس سے کریں۔ ہاں اس روز لطیف صاحب تو عازم لاہور ہوتے اور دوسرے روز ان کا ٹکٹ ان کے کمرے سے مجھے ملا۔

اب کہو "شراب خوار!"

ایک ضروری کام!

جواب تغافل نظم عبدالمجید قدم مع جائزے کے اپنے نائل سے نوٹ کرکے بھجوا دیں اور عطاءاللہ سجاد کی نظم لوٹائی کر در آں خضر را عصا خفت است یہ صرف نظم لیکن یہ نظم ادبی دنیا میں نہیں بلکہ ہمایوں میں ملے گی۔ دونوں کام ضروری ہیں خط کے جواب آنے پر لکھوں گا کہ کب لاہور آ رہا ہوں؟ آؤں گا تو زیادہ دنوں کے لیے نہیں آؤں گا۔ کیونکہ میرا ٹیشن دارجلنگ میں ہے۔

دلی سے دارجلنگ

لاہور سے دارجلنگ

مؤخرالذکر فاصلہ زیادہ ہے۔ اب انہی فاصلوں سے دل کو تسکین نہ دیں تو اور کیا کریں۔ میراجی

(۱۷)

رام بھون ۱۳۰۔ تلک روڈ۔ پونا۔

قیوم

آخری خط غالباً مختشب کے ہاں بیٹھے ہوئے بمبئی سے لکھا تھا۔ اس وقت سے اب تک کیا کچھ بیتی؟ یہ تو ملاقات ہی پر تفصیل یا اجمال سے بتایا جا سکتا ہے۔ یا پھر برآن کی آپ بیتی میں پڑھ سکتے ہو جس کا کچھ حصہ تک جا چکا ہے یعنی ابتدا سے آگے بڑھ چکا ہوں بمبئی بیٹھے بیٹھے ایک روز خیال آیا کہ پونا میں اختر ہے، لاؤ اسی سے مل آئیں۔ یہاں آیا پانچ چھ روز رہا (یہ یکم اکتوبر کا ذکر ہے) معلوم ہوا دو چار روز میں یہاں مسلم ایجوکیشن سوسائٹی یوم اقبال منانے کو ہے۔ دلی سے مختار اور بعض اور احباب آئیں گے بمبئی دو روز کے لیے ایک کام تھا۔ اختر سے پھر آنے کا وعدہ کرکے گیا اور دو روز کے بعد آیا۔ مختار وغیرہ سب آئے۔ یوم اقبال کی دھما چوکڑی رہی پانچ سات روز اس میں گزرے۔ اختتام پر مختار کو لے کر بمبئی گیا۔ اس کا بھی ایک کام تھا۔ اس کے امریکہ جانے کی ایک سبیل نکلی تھی۔ معلوم نہیں اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس نے بمبئی جا کر خط نہیں لکھا۔ خیر اب یکم نومبر کو ایک کام سے پھر لوٹنا آیا۔ اور اس روز سے یہیں ہوں۔ کل بمبئی پہنچا ہے۔ پچھلے ایک ہفتے سے ہر روز اختر اور میں یہی سوچ رہے ہیں کہ قیوم کو خط لکھنا ہے۔ لیکن آج گیارہ کو لکھ رہا ہوں۔

اختر جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گا دو سال سے شالیمار میں مکالمہ نویس، گیت اور نہ جانے کیا کیا، الم غلم کاروں کے سلسلے میں ملازم ہے۔ کمپنی کے حالات تو جیسے ہیں وہ ہیں اختر نے جوں توں جینے کا خاصا اچھا اور باقاعدہ انتظام کر رکھا ہے۔ ان دو سالوں میں اس نے ادبی کام بھی کافی کیا ہے۔ بے شمار نظمیں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک منظوم طنزیہ ناٹک بھی "سب رنگ" کے نام سے لکھا ہے۔ اس کے کردار بظاہر حیوانات ہیں۔ اصل میں یہ ہندوستان کے سیاسی حالات پر طنز ہے۔ اپنے رنگ کی بالکل نئی چیز ہے۔ اس وقت سب سے پہلے اس کے متعلق بات کرنی ہے۔ اس کتاب کو اچھی طرح اور نمایاں طور پر شائع کرانا ہے (میں دیباچہ لکھ رہا ہوں) اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھنا ہے کہ مصنف کو اقتصادی طور پر بھی فائدہ ہو۔ سنگم والوں سے اس سلسلے میں تو نہیں البتہ کتابوں کے سلسلے میں اختر کی خط و کتابت پہلے بھی ہو چکی ہے۔ "گرداب" تو آپ نے دیکھا ہی ہے۔ اس کے علاوہ "تاریک سیارہ" کے نام سے اختر نے اپنا دوسرا مجموعہ مکتبہ اردو کو دیا ہوا ہے جو ابھی شائع نہیں ہوا۔ (اختر کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ حلقے نے ان لوگوں کا بائیکاٹ کر رکھا ہے) مختار سے معلوم ہوا تھا کہ چودھری نذیر اور چودھری برکت علی میں اختلاف رائے (مارپیٹ کی حد تک) ہو چکا ہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تصفیہ ہوا ہے۔ نذیر سویرا کے نام سے ایک رسالہ نکال رہا ہے اور "نیا ادارہ" کے نام سے مکتبہ۔ اور غالباً ادب لطیف اور مکتبہ اردو برکت علی کے ہاتھ لگا ہے۔ اب ان تمام باتوں کی روشنی میں آپ کو ذیل کے کام کرنے ہیں :-

۱۔ چودھری نذیر اور برکت علی کے تجارتی تصفیے کے بارے میں معلومات بہم پہنچانا۔ خاص طور پر یہ معلوم کرنا کہ مکتبہ اردو مصنفوں سے جو کتابیں کو خرید چکا تھا وہ کس کے ہاتھ آئیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے اختر کی کتاب "تاریک سیارہ" کی کیا پوزیشن ہے!

۲۔ "سب رنگ" کی اشاعت کے بارے میں (مسودہ کی ایک نقل آپ کا خط آنے پر اختر آپ کو روانہ کر دے گا) اردو بک سٹال وسنگم اور دیگر لوگوں سے خاطر خواہ بات چیت کریں۔

۳۔ حلقے نے مکتبہ اردو سے بائیکاٹ کیا تھا۔ اس سلسلے میں جہاں اصول پرستی مدِ نظر رکھنی ضروری ہے وہاں اس بات کو بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ ادبِ لطیف کے مقاطعے سے حلقے کے ارکان کو جو پبلسٹی ادبِ لطیف سے مل سکتی تھی اس کا نقصان ضرور ہوا۔ میرے خیال میں اب جب کہ چودھری نذیر الگ ہو گیا ہے اور نیا رسالہ نکال رہا ہے اور نیا ادارہ قائم کر رہا ہے تو میرے خیال میں موقعہ ہے کہ چودھری نذیر سے "سیاسی طور پر" صلح کر لی جائے اور مرکز کی انتظامی کمیٹی کی ایک "خفیہ" میٹنگ میں یہ تجویز پیش کر کے منظور کرائی جائے اور چودھری نذیر سے کہا جائے کہ حلقے کو اگر اختلاف تھا تو وہ مکتبہ اردو اور ادبِ لطیف سے تھا۔ اب آپ کا نیا ادارہ ہے اور نیا رسالہ اس سلسلے میں حلقہ آپ کا دوست ہے۔ اور یہ دوستی اپنے طور پر بہت احتیاط کے ساتھ قائم رکھی جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ نذیر اپنے نئے ادارے میں کتابیں شائع کرنا چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ اسے کتابوں کی ضرورت بھی ہو گی۔ حلقے کی ایک آدھ کتاب (مجموعہ مضامین یا افسانوں کا مجموعہ) اُن کے سر چپکایا جا سکتا ہے۔ اختر کی کتاب "سب رنگ" کی بات بھی آپ ان سے کر سکتے ہیں۔ مگر ہر بات خوب "چوکسی" سے کرنا ہو گی۔ چودھری نذیر سے حلقے کی نسبت سے اور انفرادی طور پر بھی فائدہ اٹھانا ہے۔ چودھری نذیر سے اگر "سب رنگ" کی بات طے پا جائے تو شاید وہ سنگم سے بہتر طور پر شائع کرے گا۔

۴۔ "پابند نظمیں" کا مسودہ میں نے مختار کو دے دیا تھا تاکہ وہ آپ کو بھیج دے۔ اگر اس نے نہیں بھیجا تو اس سے منگوا لیجئے اور جلد سے جلد اس کے فروخت کا انتظام کیجئے جیسے کہ آپ کو معلوم ہو گا ابا جان کا انتقال ہو چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دو چار سو روپیہ جلد از جلد گھر بھجوا دیا جائے۔ اس کے علاوہ وشوانندن کے نام سے آپ کو میرا پرائیویٹ سکرٹری بھی ملا ہو گا۔ کچھ روپیہ میں اُسے بھی دینا چاہتا ہوں۔ ویسے بھی آپ ہر طرح سے اس کی مدد کریں وہ بڑا دوست آدمی ہے۔ محمود نظامی لاہور آ چکا ہو گا۔ اُس سے بھی وشوانندن کے بارے میں ملازمت کے سلسلے میں کہیں۔

۵۔ مشرق کے شاعر اور مغرب کے شاعر کے بارے میں شاہد صاحب سے میں نے بمبئی آنے سے پہلے بات کی تھی اور ان سے کہا تھا کہ مجھے ان مسودوں کے ڈھائی ہزار ملتے ہیں وہ اس شرط پر راضی تھے کہ میں انہیں Rs.666/- دیکر ان سے مغرب کے شاعر کا مسودہ لے سکتا ہوں۔ مشرق کے شاعر کا مجموعہ پھر فائلوں سے آپ ہی کو تیار کرنا ہو گا۔ شاہد صاحب کے پاس ابھی کتابوں کی مد میں میرا Rs.150/- باقی ہے۔ گویا اگر انہیں کم سے کم 500/- روپیہ دے دیا جائے تو وہ مغرب کے شاعر کا مسودہ دے سکتے ہیں۔ باقی سب کچھ آپ سوچ لیں۔

"تاریک سیارہ" کی پوزیشن، "سب رنگ" کی اشاعت اور "پابند نظمیں" کے بارے میں جلد سے جلد اطلاع دیں۔ یہ کام بہت ضروری ہے۔ اس میں ایک روز کا تساہل بھی نہ ہونا چاہیے۔ تمام خط و کتابت آپ اختر کے نام کریں۔ سب رنگ اگرچہ ایک مستقل طنز ہے لیکن اس کی ایک ہنگامی قدر بھی ہے۔ سیاسی حالات کل نہ جانے کیا ہوں اس لیے اس کی اشاعت جلد سے جلد ہونی چاہیے۔

اختر کا اور میرا دونوں کا پتہ یہ سمجھیں۔ "رام بھون" ۱۳۔ تلک روڈ۔ پونا۔

میراجی

آپ کس حال میں ہیں؟ یہ بھی اور — اور سب ضروری باتیں بھی لکھیں، لیکن خدا کے لیے کوئی ایسی بات نہ لکھیں جس سے اُس مسافر کے ذہنی توازن کے انتشار کا اندیشہ ہو جو گھر نہ ملنے پر پھر کر گھر کا رستہ بھول چکا ہے۔

میراجی

(۱۸)

دہلی

جو مٹ سکتی ہے مر نہیں سکتی۔

تو پھر جب دلّی امر ہے تو یہاں رہنے والوں کے لیے بھی دلّی ہی کی طرح وقت کا کوئی تعین نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے تاریخ اوپر نہیں لکھی گئی، اور اسی لیے نیچے بھی تاریخ نہیں لکھتا کہ کس روز لاہور پہنچوں گا، مگر

کر لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

یعنی یہ دوسری تاریخ تو لکھنی ہی پڑے گی ' (یا لکھنا ہی ہوگی، یہ دوسرا طریقہ یعنی فعل میں مصدر کی تذکیر کا استعمال لکھنوی ہے، دلّی میں (دلّی والے کہیں گے دلی پیاری ہیں) یوں ہی رہیں گے، لکھنی ہی ہوگی —

مطلب یہ کہ دو تین تاریخ تک لطیف لاہور آرہا ہے اور اس کے ساتھ — ہی — میں — بھی!

بھی پہ زور نہیں — میں پر ہے، میں یعنی؟

میراجی

(۱۹)

دہلی۔

آپ کا خط ملنے سے پہلے ایک خط لکھ رکھا تھا، القاب گوہر کے نام تھا تاکہ وہ خوش ہو جائے مضمون واحد تھا تاکہ ایک خط لکھنے سے دونوں کو خیر خبر پہنچ جائے۔

نتیجے میں ایک تو ویلز کی شارٹ ہسٹری آف دی ورلڈ تھی، خیر پھر سے لی جائے گی، لیکن پانچ پانچ مکمل اور ایک دو بلکہ شاید زیادہ ادھوری نظمیں تھیں ان کا کیا کیا جائے گا؟ ان میں سے صرف ایک نظم محمود کے پاس ہے وہ اس سے لی جا سکتی ہے باقی کا افسوس رہے گا کیونکہ ایک دو اچھی نظمیں تھیں۔

محمود ۱۱ سے کر ۱۶ تک لاہور میں ہوگا، آپ اور گوہر اس سے ضرور ملیں، وہ ایک ملازمت کا حال بتائے گا اور شاید اس کا خیال ہے کہ امجد کو اس ملازمت پر لائے سو سوا سو تنخواہ ہے، لیکن میرے خیال میں بالترتیب۔ قیوم نظر، یوسف ظفر، الطاف گوہر اور مختار صدیقی میں سے ایک آدمی کو آنا چاہیے شیر محمد اختر اگر پسند کرے تو اس کے لیے بھی مختار کو کہیں۔ کام سکرپٹ لکھنا اور ہر قسم کے فائل سنبھالنا ہوگا، یہ کام محمود کے سیکشن میں ہوگا۔ یہ خیال رہے کہ رقیبان روسیاہ سے پیشتر آپ لوگ محمود سے ملیں اور جھٹ خود بات چیت شروع کر دیں۔

میرا ارادہ عید پر آنے کا تھا لیکن سولہ تاریخ کی تقریر اور دوسرے مسائل کی وجہ سے نہیں آسکوں گا۔ اس ماہ کے آخر تک امید ہے کہ دو روز کے لیے آؤں۔

مولانا صلاح الدین کے ساتھ چپکے رہیں، جائنٹ ایڈیٹری آپ کو حاصل کرنا ضروری ہے ایک تو حلقے کے مفاد کے لیے، دوسرے ریڈیو کی طرف آنے کے لیے بھی یہ لیبل کارآمد ثابت ہوگا۔ میں خواہ آرٹسٹ بنوں یا نہ بنوں، حلقہ اربابِ ذوق کی ریڑھ کی ہڈی کا ریڈیو میں مستقل طور پر گھسنا ضروری

ہے۔ محمود والی ملازمت کے لیے میرا خیال ہے کہ یوسف ظفر یا شیر محمد اختر یا قیوم نظر کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔ ہاں کر جیسے سمجھیں آپ فیصلہ کرلیں۔ آپ کے خط سے خیال آیا کہ شاید یوسف ظفر بھی جائنٹ ایڈیٹری کی کوشش میں ہو اگر ہو تو بقول مولانا صلاح الدین اس کو ملادیں۔ باقی حالات ساتھ کے خط میں لکھ چکا ہوں۔ افسوس یہاں ڈرافٹ نہیں ملتی۔ خیر کوئی پرواہ نہیں اب تک یہی مسلک رہا کہ

ہر چہ بر سرِ این مفتی مہتاب دین بیاید بگذرد۔

حلقے کو سلام۔ شیر محمد اختر سے الگ سلام کہیں اور گوہر کے کان کھینچیں۔ لاہور لاہور ہی ہے۔ میراجی

بنام محمد علی خاں اثرؔ

(۱)

بمبئی مورخہ ۲ اپریل ۱۹۴۲ء

شفیقی وحبیبی سلام مسنون قبول ہو۔

کرم نامہ موجب مسرت و امتنان ہوا۔ میں کس طرح کلکتہ سے لکھنؤ اور پھر لکھنؤ سے بمبئی پہنچا یہ ایک دفتر پریشان ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ نیا مقام ہے۔ نئے لوگ ہیں۔ خیالات بھی علیحدہ ہیں۔ غرضیکہ دنیا نئی ہے۔ کام کی زیادتی۔ بیک وقت تین پکچروں کے گیت بنانے ہیں۔ دعوت ناموں کی کثرت، مجھے نہ فرصت نہ طبیعت درست۔ ادنیٰ مصیبت یہ ہے کہ ہفتہ عشرہ میں کوئی مبارک رات ایسی آجاتی ہے کہ گھڑی دو گھڑی آنکھ لگ جاتی ہے۔ ورنہ ساری رات جاگنا اور اس حالت میں کہ بلیک آؤٹ کی وجہ سے نہ کام کر سکتے ہیں نہ بے شغلی میں رات کٹتی ہے۔ پھر اس شب و روز کی جگائی کا جو اثر قلب و دماغ پر پڑتا ہے وہ ادھر تو آنکھوں کو بے نور کئے دیتا ہے اُدھر قبض کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ بہرحال خدا کا شکر کہ اس کا جتنا اثر ہونا چاہیے اتنا نہیں ہے کیونکہ مر پٹ کر کچھ دماغی کام کر ہی لیتا ہوں۔ انتخاب کے لئے دواوین بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کا کوئی انتظام کروں گا اور سوالات کے سلسلہ وار جواب بھی دوں گا مگر کچھ عرصہ ضرور لگے گا۔ جو غزلیں رکھی ہوئی ہیں انہیں تو سردست رہنے ہی دیجیے کہ جو کام آپ نے میرے سر ڈالا ہے اسی کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے جس کا یہاں فقدان ہے۔ ہاں اگر کوئی خاص کلام کسی خاص ضرورت سے کہا گیا ہو تو اسے بھیج دیجیے گا۔

رسالہ نگار (جنوری و فروری ۱۹۴۱ء) میں نہ انتخاب میرا انتخاب ہے نہ حالات میرے لکھے ہوئے ہیں۔ مجھ سے ہر دیوان کا انتخاب طلب کیا گیا اور اس میں سے بہت کچھ کم کر کے جو چاہا لے کر چھاپ دیا اور اس طرح کہ یہ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کسی دیوان کا انتخاب کہاں تک ہے۔ حد یہ ہے کہ خالص اردو تک کا عالم گمیل کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد تنقید نمبر ۱۹۴۸ء میں نکالا ہے۔ چار نقادوں کے تبصرے ہیں جسے دیکھ کر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چاروں ایسی انجمن کے ممبر ہیں جن میں سب کا نقطۂ نظر کچھ لوگوں کو گھٹانا اور کچھ کو بڑھانا ہے۔ جس کے لئے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے نہ کسی توضیح کی۔ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسے قطعی فیصلہ کا اعلان ہے جسے بے چون و چرا تسلیم کر لینا ہر شخص کا فرض ہے۔ آخر میں نیاز صاحب نے جج بن کر ناطرفداری کی ادائیں دکھانے کے بعد جو فیصلے کئے ہیں وہ بھی یہی شان رکھتے ہیں کہ بس اسے مان ہی لو۔ میرے متعلق انہوں نے جو گلفشانیاں کی ہیں وہ بہت ہی پُرلطف ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اہل فہم میرے دھوکے میں نہیں آئیں گے مگر عوام ضرور آمنّا و صدّقنا کہہ دیں گے۔ لہٰذا جو کچھ لکھا ہے اس کا مفہوم تو کلام کے محاسن کو ظاہر کرتا ہے اور انداز بیان محاسن کو معائب بتاتا ہے۔ یہ شان تحریر اپنی جگہ بلند پایہ رکھتی ہے مگر یہ شعار کتنا رکیک ہے۔ حسرت موہانی اور فراق گورکھپوری ہندوستان کے سب سے بہترین غزل گو اور فانیؔ بدایونی ان سے

ذرا کم مگر اور سب سے بالا تر ہیں ۔ یہ ہے حاصل اس ساری جدوجہد کا ۔ حسرت ایک کہنہ مشق ، ماہر فن محقق شاعر ہیں مگر ان کا تغزل ایسا نہیں کہ جسے سب سے بلند درجہ دیا جاسکے اور فراق ایک غلط گو ناواقف فن ، بد مذاق اپنے مفاہیم کے اظہار پر قدرت بھی نہیں رکھتا اور عروض سے تو بالکل بے بہرہ شخص ہے ۔ فانی مرحوم نے میرا پہلا دیوان دیکھتے ہی اپنے چھپے چھپائے دیوان کو کاٹ کر ٹھیک کر دیا وہ میرے دوست تھے جس وقت میں نے ان سے مطبوعہ دیوان طلب کیا ہے تو مرحوم نے یہی کیا تھا جو اوپر میں نے لکھا ہے ۔ کیا کہوں فرصت نہیں ورنہ دیکھتا کہ نیاز صاحب کہاں تک ہیں ؟ اگر ان کے فریب تحریر کے پردے چاک کر ڈالے جائیں تو دنیا ان کے دھوکے میں کبھی نہ آسکے ۔

کوشش کروں گا کہ جلد سے جلد فہرست سوالات کی خانہ پری کر کے روانہ کر دوں ۔ انصاری صاحب بھی تسلیم کہتے ہیں ۔

خیر طلب

آرزو

جواب خط اسی دن لکھا مگر غزل دیکھنے کے لئے وقت نہ نکل سکا اس لئے آج ۴ اپریل کو خط روانہ کر رہا ہوں ۔

(۲)

بمبئی مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۶ء

جناب اثر صاحب ! تسلیم ۔ غزل دیکھ کر روانہ کر رہا ہوں ۔ اصلاح غور طلب اور فائل میں محفوظ رکھنے کی ہے ۔ میں اپنا حال کیا لکھوں ؟ دعا کیجئے کہ دافع بلیات ان بلاؤں کو مجھ سے دور کرے جن کی وجہ سے مال ، آبرو سب خطرہ میں ہے ۔ لکھنؤ آنا تو ضروری ہے مگر وقت آگے بڑھتا جا رہا ہے ۔ میری داستان مصیبت قابل تحریر نہیں ۔ بروقت ملاقات انشاء اللہ بیان کروں گا تو زمین پاؤں تلے سے نکلنے لگے گی ۔ زیادہ نیاز ۔

انشاء اللہ آپ مشاعرہ سے کامیاب واپس ہوں گے ۔

خیر طلب

آرزو

غزل

مشاعرہ ۔ ریڈیو اسٹیشن لاہور

طوفاں سے نکلنا آساں تھا ساحل تو کچھ اتنا دور نہ تھا
سے بڑھنا غیرت کو مگر
موجوں کے سہارے کا احساں فطرت کو مری منظور نہ تھا

پھر آنچ آنے دی
اللہ رے شان وفاداری طالب پہ نہ کوئی آنچ آئی
کیوں بجلی
موسیٰ ہی پہ گرتی بجلی کیوں ، جلنے کے لئے کیا طور نہ تھا

اب عشق کی وہ منزل آئی ، غم اور خوشی میں فرق نہیں
دل کا افسانہ
اب دل کا فسانہ کیا کہئے مسرور تھا اور مسرور نہ تھا

اک تیر سا آکر دل میں لگا کس طرح لگا یہ یاد نہیں
پوچھا کہ خبر پہلے سے نہ کی ، آئی یہ ندا دستور نہ تھا

الفت میں خودی کا مٹ جانا ہے زندگی جاوید اثرؔ تھا دار و رسن سے پہلے بھی منصور، مگر منصور نہ تھا

(۳)

بمبئی مورخہ ۲۴؍ستمبر ۱۹۴۶ء

جناب خانصاحب! تسلیم۔ ابھی تک بخیریت ہوں۔ بمبئی کے حالات سے تو آپ باخبر ہوں گے۔ مگر یقیناً یہ آپ کو نہ معلوم ہوگا کہ میں ضعیف دائم المریض کیسے مقام پر تنہا مع اہل و عیال مقیم ہوں! کوشش کر رہا ہوں کہ متعلقین کو لے کر کسی طرح لکھنؤ آ جاؤں۔ امید ہے کہ اگر زندہ رہا تو اکتوبر تک کسی تاریخ یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ لکھنؤ پہنچ کر آپ کو اطلاع دوں گا۔ اس خط سے پہلے نہ آپ کا کوئی خط پہنچا نہ یاد علی خاں صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس پریشانی کی حالت میں غزلیں دیکھ کر روانہ کر رہا ہوں اب آپ کی گویائی نیز کلام کی پختگی میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ یقین ہے کہ آپ نے بھی محسوس کیا ہوگا اور اہل مشاعرہ سے داد بھی اچھی طرح ملنے لگی ہوگی۔ فقط

خیر طلب
آرزو

غزل

کبھی اپنے منہ سے ہنس کر یہ کہو کہ تو ہمارا } نوٹ

مجھے ہر الم مسرت مجھے ہر ستم گوارا وہ زباں سے اپنی کہہ دیں کبھی کاش تو ہمارا
میں بھلاؤں دل سے کیونکر وہ سکوں ربا نظارہ کبھی رخ دکھا کے لوٹا کبھی مسکرا کے مارا
وہ جفا سے باز آنے میں وفا سے باز آنا نہ انہیں تھا وہ گوارا نہ مجھے تھا یہ گوارا
مجھے بھول جانے والے تجھے یاد ہو یہ شاید مرے عشق ہی نے اکثر ترے حسن کو سنوارا!
ترے غم پہ راحت جاں! غم دو جہاں تصدق ترا غم ہی زندگی ہے جو ہے سب سے زیادہ پیارا
کبھی مجھ سے رخ چھپایا کبھی خود نقاب الٹی یونہی ڈوبا اور چمکا مرے بخت کا ستارا
رہِ جستجو میں پنہاں جو ہوئے نشانِ منزل مرے جذبِ دل نے آخر ترا نقشِ پا ابھارا
کروں فکر کیا میں اس کی کہ یہ بہتے بہتے اک دن کسی بحر سے ملے گا مری زندگی کا دھارا

ترے بعد کوئی منظر نہ لبھا سکا اثرؔ کو
تجھے دیکھ کر نہ اٹھی کہیں پھر نظر دوبارا

نوٹ ۱۔ ضمیر غائب "وہ" کے آنے سے بات کی تاثیر کم ہو گئی تھی اس لئے ضمیر مخاطب استعمال کی گئی اس کے علاوہ ساری غزل خوب ہے۔ اصلاح کی ضرورت نہیں۔ آرزو

(۱)

مورخہ ۷ فروری ۱۹۳۷ء

دلنوازا - سلام مسنون

آپ نے لکھا ہے کہ نئے - پئے وغیرہ کے قافیہ میں خئے نہیں آ سکتا۔ یہ شعر غلط چھپ گیا ہے اس کا جواب یہ ہے۔ قافیہ درست ہے اور شعر صحیح ہے۔ کیونکہ یئے اور نئے کے ساتھ خئے کا قافیہ بے شک نہیں آتا مگر جب کہ قافیے میں ایک حرف زائد آ جاتا ہے تو اعراب کا اختلاف جائز ہو جاتا ہے جیسا کہ مہدی خاں کوکب کا مشہور شعر زبان زد خاص و عام ہے

بیک گردشِ چرخ نیلوفری نہ نادر بجا ماند نے نادری

اس میں نیلوفر اور نادر کا قافیہ نادرست تھا مگر "یا" آنے سے قافیہ درست ہو گیا۔

اسی طرح سعدی کا یہ شعر ہے :-

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے نہد ملک در پنجۂ ظالمے

جلیل مانک پوری

(۱)

بمبئی نمبر ۳ جمشید فیروز محل - ابراہیم رحمت اللہ روڈ

مورخہ ۹ اپریل ۱۹۴۷ء

جناب اثر صاحب بتسلیم

آج ۹ اپریل کو آپ کے تین خط جو تار دیو روڈ کے پتہ پر آئے ہوئے تھے وہیں لیٹر بکس میں پڑے تھے۔ ایک دوست کی وساطت سے جن کے سپرد مکان ہے مجھے اپنی قیام گاہ پر ملے جس کا پتہ اوپر تحریر ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس پانچ ماہ کے عرصہ میں جب سے پہلے مکان کی سکونت ترک ہوئی ہے آپ کو کئی خط لکھ چکا ہوں۔ شاید آپ نے نیا پتہ لکھ دیا اس لئے خط آئے ہوئے پڑے رہے۔ اب بھی اگر میرے دوست مجھے پہنچا نہ دیتے تو آپ کی شکایت رہتی حالانکہ میری جانب سے کوئی بے پروائی نہ تھی۔ اب براہ مہربانی پتہ نوٹ کر لیجئے۔ میں چار ماہ تو بہت پریشان رہا اب بھی ایک ہزار روپے صرف کرنے پر ایک کمرہ ملا ہے میرے بیٹھنے کے واسطے الگ جگہ نہیں۔ چھوٹی بچی کا ساتھ، وہ کچھ کرنے نہیں دیتی اور اب تو اس نے عینک توڑ کے گویا آنکھیں ہی پھوڑ دیں۔ بغیر عینک کے، کام کرنے سے آنکھ آشوب کر آتی ہے۔ ایک غزل اس وقت دیکھ کر روانہ کر رہا ہوں۔ دوسری آنکھ ٹھیک ہوئے تو دیکھ کر روانہ کروں گا۔ فساد کی وجہ سے خرچ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کاروبار بند، عجیب حالت ہے۔ یہاں ایک مشاعرہ میری صدارت میں ہونے والا تھا وہ بھی موقوف ہو گیا ہے۔

یہ غزل آپ نے اچھی کہی ہے۔ خود غور کیجئے کہ اب آپ کہاں ہیں؟

والسلام

خیر طلب

آرزو

غزل اصلاح شدہ

یہ میری آنکھوں میں

جلوے مری نظر میں یہ کس کے سما گئے — نظریں اٹھیں تو کون و مکاں جگمگا گئے

بٹھا / بیٹھے

دل میں وہ ایسا نقشِ محبت جما گئے — ہر نقشِ غیر صفحۂ دل سے مٹا گئے

نوٹ: "جما" اور "مٹا" میں ایطا تھا دونوں میں الف جزو زائد ہونے کی وجہ سے تکرار لفظ مع المعنیٰ کی تعریف صادق آ رہی تھی۔ بٹھا میں بھی وہی الف ہے مگر کلمہ سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ الف الگ کر لینے سے "بیٹھ" ایک بے معنی لفظ ہوا جاتا ہے۔ ایسا زائد قائم مقام اصلی سمجھا جاتا ہے۔ آرزو

خود مجھ کو اپنی ذات پہ دھوکا انہیں کا ہے — میں ان میں گم ہوں یا وہی مجھ میں سما گئے

اللہ رے تصورِ جاناں کی شوخیاں — جیسے وہ مسکراتے مرے پاس آ گئے

اس دورِ عاشقی میں وہی کامیاب تھے — دنیا ہی اپنی سب سے الگ جو بسا گئے

ان کی خوشی کی حد نہیں جو تم کو پا گئے

دنیا ملی کسی کو ازل میں کسی کو دیں — صد شکر ہے کہ تم مرے حصے میں آ گئے

مانگی جب ان کے ملنے کی میں نے دعا کبھی — اٹھنے کو ہاتھ اٹھے، مگر تھرتھرا گئے

تو کب ہو سکا ادا

سجدہ نشانِ سجدہ نہ مجھ سے ادا ہوا — کچھ داغ سے جبینِ محبت پہ آ گئے

کی رسائی تو دیکھئے

اس بختِ نارسا کا بھی آخر کوئی علاج — منزل جب آ گئی تو قدم ڈگمگا گئے

حسن کے شعلے

برقِ تپاں سے مجھ کو شکایت نہیں اثر — ہر خشک و تر کو شعلے چمن کے جلا گئے

آرزو

(۱)

۲۹ جنوری ۱۹۴۷ء

عزیز محترم نادر شفکم۔ سلام مسنون و دعائے اخلاص مشحون۔ ابھی آپ کا محبت نامہ موصول ہوا اسے پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی اور آپ کی توجہ خاص سے ایک عقدہ لاینحل چونکہ حل ہو گیا اس لئے دل سے دعائیں نکلیں۔ بیحد منت پذیر ہوں کہ آپ نے "تذکرہ اوراق گل" کے، غلط نامے کا پروف بھی ارسال فرمایا اس میں ایک غلطی خانہ صحت میں پائی گئی اسے میں نے صحیح کر دیا اور فرد صحیح شدہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ "سجائی" کی جگہ "سجی ہے" ہونا چاہیئے مگر خانہ صحت میں صرف "سجی" لکھا ہے۔ لہٰذا مصرع میں ایک سبب خفیف کی کمی ہے یعنی "ہے" کے درج نہ ہونے سے مصرع پھر غلط رہے گا

اسے بھی آپ درست کرا دیں۔ دفتر کے وہ صاحب جو مسودے کی صفائی کے ذمہ دار تھے اور جنھوں نے بے سمجھے ہوئے صحیح مصرع کو غلط کر دیا غالباً اردو زبان سے ناواقف ہیں۔ مصدر 'سجنا' متعدی بیک مفعول ہے یعنی کسی چیز کو خود آراستہ کرنا اور مصدر 'سجانا' متعدی بدو مفعول ہے۔ یعنی کسی چیز کو دوسرے کے ہاتھ سے سجانا یا سجوانا۔ "سجی ہے" کی جگہ "سجائی" لکھنو کی زبان نہیں۔ میں ابھی تک درد کمر میں مبتلا ہوں، دو چار قدم بھی سیدھا چل نہیں سکتا، امید ہے کہ آپ مع جملہ متوسلین بخیر و عافیت ہوں گے۔

خیر اندیش

صفی عفی عنہ

متفرق خطوط

مورخہ ۲۵ مارچ سنہ ۵۱ء

محترمی و مکرمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ مورخہ ۱۲ مارچ بروقت مل گیا تھا۔ جواب میں تاخیر کی وجہ میری عدیم الفرصتی ہے۔ امید ہے کہ میری مجبوریوں کو ملحوظ رکھ کر معاف فرمائیں گے۔

تقدیر کے مسئلے میں آپ کو جو اُلجھن ہے اسے چند لفظوں میں دور کرنا مشکل ہے۔ آپ اگر اُسے پوری طرح سمجھنا چاہتے ہیں تو میری کتاب "مسئلۂ جبر و قدر" ملاحظہ فرمائیے۔ راولپنڈی میں جماعت اسلامی کے دارالمطالعہ سے اسے حاصل کر سکتے ہیں۔

حدیث کے بارے میں یہ بات آپ کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ کسی مسئلے کے سارے پہلو کسی ایک ہی حدیث میں مذکور نہیں ہوتے، اس لیے جو شخص صرف ایک دو روایتوں کو لے کر ان سے کوئی نتیجہ نکالنا چاہے گا وہ غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ جو اُلجھن آپ کو ایک حدیث سے پیش آئی ہے اس سے بہت زیادہ اُلجھنیں اس صورت میں پیش آئیں گی جب کہ آپ قرآن مجید کی کسی ایک آیت سے کوئی بڑا مسئلہ حل کرنا چاہیں گے۔ اسی مسئلہ تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی کوئی آیت سراسر جبر کا پہلو پیش کرتی ہے اور کوئی دوسری آیت انسانی اختیار کی اہمیت ظاہر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم مسائل دین کے متعلق ایک جامع نظریہ قائم کرنے کے لیے یہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ ایک مسئلہ پر جتنی آیات اور احادیث سے روشنی پڑتی ہو اُن سب کو نگاہ میں رکھا جائے۔

جس خاص حدیث کے بارے میں آپ نے اپنی اُلجھن بیان فرمائی ہے اس پر آپ اس پہلو سے غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جو بے شمار مخلوق روزانہ پیدا فرما رہا ہے، اگر اس کو ان میں سے ہر ہر چیز کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ کس چیز کی کیا استعداد ہے؟ کس کا دنیا میں کیا کام ہے؟ اور کس کو نظامِ کائنات میں کس جگہ رہنا ہے اور کیا خدمت انجام دینی ہے؟ تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ (معاذ اللہ) اس بے خبری کے ساتھ ایک دن بھی اس عظیم الشان کائنات کا انتظام چلا سکتا ہے؟ یہ بات آخر کس طرح باور کی جا سکتی ہے کہ دنیا کا خالق اور مدبّر اپنی مخلوق کے حال اور مستقبل سے لاعلم ہو، یہ تک نہ جانتا ہو کہ کل اس کی سلطنت میں کیا کچھ پیش آنے والا ہے؟ اور اس کو کسی کے اچھے یا بُرے کام کا صرف اسی وقت علم ہو جب وہ اپنا کام کر گزرے۔ یہ بات نہ صرف عقل کے خلاف ہے، بلکہ اگر آپ اس کے نتائج پر غور کریں تو ان اُلجھنوں سے بہت زیادہ سخت اُلجھنیں اس سے پیدا ہوتی ہیں جو پیشگی نوشتہ تقدیر کی خبر سُن کر آپ کے ذہن میں پیدا ہوئی ہیں۔ پس یہ تو بہرحال ناقابل

انکار حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ ماکان ومایکون کا علم رکھتا ہے اور ہر متنفس کا مستقبل اس کو معلوم ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ اللہ کے اس علمِ سابق نے ہر متنفس کو وہی کام کرنے پر مجبور کر دیا ہے جو اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کرے گا۔ اللہ کا علم اللہ کی قدرت کی نفی نہیں کرتا۔ اللہ کی قدرت نے ہر انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ بھلائی اور برائی میں سے جس چیز کو چاہے انتخاب کرے، اور اللہ کا علم یہ جانتا ہے کہ کون شخص کیا کچھ انتخاب کرے گا؛ غلطی سے اس ذاتِ پاک کا علم بھی منزہ ہے اور اس کی قدرت بھی۔

رہی یہ بات کہ لوگ عقیدۂ تقدیر کو غلط معنی میں لے رہے ہیں، اور اس کے بُرے نتائج نکل رہے ہیں، تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ایک حقیقت کو اس کی وجہ سے بدل ڈالا جائے، نہ حقیقتیں صرف اس بنا پر بدل سکتی ہیں کہ لوگ ان کے سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ غلطی حقیقت کی نہیں بلکہ لوگوں کی سمجھ کی ہے اور وہی اصلاح طلب ہے۔

آپ نے جو نصیحتیں فرمائی ہیں ان کی میں اس لحاظ سے قدر کرتا ہوں کہ جو دردِ دل اُن میں پایا جاتا ہے وہ بہت قیمتی ہے، لیکن اس حیثیت سے وہ میرے لئے کچھ زیادہ مفید نہیں ہیں کہ ان میں کسی غور و فکر کی علامات مجھے نظر نہیں آئیں جن معاملات کے بارے میں آپ میری رہنمائی فرما رہے ہیں ان کے متعلق فیصلہ کُن رائیں قائم کرنے کے لیے اس سے بہت زیادہ خونِ جگر کھپانے کی ضرورت ہے جتنا آپ نے کھپایا ہے۔ اگر آپ نے مشورہ دینے سے پہلے کچھ سوچ لیا ہوتا تو یہ فقرہ آپ کے قلم سے نہ نکلتا کہ :۔

" بہتر ہوتا آپ اپنا منشور کسی دوسری جماعت میں مدغم کر کے آواز بلند کرتے "

اس پر میں اس کے سوا اور کیا کہوں کہ یا تو آپ نے ہمارا منشور نہیں پڑھا ہے یا دوسری موجود الوقت جماعتوں کو نہیں سمجھا ہے۔

مجھے آپ کے آخری فقروں کو پڑھ کر شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے جماعت اسلامی کی شائع کردہ کسی چیز کو پڑھنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی ہے اور ہمارے متعلق آپ کی معلومات کا سارا دارو مدار صرف ان اخباروں پر ہے جو ہر روز ایک نیا جھوٹ گھڑ کے شائع کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً آپ کا یہ ارشاد کہ " آپ میں تلوّن پیدا ہو چکا ہے، یعنی سب سے پہلے آپ کا اعلان کہ ہم انتخابات میں کوئی حصہ نہیں لیں گے، پھر ہم کھڑے ہو گئے " بعدہٗ انکار، پھر اثبات، چہ معنی ؟" صریحاً آپ کی بے خبری پر دلالت کرتا ہے۔ کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ یہ الزام جو آپ براہِ راست مجھ کو مخاطب کر کے میرے اوپر لگا رہے ہیں، اس کے بارے میں آپ کا ذریعۂ معلومات کیا ہے ؟ آپ کے اندر اتنا احساس ذمہ داری بھی نہیں ہے کہ ایک شخص کے مُنہ پر اس کے متعلق ایک بات کہنے سے پہلے اس کی اپنی شائع شدہ تحریروں ہی کو پڑھ لیتے تاکہ آپ کی بات غلط نہ نکلے اور اس کی نگاہ میں آپ کی بے وقری نہ ہو ؟ آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ جماعت اسلامی نے مئی ۱۹۴۵ء میں ایک باقاعدہ ریز ولیوشن کی شکل میں اپنی انتخابی پالیسی کا اعلان کر دیا تھا اور اس کے اندر آج تک ایک شوشے کا ردّ و بدل بھی نہیں کیا گیا۔ آپ نے "جماعت اسلامی کی انتخابی جدوجہد" نامی پمفلٹ کا بھی ایک لفظ نہیں

پڑھا جس میں اس انتخابی پالیسی کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے اور اس کی اشاعت کو کئی مہینے گزر چکے ہیں۔ آپ نے میری وہ تقریریں بھی نہیں سنیں جو راولپنڈی میں نومبر ۱۹۵۰ء اور فروری ۱۹۵۱ء میں میں نے ہزاروں آدمیوں کے سامنے کی تھیں اور جس میں اسی انتخابی پالیسی کی پوری وضاحت کر دی تھی۔ یہ سب کچھ چھوڑ کر آپ ان اخبارات پر انحصار کر رہے ہیں جو نہایت بے شرمی کے ساتھ جان بوجھ کر دوسروں کی پوزیشن غلط بنا کر پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس حالت میں جب آپ یہ فرماتے ہیں کہ "میں آپ کی ہمیشہ طرفداری کرتا ہوں" تو مجھے ملامت نہ کیجیے اگر میں یہ دعا کروں کہ خدایا مجھے ایسے طرفداروں سے بچا۔

میرے اور جماعت اسلامی کے خلاف جو بہتان تراشے جا رہے ہیں ان کے مقابلے میں ہماری خاموشی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم ان کی تردید نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ان کی تردید میں اپنے اوقات اور اپنی محنتوں اور وسائل کو ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔ ہمارے مخالفین خدا اور آخرت سے بے خوف ہو چکے ہیں۔ ان کے اندر صداقت و دیانت کا نہیں حیا کا بھی فقدان ہے۔ وہ روز ایک نیا جھوٹ گھڑ سکتے ہیں اور اسے پوری بیباکی کے ساتھ شائع کر سکتے ہیں۔ ان کے پاس فضول کاموں کے لیے بہت وقت موجود ہے، اور حرام کے روپے کی بھی کمی نہیں ہے جس سے وہ ہزاروں لاکھوں اشتہار اور پمفلٹ شائع کر سکتے ہیں۔ مگر ہم اپنے مفید کاموں کو چھوڑ کر ان کی تردید میں، کہاں تک اپنا وقت اور اپنی محنتیں صرف کر سکتے ہیں، اور ہم اتنا روپیہ کہاں سے لائیں کہ ان کی بیہودگیوں کے مقابلہ میں پوسٹر کا جواب پوسٹر اور پمفلٹ کا جواب پمفلٹ سے دیتے رہیں۔ اور اگر بالفرض ہم ایسا کر بھی دیں تو یہ درحقیقت اُن کے منشا کی تکمیل ہو گی، کیونکہ وہ تو یہ سب کچھ اسی لیے کر رہے ہیں کہ کسی طرح ہم کو بیکار بحثوں میں اور الزامات کے جواب اور جواب الجواب میں اُلجھا کر رکھ دیں اور وہ اصل کام ہمیں نہ کرنے دیں جس کو وہ اپنے لیے پیغامِ موت سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے ہمارے حق میں تو یہ عین تقاضائے حکمت ہے کہ ہم اس جھوٹ کے طوفان کو خاموشی کے ساتھ ٹال دیں اور صبر کے ساتھ اپنا کام کیے چلے جائیں۔

خاکسار: ابوالاعلیٰ

پیر مہر علی شاہ رح

بنام محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی

معظمی و مکرمی جناب محمد علی شاہ صاحب وفقکم اللہ لما یحب و یرضیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب پر مخفی نہیں کہ انتزاعیات کا حمل مناشی پر مثلاً (الکرۃ دوائر) نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہمہ اوست صحیح نہ ٹھہرا بلکہ الوجود الحقیقی یعنی الواجب عز اسمہ منشاء لانتزاع الممکنات (مبنی علیہ ہوا (ہمہ از دست کے لئے تنقید شہود الخ کے متعلق کلمۃ الحق مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملاحظہ ہو زیادہ زیادہ۔

العبد الملتجی والمشتکی الی اللہ طالب دعا مہر علی شاہ بقلم خود۔

از گولڑہ

مولانا احسن مارہروی

مارہرہ ضلع ایٹہ

۲۱ جولائی ؁۳۳ء

مجتبی و شفیقی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

علی گڑھ کا مشاعرہ جیسا بے لطف رہا ظاہر ہے - جی بھر کر نہ ملاقات ہوسکی نہ کوئی بات - یہ دعوت نامہ مبالغہ و غلو سے پاک ہے - میں اس مجمع کو ایک یادگار مجمع بنانا چاہتا ہوں مگر وہ بن نہیں سکتا جب تک آپ جیسے بنانے والے نہ ہوں - براہِ کرم بغیر کسی تکلف کے تکلیف فرمایئے اور مجھے عمر بھر کے لئے ممنون بنا لیجئے - ہمہ تن جواب باصواب کے انتظار میں چشم شوق بنا ہوا ہوں مژدۂ تشریف آوری سے مسرور کیجئے اور اپنے ہمراہ ان عزیزِ طالب علم کو بھی لایئے جو ۳-۴ ماہ قبل ایک شادی کے سلسلے میں مارہرہ آچکے ہیں - باقی باقی والسلام!

امیدوارِ کرم

خاکسار

احسن

حضرت جگر مرادآبادی

حبیبی و محبوبی! سلامِ مخلصانہ و ہدیہ شوقِ دیدار

الحمدللہ کہ اب اس قابل ہوا ہوں کہ چند سطریں حاضر کر سکوں - دل میں ہمہ وقت ایک چبھن اور بوجھ محسوس کرتا رہتا ہوں سانس کا نظام بھی مربوط نہ تھا - الحمدللہ کہ اب ان شکایات میں بہت بڑی کمی ہوگئی ہے - تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جسم سے روح نچوڑ لی گئی ہو - میرٹھ کے ایک مخلص ہارٹ اسپیشلسٹ ڈاکٹر کے اب تک زیرِ علاج رہا - وہ اب کسی اور جگہ چلے گئے ہیں غالباً مارچ یا اپریل میں پھر اپنی جگہ واپس آجائیں گے - ان کا تحریر کردہ چارٹ اور مجوزہ نسخہ جات میرے پاس موجود ہیں تمام احباب کی خواہش یہی ہے کہ لکھنؤ میں ڈاکٹر عبدالحمید اور ڈاکٹر فریدی صاحبان سے رجوع کیا جائے - یہ دونوں حضرات میرے قدیم کرمفرما اور مخلص ہیں کل لکھنؤ روانہ ہو رہا ہوں غالباً ایک ہفتہ قیام رہے گا انشاءاللہ دوسرا تفصیلی نیاز نامہ حاضر کروں گا - میکش صاحب آپ کو اپنا دوست بھی سمجھتا ہوں‘ اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت بھی محسوس کرتا رہتا ہوں زمان و مکان کے فاصلے دلوں کے اتصال کے درمیان حائل نہیں ہو سکتے -

” دبدبۂ دیدار“ کے تقاضے بجا لیکن روح اپنی جگہ مطمئن رہتی ہے - میرے ملنے والوں کا تو کچھ شمار نہیں لیکن مخصوص احباب جو بفضلہ تعالےٰ بہ قیدِ حیات رہ گئے ہیں - انہیں صرف انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے - میری خوش قسمتی سمجھئے یا کچھ اور لیکن حقیقت یہ ہے مخلصین کی جماعت بھی کچھ کم نہیں البتہ صاحبانِ شعور اور ایسے اہلِ علم حضرات کی کمی شدت سے محسوس

کرتا رہتا ہوں جو اپنی فاتی فکر و نظر بھی رکھتے ہوں۔ بات کہاں سے کہاں جا پہونچی! اس طوالت نگاری کے لئے معذرت خواہ ہوں اچھا تو اب میں چار شعر حاضر کرتا ہوں۔ دائم المریض رہنے لگا ہوں۔ طبیعت بھی علیل فکر بھی شاید علیل ہی ہو۔ بہرحال آپ کے نذر ہیں۔ ہاں یہ عرض کرنا بھول ہی گیا کہ آپ کی تجویز کردہ دوا ضرور استعمال کروں گا بلکہ لکھنؤ پہونچ کر ہی۔ احباب کو میں اپنی زندگی کا اہم جزو سمجھتا ہوں اس لئے جذبات تشکر بزبان بے زبانی ہی ادا کر لیتا ہوں۔

لب ترستے ہیں التجا کے لئے ہاتھ اٹھتے نہیں دعا کے لئے
ہم نے تنہائیوں میں کیا کیا لطف! ایک آوازِ بے صدا کے لئے
وہ رہے ہم سے دور دور، تو کیا ہم نے بوسے ادا ادا کے لئے
عشق کی وسعتیں خدا کی پناہ حوصلہ چاہیے وفا کے لئے
گردشیں آسماں کو ہیں کیا کیا؟ ایک اسی خاکِ زیرِ پا کے لئے
مجھ کو جو چاہو ناصحو کہہ لو کچھ نہ کہنا اسے خدا کے لئے

احباب کے مکتوبات ہی سے جو سچی مسرت ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے۔ امید نہیں کہ آپ اس سے محروم رکھنا خصوصاً اس زمانہ علالت میں گوارا فرما سکیں گے۔ کاش افکارِ جمیل سے بھی نوازا جا سکوں۔

آپ کا
جگر

جوش ملیح آبادی

۱۵ نومبر ۱۹۴۸ء

مے کش صاحب، آپ ان دو یا تین زہاد میں سے ہیں جن سے مجھے اس قدر دلی تعلق ہے کہ اکثر یاد کیا کرتا ہوں، اور بار بار ملنے کو جی چاہا کرتا ہے —— یہ خبر سن کر کہ آپ اب آگرے میں نہیں ہیں، دل پر ایک چوٹ سی لگی تھی، اور آج آپ کے خط میں یہ پڑھ کر کہ "ابھی ایک ماہ یہاں اور قیام کا قصد ہے، اس کے بعد پھر وہی آگرہ یا کہیں اور؟" دل سے خون کی بوندیں ٹپکنے لگیں۔ "یا کہیں اور" کے اندر دس ہزار نوحوں کی آہیں بھری ہوئی ہیں۔ یہ دن بھی دیکھنا تھا ہمیں۔ بہت کچھ جی چاہتا ہے اس موضوع پر لکھنے کو مگر ؏

گفتگو آئینِ درویشی نہ بود

بھائی، سعیٔ بلیغ کروں گا کانگریس کے موقع پر آنے کی، بشرطیکہ آپ کے "فسانۂ عزائم صاحب" کو خبر نہ ہو جائے ورنہ وہ بزرگوار محض اپنے کو پہنچوانے کے طفلانہ جذبے میں آ کر میری راہ میں لاکھوں ہمالہ نصب فرما دیں گے۔ ہر چند کہ بار بار کہہ چکا ہوں:

اے یارِ خدا جان چکا ہوں تجھ کو   جانا ہی نہیں مان چکا ہوں تجھ کو
پھر کیوں ہے مرے فسخِ عزائم پہ مصر   کہتا ہوں کہ پہچان چکا ہوں تجھ کو

لیکن ان حضرت کو یقین ہی نہیں آتا۔ اور یقین آئے تو کیونکر، عادت تو آپ حضرات نے بگاڑ دی ہے ان کی جس شخص کو آپ کی سی سہمی ہوئی عبدیت میں گرفتار نہیں پاتے، بس جھٹ سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ بدبخت ہمیں پہچانتا نہیں پہلے ان بزرگوار کے پاس خوردبین بھی جس سے دلوں کے راز دیکھ لیتے تھے، وہ خوردبین اپنے عیوبِ قلبی چھپانے کی خاطر آپ حضرات نے بڑی چالاکی سے اڑا کر کہیں گم کر دی ہے، اور اس کی جگہ بڑے میاں کی خدمت میں بھنو کے بدھنے پیش کر دیئے ہیں۔ اور اب وہ صرف بدھنوں ہی کی معرفت انسانوں کو پرکھ سکتے ہیں ——— اللہ اللہ کیا انقلاب آیا ہے!

ہائے آگرے کی سب چڑیاں اُڑ گئیں، لے دے کر رہ گئے تھے آپ اور میاں لطیف، سو آپ بھی سدھار گئے، اب رہ گئے شڑدوں توں میاں لطیف، عرف من لوٹے کا ہیرا من۔ دیکھئے زندگی ابھی اور کیا کیا دکھاتی ہے، لعنت اس کارخانۂ عالم، اور رحمت اس ناظم کارخانۂ عالم پر۔

عمر تاں باد دراز اے ساقیانِ بزمِ جم
ساغرِ ما گو نہ شد پر مئے بہ دورانِ شما

آپ کا دیرینہ رفیق
جوشؔ

پروفیسر رشید احمد صدّیقی

یونی ورسٹی علی گڑھ
۶ را پریل ۵۸ء

محترمی آداب نیاز۔ آپ نے میرے یا میری کتاب کے بارے میں جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے اس کیلئے تہ دل سے شکر گزار ہوں اور آپ کی صحت و عافیت کا دعا گو۔ آپ کی بیماری میں کوئی مستند تیمار دار خدمت میں حاضر ہوتے ہوں تو میری طرف سے ان سے یہ بیگار لیجیے کہ وہ شہر میں دریافت کر کے آئیں کہ سات چار ۴ × ۷ کی دری بنی بنائی مل جائیگی یا نہیں اور بنوائی جائے تو کیا لاگت آئے گی؟ دری یک رنگ ہو (مثلاً صرف سُرخ) اور دبیز ہو۔ اسی طرح سات چار کا سوتی قالین کتنے میں ملے گا یا تیار کیا جا سکے گا ——— اگر تیار کرانا پڑے گا تو پھر اسے یک رنگ ہونا چاہیے۔

یہ دونوں چیزیں اگر تیار کرانی پڑیں تو کتنے دنوں میں ہو جائیں گی۔ تفصیلات معلوم ہو جائیں تو بقیہ باتیں عرض کروں گا۔

دعا ہے کہ آپ اتنے اچھے ہوں کہ اس طرح کی فرمائش سے بدحظ نہ ہوں۔ اس سے بھی زیادہ اچھے ہوئے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا صرف فرمائشوں میں اضافہ کرنا پڑے گا۔

خیر طلب: رشید احمد صدّیقی

سید ممتاز علی سہا مجددی

بنام علامہ محمد حسین محوی لکھنوی

بیرون امامی دروازہ
بھوپال
۲۰ / جولائی ۴۱ء

مخلص و محترم مولینا! سلام مسنون معروض۔ مزاج شریف!۔

کئی روز سے ارادہ تھا کہ آپ کو خط لکھوں، لیکن عدیم الفرصتی مانع رہی۔ کل، عزیزی اصغر حسین[1] صاحب نے آپ کا ہدایت نامہ مطالعہ کرایا۔ اُن تمام امور کا جواب، آپ کو "تعمیر" کی آج کی اشاعت میں مل جائے گا۔ اور اگر وقتاً فوقتاً اور مشورے ملتے رہے تو انشاء اللہ حسب صوابدید ضرور تعمیل کی جائے گی۔

آج کل مطلقاً تنہا، مضامین لکھ رہا ہوں، اور "تعمیر" کو مرتب کر رہا ہوں۔ حامد میاں اور محمود میاں سے ترجمہ کا کام لیا جا سکتا ہے، مگر ابھی بچے ہیں، اور ان کے ترجموں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ پھر میں ترجمے نہیں چاہتا، بلکہ "ماخوذات" چاہتا ہوں اور "ماخوذات" کو اپنانے کے لئے قابلیت اور سلیقہ کی ضرورت ہے، اور پھر، یہ بچے عنقریب جانے والے ہیں، اس لئے میں اس شعبہ کی بھی عادت ڈال رہا ہوں، اور ان سے بہت کم کام لیتا ہوں۔ غرضیکہ، واللہ، تین تین بجے رات تک کام کرنا پڑتا ہے اور کتابت کا استقلالی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے، اپنی مرضی سے نہیں، بلکہ کاتبوں کے اوقات کے لحاظ سے مضامین تیار کرنے پڑتے ہیں۔ پھر بھی، ابھی تک میرے معیار تک "تعمیر" نہیں پہنچ سکا! ۔ انشاء اللہ بہت جلد، اس کو معیاری اور پسندیدگی عام کے مطابق کر دوں گا۔

مجھے، اس وقت آپ سے بطور خاص، یہ کہنا ہے کہ اصغر حسین صاحب نے ابھی تک مجھے کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا ہے، اور مجھے یقین ہے، کہ "من حیث الاجمال" وہ دل سے میرا احترام کرتے ہیں اور مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتے، لیکن خطرہ یہ ہے کہ شاید ان کو اپنے متعلق عام اصابت رائے اور مضمون نگاری کا حسن ظن ہے۔ اس لئے "تفصیلات" میں کسی وقت تصادم ہو جانا بعید نہیں۔ میں یہ آپ کو اس لئے نہیں لکھ رہا، کہ آپ ان کو، مکرر متنبہ کریں، بلکہ صرف آپ کے علم و اطلاع کے لئے لکھتا ہوں۔ ورنہ میں تو ان سے یہ کہنے والا ہوں کہ جب تک میں "تعمیر" میں کام کروں گا۔ میری رائے اور مرضی کے خلاف کسی متنفس کا ایک لفظ درج نہ کیا جائے گا!

—— دوسری بات یہ ہے کہ وہ خط یعنی مشارکت نامہ بھی انہوں نے ابھی تک نہیں لکھا، جو ہمارے

---

[1] علامہ محوی کے چھوٹے بھائی اور علوی پریس بھوپال کے مالک۔

اور آپ کے درمیان، آپ کی آخری ملاقات میں طے ہوا تھا۔

میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اب "تعمیر" ہی کو اور اشاعت کتب کو، اپنا مقصدِ معاش "وکار" بناؤں، چنانچہ "تعمیر" کی مالی بنیادوں کے استوار کر دینے کی میں نے تدابیر اور جدوجہد شروع کر دی ہے، اور ان شاء اللہ ایک مہینے میں ہم قطعاً مطمئن ہو جائیں گے۔

ذرا مالی حالت درست ہو تو علاوہ معیار کے "تعمیر" میں ایسی متنوع دلچسپیاں پیدا کر دی جائیں گی، کہ ہر مذاق کا سنجیدہ شخص اس کا گرویدہ ہو جائے گا، ان شاء اللہ!

یہاں کی فضا حسبِ دستور خراب تھی، آپ کو معلوم ہے، اگر اعیانِ حکومت "تعمیر" سے متاثر بھی ہیں، اور اس کا اجرا ان کو ناگوار نہیں، یہی اتنی بڑی کامیابی ہے، جس کا تصور کوئی اور بھوپالی اخبار کر نہیں سکتا۔

غرضیکہ ان تمام امور سے آپ مطمئن رہیں، اور مشوروں، توجہات، اور دعاؤں سے یاد رکھیئے۔

والسلام　　　　　　خادم

سہا

یہ خط یہیں تک لکھ کر ختم کر چکا تھا، اور ابھی ڈاک میں نہیں پڑا تھا، کہ "تعمیر" کی ۲۰ جولائی کی اشاعت موصول ہوئی، اور صفحہ ۳ کے چوتھے کالم کا نوٹ پڑھا، اور دماغ چکر کھا گیا۔ یہ نوٹ جناب اصغر حسین صاحب نے بغیر میرے علم و اطلاع کے درج فرما دیا، اور اس طرح میری چالیس روز کی محنتوں اور کوششوں کو یک قلم برباد کر دیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ "تعمیر" تمام پڑھے لکھے بھوپالیوں میں مقبول تھا، حکومت میں وقار تھا، اور یہ وہ مجموعی کامیابی تھی، جو شاید بھوپال میں کسی اخبار کو میسر آ سکے۔ آپ اس نوٹ کو دیکھئے، انفرادی شخصی معاملہ، تجویز کا کوئی موقع درپیش نہیں، پبلک میں مشارٌ الیہ مشتبہ، حکومت کے نزدیک نا اہل اور سزا یافتہ، ان کے متعلق، "تعمیر" میں منشی اصغر حسین صاحب کی سفارش، ڈائریکٹری تعلیمات کے لئے! لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

چنانچہ اسی وقت تہیہ کر لیا کہ چالیس ہی دن کی مغز سوزی پر گزر کی، اب "تعمیر" سے دست کش ہو جاؤں کہ آئندہ رسوائیوں سے محفوظ ہو جاؤں۔

لہٰذا آج بذریعہ اختر حسین[۱]۔ اصغر صاحب سے کہلوایا، کہ اگر آپ ایک تحریر اس غلطی کے اعتراف کی اور ساتھ ہی آئندہ بغیر میرے علم کے تعمیر میں کچھ درج نہ کرنے کا وعدہ لکھ بھیجیں، تو میں "نگرانی" قائم رکھ سکتا ہوں، ورنہ نہیں۔ میرے خیال میں وہ ایسی تحریر نہیں دیں گے۔ اور میں "تعمیر" کو سنبھالنے سے معذور!

آپ کو اندازہ نہیں۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں، ان کے دماغ میں علاوہ مضمون نگاری و انشا پردازی کے لیڈری کا

---

[۱] اصغر حسین کے صاحبزادے

خاص بھی لکھا ہوا ہے، مزید برآں "تعمیر" کی ملکیت کا مزہ!! اور ان چیزوں کا علاج نہ آپ کر سکتے ہیں، نہ میں!
مجھے اندیشہ ہے کہ ہفتہ عشرہ ہی میں انشاء اللہ مجھے اپنا کوئی ذاتی اخبار جاری کرنا پڑے گا، صرف آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔

اس معاملہ میں اگر آپ دریافت کرنا چاہیں، تو اختر حسین یا حامد میاں سے پوچھئے گا۔ اور اسی اشاعت میں صفحہ ۶ کا مسجد والا نوٹ بھی دیکھئے، اور مقامیات میں، ۹ اور ۱۰ ر جولائی کی خبریں۔ ۲۰ کی اشاعت میں درج ہوتی ہیں۔ پہلے صفحہ میں، بیروت میں داخلہ کا عنوان ہے اور خبر کی عبارت جرمنی میں ہوائی حملے کے نقصانات پر مشتمل ہے۔ یہ سب میرے عدم علم کے مندرجات ہیں۔

۲۰ کی اشاعت سے قبل ہی، جاپان کی وزارت کی شکست، روس اور انگلستان سے باضابطہ معاہدۂ اتفاق، اور ہندوستان کی مجلس تحفظ ہند کے ماموره اراکین کے نام، یہ تین واقعات، تاریخی اہمیت کے تھے، اور واللہ تینوں واقعے خبر کے طریقے پر لکھ کر دئیے اور نہیں درج کئے گئے۔ میرا کیا بگڑا اخبار کا اخباری پہلو ناقص اور قابل اعتراض ہو گیا۔ ان حالات میں، میں پبلک میں اپنی "نگرانی" کو کہاں تک مطعون کرا سکتا ہوں۔ اگر باقاعدہ شرکت نامہ ہوتا، تو یہ نوبت نہ آتی۔ مگر میں نے آپ کے الفاظ اور ردوبدل پر اعتماد کیا!

والسلام خادم

تہا

۲۱ ر جولائی سنہ ۱۹۴۱ء

(یہ اصل خط سید ممتاز علی تہا مجددی شارح دیوان غالب نے علامہ محمد حسین محوی لکھنوی کو مدراس لکھا تھا جہاں علامہ یونی ورسٹی میں عربی فارسی کے لیکچرر تھے۔

ظفر الملک علوی

لکھنؤ۔ ۴ مئی سنہ ۳۰ء

کرمی۔ سلام مسنون! گرامی نامہ مورخہ ۲۲ ر اپریل وصول ہوا تھا۔ ادھر وطن میں پے درپے دو حادثے پیش آئے اور مجھے بار بار جانا پڑا۔ ادھر ۱۲ ر ربیع الاول کے سلسلے میں جو ہنگامہ شیعوں نے کر دیا اوس کی وجہ سے بھی میری مصروفیت میں اضافہ ہو گیا۔ اس لئے آپ کو جواب فوراً نہ دے سکا۔ اب آہستہ آہستہ مصروفیت کم ہو رہی ہے۔ میں نے عملی کام تو ستمبر سے چھوڑ رکھا ہے مگر مشورہ میں حصہ لینا پڑتا ہے اس کے علاوہ تحریری کام بشیر[1] مجھی کو کرنا ہوتا ہے۔ انگریزی اور اردو دونوں میں مضامین لکھنا پڑتے ہیں۔ چنانچہ ادھر ایک پورا رسالہ لکھنا پڑا اور کئی انگریزی مضامین۔

غالباً آپ مدراس سے روانہ ہو گئے ہوں گے۔ اس لئے اصغر حسین[1] صاحب کے پتہ پر خط لکھ رہا ہوں۔ میرا

---

[1] علامہ محوی کے چھوٹے بھائی۔

مکان اتنا مختصر ہے کہ خود میری ضروریات کے لئے کافی نہیں - سوائے ایسے عزیزوں کے جو گھر کے اندر رہ سکیں اور کسی کے لئے بھی جگہ نہیں ہے - کرایہ کا مکان مل سکتا ہے - چوک کی جانب بھی اور امین آباد کی طرف بھی - امین آباد میں اچھے ہوٹل بھی ہیں - آج کل یہاں کا موسم سخت ہوتا ہے - اگر وصل صاحب[1] سے آپ کے تعلقات قدیمی ہوں تو ان کے یہاں قیام میں آرام تو ملے گا، جگہ پُر فضا ہے اور اگر وہ اسے پسند کریں تو کھانا آپ اپنے لئے ہوٹل سے منگا لیا کریں تو "نظیر آباد" میں اچھے اچھے ہوٹل ہیں جن کی وجہ سے کفایت سے عمدہ کھانا مل سکتا ہے - بہرحال اگر کرایہ کا مکان لینا منظور ہو تو یہاں آنے کے بعد لیجئے گا - ایک دو دن جہاں جی چاہے ٹھہر جائیے - میرے یہاں بھی کچھ تکلیف کے ساتھ بسر کر لینا ممکن ہے اور کہئے تو اپنے دوست پروفیسر عبدالقوی فانی خلف حضرت آسی مدراسی کے یہاں ایک دو روز کے قیام کا انتظام کر دوں - والسلام -

خاکسار

ظفر الملک

علامہ سید سلیمان ندوی

دار المصنفین اعظم گڑھ
مورخہ ۔۔ ۱۹۳۹ء

محب مکرم - السلام علیکم -

مدت کے بعد یاد فرمایا ـــــ مگر بہرحال یاد فرمایا - آپ کی غزل "معارف" کے نذر ہو گئی !

آپ کی کتابوں پر ریویو اور ذکر تو پہلے ہی ہو چکا ہے - جہاں تک یاد ہے اس سلسلے کا کوئی قرض میرے سر نہیں - "فتوح السلاطین" کے بارہ میں تو مدراس یونیورسٹی کے مقابلے میں شکست ہوئی - اس پر ایک طویل ریویو "معارف" میں نکل رہا ہے -

مولانا بخاری الگ ہو رہے ہیں یا کئے جا رہے ہیں، مجھے بالکل علم نہیں ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار -

---

[1] سید مقبول حسین وصل بلگرامی مرحوم ایڈیٹر "مرقع" لکھنو -

نوٹ : مولانا ظفر الملک پر ان کے آخری دورِ حیات میں شدید قسم کی مذہبیت کا غلبہ ہو گیا تھا - ہر قسم کی علمی اور ادبی تحریکوں سے قطع تعلق کر کے "مدح صحابہ اور تبرا" کے افسوسناک ہنگاموں میں الجھ کر انہوں نے اپنی ادبی اہمیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دی تھی اور صرف ایک مذہبی لیڈر بن کر رہ گئے تھے -

نادم سیتاپوری

سید سلیمان - ۲۲ جولائی ۱۹۳۹ء
والسلام
نوٹ: یہ خط علامہ محوی لکھنوی کے نام ہے جن کا تعلق اس زمانے میں مدراس یونیورسٹی سے تھا۔
نادم سیتاپوری

وصل بلگرامی

قیصر باغ۔ لکھنؤ۔
۲۰ اپریل ۳۰ء

مخدومی و مطاعی زاد مجدہم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

میں تھا نہ بھون گیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر آپ کا گرامی صحیفہ ملا۔ آپ کی محبت آپ کا خلوص اور آپ کی ہمدردی کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں! میں آپ کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں؟ اس کے لئے آپ یقین رکھئے۔ یہاں سنی شیعہ فساد نے اب ایسا نہیں رکھا کہ کوئی چین سے لکھنؤ میں بسر کر سکے۔ دعا کیجئے کہ سکون نصیب ہو اور یہ بلا رفع ہو۔ ادھر گرمی بھی پڑ رہی ہے۔ بہرحال جب آپ تشریف لانے والے ہوں مجھے پہلے مطلع فرما دیں میں جہاں ہونگا مجھے خط مل جائے گا اور میں حاضر ہو کر ہر خدمت کے بجا لانے کے لئے تیار رہوں گا۔ اس کا جواب "۹۔ قیصر باغ" کے پتے سے دیجئے۔ میں پرسوں پہاڑ جانے والا ہوں۔ مجھے جواب مل جائے گا۔ پرنسپل مدراس یونیورسٹی اور نجیب صاحب کو ذرا کھٹکھٹائیے کہ وہ بھی بھیج دیں۔ پرنسپل صاحب نے تو بے حد وثوق کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔

آپ کا خادم
وصل

حکیم ابوالعلا ناطق لکھنوی

بنام مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی

بسم اللہ

شفیق من - اس وقت ایک مصرعہ تاریخ بغیر زیادہ فکر کے نکل آیا مصرع لگا کے بھیجتا ہوں۔ چاہو تو "الناظر" میں بھیج دو کہ درج ہو جائے۔

غائب ہوا[1] دیوانِ محشر اب ملے گا حشر میں — مقبولیت کی غیب سے گویا شہادت آگئی
وصفِ دہن۔ وصف کمر کے تھے مضامیں پُر اثر — پنہاں نظر سے ہو گئے ایسی نزاکت آگئی
دیوانِ گم گشتہ ہے جس کے پاس وہ ہو بے نشاں — یارب زلیخا میں بھی یوسف کی شباہت آگئی
عیسٰی نے یہ منگوا لیا یا خضر نے اٹھوا دیا — کیا جانے اس دیوان پر کس کی طبیعت آگئی

تاریخ کا جویا تھا ناطق غیب سے آئی صدا
"گم ہو گیا" دیوانِ محشر کیا قیامت آگئی
۱۳۳۴ھ

حکیم ناطق۔ نئی سڑک کان پور
۲۰ مارچ ۱۶ء

کارڈ کا پتہ: بخدمت جناب مرزا کاظم حسین صاحب محشر
در دولت کدہ جناب شیخ علی عباس صاحب وکیل۔ بجاری ٹولہ۔ لکھنؤ
مُہر کان پور 21-MAR-16 مُہر لکھنؤ 21-MAR-16

پروفیسر آغا اشہر لکھنوی

بنام ظریف لکھنوی

سیتاپور

مکرمی۔ تسلیم۔ قطعہ تاریخ وفات حکیم دانش مرحوم روانہ ہے۔ سید محمد صاحب بہار کو بھجوا دیجئے گا۔ میں بخیریت ہوں۔

خلوص کار
اشہر

قطعہ

بر انتقال جناب حکیم مرزا فدا احمد صاحب دانش مرحوم

---

[1] مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی کا ایک دیوان کہیں ضائع ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں اس کا بہت چرچا ہوا۔ محشر مرحوم نے دوسرا دیوان مرتب کیا جو "خورشید محشر" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ابو العلا حکیم ناطق لکھنوی نے یہ قطعہ تاریخ اسی سلسلے میں کہا تھا۔ اس خط میں جس "الناظر" کا ذکر آیا ہے یہ مولانا ظفر الملک علوی کا وہی مشہور معیاری ماہنامہ تھا جو تقریباً پچیس سال یا اس سے کچھ زیادہ مدت تک لکھنؤ سے نکلتا رہا۔ نادم سیتاپوری

(از آغا اشہر لکھنوی)

دانش کہ بود مجمعِ اوصافِ بے مثال	رکنِ رکینِ مجلسِ اربابِ ذی ہنر
وضعش قدیم و لذتِ شعرش جدید بود	طبعش لطیف و زادۂ طبعش لطیف تر
گفتار او حلاوتِ قندِ مکرر است	الفاظِ او چکیدۂ رگہائے نیشکر
دستش نبود کثرتِ اسبابِ زندگی	ملکش نبود کیسۂ بیکار سیم و زر
لیکن بہ خویش صبر جواہر ز نایاب داشت	در چشم، از قناعتِ خود یافت صد گہر
ناگہ پیامِ دارِ امل چوں فرا رسید	لبیک گفت و باز شدہ عازمِ سفر
زیر آمدہ زمامِ حیات از کلالِ خلق	مہمانیش گزاردہ از جانِ ماحضر
از دہر مدتیست کہ پا در رکاب شد	دانستہ بود ایں کہ جہانست رہ گذر
اشہر حیات فرصتِ یک خواب تلخ بود	خالی ز دستِ محفلِ اصحابِ با خبر

رحمت گرفت چوں دلِ دانش بدستِ خود

گفتم "درونِ دامنِ فردوس شد مقر"

۱۳۴۸ھ

مرزا محمد احمد دانش "معیار پارٹی" (لکھنؤ) کے ایک خاص رکن تھے۔ میر علی اوسط رشک مرحوم (شاگرد ناسخ) سے شرف تلمذ حاصل تھا آخری عمر میں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی۔ مگر جب کسی مشاعرے میں شریک ہوتے تھے تو اپنا رنگ جمائے بغیر نہ اُٹھتے۔ پڑھنے کا انداز بہت ہی اچھا تھا پروفیسر آغا اشہر لکھنوی بیان فرماتے تھے کہ "بہار ادب" کے ایک مشاعرے میں دانش مرحوم نے جب اپنا یہ مطلع پڑھا تو ساری بزم "بزمِ شعر" "بزمِ عزا" میں بدل گئی:

دیکھ سکتا ہوں نہ ساقی کو نہ میخانے کو
آخری دور ہے بھر دے کوئی پیمانے کو

اسی طرح دانش کے اس مطلع نے بھی ایک زمانے میں دھوم مچا دی تھی۔

کہیں کنول، کہیں شمعیں، کہیں چراغ جلے
سحر کو بھی نہ مگر میرے دل کے داغ جلے

نادم سیتاپوری

صفیؔ لکھنوی

مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۵ء

مولوی گنج ——— لکھنؤ۔

عزیز گرامی منزلت دامت معالیکم

سلام مسنون و دعائے اخلاص مشحون۔ شفاؔ صاحب گوالیاری کو میں نے لکھ دیا ہے کہ اپنا کلام بغرض تبصرہ آپکی خدمت میں روانہ کر دیں۔ کاملؔ مرحوم نے درسیات عربیہ اپنے والد ماجد مرحوم اور جناب مفتی صاحب مغفور دونوں حضرات سے حاصل کئے تھے لیکن عربی میں ایک قصیدہ کہہ کر جب جناب مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو جناب موصوف نے آیۂ "اف بکاد" لکھ کر واپس فرمادیا۔ اصلاح کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ وصیؔ میاں نے سلام عرض کیا ہے ان کے داہنے ہاتھ میں سخت چوٹ آگئی ہے۔ ریل کے پٹ میں ایک انگلی دب کر پس گئی۔ میڈیکل کالج کا علاج ہے۔

کئی روز سے میری طبیعت بے حد مضمحل ہو رہی ہے۔ بھوک بالکل بند ہے۔ حسب فرمائش ایک مختصر غزل روانہ کر رہا ہوں۔

غزل

۱۔ یارب دلِ ہشیار کو دیوانہ بنا دے
پیمانہ کشِ نرگسِ مستانہ بنا دے

۲۔ نیسانِ کرم جو ہوئی ہم ہی پہ ندامت
آنسو کو ہمارے دُرِ یکدانہ بنا دے

۳۔ ڈر ہے مجھے اے عشق ترا حسنِ تکلم
افسونِ محبت کو نہ افسانہ بنا دے

۴۔ اے چرخ ترے سنگِ حوادث کی یہ بارش
معمورۂ ہستی کو نہ ویرانہ بنا دے

۵۔ واعظ کو جو ہے کثرتِ استغفار سے مطلب
میخانے کو مسجد کا جلو خانہ بنا دے

۶۔ اسلام میں کیا ہے جو نہ تھا کفر میں یارب
کعبے کو بدستور صنم خانہ بنا دے

۷۔ جو برقِ تجلی تھی سرِ طور ضیا بار
اے عشق اُسی شمع کا پروانہ بنا دے

۸۔ اے کاش کہ مٹی مری ہو جائے سوارت
یارب اسے خاکِ درِ جانانہ بنا دے

۹۔ وہ طرزِ تمدن ہے صفیؔ موجب صد ننگ
دنیا کو جو بازیچۂ طفلانہ بنا دے!

فوٹو جو "لختِ جگر" میں شائع ہوا ہے وہیں اچھا ہے۔ مرزا مغل بیگ آرٹسٹ نظیر آباد لکھنؤ سے کاپی حاصل کی جا سکتی ہے۔ آغا صاحب وہیں سے منگوالیں۔

خیر اندیش

صفی عفی عنہٗ

بابائے اردو مولوی عبدالحق

بنام افسر الاطبا حکیم سید ضیاء الحسن مرحوم بھوپالی

حیدر آباد — دکن
۱۱ر اگست ۴۳ء

جناب محترم و معظم - سلام مسنون -

بھوپال سے واپسی کے بعد یاد فرمائی سے ممنون نہیں فرمایا، معلوم ہوتا ہے مصروفیت زیادہ رہی۔ جناب نے وہ اخبار کا پرچہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا جس میں لڑائی کے متعلق کئی سال قبل پیش گوئی درج ہونے کا تذکرہ آپ نے فرمایا تھا۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ جناب کے ہاں مقیم رہے۔ نہ معلوم برادرِ عزیزم علی احمد کو بھی شرفِ ملاقات حاصل ہوا یا نہیں؟ سُنا ہے اب دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ واپسی کا انتظار رہے۔ نہ معلوم شاہ صاحب قبلہ اس دور افتادہ خادم کو بھول گئے یا کیا؟ مجھے پیر صاحب قبلہ سے معلوم ہوا تھا کہ شاہ صاحب آپ کے ہاں مقیم ہیں۔

خدا کرے مزاج عالی ہر طرح قرینِ صحت و عافیت ہو۔

خاکسار
عبدالحق

(۱)

برخوردار نورچشم زاد عمرہ و قدرہ

صد افسوس کہ برخوردار مولوی احمد حسن نے میری تعزیت نہ کی طول عمر بھی ایک مصیبت ہے اس کی وجہ سے ایسے ایسے غم پیش آتے ہیں جن کے صدمات سے غمزدہ کی مرگ ہزار درجہ بہتر ہے وہ بوڑھا جس کے بغل پر دردہ بچے پیوند زمین ہوں اور وہ زندہ رہے اس کی زندگی بدتر از موت ہے۔ برخوردار مرحوم کا بچپن برخوردار کا عنفوان برخوردار کی جوانی ہر حصہ عمر کی صورت آنکھوں میں پھر کر ایک تازہ صدمہ دیتی ہے تعزیت کو لفظ نہیں ملتا بجز اس کے کہ اپنی موت کی آرزو کی جائے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون،

از لکھنؤ وزیر گنج — محمد جعفر خیرآبادی

(۲)

برخوردار نور چشم زاد عمرہ و قدرہ

بعد دعا آنکہ ایک کتاب بھیجتا ہوں محکمہ رجسٹری سیتاپور میں رجسٹری کرا کر وثیقہ رجسٹری بھیج دو چھ روپیہ کا منی آرڈر بھی مرسل ہے اگر اس سے کچھ زیادہ صرف ہو تو اپنے پاس سے صرف کر کے اطلاع دینا بھیج دیا جائے گا مختار نامہ مصدقہ رجسٹری بھی روانہ کر رہا ہوں شاید اس کی ضرورت ہو غرض رجسٹری سے یہ ہے کہ حق تصنیف محفوظ ہو جائے بے اجازت مصنف کے احاطہ ہندوستان میں کوئی چھاپ نہ سکے نہ خالص ممالک برطانیہ میں نہ کسی ریاست میں احتیاطاً مسودہ درخواست کا بھی ملفوف ہے عرصے سے برخوردار کا کوئی خط نہیں آیا اور مجھے پریشانی نے فرصت نہ دی کہ لکھتا سنا گیا اس طرف چیچک کی شکایت ہے اللہ تعالیٰ سب کو اس کے صدمہ سے بچائے اور جلد اس بلا کو دور کرے اپنی خیریت سے اطلاع دو اور سب کو دعا و سلام کہو حسام و مبین آداب کہتے ہیں۔ مبین بغرض امتحان دو روز ہوئے لکھنؤ گیا ہے زیادہ عمر باد۔

مرقوم ۹ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ ہجری — محمد جعفر عفی عنہ

نوٹ: متولی محمد جعفر زہری خیرآبادی (ابن متولی کرم احمد بن متولی محمد زمان) کا شمار عمائدین خیرآباد (ضلع سیتاپور اودھ) میں تھا۔ اپنے دور کی ایک "عہد آفریں" شخصیت تھے فارسی ادب اور فن شعر پر ان کی گہری نگاہ تھی۔ فارسی نثر پر بھی ید طولیٰ حاصل تھا جس طرح علامہ احمد یمنی نے سعدیؒ کی "گلستان" کے طرز کی "نفحۃ الیمن" لکھ کر بقائے دوام حاصل کی اسی طرح زہری نے "سہ نثر ظہوری" کے رنگ میں "آئینہ زہری" تصنیف کر کے فارسی ادب میں ایک قابل قدر اضافہ کیا! اوائل عمر میں حیدرآباد دکن چلے گئے تھے تحصیلداری کے عہدے پر مامور رہے اسی عہدے سے پنشن پائی — ۱۹ فروری ۱۹۴۰ء میں وفات پائی۔ اس صدی کے آغاز میں مولانا ظفر علی خان مرحوم نے جب حیدرآباد دکن سے ماہنامہ "دکن ریویو" جاری کیا تو زہری کے فارسی قصائد بالالتزام حاصل کر کے شائع کرتے تھے مولانا زہری کا تذکرہ ہمیشہ نہایت ہی عزت و احترام اور عقیدت

کے ساتھ کیا کرتے تھے ڈاکٹر اقبال زبیری کے ادب عالیہ کے معترف تھے

ناؤم سیتاپوری

نوٹ نمبر ۶ - مولوی سید فخر الحسن رضوی خیرآبادی اور ان کے بھائی مولوی سید احمد حسن خیرآبادی مرحومین جن کے نام منولی محمد جعفر زبیری خیرآبادی اور مولوی عبد القادر دریا بادی مرحوم کے خطوط ہیں۔ رؤسائے خیرآباد (ضلع سیتاپور، اودھ) میں اپنا ممتاز مقام رکھتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ مخدوم سید نظام الدین الہدیہ (خلیفہ مخدوم شیخ سعدؒ) کی اولاد سے ہیں۔ جن کا مزار فیضی نے تعمیر کرایا تھا۔ فیضی کی لکھی ہوئی تاریخ اس مزار پر لگی ہوئی ہے۔

ناؤم سیتاپوری

بنام مولوی محمد یوسف قیصر

(۱)

(موصولہ ۲۴ مارچ ۱۹۵۲ء)

عزیزی و محبی

السلام علیکم۔ آپ کو بار بار تکلیف دیتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن آپ کے سوا اور کون ہے جو یہ تکلیفیں اٹھائے بڑا ضروری کام یہ ہے کہ برتنوں کا جو صندوق وغیرہ رکھا ہوا ہے وہ حیدرآباد دکن پہونچ جائے تاکہ ان کے تقاضوں سے نجات ملے اور اس میں صرف یہ کرنا ہے کہ تانگہ پر رکھوا کر ہڈنگ بلٹی کرنی ہے اس میں دو تین روپیہ صرف ہوں گے یہ انجینئر[1] صاحب کے یہاں ہے ان کو غالباً فرصت نہیں ملی پتہ بدل دیا ہے اور اس پتہ پر جواب لکھئے۔ محمد امین زبیری

D 326, Khudadad Colony
Jamshed Road
Karachi 5.

(۲)

سٹی اک اک اسکول کراچی

(موصولہ ۹ اپریل ۱۹۵۶ء)

عزیزی السلام علیکم۔ خیریت تو عزیزی مسٹر امان سلمہ سے معلوم ہو جاتی ہے ایک ضروری کام یہ ہے کہ فیاض میاں نے ایک فہرست اپنی ایجنسی کی شائع کی تھی جس میں کتابوں کے نام اکثر بغیر نام مصنف ہیں ان سے فہرست لے کر بھیجئے اور ایک مختصر مضمون دو صفحہ کا "دفتر تاریخ[2]" پر لکھ دیجئے مہدی میاں کا خصوصیت سے ذکر ہو جو کمی ہوگی پوری کر لوں گا یعنی دفتر نے کیا خدمات

---

[1] احمد حسن انجینئرنگ، بابائے اردو کے حقیقی بھائی۔ [2] مرحوم ریاست بھوپال کا شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ — جو بعہد والا جاہ نواب صدیق حسن خاں قائم ہوا تھا اس کی طرف سے بہت سی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔

علمی داد بھی کہیں اور کس طرح مصنفین و مؤلفین ہمارے زمانہ تصنیف کی ضرورت نہیں بھوپال کا حال علمی جو میں نے لکھا تھا اس کی طباعت کی امید ہے جلد لکھیے کیا کہیں سے (این اکونٹ آف دی لائف) مل سکتی ہے نواب صدیق حسن خاں کی تصویر کی سخت ضرورت ہے ان کے ہاتھ میں رعشہ شروع ہو گیا ہے۔

محمد امین

بنام نجم الحسن رضوی خیرآبادی

(۱)

حضرۃ السید الفاضل

سلام مسنون۔ شاہد میاں سے باوجود اختلاف سیاسیات خیرآبادی نسبت کے باعث خاص اتحاد ہے۔ روزانہ نہ سہی تو اکثر آپ کے ذکر کے بعد علمی گفتگو رہتی ہے۔ جب سے گذشتہ سال میرا ہاتھ ٹوٹا ہے اس وقت حضرت خاتم الحکما کے حالات طیبات میں ایک حرف نہ لکھ سکا۔ والدہ کے انتقال کے بعد خانگی پریشانیاں ایسی رہیں کہ دونوں لڑکیوں کو میرے پاس آفتاب منزل میں بلا لیا ہے۔ بہرحال اب صرف اتنی امید باقی ہے کہ شاید اللہ کرے موتع جولائی کے بعد نکال دے کہ میں کچھ لکھ سکوں۔ یہاں تک ہم پہنچ گئے تھے کہ مولٰینا لکھنؤ میں مقدمہ لڑ رہے ہیں پھر کیا ہوا مقدمہ کی تجویز اور مسل کے کاغذات گورنمنٹ آف انڈیا کے دفتر دہلی میں موجود ہیں۔ کوئی کاغذ ابھی تک نہیں موصول ہوا ہے۔

ملا طاہر آئے تھے میں نے ایک قصیدہ سرکا یا ایک ہزار انہوں نے دیئے مگر مجھے اور میرے ساتھی دوست حاذق کو یہ نہیں ملا۔ یونیورسٹی میں منتقل کر دیئے گئے۔ ایک چادر انہوں نے بھیجی تھی وہ ہم لوگوں نے واپس کر دی ایک تہنیت لکھی تھی چادر اور روپے کے بعد جو اشعار لکھے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

وانبئت ان الشعر نال کرامۃً ‏ ‏ بجائزۃٍ منکم لھا السجع فاخر

بشیر حبا نقد البشارۃ انکم ‏ ‏ الفتم الیقی فی خطی مشاطر

لحیا معہ بشری و ذکری بشغہا ‏ ‏ یکلم مائۃ الف ثم الف مباشر

الی آخرہ

راغب

(۲)

آفتاب منزل ‏ ‏ ۲۸/۳ ھ

سیدی الفاضل

سلام مسنون۔ میں نے جو کچھ لکھا اسے صاف کرا رہا تھا کہ ایک خط حضرت خاتم الحکما[1] کا نہایت ہی نادر ہاتھ آیا جو ۱۲۳۶ھ کا لکھا ہے۔ اس میں فیض اللہ خان کے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مارے جانے کی خبر دی ہے۔ عربی نظم شروع میں ہے۔ پھر

---

[1] علامہ مولٰینا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ۔

نثر میں عرض داشت ہے۔ کیا کہنا۔ بلاک بنوا رہا ہوں ۸ رانچ ٹھہرا ہے پانچ ۱/۲ فٹ ہوگا۔ کہیئے آپ نے ابھی تک قصیدہ نقل فرمایا ہے یا نہیں؟ تلخیص اور حاشیہ شرح قاضی یہاں موجود ہیں فریدؔ اچھا کام کر رہے ہیں۔ اللہ انھیں حفاظت میں رکھے۔ جن خطوط کو آپ نے نقل کر کے بھیجا ہے انھیں کوئی تاریخی ہستی ہو تو اس کا حال لکھیئے علامہ کا مکان کس کو ملا تھا ہمارے پڑوس میں مفتی صاحب نے اُسے اپنی جوانی میں اچھی حالت میں دیکھا تھا اور ایک ہندو رئیس کو مالک پایا تھا۔ اب کس کے پاس ہے۔

اگر اس گھر کا مرثیہ میں لکھ سکا تو لکھوں گا۔ اور آپ کو فرصت ہو تو آپ لکھیں۔ لکھنے کی چیز ہے۔

راغب

(۳)

۷۸۶

آفتاب منزل علی گڑھ

۹/۴/۶۳ھ
۶ - ۴ - ۴۴

صدیقی السید الفاضل

سلاماً و اکراماً۔ ابھی ابھی مکتوب سامی ملفوف کے ساتھ ملا۔ پڑھا بہت مسرت ہوئی جلوی[3] لہ جلوا ملی۔ پڑھ کر رد نہ۔ مجھے حضرت سید عنایت احمد المفتی المرحوم کے ہاتھ کا رسالہ فتنۃ الہند آنے کا علم عالم بالا سے ہوا تھا اور میں نے لکھ دیا تھا۔ اب آپ نے بھی لکھا تو مادی تصدیق بھی ہوگئی میں نے حکیم صاحب کے حالات حاصل کر لیئے ہیں۔ آپ کا اور ان کا حال ملحق میں لکھوں گا مولوی ادیس صاحب ہمارے یہاں آتے ہیں۔ نصاب لی لے ہم نے ان سے بنوایا اور رقم کافی دی ہے میں آج انھیں لکھوں گا۔ تلخیص کی نقل مل سکتی ہے۔ بہت بدخط ہے غالباً حضرت فضل امام کی تحریر ان کے ہاتھ کی ہے اور مسودہ ہے۔ آج کل کاتب ذی علم نہیں مل سکتا میں خود اسی مصیبت میں مبتلا ہوں۔ کاتب کے نہ ملنے کے سبب بہت کام رکے پڑے ہیں دوسری بات سخت مشکل یہ ہے کہ کتاب سیلف کس میں ہے۔ میں اسے نکلوا سکتا ہوں لیکن کاتب وہیں بیٹھ کر لکھے گا۔ ایسے کاتب ۲ صفحہ روزانہ لیتے ہیں۔ آج صفحات میں نے گن لیئے ۲۴۴ ہیں۔ اور تعداد فہرست مخطوطات کتب عطیہ مولوی سبحان اللہ صفحہ ۵ نمبر ۱۱/۲۱ پر درج ہے۔ اس حساب سے ایک سو بارہ روپے اور کاغذ علاوہ تقریباً ماہ ۱۱ کم و بیش ہوتے ہیں کاتب وغیرہ کے لئے جب آپ لکھیں گے انتظام کرا دیا جائے گا۔ علامہ کے حال میں صاحب حدائق الحنفیہ نے حاشیہ تلخیص الشفا بھی لکھا ہے۔ اس کا مجھے کچھ پتہ نہ چلا ایک رسالہ علامہ کے خطوں میں ہے جو حرکت ارض کے خلاف ہے۔ مجھے اس کی بڑی مسرت ہے کہ یہی علامہ کو پکڑوانے والے ایک اہل خلاف شقی عالم بالا سے پوچھ کر لکھا تھا اب وہ بات آپ کے فرمانے سے مصدق ہوگئی اسی کو مکان ملا ہوگا۔ کیا اس دروازہ کا فوٹو وہاں مل سکتا ہے۔ مظفر صاحب کا بھجوایا ہوا خط حبیب گنج میں سے آیا نواب صاحب بہت زیادہ ہمت افزائی کرتے

---

[1] سید محمد فرید علیگ خیر آبادی مقیم حال ٹیوٹس جو راقم الحروف کے قریبی عزیز ہیں۔ [2] یہ لفظ مکتوب میں صحیح طور سے پڑھا نہ جا سکا۔

[3] اس قصیدہ پر مفصل میں آپ کو لکھوں گا پہلا لفظ میری رائے میں لجوی ہے اور امرأۃ سے مراد ملکہ ہے اور عین رافع ہوگا۔

ہیں۔ کاتب کے نہ ملنے سے ٹائپ سے کام لے رہا ہوں وہ مشین دو کاغذوں سے زیادہ نہیں نکال سکتی۔ میں نے جو خط حاصل کیا بہت طولانی ہے نظم و نثر کے اتنے ہی ورق ہوں گے جتنے آپ نے لکھے۔ مگر لکھے کون یہ سوال ہے۔ میں ٹائپ کرا رہا ہوں ایک کاپی آپ کو بھیج دوں گا۔ فریسکے بجائے کو میرے خیال میں کمی خون کی بیماری ہے میں نے کچھ تدابیر بتائی ہیں ایک حاشیہ میر قطبی صدرا کا ہے جیسے مولوی اسد الحق نے بخط شکست لکھا ہے ۷۴ اوراق ہیں۔

بنام نادم سیتاپوری

(۱)

رفعت منزل۔ خیریت آباد۔ حیدرآباد دکن ۳۱-۸-۵۵ء

محب مکرم۔ کرم نامہ مورخہ ۱۹ اگست کے لئے شکر گزار ہوں۔ کتاب "اختر شاہنشاہی" میری نظر سے اب تک نہیں گذری۔ حاجی سید محمد اشرف نقوی" اختر الدولہ کے بارے میں تلاش کے باوجود معلومات سے محروم ہوں۔ حیدرآباد میں پہلے جنگ اور اس کے بعد دولہ" کا خطاب ملتا تھا۔ اختر الدولہ خطاب کے کسی صاحب کا پتہ نہیں چلا۔ اگر ان کا کوئی خطاب جنگی ہو تو مطلع فرمائیں۔ اگر جنگی خطاب نہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ حیدرآباد سے یہ خطاب" اختر الدولہ" نہیں ملا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی کا میں بھی بڑا معتقد ہوں بڑی خوشی ہوئی کہ آپ ان پر کچھ کام کر رہے ہیں لیکن معلوم نہیں ہوا کہ کیا کام کر رہے ہیں۔؟ اگر نوعیت کار معلوم ہو تو ممکنہ مدد کے لئے تیار ہوں۔ یہاں ان کے سلسلہ کے کئی بزرگ مشہور ہوئے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ جس تفصیلی خط کی توقع رکھتے تھے اس کی تکمیل نہ کر سکا۔

مخلص سید محی الدین زور

(۲)

محب مکرم ۲۵-۱۰-۵۷ء

حسب ارشاد آپ کے کارڈ پر جوابات درج کر دیئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی ضرورت کے لئے کافی ثابت ہوں گے۔ آپ حیدرآباد تشریف لائے اور ملاقات نہ ہو سکی اس کا افسوس ہے۔ اب پھر کب تشریف لایئے گا؟ میں کل ہی دلی سے واپس ہوا۔ آتے جاتے بھوپال ملا۔ افسوس ہے کہ آپ کو اطلاع نہیں دی تھی ورنہ اسٹیشن پر ملاقات ہو جاتی۔

مخلص سید محی الدین قادری زور

(۳)

محب محترم

میں کل ہی دلی سے واپس ہوا۔ جاتے ہوئے آپ کو اطلاع دینا بھول گیا۔ ڈاکٹر گیان چند کو اطلاع دی تھی وہ کسی لکچر صاحب

ؔلہ ہندوستانی صحافت کی پہلی تاریخ "اختر شاہنشاہی" کے مؤلف سید محمد اشرف نقوی کے ساتھ "اختر الدولہ" کا اضافہ دیکھ کر میں نے ڈاکٹر زور مرحوم کو لکھا تھا کہ وہ اس خطاب کے بارے میں کچھ پتہ لگا کر تحریر فرمائیں۔ یہ کارڈ اسی خط کا جواب تھا۔ نادم سیتاپوری

کے ساتھ اسٹیشن پر ملے تھے

پھر اوائل اپریل میں جاؤں گا تو اطلاع دوں گا۔

آپ جنوری میں حیدر آباد آنے والے تھے انتظار ہی رہا۔ آتے تو یومِ محمد قلی قطب شاہ کی تقریبات میں بھی شریک ہوتے۔

اس کا "ارمغان" بھیج چکا ہوں۔ ملا ہوگا؟

ادارے میں کئی قدیم اخبارات ہیں۔ قاسم علی سجن لال صاحب ریڈر تاریخ عثمانیہ یونیورسٹی سے آپ کے بارے میں کہہ دیا ہے آپ ان کو اس پتہ پر خط لکھیے اور میرا حوالہ دیجیے وہ ضرور جواب دیں گے۔

اگست کا "تحریک" (دہلی) ہمارے یہاں نہیں آیا اور میں نے عرشی صاحب کا وہ مضمون نہیں دیکھا۔

"صبا" اور "سب رس" دونوں جاری ہیں۔

مخلص سید محی الدین قادری زور

بنام پروفیسر آغا اشہر لکھنوی

(۱)

۵ رمئی سنہ ۶۰ء

مکرمی۔ تسلیم۔ آپ کا کارڈ موجبِ شکر گزاری ہوا۔ آپ نے یہاں آنے کی زحمت فرمائی۔ میں کچھ بندگانِ خدا کے کام سے باہر تھا۔ نہ ملنے کا افسوس ہوا۔ انصار حسین صاحب منیجر دہلی علی گڑھ سے واپس آئیں تو آپ کے افسانہ (ترجمہ عربی[۱]) کو ان سے دریافت کروں گا۔ میں کاپی اور پروف دیکھ لیا کروں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ مکرمی مسعود حسن صاحب[۲] خان بہادر کا عطیہ شہد ان کے عزیز خود لائے تھے میں نے ڈپٹی صاحب[۳] کا شکریہ ادا کر دیا تھا وہ لڑکا نبی اللہ صاحب مرحوم تحصیلدار کا لڑکا نکلا۔ نبی اللہ صاحب بہت یاد آئے یہ معلوم ہونے پر کہ نبی اللہ صاحب ہمارے مسعود صاحب کے عزیز تھے ان کی یاد دیر تک دل کو متاثر کرتی رہی۔ ڈپٹی صاحب کی عنایات اور شہد کے عطیہ کو یاد کر کے دعائے خیر میں مصروف ہوں۔ بن پڑتا تو غالب مرحوم کی طرح رباعی پیش کرتا۔ بہر حال موصوف کی خدمت میں بہت بہت سلام۔ ڈپٹی صاحب کی عنایت کا اور شہد کا کسی طرح شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ ڈپٹی صاحب اور آپ کا مجموعہ غزل وغیرہ ہو تو مجھے مرحوم صفی صاحب کی لائبریری کے لئے درکار ہے۔ سوانح عمری[۴] رشید صاحب، حضرت زینب کی سوانح عمری کبھی ممکن ہو تو دیجئے گا۔ جن لوگوں سے خلوص ہے ان کا کلام اکثر پڑھتا ہوں۔ پیارے صاحب[۵] کا رنگ آپ ہی کے یہاں ہے۔ سراج تخیل کی بلندی میں کھوگئے ہیں

---

[۱] مولانا امتیاز علی خان عرشی رام پوری کے پروفیسر اشہر نے ایک چھوٹا سا ناول "عمرِ غلط" کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔

[۲] خان بہادر سید مسعود حسن مسعود ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر۔ لکھنؤ اسکول کے ایک خوش گو اور صاحبِ دیوان شاعر۔ [۳] ڈپٹی صاحب سے مراد مسعود صاحب موصوف ہیں [۴] پیارے صاحب رشید لکھنوی (نبیرۂ میر انیس) جن کی سوانح عمری پروفیسر آغا اشہر لکھنوی نے سنہ ۱۹۲۲ء میں "حضرت رشید" کے نام سے شائع کی۔ [۵] پروفیسر آغا اشہر لکھنوی سے افتخار تلمذ حاصل ہے۔

نادم سیتاپوری

جب جب لکھنؤ آئیں صفی لائبریری کے لئے کچھ بیتے آیا کریں۔ ڈپٹی صاحب بڑے مخلصانہ انداز سے جو کچھ نظم کرتے ہیں اس میں لطافت اور شیرینی ہوتی ہے۔ ریاض مرحوم سے مجھے خاصے مراسم تھے۔ اب جا کر ان کا دیوان ہاتھ لگا۔ خدا کرے آپ لوگ خوش رہیں۔

نیازمند ممتاز حسین جونپوری

(۲)

۱۹ رمئی سنہ ۶۰ء

مکرمی زاد مجدکم۔ تسلیم۔ آپ کے ترجمۂ[1] فسانہ کی کتابت کی ہوئی تین جزو کاپی آج دیکھنے اور صحیح کرنے کو ملی۔ آنکھوں کی بصارت اب کم ہوگئی ہے۔ ہاتھ کانپتا ہے مگر جس طرح ہوسکا سب کام چھوڑ کر ایک بجے دن تک صحیح کرکے انصار صاحب منیجر کو کاپی دے دی۔ آپ کا ایک خط بھی آج ملا جس میں انصار صاحب کو کچھ آپ نے لکھا ہے ... خط انصار صاحب کو دے دیا۔ قیمت ٹائیٹل پر حسب ہدایت ۱۰ ربجائے ۸ ر درست کردی۔ بہت خوب ترجمہ ہے عربی اشعار کا جیسا ترجمہ آپ نے اردو غزل میں کیا وہ کوئی کر نہیں سکتا۔ کمال کی حد کردی کچھ ایسا ہی دل پر اثر تھا کہ اس ناتوانی میں کاپی کی صحت کردی۔ زرد کاغذ پہ پھیکی روشنائی بے بصری کو اور چکا چوند کر رہی تھی۔ انصار صاحب سے کہہ دیا کہ آپ کی فرمائش کے بموجب راز اجتہادی صاحب کو صحت کے لئے پروف رکھ دیا کریں انہوں نے وعدہ کرلیا ہے۔ آپ ان لوگوں کو ورا لکھیے۔ بہرحال پروف اترتے اترتے آپ کا خط انصار صاحب اور راز اجتہادی صاحب کے نام آجائے گا۔ خان بہادر مسعود حسن صاحب کو سلام۔

سنتے ہیں نخلِ جنت میں ہے شہدِ شیریں ——— فیضِ مسعود سے مل جاتی ہے نعمت وہ یہیں

اب رہا کیا جو جنت کی کوئی فکر کرے ——— بندۂ واسطہ پہ کیا کرنا ہوں بیٹھا نفریں

اسے درست کرکے ڈپٹی صاحب تک پہونچا دیجئے۔ خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔

فسانہ چھپے تو صفی لائبریری کو بھی دیجئے۔

نیازمند ممتاز حسین جونپوری

(۱)

Bara Banki

14th April, 1925.

Dear Ashhar Saheb,

I have sent proposals for prescribing your Life of Rasheed in various Universities; the result will come out after November meetings. I would now request you to permit me to take some suitable selection of the books in my Nisab-i-jadid which is to be taught to High School classes from the coming July. I believe this will serve as a good notice of the book

Yours Sincerely

M. H. Nasiri

---

[1] "غمِ غلط" ترجمہ پروفیسر آغا اشہر لکھنوی

(۲)

۷۸۶

بارہ بنکی ۲۳ راگست ۲۸ء

زاد فضلکم۔ آپ کی کامیابی سے کمال مسرت ہوئی خداوند عالم ایم۔ اے میں بھی جلد فائز المرام کرے۔ اب آپ حسب قاعدہ اپنے گریجویٹ ہو جانے کی ڈپارٹمنٹ کو بذریعہ ہڈ ماسٹر صاحب اطلاع کریں۔ نتائج "ان شاء" مفید برآمد ہوں گے۔ گذشتہ امور کے متعلق تو حسب امید ظاہر ہیں مگر آئندہ حالات بدلنے والے ہیں۔ باقی بفضلہ خیریت ہے۔

ناصری

(نوٹ) پروفیسر مہدی حسن ناصری تخلص فتح پور ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے تھے ایک اچھے ادیب اور خوش فکر شاعر کی حیثیت سے زیادہ مقبول نہیں ہوئے دنیا نے انھیں ایک "ماہر تعلیم" کی حیثیت سے زیادہ اہمیت دی۔ تمام عمر محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے۔ پیارے صاحب رشید کے شاگرد تھے۔ "صنادید عجم" ان کی بلند پایہ تصنیف کی حیثیت سے اہل علم میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ "تذکرہ احباب" کے نام سے ناصری کا کلیات ۱۹۳۳ء میں انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے شائع کیا تھا۔ ۱۸۸۵ء سن ولادت اور ۱۹۳۱ء سن وفات ہے۔ ناصری کا یہ مقطع آج تک فضائے شعر و ادب پہ چھایا ہوا ہے:

ناصری قبر پہ عبرت کے لئے لکھوا دو
طول کھینچا ہے یہاں تک شب تنہائی نے

ناوم سیتاپوری

بنام ناوم سیتاپوری

(۱)

احاطۂ خانساماں۔ لکھنو

جناب عالی۔ تسلیم۔

نوازش نامہ شرف صدور لایا۔ یاد فرمائی کا شکر گذار ہوں۔ ضعیفی اور امراض نے کسی کام کے قابل نہیں رکھا ڈاکٹر نے دماغی کام کی ممانعت کر دی ہے۔ اس لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ فقط۔

نیاز مند

عشرت لکھنوی

۴ راگست (۴۲ء)

(۱)

NO-171

۱۹ رمارچ ۳۰ء

THE ZAMANA OFFICE
CAWNPORF

کرمی تسلیم۔ جناب کا مضمون "حضرت برق سیتاپوری" کاغذات میں مخلوط ہو گیا ہے اور افسوس کہ باوجود تلاش

بسیار دستیاب نہیں ہوا۔ نیز برقؔ[له] صاحب کی کتاب "جنگ جہوبہ" کے شائع کرنے کا انتظام بھی ممکن نہیں۔ اطلاعاً عرض ہے۔
امید ہے کہ آپ کا مزاج اچھا ہوگا۔

نیازمند دیانرائن نگم
ایڈیٹر

(۱)

TANKIEN KAZMI.
M. FAZIL

TOOPKHANA
HYDERABAD - DN.

جناب کرم ! تسلیم

کرم نامہ ملا۔ شکریہ! حیدر آباد دکن سے نہ تو کوئی ادبی درباری رسالہ نکلتا ہے اور نہ اخبار۔ اس قسم کی کوئی چیز بھی نہیں، گو نمنٹ گزٹ البتہ شائع ہوتے ہیں جن میں دفاتر کے تغیر و تبدل کا حال اور قانونی احکام وغیرہ ہوتے ہیں۔ البتہ سرکار حضور نظام بعض دفعہ اپنی غزلیں وغیرہ جریدہ غیر معمولی میں چھپوا دیتے ہیں مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے! بہرحال کوئی درباری رسالہ یا اخبار نہیں ہے۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے! افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں! کیا آپ مجتبیٰ انیس مجتبیٰ صبا صاحب بی۔ اے کے عزیز یا دوست ہیں؟

۱۳ر جولائی ۳۰ء

تمکین

(۱)

۲۳ر جون ۳۰ء

کرمی تسلیم

مجھے غلط فہمی ہوئی تھی وہ شعر بلکہ وہ پوری نظم غالبؔ کے دیوان کی ایک شرح میں چھپ چکی ہے۔ وہ شعر بلکہ کیا عجب ہے کہ وہ شرح بھی جناب ابن حسن صاحب نشاط (لکھنوی) کے پاس موجود ہے آپ سیتاپور محلہ تامسین گنج میں اون سے مل کر دریافت کر لیجئے۔ میری وہ کتاب جس میں وہ نظم تھی ایک صاحب عاریتہً مانگ لے گئے ہیں آج تک منتظر رہا کہ وہ واپس کر دیں تو شعر آپ کو لکھ دوں مگر انہوں نے ابھی تک کتاب ہی واپس نہیں کی۔ زیادہ نیاز!

آشفتہ مدیر "منتصر" (لکھنو)

[له] بابو شیام سندر لال برقؔ ایڈوکیٹ سیتاپوری شاگرد تپشؔ موہونی سیتاپور کے ایک صاحب دیوان شاعر جن کا انتقال ۱۴ر جنوری ۱۹۴۱ء کو ہوا۔ دیوان جلوہ برق اور تذکرہ (ہندو شعرا) وغیرہ ان کی یادگار کتابیں ہیں۔ ناؔدم سیتاپوری

(۱)

انجمن ترقی اردو {ہند}

علی گڑھ ......

۲ر اگست ۵۵ء

مکرمی —

آپ کا عنایت نامہ مجھے موصول ہوا۔ میں ابھی تک اپریشن کے بعد کا ہوا اور ضعیف ہوں۔ "اختر شاہنشاہی" کا ایک نسخہ میری کتابوں میں ہے اور وہ لکھنؤ کا چھپا ہوا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ یہ کتاب حیدرآباد دکن سے بھی شائع ہوئی تھی: بہرحال پندرہ روز کی مہلت دیجیے تو میں اپنے نسخہ کو تلاش کر کے آپ کے سوالات کا تفصیلی جواب دے سکوں گا۔

مولوی عبدالشاہد صاحب کا پتہ حسب ذیل ہے:

دفتر جمہوریہ۔ محلہ بنی اسرائیل علی گڑھ

محمد عبدالغفار

جنرل سیکرٹری

بنام کسریٰ منہاس

قطعۂ تاریخِ وفات محمد یوسف مرحوم عموزادہ غلام حسن کسریٰ

مامورِ طلایہ بود آنکہ مقتول بشد ایں مردِ خدا

تاریخِ ششم از ماہِ اگست آمد اجلش صد واویلا

فرمائشِ کسریٰ بود صفی بنوشتم سال از رحلتِ او

بے جرم محمد یوسف را ناگہ بشبے کشتند اعدا

۱۹ ۶ ۴۴

لہ برصغیر (غیر منقسم ہندوستان) کے پریس اور صحافت کی تاریخ میں اس سے قبل اس موضوع پر کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی "اختر شاہنشاہی" کے مؤلف اختر الدولہ سید محمد اشرف گارساں دتاسی کے معاصرین میں سے تھے انہوں نے جون ۱۸۸۸ء میں پہلی بار اسے اپنے ذاتی مطبع "اختر پریس لکھنؤ" میں طبع کرایا تھا اس کا کوئی دوسرا ایڈیشن ابھی تک نہیں چھپا۔ ناظم سیتاپوری

قطعۂ تاریخِ وفات صفدر حسین بفرمائشِ غلام حسن کسریٰ

جمعہ بست و دوم ز ماہِ رجب   ایں گلِ تازہ از خزاں پژمرد
از تپِ محرقہ چناں شد زار   نتوانست جاں سلامت برد
لختِ دل نورِ دیدۂ عابد   جاں بجاں آفریں خود بسپرد
در غمش غنچۂ دلِ کسریٰ   باز نشگفت آں قدر افسرد

سالِ نوتش بجست و گفت صفیؔ

نوجواں خواجہ زادہ صفدر مرد

۶۶ ھ ۱۳

رفتہ زیں جا بگلزارِ جناں صفدر حسین   سینہ ریشاں از فراقت نوحہ خواں صفدر حسین
شیونِ کسریٰ رسد ہر لحظہ در گوشِ صفیؔ   مہ لقایم سیدِ جنت مکاں صفدر حسین

۶۶ ھ ۱۳

صفی لکھنوی

بنام عبدالعزیز کمال

(۱)

۱۹ جون ۱۹۵۱ء

خوش خیال عبدالعزیز کمال کو سلام مسنون اور دعا کے بعد معلوم ہوا کہ ۱۱ جون کا لفافہ ملا۔ سوالات کے جوابات بہت طولانی ہیں میں نے اپنے اخباروں میں اور حیات اکبر میں ان کی تفصیل لکھی ہے۔ آج کل بینائی سے محروم ہوں بمشکل یہ خط خود لکھا ہے۔ ۷۵ برس کی عمر ہے۔ بواسیر کے خون نے نڈھال کر دیا ہے۔ موت سامنے کھڑی رہتی ہے اور کہتی رہتی ہے "می آئی کم"۔ میں کہتا رہتا ہوں "نو دکنسی"۔ پاکستان کی تجویز میں ہم دو نو شریک تھے۔ ہندوستان میں نہیں بلکہ ساری دنیا اور سارے اسلامی ممالک میں اسلامستان یا پاکستان قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے بار بار وہ بھی آتے تھے میں بھی لاہور جاتا تھا۔ (فوری ملاقات کی وجہ بھی ایسی ہی تھی) پہلی ملاقات انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسے میں ہوئی تھی۔ انہوں نے نظم پڑھی میں نے اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھ دیا اور کہا ؎

تمہارے جامے کی نذر میری پارسائی ہو

اسرار خودی نام میں نے تجویز کیا تھا۔ اختلاف چند جزئیات کا تھا جو مرحوم نے بعد میں دور کر دیا تھا اور ابھی ہائی کمشنر پاکستان دہلی کے یوم اقبال کی صدارت کرتے وقت میں نے کہا تھا میرے مریدی سن لیں کہ مجھ میں اور اقبال میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا تھا۔

میں نے جلسہ مذکور میں مصر اور ایران اور افغانستان اور انڈونیشیا کے سفیروں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ اقبال سارے ایشیا کا اقبال تھا۔ میں اخبار بھیجوں گا۔

مخلص حسن نظامی

(۱)

امیر جامعہ احمدیہ۔ قاضی ریاست بھوپال

مکرم اسلام علیکم و رحمۃ اللہ

معارف اور صاحب معارف کے ساتھ حسن ظن کا شکریہ!

آپ نے جو خیال کیا ہے اوس کو ضرور پورا کیجئے۔ معارف میں ان عنوانوں پر کوئی خاص مضمون نہیں نکلا ہے۔ متفرق معلومات خواہ مل جائیں آپ میری کتاب خیام ملاحظہ کیجئے، مولانا شبلی کے مقالات میں وہ مضامین پڑھئے جن سے آپ کو تعلق ہے، تمدن عرب موسیو لی بان اور تاریخ عرب موسیو سیدیو بھی پڑھیں جن کے ترجمے اردو میں ہو چکے ہیں۔ تاریخ تمدن عرب حصہ سوم مصنفہ جرجی زیدان دیکھئے اس کا ترجمہ بھی اردو میں ہے، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی جلدیں دیکھ کر

معلومات فراہم کیجئے، میری کتاب عربوں کی جہاز رانی بھی دیکھیں، نیز عربوں کی بحری تصنیفات شائع کردہ فرانس، اور قانون مسعودی بیرونی۔ کتاب البیرونی و سوانح البیرونی مضامین مہذبین اسلام و معارف، اسلامک کلچر حیدرآباد دکن کی جلدیں۔ ان مضامین میں سے معارف کے لئے آپ اعظم گڑھ سب اڈیٹر معارف کو لکھئے، میرا نام نہ لکھئے۔ والسلام

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ سید سلیمان

(۱)

محترمی دام لطفہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ کی قدر افزائی کا شکریہ۔ میں جماعت اہل قرآن میں سے نہیں ہوں۔ وہ لوگ عمل متواترہ کے قائل نہیں ہیں۔ اور نماز و روزہ وغیرہ کے لئے اپنی اختراعی شکلیں نکالتے ہیں۔ اور میں رسول اللہؐ کے اسوۂ حسنہ کو جو امت میں سلسلہ بسلسلہ نسلاً بعد نسل چلے آتے ہیں دینی اور یقینی مانتا ہوں۔ حدیثیں یقینی نہیں ہیں بلکہ ظنی ہیں اس لئے وہ دینی نہیں ہیں بلکہ تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسرار خودی پر غالباً میرا ہی تبصرہ تھا جس کی وجہ سے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے وہ نظم لکھی جس کا یہ شعر ہے ؎

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

تصوف کی بحث میں جن لوگوں نے حصہ لیا تھا ان کے نام مجھے یاد نہیں۔ "صبح کا ستارہ" ایک اخبار ظفر علی خاں نکالتے تھے اس میں یہ بحثیں چھپتی تھیں۔ اسی خلفشار کی وجہ سے ڈاکٹر اقبال نے حافظ کے متعلق اسرار سے اشعار نکال دیئے تھے۔ بہتر ہوگا کہ آپ رسالہ ماہنامہ "طلوع اسلام" دیکھا کریں۔ وہ قرآنی مبلغ ہے اور (رابسن روڈ کراچی) سے نکلتا ہے۔ اس میں اقبال کے متعلق بھی مضامین اکثر نکلتے ہیں۔ چنانچہ اپریل کا یعنی اس مہینہ کا پرچہ اقبال نمبر ہے۔ نیز وہ کبھی کبھی میرے مضامین بھی چھاپتا رہتا ہے۔ فقط

محمد اسلم جیراجپوری۔ جامعہ نگر۔ دہلی ۱۲ اپریل ۱۹۵۱ء

(۱)

کرم گستر، وعلیکم السلام

صحیح پتہ اسی کارڈ میں درج ہے۔ لکھنؤ کے پتے سے خط بہت دیر میں ملتا ہے۔

۱۔ حضرت جوہر کا تو کہنا ہی کیا، باقی شبلی و اکبر بھی۔ میرے حق میں بڑے مہربان تھے۔ چھوٹوں کے دل بڑھانا، ان کی ہمت افزائی کرتے رہنا، بزرگوں کے معمولات میں داخل ہے۔ اور تینوں حضرات میرے بزرگ ہی تھے۔ ان کے حوصلہ افزایانہ الفاظ میں میری اہلیت کو ذرا بھی دخل نہیں۔

۲۔ آپ جو دریافت فرمانا چاہیں بے تکلف دریافت کرسکتے ہیں۔

۳۔ اس زمانہ میں تو میں اسرار خودی کے کوچہ ہی سے سرے سے نابلد تھا۔ انگریزیت اور الحاد میں غرق تھا۔ کئی

سال بعد جب ذرا ہوش آیا، جب سے اقبالؔ ہی کو حق پر سمجھتا ہوں۔ اکبر یوں بھی دوسرے شاعروں کا کلام کم ہی پڑھتے تھے اور اقبال تو اُن کے خورد ہی تھے۔ اس وقت کی عام فضا سے متاثر ہو کر حضرت اکبر بھی انھیں تصوف کا دشمن سمجھے، حالانکہ اقبال منکر تصوف کے نہیں بلکہ صرف رواجی اور غیر اسلامی تصوف کے تھے۔ بہرحال غلطی اور غلط فہمی کے شکار اکابر ہی ہو جاتے ہیں۔ والسلام

۹ اپریل ۱۹۵۱ء

دعاگو عبدالماجد

آپ کے محکمہ میں ایک افسر میرے ایک عزیز بھی تھے۔ اس وقت مری میں تعینات ہیں۔

(۲)

۷۸۶

۲۷ اپریل ۱۹۵۱ء

کرم گستر۔ وعلیکم السلام

۱۔ اُن عزیز کا نام فہیم الزمان ہے۔ مری میں R.P.A.S کے چیف انسٹرکٹر ہیں۔

۲۔ تصویر کو نہ پوچھیے۔ چند برسوں کے اندر خدا معلوم کس کس طرح اپنے کو بچایا ہے۔ ریڈیو میں جب تقریر کرنے جاتا ہوں، تو وہاں تو یہ بلا اکثر ہی مسلط ہوتی رہتی ہے۔

شرعی ناجوازی کے علاوہ اس میں دخل طبعی کراہت کو بھی ہے۔ اپنی صورت مجھے نہایت درجہ ناپسند ہے۔ ایک عمر ہوئی جب سے آئینہ نہیں دیکھا۔ اتفاقی نظر پڑ جانے سے تکلیف ہی ہوتی تھی۔ تو تصویر کیا کھنچواتا۔

جن حضرات کے نام آپ نے لیے اُن میں اس اعتبار سے مستند صرف مولانا سلیمان ندوی ہیں۔ وہ اب سالہا سال سے اس باب میں محتاط ہیں۔ کوئی چوری چھپے کھینچ لے تو اور بات ہے۔ اس سے تو مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تک نہ بچ سکے تھے۔

باقی گناہ کبیرہ کے درجہ میں میں بھی تصویر کو نہیں رکھتا۔ حدیث میں ممانعت ہے۔ لیکن اس ممانعت کی بھی تاویلیں ہو سکتی ہیں، گو ضعیف۔

۳۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ کہا، بالکل صحیح ہے۔ راہ میں منزلیں بہت ہی آئیں۔ کم و بیش سب جگہ ٹھہرے لیکن منزلِ مقصود قرآن ہی رہی۔

"اوریجنل" فلسفہ اپنے اصلی اور لفظی معنی میں کسی کا بھی نہیں۔ خورد بینی مطالعہ کے بعد ہر ایک کسی نہ کسی کا خوشہ چین ہی نظر آتا ہے۔ اقبال کی طالب علمی کے زمانہ میں بڑا زور وارڈ اور ٹیگنگر ے کا تھا۔ ان سے کچھ نہ کچھ متاثر ہونا لازمی تھا۔ اور بس۔

۴۔ سنہا کی کتاب پر ریویو وغیرہ پڑھے تھے۔ اصل کتاب کا مطالعہ خیال نہیں آتا۔ مدت سے فلسفہ کا مطالعہ بہت کم ہو گیا ہے۔ اتنے دنوں پڑھا، کچھ بھی حاصل نہ ہوا، بجز الفاظ اصطلاحات کے۔ پیاز کی طرح چھلکے ہی چھلکے۔ اب بجز بہت سی مخصوص کتابوں کے فلسفہ بالکل نہیں پڑھتا۔ صرف قرآن مجید اور اس کی شرحیں کافی ہیں، یا پھر دل بہلانے کے لئے ادبیات۔

۵۔ آج کل والا مضمون میں نے نہیں پڑھا۔ اپنے متعلق کوئی بھی مضمون نہیں پڑھتا۔ اپنی صورت کی طرح اپنی سیرت سے بھی کچھ مستقل بیزاری ہی رہتی ہے

ع

غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

۵۔ انگریزی اور اُردو دونوں ترجمے تاج کمپنی ہی کے بس میں ہیں۔ والسلام

دعاگو عبدالماجد

(۳)

بسم اللہ

۲۹ مئی ۱۹۵۱ء

کرم گستر، وعلیکم السلام

ع ہر کسے از ظن خود شد یار من

وز درون من نہ جست اسرار من!

آپ نے بھی حُسنِ ظن، مبالغہ کی انتہا کر دی۔ اور اپنے مفروضات در مفروضات سے خدا معلوم مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا! جواب نہیں کیا عرض کروں۔ بجز اس دعا کے کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اور آپ کی رہنمائی کسی واقعی اور حقیقی نائبِ رسول تک کر دے۔

تصویر کی ممانعت تو حدیث سے بالکل ثابت ہے۔ میں نے اس کے صرف معیت کبیرہ لکھنے سے انکار کیا تھا۔ اور یہ کیا پتا نہیں جو بچارہا، اس میں دخل میری ذاتی کوشش کو ہی ہے ــ کہ اس پر آگے کوئی سوال کیسے اٹھایا جائے؟

حدیث نفس ممانعت میں وارد ہے۔ باقی حکمت ممانعت کا سوال بالکل الگ ہے۔ تاویل و توجیہ ہر شخص اپنے ذہن کی رسائی کے مطابق کر سکتا ہے۔

رہا مسئلہ خود اعتمادی و خود داری کا، تو میں نے تو قرآن ہی میں پڑھا ہے کہ خدا کے رسول معصوم تک اپنے لئے یہ سمجھے رہیں کہ حشر میں خدا معلوم کیا معاملہ ان کے ساتھ ہو۔ لما ادری ما یفعل بی ہیں تو پھر صحابہ کا کیا ذکر! اور مجھ جیسے تباہ کار و نامہ سیاہ کا نام بھی اس سلسلہ میں آنا سنجیدگی و متانت کے حدود سے تجاوز کر جانا ہے! والسلام

دعاگو عبدالماجد

(۱)

مکرمی، گرامی نامے کا شکریہ قبول فرمائیے۔ افسوس کہ مجھے مولانا گرامی کے زیادہ حالات معلوم نہیں ہیں! ان کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہوا تھا۔ وہ اصلاً ہوشیار پور کے تھے اور حیدرآباد سے واپس آ کر وہی رہتے تھے۔ لیکن جالندھر میں ان کے اقربا مقیم تھے اور خود مرنا بھی وہاں رہے تھے۔ نیز جالندھر ہوشیار پور کے مقابلے میں زیادہ بڑا اور مشہور مقام تھا اس وجہ سے وہ جالندھری مشہور ہوئے۔

جس حد تک مجھے معلوم ہے انہوں نے منشی فاضل کا امتحان لاہور کے اورینٹل کالج سے پاس کیا تھا۔ شعر و شاعری

کے ساتھ ابتدا ہی سے دلچسپی تھی، حیدرآباد پہنچے تو میر محبوب علی خاں مرحوم آصف جاہ سادس نے تین سو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کر دی، یہ تنخواہ میر عثمان علی خاں کے زمانے میں بھی جاری رہی۔ حیدرآباد میں مولانا نے کم و بیش تیس برس گزارے۔ جب بہت بوڑھے ہو گئے تو انھیں وطن آنے کی اجازت دے دی گئی، یہ تنخواہ انھیں آخری وقت تک ملتی رہی۔ ان کی وفات پر کچھ رقم ان کی بیگم کے نام میں مقرر ہو گئی تھی۔

ان کے اولاد نہ تھی، ایک مرتبہ لاہور آئے تو یہاں بعض دوستوں نے کہہ سن کر دوسری شادی کرا دی لیکن چند روز کے بعد مفارقت ہو گئی طبیعت بہت سادہ تھی یا کہنا چاہیے بات چیت اور وضع قطع میں پنجاب کے دیہاتی معلوم ہوتے تھے۔ شربتی رنگ کی بہت بڑی پگڑی باندھتے تھے۔ لمبا چغہ پرانی وضع کا، گرمیوں میں ململ کا انگرکھا۔ سردیوں میں شیروانی اور سادہ پاجامہ۔ میں نے جب انھیں دیکھا۔ ڈاڑھی کو مہندی لگاتے تھے۔

عموماً غور و فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ چلنے پھرنے سے سخت متنفر تھے۔ جہاں بیٹھ گئے، بیٹھ گئے۔ کہیں جانا پڑتا تھا تو بہت گھبراتے تھے۔ گرمیاں ہوتیں تو یہ بہانہ بنا لیتے کہ تپش بہت ہے، موسم بدلے گا تو آؤں گا۔ سردیاں ہوتیں تو فرماتے، سردی گھٹے گی تو قصد کروں گا۔

ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تعلق کی صحیح تاریخ معلوم نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ اس تعلق کا آغاز اس زمانے میں ہوا جب ڈاکٹر صاحب مرحوم نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں شہرت حاصل کی۔ مولانا گرامی بھی ان جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ پھر تعلق بہت بڑھ گیا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے اسرار خودی شروع کی تو فارسی کے متعلق مولانا سے مشورے بھی کرتے رہتے تھے۔ میں نے خود ڈاکٹر صاحب سے مولانا کے کئی لطیفے سنے۔ ان سے غالباً آپ کو دلچسپی نہ ہو اور ان میں سے کئی لطیفے ایسے ہیں کہ انھیں لکھنا غالباً مناسب نہ ہو۔

یہ مجھے معلوم نہیں کہ حیدرآباد کے سید نور الضیاء الدین کے ساتھ کیسے تعلقات تھے۔ یہ صاحب غالباً امور مذہبی کے ناظم بن گئے تھے۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد کے ساتھ تعلق اس زمانے میں قائم ہوا جب مولانا حیدرآباد میں درباری شاعر تھے اور سرکشن پرشاد وزیر اعظم۔

میرے نزدیک مولانا کی خصوصیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ میں نے ان سے بڑھ کر فنافی الشعر آدمی کوئی نہیں دیکھا۔ دنیوی امور سے اتنے بے خبر تھے کہ اگرچہ ساری زندگی وطن سے باہر گزاری اور حیدرآباد تک بیسیوں مرتبہ سفر کیا ہوگا۔ لیکن نہ انھیں عمر بھر میں ٹکٹ خریدنا آیا، نہ یہ معلوم ہو سکا کہ گاڑی پر سوار ہونے کا کیا طریقہ ہے اور کہاں اترنا ہوگا۔ انھیں ٹکٹ لے کر گاڑی میں بٹھا دیا جاتا تو بیٹھ جاتے، جہاں اتار لیا جاتا اتر جاتے۔

اس بارے میں ان کے کئی لطیفے مشہور ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ گرامی صاحب کو جب چند روز لاہور میں گزر جاتے تھے تو ان کی اہلیہ یونہی تار دے دیتیں کہ بیمار ہوں۔ فوراً آ جاؤ۔ ایک مرتبہ تار آیا اور مولانا جانے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے روکنے کی کئی تدبیریں کیں، نہ رکے یہ بھی کہا کہ غلط تار دے دیا ہے۔ مولانا فرماتے: ڈاکٹر

صاحب! اس عورت نے چالیس برس میری روٹی پکائی ہے۔ اب اس کی خدمت مجھ پر فرض ہے۔ آخر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مولانا! ایک رباعی لکھی ہے، اس کا چوتھا مصرع ٹھیک نہیں بنتا۔ فرمایا۔ سناؤ۔ ڈاکٹر صاحب نے تین مصرعے سنائے اور چوتھا نہ سنایا۔ گرامی صاحب سوچنے لگے۔ ایک مصرع لکھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا یہ تو کچھ نہیں۔ دوسرا لکھا۔ فرمایا یہ بھی کچھ نہیں۔ گرامی صاحب تار وغیرہ سب بھول گئے۔ اور چوتھا مصرع لکھنے لگے۔ رات کے دو بجے مصرع ان کی مرضی کے مطابق ہوا۔ سردیوں کی رات اٹھے اور علی بخش ملازم کو جگا کر کہا کہ ابھی ڈاکٹر صاحب کو اوپر کی منزل سے اٹھا کر لاؤ۔ وہ آئے، مصرعہ سنایا، ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے واقعی بے نظیر مصرع تھا۔ لیکن رباعی یا مصرع انھیں یاد نہیں رہا تھا۔ پھر مولانا نے کہا کہ اب میرا دل سنگترے کھانے کو چاہتا ہے۔ چنانچہ سردیوں کے موسم میں رات کے تین بجے سنگترے پیدا کئے گئے۔

بہر حال شعر سے اتنی دلچسپی تھی کہ دنیا کی ہر بات بھول جاتے تھے۔

مزید حالات معلوم کرنا چاہیں تو تین آدمی آپ کو زیادہ سے زیادہ مدد دے سکتے ہیں:

۱۔ حفیظ ہوشیار پوری جو پاکستان ریڈیو کراچی میں ہیں۔

۲۔ ان کے بھائی و آتش ہوشیار پوری۔ یہ معلوم نہیں وہ کہاں ہیں۔

۳۔ ابو الاثر حفیظ جالندھری

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

نیازمند

مہر

تاج کمپنی لمیٹڈ



الحاج شیخ عنایت اللہ (ستارۂ خدمت)، منیجنگ ایجنٹ "تاج کمپنی لمیٹڈ"

کس قدر تکلیف دہ تھا وہ زمانہ جب قرآن ہندو اور سکھ چھاپا کرتے تھے۔ لاہور کے چند ایک ناشرین نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔ اور یہ قومی فریضہ سنبھال لیا۔ ۱۹۲۹ء میں شیخ عنایت اللہ صاحب نے برانڈرتھ روڈ پر تاج کمپنی کا سنگِ بنیاد رکھا۔ آج شیخ صاحب اس معروف فرم کے مینجنگ ایجنٹ ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں ادارہ ریلوے روڈ (موجودہ جگہ) منتقل ہوگیا اور ۱۹۴۲ء میں یہ عمارت خرید لی گئی۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی میں پہلی برانچ کھولی گئی۔ ۱۹۴۸ء میں کراچی میں سندھ انڈسٹریل اسٹیٹ میں ایک پریس نصب کیا گیا جس کا افتتاح لیاقت علی خان مرحوم نے کیا تھا۔ ۱۹۵۱ء میں ایک برانچ ڈھاکہ کھولی گئی۔

تاج کمپنی کا ہیڈ آفس اور اس کی شاخیں اس قدر ترقی یافتہ اور مشہور ہوئیں کہ خضر حیات سرسکندر (جنھوں نے آغاز میں کافی مدد بھی دی تھی)، سر فضل حق گورنر، گورمانی، قائدِ اعظم، لیاقت علیخاں مرحوم، صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں اور دیگر امراء، سفراء اور وزراء کے علاوہ حال ہی میں ملایا کے بادشاہ بھی اس فرم کو دیکھنے تشریف لائے۔ تاج کمپنی ایک تاریخی مقام بن چکا ہے۔ اس وقت سرمایہ پچاس لاکھ ہے اور تنخواہ دار ملازم چھ سو کے قریب ہیں۔ ادارہ پبلک لمیٹڈ ہے۔ کم سے کم حصہ بیس روپے ہے جس سے عوام میں سرمایہ کاری کا رجحان پیدا ہوگیا ہے اور منافع توقعات کے خلاف زیادہ ادا کیا جاتا ہے۔ قرآن جو پہلے لیتھو میں چھپتے تھے، اس ادارہ نے عکسی بلاکس میں شائع کئے۔ اس ادارہ میں دوسری کتابیں بھی چھپتی ہیں۔ لیکن یہ ادارہ قرآن کی اشاعت کے لئے مشہور ہے میں نے قرآن کے چند نسخے دیکھے جو دیکھنے والی چیز ہے۔ یہ قرآن غیر ممالک میں برآمد کئے جاتے ہیں۔ تین صد سے زائد اقسام قرآن کی شائع ہوتی ہیں۔ جن کا ہدیہ دو روپے سے پانچ سو روپے تک ہے۔ شاہ سعود نے ایک نسخے پر ادارہ کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا تھا۔ شاہ فیصل (عراق) نے بھی قرآن کی بے حد تعریف کی تھی۔ ایک نسخہ حکومتِ پاکستان نے ظاہر شاہ کو پیش کیا تھا۔ اس کے علاوہ تفاسیر اور تراجم بھی چھپتے ہیں۔ کتابوں کے علاوہ تاج آملہ ہیئر آئل مشہور تیل ہے اور سستی اور اچھی دوائیاں بھی تیار ہوتی ہیں۔ سرمہ مقوی بصر بھی تاج کمپنی میں تیار ہوتا ہے جس کی شہرت اور افادیت کا چرچا دور دراز تک ہے


نیشنل
ILFORD
ILFORD
ILFORD
HP3
ہمہ وقت
آپ کی
مسرتوں
کے ساتھی!
رضوی برادرز لمیٹڈ
کراچی — لاہور — ڈھاکہ

ORIENT